...ا اسے ہلاک کریگا لیکن میں ایک وصیت کرتا ہوں اگر میرے مرنے کے بعد تجھ سے
ہوسکے تو ... پوچھا گیا کہا میرے گھر میں سوائے آج کے کل کا خرچ نہیں ہے واسطے
خرچ کے بھا مرنے کا حال مت سُنانا دوسرے میرے گھر میں امید حمل کی ہے سو
اتنا کہدینا ہو تو مختار ہے جو چاہنا نام رکھنا اگر بیٹا ہو تو بزرجمہر نام اُسکا یہ کہکے
آنکھیں بند کلمہ پڑھا اُس قاتلِ بیدریغ نے خنجر بیدریغ سے سر اُسکا جدا کیا اور اُسکا گھوڑا
بھی مارکر ... میں ڈال دیا اور دروازے کو بند کرکے دریا کے کنارے گیا خنجر اور ہاتھ سے
لہو دھو کر گھوڑے پر سوار ہوکے اس طرف آیا اور کہا اس مکان میں ہمارے واسطے ایک
...تیار ہو ... تھا اُسکے گرد ایک چار دیواری سنگ مرمر کی بنے اور اسکو پاٹ کر ایک
...ناہ کے ... کے موتگے کا بنے غرض اس حکم کے ساتھ معمار جہانتک کے تھے حاضر ہوئے اور
اُسکے چار ... تراش بڑھئی بیلدار بلائے اور مدت لگائی کہ جلد وہ باغ تیار ہو یہ حکم کرکے
تخت ... خواجہ ایک دوسرے روپے لیکر بخت جمال کے گھر گیا اور جو وصیت کی تھی سب
...ع کے ... روپیہ خرچ میں لاؤ میں نے تجارت کی خاطر اُسے چین بھیجا ہے۔ یہ کہکر اپنے
...ع ہو وجود ... کا نام بیداد رکھا ٭

...شامہ سے احوال دریافت ... فی کا ...

...ن کہا کار جواہر نگار ... کی چیوں پر ...
... مارکر ... اونٹ بغداد کے دو کوہانی کہ ...
...خون ... کتنی کشتیاں سلاح کی اور ... کی اور پارچہ جات ... اور ریشم ...
...ں۔ لیئے اور باہر کے جلوخانہ تک استقبال کرکے بادشاہ کو ... ہے کہ شاید
... دیکھا ... اور ہمراہ ہوا جبکہ بادشاہ اندر باغ کے گیا دیکھ ... کے بعد بادشاہ ...
... جب تک تم تین طمانچے اس کے
...سے نہ ... ہوگا اسکی وہ چار دیواری سنگ مرمر کی ... نے تمھارے دل اور جگر کے کباب طلب
...ہیں اگر اور جانور کے بنا لیجاؤنگا وہ حکیم سے معلوم کرلیگا کہ یہ گوشت آدمی کا نہیں
بزرجمہر نے کہا شہر کے دروازے پر ایک بڑھیا بکری کا بچہ بیچتی ہے کہ اُسکو آدمی کے
...دھ سے پالا ہوا ہے اُسے مول لیکر حلال کر اور اُسکے دل اور جگر کے کباب بنا کر اُنکو
...اُس میں بھی آدمی کی بو آتی ہے۔ اُس غلام نے بزرجمہر کو رخصت کیا اور وہ بکری کا بچہ
اُسکے دل و جگر کے کباب بناکے القش کو دیئے۔ وہ کھاکر بہت خوش ہوا کہ اب ...
...سوار ... ہوا۔ اور بزرجمہر اپنے گھر میں آرام سے بیٹھ رہا۔ اس بات کو کئی دن گذرے
کے حضور میں آو ... دیکھکر فراموش کیا۔ صبح کو جب دربار کے وقت تمام وزرا امرا حاضر
پر پڑھنا عیب نہیں۔ جس وقت ... ایک خواب دیکھکر بھول گیا ہوں میں تم سب سے سوال کرتا

فاختہ مور عندلیب جواہرات کے بنے ہوئے جنگ پر وبال سے ہزارا جھٹتا ہوا ایک لطف د
اور سفید سفید عالم عمارت کا کہ جس میں سنہری روپہری الماس تراش اُستادوں پر تمام
کے سائبان کھچے ہوئے جن میں سراسر مرقیوں کی جھالر تھی اور سونے کے تباہے نگی
مینے سے رنگی ہوئیں جوے درد سبز گلاب کی ڈوریوں سے زر بفت کے پردوں کے
بندھی ہوئیں غرض بادشاہ اس باغ کو دیکھکر اپنے باغداد کو بھول گیا ایک بارہ دری
اُس میں بجھراج کا کام تھا اُسکے اندر بادشاہ ایک تخت پر بیٹھا اور القش کو شاہ نے خ
جمشیدی امداد کیا بعدہ جہاں تک بادشاہ اور بادشاہزادے قباد کامران نامے ہمراہ آ
داہنی اور بائیں طرف بادشاہ کے کرسیوں پر جواہرات کے بیٹھے تھے بادشاہ نے خاصہ
فرماکر وزیر پر بہت سی سرفرازی فرمائی اور صحبت عیش و نشاط کی گرم ہوئی جہانتک
ماہرو اُس شہر میں تھے آنکر حاضر ہوئے اور اُن کا مجرا ہونے لگا ساقیان گلفام نے
کا جام ہاتھوں میں لیکر گردش میں لائے اور لگے ساتھ تخفگی کے ہر طرف دینے آواز
بادہ نوش باد کی بلند ہوئی غرض بادشاہ نے اکیس۲۱ دن وہاں جشن کیا بعد جشن کے
وزیر کو خلعت دیا اور سوار ہوکر اپنے دولت سرا کی طرف روانہ ہوئے +

بیان خواجہ بزرجمہر کا

...یاں سے دو کلمہ داستان خواجہ بزرجمہر کے بیان کروں کہ اپنے گھر میں گوشہ عافیت
منگوایا ... ماں نے کہا کہ ان دنوں اکثر میتھی کا ساگ کھانے کو جی چاہتا ہے
... لاتا ہوں کچھ پیسے اپنے ہاتھ میں لیکر باغداد کے دروا
... دروازہ بند تھا چاہا کہ قفل کو کھول

ہوں گئے اُس نے ہنسکر کہا اے لڑکے تجھے سودا ہؤا ہے کہ ایک خون کو تین بتلاتا ہے۔کہا ایک
اور دو بچہ اس رنگ کے پیٹ میں ہیں جس وقت ان دونوں میں یہ باتیں ہوتی تھیں القش
ں بالاخانہ سے دیکھتا تھا اُن کو اپنے نزدیک بُلاکر احوال دریافت کیا کہ یہ کیا گفتگو ہے۔بکری
پیٹ پھاڑ کر دیکھا تو اُسی رنگ کے دو بچے ہیں۔القش نے باغبان کو رخصت کیا اور بزرجمہر
اپنے پاس بٹھلایا اور پوچھا تو کون ہے اور یہ غیب دانی کیونکر دریافت کی۔کہا میں بیٹا
ت جمال کا اور حکیم جاماس کا نواسہ ہوں۔میرے باپ کو اس شہر میں کسی نے مار ڈالا ہے
ان کا بدلہ لینے کی فکر میں ہوں۔القش نے کہا پھر اپنے باپ کے خونی کو کس طرح پائیگا۔
ا خدا کے نزدیک دور نہیں وقت پر موقوف ہے۔القش نے کہا بھلا رات کو میرے دل میں
ا ضمیر مخفی کہا تو نے کسی جا مال پایا ہے اور اپنی جورو کو کہا چاہتا تھا مگر نہ کہا۔القش
کی صورت دیکھکر بھاگ گیا اور جی میں کہا یہ لڑکا بڑا روشن ضمیر ہے اور اکثر سُنا ہے کہ روشن
میر کے دل اور جگر کے کباب کھانے سے آدمی روشن ضمیر ہوتا ہے۔اُسکا ایک غلام حبشی بختیار
ام تھا اُسکو بلاکر چپکے سے کہا کہ میں تجھے تیری مراد کو پہنچاؤنگا تو اُس لڑکے کو کہیں لیجاکر
کر اور اُسکے دل اور جگر کے کباب بناکر میری خاطر لا۔اس غلام نے تلے ایک اندھیری کوٹھری
ن کا کار کو پچھاڑا اور چاہا کہ چھاتی پر بیٹھکر چھری سے حلال کرے بزرجمہر نے بے اختیار قہقہ
مارکر کہا تو مجھے اس کے کہنے سے قتل کرتا ہے اپنی مراد کو نہ پہنچیگا وہ مراد میرے ہاتھ
نی ہے۔اُسنے کہا میری مراد کیا ہے۔کہا کہ تو القش کی بیٹی پر عاشق ہے اور اُس نے
کا وعدہ کیا ہے۔پر نہ دیگا مجھ کو چھپا رکھ آج سے دسل دن کے بعد بادشاہ ایک
دیکھکر بھول جائیگا اُس وقت مجھ کو تجھ سے یہ مانگیگا۔جب تک تم تین طمانچے اس کے
سے نہ کھانا مجھ کو نہ بتلانا۔غلام نے کہا اُس نے تمھارے دل اور جگر کے کباب طلب
یں اگر اور جانور کے بنا لیجاؤنگا وہ حکیم ہے معلوم کر لیگا کہ یہ گوشت آدمی کا نہیں
بزرجمہر نے کہا شہر کے دروازے پر ایک بڑھیا بکری کا بچہ بیچتی ہے کہ اُسکو آدمی کے
دھ سے پالا ہوا ہے اُسے مول لیکر حلال کر اور اُسکے دل اور جگر کے کباب بناکر اُنکو
اُس میں بھی آدمی کی بو آتی ہے۔اُس غلام نے بزرجمہر کو رخصت کیا اور وہ بکری کا بچہ
اُسکے دل و جگر کے کباب بناکے القش کو دیئے۔وہ کھاکر بہت خوش ہؤا کہ اب میں
سوار ... ہؤا۔اور بزرجمہر اپنے گھر میں آرام سے بیٹھ رہا۔اس بات کو کئی دن گذرے
کے حضور میں اول ... دیکھکر فراموش کیا۔صبح کو جب دربار کے وقت تمام وزرا امرا حاضر
پر پڑھنا عجیب نہیں۔جس و... ایک خواب دیکھکر بھول گیا ہوں میں تم سب سے سوال کرتا

ہوں کہ وہ خواب کیا تھا اور اُسکی تعبیر کیا ہے۔ جہاں تک حکیم اور ندیم تھے یہ سُنکر حیران ہوئے اور عرض کی کہ اگر خواب معلوم ہو تو اُسکی تعبیر کہی جائے اور خواب کا احوال کیونکر کہیں کہ آپ نے یہ خواب دیکھا تھا۔ فرمایا کہ سکندر کے وقت میں اکثر ایسے حکیم تھے کہ سکندر خواب دیکھکر بھول جاتا تو خواب مع تعبیر کہتے تھے میں تم کو اس قدر مال دیتا ہوں اور کبھی کچھ کام نہیں لیتا اور اگر میرے اس خواب کو مع تعبیر نہ کہو گے ایک ایک کو جیتا قبر میں گڑوا دونگا بلکہ اس کام کی خاطر تم سب کو چالیس دن تک کی مہلت دیتا ہوں تاکہ اس کی فکر کرو۔ القش سب سے زیادہ تھا اُس کو زیادہ تاکید کی۔ لیکن یہ سب حیران تھے کہ کیا جواب دیں۔ چالیس دن کے بعد بادشاہ نے پوچھا کہ ہمارے خواب کو دریافت کیا اور سب تو خاموش رہے لیکن القش نے کہا کہ غلام نے بموجب نجوم کے معلوم کیا آپ نے یہ دیکھا تھا کہ آسمان سے مرغ آیا اور اُس نے آپ کو اُٹھا کر آگ کے دریا میں ڈال دیا آپ اُس دہشت سے جاگ اُٹھے اور خواب بھول گئے۔ بادشاہ نہایت خفا ہوا اور کہا اے مردک اسی عقل پر وزارت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں حکیم ہوں یہ خواب میں نے کب دیکھا ہے قسم ہے آتش کدۂ نمرود کی دو دن کی اور فرصت دیتا ہوں اگر اُسکے درمیان نہ کہو گے تو تیسرے دن تم سب کو مار ڈالونگا۔ تب تو حواس ان سب کے اُڑ گئے۔ القش اپنے گھر گیا اور غلام سے پوچھا میں نے جو اس لڑکے کو تجھے ذبح کرنے کو دیا تھا وہ بڑا مکار تھا شاید تیرے ہاتھ سے بچ گیا ہو تو اب اُس سے ایسا ہی کام ہے جہاں ہو وہاں سے لے آؤ۔ اُس نے کہا میں نے آپ کے کہنے سے اُس کو ذبح کیا او اُس کے دل اور جگر کے کباب بنا کر آپ کو کھلائے اُسکی ہڈیاں بھی گلکر چونہ ہو گئیں اب وہ کہاں ہے۔ القش نے کھسیانہ ہو کر تین طمانچے زور سے اُسکی گالوں پر لگائے کہ وہ بیتاب ہو کر گرا اور کہ لگا غلام کو مت ماریئے لے آتا ہوں۔ القش حیران ہوا اور کہنے لگا اے نادان تو نے پہلے کیوں نہ کہا جو مار بھی کھائی کہا یہ بھی اُسی نے کہدیا تھا کہ ملک القش کے ہاتھ سے تجھ کو تین طمانچے لگنے ہیں۔ وزیر نے اُس غلام کو چھاتی سے لگا کر کہا جا لے آ۔ اُس نے بزرجمہر کے دروازے پر جا کر دستک دی بزرجمہر آواز سُن کر باہر آیا اور اُس غلام سے پوچھا خیر تو ہے۔ اُس نے سلام کر کے کہا کہ صاحب جو جو تم کہا تھا سو سب سچ ہی ہوا اب القش نے تم کو بلایا ہے۔ بزرجمہر خاموش ہو کر اُس کے ہمراہ الق کے گھر گیا۔ اُس نے دیکھکر بہت تعظیم کی اور عزت سے اپنے پاس بٹھلایا اور شدت سے خاط کی اور گذشتہ کا عذر بھی کیا اور کہا کہ بادشاہ نے ایک خواب دیکھکر فراموش کیا ہے عذاب ہے اگر آپ کہدیں تو نہایت احسان ہے۔ بزرجمہر نے کہا آپ سے کئے کہ میں ان وزیروں کی عقل پہچانتا تھا سو معلوم ہ

تو ابھی آنکر کہدے۔ حضور سے یہ کہکر کسی کو بھجوا دیںا میں آنکر کہدونگا۔ یہ کہکر رخصت ہؤا اور اپنے گھر گیا + (باقی داستان فردا شب) +

داستان پہلی

بزرجمہر کا القش پر سوار ہوکر بادشاہ کے پاس جانا اور اپنے باپ کے خون کا عوض لینے میں

جوہریانِ بازار سخن داستان کے لعل و جواہر کو محک بیان میں اس طرح منسلک کرتے ہیں کہ جب القش فجر کو بادشاہ کے حضور میں گیا تو عرض کی کہ غلام کا ایک شاگرد ہے جو اس خواب کو کہنا چاہتا ہے اور غلام نے کبھی کا کہا ہوتا پر سب حکیموں کا امتحان لینا تھا۔ بادشاہ نہایت خوش ہؤا اور فرمایا کہ لوگ جاویں اور اُسکو لے آویں۔ بموجب حکم کے چوبدار گئے اور جاکر بزرجمہر سے کہا کہ بادشاہ کے حضور میں تم کو جلد یاد فرمایا ہے۔ کہا اچھا چلو پر سواری کیا ہے چوبداروں نے کہا کہ سواری تو کچھ نہیں۔ کہا اچھا جاؤ لے آؤ۔ چوبداروں نے جاکر عرض کیا۔ فرمایا گھوڑا لیجاؤ۔ دوبارہ وہ آدمی گھوڑا لے گئے اور کہا اس پر سوار ہو کر چلئے۔ بزرجمہر نے کہا پیدایش گھوڑے کی باد سے ہے اور آدمی کی خاک سے پس خاک سے باد کو کیا نسبت کہ باہم دشمن ہیں۔ میں اس پر سوار نہیں ہونگا کچھ اور جو میرے لایق ہو لاؤ کہ اُس پر سوار ہوکر بادشاہ کے حضور میں جاؤں۔ چوبداروں نے یہ عرض بھی بادشاہ سے کی کہا اور جو سواریاں ہیں وہ سب لیجاؤ وہ جس پر چاہے سوار ہوکر آئے۔ جس وقت سب سواریاں بزرجمہر کے پاس لائے دیکھکر کہا ان میں کوئی بھی میری سواری کے لایق نہیں ہے۔ کس واسطے کہ ہاتھی بادشاہ کے تخت کا ہے جس پر سوار ہونا خلاف ادب ہے۔ اور میانہ پر بیمار چڑھتے ہیں میں بیمار نہیں ہوں۔ اور اونٹ پر کیوں سوار ہوں کہ یہ فرشتہ ہے۔ خچر حرامزادہ ہے حلال زادہ اُس پر سوار نہ ہوگا۔ اور یہ جو بیل لائے ہو اس پر بنئے اور دھوبی چڑھتے ہیں۔ اور گدھے پر وہ سوار ہو جس نے ایسا ہی گناہ کیا ہو میں بے گناہ ہوں۔ ان سب کو لیجاؤ اور حضور میں عرض کردو۔ لاچار وہ سب سواریاں پھیرے گئے۔ اور بادشاہ سے یہ تمام احوال کہا۔ پھر فرمایا اُس سے پوچھو کیا سواری بھیجوں جس پر تو سوار ہوگا۔ چوبداروں نے جاکر پوچھا۔ کہا بادشاہ کو اگر خواب سُننا منظور ہے تو القش کی پیٹھ پر زین کسواکر بھجوا دیں کسواسطے کہ کوئی سواری سوائے اُسکے میرے لایق نہیں کہ جس پر سوار ہوکر بادشاہ کے حضور میں آؤں الجنس مع الجنس وہ بھی آدمی میں بھی آدمی دوسرے آخر وہ حکیم ہے اس پر چڑھنا عیب نہیں۔ جس وقت یہ خبر بادشاہ کو ہوئی بے اختیار ہنسا اور کہا معلوم نہیں کر

اس کے ہاتھ سے اُس کو ایسی کیا ایذا پہنچی ہے۔ فرمایا القش کی پیٹھ پر زین باندھکر بزرجمہر کی ڈیوڑھی پر لیجاؤ۔ ہر چند کہ اُس نے منت و زاری کی پر کچھ فایدہ نہ ہوا۔ آخر اُسکی پیٹھ پر زین باندھکر لے گئے اور کہا صاحب سوار ہوجیے بادشاہ نے تمھاری خاطر کی۔ بزرجمہر ملک القش پر سوار ہوا اور بآواز بلند کہا کہ آج میں نے اپنے باپ کے خونی کو پایا ہے۔ یہ کہکر بادشاہ کی ڈیوڑھی پر گیا لیکن پیچھے پیچھے اُس کے خلقت واسطے تماشا دیکھنے کے چلی آتی تھی اور لڑکوں کو ایک تماشا ہو آیا۔ غرض بزرجمہر اُسی طرح آیا اور القش پر سے اُتر کر بادشاہ کے حضور میں گیا اور دعا دی۔ بادشاہ نے دیکھکر بہت عزت کی اور بیٹھنے کے لیئے حکم دیا۔ بزرجمہر اداب بجا لایا۔ بعد ایک ساعت کے بادشاہ نے کہا اے عزیز میرے خواب کو بیان کر اور القش نے تجھ سے کیا بُرائی کی جو تو نے اُس سے یہ حرکت کی۔ کہا خائن حضور کا ہے اُس نے سات گنج مال کے پاکر آپ سے چھپائے ہیں اور دوسرے میرے باپ کو بے گناہ قتل کیا ہے سو حضور میں اس سے جان کے عوض جان چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے غضب کی نگاہ سے القش کو دیکھا اور کہا یہ کیا کہتا ہے +

القش وزیر کی پشت پر زین کسواکر سوار ہوکے بزرجمہر کا بادشاہ کے دربار میں جانا اور القش کو تیروں سے مروانا



القش نے کہا مجھ پر طوفان کرتا ہے۔ بزرجمہر نے کہا عیاں را چہ بیاں لوگ بندے گئے ساتھ آؤیں ثابت کرونگا۔ بادشاہ آپ مع بزرجمہر سب سردار ساتھ لیکر باغ بیداد میں آیا اور اُس

مکان کو کھدوا کر دیکھا تو واقعی سات گنج مال کے دھرے ہیں اور ایک مردہ آدمی کا سوکھا پڑا ہے۔ بادشاہ نے وہ مال خزانے میں بھجوا دیا اور بزرجمہر کو کہا اپنے باپ کی لاش کو اول منزل پہنچاؤ۔ بزرجمہر نے بادشاہ کی دولت سے لاش کو گڑوا دیا اور پختہ مقبرہ بنوا کر روشنی کی اور کھانا پکوا کر فاتحہ دی اور غربا و مساکین کو کھلایا۔ بعد چالیس دن کے حضور میں آیا اور عرض کی کہ اگر ارشاد ہو تو بندہ وہ خواب بیان کرے۔ فرمایا بہت اچھا۔ بزرجمہر نے کہا آپ نے دیکھا کہ آپ کے روبرو دسترخوان پر چالیس رکاب کھانے کے رکھے ہیں آپ نے ایک حلوے کے رکاب سے نوالہ بنا کر چاہا کہ تناول کریں۔ ایک کالا کتا آیا اور آپ کے ہاتھ سے چھین کر کھا گیا آپ اس دہشت سے چونک اٹھے اور خواب بھول گئے۔ فرمایا قسم ہے آتشکدۂ نمرود کی یہی خواب میں نے دیکھا تھا اب اس کی تعبیر کر۔ کہا غلام کو محل میں لے چلئے اور جہاں تک عورتیں ہیں مع چالیس اور ایک محل سب ہوں وہاں عرض کرونگا۔ بادشاہ بزرجمہر کو اندر زنانہ کے لے گیا اور سب معشوقوں کو بلوایا۔ بموجب حکم کے سب کی سب حاضر ہوئیں۔ ان کے بعد ایک معشوق اپنے ہمراہ کئی ایک خوبصورت خواصیں لئے ہوئے آئی اس کے ساتھ ایک حبشن بھی تھی۔ بزرجمہر نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور بادشاہ سے کہا وہ سگ سیاہ یہی ہے اور لقمہ خاص یہ بادشاہ زادی ہے۔ بادشاہ حیران ہوا اور دریافت کیا تو مرد تھا۔ بادشاہ نے جلادوں کو بلوا کر فرمایا کہ اس حبشن کو سرکاری کتوں کے آگے ڈال دو تاکہ پھاڑ ڈالیں۔ اور اس بدبخت کو سر راہ مینار میں چنوا دو۔ بعدہ بزرجمہر پر بہت سرافرازی فرمائی اور القش کو اسی روز آدھا زمین میں گڑوا کر تیر انداز کرا دیا۔ اور جہاں تک اس کا مال تھا مع نقد و جنس اور زن و فرزند سب بزرجمہر کو عنایت فرمایا۔ بزرجمہر نے اٹھ کر نذر سرافرازی کی گذرانی اور رخصت ہو کر بختیار غلام کے ہمراہ القش کے محل میں گیا اور اس کی جورو کو بلا کر کہا مجھ کو تمہارے مال و دولت سے کچھ کام نہیں تم ہی کو مبارک ہو۔ میں نے بختیار سے شرط کی تھی کہ بعد اپنے باپ کے خون لینے کے القش کی بیٹی کو تجھ سے بیاہ دونگا۔ سو اس وقت تم سے شرط کرتا ہوں اگر ان کا بیٹا تولد ہوا تو اس کو آپ پڑھا کے فاضل کرونگا اور القش کی جگہ بادشاہ سے خلعت وزارت دلا کے بٹھلاؤنگا۔ القش کی جورو نے قبول کیا اور اپنی بیٹی کی شادی بختیار سے کی۔ بزرجمہر نے جہاں تک القش کا مال تھا سب اس کو معاف کیا۔ بادشاہ اس کو سنکر حیرت میں گیا کہ عجب سیر چشم آدمی ہے کہ یہ دولت اس کے خیال میں کچھ نہ آئی جو سب اسی کو بخش دی۔ اس کے کئی روز بعد بادشاہ نے ایک دن جبکہ سب امرا وزرا حکیم ندیم پہلوان شاہ و شہریار بارگاہ جمشیدی میں حاضر ہوئے بادشاہ نے فرمایا تم سب سے سوال کرتا ہوں کہ بزرجمہر اپنی قوم کا بزرگ ہے اشراف ہے اور جاماس حکیم کا نواسہ ہے اور آج کل علم

و فضل میں کوئی اُس کا ثانی نہیں ہے پیشتر جتنے وزیر تھے سب بے عقل تھے اب میں چاہتا ہوں کہ اس کو اپنا وزیر کروں۔ سب نے کہا اے بادشاہ جو مرضی حضور کی وہی مرضی ہماری ہے۔ بادشاہ نے قابلِ وزارت سمجھ کر خلعت وزارت بزرجمہر کو پہنا دیا اور کرسیٔ الماس پر بیٹھنے کا حکم فرمایا بزرجمہر دیوان کے برخاست کے وقت ایک تجمل سے سوار ہوا اور اپنے گھر جاکر اپنی ماں کو خوش کیا اور واسطے عمارت کے حکم فرمایا۔ (باقی داستان فردا شب) ؎

حکایت قباد ہیزم فروش

بادشاہ نے جس دن سے اُس شہزادی کو ہمراہ اُس حبش کے بعد تعبیر خواب مارا تھا اُس دن سے تمام عورتوں کا اعتبار بادشاہ کے دل سے اُٹھ گیا تھا بلکہ اُن کی صورت دیکھنی موقوف کی۔ اور کہا کہ اب ان کا مُنھ کبھی نہ دیکھونگا۔ لیکن ایک عورت دلارام نام تھی جو چنگ کے بجانے میں کمال رکھتی تھی اور بادشاہ کو اُسکی مصاحبت بہت بھاتی تھی صرف اسی ایک کو صحبت میں یاد فرماتے اور جہاں تشریف لیجاتے اُس کو اپنے ہمراہ سے جدا نہ کرتے تھے۔ کئی دن کے بعد بادشاہ شکار کے واسطے ایک صحرا کی طرف ناگاہ گئے دلارام اور خواجہ بزرجمہر اور کئی سردار بھی ہمراہ تھے۔ پہاڑ کی ترائی میں ایک میدان ایسا تھا کہ سبز گھاس کا کوسوں تک تختۂ زمرد معلوم ہوتا تھا اور وہ رنگ پہاڑ کا جس پر سے چادریں پانی کی چھوٹتی ہوئی ایک لطف دیتی تھیں اور اُس پہاڑ کے دامن سے جو دریا نکلا تھا اُس کے کنارے کنارے دونوں طرف ہری دھانوں کے کھیت کا عالم جیسے الماس پر زمرد کی تحریر ہوتی ہے۔ اور دریا کے کنارے دونوں طرف پختہ گھاٹ سنگِ مرمر کے بنے ہوئے تھے وہاں بجرے اور کشتیاں بادشاہ کی سواری کے واسطے رہتی تھیں رنگ برنگ کشتیاں اور بجرے اور نواڑے فیل چڑھی گوہر چڑھی سنگ چڑھی گھوڑ دوڑ مور پنکھیاں بنوارے پانی میں سب پر ایک عجیب طرح کا عالم تھا سواری اس جگہ جا ٹھہری بادشاہ لبِ دریا آکر تماشا دیکھنے لگے قضا را جنگل کی ایک طرف سے ایک بوڑھا لکڑہارا گٹھا لکڑیوں کا سر پر لئے چلا جاتا تھا لیکن ایسا ضعیف اور ناتوان تھا کہ اتنے عرصے میں کئی جگہ گرا اور پھر اُٹھکا چلا۔ بادشاہ کو اُس پر ترس آیا فرمایا دریافت کرو کہ اُسکا نام کیا ہے لوگوں نے جاکر اُس سے پوچھا اُس نے کہا میرا نام قباد ہے بادشاہ اس نام کو سنکر حیرت میں گیا اور بزرجمہر سے پوچھا کہ ہمارا طالع کیا ہے اور اُس کا طالع کیا ہے۔ عرض کی کہ آپ کا بھی جوزا اور اسکا بھی جوزا۔ فرمایا کیا سبب ہے کہ میں اور وہ ہمطالع اور ہمنام ہوں میں بادشاہ ہفت اقلیم اور وہ ایسا محتاج بزرجمہر نے گذارش کی کہ آپ کے تولد کے وقت آفتاب اور مہتاب مشرق میں تھے اور اُس کے تولد کے وقت حوت میں۔ فرمایا یہی باعث ہوگا لیکن دلارام بولی کہ میں اس بات کی قایل نہیں

اس کی مفلسی کا یہ سبب ہے کہ شاید اُس کے گھر میں عورت نہیں اور اگر ہے تو بدسلیقہ
اس باعث سے یہ آسودہ نہیں ہوتا ہے۔ بادشاہ کے دل میں عورتوں کی طرف سے ازبس کہ خلش
تھی فرمایا پس یہ ہماری دولت تیرے باعث سے ہے جا میں نے تجھ کو اُس کے حوالے کیا دیکھیں
تو اسکو کسطرح میرے برابر کرتی ہے یہ کہکر فرمایا کہ اس کا زیور اور لباس اُتار لو اور ایک پرانی بانات
کی چادر اُڑھا کے یہاں جنگل میں چھوڑ دو۔ جب دلارام نے دیکھا کہ غضب سلطانی میں گرفتار ہوں
اور بادشاہ متعرض ہوکر چھوڑ گیا ہے تو لاچار ہوکر اُس پیر مرد کے پاس آئی اور کہا اے شخص
میں نے تجھ کو اپنا دین کا باپ کیا ہے مجھ کو اپنے گھر لے چل ہمیشہ تیری خدمت کیا کرونگی۔ اُس
لکڑ ہارے کو اُس کی چاند سی صورت دیکھکر چکا چوندی آگئی کہنے لگا میں تو تجھ کو فرزندی میں قبول
کرکے لیجاؤں مگر میرے یہاں کھانے کو کچھ نہیں ہے۔ دلارام نے کہا میں تجھ سے کھانا نہیں مانگتی
اس بات سے خاطر جمع رکھ۔ یہ کہکے اُسکے ہمراہ ہوئی۔ جوں ہی گھر گئی اور اُس کی جورو نے دیکھا
کہ ایک جوان عورت اُس کے ساتھ آئی ہے وہیں چڑیل کی طرح چلاتی ہوئی دوڑی اور کہنے لگی آ تیری
ایسی تیسی تجھ کو کیا بُڑھ بھس لگی ہے جو مجھ پر سوت لایا ہے یہ کہکر دو ہتھڑ اس بیچارے کی
پیٹھ پر اس زور سے مارا کہ وہ لوٹ گیا اور کہنے لگا کہ بیٹی میں نہ کہتا تھا آخر تو نے مار بھی کھلائی
اب میرا جی جہاں چاہے وہاں جا۔ دلارام آگے بڑھی اور اُس عورت کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگی تم غصہ
کیوں کرتی ہو میں نے اسے اپنا دین کا باپ کیا ہے اور تم میری ماں ہو مجھے بھی اپنی فرزندی میں
گنو کھانے پینے کی کچھ بھی تصدیع تم کو نہ دونگی۔ غرض کہ ایسی باتیں بڑھیا کے ساتھ کیں کہ اُس
کو دلارام پر ترس آیا اور اپنی اس حرکت سے شرمندہ ہوئی اور دلارام کو بٹھلایا۔ لیکن وہ بوڑھا
بازار میں لکڑیوں کو بیچکر اُس کے پیسوں کی روٹیاں مول لایا تھا۔ اُس کے یہاں بارہ تیرہ بیٹے
اور بیٹیاں سب اندھے اور لولے لنگڑے تھے چار طرف سے غل مچاتے اُس کو لپٹ گئے اور بھوکا
بھوکا کرکے لگے نوچنے۔ وہ لکڑ ہارا جو روٹیاں لایا تھا رکھ دیں۔ لڑکوں نے اُس کو چھوڑ دیا اور روٹیوں
پر جاگرے آدھی آدھی حصہ میں نہ آئی کسی کا پیٹ نہ بھرا بھوکے رہے۔ دوسرے دن جب کہ پھر
وہ بوڑھا لکڑیاں کاٹنے کو چلا تو دلارام نے اس کو کہدیا کہ آج جو لکڑیاں بکیں اُس کی قیمت کی روٹیاں
نہ لانا گیہوں لیتے آنا۔ وہ اُس دن اُس کے کہنے سے گیہوں لایا۔ پڑوس کے گھر میں ایک چکی تھی
دلارام نے جاکر آٹا پیسا اور اپنے ہاتھ سے روٹیاں پکا کر سبھوں کو کھلائیں اور اُس آٹے کو تین
دن کیا سبھوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور اُس کو دعا دی وہ جو تین دن کے پیسے بچے تھے دلارام
نے آج سے اُون کی پشم منگا کر مہین مہین ڈوریاں بٹیں کتنے دن میں سو سو سوا سو
ڈوری تیار کرکے اس بوڑھے کو دیں کہ اتنے اتنے مول کو بازار میں بیچ لائے اُس نے بیچ کر

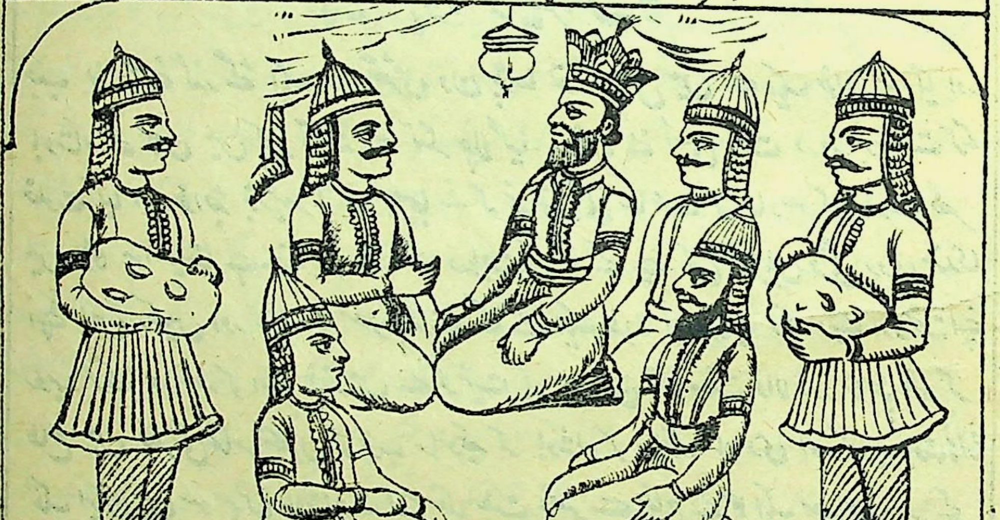
روپے اُس کے دلارام کو لا دیے۔ اسی طرح کچھ روپیہ جمع کرکے ایک گدھا اُس بوڑھے کو مول لے دیا کہ اس پر لاد لایا کرو کہ چیز بھی بہت سی آئیگی اور تم کو بھی آرام ہوگا غرض کہ اسی طرح ایک برس کے عرصہ میں مرتبہ بمرتبہ دلارام نے پانچ غلام اور کئی گدھے لے دیے اور گھر کی صورت نئی معلوم ہونے لگی کچھ اسباب بھی ہو گیا۔ ان دنوں موسم گرمی کا تھا دلارام نے بوڑھے کو کہا ان دنوں تم کو بڑی محنت معلوم ہوتی ہوگی تم یہ کام کرو کہ پہاڑ کے تلے کہیں بڑا گڑھا تلاش کرکے اُس میں لکڑیوں کو جمع کرو کہ جاڑے میں مہنگی بکینگی۔ اُس نے بھی سمجھا کہ سچ کہتی ہے خدا کے فضل سے گھر میں کھانے کو ہے پہاڑ کے دامن میں ایک غار تلاش کرکے اُسمیں لکڑیاں جمع کرکے ڈھیر کیا بعدہ اپنے گھر میں آکر آسودگی سے رہنے لگا۔ کتنے دن بعد جب کہ جاڑے کا موسم آیا اتفاقاً بادشاہ اُس پہاڑ کے نیچے شکار کھیلنے کو آیا اور اُس روز وہیں اُترا۔ اُس رات ایسی برف پڑی کہ تمام لشکر مارے سردی کے مرجاتا لوگوں نے جاکر اس لکڑیوں کے ڈھیر پر سے پتھر دور کئے اور آگ لگادی اور تمام رات سارے لشکر نے اُس آگ سے تاپ تاپ کر اپنی جانیں بچائیں۔ صبح کو بادشاہ وہاں سے کوچ کرکے اپنے قلعہ میں داخل ہوا۔ جب وہ لکڑہارا دو تین دن کے بعد اُس غار پر آیا کیا دیکھتا ہے کہ تمام لکڑیاں جل کر کوئلا ہوگئیں بیٹھ کر خوب رویا لیکن اُس مکان میں سونے کی کان تھی اُس آگ کی گرمی سے تاؤ کھاکر سلیں کی سلیں پتھر کی صورت بن کر رہ گئیں۔ اُس بوڑھے نے واسطے دلارام کے دکھلانے کے کئی گدھے اُس کوئلے سے بھر لئے اور ایک اُس پتھر کی سل اُٹھا لی کہ یہ عورتوں کے مصالحہ پیسنے کو خوب ہے دلارام کو وہ کوئلے دکھلائے اور وہ سل دی۔ دلارام کی آنکھوں میں اُس پتھر کے اوپر کچھ نقش سے نظر آئے از بسکہ عاقلہ تھی چھری کی نوک سے کھرچ کر دیکھے تو سونا ہے بہت خوش ہوئی اور خدا کا شکرانہ ادا کیا اور اُس بوڑھے سے پوچھا ایسے پتھر وہاں اور بھی ہیں کہا بہت پڑے ہیں۔ دلارام نے کہا سب اُٹھا کر لاؤ بوڑھا گدھے لیکر گیا اور تمام سلیں اُٹھا کر لے آیا اور دلارام نے گھر کے صحن میں بڑے بڑے گڑھے کھدوا کر وہ سب پتھر گڑوا دیے اور ایک خط تیار کرکے اُس بوڑھے کو دیا اور کہا یہ خط اور دس گدھے اس سونے کی سلوں کے بھر کر بصرے میں لیجا وہاں فضیل زرگر نامے ایک آدمی ہے کہ میں نے اس کو اپنا بھائی کیا ہے اُس کے پاس جا اور کہیو کہ میں دلارام کا وکیل ہوں وہ تجھ کو ان سب کا سکہ کر دیگا تو لے آنا۔ وہ راضی ہوا۔ دلارام نے ایک غلام کو مدائن بھیجکر سہیل صراف کو بلوایا اور اُس سے کہا کہ میں کئی برس سے بادشاہ کی خفگی میں ہوں پر اب خدا چاہتا ہے تو وہ خفگی جاتی ہے لیکن تجھ کو اس خاطر بلایا ہے کہ میں چاہتی ہوں کہ اس بیابان میں شاہ کے محل کی

سی عمارت بنواؤں اور کار فرما اس کام کا تو ہی رہیگا ایک کروڑ روپیہ مجھے قرض دے اور
معماروں کو بلواکے مدد لگا دے کہ جلد تیار ہو۔ اُس کو دلارام کا از بسکہ اعتبار تھا کہ بادشاہ
کی خاص حرم ہے اور روپے نہ ڈوب جائینگے کہا بندہ حاضر ہے جو فرمائیگا بجا لاؤنگا۔ کہا تو اس
کی فکر کر۔ اُس نے معمار اور کاریگر بلوائے اور مکان بنوانا شروع کیا۔ جبکہ مکانات تیار ہوئے
دلارام نے مصوروں کو بُلواکر کئی تصویریں اُس وقت کی کھینچوائیں کہ جس وقت بادشاہ نے
دلارام کو اُس لکڑہارے کے حوالے کردیا تھا اُن تصویروں کو اس مکان کے ہر دروازے پر
لگوا دیا اور جہاں تک اسباب ضروری تھا منگوایا اور کئی آدمی نوکر بھی رکھے اس عرصے
میں قباد سوداگر وہ سونے کی اشرفیاں بصرے سے بنوا کر لے آیا اور دلارام کو دیں۔ اُس نے
اُسے حمام میں واسطے غسل کے بھیجا۔ جب لوگ اُس کے کپڑے اُتارنے لگے وہاں کی گرمی دیکھ
کر وہ غل مچانے لگا کہ میں نے کیا تقصیر کی ہے جو میرا بدن جلاتے ہو جس وقت لنگی باندھنے
کو دی سر پر باندھنے لگا غرض اسی طرح بہ ہزار خرابی نہا کر کپڑے پہنے۔ دلارام نے وہ پوشاک
پہنا دی کہ سوائے بہ زاد بادشاہ کے اور کسی کو میسر نہیں ہوئی۔ اور لوگوں سے کہدیا کہ
آج کے دن سوائے قباد بازرگان کے جو لکڑہارا کہیگا سو ہلاک ہوگا۔ اسکے چار پانچ دن بعد
دلا رام نے بہت سا تحفہ اُس کے ہمراہ کرکے خواجہ بزرجمہر کی ملاقات کے واسطے بھیجا۔ بزرجمہر
بغلگیر ہوا اور بہت سی عزت کی۔ جب دو تین ملاقاتیں ہوچکیں دلارام نے کہا کہ تم بزرجمہر
سے بادشاہ کی ملاقات کی درخواست کر دیکھو وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔ قباد نے جاکر خواجہ
سے کہا کہ میں بادشاہ کی ملاقات کا امیدوار ہوں۔ کہا کل اچھا وقت ہے اول وقت تشریف
لائیے آپ ہمراہ چلینگے ملازمت بھی ہو جائیگی۔ قباد رخصت ہوکر اپنے گھر گیا اور دلارام سے
کہا۔ اُس نے اسی دن ندرانہ کی تیاری کر رکھی۔ دوسرے دن سہیل سے دریافت کیا کہ بادشاہ
کے بدن پر کیسی پوشاک ہے کیونکہ بادشاہ کے خدمتگاروں سے اُس کو راہ تھی۔ ویسی ہی
خلعت قبا سوداگر کو پہنا کر سوار کرکے بھیج دیا۔ جس وقت بزرجمہر کے پاس آیا وہ منتظر
کھڑے تھے سوار ہوکر خواجہ نے قباد سوداگر کو ہمراہ لیا۔ اور حضور کی ڈیوڑھی پر آنکر کہا کہ تم
ذرا ٹھیرو میں پہلے جاکر تقریب کر لوں جس وقت حضور سے تمہاری طلب ہوگی تو آنا۔ یہ
کہکر اندر گئے اور بعد مجرے کے عرض کی کہ ایک سوداگر شخص قباد نامے امیدوار ہے کہ
حضرت کا آنکر قدمبوس ہو۔ فرمایا بلوا لو۔ جس وقت اُس کی یاد ہوئی کہ قباد سوداگر کس
کا نام ہے چلئے حضور میں یاد ہوئی ہے اُس نے سُن کر قصد اندر جانے کا کیا۔ لیکن یہ
بیچارہ تمام عمر لکڑیاں کاٹا کیا اُس کو بادشاہ اور وزیر کی صحبت اور آئین سلطنت سے کیا

کام تھا۔ جس وقت دلارام نے اُسے بھیجا تھا اُس وقت کہوایا تھا کہ جب بادشاہ کے حضور میں جانا پہلے داہنا پیر آگے بڑھانا وہ بات اُس کو یاد آئی لیکن داہنے پاؤں کو بھول گیا کہ کونسا ہے بہتیرا قصد کیا کہ یاد آوے ہرگز میسر نہ ہوا جی میں کہا دونوں پاؤں ملاکر کودکے اندر جائیے کہ داہنا پاؤں پیچھے نہ رہے یہ خیال کرکے دونوں برابر ملا کر جست کی جوں ہی چوکھٹ کے اندر گیا وہاں سنگ مرمر کا خوب صاف فرش تھا اُس پر دونوں پاؤں بے اختیار پھیل گئے اور گر پڑا چوٹ بھی کھائی جوں ہی آواز اُس کے گرنے کی ہوئی۔ بادشاہ مع سب سرداروں کے دیکھنے آیا اور ایک عجیب طرح کی ہنسی آئی۔ لیکن یہ بزرجمہر کی تقریب سے آیا تھا کسی نے کچھ نہ کہا۔ بادشاہ نے بلاکر نذر لی اور سرفراز کیا۔ بادشاہ کے ہاتھوں میں مصری کی ڈلی تھی اُس کو عنایت فرمائی اُس نے لے کر سلام کیا اور منہ میں ڈال لی اور کھا گیا۔ سب اس کو دیکھ کر حیران ہوئے اور کہا کیا بے ادب ہے بزرجمہر بھی اپنے جی میں شرمندہ ہوئے لیکن جب دربار برخاست ہوا تو سب سردار رخصت ہو کر اپنے اپنے گھر گئے۔ یہ بھی رخصت ہوا اور دلارام سے سب احوال کہا وہ اپنے جی میں نادم ہوئی کہ بزرجمہر شرمندہ ہوئے ہونگے۔ قباد کو کہا کوئی بھی ایسا کام کرتا ہے کہ بادشاہ کی دی ہوئی چیز اُسی وقت کھا جاوے۔ کہا پھر کیا کرتے ہیں۔ دلارام نے کہا اُس کو سر پہ رکھتے ہیں۔ اُس نے اس کو یاد کیا۔ دوسرے دن جو گیا اُس وقت بادشاہ خاصہ کھاتے تھے اُس کو دیکھ کر مہربانی سے قورمے کی ایک طلائی رکابی عنایت فرمائی۔ یہ لے کر اداب بجا لایا اور وہ بات یاد آگئی کہ بادشاہ کی دی ہوئی چیز سر پہ رکھتے ہیں وہ رکابی لے کر سر پہ اُلٹ لی کہ اُس کا تمام شوربا داڑھی اور موچھوں سے بہ کر گرنے لگا۔ بادشاہ نے اور بھی زیادہ تعجب کیا کہ عجب بیوقوف مرد ہے جو حرکت کرتا ہے نئی کرتا ہے۔ لیکن اس کا لباس جو دیکھتا تھا کہ بادشاہ سے اور اُس سے کچھ فرق نہیں۔ اُس روز دلارام نے کہدیا تھا کہ خواجہ بزرجمہر کو شریک کرکے بادشاہ سے عرض کرنا کہ غلام کی دعوت قبول ہو۔ اسی طرح بادشاہ سے کہا کہ بندہ امیدوار ہے کہ خداوند کی مع سرداروں کے ضیافت کرے۔ بادشاہ نے قبول کیا۔ آداب بجا لایا اور رخصت ہوا۔ بادشاہ نے بزرجمہر سے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پاس بہت مال ہے کہ میری ضیافت کا قصد کیا۔ عرض کی کہ ارشاد بجا ہے۔ پھر دوسرے دن بادشاہ بزرجمہر اور کئی سرداروں کو ہمراہ لے کر قباد کے مکان کی طرف روانہ ہوا۔ جس وقت کہ قباد سوداگر اپنے گھر گیا اور دلارام سے کہا کہ بادشاہ صبح کو آئیگا دلارام سُن کر بہت خوش ہوئی اور تمام تیاری اُسی دن کر رکھی تھی دوسرے دن گھڑی دن چڑھے قباد سوداگر کو بادشاہ کے آنے کی خبر ہوئی وہ استقبال کی خاطر آگے گیا اور بادشاہ کو نذر دی۔

اور اُس کو مکان میں لے آیا۔ جس وقت قباد کامران اُس مکان کے دروازے پر آیا دیکھا تو تصویر
اپنی لگی ہوئی ہے لیکن وہ اُس وقت کا عالم ہے کہ جب بادشاہ نے دلارام کو اُس لکڑہارے
کے حوالے کردیا تھا یاد کرکے اپنی آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ اور سب سردار بھی اُس کی خاطر
گریاں ہوئے اور سب نے افسوس کیا۔ پر بادشاہ اس مکان کو دیکھ کر حیرت میں ہوگیا کہ
کہ تمام نقشے اپنے ہار کے سے ہیں۔ بزرجمہر سے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ جس نے عمارت بنوائی
ہے گویا وہ میرے مکان میں سو برس رہا ہے کہ کہیں فرق نہیں جس طرف جاتے تھے اپنی
اور دلارام کی تصویر نظر آتی تھی۔ لیکن بارہ دری جو خاص بادشاہ کے بیٹھنے کی تھی اُس
میں جاکر مسند الماس نگار پر بیٹھا اور کھانا تناول فرمایا۔ اُس وقت دلارام پوشاک نفیس پہنکر
جواہرات میں ڈوبی ہوئی ایک پردے کی اوٹ میں گھڑی تھی۔ جوں ہی بادشاہ کی نظر اُس پر پڑی

قباد لکڑہارے اور معشوقہ دلارام کا قباد بادشاہ کو مع سرداروں کے بہ تقریب دعوت اپنے مکان پر بُلانا اور ملاقات کرنا



دلارام کی شباہت یاد کرکے چشم نم ہوئی اور قباد تاجر سے پوچھا کہ یہ عورت کون ہے۔ کہا اس
غلام کی بیٹی ہے آپ سے تو کچھ پردہ نہیں تشریف لے چلئے۔ بادشاہ قباد کا ہاتھ پکڑکر اُس
دالان کے اندر گیا نزدیک سے دلارام کو دیکھکر پہچانا اور ایک آہ سرد بھر کر پوچھا کہ اسے
تو دلارام ہے۔ دوڑ کر قدمبوس ہوئی اور کہا یہ عزیز جو آپ کے نزدیک کھڑا ہے یہ وہی لکڑہارا
ہے جس کے حوالے اس لونڈی کو آپنے کردیا تھا اس کو اس درجے تک پہنچایا۔ بادشاہ نے

دلارام کو چھاتی سے لگایا اور اُس کے رخساروں کے بوسے لیئے۔ اُسوقت سرداروں میں کوئی مخل صحبت نہ تھا دلارام کا ہاتھ پکڑے ہوئے باہر تشریف لائے اور اُس کو مسند کے پاس بٹھلایا بادشاہ کے پہلو میں دلارام مسند کا ایک حاشیہ دبائے ہوئے بیٹھی۔ جتنے سردار تھے دلارام کو دیکھ کر خوش ہوئے۔ دلارام کا جس قدر کہ مال و اسباب تھا مع اُن سونے کی سلوں کے دلارام کو معاف فرمایا اور خواجہ قباد کو خلعت دیا۔ دو پہر تک وہاں آسایش فرمائی بعدہ خواجہ پر بہت سرفرازی فرمائی اور منصب کا خلعت عطا فرما کے ملک بازرگان کا خطاب دیا اور دلارام کو سوار کرکے شہر کی طرف تشریف فرما ہوئے۔ اس روز سے پھر بادشاہ کا عورتوں کی طرف پھر خیال ہوا۔ اور اپنے چچا کی بیٹی محرم بانو سے عقد کیا۔ بعد دو برس کے حمل رہا۔ جب امید ظاہر ہوئی سب نے بادشاہ کو نذریں مبارک کی گذار کر مبارک باد دی اور اس روز عجب طرح کی خوشی رہی (باقی داستان شب فردا)

داستان دوسری
پیدا ہونا نوشیرواں کا

جب نو مہینے گذر گئے ایک روز گھڑی دن چڑھا تھا کہ محل میں سے ایک خواجہ سرا آیا اور بادشاہ کے کان میں کچھ آہستہ سے کہکر چلا گیا۔ بادشاہ نے اُسی وقت دربار برخاست کرکے خلوت کیا اور خواجہ بزرجمہر کو بلوا بھیجا — کہ تم تولد کی ساعت کو سادھو کہ ہمارے گھر میں لڑکا ہوا چاہتا ہے۔ بزرجمہر نے وقت دریافت کرنے کے لیئے کئی گھڑیاں فرنگی رومی ہندی اپنے پاس رکھیں اور ستارے معلوم کرنے کے لئے ایک طرف اُصطرلاب رکھ دیے اور تختہ اپنے روبرو رکھا اور قرعہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر نیت کی اور عین تولد وقت ڈالا اور زائچہ لکھ کر طالع بین نظر کی تمام شکلوں کو خوب سا دیکھ کر بادشاہ کو مبارک باد دی اور کہا یہ بادشاہزادہ ملک ایران میں سو برس بادشاہت کریگا بلکہ ہفت اقلیم سے خراج لے گا ایک مصاحب بد کے سبب سرگردانی بھی بہت سی اُٹھائیگا یہ کہکر نام کی فکر رکھنے میں گئے کہ نام کیا رکھئے۔ وہیں عیار آئے اور بادشاہ کو خبر دی کہ وہ چشمۂ نوش خاص جو کئی برس سے سوکھ گیا تھا آج اُس میں خود بخود پانی آگیا اور رواں ہوا اور بزرجمہر نے بموجب اسی خوش خبری کے نوشیرواں نام رکھا۔ اور بعضے راوی کہتے ہیں کہ تولد کے وقت بادشاہ کے ہاتھ میں شراب کا جام تھا۔ بزرجمہر نے بادشاہ سے فارسی زبان میں کہا اے قبلۂ عالم نوش رواں کن اور مطابق اس مژدہ کے نوشیرواں نام رکھا۔ بادشاہ نے خواجہ بزرجمہر کو خلعت مرصع عنایت فرمایا اور حکم کیا کہ نقارخانہ اور توپخانہ

میں خبر دو کہ شلک ہو اور شادیانے بجیں۔ جوں ہی یہ خبر ہوئی توپ خانے میں مبارک باد
کی سلامی دغنے لگی اور نقار خانے میں جہاں تک نقارچی تھے اُنہوں نے زربفت کے تھانوں
سے نوبت خانے کو مڑھ کر سائبان اور پردے بادلے کے بلند کئے اور سقرلات کی زرنگار کرتیاں
گلوں میں پہنکر زری سرپیچ سروں پر باندھے ہوئے روپہری نقاروں کی جوڑیاں سب نے اپنے
آگے رکھیں اور زیلوں کو سینک کر بم پر بائیں چھڑکا اور مرصع کار چوبیں ہاتھ میں لے کر نقارے
بجانے لگے۔ اس کی آواز ہر ایک غنی و فقیر نے سنی۔ جہاں تک اُمرا تھے سب نے مبارک باد کی
اور نذریں بادشاہ کو دیکر تہنیت دی۔ نذریں لیکر موافق مرتبے کے اُنہیں خلعت دیئے گئے۔ اور
بغداد میں صحبت جشن کی آراستہ ہوئی۔ جہاں تک دعا گو تھے حاضر ہوئے اور مجرا ہونے لگا۔
بھانڈ بھگتی کشمیری قوال ڈھاڑی کلاونت سبھی تھے اور رنڈیوں کے طایفے بھی حاضر ہوئے
بین قانون رباب مردنگ ستار تنبورہ چنگ سرچنگ سارنگی تال کٹھال پکھاوج منڈول ڈھولکی
تبلا برہ خنجری بجنے لگے اور اُنکی سروں کے ساتھ جہاں تک وہ خوش آواز تھے ٹپہ خیال دھرپد
گیت سنگیت تمک چٹکل بند ترانہ سرگم دستک فارسی ٹھمری کھرداور اگانے لگے۔ راگ کا ایک عجیب
طرح کا عالم ہوا اور کنچنیاں ڈومنیاں مراسنیں چونیوالیاں جنیاں نٹنیاں آئیں ہر ایک کا ہر ایک طرف
ناچ ہونے لگا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور اُس روز اتنا مال و زر انعام میں خرچ ہوا کہ ہر ایک فقیر
اپنے اپنے گھر میں آسودہ ہو گیا رعیت کو تمام ملک کی ایک تحصیل معاف فرمائی۔ نوشیرواں کے
تولد سے گیارھویں روز عین جشن میں بادشاہ کو خبر ہوئی کہ القش کا نواسہ بختیار کی طرف
سے پیدا ہوا ہے۔ بادشاہ نے سُنکر بزرجمہر سے فرمایا کہ یہ لڑکا تیرے دشمن کی اولاد میں سے ہے
اس کا نانا بھی تیرا دشمن تھا اگر یہ جیتا رہا تو تجھ سے ضرور دشمنی کریگا اس کو مار ڈال تا فتنہ
باقی نہ رہے یہ اگر جیتا رہا تو بہت سے فساد برپا کریگا۔ بزرجمہر نے ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ حضور
کا اخترِ دولت ہمیشہ بلند رہے جو ارشاد ہوا سو بجا ہے لیکن ابھی بیگناہ ہے سو امیدوار ہوں
کہ اس پر مہربانی ہو۔ فرمایا مختار ہے لیکن آخر کو ایذا اُٹھانی پڑیگی۔ بزرجمہر اس کو بخشواکے سوار
ہوئے اور القش کے گھر جا کے اُس لڑکے کا نام بختک رکھا اور پرورش کے واسطے تاکید کی۔ یہ
دونوں لڑکے پلنے لگے۔ جب نوشیرواں چار برس کا ہوا تو قباد نے بزرجمہر کے حوالے کیا کہ علم ادب
سکھے۔ بزرجمہر نے بختک سے بھی بادشاہ کو نذر دلوائی اور نوشیرواں کا مصاحب کیا۔ دونوں نے
ایک ساتھ ہی پڑھنا شروع کیا۔ چونکہ نوشیرواں ذہین تھا کئی ایک برس میں اُس نے نجوم کے
علم کی تحصیل میں صرف کئے اور عالموں میں مشہور و معروف ہوا۔ اُس نے ہیئت و ہندسہ
و بیان و اداب و منطق و معانی معقول و منقول دریافت کیا اور علم رمل و نجوم میں ایسی معلومات

ہوئی کہ آئینۂ دل پر احوال ضمیر ہر شخص کا معلوم ہونے لگا اور گنج و دفینے بھی ظاہر ہونے لگے خط شل نستعلیق و نسخ و ثلث و ریحان و خفی و جلی و شکستہ و شعاع و شگفتہ و شیفتہ و گلزار سب میں مشاق ہوا۔ اور سپاہگری کے امور میں کشتی لکڑی بانک پٹا بیٹھی نیزہ بازی بندوق لگانا سب معلوم کیا بارھویں برس میں ہر فن میں لاثانی ہوا کہ کوئی کسب اور ہنر اُس سے باقی نہ رہا۔ ایک دن چین سے کئی سوار آئے تھے بادشاہ کو تحایف گذراں کر شاہزادے کو نذر دی۔ نوشیرواں نے راہ و رسم چین کی پوچھی۔ اور سوداگروں نے خاقان اعظم بادشاہ چین کی بیٹی کی تعریف اس درجہ تک کی کہ نوشیروان نادیدہ عاشق ہوا۔ چند روز میں یہ حالت ہوئی کہ کھانا پینا موقوف ہوکر چہرے پر نقاہت معلوم ہونے لگی۔ تب تو سب گھبرائے کہ بادشاہ کو کیا ہوا۔ ایک روز بزرجمہر نے کسی حکمت سے نوشیرواں کو بہت خوش کیا۔ جب طبیعت کو فرحت معلوم ہوئی تو دریافت کیا کہ نصیب دشمنان آپ کا یہ کیا حال ہے کہ کھانا پینا بھی موقوف ہوگیا بندہ تو کسی طرح کا مخل نہیں اگر دریافت ہو تو اس کا علاج کرے۔ فرمایا خواجہ تم کو میں اپنا بزرگ جانتا ہوں کہ میرے اُستاد ہو تم سے کوئی بات چھپی نہیں ہے بادشاہ چین کی مہرانگیز بیٹی پر عاشق ہوا ہوں ہر چند چاہتا ہوں کہ دل کو سنبھالوں پر نہیں ہوسکتا اگر اس مراد کو نہ پہنچونگا تو زندگی نظر نہیں آتی۔ خواجۂ بزرجمہر نے عرض کی کہ بادشاہزادے بادشاہزادیوں پر عاشق ہوتے ہیں آپ خاطر جمع رکھئے میں اُس بادشاہزادی کو آپ جاکر لاؤنگا۔ نوشیرواں کی خاطر جمع کرکے بادشاہ کی خدمت میں عرض کی کہ بادشاہزادے کے آزار کا باعث یہ ہے کہ وہ بادشاہ چین کی بیٹی پر فریفتہ ہے۔ مگر بزرجمہر نے اس قرینے سے گفتگو کی کہ بادشاہ نے بے اختیار ہوکر کہا کہ سوائے تمہارے اور کسی سے یہ مہم سر نہ ہوگی خزانوں اور کوٹھڑیوں کی کنجیاں لیکر جتنا اسباب نقد و جنس درکار ہو لو اور چین میں جاکر اُس کو لے آؤ۔ بزرجمہر نے جو جو چیز کہ ضروری درکار تھی ساتھ لی اور پچاس ہزار پیادہ توپچی اپنے ہمراہ لئے اور چین کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن بختک کا یہ عالم تھا کہ ہر روز اپنی ماں سے کہتا تھا کہ یہ حکیم بادشاہزادے کے نزدیک بڑا رئیس ہے پر میں بھی جب قابو پاؤنگا اپنے نانا کا بدلہ لونگا اور ہر روز نوشیرواں سے بزرجمہر کی طرف سے بدی کے سوا اور کچھ نہ کہتا بلکہ کتنی مرتبہ بادشاہزادہ خفا بھی ہوا پر اُس نے اپنی عادت نہ چھوڑی (باقی داستان فرداشب)

داستان تیسری

نوشیروان عادل کی شادی شاہزادی مہرانگیز کے ساتھ ہونا

راویان باصفا اس داستان کو یوں بیان کرتے ہیں کہ بزرجمہر جب چین کے نزدیک گئے تو

خاقانِ اعظم کو یہ خبر ہوئی کہ بادشاہ ہفت کشور کشا کا وزیر آتا ہے تب اُس نے سب سردار اپنے چار بیٹوں کے ہمراہ کرکے استقبال کے لئے بھیجے اور شہر کو آئینہ بند کیا تا کہ لطفِ و چشمِ معلوم ہو۔ بزرجمہر جب قریب دروازے کے پہنچے تھے کہ بادشاہِ ختن اور سردارانِ چین پیشوائی کو آئے اور بزرجمہر کو لے گئے۔ خاقانِ اعظم کی بارگاہ میں نذر گذرانی اور اپنے دستور کے مطابق نہایت اداب کے ساتھ مجرا کیا۔ بادشاہ آداب ولحاظ اُس کا دیکھ کر نہایت خوش ہوا اور خواجہ کو خلعت عطا فرمایا۔ اُس روز بادشاہِ چین اور بزرجمہر کے باہم ایسا اختلاط ہوا کہ بادشاہ نے جو سوال کیا اُس کا جواب نہایت باصواب پایا۔ کہتے ہیں اُس روز خواجہ بزرجمہر کے حسن جوابات سے بادشاہ نہایت محظوظ ہوئے اور گیارہ مرتبہ اُن کو سرافرازی کا خلعت دیا اور بزرجمہر کی ہر بات سے خوش ہوتا تھا۔ سامنے اُس کے ایک بُتخانہ تھا بادشاہِ چین عبادت کے واسطے اُس میں گیا اور مع اپنے سب سرداروں کے سجدہ کیا۔ لیکن خواجہ ایک جا کھڑے ہوئے تماشا دیکھتے تھے۔ بادشاہ جب اپنی عبادت سے فارغ ہوا تو بزرجمہر سے کہا کہ تم نے سجدہ کیوں نہیں کیا۔ عرض کی کہ یہ سب بُت کس وقت میں بنے ہیں۔ فرمایا بعضے جمشید کے وقت میں اور کتنے میرے وقت میں بنے ہیں۔ بزرجمہر نے کہا کہ جو چیز آپ بنائی ہو کب سزاوار سجدے کے ہے۔ بادشاہ یہ سُنکر بہت خوش ہوا۔ بزرجمہر سے پوچھا کہ اس طرف تمھارے آنے کا کیا باعث ہے۔ عرض کیا کہ بادشاہِ ہفت کشور کشا کا بیٹا نوشیرواں کہ علم وفضل اور آئین سلطنت میں لا ثانی ہے وہ بادشاہ زادہ نورِ اقبال شاہ چین ملکۂ مہر انگیز بانو پر عاشق ہے یہ تحایف بادشاہزادی کے واسطے بھیجے ہیں اور نوشیرواں کے لئے اُس کی طلب کی ہے بادشاہوں کو بادشاہوں کے سوا غیر سے رشتہ نہیں ہوتا۔ بادشاہ چین نے سُنکر فرمایا میری سعادت ہے کہ نوشیرواں میرا داماد ہو۔ وہیں فرمایا کہ مہر انگیز کی ہمراہی کے لئے سفر کا اسباب تیار ہو۔ کئی ایک روز میں اسبابِ سفر مہیا کرکے بادشاہ نے چین کا بیشمار تحفہ اور چالیس ہزار اُزبک اور تُرک تیر انداز اور دو بیٹے کیا بہ چینی اور قلابہ چینی کو مہر انگیز کے ہمراہ کرکے بہ طرف ایران بزرجمہر کے ساتھ روانہ کیا۔ کئی مہینے کے بعد جب وہ ایران کے نزدیک پہنچے تو بادشاہ کو خبر ہوئی کہ بزرجمہر چین سے مہر انگیز بانو کو لے کر آئے ہیں اور شہر سے پانچ کوس پر اُنکا لشکر اُترا ہے تب فرمایا کہ شہر آئینہ بند ہو اور تمام اُمرا ملبس بہ لباس صبح کو جشن میں حاضر ہوں کہ ہم نوشیرواں کو لے کر سوار ہونگے۔ صبح کو تمام شاہ اور شہریار جواہر پوش ہوکے جلو خانہ میں حاضر ہوئے اور بادشاہ بھی ایک تجمل سے سوار ہوا نوشیرواں بھی ایک تخت مرصع پر سوار ہوکر بادشاہ کے ساتھ روانہ ہوا۔ شہزادے کے سر پر الماس کا چھتر پھرتا ہوا اور دونوں طرف زمرد کے مورچھل ہوتے ہوئے اور بادشاہ کے پیچھے پیچھے چارسو تختِ جواہر نگار شاہانِ ہفت

اقلیم اور ہزاروں بھیڑ پالکی نالکی چھپان سکھپال سیکر تخت ہوا دار دونوں طرف برابر چلے جاتے تھے اور وہ بارہ تیرہ سو کہار قلماق زربفت کی پہنے ہوئے تاش کی پگڑیاں سر پر باندھے ہوئے موٹے موٹے جڑاو سونے کے کڑے سب کے ہاتھوں میں اور ان کے وہ سرخ و سفید چہرے اور سیاہ سیاہ زلفیں چھوٹی ہوئیں کیا خوب معلوم ہوتے تھے۔ اور آگے تخت کے روشن چوکی والے صبح کو نٹی سُر میں بھیروں کی تالیں لیئے ہوئے اور ہزاروں عیار زابل کا نغمہ بجاتے ہوئے اور اُن کے دایرہ میں دھیمی دھیمی ایک تالی کی گت بجتی ہوئی ایک لطف دیتی تھی اور اُس کے گھوڑوں پر تمام نقارچی آہستہ آہستہ نوبت بجاتے ہوئے چلے۔ اور قریب بادشاہ کے آگے بڑھے ہوئے چوبدار اور نقیب مردہے سونٹے بردار عصا برداروں کا اہتمام اور ہاتھیوں کا یہ عالم کہ اُن کے سُنہری روپہری ہودے اور عماریاں چمکتی ہوئی ایک لطف دیتی تھیں۔ وہ شہر کی تیاری اور فوج کا عالم کہ دولھا کی برات کا ایک عالم معلوم ہوتا تھا۔ غرض اس شان و شوکت سے بادشاہ نوشیروان کو ہمراہ لیکر گیا۔ اُدھر سے بزرجمہر آئے اور بادشاہ کے پایہ تخت کو بوسہ دیا اور نذر گذران کر چین کے بادشاہزادوں کی ملاقات کرائی۔ بادشاہ بزرجمہر سے نہایت ہی خوش ہوئے اور شاہزادگانِ چین کو خلعتِ شاہانہ عنایت فرمایا۔ مہر انگیز کے محافہ پر زر سرخ و سفید نثار کرتے ہوئے محل میں داخل ہوئے۔ تمام وزرا اور اُمرائے بادشاہ اور بادشاہزادے کو اس خوشی کی نذریں گذرانیں۔ بادشاہ نے اس بادشاہزادی کی شادی نوشیرواں کے ساتھ کی اور ایک برس تک اس شادی کا جشن رہا۔ بعد اس شادی کے ایک دن بادشاہ نے بزرجمہر کو بلا کے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ نوشیرواں کو اپنی قید حیات میں تختِ سلطنت پر بٹھلاؤں سو اس امر کا مختار تم کو کیا۔ بزرجمہر نے عرض کی کہ چالیس دن کے بعد۔ ان چالیس دن میں جو حرکت کروں مزاحم نہ ہوجئے فرمایا ہم نے تم کو مختار کیا جو مناسب جانو سو کرو۔ خواجہ بزرجمہر نے اُسی روز نوشیرواں کو طوق زنجیر کرکے زندان میں بھیجدیا۔ بعد چالیس دن کے قید سے نجات دی اور آپ گھوڑے پر سوار ہوکر نوشیرواں کو پیدل ساتھ لے کر اپنے گھر آئے اور تین کوڑے شہزادے کو لگائے کہ خط پڑگئے۔ اس کے بعد تازیانہ کو ڈال دیا اور تلوار کھینچ کر شہزادے کو دی اور اپنا سر جھکا کر کہا اب غلام حاضر ہے لگائیے اس لیئے کہ غلام نے واقعی بے ادبی کی ہے۔ لیکن اس کا باعث یہ تھا کہ خدا نے آپ کو بادشاہ کیا ہے تاکہ ہر ایک کی قدر سمجھو اور کسی بے گناہ کو قید نہ کرو اور نہ مارو کہ اس کا مزہ معلوم رہے اور جو لوگ سواری کے آگے دوڑیں اُن کی قدر کرو۔ نوشیرواں نے بزرجمہر سے ہنسکر کہا کہ میں یہ خوب جانتا ہوں کہ تم جو کروگے بغیر حکمت نہ کروگے میں اس حرکت سے آزردہ نہیں ہوا۔ بزرجمہر نے نو روز کے دن

نوشیرواں کو حمام میں غسل کروایا اور خلعت شاہانہ پہنا کر سوار کیا اور سب سرداران ہمراہِ رکاب کو سعادت بارگاہ جمشیدی میں داخل ہو کے تخت پر بٹھلایا۔ اور بزرجمہر نے بادشاہ سے سفارش بختک کی کی اور اس کو خلعتِ وزارت کا دلوایا۔ شاہِ قباد نے دونوں ہاتھ پکڑ کر نوشیرواں کو نصیحت کر کے کہا کہ بابا جان خبردار بزرجمہر کی مشورت کے بغیر کچھ کام نہ کرنا اور کسی بات میں بختک کا کہنا ہرگز نہ ماننا۔ جہاں تک امیر وزیر تھے شہزادے کو نذریں گذرانیں۔ اور ایک سال تک نوشیرواں جشن میں رہا ٭

نوشیرواں کی شادی سے فارغ ہونے پر بادشاہ قباد نے اُس کو تخت پر بٹھانا اور اُس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر نصیحت کرنا



راوی لکھتا ہے کہ قباد کامران نامے بعد فراغ جشن اور نوشیرواں کو تخت پر بٹھلانے کے دو سال تک زندہ رہا بعد اس کے جہان فانی سے انتقال کرگیا۔ نوشیرواں سیاہ پوش ہوا اور اپنے باپ کو تجہیز و تکفین کیا۔ کتنے دن تک قباد کے مرنے کا غم رہا۔ لیکن قباد کے مرنے کے بعد بختک کی سلطنت سنکر ظلم کرنا شروع کیا کہ کسی بادشاہ کے وقت میں ایسا ظلم نہ ہوا تھا ناگہاں ایک قزاق بادشاہ کے حضور میں پکڑا آیا کہ اس نے ایک قافلہ لوٹا ہے۔ حکم ہوا کہ اس کی

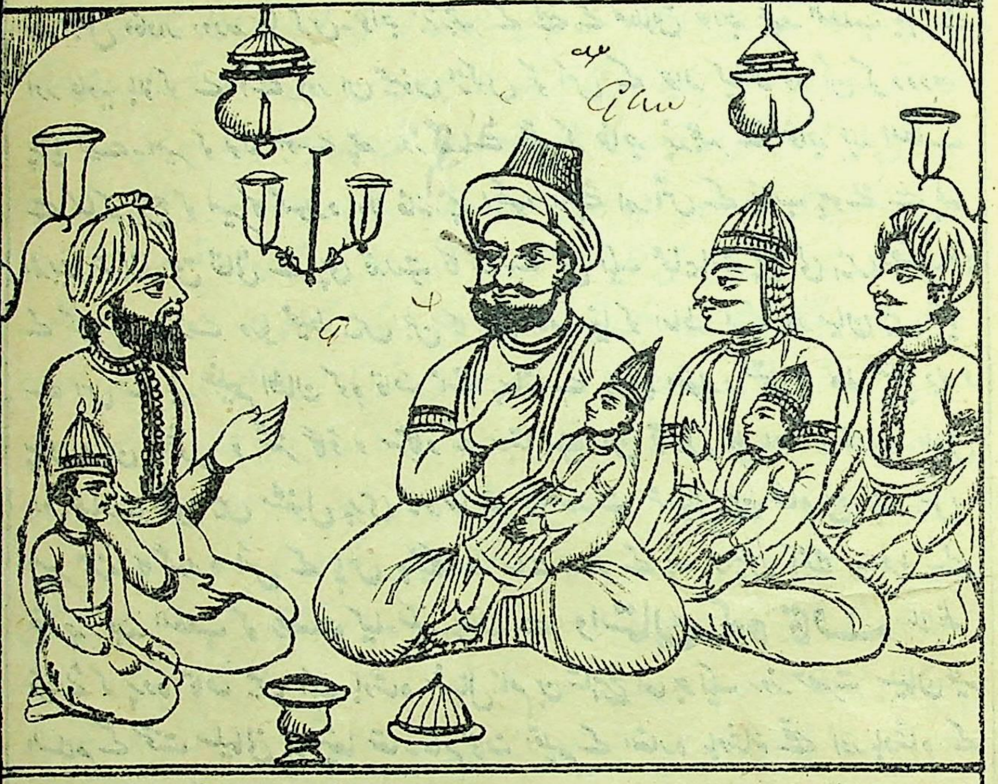
گردن مارو۔ اُس نے کہا کہ مجھ کو سب جانوروں کی زبان سیکھنے سمجھنے کا علم ہے اگر مجھ
کو چالیس دن تک ایک خوبصورت رنڈی اور شراب و کباب دیجئے تو پھر جس کو فرمایئے
بتلا دوں بعد اُس کے مار ڈالئے گا۔ نوشیرواں نے اُسے بزرجمہر کے حوالے کیا۔ خواجہ اُسے
اپنے گھر لے گیا اور چالیس دن تک اُس کو اُسی طرح رکھا۔ بعد چالیس دن کے خواجہ
نے اُس کو بلاکر پوچھا کہ وہ علم جانوروں کی زبان کا بتلا۔ اُس نے کہا کہ میں نے جان
بچانے کے لئے کہا تھا ورنہ کہاں میں اور کہاں جانور۔ اس بہانہ سے اپنی خاطر خواہ
عیش کرلی جی میں کسی بات کی آرزو نہیں رہی اب میں اپنی گردن کٹانے کے لئے
شوق سے تیار ہوں۔ بزرجمہر نے چوری سے توبہ کراکر اُس کی جان بخشی کرائی اور اپنے
پاس سے خرچ دیکر نکال دیا۔ اس کے کئی روز بعد ایک دن بادشاہ شکار کے لئے گیا
اور فوج سے جدا ہوا۔ اور سوائے بزرجمہر اور بختک کے کوئی ساتھ نہ تھا۔ یہ تینوں ایک
درخت کے نیچے کھڑے تھے کہ ناگہاں اُس پر ایک جوڑا اُلو کا آنکر بیٹھا اور آپسیں کچھ بولنے
لگا۔ بادشاہ نے بزرجمہر سے پوچھا کہ تم نے جو جانوروں کی زبان سیکھی تھی معلوم ہے۔
عرض کی معلوم ہے۔ فرمایا کہ یہ دونوں جانور کیا کہتے ہیں۔ بزرجمہر نے کہا کہ وہ جانور
اپنے بیٹے کے واسطے اس کی بیٹی مانگتا ہے سو یہ کہتا ہے کہ ایسے ایسے تین ویرانے اگر
جہیز میں دے تو میں قبول کروں وہ کہتا ہے اگر نوشیرواں کی بادشاہی ہے تو یہ تین
کیا ایسے ایسے دس دونگا۔ بادشاہ نے کہا کہ بس لبیرے ظلم کا شہرہ یہاں تک پہنچا ہے
کہ جانور بھی ذکر کرتے ہیں اُسی روز سے شہر مدائن میں آکر عدالت کی زنجیر باندھی
اور کہا کہ جو داد خواہ اس زنجیر کو ہلاوے اُس کی مراد کو پہنچونگا۔ پھر تو یہ عدالت کی کہ باگ
اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے اور ہر ایک اپنے گھر کا دروازہ کھول رہتا اور کسی کو کسی
کا غم نہ رہا۔ کتنے برس سلطنت کی کہ خواجہ بزرجمہر کے بھی دو فرزند ہوئے خواجہ سیاش
اور خواجہ دریا دل۔ اور بادشاہ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہوئی۔ بادشاہ زادوں کا نام ہرمز
اور فرامرز اور بادشاہ زادی کا نام مہر نگار رکھا۔ اور بختک کے گھر میں ایک بیٹا پیدا ہوا جس
کا نام بختیار رکھا گیا۔ نوشیرواں نے ایک رات خواب دیکھا کہ مشرق کی طرف سے ایک کوا آیا
اور سر سے تاج اُتار کر لے گیا پھر مغرب سے ایک باز آیا اُس نے اُس زاغ کو مار کر وہ
تاج پھر میرے سر پر رکھا۔ اس خواب کو دیکھ کر بادشاہ جاگ اُٹھا اور صبح کو بزرجمہر سے
اس کی تعبیر پوچھی۔ کہا کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ مشرق کی طرف خیبر نام ایک شہر ہے
وہاں ایک بادشاہزادہ حسام بن علقمہ خیبری پیدا ہوگا جو آنکر بادشاہ کا تخت اور تاج

چھین لیگا اور مغرب کی طرف مکّہ سے ایک لڑکا امیر حمزہ نامی آئیگا وہ حسام کو مار کر پھر تاج اور تخت حضور میں گزاریگا۔ بادشاہ بہت خوش ہُوا اور بزرجمہر کو خلعت دے کے مکّہ کی طرف بھیجا کہ اگر وہ لڑکا پیدا ہُوا ہو تو اُس کی پرورش کرو اور ہمارا فرزند مشہور کرو۔ بزرجمہر بادشاہ کے حکم سے بہت سا اسباب اور تحفے رؤساے مکّہ کے لئے اپنے ہمراہ لیکر روانہ ہُوا۔ جب مکّہ کے نزدیک پہنچا تو ایک خط خواجہ عبدُ المُطّلب کی خدمت میں بھیجا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا کہ بندہ بیتُ اللہ کی زیارت کے لئے آیا ہے اور آپ کی خدمت سے بھی مشرف ہُوا چاہتا ہے۔ خواجہ عبد المطلب نے خط پڑھکر مضمون معلوم کیا اور مکّہ میں جہاں تک رئیس تھے سب کو ساتھ لیکر خواجہ بزرجمہر کا استقبال کیا اور شہر میں لے آئے۔ پہلے بزرجمہر نے خواجہ عبد المطلب کے ہمراہ کعبۃُ اللہ کا طواف کیا پھر شہر میں سکونت اختیار کی اور وہاں کے جتنے بزرگ اور سردار تھے سب سے ملاقات کی اور بادشاہِ ہفت اقلیم نوشیرواں کی طرف سے ان سب کو بیحساب روپے اور اشرفیاں بخشیں اور فرمایا سلطان تم سے بہت خوش ہوئے اور اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ یہ اہلِ عرب ہمیشہ سے میرے دعاگو ہیں میں ان کو اپنا دوست جانتا ہوں سو مجھ کو اب اس واسطے بھیجا ہے کہ اس شہر میں جتنی عورتیں حاملہ ہیں اُن کے لڑکے آج کے دن سے بادشاہ کے نوکر ہیں اور ڈھنڈورچی کو بلا کر حکم دیا کہ تمام شہر میں یہ ڈھنڈورا پھیر دے کہ آج کے دن سے جس کے گھر میں فرزند پیدا ہو اُسے ہمارے پاس لے آئے کہ اُس کا نام بھی رکھیں اور درماہہ جاری کریں۔ پر خواجہ بزرجمہر کا لشکر شہر سے باہر تھا اور مکّہ کے اکثر بزرگ وہیں تشریف لیجاتے۔ اور خواجہ بزرجمہر کبھی کبھی خواجہ عبد المطلب کے گھر جاتے۔ کوئی مہینے ایک دن کے بعد جب خواجہ بزرجمہر ملاقات کے لئے خواجہ عبد المطلب کے گھر گئے تو خواجہ عبد المطلب باہر آئے اور سلام علیک کہکر کہا کہ بندہ زادہ پیدا ہُوا ہے۔ بزرجمہر نے اُسی وقت اُس لڑکے کو منگوا کر اپنے ہاتھوں پر لیا اور اُس کے طالع پر نظر کی تو کیا دیکھا کہ یہ وہی لڑکا ہے جو ہفت اقلیم سے خراج لیگا اور تمام جہان میں اپنا عمل کریگا اور ملک ملک کے پہلوانوں اور بادشاہوں کو زیر کرکے اُن کے کان میں حلقۂ بندگی ڈالیگا اور مسلمان کریگا۔ بزرجمہر نے اس لڑکے کی پیشانی پر بوسہ دیا اور حمزہ نام رکھا اور خواجہ بزرجمہر کو مبارکباد دی اور لڑکے کی سلامتی کے لئے فاتحہ پڑھکر سب نے کعبہ کی جانب دعا مانگی۔ اور بزرجمہر نے کئی صندوق اشرفیوں اور روپوں کے امیر حمزہ کی پرورش کے لئے عبد المطلب کو دیئے۔ بعد اس کے

شربت تیار کرنے کا قصد کیا کہ سب کو پلایا جائے۔ بزرجمہر نے خواجہ عبد المطلب سے کہا
ایک دو ساعت اور تامل کیجئے کہ میں اور دو شخصوں کا بھی منتظر ہوں کہ جن کے لڑکے امیر
حمزہ کے ساتھ جانی یار ہونگے۔ یہ باتیں کرتے ہی تھے کہ خواجہ عبد المطلب کا بشیر نامے غلام
ایک لڑکا لئے ہوئے آیا اور کہا کہ غلام کے یہاں بھی خانہ زاد پیدا ہوا ہے۔ بزرجمہر نے
اس لڑکے کا نام مقبل وفادار رکھا اور اس کی پرورش کے لئے ہزار اشرفیوں کا ایک توڑہ
بشیر کو دیا اور کہا کہ یہ لڑکا تیر اندازی کے فن میں بادشاہ ہوگا۔ حمزہ کی ماں نے انتقال
کیا اور مقبل کی ماں بھی مرگئی۔ وہ یہ لڑکے اور ایک اور بھی ہے ان تینوں کی پرورش
ایک جا ہو تو بہتر ہے۔ لیکن جب اس لڑکے اور اشرفیوں کو بشیر لے کر جا رہا تھا تو راہ میں
عمیہ ساربان سے ملاقات ہوئی۔ عمیہ نے دیکھا کہ ایک توڑا لئے ہوئے بہت شاد شاد جاتا
ہے سلام علیک کہکر بشیر سے پوچھا کہ یہ توڑا کہاں سے پایا ہے۔ اُس نے تمام بیان کیا کہ
نوشیرواں کا وزیر آیا ہے جس کے گھر لڑکا پیدا ہوتا ہے وہ اُس کو اس قدر مال دیتا ہے۔
عمیہ ضمیری بہت خوش ہوا اور اپنے گھر جاکر اپنی جورو سے کہا کہ تو ہمیشہ کہا کرتی ہے
میں پیٹ سے ہوں جلد لڑکا جن کہ اس وقت روپے بھی ہاتھ آتے ہیں۔ اُس نے کہا تو دیوانہ
ہوا ہے ابھی مجھ کو ساتواں مہینہ ہے جب نو مہینے پورے ہونگے تب کہیں لڑکا پیدا ہوگا
عمیہ نے کہا کہ اگر نو مہینے کے بعد پیدا ہوا تو میں نے کیا فایدہ پایا میں ایسے ہونے سے
باز آیا میں ایسی باتیں نہیں جانتا اس وقت جلد زور کر اور خوب کھانس کہ جلد نکل پڑے
جورو نے یہ سُنکر اُسے گالیاں دیں۔ تب عمیہ ضمیری خفا ہوا اور اُس کے پیٹ میں اس زور
سے ایک لات ماری کہ بیچاری اُسی درد سے بلبلا کر لڑکا جن کے مرگئی۔ عمیہ ضمیری نے
اُس لڑکے کو اپنے فرغل کی آستین میں اُٹھا لیا اور خواجہ بزرجمہر سے آکر کہا کہ غلام کے
گھر میں بھی لڑکا پیدا ہوا ہے۔ بزرجمہر کی نظر جوں ہی اُس پر پڑی بے اختیار ہنسے
اور گود میں لے کر باواز بلند کہا کہ یہ وہ لڑکا ہے جو تمام بادشاہان ہفت اقلیم سے خراج
لیگا اور سب اُس کے زیر فرمان رہینگے اور اس کے واسطے ہمیشہ نذر بھیجا کرینگے اور
اس کے خنجر کی نوک سے رہینگے اور اس کے فرمان سے جو باہر ہوگا یہ اُس کو شکست دیگا
اور جو قلعہ بادشاہان سلف سے فتح نہیں ہوا یہ کیلا سر کریگا اور حمزہ کا محرم راز اور
جان نثار رہیگا اور تمام عیاران روئے زمین کا بادشاہ ہوگا۔ لیکن اس لڑکے نے بزرجمہر
کی گود میں اس قدر رونا شروع کیا کہ ان کو بات کرنی مشکل ہوگئی اس کی تشفی کے لئے
بزرجمہر نے اپنی اُنگلی اُس کے منہ میں دی کہ چپ رہے۔ خواجہ کی اُس اُنگلی میں ایک انگوٹھی تھی

جس کو اس لڑکے نے منھ سے اُتارا اور چُپ ہو رہا +

حسب الحکم نوشیرواں کے بزرجمہر کا مکہ میں جانا اور امیر حمزہ ومقبل حلبی و عمرِ عیار تینوں کا بزرجمہر کے روبرو حاضر لانا اور عمر نے بزرجمہر کی انگوٹھی مُنھ میں چُرانا اور ان تینوں کی پرورش کے واسطے نوشیرواں کی جانب سے وظیفہ مقرر کرنا۔



خواجہ نے اس لڑکے کا نام عمر رکھا اور فرمایا کہ سب کو شربت پلائیں۔ شربت پیتے وقت جب بزرجمہر کی نظر اپنی اُنگلی پر پڑی تو اُسے انگوٹھی سے خالی دیکھا۔ تب تکیوں کے تلے اور جیب میں اور اِدھر اُدھر ڈھونڈھنے لگے۔ جب نہ ملی تو ناچار خاموش ہو رہے۔ اور انگوٹھی کا گم ہونا لوگوں پر ظاہر نہ کیا تاکہ لوگ شرمندہ نہ ہوں۔ آپ نے شربت پی گئے چاہا کہ ایک قطرہ عمر کے مُنھ میں بھی ڈالیں تو انگوٹھی عمر کے مُنھ میں سے نکل آئی۔ یہ دیکھکر حیرت میں رہگئے۔ بزرجمہر نے خواجہ عبد المطلب کی طرف دیکھ کر کہا کہ یہ اس کی پہلی چوری ہے۔ عمر کی پرورش کے واسطے ایک صندوق روپئوں اور اشرفیوں کا عمیہ ضمیری کو دیکر کہا کہ یہ لیجا اور جاکر اسکی

پرورش کر۔ عمیہ ضمیری نے ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ اس لڑکے کی ماں اس کو جن کر مر گئی غلام سے اس کی پرورش کیونکر ہو سکیگی۔ بزرجمہر نے تامل سے خیال کیا اور خواجہ عبد المطلب سے فرمایا کہ امیر حمزہ کی ماں نے انتقال کیا اور ان دونوں لڑکوں کی مائیں بھی مر گئیں تو اس سے بہتر اور کوئی بات نہیں کہ آپ صبح کو شہر کے باہر جایئے وہاں معدی کرب کی ماں عادیہ بانو امیر کو دودھ پلانے کے لئے آتی ہے اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں مسلمان کرکے بھیجا ہے اس کی پیشوائی کرکے لے آؤ سوائے اسکے امیر کو اور کوئی دودھ نہ دیگی۔ پس اس کی داہنی چھاتی سے امیر اور بائیں چھاتی سے عمر اور مقبل وفادار دودھ پیا کریں۔ خواجہ بزرجمہر کے کہنے کے مطابق خواجہ عبد المطلب باہر گئے اور عادیہ بانو کو لے آئے اور ان تینوں لڑکوں کو اس کے حوالہ کیا کہ وہ ان کو دودھ پلایا کرے۔ امیر کو تولد ہوئے چھ روز گذرے تھے کہ خواجہ بزرجمہر نے خواجہ عبد المطلب سے کہا کہ صبح کو امیر کا گہوارہ بالا خانہ پر رکھوا دیجئے اور اس کے غایب ہونے سے کچھ اندیشہ نہ کرنا۔ حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے کئی ایک عجایبات پیدا کی ہیں۔ چنانچہ دنیا کے گرد بڑے بڑے دریا محیط ہیں جن کا پانی تمام دنیا کو احاطہ کرکے درمیان میں آیا ہے اس کے پار عظیم الشان کوہ قاف نامے پہاڑ ہے وہاں اٹھارہ قسم کا عالم مثل دیو و پری و جن و غول و شتر گاؤ و سرگاؤ کے رہتا ہے ان قوموں کا بادشاہ نہایت عادل اور عبادت الٰہی میں مشغول پری زاد نہایت خوبصورت شہپال بن شاہ رخ ہے پس امیر حمزہ کا گہوارہ اس کے پاس جائیگا اور سات روز کے بعد واپس آئیگا یہ فرما کے خواجہ عبد المطلب کو رخصت کیا۔ لیکن یہاں سے **داستان کوہ قاف** ملاحظہ فرمایئے کہ پردۂ قاف میں ایک بادشاہ شہپال نام بن شاہرخ تھا جو ایک روز حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت سلیمانی پر بیٹھا تھا۔ تمام قاف اقلیم کے اٹھارہ بادشاہ تھے اور بادشاہ کے محل میں ایک لڑکی تولد ہوئی اور اس بادشاہ کا ایک وزیر عبد الرحمٰن نامے تھا جس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی وزارت بھی کی تھی اور سب علموں میں لاثانی تھا بادشاہ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تم لڑکی کا طالع دیکھو۔ تب عبد الرحمٰن نے تختہ آگے رکھکر اس پر قرعہ ڈالا اور زائچہ لکھا اور رمل کی بیاض کھول کر شکلوں کے احکام کو دیکھا اور بادشاہ کو مبارکباد دیکر عرض کیا کہ اس کے طریق ایسے ہی نظر آتے ہیں جیسے آپ کے ہیں یہ لڑکی اٹھارہ برس پردۂ قاف میں بادشاہت کریگی اور جماعت دیواں و پریاں اس کے زیر فرمان رہیگی اور اس کی تمام عمر عیش اور عشرت میں گذریگی مگر اٹھارھویں برس اس کا

طالع کچھ نفی ہوگا کہ اُس وقت کے تمام زبردست دیوان بادشاہ کے مخالف ہونگے اور چاروں طرف سے اتفاق کرکے آئینگے اور شہر گلستان ارم و شہر زرین و شہر سیمین و شہر قاقم کو چھین لینگے اور سب ملک بادشاہ کے ہاتھ سے نکل جائینگے۔ تب پردۂ دنیا سے ایک آدم زاد آئیگا اور اُسکی قوت سے پھر یہ ملک ہاتھ آئینگے۔ بادشاہ یہ سُنکر از حد خوش ہو اور خواجہ عبد الرحمن سے دوسرے دن فرمایا کہ دیکھو آدم زاد پیدا ہوا یا نہیں اور کس ملک میں ہے۔ عبد الرحمن نے عرض کیا کہ دنیا کے ملک عرب میں ایک شہر مکہ نام ہے وہاں کے ایک سردار عبد المطلب کے گھر وہ لڑکا پیدا ہوا ہے سو آج اُس نے اُس لڑکے کو گہوارہ میں چھت پر رکھا ہے۔ بادشاہ نے پری زادوں کو فرمایا کہ پردۂ دنیا میں جاکر اُس لڑکے کو لے آؤ۔ اُدھر پری زاد اُڑ کر گئے اور اِدھر اس لڑکی کا نام آسمان پری رکھا اور جشن کی تیاری کی اور قاف کے تمام بادشاہان جشن میں حاضر تھے اور جشن کو عین کمال تھا کہ پری زاد امیر حمزہ کو بمع گہوارہ اُٹھا لائے اور قاف کے بادشاہوں کے روبرو رکھ دیا۔ جس پری زاد کی نظر اس لڑکے کے حسن و جمال پر پڑی وہ تصویر کی سی صورت حیرت میں رہگئے۔ بادشاہ نے اُس گہوارے کو اپنے نزدیک منگوایا اور امیر کو اپنے ہاتھوں اُٹھا کر اُس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور سرمہ سلیمانی منگوا کر اُس آنکھوں میں ڈالا۔ اور دیو و پری و جن و غول و شیر کا دودھ اُس کو پلوا کے کہا کہ یہ عالم جوانی میں کسی سے دہشت نہ کھائیگا۔ خواجہ عبد الرحمن نے عرض کی کہ علم قیافہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بیاہ بھی آسمان پری کا اسی کے ساتھ ہوگا۔ بادشاہ خوش ہوا اور ایک گہوارہ اپنے یہاں سے منگوایا کہ اس کے چاروں پائے زمرد کے اور پٹیاں اور کھڑے یاقوت کے اور طرح طرح کے بیش قیمت جواہرات اُس میں سراسر لگے تھے اس میں امیر کو لٹایا اور کئی دانے لعل شب چراغ سرخ اور سبز ریشم قاف میں لپیٹ کر اس گہوارے میں لٹکا دیے اور اُن پری زادوں کو کہا کہ اُسے مکان میں رکھ آؤ۔ پری زاد جہاں سے امیر کا گہوارہ لائے وہیں مکہ میں رکھ آئے اور اپنے بادشاہ کو خبر دی (باقی داستان فردا شب) +

Abdul Samad Ghulam Mohmad

داستان چوتھی

بزرجمہر کا نوشیرواں کے پاس جانا اور گستہم کا روانہ کرنا اور عمر عیار کا اپنے استاد کے حق میں بدی کرنا

راوی اس داستان کو یہاں سے یوں بیان کرتا ہے کہ وہاں خواجہ عبد المطلب نے

خواجہ بزرجمہر کے کہنے سے اپنے آدمیوں کو کہا کہ چھت پر جاکر دیکھو کہ امیر حمزہ کا گہوارہ آیا ہے۔ وہ کیا دیکھتے ہیں کہ کوئی اور ہی گہوارہ ہے کہ جس کی جوت سے تمام چھت چمک رہی ہے۔ خواجہ کو خبر دی اور امیر کے گہوارہ کو لے آئے۔ بزرجمہر نے خواجہ عبد المطلب سے کہا کہ آپ ان تینوں لڑکوں کی پرورش میں تغافل نہ فرمائیگا اور ان کو بادشاہ ہفت اقلیم کے بیٹے کہا کیجیئگا اور بندہ اب رخصت ہوتا ہے کہ بادشاہ کے حضور میں میرے دشمن بھی ہیں اس واسطے جلد جاتا ہوں۔ اور جو گذارش نامہ آپ کی خدمت میں بندہ ارسال کیا کرے آپ اُسے مطالعہ فرما کے اُس پر عمل کیا کریں۔ خواجہ عبد المطلب نے ایک عرضی اپنے احوال کی لکھکر بزرجمہر کو دی کہ یہ بادشاہِ ہفت اقلیم کے حضور میں تابعدار کی طرف سے گزارش کریں۔ تب بزرجمہر رخصت ہوئے اور کئی روز میں راہ طے کرکے مدائن میں پہنچے اور بادشاہ کو نذر گزرانی۔ بادشاہ نے میر منشی کی طرف واسطے پڑھنے کے اشارہ کیا۔ میر منشی نے خواجہ عبد المطلب کی عرضی کو پڑھ سُنایا جس کا مضمون یہ تھا کہ ہم ہمیشہ سے بادشاہ کے دعاگو ہیں اور ہم پر جو مہربانی فرمائی ہے امید یہی رکھتے ہیں کہ اُس جناب کی الطاف سے ہم دعاگوؤں میں گنے جایا کرینگے۔ بادشاہ بہت خوش ہؤا اور بزرجمہر پر سرافرازی فرمائی۔ اس کے کئی ایک مہینے کے بعد ایک روز بادشاہ بارگاہ جمشیدی میں کےکاؤس کے تخت پر بیٹھا تھا کہ چین کے اخبار گذرے خفیہ نویس نے لکھا تھا کہ خاقانِ اعظم کا بیٹا بہرام گرد خاقانِ چین نام بجائے باپ کے تخت نشین ہؤا اُس کی زور آوری کے برابر کوئی نہیں ہے جب شکار کو جاتا ہے تو گھوڑے کو ملا کر جس ہاتھی کو مستک پر گھونسا مارتا ہے اُسے بٹھلا دیتا ہے اور شیر مست کا کان پکڑ کر لے آتا ہے سوائے چین کے اور ملک بھی اُس نے اپنے قبضے میں کئے ہیں اور سال بسال ترقی ہے اور چار سال سے آپ کو بھی خراج نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ میں شاہ ہفت کشور سے بزور شمشیر تغلبندی لونگا۔ یہ خبر سُنکر بادشاہ فکر میں گیا اور بزرجمہر سے پوچھا کہ اس کا کیا علاج کریں۔ عرض کی لازم تو یوں ہے کہ اُس نے ابھی قرار واقعی زور نہیں پکڑا اور نہ ابھی قایم ہؤا اور جب خلق اُس کے پاس جمع ہوگی اور وہ مسلط ہوگا تو پھر اُس کا اُکھاڑنا مشکل ہوگا کسی خانہ زاد کو اجازت ہو کہ اُس کو سنبھلنے نہ دے باندھ کر حضور میں حاضر کر دے۔ فرمایا تم مختار ہو جس کو مناسب جانو اُس کو روانہ کرو۔ بزرجمہر نے ایک سپہ سالار (گستہم بن اشک زرین کنش ساسانی) کو بادشاہ سے خلعت دلا کر بارہ ہزار سوار

ساسانی کی جمعیت سے بہرام گرد خاقان کے سر پر روانہ کیا۔ جب تک کہ یہ چین پہنچیں دو کلمہ داستان امیر و عمر کے سُنئے۔ جب کہ مکّہ میں پرورش ہوتی تھی اور عادیہ بانو ان تینوں لڑکوں کو دودھ پلاتی تھی کیا دیکھے کہ امیر دن بہ دن دُبلے ہوتے جاتے ہیں اور عمر روز بروز موٹا ہوتا جاتا ہے سب حیران ہوئے کہ اس کا کیا سبب ہے۔ ایک رات کو کیا دیکھتے ہیں کہ عمر نے امیر اور مقبل کو پلنگ سے نیچے گرا دیا اور دونوں چھاتیوں سے آپ دودھ پینے لگا۔ صبح کو دائی نے کہا کہ یہ لڑکا بڑا چور ہوگا۔ عمر جب کچھ اور سیانا ہوا اور گھٹنوں کے بل چلنے لگا رات کو چپکے سے جاتا اور آزار بند۔ چھلا۔ انگوٹھی۔ نتھ عورتوں کے گھر میں سے چورا کر لاتا اور دائی کے پاندان میں چھپاتا۔ صبح کو سب دھوم مچاتیں کہ چوری ہوئی جب تلاش کرتیں تو وہ مال دائی کے پاندان میں سے نکلتا اور وہ بیچاری شرمندہ ہوتی۔ اس طرح کٹی ایک دن کے بعد وہ لعل شب چراغ جو امیر کے گہوارے سے بندھے تھے اُن میں سے ایک غایب ہو گیا۔ یہ خبر خواجہ عبد المطلب کو ہوئی۔ اُنہوں نے آکر بہت ڈھونڈھا کہیں پتہ نہ ملا ناچار ہو کر غلام اور لونڈیوں کو باندھا اور دائی کو بھی دھمکایا کہ اس لعل کو پیدا کریں نہیں تو ایک ایک سے بے طرح سمجھونگا۔ سب روتی تھیں اور قسمیں کھاتی تھیں کہ ہم نے نہیں لیا اور یوں آپ مالک ہیں جو چاہیں سو کریں۔ عمر کے گہوارے کے پاس آکر دیکھنے لگے تو عمر کا گال سوجا ہوا معلوم دیا اس سبب سے وہ لعل کو تو بھول گئے اور دائی سے پوچھنے لگے کہ اس کو یہ کیا ہوا۔ اُس نے کہا یہ رات اچھا سویا تھا اس وقت خدا جانے اسے کیا ہوا ہے۔ خواجہ نے معلوم کرنے کے لئے گال کو ہاتھ سے ذرا دبایا تو عمر کے مُنہ سے وہ لعل نکل پڑا۔ خواجہ حیران ہوئے اور کہا خدا خیر کرے بڑا ہوگا تو مقرر یہ چور ہوگا۔ جن جن کو باندھا تھا کھول دیا اور دائی سے معذرت کی۔ غرض عمر کے ہاتھ سے سب نالاں تھے۔ جب یہ لڑکے پانچ برس کے ہوئے تو عبد المطلب نے جتنے اشرافِ مکّہ تھے سب کی ضیافت کی اور فرمایا میں چاہتا ہوں کہ ان لڑکوں کو اخوند کے پاس مکتب میں بٹھلاؤں کہ ماں باپ پر یہ بڑا فرض ہوتا ہے۔ ایک اخوند اس محلہ میں تھا کہ تمام قوم بنی ہاشم اور بنی امیہ کے اُس پاس پڑھتے تھے امیر حمزہ اور مقبل کو اُس کے پاس بہت سی شیرینی لے کر لے گئے اور پڑھنے کو بٹھلایا اور اُس روز بسم اللہ پڑھوائی دوسرے دن جو لڑکے سبق پڑھنے گئے اور اخوند پڑھانے لگا۔ اخوند امیر اور مقبل کو جو جو کچھ کہتا تھا وہی کہتے تھے۔ لیکن عمر نے جب تکرار شروع کی تو اخوند حیران ہوا کہ یہ عجیب طرح

کا لڑکا ہے خود پڑھنے آیا ہے یا پڑھانے آیا ہے۔ اخوند کہے الف تو عمر کہے بر حق۔ اخوند نے کہا میں تجھ سے کیا کہتا ہوں اور تو کیا کہتا ہے۔ آپ نے کہا الف۔ میں نے کہا برحق یعنے (الف) واحد ہے اور واحد ذات خدائے تعالیٰ کی ہے اور ذاتِ خدا برحق ہے۔ غرض اسی طرح بہ ہزار خرابی و دشواری پہلی تقطیع پڑھی۔ جب دوسری تقطیع شروع ہوئی تو اُستاد نے عمر سے کہا کہ الف خالی ب کے نیچے ایک نقطہ ت کے اوپر دو نقطے ث کے اوپر تین نقطے۔ عمر نے جو یہ سنا تو اخوند کی طرف دیکھ کر قاعدے کو بند کیا اور امیر اور مقبل کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا ہوا اور کہا کہ چلو ہم گھر کو چلیں ہم اس بے تہذیب اخوند کے پاس نہیں پڑھینگے۔ ہم کو اس کے پاس پڑھنے کے لئے بھیجا ہے یا حساب سیکھنے کو یہ تو بڑا خاین ہے۔ کسی پاس ایک ہوتا ہے کسی پاس دو کسی پاس تین اس سے ہم کو کیا جو اسے یاد رکھیں۔ اخوند نے ناچار ہو کر عمر کو چشم نمائی کی۔ مگر عمر شرارت سے کسی کو پڑھنے نہیں دیتا تھا۔ اخوند نے خواجہ عبد المطلب کی خدمت میں جاکر کہا کہ عمر عیّار ساربان کا بیٹا سخت شریر ہے اُس کو کسی اور اخوند کے حوالے کیجئے مجھ کو بہت حیران کرتا ہے اور حمزہ کو بھی پڑھنے نہیں دیتا۔ خواجہ نے اس کو رخصت کیا اور چاہا کہ عمر کو امیر سے جدا کریں۔ امیر نے رونا شروع کیا اور کہا کہ اگر عمر مجھ سے جدا ہوگا تو میں ہرگز نہیں جینے کا۔ ناچار پھر اُسی اخوند کے پاس بھیجا۔ ہر روز پڑھتے۔ جتنے لڑکے اخوند کے پاس پڑھتے تھے اپنے اپنے گھروں سے ناشتے لے جاتے دو پہر کو سو کر اُٹھتے تب وہ کھانا کھاتے۔ ایک روز عمر نے دیکھا کہ سب سو گئے ہیں چپکے چپکے اُٹھ کر سب کا ناشتہ اُٹھا کر اخوند کے سرہانے تکیوں کے نیچے چھپایا اور آپ سو رہا۔ جب تمام لڑکے جاگے تو دیکھا کہ ناشتہ نہیں ہے تب اخوند پر ظاہر کیا۔ اخوند نے کہا سوائے عمر کے اور کسی کا کام نہیں ہے۔ میں نے سنا ہے کہ جب وہ دودھ پیتا تھا تو امیر کے گہوارے سے جواہر چورا لیتا تھا۔ عمر کو بُلا کر جگایا اور کہا کہ کھانے کو کیا کیا۔ عمر نے کہا میں تو سوتا تھا مجھے کیا معلوم ہے۔ ڈھونڈو جس نے چورایا ہوگا معلوم ہوجائیگا۔ ملا نے کہا جا تلاش کر عمر ڈھونڈھنے لگا۔ پہلے سب لڑکوں کو اُٹھا کر جھاڑا بعدہٗ اخوند کا بچھونا نکال کر بیٹھی میں تکیہ کے نیچے سے وہ سب نکالا اور بآواز بلند کہنے لگا دیکھو صاحب اخوند صاحب آپ لڑکوں کا کھانا چوراتے ہیں اور مجھ کو دھمکاتے ہیں۔ اس وقت چار پانچ بھلے مانس اور بھی کھڑے تھے ملا بیچارہ نہایت شرمندہ ہوا اور دو تین قمچیاں عمر کو ماریں لیکن امیر نے تقصیر معاف کرائی۔ دوسرے دن لڑکے جو پڑھنے کو آئے اور

دو پہر کے وقت سو گئے تو عمر نے اخوند کا گرمانی شملہ چرا کر حلوائی کی دوکان میں
پانچ روپے پر رکھ کے مٹھائی لاکر رکھ دی اور آپ سو رہا۔ جب سب جاگے اور دیکھا
تو ٹوکرا شیرینی کا دھرا ہے اور عمر سوتا ہے۔ جگا کر اُستاد نے پوچھا کہ یہ شیرینی کیسی ہے۔ عمر
نے کہا کہ بابا جان نے نذر مانی تھی اور یہ شیرینی وہ لائے تھے بڑی دیر تک وہ بیٹھے
رہے جب آپ نہ جاگے اور اُن کو کام ضروری تھا اس لئے مجھ کو اُٹھا کر کہہ گئے کہ
اس پر فاتحہ دلوا کر تقسیم کر دینا۔ آپ فاتحہ دیجیے۔ کہا کس کے نام کی دوں۔ عمر نے کہا
ایک فقیر بابا شملہ تھے۔ تب اخوند نے کہا کہ یہ کیسا نام ہے۔ عمر نے کہا کہ فقیروں کے
نام اکثر ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ اخوند نے فاتحہ پڑھ کر اُوپر سے بڑے بڑے پیڑے دو ڈھا اُٹھا
لیئے (کہ جن میں جمالگوٹہ ملا ہوا تھا) اور کھا لیئے۔ اور باقی مٹھائی عمر نے امیر اور مقبل کے
آگے رکھی امیر نے اور سب لڑکوں کو شریک کرکے کھائی۔ دو ایک گھڑی گذریں کہ اخوند کو
دست آنے شروع ہوئے۔ عمر سے کہا کہ تو نے یہ کیا کھلایا۔ کہا مجھے بد نام مت کیجیئے سب
نے یہی کھائی ہے۔ آپ کی بھوک تو ہے تھوڑی اور کھا گئے بہت اُس نے گرانی کی اور
بد ہضمی سے پیٹ چھوٹ گیا۔ جب چار ایک گھڑی دن رہا امیر نے عمر کی شرارت معلوم
کرکے دہی منگایا اور اخوند کو پلوایا۔ بارے کچھ فرصت ہوئی۔ اخوند نے لڑکوں کو چھٹی
دی اور اپنے کپڑے پہنے مگر شملہ کا کچھ پتہ نہیں۔ لڑکے بھی جا چکے تھے۔ کہاں سے پیدا ہیں
ناچار دوپٹے کو سر سے لپیٹ عصا ہاتھ میں لے مسجد سے اپنے گھر چلے۔ جونہی حلوائی
کی دوکان کی طرف سے نکلے اُس نے وہ شملہ دیا اور کہا کہ آپ نے پانچ روپیہ کی مٹھائی
یہ شملہ بھیج کر کیوں منگائی جب چاہیئے منگا لیا کیجیئے اس شملہ کا بھیجنا کیا ضرور ہے۔
یہ سُن کر اخوند سمجھ گیا کہ آج کے دن کی شیرینی جو عمر لایا تھا وہ یہی ہے جو حلوائی بیان
کر رہا ہے۔ اپنے پاس سے اُس کی قیمت دی اور شملہ لے کر گھر گئے۔ اُس کی صبح کو عمر
نے نماز کے وقت اُٹھ کر سب لڑکوں سے پہلے مکتب میں آکر جھاڑو دی اور بستہ کھول کر
قاعدہ پڑھنے لگا۔ اخوند نے آکر دیکھا تو عمر سب سے پہلے آیا ہے جبھی میں کہا کہ اس کو
آج کچھ نہ کہہ۔ اخوند بیٹھ گیا اور لڑکے بھی آئے۔ سب کو سبق پڑھایا۔ اُس روز اخوند نے
حمام جانے کا قصد کیا اور خضاب تیار کرکے عمر کو دیا کہ فلانے حمام میں لے جا اور
میں بھی آتا ہوں۔ یہ کہہ کے آپ نماز پڑھنے لگے۔ عمر نے راہ میں اس خضاب کے اندر
ایک تولہ ہڑتال باریک کرکے ملا دیا اور حمام میں جا کر رکھ دیا۔ دو ایک گھڑی کے بعد
اخوند صاحب آئے اور کپڑے اُتار کر وہ خضاب ڈاڑھی اور مونچھوں میں لگا کر ارنڈ کے

پٹوں سے باندھ کر بیٹھے اور عمر نے اپنے گھر کی راہ لی۔ یہاں اخوند نے دو گھڑی کے بعد گرم پانی سے دھویا۔ جونہی پانی منھ پر ڈالا اور چاہا کہ ہاتھ سے ملے پانی پڑنے کے ساتھ ہی تمام بال چھوٹ رہے تھے اخوند بے چارہ مارے شرمندگی کے پانی پانی ہؤا کہ میں جو باہر نکلونگا تو لوگ کیا کہینگے۔ کپڑے پہن کر خواجہ عبد المطلب کے پاس جا کر اُن کے روبرو اپنا عمامہ دے مارا اور اپنا حال دکھایا کہ عمر نے میری یہ صورت کی آپ اُس کو سزا دیجئے۔ خواجہ عبد المطلب نے اخوند کو رخصت کیا۔ اور عمر کو بُلا کر دونوں ہاتھ باندھ کر لٹکا دیا اور خوب جوتیاں اور قمچیاں لگائیں اور پھر امیر کو بُلوا کر منع کیا کہ تم عمر سے کبھی اگر بات بھی کرو گے تو ہم خفا ہونگے اور فرمایا کہ عمر کے ہاتھ کھول کر نکال دو۔ عمر کو تو نکال دیا مگر امیر کی حالت عمر کے بغیر عجب طرح کی ہوگئی کہ اُس کی جدائی کے قلق میں دو دن تک روپا کئے اور کھانا بھی نہ کھایا۔ ناچار خواجہ نے عمر کو بلوا کے امیر کے حوالے کیا اور اخوند سے امیر نے تقصیر معاف کرائی۔ اب عمر پھر پڑھنے لگا۔ ایک روز ایک لڑکے کے گھر سے اخوند کے پاس کھانا آیا تھا عمر کو کہا کہ یہ ہمارے گھر لے جا لیکن خبردار کھولیو مت کہ اس میں مرغ ہے اُڑ جائیگا۔ عمر نے کہا کہ مجھ کو کھولنے سے کیا کام اِس کو یوں ہی حوالے کرونگا۔ عمر اُس خوان کو سر پر اُٹھا کے اخوند کے گھر کی طرف روانہ ہؤا جب وہ مکان کے نزدیک آرہا تھا تو رستہ سے ذرا الگ جگہ اُس کو کھول کر دیکھا کہ اُس میں بھونے میٹھے چانول بہت خوب پکے ہوئے ہیں اور یہ بھوکا بھی تھا خوب پیٹ بھر کے کھائے اور باقی کتوں کے آگے ڈال دیے خالی رکابی خوان میں دھر کر اخوند کے گھر گیا اور اُس کی جورو سے کہا کہ اخوند صاحب نے کھانا بھیجا ہے اور کہہ دیا ہے کہ آج گھر میں پکانا نہیں یہ کہکے وہ خوان دیا اور مکتب میں جاکر اخوند کو خبر دی۔ شام کو اخوند سب لڑکوں کو چھٹی دے کر اپنے گھر گیا اور اپنی جورو سے پوچھا کہ کیا پکایا ہے اُس نے کہا تم نے منع کر بھیجا تھا اس لئے کچھ نہیں پکایا وہ خوان تم نے بھیجا تھا دھرا ہے مُلّا بے چارہ چپ ہو رہا اُس خوان کو منگا کر کھولا دیکھا تو خالی ہے۔ ساری رات گھر کا گھر بھوکا رہا۔ صبح کو کچھ ناشتا کرکے مکتب میں گیا اور عمر سے پوچھا کہ کل کا کھانا کیا کیا۔ عمر نے کہا کہ کھانے سے تو میں واقف نہیں ہوں لیکن وہ خوان جو میں لے گیا تھا راہ طے کرتے وقت وہ مرغ کنٹنے پھاڑ کر اُڑ گیا ہوگا۔ اخوند نے کہا کہ عمر کو باندھ کر خوب مارو۔ آخر امیر نے تقصیر معاف کرائی۔ پھر پوچھا کہ گھر کے کھانے کو کیوں منع کیا۔ کہا البتہ تقصیر ہوئی۔ چار پانچ قمچیاں لگائیں۔ اور کہا پھر ایسی حرکت نہ کرنا

ورنہ بہت مارونگا اس وقت میں امیر کے کہنے سے چھوڑ دیتا ہوں۔ لیکن عمر بظاہر
توبہ کرتا اور ہاتھ جوڑتا رہا۔ اور جی میں اخوند کے ہاتھوں سے اُس کا جانی دشمن۔
پر اسی مکتب میں جہاں امیر اور عمر پڑھتے تھے ابو جہل اور ابو صفیان بھی پڑھتے
تھے اور سارے دن دو پہر کے وقت جب سب لڑکے سو گئے عمر نے اُٹھ کر انگوٹھی
ابو جہل کے ہاتھ سے اُتار کر اور اخوند کے گھر جا کر اُس کی بیٹی کے پاندان میں
رکھ دی اور اُس لڑکی کے کان کی بالی لا کر ابو جہل کے ہاتھ میں پہنا دی اور
اور سو رہا۔ جب سب لڑکے جاگے اور مُنہ ہاتھ دھو کر پڑھنے لگے تو اخوند نے ابو جہل
کی اُنگلی میں اپنی بیٹی کی بالی دیکھی اور ابو جہل سے پوچھا کہ یہ بالی کہاں سے پائی
اُس نے دیکھا کہ انگوٹھی کے عوض کسی نے کان کی بالی اُنگلی میں پہنا دی ہے تو
حیران ہؤا۔ کہ کیا جواب دوں۔ عمر نے کہا کہ دو پہر کو جب آپ سو جاتے ہیں تو یہ
اُٹھ کر آپ کے گھر جاتا ہے آج میں اس کے پیچھے پیچھے گیا تھا جب آپ کے دروازے
پر یہ پہنچا اور اس نے زنجیر کو کواڑ سے ہلایا اُس کی آواز سے آپ کی بیٹی اندر سے
آئی اُس سے کچھ باتیں ہوئیں بعد اُس کے اُس نے اپنے کان کی بالی اس کو دی
اور اس نے اپنی انگوٹھی اُس کو دی۔ اخوند کی آنکھوں میں مارے غصہ کے ایک
اندھیرا سا آگیا ابو جہل سے وہ بالی تو نہ لی اور اُس کو یہاں تک مار دی کہ تمام
بدن کی کھال اُتر گئی اور اس غصہ میں اپنے گھر گیا اور اپنی بیٹی کا پاندان کھولا
اور اُس میں انگوٹھی دیکھتے ہی اک آگ سی لگ گئی اُسے پکڑ کر دو چار طمانچے
خوب ہی لگائے کہ وہ تلملا گئی۔ اُس کی جورو نے جو یہ حرکت دیکھی اور بے اختیار
گالیاں دیتی ہوئی دوڑی اور ایک دوہتڑ اُس کی پیٹھ پر مارا اور وہ لڑکی کو چھوڑ
اُس عورت کی طرف متوجہ ہؤا۔ غرض دونوں میں خوب ہی لڑائی ہوئی۔ اس کے
دوسرے روز جمعہ کا دن تھا عمر فرصت پا کر بازار میں ایک بساطی کی دوکان پر گیا
اور آہستہ سے اُس کے کان میں کہا کہ تم یہاں بیٹھے ہو اور گھر میں تمہاری جورو کا بُرا
حال ہے۔ اُس بساطی کو جورو سے بڑا اُنس تھا بیتاب ہو کر دوڑا۔ عمر بھی تھوڑی دور تک
اُس کے پیچھے گیا بعد کو اُس سے جدا ہو کر پیچھے رہ گیا اور اُس کی دوکان پر آکر اُس سے
شاگرد سے کہا کہ سب سویوں کا پُڑا ایک شخص مول لیگا وہ تمہارے اُستاد نے مانگا ہے۔
اُس نے حوالے کیا اور عمر اس کو لیکر اپنے گھر گیا۔ دوسرے دن صبح اُٹھ کر مکتب میں آیا
اور سویوں کا پُڑا کھول کر اخوند کے بستر کے نیچے اور تکیوں میں غرض کہ ہر چہار طرف

سوئیاں رکھ کر اُوپر سے چادر بچھا دی اور چلا گیا۔ جب سب لڑکے آچکے تو عمر بھی آیا۔ اُس روز اخوند لڑکوں کے پیچھے آیا۔ جونہی بستر پر پاؤں رکھا تو سوئیاں تلووں میں چھد کر پار ہوگئیں اور ایک آہ کہہ کر بیٹھ گیا بیٹھنے کے ساتھ ہی جو توشک اور تکیوں میں تھیں وہ جسے چاہئے کے بدن میں گڑ گئیں اور ہر عضو سے خون بہنے لگا اور ان کے درد سے مچھلی کی طرح لوٹنے لگا اور حالت مردہ کی سی ہوگئی۔ تب تو سب لڑکے گھبرائے اور ہر طرف سے دوڑ کر اخوند کے پاس آئے اور سوئیاں نکالنے لگے۔ جب سب سوئیاں نکال چکے تو اُس غریب مُلّا کی حالت دو پہر تک غشی کی رہی اور سارا بدن سوج گیا۔ ہوش میں آکر کہا اے لڑکو معلوم نہیں کہ تم میں سے میرا ایسا دشمن کون ہے جس نے یہ حرکت کی۔ عمر نے کہا کہ اگر مجھ کو معلوم ہو تو اُس سے بھی اسی طرح کا سلوک کروں کہ ان سوئیوں کو اُس کے بدن میں چھیدوں۔ اخوند نے کہا کہ تو جا کر میانہ لے آئیں اُس پر سوار ہو کر گھر کو جاؤں۔ عمر جا کر سواری لایا اور اخوند اُس پر سوار ہوا اور لڑکوں کو کہا تم سب بیٹھے پڑھو اور چار گھڑی دن رہے اپنے اپنے گھر جاؤ۔ عمر کو اپنے ساتھ لیکر چلا۔ جب میانہ بساطی کی دوکان کے پاس پہنچا جونہی اُسکی نظر عمر پر پڑی بے اختیار دوکان سے دوڑا اور کہنے لگا او لڑکے تو بڑا شریر ہے کہ کل مجھ کو بہانہ کرکے دوکان سے اُٹھایا اور سوئیوں کا پُڑا لے گیا اب کہاں جاتا ہے۔ اخوند نے سوئیوں کا نام سُنکر اُس کی طرف دیکھا اور پوچھا کہ کیا ہے وہ اخوند سے بیان کرنے لگا۔ عمر نے سوچا کہ اب تو بات بگڑی اخوند کی آنکھ بچا کر بھاگا اور مکتب میں آکر امیر اور مقبل سے کہا کہ اب ہمارا شہر میں رہنا بُرا ہے امیر نے سبب پوچھا تو کہا کہ مجھ میں بات کرنے کے حواس نہیں ہیں رخصت ہوتا ہوں۔ امیر نے کہا اے عمر تیری مفارقت مجھ سے کب سہی جائیگی میں بھی تیرے ساتھ ہوں۔ امیر اور مقبل عمر کے ساتھ ہو لئے اور جن جن لڑکوں کو امیر سے الفت ہوگئی تھی وہ بھی ہمراہ ہوئے اور شہر کے باہر کی راہ لی۔ مکہ کے باہر جبل ابو قبیس نام ایک پہاڑ ہے اُس کے درے میں یہ سب لڑکے جا چھپے۔ جب رات ہوئی اُسی درے میں یہ ایک پتھر پر سو رہے۔ صبح کو اُٹھ کر وہاں ایک چشمہ کے پانی سے وضو کرکے سب نے نماز پڑھی اور آپس میں باتیں کرنے لگے۔ جب چار گھڑی دن چڑھا امیر نے عمر کی طرف دیکھ کر کہا کہ بھائی اب تو بھوک کے مارے بُرا حال ہے کچھ کھانے کی فکر کرو۔ عمر نے کہا سب یہاں ہی ٹھیرو یہ غلام کھانا لاتا ہے۔ یہ کہکر شہر کی طرف دوڑا اور شہر میں جا کر ایک قصائی کے ہاتھ سے دو ایک روودہ تانت کا لے کر نمدیدہ نام بُڑھیا کے گھر کے پچھواڑے گیا (اس بُڑھیا کے گھر میں مرغیاں بہت تھیں یہ اُن کے انڈے اور بچے بیچ کر

گذران کیا کرتی تھی) اور اُس رودے کے سرے پر گرہ دیکر ایک مرغی کے آگے ڈال دیا اور دوسرے سرے کو اپنے ہاتھ میں رکھا اُس مرغی نے اُس سرے کو نگل لیا۔ عمر نے دوسرے سرے کو مُنہ میں لیکر پھونکنا شروع کیا کہ وہ آنت پھول گئی اور وہ گرہ اُسکے گلے میں اٹکی۔ مرغی تڑپنے لگی۔ عمر نے چپکے تھے اُسے پکڑ کر نیچے دبا ذبح کیا اور صاف کر کے اپنے رومال میں باندھا اور اُس بُڑھیا کے چھپر پچھواڑے سے چار پانچ پتھر مارے۔ وہ بے چاری مثل مجاق ہوئی گھر سے باہر نکلی اور اس طرف آکر شور مچانے لگی عمر نے دوسری طرف جا کر ایک باسن جس میں انڈے بھرے تھے اُٹھا کر اپنی راہ لی اور ایک کبابی کی دوکان پر جا کر کہا کہ ان انڈوں کا خاگینہ تل دے اور اس مرغی کے کباب اور پانچ سیر کی روٹیاں اور قلیے ایک خوان میں لگا اور اُن پر کباب اور انڈے رکھ دے کہیں اپنے سر پر لے جاؤنگا اور اپنا ایک آدمی میرے ساتھ کر دے کہ اُس کو خواجہ عبد المطلب سے اُس کی قیمت دلواؤنگا۔ اُس نے عمر کے کہنے کے موافق سب تیار کر کے ایک خوان میں لگایا اور عمر کے سر پر رکھ دیا اور قیمت لانے کے لیئے اپنا ایک آدمی عمر کے ساتھ دیا۔ عمر نے تھوڑی دور جا کر اُس آدمی سے کہا کہ تم خواجہ عبد المطلب کے دیوان خانے میں جا کر بیٹھو مجھ کو کچھ کام ہے اُس طرف سے ہو کر آتا ہوں۔ وہ اُس طرف چلا۔ اور عمر نے کوہ ابو قبیس کی راہ لی۔ جو کچھ وہ لے گیا تھا امیر کے آگے رکھا۔ دیکھیں تو کھانا معقول لایا ہے امیر نے سب لڑکوں کو ساتھ لے کر کھایا اور عمر کو شاباش دی۔ یہاں وہ کبابی کا آدمی جو قیمت کے لیئے عمر کے ہمراہ کیا تھا خواجہ کے پاس گیا اور عمر کا حال کہا کہ اس طرح ہماری دوکان سے آپ کا نام لے کر سودا لے گیا ہے۔ اخوند پہلے سے ہی وہاں بیٹھا ہوا اپنا حال کہہ رہا تھا کہ اتنے میں وہ بے چاری ضعیفہ بھی آئی اور خواجہ سے فریاد کی کہ عمر عمیہ ضمیری کا بیٹا میرے گھر سے ایک مرغی اور اتنے انڈے لے گیا ہے رونے لگی۔ خواجہ نے اُس کو مرغی اور انڈوں کی قیمت دیکر رخصت کیا اور کبابی کے آدمی سے پوچھا کہ وہ کدھر ہے۔ اُس نے کہا کہ ابو قبیس کی طرف گیا۔ خواجہ نے یہ دریافت کر کے اُس کو بھی قیمت دی اور اخوند کو کہا کہ تم لڑکے لے کر جاؤ اور عمر کو مع سب لڑکوں کے پکڑ لاؤ۔ اخوند رخصت ہو کر مکتب میں آیا اور بیس لڑکے اپنے ساتھ لیئے اور عمر کو مارنے کے لئے اُن کے ہاتھوں میں لکڑیاں دیں۔ یہ اس ساماں سے روانہ ہوئے۔ جب پہاڑ کے نزدیک پہنچے جونہی عمر کی نظر اخوند پر پڑی بے اختیار ہنسا اور امیر سے کہا کہ دیکھو اخوند لڑکوں کو ساتھ لے کر میرے پکڑنے کو آتا ہے مجھ کو بیت اللہ کی قسم ہے یہ تو کیا بغیر خواجہ عبد المطلب کے اگر جمشید جم سا بھی میرے پکڑنے کو آئیگا تو بھی ایک مرتبہ اُس سے لڑونگا۔ امیر نے کہا عمر

میں بھی تیرے ساتھ شریک ہوں اور مقبل نے کہا بندہ بھی حاضر ہے اور سب لڑکے بھی مستعد ہوئے۔ اخوند اُس پہاڑ کے نیچے آیا اور لڑکوں کو اشارہ کیا کہ جاؤ ان سب لڑکوں کو پکڑو لڑکے لکڑیاں ہاتھوں میں لے عمر کی طرف دوڑے عمر چپکا کھڑا رہا جب وہ لڑکے نزدیک پہنچے عمر نے ایک پتھر اُٹھا کہ ایک لڑکا جو آگے چلا آتا تھا اُس کے ماتھے پر مارا کہ اُس کا سر پھٹ گیا اور لہو بہنے لگا اور وہ بھاگا اِدھر امیر نے دو تین لڑکوں کے ہاتھ پاؤں توڑے اور اُدھر مقبل نے لڑکوں کے ساتھ کئی لڑکوں کو مارا۔ جب سب لڑکے زخمی ہو کر بھاگے تب اخوند آپ عصا کو ہاتھ میں لے کر عمر کی طرف چلا کہ شاید لحاظ سے کچھ نہ کہے اور پکڑا جائے۔ پر عمر نے ذرا بھی خیال نہ کیا اور ایک پتھر اُٹھا کر مارا کہ اخوند کا سر پھوٹا اور پگڑی گر گئی۔ مارے شرمندگی کے عصا کو توڑ ڈالا اور گویا آپ عصا کی شکل بن کر زمین پر گر پڑا۔ اب تو یہ حالت ہوئی کہ نہ آگے پاؤں رکھ سکتا ہے نہ پیچھے۔ لیکن وہ لڑکے جو زخمی ہوکر بھاگے تھے اپنے اپنے گھروں میں جا کر اپنے ماں باپ کو حال دکھایا اور وہ اُن لڑکوں کو لے کر خواجہ عبد المطلب کے پاس گئے اور سب ماجرا سنایا۔ خواجہ نے بلا تامل اونٹ منگوایا اور سوار ہو کر اُس پہاڑ کی طرف گئے اور اُس میدان میں پہنچے۔ جونہی عمر نے دور سے دیکھا کہ خواجہ آپ تشریف لاتے ہیں امیر سے کہا اب میرے قدم نہیں ٹھیرتے میں تو جاتا ہوں آپ اپنی فکر کیجئے یہ کہہ کر ایک طرف کی راہ لی۔ جب خواجہ عبد المطلب اُس پہاڑ کے قریب آئے امیر اپنے باپ کو دیکھ کر پہاڑ سے نیچے جھٹ اُتر آئے اور اپنے والد کے قدم بوس ہوئے۔ اُنہوں نے اس فرزند ارجمند کو چھاتی سے لگایا اور کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تمہاری کچھ تقصیر نہیں سب شرارت اُس ساربان زادہ کی ہے کہ وہ تم کو بھی بد راہ کرتا ہے دیکھو میں اُس سے کیا سلوک کرتا ہوں۔ امیر اور مقبل مع سب لڑکوں کے خواجہ کے ہمراہ شہر میں آئے اور تاکید کی کہ عمر کو یہاں ہرگز مت آنے دینا۔ وہ تین روز امیر کے آنے کو گذرے اور عمر سے ملاقات نہ ہوئی امیر کی حالت تباہ ہوئی۔ یہ خبر خواجہ عبد المطلب نے پا کر فرمایا کہ جو ہو سو ہو عمر کو ہرگز آنے نہ دونگا۔ جب ساتواں روز گذرا اور امیر نے کھانا نہ کھایا تب ناچار ہوئے اور امیر کو بلا کر عمر کے حوالے کیا اور کہا کہ امیر عمر کا کہا مت مانیو اگر تم کو سیر جانا منظور ہو تو اپنے باغ کو جانا شہر کے باہر ہرگز نہ جانا کہ تمہارے لئے تنگی کا باعث ہے۔ امیر نے قبول کیا اور عمر کے ساتھ کھانا کھایا اور گھر میں ایک جا رہنے لگے۔ دس ایک روز کے بعد ایک دن امیر و عمر و مقبل بازار میں سیر کی خاطر نکلے اور پھرتے پھرتے اپنے یہاں کے نخلستان

جا پہنچے اور ہر طرف خوب پھرے۔ بعدہ عمر کسی اَور کے نخلستان میں ان کو لے گیا وہاں دیکھا تو بامراد خوشے خرمے کے لگے ہیں اور ہوا بھی خوب سرد ہے سنگ مرمر کا ایک صاف تخت وہاں تھا اس پر امیر مقبل کے زانو پر سر رکھ کر سو رہا اور عمر اِدھر اُدھر پھرنے لگا۔ ایک درخت کو دیکھا کہ اُس میں خرمے بہت لگے ہیں اُس پر چڑھ گیا کئی خوشے توڑے اور تخت پر لا کر کھانا شروع کئے۔ اُس وقت امیر جاگے اور عمر سے پوچھا کہ یہ کہاں سے لایا۔ کہا درخت پر چڑھ کر توڑ لایا ہوں۔ امیر نے کہا ہم بھی دیکھیں۔ عمر نے کہا کہ یہ بندہ بڑی محنت سے لایا ہے۔ اگر آپ میں طاقت ہے تو آپ بھی توڑ لیئے۔ امیر اُٹھکر درخت پر چڑھنے لگے۔ عمر نے کہا کہ درخت پر چڑھنا ہم جیسے دبلے پتلوں کا کام ہے اور پہلوان درخت اُکھاڑ کر کھاتے ہیں۔ عمر کا یہ طعنہ امیر کو بُرا معلوم ہؤا غصہ میں آکر ایک درخت کو اُکھاڑ ڈالا اور اُس کے خرمے توڑ کر کھانے شروع کئے امیر عمر کی قوت دیکھکر حیران ہو گیا لیکن امیر کے دق کرنے کو کہنے لگا ایسے کرم کے کھائے ہوئے درخت کو تو مجھ سا دُبلا پتلا آدمی بھی اُکھاڑ سکتا ہے جب جانئے کوئی مضبوط پیڑ اُکھاڑیے۔ امیر نے طیش میں آکر ایک اَور جوان درخت کو اُکھاڑا۔ عمر نے کہا یہ درخت تو بن پانی کمزور ہو رہا تھا اگر کوئی اَور درخت اُکھیڑتے تو ہم جانتے۔ امیر نے ایک اور درخت اُکھاڑ ڈالا۔ جب تین درخت امیر نے اُکھاڑے اور چوتھے پر چلے تو عمر نے کہا او عرب کچھ دیوانہ ہوا ہے پرایا باغ اُجاڑے ڈالتا ہے تجھے کسی کا ڈر بھی ہے یا نہیں۔ امیر نے کہا میں نے تیرے کہنے سے اُکھاڑے ہیں تیرے سبب سے یہ حرکت ہوئی۔ عمر دوڑا ہؤا صاحبِ باغ کے پاس گیا اور کہا کہ ایک بگولہ آیا تھا جس سے اس باغ میں کئی درخت جڑ سے اُکھڑ گئے ہیں۔ اُس نے کہا یہاں ہوا کا تو نام بھی نہیں باغ میں ہوا کہاں سے آئی۔ عمر نے کہا یہ خدا جانے لیکن تم چلو اور دیکھو کہ میں سچ کہتا ہوں یا جھوٹ۔ باغبان نے عمر کے ساتھ آکر دیکھا تو واقعی تین درخت گرے پڑے ہیں۔ انہیں درختوں سے اس کی روزی تھی رونے لگا۔ امیر کو اس پر رحم آیا اور ہر نخل کے عوض میں اُس کو ایک ایک اونٹ دیا۔ وہ تین شتر لے کر بہت خوش ہؤا اور وہاں سے چلا۔ عمر اُس کے پاس گیا اور کہنے لگا ابے سُن درخت تو تیرے ہوا سے اُکھڑے اور چاپلوسی کر کے تو لڑکوں سے اونٹ لیتا ہے میں ہرگز نہ لینے دونگا۔ غرض یہاں تک تکرار اس سے کی کہ ایک اونٹ پھیر لیا اور دو اُس کو دیے۔ پھر امیر سے آکر کہا کہ اب گھر چلیئے۔ وہاں سے یہ لڑکے اپنے اپنے گھر آئے اور رہنے لگے (باقی داستان فردا شب)

داستان پانچویں

قضا را ایک روز بالا خانہ پر امیر اور عمر اور مقبل تینوں بیٹھے تھے بازار میں دیکھا تو بہت سے لوگ ہر طرف سے آتے ہیں اور شہر کے باہر چلے جاتے ہیں۔ امیر نے عمر سے کہا دریافت کرو کہ یہ خلقت کہاں جاتی ہے۔ عمر بالا خانہ سے اُترا اور دریافت کر کے امیر سے کہا کہ سوداگر شہر کے باہر اُترے ہیں اور ان کے پاس طرح طرح کے گھوڑے ہیں۔ امیر کو گھوڑوں کا شوق تھا عمر اور مقبل کو ہمراہ لے کر اُس طرف کو چلے وہاں آکر دیکھا تو واقعی کیا کیا گھوڑے ہیں کہ ویسے گھوڑے بادشاہ ہفت کشور کے ہاں بھی کم ہونگے لیکن ایک ابلق گھوڑے میں جتنیاں خوبیاں کہ گھوڑے میں چاہئیں موجود ہیں اور وہ ایک بانات کے شامیانہ کے نیچے زنجیروں سے بندھا ہے۔ عمر اُس سوداگر کے پاس گیا اور پوچھا کہ اس گھوڑے کو زنجیروں سے ایسا کیوں باندھا ہے۔ اُس نے کہا اگر ایسا نہ باندھوں تو یہ آدمیوں کو نہ آنے دے اور اس پر آج تک کوئی سوار نہیں ہؤا اگر اس پر کوئی سوار ہو تو اُس کو میں یہ گھوڑا یوں ہی دیتا ہوں اور قیمت اس کی نہیں مانگتا۔ عمر نے کہا کہ یہ بات تو کہنے کی ہے مجھ کو کہو تو میں اس پر سوار ہو کر خوب سا پھروں سوداگر نے کہا کہ اگر تو سوار ہو جائے تو یہ گھوڑا میں نے تیری نذر کیا۔ عمر نے کہا کہ یارو تم بھی شاہد رہنا کہ یہ عزیز آپ ہی اقرار کرتا ہے ایسا نہ ہو جو اس گھوڑے کا دعوےٰ کرے اور سوداگر نے بھی کہا تم سب گواہ رہو کہ یہ لڑکا اپنی جان آپ دیتا ہے کل کو اس کے خون کا دعوےٰ کوئی مجھ پر آکر نہ کہے۔ عمر اس سے اقرار کر کے امیر کے پاس آیا اور کہا حیف ہے کہ میں گھوڑے پر سوار ہوں اور تم کھڑے رہو۔ امیر کے غیرت دامنگیر ہوئی قدم آگے بڑھا کے اُس مرکب کے نزدیک گئے اور جتنی زنجیریں اُس پر بندھی تھیں سب کھول ڈالیں اور اندھیری بھی اُتار دی۔ جب اُس گھوڑے نے آدمی کو اپنے نزدیک دیکھا اور چاہا کہ مُنہ کھول کر امیر کو کاٹے امیر نے اس کی عیال پکڑ کر ایک گھونسا اُس کے سر پہ اس زور سے مارا کہ اُس کا تمام بدن تھرتھرا گیا اور سر آگے ڈال دیا تب امیر نے اُس کا کان پکڑ کے عمر سے کہا کہ بابا اس کی زین مانگ لا۔ عمر ایک خیمے سے اُس کی زین اُٹھا لایا کہ اُس زین میں کل مرصع جڑا ہؤا تھا۔ امیر نے وہ زین اُس مرکب کی پیٹھ پر کس کر باہر شامیانہ کے نکالا اور سوار ہوئے۔ پہلے اُس کو قدم پر لگایا لیکن جب گھوڑے اپنے کو کھلا پایا اور میدان کی ہوا کھائی تو دہانے کو

ڈاڑھ کے نیچے دبا کر صحرا کی ایک طرف بے اختیار چلا ہر چند امیر نے اسکو روکا مگر نہ رُکا۔ تمام روز میں قریب پچاس ساٹھ کوس کے جا پہنچا۔ جب کچھ دن باقی رہا گھوڑا ایک خندق پر پہنچا اور جست کر کے اُس پار گیا لیکن لنگر زبر دست تھا گھوڑے کی کمر ٹوٹ گئی اور مر گیا۔ امیر اُس سے جدا ہو کر ناچار پیادہ پا چلے دو ایک کوس گئے تھے کہ پاؤں میں آبلے ہو گئے اور ماندے ہو کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور جناب ایزدی میں دعا مانگنے لگے کہ اُس بیابان کی ایک طرف سے ایک سوار نمودار ہوا جو نقاب سبز مُنہ پر ڈالے ہوئے تھا امیر کے نزدیک آ کر گھوڑے سے اُترا اور امیر کو کہا خدا کے حکم سے ہم نے تم کو اپنا نظر کردہ کیا کوئی پہلوان تمہارے برابر نہ ہو سکیگا اس پتھر کے نیچے پیغمبروں کے سلاح کا ایک صندوق ہے اُس کو تم اپنے جسم سے لگا لو اور اسحاقؑ نبی کا یہ خنگ گھوڑا ہے اس پر سوار ہو۔ امیر نے اُس صندوق کو کھود کر نکالا اور اُس میں سے اسمٰعیلؑ نبی کا پیراہن پہنا اور ہودؑ نبی کا خود سر پر رکھا اور داؤدؑ پیغمبر کی زرہ گلے میں ڈالی اور یوسفؑ پیغمبر کے دستانے اور صالحؑ نبی کے موزے اور یعقوبؑ پیغمبر کا کمربند اور رستم پہلوان کا خنجر اور الیاسؑ کی دو تلواریں صمصام و قمقام اور گرشاسپ کی ڈھال اور صمصام بن زیمال کا گرز اور سہراب کا نیمچہ اور نوح علیہ السلام کا نیزہ یہ سب سلاح لگا کے اُس گھوڑے پر سوار ہوئے نام اُس گھوڑے کا قیطاس تھا۔ اور نقاب پوش غایب ہوا راوی کہتا ہے کہ حضرت خضرؑ تھے۔ لیکن امیر جس وقت اُس رہب پر سوار ہوئے جہاں تک کوفت تھی سب دور ہو گئی اور مارے خوشی کے جامہ میں نہ سماتے تھے۔ چند روز میں مکہ معظمہ کی طرف آ گئے۔ لیکن یہاں دو کلمہ عمر کے ملاحظہ فرمایئے۔ ایک یہ کہ امیر کے پیچھے جو چلا تھا تو دس کوس تک چلا اور کانٹوں سے تمام پاؤں چھد گئے اور ٹھوکریں لگ کر ناخن اُتر گئے بے ہوش ہو کر گر پڑا خدا کے حکم سے حضرت خضرؑ آئے اور اپنا نظر کردہ کیا فرمایا تجھ سے آگے کوئی نہ چل سکیگا یہ کہکے تشریف لے گئے اور عمر نے اُٹھ کر دیکھا تو آگے سے چوگنی قوت ہوئی ہے اور دوڑ میں دیکھا تو کوئی آگے نہیں چل سکتا خدا کا شکرانہ ادا کیا اور امیر کی تلاش میں چلا تھوڑی دور چلا تھا کہ اس طرف سے امیر اُس شان و شوکت سے چلے آتے تھے۔ جونہی عمر کی نظر امیر پر پڑی اُس سلاح اور گھوڑے کو دیکھ کر حیران ہوا اور کہا اے عرب وہ سوداگر کا گھوڑا کہاں بیچا اور یہ کس کو مار کر سلاح اور گھوڑا اُس کا لے آیا۔ امیر نے کہا خون کرنا کام تیرا ہے میں خضر علیہ السلام کا نظر کردہ ہوا ہوں اور یہ خنگ اسحاقؑ نبی کا اور سلاح سب نبیوںؑ

کے مجھ کو خدا کی جناب سے عنایت ہوئے ہیں۔ عمر نے کہا مجھ کو تب اعتبار ہوئے کہ
گھوڑا پیغمبر کی سواری کا ہے جب مجھ سے آگے نکل جائے امیر نے فرمایا اچھا دیکھیں دوڑ۔
عمر نے کہا کچھ شرط باندھو۔ فرمایا جو تو کہے عمر نے کہا اگر میں اس گھوڑے سے آگے نکل جاؤں
تو دس اونٹ مجھے دیجئے اور اگر یہ بڑھ گیا تو میرا باپ ایک سال تمہارے باپ کے اونٹوں
کو بلا اُجرت چراوے۔ امیر نے قبول کیا لیکن عمر کے نظر پانے کی خبر نہیں رکھتے تھے
گھوڑے کو دوڑایا اور عمر بھی بہ گوش مرکب کے قدم بہ قدم برابر تھے کوئی نہ بڑھ سکتا
تھا۔ لیکن احوال وہاں کا سنئے کہ جب امیر کو وہاں سے گھوڑا لے تھا اور عمر تعاقب امیر
کا کرکے گیا تو لوگوں نے یہ خبر خواجہ عبد المطلب کو دی وہ گریبان چاک کئے ہوئے
مع خویش و اقربا کے روتے ہوئے باہر نکلے اور میدان کی طرف دیکھنے لگے ناگہاں بیابان
کی ایک سمت سے گرد اُٹھی اور مقراضِ باد نے گرد کا گریبان چاک کیا دامنِ گرد منکشف
ہونے پر سب کی نظر جونہی امیر اور عمر پر پڑی تو دیکھا کہ امیر بشوکت تاجدارانِ عرب تمام
نبیوں کا لباس پہنے ہوئے سیاہ قیطاس مرکبِ اسحاق نبی پر سوار اور جلو میں عمر
عیار قدم طراز کئے ہوئے برابر اُس خنگ کے چلا آتا ہے (راوی نے لکھا ہے کہ عمر اور
سیاہ قیطاس دوڑ میں برابر تھے) عبد المطلب کی نگاہ جونہی امیر پر پڑی مارے خوشی کے عجیب
حالت ہوئی۔ امیر گھوڑے سے اُتر کر باپ کے قدم بوس ہوئے۔ خواجہ نے چھاتی سے لگایا
اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ شہر میں ہر ایک کو امیر کے آنے کی خوشی ہوئی لیکن مقبل
وفادار نے دیکھا کہ امیر اور عمر دونوں نے نظر پائی جی میں کہا کہ امیدان دونوں نظر کردہ میں
کیونکر رہیگا بہتر یہ ہے کہ نوشیرواں کی خدمت میں حاضر ہو جیئے وہاں سب کی عزت
برابر ہے۔ یہ کہہ کر شہر سے باہر نکلا اور مدائن کی طرف چلا۔ چار ایک کوس جا کر نہایت
ہی ماندہ ہوا اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور جی میں کہنے لگا کہ اس زندگی سے تو مرنا
بہتر ہے کہ یوں ذلیل ہوتے پھریں یہ تصور کرکے اُس درخت پر چڑھ کر ایک شاخ پر
جا بیٹھا اور کمر سے پٹکا کھول کر اُس کے سرے کو اپنے گلے میں پھانسی لگائی اور دوسرا
سرا درخت کی پھننگ سے باندھ کر کود پڑا اور لٹکنے لگا آنکھوں میں دم آگیا۔ قریب
تھا کہ جسم سے روح انتقال کرے کہ وہیں اُس میدان میں ایک شہسوار پیدا ہوا کہ
زمین سے آسمان تک۔ اُس پر ایک نور کا طبقہ تھا اس شہسوار نے مقبل کے پاس آکر
ایک انگشت کا اشارہ کیا کہ وہ کمر بند بیچ سے ٹوٹا اور مقبل زمین پر گرا۔ اس سوار نے
مقبل کو اُٹھایا اور پانچ تیر اور ایک کمان دی اور کہا تیر اندازی میں تجھ کو ہم نے

اپنا نظر کردہ کیا اس کسب میں تو بادشاہ ہوگا۔ مقبل نے ہوش میں آکر عرض کی کہ
کوئی اگر پوچھے کہ تو کس کا نظر کردہ ہے تو کیا بتلاؤنگا۔ فرمایا کہ کہیو اَسَدُ اللّٰہِ الغَالِب
کا۔ یہ کہہ کر مقبل کی نگاہ سے غایب ہو گئے۔ مقبل وہ تیر و کمان لے کر شاد ہوا اور دیکھا
تو آگے سے دس درجہ قوت زیادہ ہے مکہ کی طرف پھرا وہاں عمر اور امیر نے مقبل کو
جو نہ دیکھا گھبرا گئے اور نہایت فکرمند ہوئے کہ کہاں گیا۔ اسی میں مقبل آیا اور اپنے
نظر پانے کی سنائی۔ امیر اور عمر نے اُس کو گلے سے لگایا اور باہم رہنے لگے۔ راوی
کہتا ہے کہ بعد نظر پانے کے ایک روز امیر اور عمر اور مقبل یہ تینوں جوان نو خاستہ کہ
ساتواں برس ان کو شروع تھا امیر ایک روز بازار کی سیر کے واسطے نکلے دیکھا تو لوگ
خزانہ تحصیل کر رہے ہیں اور شہر کے آدمیوں کو باندھتے ہیں۔ امیر نے عمر سے کہا
کہ دریافت کر یہ کون ہیں۔ عمر نے دریافت کیا کہ سُہیل یمنی ایک سردار بے نظیر شان
کا ہے وہ یمن کا ہے اور اُس کے سپاہی خزانہ تحصیل کر رہے ہیں۔ امیر کو بُرا
معلوم ہؤا۔ عمر سے کہا کہ ہم نوشیرواں سے تعلق رکھتے ہیں یہ کون ہے جو یہاں
سے خراج لینے آئے ان کو منع کرو اور روپے جو جمع کئے ہیں اُن سے پھیر لو۔ عمر
نے جا کر اُن آدمیوں کو منع کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم ایسے لڑکوں کے کہنے سے
چھوڑ دیں تو بس سپاہ گری کر چکے۔ امیر کو یہ بات بد معلوم ہوئی فرمایا ان کو
مارو اور روپیہ چھین لو۔ وہ بھی دو اڑھائی سو آدمی تھے لڑنے کو مستعد ہوئے۔
امیر بھی انبیا کے سلاح پہن کر سیاہ قیطاس پر سوار ہوئے عمر عیار اور مقبل وفادار
اور اکثر یار جو تھے ہمراہ لے کر اُن لوگوں کے ہاتھ اور ناک وکان کاٹے اور روپے جو
اُنہوں نے جمع کئے تھے چھین کر جن کے تھے اُن کو واپس دیے اور وہ سب بھاگ کر
سہیل یمنی کے خیمہ کی طرف چلے اور مکہ کے لوگ دیکھ رہے تھے کہ بہت سے آدمی
زخم کھائے ہوئے بھاگے آتے ہیں اور اُن کے پیچھے کوئی چلا آتا ہے۔ یہ زخمی تو
اندر خیمے کے گھس گئے اور اپنا احوال کہنے لگے۔ اتنے میں امیر بھی اپنے آدمیوں سمیت
آن پہنچے سہیل یمنی کی نظر جو امیر پر پڑی تو وہ ایک عجیب نوجوان خورد سال مثل آفتاب
کے دکھائی دیا جو ہتیاروں میں غرق ایک ایسے گھوڑے پر سوار تھا کہ چشمِ فلک نے
بھی ویسا کبھی نہ دیکھا ہوگا امیر کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا یہ سلاح اور گھوڑا مجھے
دے کہ معاف کروں ورنہ تو نے جو شاہِ یمن کے حکم کو عدول کیا اور اُس کے آدمیوں
کو مارا ہرگز جیتا نہ بچیگا۔ امیر نے فرمایا او مردک جو تجھ سے ہو سکے قصور مت کر۔ جب

تو اُس کو آگ سی لگ گئی تلوار کھینچ کر امیر پر جھپٹا امیر نے قدم آگے بڑھا کے اُس کا قبضہ پکڑ لیا اور تلوار ہاتھ سے نکال کے دوسرا ہاتھ کمر میں دیکر اُس کو اٹھا لیا اور زمین پر پٹکا۔ عمر نے حلقہ کمند کشادہ کرکے اُس کے گلے میں ڈالا اور باندھا۔ دس ہزار سوار اُس کے ہمراہ آئے تھے سب مسلح ہو کر تیار ہوئے اور امیر کو مع ہمراہیوں کے گھیر لیا۔ لیکن امیر مع یاران اُنسے جنگِ رستمانہ کرنے لگے قریب ڈیڑھ ہزار سوار کے مارے گئے اور ہزار آدمیوں کو مسلمان کیا اور جو باقی رہے انہوں نے یمن کی راہ لی اور اُن کا مال و اسباب امیر کے ہاتھ لگا۔ سہیل یمنی بھی مسلمان ہوا۔ امیر نے اُس کو کھول کے گلے سے لگایا اور اپنے برابر بٹھلایا۔ اس روز عمر اور مقبل نے امیر کو ایک تخت پر بٹھلایا اور نذر دی اور سب یاروں نے بھی دعا دی پھر کہا آج سے غلاموں نے آپ کو اپنا امیر کیا۔ امیر نے مسکرا کر سب کی نذر لی۔ اور جب امیر مع ایک ہزار یمنی سوار نو مسلم کے شہر میں داخل ہوئے تمام عالم تماشا دیکھنے کو نکلا۔ امیر نے پہلے طواف بیت اللہ کی شرائط ادا کیں پھر گھر میں جاکر اپنے باپ کے قدم بوس ہوئے اور نذر اُس فتح پانے کی خوشی کی اور امیر ہونے کی نذر گذرانی۔ فرمایا بابا ہم کو تمہارے دیکھنے کی ہر دم خوشی ہے لیکن ظاہر میں یہ دونوں باتیں خوب نہ کیں۔ اور اس کا رشک کرینگے اور دشمن ہوینگے۔ اور بادشاہ یمن سے جو بگاڑا خوب نہ کیا وہ چالیس ہزار سوار کا مالک ہے مبادا اگر چڑھ آوے تو سخت مشکل ہو۔ امیر نے عرض کی کہ خدا کی توفیق اور آپ کی دعا سے اُس کو یہاں کب آنے دیتا ہوں۔ آگے ہی جاکر اُس کو مع ملک مسخر کرتا ہوں۔ خواجہ نے بہت سا سمجھایا لیکن امیر رخصت ہوئے۔ اور ہزار سوار کی جمعیت سے ملک یمن کی طرف روانہ ہوئے دوسری منزل تھی کہ امیر فوج سے جدا ہو کے عمر عیار کو ہمراہ لے کر چلے راہ میں کیا دیکھا کہ سنگ مرمر کے ایک تختہ پر گیارہ برس کے سن و سال کا ایک نوجوان فقیرانہ لباس پہنے ہوئے بیٹھا ہے امیر کو اُس پر رحم آیا کہ ایسا جوان فقیر ہو اُس کے برابر آکر سلام علیکم کی اور کہا یہ تمہاری عمر اور جمال باعث اس وضع کا کیا ہے۔ اُس نے کہا کہ صاحبان اس کے پوچھنے سے آپ کو کیا حاصل۔ میں ایک ایسی درد رکھتا ہوں کہ جس کی دوا نہیں۔ امیر نے کہا درد مرگ کی دوا نہیں ہے اور سب دردوں کی حق تعالیٰ نے دوا بنائی ہے شاید اُس کی دوا میرے ہاتھ سے ہوئے۔ اُس نے جو امیر کی اس قدر شفقت دیکھی تو کہا کہ میں شاہ مغرب کا بیٹا ہوں منظر شاہ یمنی کی بیٹی پر عاشق ہو کر نکلا ہوں۔ اُس کو جو شخص سنتا ہے فریفتہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ بادشاہزادی کہ جسے تاجدار جسکا نام ہے جو شخص اُس سے میدان

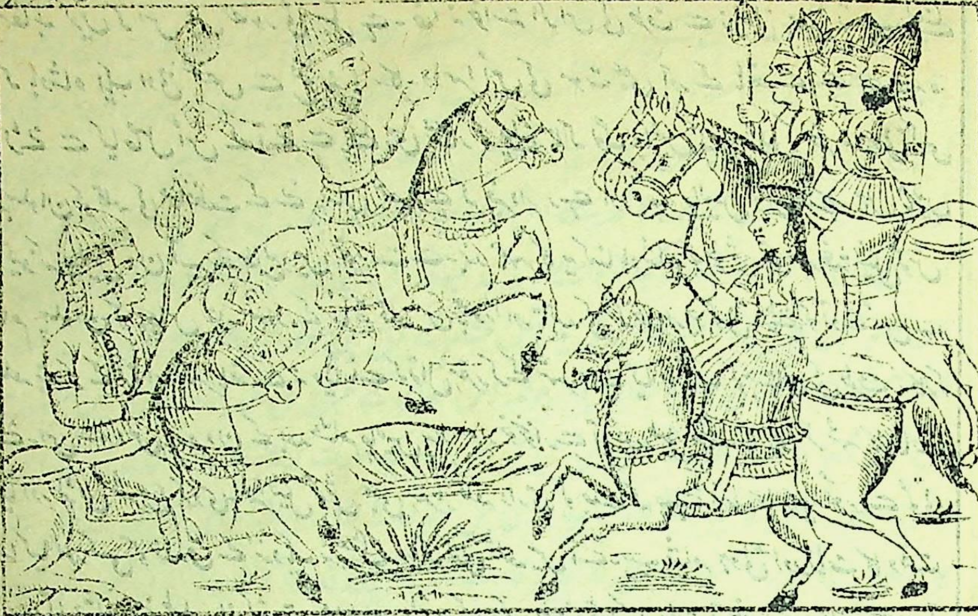
ہیں نکل کر چوگان بازی کرتا ہے وہ اُس سے گو نے سبقت لے جاتی ہے اور اُس کا باپ اُس جوان کا سر کاٹ کر قلعہ کے کنگرے پر رکھوا دیتا ہے۔ میں نے اسمیں اپنے تئیں یہ جرأت نہ پائی۔ یہاں فقیر ہوکر بیٹھا ہوں۔ امیر نے کہا اگر خدا نے چاہا تو میں اُس معشوق کو تمہارے زیر کرونگا۔ اور نام اس جوان کا سلطان بخت مغربی تھا مسلمان ہوا اور امیر کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ امیر نے اُس کو چھاتی سے لگایا۔ اور باورچی خانہ ونقار خانہ اور اصطبل کا اسباب اور ایک خیمہ اُس کو عنایت فرمایا اور اُس روز وہاں مقام کیا۔ دوسرے دن کوچ کرکے روانہ ہوئے۔ منزل بہ منزل چلے جاتے تھے کہ ایک روز اسی طرح امیر لشکر سے جدا ہو کر جنگل جنگل جاتے تھے کہ امیر کی نظر ایک جوان پر پڑی جو شیر کے چمڑے کا ٹوپ سر پر اور شیر کی کھال گلے میں پہنے ہوئے اور آہنی زنجیر کمر پر بندھی ہوئی اور ایک شیر سامنے بندھا ہے۔ امیر نے اس کو اپنا ہم عمر دیکھا تو برابر آکر اُس سے پوچھا کہ اے جوان تو کون ہے اور یہ لباس کیوں اختیار کیا۔ اُس نے کہا میرا نام طوق بن حیران حرامی ہے اس جنگل میں رہتا ہوں جو شخص اِدھر سے گذرتا ہے اس پر شیر کو چھوڑ دیتا ہوں یہ شیر اُسے مار ڈالتا ہے اور میں اُس کا مال و اسباب لے کے بازار میں جاکر بیچتا ہوں اور اُس کی قیمت سے اپنی اوقات بسر کرتا ہوں۔ امیر نے کہا حیف ہے کہ تجھسا جوان یہ پیشہ اختیار کرے اور کچھ میسر نہ ہو تو گدائی کرے تو اس سے وہ خوب ہے کہ بزرگان خدا کو بیگناہ مارنا۔ اُس نے کہا اے جواں مجھ کو تجھ پر ترس آتا ہے اپنا لباس اور گھوڑا میرے حوالے کردے نہیں تو شیر کو چھوڑتا ہوں۔ امیر ہنس کر کہنے لگے میں بھی اس شیر کا منتظر ہوں اُس نے شیر کے گلے سے پٹہ نکال لیا اور امیر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ شیر امیر پر لپکا۔ امیر نے نیزے سے اُٹھا لیا اور اُس جوان کے اوپر پھینکا۔ اس نے جو یہ زور اور قوت امیر کی دیکھی تو تلوار کو نیام سے کھینچ کر امیر پر دوڑا۔ جونہی نزدیک آیا امیر نے وہی نیزہ عصا وار اُس کے شانوں میں اس زور سے مارا کہ وہ گرا اور پھر اُٹھ کر چلا اور امیر بھی گھوڑے سے اُترے اور اُس کے برابر جاکے ایک ہاتھ سے اُس کی گردن پکڑی اور دوسرا ہاتھ کمر بند میں ڈال کر سر سے بلند کیا اور چاہا کہ زمین پر مارے اُس نے امان طلب کی امیر نے اُس کو مسلمان کیا اور بہت خوش ہوئے۔ اُس روز لشکر وہیں اُترا اور امیر نے طوق بن حیران کے لئے اسباب جدا کیا اور اس کو اپنا علم بردار کیا۔ دوسرے دن یمن کی طرف چلے۔ یمن کا قلعہ جب پانچ کوس رہا تو وہاں اُترے لیکن یمن میں منظر شاہ یمنی نے جو اپنے لوگوں کے مارے جانے اور سہیل یمنی کے مع دس ہزار سوار مسلمان ہونے کا احوال سُنا تو اپنے بیٹے نعمان کو دس ہزار سوار سے قلعہ کی حفاظت

کو چھوڑا اور باقی فوج اپنے ساتھ لے کر مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن امیر اور راہ سے گئے۔ امیر نے ایک خط لکھ کر نعمان کو بھیجا کہ میں خواہندۂ مغربی ہوں اور ہملسے تاج دار کے وصل کی خواہش کے واسطے آیا ہوں وہ اپنی شرطیں مجھ سے کہے کہ میں ادا کروں۔ یہ خط جب نعمان کے پاس گیا اس نے پڑھ کر اپنی بہن سے یہ حال کہا۔ اُس نے کہا کہ میدان کو ہموار کرو صبح کو اُس سے سلاح بازی کرکے سزا دونگی۔ اُس نے امیر کے پاس جواب بھیج امیر چوگان بازی کا نام سنکر نہایت شاد ہوئے۔ اور ادھر نعمان بن منظر ہزار سوار سے باہر گیا اور طبل جنگ کا حکم ہوا اور اودھر امیر کے لشکر میں بھی طبل اور نقارے بجنے لگے۔ تمام رات دونوں لشکروں میں جنگ کی تیاری رہی۔ امیر اس رات یاروں کو ہمراہ لے کر شب بیدار رہے۔ عمر عیار ہاتھ میں جام شراب کا لے کر امیر کو پلانے لگا۔ اس وقت روشنی ماہتاب میں سابر کی بڑی بڑی قناتیں جو خیمہ کے روبرو تھیں کھول ڈالیں۔ صرف ایک نم گیر اطلس کا جس میں کلابتوں کی ڈوریوں سے بادلے کی جھالر لگی ہوئی تھی الماس تراش استادوں پہ کھڑا ہوا تھا اس چاندنی رات میں میدان کا عالم اور ابتدائے برسات کی ہوا مطلع صاف مگر کہیں کہیں سفید سفید ابر کی لکیر چاند کی روشنی میں فلک پر نمایاں اور موج دریا کی صدا اور ہوا کا سناٹا اور لشکر کی دھوم کوس و نقارے کی آواز یہ سب کچھ بھلا معلوم ہو رہا تھا اُس وقت نشہ شراب میں کہ جس کے اثر سے نرگسی آنکھوں میں سرخ ڈورے جیسے برگِ گل پر رگِ گل کا عالم ہوتا ہے نمایاں تھے خیال آیا اور اُسی حالت میں عمر کو فرمایا کہ تم اب جام اور شیشہ کو رکھ دو اور ہتیار منگا لو۔ عمر نے اُس وقت امیر اور یاروں کے ہتیار منگوائے اور سان دینے لگے۔ غرض اسی طرح تمام رات گذری۔ صبح کو نعمان بن منذر دس ہزار سوار کی جمعیت سے مستعد ہوکر اور تمام سلاح لگا کر میدان میں کھڑا ہوا۔ اُس طرف سے سلطانِ صاحب قران امیرِ حمزہ نام دار ہزار سوار کی جمعیت سے مستعد ہو گئے۔ نبیوں کے تمام سلاح زیب تن کرکے مرکب سیاہ قیطاس پر سوار ہوئے۔ اور طوق بن حیران حرامی ہاتھ میں علم لئے ہوئے اور اُس کا سایہ امیر کے سر پر کئے ہوئے۔ اور امیر کے داہنے ہاتھ سلطان بخت مغربی جواہر نگار ہتیاروں میں غرق اور بائیں ہاتھ سہیل یمنی اور پیچھے مقبل وفادار دو ترکش قزاق ایک گھوڑے سے لگائے ہوئے اور ایک کمر بند سے کمان ہاتھ میں لئے ہوئے اور جلوس میں آگے عمر عیار پیک نام دار خنجر گذار چست و چالاک بنا ہوا اسی طرح آہستہ آہستہ آگے بڑھے۔ جب سورج کی کرنیں نکلنے لگیں تو اُس وقت نعمان کی فوج کے مقابل جا کھڑے ہوئے۔ لیکن عمر نے اس قرینے سے صفیں استادہ کی تھیں کہ وہ ایک ہزار بھی چار ہزار سے کم نہ معلوم ہوتے تھے۔ اور اُس وقت ہلکا ہلکا خفیف سا کچھ ابر بھی آسمان پر

چھایا ہوا اور سبزہ میدان کا بھلا معلوم ہوتا تھا اور ہوا کی خنکی اور دونوں فوجوں کے بان و نشان پھراتے ہوئے۔ زرہ جوشن کی تیرگی گھوڑوں کا ہنہنانا نقیبوں کی صدا اُسوقت سب کے سب ملکہ ہمائے تاجدار کے منتظر کھڑے تھے کہ قلعہ کی طرف سے ایک جواہر پوش سوار نکلا گویا یہ مرکب جواہرات کے دریا میں سراسر غوطہ مارے غرق تھا۔ مگر منہ پر سبز زمرد کی ایک نقاب پڑی ہوئی مع سپر تلوار خنجر ترکش کمان پُر مسلح ہے اور ایک چوگان ہاتھ میں لئے ہوئے مانند شعلۂ آتش آیا اور مسلمانوں کی طرف منہ کرکے آواز دی کہ خواہندہ مغربی کہاں ہے میدان میں آئے کہ اُس کا کسب و ہنر دیکھ لوں۔ اُس کے یہ سننے کے ساتھ ہی امیر نے خنگ اسحاق نبیؑ کو ران میں گد گدایا اور مرکب مثل برق میدان میں آیا اور اُس کے برابر آکے کہا او معشوق تو نے جو یہ شہرہ پیدا کیا ہے اُس کا کمال دیکھتا ہوں۔ اُس نے آتے ہی اپنے عیار کو اشارہ کیا اُس نے ایک گیند میدان میں ڈالا اُس معشوق نے چوگان کو گوئے سے آشنا کیا اور میدان سے لے چلی امیر نے تامل کیا اور آدھے میدان سے گذر گئی۔ تب تو امیر نے بھی چوگان عمر کے ہاتھ سے لے کر سیاہ قیطاس کو میدان میں ڈالا اور برابر آکر اُس کے گیند کو چوگان مارا اور میدان کی طرف پھیرا اُس معشوق نے نقاب کھول کر سر پہ ڈالی اور امیر کو کہا میری طرف دیکھ۔ امیر کی نگاہ جوں ہی اُس پر پڑی دیکھا تو واقعی اس معشوقہ کے حسن و جمال کی لاثانی بجلی کے سامنے آفتاب اور مہتاب بھی شرمندہ ہیں ایک سکتہ کی حالت ہوگئی۔ اُس معشوقہ نے یہ حالت دیکھ کر گھوڑے کو جولان دیا اور گیند کو چوگان سے لے چلی۔ امیر نے دفعۃً ہوش میں آکر اپنے مرکب کو بھی ایڑھی دی اور کہا او طنازہ معلوم ہوا اسی طرح تو مردان عالم کو فریب دیکر شرط جیت لیتی ہے لیکن میں ہرگز تیرے حسن کا فریفتہ نہیں ہوا میرے ہاتھ سے کہاں جا سکتی ہے یہ کہہ کر چوگان کو گیند پر لگائے اور میدان کی طرف لے چلے۔ ہمائے تاجدار نے ہر چند چاہا کہ گیند تک پہنچے لیکن امیر لے ہی گئے اور فرمایا ہاہا اب کیا کہتی ہے کہا ایک مرتبہ پھر آزمایئے۔ امیر نے گیند اُس طرف پھینک دیا اور وہ اس دفعہ مثل ہوا کے لے چلی امیر نے بھی گھوڑا دیا کر گیند کو پھیرا۔ وہ حمزہ کو گیند کی طرف مصروف دیکھ کر بھاگی اور چاہا کہ صف میں جائے۔ امیر کی نظر اُس پر پڑی گیند کو اُس پر چھوڑ کر اُس کے برابر گئے اور کمر بند پکڑ کر گیند سمیت اُٹھا لیا اور لا کر عمر کے حوالہ کیا۔ اُس نے کمند سے ہاتھوں کو باندھ لشکر کی راہ لی۔ یہ حالت نعمان نے دیکھتے ہی فوج کو حکم کیا کہ اس جوان نے غضب کیا سب مل کر اس کو مار لو۔ یہ سُنتے ہی دس ہزار فوج سپر و تلوار و خنجر لئے ہوئے امیر صاحب قران پر ٹوٹ پڑی۔ امیر بھی داہنے ہاتھ میں تلوار اور بائیں میں سپر لئے لشکر کفار میں ایسے گھسے جیسے شیر درندہ بکریوں میں در آتا ہے اور سب بھاگتی ہیں سب پیٹھ کو پھیر کے بھاگنے لگے اور امیر کے رفیق

بھی امیر نے ہزار سوار کی فوج سے امیر کی مدد کے لئے اُس دس ہزار سوار پر جا گرے اور تلوار چلنے لگی۔ وہ جس کافر کے سر پر تلوار مارتے تا بہ کمر زنجیر کاٹتی جس کی کمر میں لگاتے مانند خیار کے قلم کرتی جس کی گردن پر ہاتھ چھوڑتے سر مع ایک طرف کے ہاتھ کے جدا ہوتا۔ غرض کہ امیر کے پہلوان دجنگ آزمائے ہردم نعرہ کناں سر ہائے کافراں مانند گوشۂ ٹلطاں۔ خون لاشے رواں مانند آب جوئی رواں۔ دونوں فوجوں کا عالم جیسے گھٹا سی چھائی بجلی کی مانند تلوار کی چمک اور خون کا تقاطر۔ یہاں تک کہ ہر ایک کے چہرے پر لہو کے چھینٹے برستے ہوئے اور تلواروں کی دھاروں سے خون بہہ کر قبضوں کے پاس آکر ٹپکتا۔ غرض جس وقت نعمان نے آکر امیر کے سر پر تلوار لگائی امیر نے سپر پر روکی اور کمربند میں ہاتھ ڈال کر اُسے اُٹھایا اور عمر کی طرف پھینکا۔ اُس نے حلقہ کمند سے اُسے باندھا باقی لوگ شکست کھا کر شہر میں بھاگ گئے۔ نعمان نے امان مانگی اور مسلمان ہوا۔ امیر نے اُسے بلوا کر خلعت دیا اور چھاتی سے لگایا۔ یمن میں جتنی خلقت تھی نعمان نے سب مسلمان کی اور امیر کو شہر میں لے گیا امیر نے ہمائے تاجدار کو مسلمان کر کے محل میں بھیجا۔ اب اُدھر کا حال سنئے کہ منظر شاہ جو مکہ کو جا رہا تھا اُس کو راہ میں یہ خبر پہنچی کہ شہزادہ اور ہمائے تاجدار مع سپاہ حمزہ کے ہاتھ سے مسلمان ہوئے اور قلعہ بھی اپنے تخت سے گیا ناچار وہاں سے پھرا اور یمن میں آکر دیکھا تو تمام باشندگان مسلمان ہوئے ہیں اور قبضہ و تسلط حمزہ کا ہو گیا ہے سوچا کہ بجز کارزار کام نہ چلیگا اور تخت و قلعہ ہاتھ نہ آئیگا۔ آخر کار جو فوج اُس کے ساتھ تھی اُس کو لڑائی پر مستعد کر کے طبل جنگ بجوا دیا۔ دوسرے دن میدان میں آکر لڑا۔ اور مسلمان ہوا۔ امیر نے اُس کا ملک اُسی کو بخشا۔ وہ قدم بوس ہوا اور امیر کی ایک مہینے تک دعوت کی اور خوب جشن پر جشن ہوتے رہے ؁

ہمائے تاجدار و خسر شاہ یمن کا امیر حمزہ سے چوگان بازی کرنا اور امیر نے بازی لے جانا اور ہمائے تاجدار کو گرفتار کر کے عمر کے حوالہ کرنا۔ پھر شہزادہ نعمان اور منظر شاہ نے امیر سے جنگ کرنا اور شکست پا کر مسلمان ہونا ؁



بعد اس کے امیر نے ہاتھ کا جیدار کو بلوا کے سلطان بخت مغربی کے حوالے کیا وہ امیر کی یہ باتیں سنکر
حیران ہوا اور عرض کی کہ ابھی یہ اپنے باپ کے پاس گھر رہے کیونکہ میری خاطر جمع نہیں جب آپ
شادی کیجیے گا بندہ بھی تب ہی کریگا۔ بعدہ امیر شاہ منظر سے رخصت ہونے لگے اُس نے کہا
آپ کے قدم چھوڑ کر اب غلام کہاں جا سکتا ہے بلکہ ارادہ رکھتا ہے کہ در رکاب سعادت کے
ہمراہ رہوں۔ شاہ منظر نے اپنے بیٹے کو ساتھ لیا اور دس ہزار جنگ آزمودہ ہمراہ لیے اور وہاں
اپنی طرف سے ایک نایب شہر میں چھوڑا اور امیر کے ہمراہ طرف مکہ کے روانہ ہوا۔

چھٹی داستان

یہاں دو کلمہ داستان ہشام بن القمہ خیبری کے ملاحظہ کیجیے کہ خیبر میں اس کا تولد ہوا جب کہ
گیارہ برس کا ہوا۔ ایک روز خیبر کی سیر کی خاطر نکلا تھا کہ نوشیرواں کی طرف سے کچھ لوگ
آئے ہیں اُس کو جب معلوم ہوا کہا جہاں ابھی ہوں وہاں خزانہ کون لے جاوے۔ ان لوگوں میں سے بعضوں کے ہاتھ
پاؤں اور ناک کان کاٹ کر شہر سے نکال دیا اور لوگوں کو کہا خزانہ ہمارے واسطے لاؤ کہ فوج جمع کر کے
نوشیرواں کو دباؤں۔ اس کے کہنے کے بموجب لوگ اس کے پاس خراج حاضر کرتے تھے۔ اس نے چند روز
میں فوج جمع کی اور مدائن کی طرف چلا۔ راہ میں جو قصبہ یا گاؤں یا شہر ملتا اُس کو لوٹ کر بے چراغ
کرتا۔ چالیس ہزار آدمی غرق آہن فولاد ساتھ لیتے ہوئے مدائن کے قریب جا پہنچا۔ یہ خبر بادشاہ کو ہوئی
اور بزرجمہر سے مشورت پوچھی کہ اس کا کیا علاج کریں اور ہمارا ارادہ ہے کہ خود سپاہ لے کر نکلیں اور
اُس کو ماریں۔ بزرجمہر نے کہا کہ آپ کو ہرگز یہ مناسب نہیں ہے کہ اُس بے نام و نشان کم جمعیت کا

مقابلہ کریں کہ اس میں حضور کی سبکی ہے۔ خدا نہ خواستہ اگر اُس کی طرف سے زیادتی ہوئی تو سب کہینگے کہ بادشاہ ایک ادنیٰ شخص سے فتح نہ پا سکا۔ دوسرا اُس کی موت بھی اور کے ہاتھ سے ہے بے فایدہ لڑنے سے کیا حاصل اُس کے آنے سے پہلے ہی شکار کو چلیئے تاکہ لوگ جانیں کہ بادشاہ کو خبر نہ ہوئی کسی پہلوان کو قلعہ کی محافظت کے لئے یہاں چھوڑیے کہ خبردار رہے اور آپ چالیس دن شکار میں ٹالیں کیونکہ چالیس دن آپ کے طالع میں نحوست ہے۔ بزرجمہر کا یہ کہنا بادشاہ کو خوش آیا اور عنتر فیل گوش نام پہلوان کو پچاس ہزار سوار کے ساتھ قلعہ میں چھوڑا اور تاکید کی کہ خبردار جو کوئی لڑنے کو آوے اُس سے قلعہ بند کرکے لڑنا اور شہر ہاتھ سے نہ دینا۔ اُسے کوتوال مقرر کرکے شہر حوالے کیا اور آپ کوہستان کی طرف شکار کو گئے۔ اس سے دس بارہ دن کے بعد حشام چالیس ہزار سوار خونخوار سے آیا اور طبل جنگ کا بجوا کر شہر کا محاصرہ کیا اور لڑائی شروع کردی۔ عنتر فیل گوش بھی شرط قلعہ داری کو جیسا کہ چاہئے تھا بجا لایا۔ اوپر سے گولی مارا کیا اور کسی کو خندق کے نزدیک نہ پھٹکنے دیا کہ کوئی قلعہ میں آئے۔ جب شام ہوئی اور رات کا وقت قریب آیا حشام نے طبل بازگشت بجوایا اور مدائن کی ایک طرف ڈیرا کیا۔ رات تو غصہ میں کاٹی صبح ہوتے ہی جنگ کا کوس ونقارہ بجوایا اور شہر مداین کے لینے کو میدان میں آکھڑا ہوا۔ راوی کہتا ہے کہ اُس روز عنتر فیل گوش کے دل میں خیال آیا کہ میں سپہ گری میں اس گبر سے کم نہیں ہوں میدان میں نکل کر اُس کو کیوں جواب نہ دوں کہ بادشاہ کے سامنے نام ہو یہ خیال کرکے مسلح ہوا اور شہر کا دروازہ کھول کر پانچ ہزار سوار سے باہر نکلا اور قلعہ کی طرف پشت کرکے حشام کی فوج کے مقابل کھڑا ہوا۔ حشام کی نظر جونہی اُس پر پڑی بے اختیار قہقہہ مار کر ہنسا اور کہنے لگا کہ اجل اس کا گریبان پکڑ کر میرے سامنے لائی ہے بیچارہ آپ سے نہیں آیا۔ اپنے لشکر کو وہیں چھوڑ اور اپنے کرگدن کو دوڑا کے اُس کے برابر آیا اور کہا کیا قصد ہے۔ عنتر فیل گوش نے جواب دیا او گبر بیچے یہ کیا فکر تیرے دل میں سمائی ہے کہ بادشاہ ہفت کشور کی دشمنی کا دروازہ تو نے اپنے اوپر کھولا ہے اس سے درگذر نہیں تو مارا جائیگا تیرے لئے فرماں برداری اور تقصیر کا معاف کرانا بہتر ہے۔ حشام نے کہا میں تیرے بادشاہ سے اس ملک کا خراج بزور شمشیر لونگا۔ عنتر حشام کی اس گفتگو سے بھڑکا اور نیزہ جو ہاتھ میں تھا حشام کے سینے میں مارا۔ اُس نے ہاتھ بڑھا کے نیزہ کی گردن پکڑ لی اور بزور چھین لیا۔ اور وہی نیزہ عنتر کی چھاتی پر ایسا مارا کہ نیزہ کی نوک پشت عنتر چھید کر پار ہو گئی۔ حشام نے اُس جوان کو صدر زین سے اُکھاڑ کر زمین پر مارا اور اپنے لشکری لے کر عنتر کے پانچ ہزار سپاہیوں پر جا پڑا۔ وہ شکست کھا کے قلعہ کی طرف بھاگے اور ان کے تعاقب میں حشام بھی اپنے چالیس ہزار سوار سمیت ستو در کشادہ شہر میں داخل ہوا اور حکم کیا کہ شہر کو تاراج کرو اور ہم نے تمام شہر کی لوٹ اپنی فوج کو معاف کی۔ حشام کے سب آدمی محلوں میں گھس گئے اور لوٹ مچادی اور ستر مرد و زن بھی اسیر کئے۔ حشام تاج و تخت اور تمام سامان و اسباب سلطنت پر قابض ہوا اور یہ

سب کچھ مع تخت و تاج کے اطا بہ جلوس لے کر شہر سے نکلا اور مقام کیا۔ دوسرے دن کوچ کرکے روانہ ہوا۔ کئی ایک منزل کے بعد اس نابکار کا لشکر ایک دوراہے پر وارد ہوا جہاں سے ایک راہ خیبر کو اور دوسری مکہ کو جاتی تھی۔ مفسد لوگ جو اس کے ہمراہ تھے انہوں نے کہا کہ آپ کو مکہ میں جانا بھی نہایت ضروری ہے کیونکہ وہاں مسلمانوں کے خدا کا گھر ہے اس کو خراب کرنا لازم ہے کہ کچھ کام اپنے دین کا بھی ہو۔ اور نوشیرواں کا ملک جو غارت کیا تو واسطے دنیا کے کیونکہ وہ بھی تیری طرح بت پرست ہے اس میں کوئی بھی کام عقبیٰ کا نہ ہوا۔ مفسدوں کی یہ باتیں حشام کے دل میں معقول معلوم ہوئیں۔ کہا سچ کہتے ہو۔ یہ لشکر لے کر مکہ کی جانب روانہ ہوا۔ چونکہ اس ملعون کے خروج کی خبر تمام جہان میں مشہور ہو گئی تھی قضا را مکہ والوں نے بھی سن لیا کہ اس شہر کے غارت کرنے کا ارادہ کرکے آتا ہے اس دہشت سے ہر شخص کانپ اٹھا اور جناب باری میں دعا کرنے لگا کہ بار خدایا اس ناپاک کے ظلم سے بچا۔ بارے ان کی دعا مستجاب ہوئی اور قادر قدرت نما نے اپنی قدرت کو ظاہر فرمایا کہ اسی روز امیر حمزہ نامدار با لشکر جرار یمن سے مکہ میں تشریف لائے اور زیارت بیت اللہ کی کرکے باپ کی قدم بوسی کو گئے۔ عبدالمطلب نے اپنے فرزند کو دیکھتے ہی جناب ایزدی میں شکرانہ کیا اور امیر کو چھاتی سے لگا کر یمن کے فتح کرنے کی مبارکباد دی۔ گفتگو کے بعد سلطان صاحب قران کے چہرے پر نگاہ کرکے بے اختیار مانند ابر نو بہار زار و نزار رونے لگے۔ امیر نے عرض کی کہ اے پدر بزرگوار آج حق تعالیٰ نے مجھ کو صاحب فتح و ظفر کیا ہے کہ ملک یمن کا میرے تصرف میں آیا ہے چاہئے کہ آپ کو خوشنودی ہو رونے کا سبب معلوم ہوتا کیا ہے۔ فرمایا خدا تم کو ہمیشہ صاحب حشمت رکھے میری یہی خوشی ہے کہ تم ہمیشہ صاحب اقبال رہو۔ اس گریہ کا موجب یہ ہے کہ حشام بن القمہ خیبری نے تمہاری دشمنی پر پوری کمر باندھی ہے جبکہ نوشیرواں اس کی برابری نہ کرسکا اور وہ مدائن کو غارت کرکے شاہ ہفت کشور کی سلطنت کا اثاثہ لئے اب اس شہر پر آتا ہے دیکھیں ہم لوگوں کا کیا حال ہوتا ہے۔ امیر نے کہا اے قبلۂ حاجات آپ خاطر جمع رکھیں کہ عنایت الٰہی سے کچھ نہ ہوگا۔ وہ شیطان سیرت ہر چند کہ آپ کے فرزند سے زور آور اور صاحب لشکر ہے پر آپ خاطر جمع رکھیں کہ اس کو واجبی گوشمالی دونگا کہ پھر کبھی بادشاہ کی خدمت میں ایسی حرکت نہ کرے۔ خواجہ عبدالمطلب نے فرمایا اے فرزند میں چاہتا ہوں کہ تجھ کو کسی بہانہ سے حبش کی طرف بھیجوں کہ تو اس کے شر سے امین رہے۔ اور تیرا جو قصد اس سے مقابلہ کا ہے وہ نہایت زور آور ہے اور شاہ یمن کی طرح نہیں ہے۔ امیر نے جواب دیا کہ آپ اس کی اتنی دہشت کیوں کرتے ہیں خدا میرا کریم ہے اور سب پر توانا ہے جس کو چاہے توانائی دے یہ کہہ کر باپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہا آپ دعا سے فراموش نہ کیجئے گا میں جاتا ہوں رخصت ہوکر بیت اللہ میں گئے اور سجدہ کرکے جناب پروردگار سے مدد چاہی۔ پھر باہر نکل کر سوار

ہوئے اور اپنے لشکر میں جا کر مقام کیا۔ تیاری لشکر کی کر کے اپنے سرداروں سمیت کوچ کیا اور حشام کی طرف متوجہ ہوئے۔ راوی لکھتا ہے کہ امیر جب وہاں پہنچے جہاں سے حشام کا لشکر تین کوس کے فاصلہ پر تھا تو اُترے۔ جب رات چار گھڑی گذری تو کار آزمودہ بہادروں کو لے کر سوار ہوئے اور تین کوس کے فاصلہ سے حشام کی فوج پر شب خون مارا۔ استادوں نے لکھا ہے کہ امیر نے اپنی تمام عمر میں دشمن پر شب خون سوا اس کے اور کہیں نہیں مارا۔ اگر کوئی قصہ خوان کسی دفتر میں یا کسی اور جگہ لکھے غلط ہے۔ صبح کے قریب امیر کی فوج حشام کے لشکر پر گری اور امیر حمزہ نامدار نے اللہ اکبر کا نعرہ کہہ کر پکارا کہ جو کوئی جانتا ہے جانے اور اگر نہیں جانتا سو پہچانے کہ میں امیر کبیر کشور گیر حمزہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہوں اور تلوار اپنی دونوں ہاتھوں میں لے کر جنگ کرنے لگے اور امیر کے سپاہی بھی ہر خیبری کو مارتے اور خیمہ سے جو جیتا نکلتا اُسے مارتے تھے۔ حشام کے دس ہزار سوار داخل جہنم ہوئے فوج پراگندہ ہوئی۔ حشام اُس وقت سوتا تھا یہ حال دیکھ کر حیران ہوا اور مسلح ہو کر گینڈے پر سوار ہوا اور اُس کی متفرق سپاہ اُس کو دیکھ کر پھر جمع ہوئی اور صبح کو جب آفتاب گلرنگ نے خیمہ زرنگار کے دریچہ سے سر نکالا اور روشنی اُس کی تمام عالم پر ظاہر ہوئی اُس وقت تین ہزار سوار سے حشام اور دس ہزار سوار سے صاحب قران صفیں باندھ کر میدان میں کھڑے رہے اور دونوں لشکروں میں بیرق پھرانے لگے اور ہر طرف سے کوس و نفیر کی آواز ہونے لگی کہ کوئی میدان میں نکلے اتنے میں تبر بردار جھاڑ بوٹ کاٹ کر سب میدان کو صاف اور بیلدار پست و بلند زمین کو ہموار اور سقے آب پاشی کر گئے۔ اور نقیب پکارنے لگے کہ کجا لاق کجا لامان کجا سہراب بن رستم کجا سام بن نریمان میدان میں آویں اور اپنی اپنی شجاعت کا نشان کھڑا کریں۔ اس واردات کے سنتے ہی حشام زہرناک مثل شعلۂ آتش اُس شان و شوکت سے میدان میں آیا کہ جس کو دیکھ کر ہر ایک کے رونگٹے کھڑے ہوئے۔ صیقل کیا ہوا ایک فولادی خود سر پہ دھرے ہوئے اور اُس پر تین جیغے مرصع نگار رکھے ہوئے اور کسی جانور کا ایک ابلق پر بجائے کلغی کے لگایا ہوا اور گلے میں زرہ فولادی پہنے ہوئے اور زرہ پر چار آئینے لگائے ہوئے خنجر اور شمشیر کمر پر حمایل کئے ہوئے کمانیں دو قربان چرمِ ابریشم ہشت تار سے چنے ہوئے شانے پر لٹکائے ہوئے اور ایک کمند مثل زلفِ سیاہ محبوب فتراک سے لٹکائے ہوئے ساق بند و زانو بند ہاتھ پاؤں پر نصب کئے ہوئے اور ایک نیزہ مانندِ آہِ عاشق اور ہاتھ میں گرز گران گینڈے پر سوار میدان میں آیا اور لشکر کی طرف دیکھ کر مثل رعد غرایا اور کہنے لگا کہ آرزوئے مرگ کس کو ہے کہاں ہے امیر حمزہ نامدار میدانِ کار زار میں میرے مقابل آئے تا کہ مردانِ عالم اور بہادری کی کائنات آج معلوم ہو جائے۔ امیر نے اس گبر بچے کو میدان میں جوں ہی دیکھا تو خنگِ باحاق

نبی سیاہ قبطا بن مرکب کو اُس طرف ڈالا اور برابر اُس کے آکر ایک نعرہ اللہ اکبر کا ایسا رستاخیز
کیا کہ اُس کا بند بند کانپ گیا اُس نے جو امیر کی طرف دیکھا تو بہ کمال صفا اور سرتا پا لباس
حرب میں ایک جوان کھڑا ہے۔ حشام نے اپنی تمام عمر میں یہ یال نہ دیکھا ہوگا۔ کہا او عرب یہ
لباس اور گھوڑا کس کا لے کر آیا ہے جو ہماری شان و شوکت کے لائق ہے تجھ کو زیب نہیں
دیتا میرے حوالے کر کہ تیرا گناہ معاف کروں تم نے یہ بے ادبی کی کہ میرے لشکر پہ شب خون
مارا تا کہ اس کو زبان پہ نہ لاؤں اور اگر سوا اس کے کچھ اور کریگا تو ہرگز جان بر نہوگا۔ امیر
کو اس گفتگو سنتے ہی آگ سی لگ گئی اور مارے غصہ کے رنگ سرخ ہوگیا فرمایا او یاجی
ہرزہ گو بکواس موقوف کر اور لاف زنی چھوڑ اگر کچھ زور بازو رکھتا ہے تو زبان کو کوتاہ کر
اور آج اپنے بازو کو بڑھا کہ سب بہادروں میں تیری شجاعت معلوم ہو جائے اور آئندہ کو
نام رہے کہ سطح روزگار پر کوئی پہلوان گذرا ہے۔ حشام کو طیش آیا اپنے ہاتھ کا نیزہ داہنے اور
بائیں بغل سے نکال مثل آہِ عاشقان و کاکل معشوقان امیر کی طرف چلا اور برابر آکر امیر
کی چھاتی پہ لگایا۔ امیر نے اس نیزہ کو اپنے نیزہ کی نوک پہ روکا اور اس کا نیزہ کاٹ کر ایک
نیزہ امیر نے لگایا۔ غرض کہ دونوں جوانوں میں نیزہ بازی ہوئی یہاں تک کہ آپس میں سو سو
طعن جوانوں کی نیزہ زنی کے رد و بدل ہوئے اور کسی کو آسیب نہ پہنچا۔ تب تو حشام غضب
میں آیا اور کہنے لگا کہ کام ہمارا یہاں تک پہنچا کہ اس عرب زادے کے ساتھ اس قدر نیزہ بازی
ہوئی اور کچھ نہ ہوسکا کھسیانہ ہو کر اپنا نیزہ ہاتھ سے دور پھینکا اور تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھ کر
امیر کی طرف چلا اور تیغ الماس دم کو نیام سے نکال کر امیر پہ اٹھائی اور گھینڈے کو دبا کر برابر
آیا چاہتا تھا کہ مارے۔ لیکن امیر عرب نے خدا کو ہزار اور ایک نام سے یاد کر کے دست بلے کو
بڑھا کر اُس گبر کا بند دست پکڑا اور زور سے جھٹکا دے کر اُس سے تلوار چھین لی اور یہی تلوار
تلوار اُٹھا کر کہا خبردار ہو یوں نہ کہنا کہ خبردار نہ کیا تو اپنی ضرب لگا چکا اب میری ضرب
نوش کر اور غم دنیا دل سے فراموش کر تیرا وقت گیا اب میرا وقت آیا۔ اُس نے تلوار سے بچنے
کے لئے سپر فولادی از بس کہ سر پہ کی مگر امیر نے حق قدیم واحد واجب التعظیم اللہ اکبر کہہ
کر اُس کے سر پہ ماری اُس نے سپر پہ روکی۔ تلوار لنگر دار اور امیر کا بازو پُر قوت تھا سپر کو
جو تلوار بیٹھی مثل قالب پنیر تر کے اُس کو قلم کر کے دو بغلی اُوپر خود کے پہنچی اور دو حصہ کر کے
استخوان مغز اور گردن کی صراحی کو کاٹا اور تلوار نے سینہ میں بھی حجاب نہ کیا کمر بند سے
گذری اور زین کی طرف دوڑی۔ راوی لکھتا ہے کہ امیر کی برق تلوار نے اُس وقت دکھائی
کہ جس وقت وہ [illegible] کے نیچے زین تنگ آ پہنچی اور اُس

گبر کو مانندِ خیارِ تر کے مع مرکب چار پرکالہ کیا۔ اُس وقت امیر کے ہاتھ کی صفائی دیکھ کر ہر دوست و دشمن کی زبان سے آوازہ سبحان اللہ پیدا ہوا۔ امیر نے ہشام کو چار پارہ کر کے میدانِ کارزار میں ڈالا اُس کی فوج کو دیکھا کہ سب نے امیر کی طرف گھوڑے اُٹھائے ہیں وہی خون آلودہ تلوار ہاتھ میں لئے اُس بیس ہزار سوار میں اس طرح غوطہ مارا جیسے بکریوں کے ریوڑ میں شیر درندہ حملہ کرتا ہے پڑے کے پڑے بھاگنے لگے جس کے سر پر تلوار مارتے تا بہ زنجیر کاٹتے جس کے حمایل میں کیا ایک ہاتھ میں سر جدا جس کی کمر پر لگاتے مثلِ خیارِ تر قلم کرتے غرض کہ ایک ساعت میں کشتوں کا پشتا لگا دیا۔ رفیقوں نے جو یہ احوال دیکھا تو سپر تلوار عمود و خنجر نیزہ شمشیر اپنے ہاتھوں میں لے کر آ گرے۔ فوج کفار جنگ سے مغلوب ہوئی اور بارہ ہزار واصلِ جہنم ہوئے اور دس ہزار سوار شکست کھا کر بھاگے اور جتنے باقی تھے وہ سب مسلمان ہوئے۔ امیر ہشام کے لشکر پر متصرف ہوئے اور تمام مال و اسباب امیر کے ہاتھ آیا اور تمام مسلمانوں میں تقسیم کیا اور نوشیرواں کا تخت و تاج اپنے پاس امانت رکھا۔ اور ستر ہزار مرد و زن جو ہشام مدائن سے اسیر کر کے لایا تھا سب کو آزاد کیا۔ بعض کو اپنے پاس سے سواری دی اور کتنوں کو خرچ راہ دیکر رخصت کیا اور شاہِ ہفت کشور نوشیرواں کی خدمت میں عریضہ اس مضمون کا لکھا کہ شہریار کے اقبال سے خانہ زاد نے اُس گبر خود پرست کو مارا اور اُس کی فوج کو شکست دی اور اُس ملعون کے سر کو نیزہ پر رکھ کے ستر ہزار مرد و زن کو قید سے رہائی دے کر مقبل وفادار کے ہمراہ حضور عالی میں بھیجا ہے کہ خداوند کی رضامندی ہو۔ تخت اور تاج اپنے ہی پاس رکھا ہے اگر حکم ہو تو بندہ آپ لے کر حاضرِ خدمت ہو نہیں تو جس کو ارشاد ہو اُس کے ہاتھ روانہ کروں۔ یہ عریضہ مقبل کو دیکر اُن لوگوں کے ہمراہ مدائن کی طرف روانہ کیا (باقی داستان فردا شب)۔

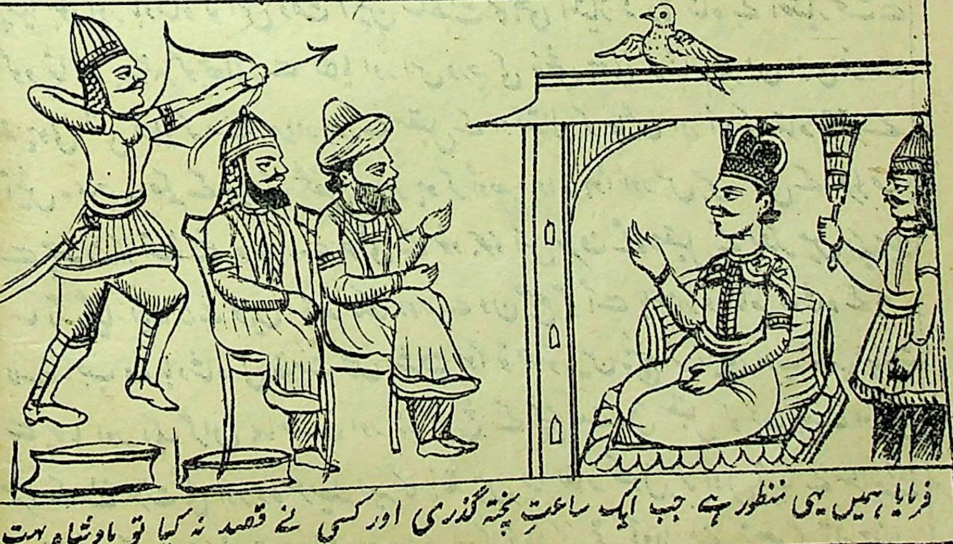
ساتویں داستان

اب چند کلمہ داستانِ نوشیرواں کے ملاحظہ کیجئے کہ چالیس دن کے بعد شکار سے فارغ ہو کر پھر مدائن میں آئے اور دیکھا کہ تمام شہر خراب اور زن و مرد اسیر ہو گئے ہیں اور اثاثہ سلطنت کا بھی کچھ باقی نہ رہا عنتر فیل گوش کہ جس کو شہر کا کوتوال مقرر کیا تھا مارا گیا عدل کے سبب نوشیرواں کو خلقِ خدا پر جو شفقت تھی بے اختیار رو دیا اور بزرجمہر کی طرف منہ کر کے کہا اے خواجہ میں نے خواب میں جو دیکھا تھا وہ سب علامتیں ظاہر ہوئیں مگر جو تعبیر تم نے کی تھی وہ اب تک کچھ ظہور میں نہیں آئی کہو اس کا قائل کہاں ہے کہا انشاء اللہ تعالیٰ آج یا صبح تک اُس کی

خبر آپ کو پہنچیگی۔ بادشاہ نے تامل کیا۔ لیکن شہر میں جتنے ساسانی تھے سب نے بختک کو اپنے آگے رکھ کر ایک ہجوم کیا گریبان چاک اور منھ پر خاک ملے ہوئے رو رو کر بادشاہ سے کہتے کہ بزرجمہر آپ کا دشمن ہے چاہتا ہے کہ اپنی قوم کی پرورش کرے اور کیانیوں کی سلطنت برباد ہو اُس نے دانستہ یہ حرکت کی کہ آپ کو غنیم کے آنے کی خبر سُنا کر شکار کا مشورہ دیا جو آپ اُدھر تشریف لے گئے اور خداوند کے جانے سے شہر خالی رہا اور اُس بدبخت نے آکر یہ کیا کہ ہمارے زن و فرزند اسیر کرکے لے گیا اب ہم کو زندگی تلخ ہے کہ غیر قوم کا ہماری ناموس پر متصرف ہوا اور ہم سے کچھ نہ ہو سکا اس جینے سے مرنا بہتر ہے آپ نے بزرجمہر کے کہنے سے ناحق فریب کھایا اگر آپ یہیں رہتے اور شکار کو تشریف نہ لے جاتے تو اس کا کیا مقدور تھا کہ یہاں آتا اگرچہ وہ گبر نہایت زور آور تھا پر شہریار کے اقبال سے وہ خود بخود غضبِ سلطانی میں گرفتار ہوتا اور شہر پر اپنا دستِ ظلم ہرگز دراز نہ کرسکتا آپ خاوند ہیں انصاف فرماویں ہماری داد دیں یا ہمارے قتل کا حکم دیں کہ ہم لوگ اس درد و الم سے چھوٹ جائیں غرض اُس وقت ان سب میں عجیب طرح کا غوغا تھا بے اختیار رو دیتے کسی نے اپنا سر پھوڑ ڈالا کسی نے اپنے مُنہ پر خاک ملی اور ماتم کی صورت بنا کر واویلا اور فغاں کر رہے تھے کہ یکایک نمد پوش سوارِ عیار راہ سے گرد آلود آیا اور بادشاہ کو مژدہ دیا کہ جہاں پناہ کے اقبال سے حشام بن القمہ خیبری کو امیر حمزہ نے مارا اور اُس کی فوج کو شکست دی اور جن جن کو وہ اسیر کرکے لے گیا تھا حمزہ نے اُن سب کو نجات دی اور ہر ایک کے رتبے کے لایق خرچِ راہ اور سواری دیکر مقبل وفادار کے ہمراہ بھیجا ہے یہاں سے چار کوس پر اُس کا لشکر اُترا ہے۔ اس خبر کو سُنتے ہی تمام ساسانیوں میں ایک خروش پیدا ہوا اور بادشاہ کو اُس وقت آئینِ سلطنت کا بھی امتیاز نہ رہا شاہ بے اختیار تخت سے کود پڑا اور بزرجمہر کو چھاتی سے لگایا اور اس درجہ کی خوشی ہوئی کہ تمام عمر میں ایسی فرحت نہ ہوئی تھی فرمایا کہ سب سردار ہمارے مقبل کے استقبال کو جائیں اور اُس کو بہ تمام توقیر لے آئیں۔ بموجب حکم کے ہر ایک شخص سوار ہو کر اُدھر روانہ ہوا اور جس جس شخص کے اقربا قید سے چھوٹ کر آئے تھے وہ مارے خوشی کے خود بخود اُس طرف گئے۔ مقبل کے لشکر میں ایک میلہ سا لگ گیا۔ ایک رات وہیں مقام رکھا دوسرے دن صبح کو اُسے باعزاز و اکرام بادشاہ کے پاس لائے۔ جب وہ بادشاہ کی خدمت میں مشرف ہوا تو حضور میں پہنچ کر زمینِ ادب کو لبِ عبودیت سے چوما اور ایک گراں بہا خلعت اور زرِ سرخ کے کئی صندوق مقبل کو عطا ہوئے اور امیر حمزہ کے لیئے عزت کی اور وہ عریضہ امیر کا ہاتھ میں لیا لفافہ کھول کر اول آپ نے مطالعہ فرمایا پھر بزرجمہر کی طرف نہایت مہربانی سے متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم باآواز بلند پڑھو کہ تمام حضارِ

مجلس سُنیں۔ خواجہ نے اُس کو جس وقت پڑھا اور ہر ایک سردار نے اُس کے مضمون کو سمجھا تو اس فتح کی بابت بادشاہ کو مبارک باد دی۔ نوشیرواں نے مقبل کو خلعتِ مرصع نگار سپر و شمشیر بارِ دیگر عنایت فرمایا اور ارشاد کیا کہ مجلس میں امرائے نامور کے درجہ میں بیٹھے اور جب تک مدائن میں رہے ہر روز دربار میں آیا کرے۔ جس روز مقبل وفادار نے بادشاہ ہفت کشور سے ملازمت کی اتفاقاً اُسی روز ایک فاختہ آکر بارگاہِ جمشیدی کے کلس پر بیٹھی۔ لوگوں نے دیکھا کہ ایک کالا سانپ اُس کی گردن پر لپٹا ہوا ہے جا کر بادشاہ سے عرض کی۔ فرمایا کہ میرا نام عادل سُن کر شاید وہ اس سانپ کے ہاتھ سے فریادی آئی ہے کہ اپنی مراد کو پُہنچے اور اس موزی کی قید سے نجات پائے کوئی ایسا ہے کہ اس بلا کو اُس کی گردن سے دور کرے۔ عرض کی کہ سب بندے ہیں جس کو آپ فرمائیں بجا لائے۔ لیکن یہ کام بہت مشکل ہے کہ اگر سانپ کو ماریں اور ضرب اُس فاختہ کو پُہنچے تو حضور کے گنہگار ہوں اور غضبِ سلطانی میں پڑیں اس لئے کوئی ارادہ نہیں کرتا۔

نوشیرواں کے دربار میں مقبل کا آنا اور اُس وقت ایک فاختۂ مار پیچیدہ کا شاہی بارگاہ کے کلس پر آکر بیٹھنا اور مقبل نے سانپ کو تیر سے مارنا اور فاختہ نے اپنی جان سلامت لے جانا



فرمایا ہمیں یہی منظور ہے جب ایک ساعتِ پختہ گذری اور کسی نے قصد نہ کیا تو بادشاہ بہت

غمگین ہوئے اور فرمایا ہماری عدالت کس کام کی ہے جو ایک جانور کی جان بھی نہ بچ سکے۔ تب مقبل نے پایۂ تختِ شاہ کو بوسہ دیا اور عرض کی کہ اگر غلام کو ارشاد ہو تو اس کام کو بجا لاوے۔ بادشاہ نے نہایت خوشی سے کہا جاؤ۔ لیکن یہ شرط کہ فاختہ کو آسیب نہ پہنچے۔ مقبل اجازت لے کے بارگاہ کے صحن میں آیا اور دیکھا کہ سانپ فاختہ کے گلے میں پیچ پیچ لپٹا ہوا ہے اور اپنے سر کو اُس کے سر پر وصل کئے بیٹھا ہے سب خرد و کلاں دیکھنے کے لئے مقبل کے گرد آن کھڑے ہوئے کہ دیکھیں اب یہ کیا کرتا ہے۔ مقبل نے ایک نیزہ منگوایا اور اُس کے سرے پر ایک آئینہ باندھا اور آئینہ فاختہ کے مقابل کیا سانپ کو جونہی اپنی شکل نظر آئی فوراً سر اُونچا کیا اور آئینہ میں اپنے ہم شکل پر نظر ڈالی مقبل نے اس وقتِ فرصت کو غنیمت جانا تیر کو کمان کے چلہ میں رکھ تا بہ گوش کھینچا اور اپنے پیر کو یاد کر کے شست سے رہا کیا۔ وہ سانپ جیسا کہ پھن اُٹھائے دیکھتا تھا ویسا ہی تیر اُس کے سر میں ترازو ہوا اور وہ اُس کے پر و بال سے جدا ہو کر زمین پر گرا اور فاختہ نے اُڑ کر ایک طرف کی راہ لی۔ ہر ادنے و اعلےٰ کے منہ سے بے اختیار آوازِ تحسین و آفرین کی پیدا ہوئی۔ بادشاہ نے مقبل کو بلا کر اس کی پیشانی کے بوسے لئے اور کہا کیوں نہ ہو میرا پسر خواندہ ہے اور موتیوں کی مالا اپنے گلے سے نکال اُسکے گلے میں ڈال دی اور بزرجمہر سے اس قدر خوش ہوئے کہ کبھی ایسے نہ ہوئے تھے۔ بختک نے بادشاہ کی یہ سرافرازی بزرجمہر اور مقبل پر دیکھی تو آتشِ رشک سے جلنے لگا۔ مقبل کو سرافراز کرنے کے بعد نوشیروان نے بزرجمہر کو فرمایا کہ ہماری طرف سے امیر حمزہ کو یہ نوازش نامہ لکھو کہ جو کچھ تم نے کیا ہم کو نہایت پسند آیا نمک خواروں اور جان نثاروں کا یہی کام ہوتا ہے واقعی میری پسر خواندگی کا نام رکھا نہیں تو مجھ کو ساسانیوں سے سخت خفت تھی سب کہتے کہ بزرجمہر کے کہنے سے مسلمانوں کے لڑکوں کو بیٹا کیا تھا اُن سے بھی کچھ نہ ہوسکا خدا نے سب طعنہ دینے والوں کو خوب شرمندہ کیا۔ اب میں نے بہمن سکان اور بہمن حزان کو تمہارے واسطے خلعت دیکر بھیجا ہے کہ ہمارے عوض وہ اپنے ہاتھ سے پہنا دیں تم نے ان سے بخوبی ملاقات کرنا اور تاج و تخت مع اثاثہ سلطنت جو تم نے ہشام کو مار کر لیا ہے ان کے ہمراہ کر کے ہمارے پاس بھیج دینا اور ان کے بعد خود بھی تشریف لانا کیونکہ تمہاری ملاقات کا اشتیاق ایک عالم کو حد سے گذر گیا ہے بادشاہ نے خط لکھوا کر بختک کو دیا اور ایک خلعتِ مرصع نگار پُر تکلف توشہ خانہ سے منگوا کر بختک کے حوالہ کیا کیونکہ مذکورہ قاصد بختک کے ماموں تھے اور فرمایا کہ اسی کو روانہ کرو۔ راوی لکھتا ہے کہ جس وقت بادشاہ نے

یہ شقہ مُہر کر کے بختک کو دیا اُس وقت بختک نے ایک سفید کاغذ کو بھی مُہر کر کے اپنے پاس چھپا رکھا تھا۔ جب بختک اپنے گھر گیا تو اُس نے پادشاہی فرمان چھپایا اور دوسرے کاغذ مُہر شدہ سفید پر ایک خط اس مضمون کا لکھا کہ اے عمر بو میرا ارادہ تھا کہ تم کو تمہاری ساری قوم کے ساتھ قتل کروں۔ پر اب تم سے ایسا کام ہوا ہے کہ کچھ کہا نہیں جاتا اس خاطر تمہارا گناہ معاف کیا اب تمہیں چاہیئے کہ ہمارا جتنا اسباب ہے ان دونوں کے ہاتھ ادھر روانہ کر دو اور ایک نا معقول سی خلعت اُن کو دے کر مکہ کی طرف روانہ کیا (باقی داستان شب فردا)*

امیر نے سنگ رواحل میں جانا اور وہاں کے سب پہلوانوں کو زیر کر کے شہر میں اپنا عمل کرنا

اب چند کلمہ داستان امیر کے ملاحظہ فرمایئے۔ اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ سلطان صاحب قران نے ہشام کو واصل جہنم کر کے لڑائی فتح کی اور اپنے ملک کی طرف پھرے تو راہ میں سنگ رواحل کو جا نکلے۔ شام کے وقت خیمہ میں داخل ہوئے اور لشکر ظفر اثر بھی وہیں اُترا اور سب سپاہ نے رات بھر آرام کیا۔ جب صبح کو روز روشن ہوا تو امیر مع رنیق و یاران سوار ہوئے اور سیر کے لئے پہاڑ کی طرف آئے تو کیا دیکھیں کہ عجیب دلچسپ مقام قابل سبحان اللہ کے ہے تمام ملک عرب میں کوئی ایسی جگہ نہ دیکھی تھی وہ ایک پہاڑ ہمہ دوش سر بہ فلک کشیدہ خوش رنگ ہیں ان کے ڈھلوان پر تمام عالی شان عمارت بنی ہوئی اور ہر طرف درختانِ سبز شکلِ قد عروسان جلوہ گر اور زمین پر کوسوں تک سبزہ گاہ کا فرش بچھا ہوا سبز مخمل معلوم دیتا پہاڑوں کے اُوپر اور نیچے صحرا میں گل ہزارہ کا لطف۔ پہاڑوں پر سے پانی کی چادریں گرتی ہوئیں اور دامانِ کوہ پر ہر طرف سے صد ہزار چشمۂ آب رواں اور ان دونوں پہاڑوں کے درمیان لوحِ سیمیں کی شکل ایک دریا جاری کہ جس کا پانی فصلِ بہار میں طغیانی کرتا اور شہر کی تمام خلقت کشتیوں پر سوار ہو کر سیر کے لئے پہاڑ کے نیچے جاتی اور موسمِ گرما میں جب پانی تھوڑا رہ جاتا تو دور سے ایک عمود معلوم ہوتا۔ امیر کو یہ مکان نہایت پسند آیا۔ لوگوں سے پوچھا کہ اس جگہ کا کیا نام ہے اور یہاں کا حاکم کون ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اس کو قلعۂ سنگ رواحل کہتے ہیں اور علادی کرب یہاں کا مالک ہے جو اٹھارہ ہزار سوار عرب کی جمعیت سے اس مکان میں رہتا ہے

اور اٹھارہ بھائی نہ زور اپنے برابر رکھتا ہے وہ خدا پرست مسلمان ہے اور رہزنی
کرکے اپنی گذران کرتا ہے اور اُس کا یہ طریق ہے کہ جب کوئی سردار ادھر آتا ہے تو اُس
کے آنے کی خبر سُن کے مکان کو خالی کرکے پہاڑ میں جا چھپتا ہے جب سردار کے لوگ
اس شہر میں داخل ہو چکتے ہیں تو اُن کو غافل کرکے ناگہاں آکر غارت کرتا ہے۔ امیر
اس کو کچھ خیال میں نہ لائے اور یہیں مقام مع لشکر کیا اور صحبتِ نشاط گرم کی۔ اب
عادی پہلواں کا حال بیان کرتا ہوں۔ اُس نے ہشام بن علقمہ خیبری کے آنے کی خبر
سُن کر اپنے مکان کو خالی کرکے مع فوج و یار دامن پہاڑ میں جا بیٹھا تھا اور عیاروں
نے یہ خبر سُن کر اس کو پہنچائی کہ ہشام کو امیر ابو العلی مکی نے مارا اور اُس کے تمام اسباب
پر متصرف ہؤا ہے اور اب سنگِ رواحل میں آیا چاہتا ہے کہ اس راہ سے مکہ کو جائے
ہشام حریفِ کار تھا اور یہ اُس پر فتح پاکر اس راہ سے شہر کو جاوے تمہارے واسطے
سُبکی ہے۔ عادی نے یہ بات اپنے یاروں سے سُنکر ایک معقول وضع سردار اسدِ اسدان نام
پیامی کرکے امیر کے پاس بھیجا اور کہا کہ حمزہ سے جاکر کہو کہ ہشام تنکار میرا تھا تم نے خوب
نہ کیا کہ پیش دستی کی خیر اب جو کچھ تمہارے ہاتھ آیا ہے اُس کے دو حصہ کرو ایک تم لو
اور ایک ہمارے لئے بھیج دو اگر یہ منظور نہ ہو تو خبردار رہنا میں بزور لونگا۔ جب اسد
اسدان امیر کی خدمت میں آیا اور پہلوان عادی کی زبانی یہ حال سُنایا تو امیر سُنکر بے اختیار
ہنسے اور کہا پہلوان عادی کو ہماری طرف سے سلام کہہ کر یہ کہنا کہ **بیت** اگر صلح خواہی
نخواہیم جنگ ہوگر جنگ جوئی ندارم درنگ + امیر نے پیامی کو خلعت دے کر رخصت کیا۔ اسدِ
اسدان امیر کے حسن سلوک کو دیکھ کر دیوانہ ہوگیا اور جاکر عادی سے سب حال ظاہر کیا۔
اور معدی کرب اٹھارہ ہزار سوار سمیت امیر کے سامنے آ اُترا اور طبلِ جنگ بجا کر میدان
میں نکلا۔ امیر بھی مع عمر و مقبل وفادار بارہ ہزار سوار کے آکر کھڑے ہوئے عمر نے عادی
کو عجیب قطع کا دیکھا کہ اکیس گز کا قد و قامت اور سر پر سات پگڑیاں باندھے اور اُن کے
سات شملے ہر طرف لٹکے ہوئے اکیس گز توند کا دَور جس پر فولادی کمر بند باندھے ہوئے
اور زرہ و سنانے چار آئینہ پہنے اور سپر تلوار عمود خنجر کمان ترکش بدن پر آراستہ کئے ہوئے
مثل لختِ کوہ میدان میں آیا اور امیر کو للکارا۔ عمر اُس کو دیکھ کر کانپ گیا اور صاحبِ
قران سے کہنے لگا کہ یہ بڑا زور آور ہے سنبھلکر جانا۔ امیر نے اُس فتح دہندہ عالم کو کہ جس
کا نام فتاح ہے ہزار اور ایک نام سے یاد کیا اور عادی کے قد و قامت کا کچھ اندیشہ نہ کیا
اور مرکبِ سیاہ قیطاس کو اُسکی طرف پھینکا اور برابر آکر ایک نکاور سپر کا گھوڑے کی پیشانی پر

ایسا مارا کہ گھوڑا کئی قدم پس پا ہؤا۔ عرب میں یہ جانور از بس کہ بہت مشہور تھا جو اس جوان کا بوجھ اُٹھاتا تھا اور لوگ اس گھوڑے کو رخشِ سکندری کہتے تھے۔ پر امیر کے زور کے روبرو تاب نہ لایا۔ عادی نے حریف کی یہ قوت دیکھ کر معلوم کیا کہ بل زیادہ ہے کہا اے جوان میں نے سمجھ لیا کہ تو بھی زبردست ہے **بیت** بگو نام خود را دریں انجمن + کہ بسیار ننند آمدی پیشِ من + پر اپنا نام ظاہر کر کہ تیرے جیسے شخص کا میرے ہاتھ سے بے نام و نشاں مارا جانا خوب نہیں۔ مجھے بھی معلوم رہے کہ میں نے کسے مارا تھا۔ جواب دیا او پہلوان تعجب ہے کہ تجھ سا مرد یہ بات کہے تو نہیں جانتا کہ بہادروں کا نام تیر کے پیکان اور تلوار کے قبضہ اور کمان کے گوشہ پر لکھا ہوتا ہے میرا نام ابو العلی ہے تیرے ضرب دست کے شوق میں آیا ہوں اگر کوئی تمغہ بہادری کا رکھتا ہے تو لا۔ عادی کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا داہنی بغل سے نکلتا ہؤا اور بائیں بغل سے پیچ دیتا ہؤا مثلِ آہِ عاشقاں یا کاکل معشوقاں امیر پر مارا۔ امیر نے خدائے عز و جل کو یاد کر کے دست پلہ کو بڑھایا اور سرِ سنانِ نیزہ کا پکڑ کر ایک ایسا جھٹکا مارا کہ خلالِ فراشاں کی مانند معدی کرب کے ہاتھ سے نکل گیا۔ تب تو اُسے ایک آگ سی لگ گئی اور گرزِ گراں بار لے کر امیر کی طرف متوجہ ہؤا۔ حمزہ اس سے بچ نہ سکا اور وہ گرز امیر کے سر پر مارا۔ امیر نے اپنے قربور سے عمود کو اُٹھا کہ اپنے چہرہ کی پناہ کی اور قوتِ بازو سے اُس کو رد کر کے کہا اب تیسری ضرب جو رکھتا ہے وہ بھی لگا جب خدا اُس سے بچائیگا تب میں ضرب کرونگا کہ جس کی چاشنی تجھ کو تمام عمر یاد رہے۔ تب تو عادی نے غضب میں آکر گرز کو ڈال دیا اور کمر سے تلوار آب دار جوہر نگار دشمن کش بے حجاب کھینچی اور برابر آ کر امیر سے رکاب ملا کر لگائی۔ امیر نے پنجہ مردی بڑھا کر تلوار کی دھار بچا کر اُس کا قبضہ پکڑ لیا اور دوسرا ہاتھ کمر میں ڈال دیا عادی نے بھی امیر کا کمربند پکڑ لیا اور گھوڑوں کی پیٹھوں پر دونوں جوانوں میں کشمکش کا زور ہونے لگا۔ دونوں طرف کے عیار نکلے اور اپنے آقا کو آواز دی کہ قبلۂ حاجات مرکب بے زباں ہیں ان کا مارنا کیا ضرور ہے اگر زور آزمائی منظور ہے تو زمین پر کیجئے۔ یہ سُن کر دونوں جوان گھوڑوں سے اُترے۔ عادی نے کہا کہ اے حمزہ سلاح بازی میں تو ہم تم برابر ہیں آؤ جنگ مغلوبی میں آزمایش کریں جو زیر ہو وہ متابعت اختیار کرے۔ امیر نے قبول کیا اور زمین پر چار زانو بیٹھ گئے۔ تب عادی نے امیر کی کمر پکڑ کر تین مرتبہ ایسا زور کیا کہ پسینہ پسینہ ہو گیا۔ لیکن امیر نے اُس مقام سے جنبش نہ کی۔ تب تو عادی نے کہا اے امیر تمہارا لنگر بہت بھاری معلوم ہوتا ہے ہم زور کر چکے اب دیکھیں تم کس طرح اُٹھاتے ہو یہ کہ کر اُسی

طرح بیٹھا رہا۔ امیر نے اُس زور دہندۂ ہژدہ ہزار عالم کو یاد کرکے عادی کا کمر بند پکڑ کر ایک نعرہ اللہ اکبر کا کیا اور پہلے ہی زور میں اُس کو ہتھیاروں سمیت سر سے بلند کیا اور چرخ دیکر چاہا کہ زمین پر ماریں۔ عادی نے امان طلب کی۔ امیر نے امان کی آواز سُن کر ہاتھ سے رکھ دیا۔ عادی قدم بوس ہوا اور صاحب قران کی بندگی کا حلقہ اپنے کان میں ڈالا۔ امیر نے چھاتی سے لگا کر اُس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ عادی نے اپنی فوج سے مجرا کروایا اور اپنے بھائیوں سے نذر دلوائی۔ عادی امیر کو مع لشکر سنگ رداحل کے قلعہ کے اندر لے گیا اور سب کی ضیافت کی اور کئی روز تک امیر کے واسطے جشن رکھا۔ امیر اس قلعہ کے استحکام کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور کئی دن کے بعد عادی کو مع اٹھارہ ہزار سوار ہمراہ لیا اور بارہ ہزار یمنی آگے تھے تیس ہزار کی جمعیت سے کوچ کرکے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے (باقی داستان شب فردا) ❊

امّا راویانِ اخبار و ناقلانِ اسرار اس طرح حکایت کرتے ہیں

کہ امیر جب قریب مکہ کے پُہنچے تو شہر سے باہر خیمہ لگا دیا۔ خواجہ عبد المطلب مع تمام سرداران مکہ وہاں استقبال کو آئے اور امیر سے سب نے ملاقات کی اور زر نثار کیا۔ امیر نے پہلوانِ عادی اور سہیلِ یمنی اور شاہِ منظر و نعمان بن منذر و سلطانِ بخت و طوق بن حیران کی خواجہ سے ملازمت کرائی اور ہر ایک رئیسِ مکہ نے امیر کو مبارک باد دی اور بعد دعا کے کہا الحمد للہ کہ رَبُّ الْاَرْبَاب کی عنایت سے جو رتبہ تم نے کشور کشائی کی رکاب میں حاصل کیا ہے خدا سے امید ہے کہ ہمیشہ رزم ساز و بزم افروز و دشمن گداز رہو گے۔ اس وقت امیر نے ہر ایک اشرافِ مکہ کو رخصت کیا اور آپ عادی کو ساتھ لے کر بیت اللہ کی طرف گئے اور عادی سے رہ زنی کی توبہ کرائی اور اپنے دیوان خانہ اور فراش خانہ اور نقار خانہ کا داروغہ کیا اور لشکر کا ہراول کرکے اپنی فوج کا سپہ سالار کیا غرض کہ امیر نے اس کو اسی روز چار منصب کا صاحب بنایا۔ اخیر پر معلوم ہوا کہ عادی عادیہ بانو کا فرزند ہے دودھ بھائی جان کر نہایت خوش ہوئے۔ عادی کی خوراک یہ تھی کہ ہر صبح اکیس اونٹ کے بچوں کی نہاری کھاتا اور کھانے کے بعد اکیس شیشوں کا تحت القہوہ پیتا تھا اور اس کے باورچی خانہ سے اکیس بوجھ اونٹ کے پیاز کے چھلکے دونوں وقت نکلتے تھے۔ امیر نے اس کا روزینہ اکیس سَو مَن مقرر کیا جو صرف اس کے کھانے میں خرچ ہوتا۔ اور بالائی خرچ مع پوشاک اور درماہِ فوج اپنے پاس سے دیتے تھے۔ امیر کے لشکر میں تیس ہزار سوار تھے جن کو باہر اُتارا اور آپ مکہ میں داخل

ہوئے۔ اس کے کئی روز بعد خبر ہوئی کہ نوشیرواں کا ایلچی آپ کے واسطے نوازش نامہ لے کر آتا ہے۔ امیر یہ سُنکر نہایت خوش ہوئے اور خواجہ عبد المطلب کو تمام اہلِ مکہ سمیت ساتھ لے کر اُس کے استقبال کے لئے شہر سے چار کوس تک باہر گئے اور اُس کو لشکر میں لائے۔ دوسرے دن ایلچی نے وہ نامہ امیر کی خدمت میں گذرانا۔ امیر نے اُس کو پڑھا اور مضمون سمجھ کر نہایت ہی ناخوش ہوئے اور خلعت نامعقول دیکھ کر نہ پہنا چیں بہ ابرو ہوئے اور کہا کہ ہم شاہ پر اس قدر جان نثاری کریں اور تعجب ہے کہ اُن کی بخشش ایسی ہو امیر کا رنگ مارے غصہ کے یاقوتِ سرخ کی مانند ہو گیا۔ خواجہ نے امیر کو غمگین دیکھ کر کہا بابا جان اس مقدمہ میں خفا ہونا خوب نہیں ہے بادشاہ ہیں کبھی گالی دینے سے خلعت دیتے ہیں اور کبھی سلام کرنے سے برہم ہوتے ہیں تم اپنے آپ کو ناخوش مت کرو معلوم ہوتا ہے کہ دشمنوں نے بادشاہ کی خاطر نشاں کچھ اور طرح کی ہے اس کی فکر ہو جائیگی تم خاطر جمع رکھو۔ امیر کو یہ سمجھا بجھا کر ایلچی کو ہمراہ لیا اور لشکر کی ایک طرف اُترنے کے لئے جگہ دی اور اُن کے واسطے علوفہ مہیا کر کے جو ضروری تھا حاضر کیا۔ وہ رات تو گذری دوسرے دن صبح کو جب خوانِ سالارِ قدرت نے خورشید کا قرص آسمان کے گرم تنور سے نکالا تو خواجہ عبد المطلب نے مکہ کے تمام اکابر جمع کئے اور اُن دونوں ایلچیوں کی مع سب سرداروں کے ضیافت کی۔ یہ دونوں آئے اور حضور کا دوسرا شقہ جو خواجہ کے واسطے لائے تھے پڑھا گیا۔ لوگوں کو سُن کر تعجب ہوا کہ دونوں ایلچیوں کے عجیب نام ہیں کیونکہ بہمن خزاں میں ز پر نقطہ جو خ پر سمجھ کر بہمن غزاں پڑھا اور بہمن سکّان کے کَ پر تشدید نہ تھی اس کو بہمن سگاں پڑھا۔ یہ انہی ناموں سے مشہور ہوئے۔ لیکن عمر عیار نے جو دیکھا کہ یہ دونوں امیر کے واسطے ایسا نالایق خلعت لائے ہیں نہایت رنجیدہ ہوا اور دل میں کہا کہ جیسا اُنھوں نے مجھے آزردہ کیا ہے اُن کو بھی اس کا عوض دینا ضرور ہے۔ جس وقت دستر خوان بچھا اور سب کھانے کو بیٹھے تو عمر اُس وقت دو خوان لایا جو پُر تکلف کسنوں سے بندھے ہوئے تھے اُن کو کھول کر دو رکابیں نکالیں اور اُن دونوں کے آگے رکھیں جب اُن پر سے سر پوش اُٹھائے گئے تو لوگوں نے خیال سے دیکھا کہ ایک رکابی میں ہری ہری گھانس اور دوسری میں مُردے کی ہڈیاں ہیں۔ یہ سب دیکھ کر حیران ہوئے اور عمر سے پوچھا کہ یہ حرکت کیوں کی اس کے کیا معنے ہیں۔ عمر نے کہا کہ خورش سگ و خر کاہ و استخوان ہے پس ان کے واسطے اس سے بڑھ کر اور کیا تعظیم ہو سکتی ہے اسی خاطر میں نے اُن کی یہی ضیافت کی۔ اس کارروائی سے تمام مجلس میں ایک ایسی ہنسی ہوئی کہ تمام لوٹ گئے اور اُن کو نہایت شرمندگی ہوئی مارے خجالت کے چاہا کہ عمر سے کچھ بے ادبی کریں لیکن جی میں خیال کیا کہ عمر اس لایق نہیں جو ہم اس سے ہم کلام ہوں۔

جب کھلانے سے فراغت ہوئی تو عمر نے دو دست بقچہ زربفت کے لاکے روبرو رکھے اور اُس میں سے پالاں گدھے کی نکال کر بہمن خران کی پیٹھ پر ڈالی اور دوسرے میں سے کتے کی جھول نکال کر بہمن سگان کو اُڑھائی۔ تب تو ان دونوں میں طاقتِ ضبط نہ رہی خنجر نکال کر چاہا کہ عمر پر دوڑیں۔ عمر نے کہا کہ جو خلعت تمہارے لایق تھے میں نے دیے اس پر اگر تم لڑا چاہتے ہو تو میں بھی حاضر ہوں یہ کہ کر خنجر پکڑ کر مستعد ہوا ہی تھا کہ طوق بن حیرانِ حرامی اور اذر اطمان بدمست امیر کے دو سردارانِ نے ان دونوں کے ہاتھ سے خنجر چھین لئے اور مارے گھونسوں کے عمر نے اُنکا سر آلودہ کیا۔ پھر تو یہ دونوں خواجہ عبد المطلب کے گھر سے باہر نکلے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنے لشکر کی طرف چل دیے اور مجلس بھی برہم ہوئی۔ عمر بھی مکہ کے لڑکوں کو ہمراہ لے کر اُن کے پیچھے ہوا اور تربوز اور خربُزے کے پوست اور انڈوں کے چھلکے اور کیچڑ پتھر ڈھیلے ٹھیکرے اُن کو مارنا شروع کئے اور وہ بہ ہزار وقت اپنے لشکر میں پہنچے اور اُسی روز کوچ کرکے مدائن کو روانہ ہوئے۔ یہاں عمر پر خواجہ نہایت خفا ہوئے اور فرمایا کہ یہ حرکت تو نے خوب نہ کی کیونکہ کتے کو اُس کے خاوند کے رو سے دیکھتے ہیں نوشیرواں یہ سُن کر ناراض ہوگا۔ اور امیر حمزہ نے ایک عرضی بادشاہ کی خدمت میں اس مضمون کی لکھی کہ بندہ نے آپ پر ایسی جاں نثاری کی تعجب ہے کہ خداوند سرافرازی کے عوض یہ اعتراض نامہ لکھیں اور آپ خلعت عنایت فرمائیں یہ عدل و انصاف سے دور ہے۔ یہ عریضہ اور وہ فرمانِ مصنوعی جو بادشاہ سے آیا تھا مع خلعت اپنے ایک سردار مہتر عقیق کے ہاتھ روانہ کئے ❖

آٹھویں داستان

اب میں جب تک کہ اس داستان پر آؤں یہاں اُن ایلچیوں کی داستان کے دو کلمہ سُنئے کہ وہ اُسی حالت سے بادشاہ کے حضور میں گئے اور جو واردات کہ اُن پر گزری تھی سب کہی۔ بادشاہ نے اُس حال کو سُن کر مارے غصہ کے پیچ و تاب کھایا اور برہم ہو کر بزرجمہر کی طرف رخ پھیرا اور کہا معلوم ہوتا ہے کہ عرب خیالِ باغیانہ رکھتے ہیں اور مجھ کو نہیں جانتے کہ میں کون ہوں۔ جواب دیا کہ اگر شہریار یوں فرماویں تو بندہ لاچار ہے اس کا جواب دے نہیں سکتا ورنہ حمزہ کا وہ سلوک ہے کہ اگر کہیں تو حضور کے تخت کو اپنے سر پر رکھ کر یہاں آوے وہ نہایت سعادت مند ہے کیا مقدور رکھتا ہے جو بے ادبی کرے۔ یہ اتنی بات چیت میں تھے کہ مقبل وفادار بارگاہ خسروی کے دروازہ سے آیا اور آداب بادشاہ کا بجا لا کر وہ عرضی جو امیر کے پاس سے آئی تھی اور بختک کا نامۂ جعلی مع خلعت حضور میں گذرانے۔ شاہ ہفت کشور بعد مطالعہ ہر مضمون کو

سمجھ کر نہایت برہم ہوئے اور بختک کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تو سخت حرامزادہ ہے کہ یہ خط اور خلعت تو وہاں بھیجا اور اصل نامہ و خلعت تو نے اپنے پاس رکھا۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ تیرا گناہ نہیں ہے خیانت ہمیشہ تیری میراث میں چلی آتی ہے ہزار تمن زر سرخ کا اُس پر جرمانہ کیا اور کئی روز تک اس کو دربار میں آنے کا حکم نہ ہوا۔ آخر کار حکیم بزرجمہر کی سفارش سے بادشاہ نے قصور معاف کیا۔ اور امیر کو معذرت نامہ اور اُس میں عذر کیا کہ یہ بد ذاتی بختک کی تھی میرا کچھ قصور نہیں اب میں نے بزرجمہر کے بیٹے بزرگ امید کو خلعتِ شایستہ و بایستہ کے ساتھ تمہارے پاس بھیجا ہے تمہیں چاہیے کہ مع اثاثۂ سلطنت و سہرہ اُس کے ہمراہ تشریف لاؤ۔ شاہ نے خود مہر لگاکر فرمان بزرجمہر کو دیا کہ اس کو جلد روانہ کرو۔ خواجہ لے کر رخصت ہوئے اور اپنے گھر میں آکر اپنے سامنے اُصطرلاب رکھ کر گردشِ افلاک سے کواکب کی سیر دریافت کی اور ساعتِ مناسب دیکھ کر امیر کے لئے طلسم کا ایک علَم اژدہے کی شکل بنایا اور اُس کا نام علَمِ اژدہا پیکر رکھا اور اُس میں یہ صنعت رکھی کہ جب ہوا اُس کے منہ میں پیچ کھا کر جاتی تب اُس میں سے خود بخود آواز یا صاحبِ قران کی متواتر تین بار پیدا ہوتی کہ ہر دوست و دشمن کے کان میں جاتی اور خوشبو سے سب کا مشام تازہ ہو جاتا۔ یہ علم اور حضرت دانیالؑ کی ایک بالگاہ جو ان کے پاس تھی امیر کے لئے اور چار سو چوالیس ٹکڑے کسوتِ عیاری کے عمر کے لئے بھیجے۔ اور اس لباس کا پہنانا بزرگ امید کو بتلا دیا کہ عمر کو اس طریق سے پہنائیو۔ اور شاہی فرمان بھی مع خاص بادشاہی خلعت کے دے کر روانہ کیا۔ بزرگ امید منزلیں طے کرتا ہوا جب مکہ کے نزدیک آپہنچا تو شہر سے کئی کوس پر مقام کیا۔ اتفاقاً اُس روز عمر سیر کے لئے بیابان کو نکلا ہوا تھا۔ بزرگ امید نے اُسے دیکھ کر پہچان لیا اور شتر سے اُتر کر پیدل ہوئے اور عمر کو اپنے پاس بُلا کر گلے سے لگایا اور خیمے میں لے گئے اور نہایت خاطر کے ساتھ کہا کہ ہم اور تم دونوں بھائی ہیں والد نے تمہارے واسطے لباس عیاری یک دست کا بھیجا ہے تمہیں پہنانا چاہتا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ اس روز تک عمر نے جامہ عیاری و عریانی نہ دیکھا تھا۔ بزرگ امید نے امیر کو برہنہ کیا اور ایک ساعت ننگا رکھا اور کہا کہ طمعِ خام کے لئے کبھی ننگا نہ ہونا اب یہ لباس پہن اور خدائے تعالیٰ کی عنایت پر راضی ہو۔ عمر نے یہ سُن کر اور مضطرب ہو کر رونا شروع کیا اور خواجہ زادہ کی منت کرنے لگا کہ میری سیر کی پوشاک دو میں ہمیشہ تمہارا دعا گو رہونگا۔ بزرگ امید ہنسے اور کہا اے بابا روندگانِ عالم کو تو بہت ننگا اور پریشان کریگا اس واسطے میں نے تجھے برہنہ کیا ہے۔ عمر نے کہا خیر اس کام میں میں تمہارا شاگرد ہوا۔ اس وقت بزرگ امید نے بقچہ اسباب کا منگایا اور اُسے کھول کر اول تنباں بے میانی عمر کو دیا اور پہنایا عمر کا ستر لٹکنے لگا۔ عمر نے کہا بابا جان نہایت بخیل ہیں کہ میری خاطر تنباں ایسا بھیجا ہے کہ میرا عضو مخصوص عریاں رہتا

خواجہ نے آفت بند نکالا عمر نے اسے دیکھا کہ ایک چیز مخمل کی ہے کہ جس پر ہفت رنگ ریشم کے پھول اور بوٹے تمام بنائے ہوئے ہیں وہ لنگوٹ عمر کی کمر پر باندھ کر اُس کی ڈوری کو لعل کے ایک تکمہ سے نصب کیا اور اس لنگوٹے میں ستر عمر کا رکھ کر کھینچا اور کہا اس کو آفت بند کہتے ہیں۔اس کے سبب دوڑنے میں خصیوں کو آفت نہیں پہنچتی اور دوسرا پیرنے کے وقت تنباں کے بند کھولنے کی احتیاج نہیں رہتی۔عمر نے کہا رحمت ہے والد کو کہ میرے لئے بھی خلعت بھیجا اور میرے ستر کے لئے بھی۔ اس کے بعد خواجہ نے دو پیراہن ایک کتان کا اور دوسرا حریر کا نکال کے واسطے نرمیٔ بدن اور اعتدال ہوا کے عمر کے گلے میں ڈالے اور ان کے اُوپر قنطورۂ زربفتی پہنایا اور جواہر کا نیم تاج عمر کے سر پر رکھا جس کے اوپر ایک مرصع طوطی مجوف پُر از مشک و عنبر نصب تھی کہ چلتے وقت دماغ معطر رہے کلغیاں جواہر نگار اور طاق ہائے ابلق جیغ ہائے مرصع اور پرچم ہائے رنگا رنگ کے ساتھ مزین کر اس پر قائم کی گئی تھیں اور ایک ست رنگے ریشم کی ٹلاخن اُس پر لپٹی ہوئی اور پانچ مرصع خنجر عمر کی کمر میں لگائے چوالیس رنگ عمر کی کمر میں باندھ کر بارہ مقام اڑتالیس گوشت چھ آوازہ چوبیس شعبدے چھیانوے رنگ آدمی کے جسم کے اور سات ترکیب عملی ڈاڑھی باندھنے کی یہ سب عمر کو تعلیم کیا اور کیسہ قارورۂ نفط کا اُس کی کمر میں باندھا اور قدرے سینبل کی روئی دواؤں کی شراب میں بھگو کر خشک کی ہوئی کہ جب پانی میں بھگوتے پانی شراب سا ہو جاتا اور موم روغن کی ڈبیہ و عطر بدن کی نرمی اور خوشبو کے واسطے اور تریاق دانی بھری ہوئی عمر کو دی اور ختائی ہرن کے چمڑے کا آفتاب گیر دھوپ سے بچنے کے لئے اُس کی پیشانی پر باندھا اور دم طاؤس کا مگس ران ہاتھ میں دیا اور مشکیزہ پانی کا شانے پر لٹکایا سپر تلوار ترکش کمان چھریاں سر بُری اور گوش بُری بینی بُری کی کمر میں لگائیں اور ایک چادر عیاری کی شبکہ دار مثل دام ماہی دی کہ جس کو اس میں باندھے اُس کا دم خفگی بکرے اور مہرہائے کرم ابریشم پر دیے ہوئے عمر کو دی کہ زانو پر باندھے اور پاپوش نرم پہنا کر خاک انداز سمرلانی پشت پا پر نصب کیا اسی طرح چار سو چوالیس بارہ پراق عیاری تصنیف بزرجمہر کا سب عمر کو پہنایا۔عمر اس اسباب گراں بہا کو لے کر بہت خوش ہوا اور آدائے شکر بجا لا کے رخصت ہوا اور امیر کی خدمت میں گیا۔یہ تمام احوال بیان کیا۔امیر نے عمر کو گلے سے لگایا اور کہا یہ لباس کہاں سے پایا۔عرض کی کہ بندے کا یہاں قرب نہیں ہے ورنہ جس کے پاس رہونگا وہ مجھ کو اس لباس میں رکھیگا ہرمز تاجدار نوشیرواں کے بیٹے نے میری تعریف سن کر میرے واسطے یہ خلعت بھیجا ہے اور ہزار تمن کا مجھ کو نوکر رکھا ہے

آپ کے پاس رخصت کے واسطے آیا ہوں آپ کیا فرماتے ہیں۔ امیر یہ سُن کر آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور کہا اے عمر میں تجھ کو اپنا بھائی جانتا ہوں اور اس میں کچھ فرق نہیں سمجھتا کیا یہاں صاحبی اور نوکری نہ تھی اگر اب تمہارا ارادہ نوکری کا ہے تو ہزار تمن کیا چیز ہیں میں نے پانچ ہزار تمن تمہارے مقرر کئے زر و زیور کے واسطے ہرجائی مت ہو کہ اس میں بد نامی ہے۔ عمر نے جو امیر کا یہ اشتیاق اپنے اُوپر دیکھا تو بے اختیار روئے نیاز امیر کے پاؤں پر رکھا اور کہا امیر تمہارے ہی سر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جمشید اگر آوے اور ہزار تمن روز میرا مقرر کرے جب بھی میں آپ کی بندگی سے منہ نہ پھیرونگا اور اس کمترین کو آپ سوا غلام وفا دار کے سوا ہرگز نہ جانیں بندے نے اس وقت خوش طبعی کی اور آپ ملول ہوئے اور یہ لباس بزرجمہر نے میری خاطر بھیجا ہے اور آپ کے واسطے عَلمِ اژدہا پیکر اور بارگاہ دنیال بھیجی ہے اور بادشاہ ہفت کشور نے معذرت نامہ لکھا ہے اور خلعت بھیجا ہے خواجہ بزرجمہر کا بیٹا بزرگ امید یہ سب لے کر آیا ہے یہاں سے دو کوس پر اُس کا لشکر اُترا ہے آپ سوار ہوویں اور اُس کے استقبال کے واسطے چلیں کہ بادشاہ کے خلعت کی عزت ضروری ہے اور خواجہ زادہ پر بھی منت رکھیں۔ امیر مع ہمراہیوں کے اُسی دم سوار ہو گئے اور بزرگ امید سے جا کر ملاقات کی۔ بزرگ امید صاحبِ قِران کے آنے سے نہایت شاد شاد اور باغ باغ ہوئے اور بادشاہ کی سر فرازی کا خلعت امیر کو پہنا کر حضور کا معذرت نامہ گذرانا۔ امیر نے اُس کو پڑھ کر اپنے یاروں کو سُنایا سب نے مبارک باد دی۔ خواجہ زادے نے وہ علمِ اژدہا پیکر اور بارگاہِ دنیالی امیر کو سونپی۔ امیر نے وہ عَلم اپنے علم دار طوق بن حیران کے حوالے کیا اور رخصت ہو کر سوار ہوئے اور اس علم کے سایہ بہ سایہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور مع خواجہ بزرگ امید کے شہر میں داخل ہوئے۔ اور کئی روز تک بزرگ امید کی خاطر جشن رکھا۔ بعد فراغت جشن کے بزرگ امید نے کہا کہ مجھ آئے ہوئے عرصہ ہؤا اب آپ کو بادشاہ کی خدمت میں چلنا لازم ہے کہ وہ منتظر ہونگے۔ امیر اُسی وقت مع خواجہ عبد المطلب کے بیت اللہ میں گئے اور وہاں کی شرائط ادا کر کے گھر میں آئے اور خواجہ عبد المطلب سے رخصت ہوئے۔ اور بھائیوں کو رخصت کر کے سفر کا اسباب مہیا کیا اور تیس ہزار سوار خوں خوار کی جمعیت سے مع رفقا مدائن کو روانہ ہوئے۔ ہر روز منزل در مراحل طے کرتے چلے جاتے تھے۔ پہلوان عادی کو فراش خانہ کا داروغہ کر کے اپنا پیش خیمہ اُس کی تحویل میں کر کے روانہ کیا۔ کئی منزل کے بعد لشکر ایک دوراہے پر پہنچا اور جی میں کہا یہ معلوم نہیں کہ امیر کس راہ سے جائینگے تو یہاں راہ دیکھ جب لشکر یہاں آئیگا تو جدھر کو جانے کا حکم ہوگا اُس طرف کو چلنا پس پیش خیموں کو اُتروا کر امیر کا انتظار کرنے لگا۔ بارے اس سے

دوسرے دن امیر بھی وہاں تشریف لائے اور عادی کو پوچھا کہ یہاں کس واسطے قیام کیا عرض کی کہ یہاں دو راہ ہیں اس لئے غلام نے پیش قدمی نہ کی اب جدھر ارشاد ہو اُدھر کو جاؤں - امیر نے بزرگ امید سے دو راہوں کا حال پوچھا - کہا یہاں سے ایک راہ مدائن کو بے خطر جاتا ہے لیکن چھ مہینہ میں طے ہوگا اور دوسرا بھی بیشۂ فیض سے ہو کر مدائن جاتا ہے اور آدمی اس راہ سے جلدی مدائن پہنچتا ہے مگر پانچ برس سے اس راہ میں ایک شیر پیدا ہوا ہے اور اس کے سبب سے یہ راہ بند ہے کوئی اس راہ سے نہیں جاتا - عمر نے جو یہ حال سنا کہا ہم نے مدائن جانا ہے بیشۂ فیض سے کچھ کام نہیں - مثل ہے ع راہ راست برو اگرچہ دور ست - اس راہ سے جا کر اپنے آپ کو تہلکہ میں ناحق ڈال دینے سے کیا حاصل - بھاڑ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان ۔

امیر اور عمر نے بیشۂ فیض سے جانا اور شیر سے ڈر کر درخت پر چڑھ جانا اور گھوڑے کو تنہا چھوڑنا اور امیر نے شیر کو پچھلے پاؤں سے پکڑ کر دے مارنا



بہ نسبت اس کے کہ ہم جلد اس راہ سے گذرینگے وہ دور کی راہ ہم کو اچھی ہے - لیکن امیر کے دل میں یہ خیال گذرا کہ اگر بیشۂ فیض کی راہ سے نہ جاؤنگا تو لوگ مقرر یہ کہینگے کہ ابو العلی شیر سے ڈر کر اور راہ گیا کسی دوسرے کام کی امید مجھ سے نہ رکھینگے لازم ہے کہ اسی راہ سے چل اور پروردگار کی توفیق سے اس کو مار کہ ایک تو اس میں ناموری اور دوسرے

خلق خدا کو اُس کے شر سے امان ہوگی فرمایا سب لشکر سیدھے رستے جاتے اور ہم بیشۂ فیض کی راہ
سے اُس شیر کو مار کر آگے بڑھ کر تم سے ملاقات کرینگے - ہرچند سب نے منع کیا پر امیر نے نہ
مانا اور انبیا کا سلاح بدن پر لگا کر مرکب سیاہ قیطاس پر سوار ہوئے اور اُس دشت کی
طرف روانہ ہوئے - عمر بھی گھوڑے کا شکار بند پکڑ کر جلو میں ہمراہ ہوا اور کہا اے امیر
میں نے کبھی شیر نہیں دیکھا دیکھنا چاہتا ہوں کہ کیسا ہوتا ہے امیر ہنسے اور کہا بہت اچھا
تمہارے سبب سے ہمارا بھی دل بہلیگا - عمر ہمراہ ہوا اور باتیں کرتے ہوئے چلے - دن بھر میں
وہ میدان طے کیا شام ہوئی تو ایک درخت کے نیچے مغرب کی نماز پڑھی اور رات کو اُسی پیڑ
کے نیچے کاٹا - صبح کو خدا کی عبادت سے فراغت پاکر یا الاتفاق پھر روانہ ہوئے جب تیسرا پہر ہوا
تو بیشۂ فیض نظر آیا اور وہاں کی ہوا بھلی معلوم ہوئی لطیف اور مصفا پانی کے چشمے ہر طرف بہتے
اور نسیم رواں بخش رواں تھی امیر اور عمر تفریح کناں اُس بیابان کا نظارہ کرکے ایک درخت کے
نیچے کھڑے ہو کر دیکھ رہے تھے گھانس کا یہ عالم کہ اُس فراش نے جس کے سبب سے صفحۂ دنیا میں
زینت ہے کوسوں تک مخمل سبز کو بچھوایا ہے اور اس صحرا کے گرد کوہستان گل ہزارہ کی الوانی نقاب
والے ہوئے ہیں - اس صبح عروسی کا سارا عالم دیکھ رہے تھے کہ ایک طرف دشت زیر کوہستان
پھولا ہوا معلوم ہوا امیر نے عمر کی طرف دیکھ کر کہا خیال میں آتا ہے کہ شیر اسی جنگل میں ہوگا
کیونکہ شیر کے لئے اس سے بہتر کوئی اور جگہ نہیں ہے - عمر نے کہا واقعی نیستان ہے چاہئے کہ
شیر اسی جنگل میں ہو - امیر اس جگہ گھوڑے سے اُترے اور زین پوش بچھا کر بیٹھے اور سپر کو چھاتی
تلے دے کر اُس شیر کے منتظر بیٹھے تھے اور عمر گھوڑے کو چرا رہا تھا اور جنگل کے رنگ برنگ پھولوں
کو توڑ کر گلدستے بناتا اور امیر کے پاس لے آتا تھا اس کی طرف سے امیر کو نہایت خطرہ تھا آپ
بھی عمر کے ہمراہ پھرنے لگے - امیر ایک چشمے پر بیٹھ کر پانی کا تماشا دیکھنے لگے اور عمر گھوڑے کو
درختوں کی آڑ میں چرا رہا تھا کہ نیستان میں کھڑکھڑاہٹ پیدا ہوئی عمر اُس طرف دیکھنے لگا وہ
شیر کئی دن سے بھوکا تھا آدمی کی بو جو اُس کی ناک میں گئی تو جنگل سے باہر نکلا عمر نے تمام عمر
میں کبھی شیر نہ دیکھا تھا جونہی نظر اُس پر پڑی گھوڑے کو چھوڑ کر ایک درخت پر چڑھ گیا اور
امیر کو پکارنے لگا کہ حمزہ خدا کے واسطے بھاگ کہ شیر نیستان سے نکلا ہے میں ایک درخت پر چڑھ
بیٹھا ہوں تو بھی کسی اُونچے پیڑ پر چڑھ بیٹھ نہیں تو وہ شیر تیری طرف آتا ہے - امیر یہ بات سُن
کر بے اختیار ہنسے اور کہنے لگے او دزد مکار دیوانہ ہوا ہے میں اس کے مارنے کا ایک ارادہ کر کے
آیا ہوں تو مجھے بھگاتا ہے وہ اگر میرے گھوڑے کو مارے تو یہ کیا معنے ہیں میرا مرکب میری
جان کے برابر ہے یہ کہہ کر اس شیر کی طرف متوجہ ہوئے اور عمر نے ظرافت شروع کی - امیر جب

نزدیک گئے تو دیکھا کہ عجیب صورت کا شیر ہے جو سر سے دُم تک چالیس ہاتھ لمبا ہے اس کو دیکھ کر امیر نے خدا کو یاد کیا اور شیر نے آدمی کو آپنے سامنے کھڑا دیکھ کر ایک جست کی اور چاہا کہ امیر کا سر پکڑ کر دانتوں میں دبائے امیر خالی دیکر جھٹ بیٹھ گئے اور شیر امیر سے تیر کر پیچھے جا پڑا امیر نے چالاکی سے وہیں پھر کر شیر کے دونوں پچھلے پاؤں پکڑے اور سر کے گرد چکر دیا اور نعرۂ اللہ اکبر کا کہ کے اس زور سے زمین پر مارا کہ اُس کی ہڈیاں چور ہو گئیں اور ایک ہی ہچکی میں مرگیا عمر نے درخت سے نیچے اُتر کر امیر کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اُس کی کھال کھینچکر صاف کر کے گھانس سے بھری اور درخت سے لکڑیاں کاٹ کر گاڑی بنائی اور اُس پر شیر کو بٹھلایا اور امیر سے کہا کہ دیکھئے میں کیا کرتا ہوں ۔ سر شام اس گاڑی کو لے کر امیر کے ہمراہ ہوا اور صبح کے قریب یہ مداین پہنچے ۔ شہر سے باہر قلعہ کے روبرو ایک بلندی تھی اس شیر کو اُس پر بٹھلایا اور آپ امیر کے ساتھ لشکر اسلام میں داخل ہوا (باقی داستان شب فردا)

نویں داستان

نوشیرواں کو امیر کے آنے کی خبر ہونا اور اُس کا استقبال کرنا اور عمر کا شرط جیتنا

راوی اخبار یوں بیان کرتا ہے کہ جب امیر اور عمر اپنے لشکر میں داخل ہوئے اور یہاں صبح کو شہر کا دروازہ کھلا جو اہل مشقت تھے باہر نکلے کوئی لکڑیاں کاٹنے کی فکر میں اور کوئی گھانس کی کی تلاش میں آگے کو چلے اُن میں سے ایک کی نگاہ اُس شیر پر پڑی بے اختیار ایک چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا اور ساتھ والوں نے دیکھا اور اپنی اپنی جانیں لے کر شہر میں بھاگے اور غل کرنا شروع کیا کہ دروازہ بند کرو کہ بیشۂ فیض سے شیر بھوکا ہو کر آیا ہے ۔ لوگوں نے شیر کو دیکھ کر دروازہ بند کیا اور بادشاہ کو جا کر خبر دی ۔ شاہ آپ سوار ہو کر قلعہ کے برج پر گئے اور دیکھا تو ایک پشتے پر واقعی شیر بیٹھا ہے تمام خلقت فصیلوں پر تماشا دیکھنے لگی ۔ بختک اور حکیم بزرجمہر مع ہر ایک ساسانی کے بادشاہ کے ہمراہ اُس کو دیکھتے تھے لیکن کوئی اُس پر قصد نہ کرتا اور سب اُس کو دیکھ کر کانپ رہے تھے ۔ راوی لکھتا ہے کہ مقبل وفادار کا خیمہ لشکر سے باہر تھا وہ بادشاہ کے سلام کو ہر روز آتا تھا اُس روز مع چالیس پچاس سوار کے جوں ہی قلعہ کے نزدیک آیا ایک عجیب طرح کا غوغا دیکھ کر حیران ہوا کہ کیا معاملہ ہے دیکھا تو پشتے پر ایک شیر بیٹھا ہے مع اپنے سواروں کے گھوڑا اُڑا کر شیر پر چلا کیا خیال کیا تو شیر فراخنش نہیں کھاتا ایک ہی طرح بیٹھا

ہوا ہے پاس جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ بیشۂ فیض سے اس شیر کو امیر نے مارا ہے اور عمر نے عیاری سے اس کو یہاں بھلایا ہے جا کر بادشاہ سے یہ تمام احوال بیان کیا۔ شاہ مقبل سے نہایت خوش ہوئے اور دروازہ کھلوا کر باہر نکلے پاس جا کر اُس شیر کو دیکھا اور قلعہ میں واپس آکر مجلس جشن کی آراستہ کرائی اور مقبل کو خلعت شاہانہ عطا کی۔ امیر کے آنے کی خبر سے نوشیرواں کو کمال شگفتگی حاصل ہوئی ہر ساعت از روئے مہربانی مقبل کو شراب کا پیالہ عنایت فرماتے تھے۔ اس روز کئی صندوق زر سرخ و سفید کے مقبل کو حضور سے امداد ہوئے۔ جب دربار کے برخاست کا وقت ہوا مقبل اُٹھ کر آداب بجا لایا اور پایۂ تخت کو بوسہ دیکر کہا غلام امیدوار ہے کہ حضور سے رخصت ہو کر امیر کی خدمت میں (جو شیر بیشۂ فیض کو مار کر نزدیک پہنچے ہیں) لازم ہے کہ حاضر ہوں۔ تب بادشاہ نے دوبارہ خلعت دیکر رخصت کیا اور اس موسم کا جو میوہ تر و خشک تھا مع ایک خاص دستخطی فرمان کے امیر کے لئے مقبل کے حوالے کیا۔ مقبل باہر نکل کر مرکب تازی نژاد پر مرصع کار ساز لگا کر اور خود جواہر پوش ہو کر سوار ہو کے مع تین قاطر مال بڑے طمطراق سے بیشۂ فیض کو چلا۔ جب تک اس کی داستان پھر کہوں اب دو کلمۂ داستان صاحبِ قران امیر اور عمر کے ملاحظہ کیجئے کہ عمر اس شیر کو وہاں رکھ کر شہر میں داخل ہوا۔ کئی سردار پیچھے رہ گئے تھے اُن خاطر دو تین مقام کئے کہ وہ بھی آلیں تب مدائن کو چلیں۔ ایک روز امیر کے اشارے کے بموجب عمر اُسی جنگل سے باہر نکل کر مدائن کی طرف روانہ ہوا قریب جا کر دیکھا کہ ایک جماعت قلعہ سے باہر نکلی اور بیشۂ فیض کی طرف روانہ ہوئی عمر نے پاس جا کر دیکھا تو مقبل اس شان و شوکت سے آتا ہے عمر اُسے دیکھ کر کھڑا ہوا کہ شاید مجھے دیکھ کر گھوڑے سے اُتر کے بغل گیر ہو۔ لیکن اس کی نگاہ جو امیر پر پڑی دیکھ کر ہنسا اور پوچھا کہ امیر کہاں ہے جو تو یہاں آوارہ پھرتا ہے۔ اُس کی یہ حرکت عمر کو نہایت ناشایستہ معلوم ہوئی۔ جواب دیا تو سُن اے سیاہ بد نہاد تجھ کو امیر نے مدائن میں بادشاہ کے حضور میں رہنے کو بھیجا ہے تو کس کے حکم سے باہر آیا میں نے سُنا ہے کہ امیر اس شہر کی طرف آئے ہیں اُن کی ملازمت کے واسطے آیا ہوں۔ تو نے بہت بُرا کیا جو شہر سے باہر آیا۔ مقبل نے کہا عمر تو دیوانہ ہوا ہے جو مجھ سے برابری کرتا ہے۔ عمر بہانہ تو ڈھونڈتا ہی تھا کہا سُن اے کالے غلام تو نے یہ مقدور پیدا کیا ہے کہ مجھ کو کہتا ہے میری برابری نت کر اپنے نیم تاج کے زور سے فلاخن کو کھولا اور اُس کی گوفن کے گلے میں ایک سنگ تراشیدہ و خراشیدہ آفتاب و مہتاب خوردہ رکھ کر مقبل کو مارنے کا ارادہ کیا وہ سنبھلنے نہ پایا کہ عمر نے مارا اور مقبل کی پیشانی پر لگا اور خون جاری ہوا۔ مقبل نے ہوا اس کے اور کچھ علاج نہ دیکھا کہ روتا ہوا امیر کی خدمت میں آیا۔ امیر نے اس کا یہ حال دیکھ کر خیال کیا کہ شاید اہل مدائن نے اس کی یہ حالت کی ہے۔ مقبل آکر قدم بوس ہوا اور شکوہ

عمر کا کیا۔ امیر نے اُس کو تسلی دی اور عمر کی اس حرکت پر بے اختیار ہنسے اور فرمایا کہ خاطر جمع رکھ جب عمر آئیگا تو ہم اُس سے اس کی پرسش کرینگے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ عمر بھی گرد آلود آیا۔ امیر نے کہا عمر تو نے مقبل کا سر کیوں توڑا۔ جواب دیا کہ امیر آپ خاوند ہیں انصاف کریں کہ دنیا میں آدمی سے آدمی ہر بات کی توقع رکھتا ہے ایک مدت کے بعد مجھ سے اور اس سے ملاقات ہوئی آپ کی خدمت میں وہ اور یہ دونوں برابر ہیں اس کا کیا سبب کہ میں اس کی ملاقات کو کھڑا ہؤا اور یہ از روئے تکبر مرکب پر سوار نہ سلام علیک نہ تواضع نہ یہ گھوڑے سے اُتر کر بغل گیر ہوتا لباس جواہر نگار اور صندوق زر سرخ پر اپنے آپ کو بھول گیا سچ کہتے ہیں کہ خدا کم ظرف کو مقدور نہ دیوے **بیت** نہ منعم بہ مال از کسے بہترست * خر ار جل اطلس بپوشد خرست * امیر نے حال معلوم کر کے مقبل سے کہا گناہ تیرا ہے اور عمر کو تو نے بے جا خفا کیا اب لازم ہے کہ آپس میں صلح کرو۔ مقبل راضی ہؤا لیکن عمر نے صلح قبول نہ کی کہا وہ مرد صاحب مال و منال اور میں عیار بے اعتبار مجھ کو اس سے کیا نسبت اور اس کو مجھ سے کیا مناسبت۔ جب مقبل نے دیکھا کہ عمر تصفیہ نہیں کرتا امیر سے کہا کہ عمر کی نگاہ اس مال کے صندوق پر ہے اس میں سے اس کو کچھ دیجئے کہ میرے گناہ بخشے۔ امیر نے ایک صندوق عمر کو دیا۔ جوں ہی اُس نے صورت مال کی دیکھی مقبل کو گلے سے لگایا اور صلح کی۔ مقبل نے نوشتۂ شاہ گذرانا اور سوغات حاضر کی امیر نہایت خوش ہوئے اور میوہ یاروں میں تقسیم کیا۔ وہ رات تو یہیں گذری دوسرے دن صبح کو بزرگ امید کو مدائن کی طرف رخصت کیا اور ان کے جانے سے تیسرے دن امیر بھی اپنے لشکر سمیت کوچ کر کے آہستہ آہستہ چلے۔ لیکن وہاں بزرگ امید نے بھی بادشاہ کی ملازمت سے سرفرازی حاصل کر کے امیر کا حال سُنا کر کہا کہ حمزہ حسب الامر آپ کے حاضر ہوا ہے اور یہاں سے چار فرسنگ پر پہنچا ہے حضور میں خبر کرنی ضروری تھی اس واسطے گذارش کیا۔ بادشاہ نے بزرجمہر کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جس کو تم مناسب جانو صاحب قران کے استقبال کے واسطے بھیجو۔ ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ آپ نے اُس کو اس درجہ پر سرفراز کیا ہے کہ اُسکی عزت ہوئی اور آپ کی پابوسی کی تمنا میں وہ یہاں تک آیا ہے اب تو لازم ہے کہ شہریاری الطاف سے شہر سے چند قدم باہر چل کر آپ اُسے لائیے اُس کو آنے کی امید ہے اگر وہ اس طرح قلعہ میں داخل ہوگا تو زیادہ ممنون و مشکور رہیگا۔ اس بات کے سُنتے ہی سامانیوں میں ایک غل و خروش پیدا ہؤا کہ بادشاہ کو کیا بنی ہے کہ بادشاہ ہفت کشور ہو کر ایسے ایک مکہ کے رئیس زادے کے استقبال کے واسطے جائے تمام عالم کیا کہیگا۔ جب ان دشمنوں نے بات کو یہاں تک پہنچایا تو بزرجمہر نے اُن کے جواب میں کہا کہ حمزہ کا معاملہ ان باتوں

سے نسبت نہیں رکھتا اس کی خبر سے تم لوگ واقف نہیں ہو کہ شاہ نے اُسے اپنا پسر خواندہ کیا ہے اور تربیت کر کے اس مرتبہ کو پہنچایا ہے جو کچھ وہ کہے اُس کا اقبال ہے دوسرے اپنی قوم کا بھی سردار ہے سب اس کو ممتاز جانتے ہیں بہترینِ اشرافِ عرب سے ہے تیسرے بادشاہ کو نہیں دیکھا اور غائبانہ اپنی جان نثار کر کے وہ لڑا اور ہشام کو مارا اُس کا حق تمام ساسانی قوم کے مرد و زن و خورد و بزرگ پر ہے کہ کتنے ہزار آدمی کو قید سے چھڑایا ہے جو سب تمہارے اقربا زن و فرزند تھے پس سب کو لازم ہے کہ اُس کی خدمت کریں سوا اس کے اکثر بادشاہ زادوں اور پہلوانوں کو زورِ بہادری سے مطیع کر کے بندگانِ عالی کی سلک میں لایا ہے مثل منظر شاہِ یمنی و نعمان بن منظر و سلطانِ بخت مغربی و طوق بن حیران حاجی و عمر و معدی کرب و مقبلِ وفادار و عمرِ عیار اور بیس ہزار سوار۔ غرض بزرجمہر نے ایسی تقریر سے یہ جملے ادا کئے کہ ساسانیوں نے سکوت کیا۔ تب بادشاہ نے سواری منگوا کر چار ہاتھی کے تخت پر سوار ہو کر مع اپنے تمام امرا کے امیر کے استقبال کی جانب متوجہ ہوئے اور اپنے فرزندوں اور وزیروں اور لشکرِ بے نہایت و شکوہِ شہریاری سمیت قلعہ سے باہر نکلے۔ اس روز سوار اور پیادوں کے چلنے سے غبار آسمان تک پہنچا اور سواروں کی ہائے ہو اور پیادوں کا غوغا اور ان کے آگے بادشاہ تخت کے کاؤں پر سوار اور زیرِ تخت ناوک انداز تیر انداز مستعد اور ایک طرف جلو میں برابر مہترِ عیار جو اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے سازندہائے چالاک و تیز دست گھوڑوں پر سوار گاتے بجاتے اور عالمِ عشرت کا بیابان سب کو دکھاتے اور ساقی ہائے گل اندام شرابِ ارغوانی کے جام ہر ایک کو پلاتے چلے جاتے تھے۔ ان کے بعد سالار اور سردار ساسانی و مجوسی و گیامرسی گبر اپ سے گھوڑوں پر گینڈوں پر ہاتھیوں پہ تختوں پر سوار۔ جب بادشاہ کی سواری مدائن سے دو کوس پر آگے بڑھی تو بیشہ قبض کی طرف ایک گرد سیاہ و تاریک تیرہ و خیرہ غلطاں و پیچاں مانندِ زلفِ عروسان پیدا ہوئی جب نزدیک پہنچی تو مقراضِ بادنے پیراہن اس گرد کا تا بہ دامان چاک کیا تب تیس ہزار سوار و تیس ہزار علم کا نشان اس میں سے نمودار ہوئے اور علمِ اژدہا پیکر کے سایہ تلے امیر مرکبِ سیاہ قیطاس پر سوار مع سردارانِ نامدار بہ شکوہ سپہ سالاری بادشاہ کو دکھائی دیئے اور امیر کے جلو میں بابائے روندگانِ عالم سر سرہنگانِ روزگار عمرِ عیار قنطورہ نہ بغتی و پاتابہ سقرلابی و گونِ عیاری حلیہ ہائے ناقہ آراستہ کئے ہوئے اور تمام شاگرد ہمراہ کئے ہوئے ساز نوازی کرتا ہوا اور صاحبِ قران پیغمبروں کا سلاح بدن سے لگائے ہوئے اور گھوڑے پر جوشنِ جواہر نگار اور جوشن پہ جھلاجل میں کئی رنگِ حیدری لگے ہوئے اور اس گھوڑے کی پیٹھ پہ امیر بہادرانہ بیٹھے ہوئے پندرہ یا سولہ برس کے سن سال میں مثلِ ماہ شبِ چہار دہم اور چہرے پر خیالِ سبز رنگ ہاشمی گلابی لئے ہوئے اور نقشِ ابراہیمی چمکتا ہوا نہایت بھلا معلوم ہوتا تھا غرض

امیر کی یہ شان و شوکت ہر ایک شخص حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ اور نوشیرواں کا یہ عالم کہ صاحبقران کی طرف گویا آنکھیں سیدھی نہیں ہوتی تھیں۔ اور جس نے امیر کی یہ وضع دیکھی ارادہ برابری کا دل سے اُٹھا دیا۔ امیر کی نظر جونہی بادشاہ پر پڑی فوراً جست کر کے خانۂ زین سے اُتر کر زمین پر کھڑے ہوئے اور وہ تخت آثار سلطنت کہ حشام مدائن سے غارت کر کے لے گیا تھا اور یہ اصل تخت خسروی تھا امیر نے اس خیال سے اپنے سر پر اُٹھا کے چالیس قدم چل کر بادشاہ کی توقیر و تعظیم کی کہ لوگ یہ نہ جانے کہ میں رستم سے کم ہوں کیونکہ ایک وقت میں جب کے خسرو نے توران کو مسخر کر کے ایران کا ارادہ کیا اور اہل ایران نے اُس کو اپنی بادشاہی میں قبول کیا تو اُس روز رستم بن زال تخت ایران کو اپنے سر پہ اُٹھا کر تیس قدم بادشاہ کی تعظیم کو گیا تھا۔ بادشاہ کو امیر کی یہ حرکت نہایت خوش آئی ہاتھیوں کو بٹھوا کر اپنے تخت سے اُتر کر زمین پر کھڑے ہوئے اور خادموں کو اشارہ کیا کہ تخت امیر کے سر سے بہت جلد اُتار لیں اور آپ دوڑ کر امیر کے پاس چلے تھے کہ امیر آگر قدم بوس ہوئے شاہ نے امیر کو دونوں بانہہ سے پکڑ کر مانند جان گلے سے لگایا اور دونوں ابرو کے درمیان بوسہ دیا۔ اور اسی دم امیر کو فرزندان حمقر اور فرامرز سے بغل گیر کرایا۔ اور بختک و بزرجمہر و دیگر سب سرداران سے ملاقات کرائی (باقی داستان فردا شب)

بادشاہ نوشیروان نے مع سرداران امیر کے استقبال کو جانا اور امیر نے خالی تخت کو سر پہ اُٹھا کر اور چالیس قدم لے کر چلنا اور بادشاہ کی قدم بوسی اور ہمراہیوں سے ملاقات کرنا



دوشنبہ قصہ کو یہاں تک پہنچایا تھا کہ جب امیر بادشاہ کی ملاقات کر چکے تو خواجہ بزرجمہر نے بادشاہ سے عمر کی تعریف کرنی شروع کی اور اُس کو حضور میں لائے۔ شاہ نے اُس کی طرف مہربانی سے پاؤں پھیلایا کہ وہ چومے اور ہاتھ کو زانوں پر رکھا۔ عمر نے بادشاہ کا پاؤں چوم کر ہاتھ پر بوسہ دیا اور دست بوسی کے وقت شاہ کی انگشتری اس چالاکی سے اُتار لی کہ کوئی ہرگز واقف نہ ہوا۔ اور بادشاہ سے ملازمت کرکے اور لوگوں سے بغل گیر ہونے لگا جب مالک بختک تک نوبت آئی تو عمر نے ہم کنار ہونے کے وقت وہ انگوٹھی آہستہ سے اُس کی جیب میں ڈال دی اور ہر ایک امیر و نام دار سے ملاقات کی۔ اُس وقت بادشاہ نے گھوڑا طلب کیا اور اُس پر سوار ہو کر عنان بہ عنان صاحب قران کے مدائن کو متوجہ ہوئے۔ اور عمر مع اپنے عیاروں کے نوشیرواں کے جلو میں قدم بہ قدم مارتا ہوا چلا اور اپنے شاگردوں کو حکم دیا کہ خبردار کسی غیر کو اپنے بیچ میں نہ آنے دینا۔ تب تو شاہ جو عیاروں کا مہتر آتش نامے تھا اُس نے عمر کی طرف دیکھ کر غل کیا اور کہا او لڑکے جگہ پہچان کہ بادشاہ کی جلو کا تعلق مجھ سے ہے اور یہاں کی حاضری تیرا رتبہ نہیں ہے۔ عمر نے جواب دیا کہ میری طرح تو بھی اپنے کام میں ایک ہے ابتک تو اس پر تھا مگر آیندہ یہ خدمت تجھے نہیں پہنچ سکتی کیونکہ پانی نہ ہو تو تیمم کرتے ہیں۔ آتش عیار سُن کر غصہ میں آیا اور واہیات بکنے لگا۔ یہ گفتگو امیر اور بادشاہ نے سُنی احوال دریافت کیا کہ کیا ماجرا ہے۔ آتش نے عرض کی کہ غلام شہریار آپ کے اُردوئے خاص میں عیاروں کا سردار ہے اور یہ عیار بچہ مجھے جلو میں جگہ نہیں دیتا۔ بادشاہ نے سُن کر عمر کی طرف دیکھ کر فرمایا اے عمر تو کیا کہتا ہے عمر نے جواب دیا کہ عیاری صرف باتوں سے نہیں ہوتی وہ کسب اور ہنر سے تعلق رکھتی ہے۔ بالفعل اس فن میں بڑا پیشہ دوڑنا ہے اگر اس بات کا امتحان منظور ہے تو یہی گیند اور یہی میدان آزمایش کر لے۔ بادشاہ نے کہا عمر تو نے خوب کہا ہم نے ایک بات ٹھیرائی ہے اس میں دونوں کا امتحان معلوم ہو جائیگا کہ مدائن کے قلعہ کا دروازہ یہاں سے ایک فرسنگ ہے ایک ایک تیر دونوں آدمی لیں جو شخص پہلے دربان کو دے وہ زیادہ ہے۔ دونوں نے قبول کیا۔ بادشاہ نے ایک ایک تیر ان دونوں کو دلوائے۔ یہ دونوں عیار حضور سے تیر لے کر روانہ ہوئے اور کتف بہ کتف قدم بہ قدم مارتے چلے۔ جب سواری کچھ آگے بڑھی دانستہ پیچھے رہ گیا اور آتش آدھ کوس آگے نکل گیا تب ہر ایک کہنے لگا کہ عمر نے مہتر عیاروں سے شرط باندھ کر اپنے اوپر ناحق بلا مول لی آخر وہی زور آور تھا کہ آگے پہنچا اور یہ پیچھے رہ گیا۔ عمر نے لوگوں کی باتیں سُن کر اپنے پاپوش پاؤں پر راست کیئے اور وہاں آتش اُڑا جاتا تھا اور دل میں کہتا تھا کہ میدان سے میں گو لے گیا اب عمر کب پہنچ سکتا ہے نزدیک تھا کہ دروازے پہنچے بابائے روندگان نے سعی اپنے تئیں پہنچایا اور جست کرکے وہ لاتیں امیر۔۔۔ اُس کی گردن کے نیچے دونوں شانوں

کے بیچ میں لگائیں کہ وہ بے اختیار گر پڑا اور سر اُس کا پھٹ گیا۔ عمر نے اُس کا نصف تاجِ عیاری سر سے اُتار لیا اور آپنے آپ کو دربان کے پاس پُہنچایا اور تبر دیا اور پھر کر بادشاہ کی خدمت میں گیا اور بادشاہ و امیر کی رکاب کو بوسہ دیا اور اُس کا نیم تاج دکھایا۔ یہ سُن کر شاہ مع سب سرداروں کے خوب ہنسے۔ لیکن عیار اس شرمندگی سے حضور میں نہ آیا اپنے گھر کو گیا۔ جب بادشاہ کی سواری مع صاحبِ قِران شہر کے دروازے پر پہُنچی تو بادشاہ نے فرمایا کہ امیر کا لشکر تلِ شادکام پر اُترے۔ قلعہ کے باہر ایک جگہ ہے جس کو تلِ شادکام کہتے ہیں اپنا اور صاحبِ قِران کا لشکر وہاں اُتارا خیمے اور سرا پردے ایستادہ ہو گئے اور امیر بادشاہ کے ہمراہ شہر میں داخل ہوئے قلعہ عجیب طرح کا آراستہ دیکھا کہ برج و کنگرہ ہر جانب کی فصیل کا محکم خندق پر آب و خاک زیر و سنگ اندار تیار شہر میں باغات و قصر و ایوان و کوشک و بُت خانے و خانقاہ و مدرسے ہر جگہ پر سفید ایک لطف معلوم دیتے تھے۔ شہر نہایت آراستہ و پیراستہ زیب دہندہ و زینت بخش ہر چہار طرف اور ہر ایک آراستہ۔ امیر نے جو یہاں کی رعیت کے اقربا ہشام کی قید سے چھڑا کر بھیجے تھے۔ ہر ایک بزرگ نے جشن کی تیاری کی۔ تمام شہر میں غلغلہ خوشی کا ہوا دوکانداروں نے اپنی اپنی دوکاں کو بادلے اور زربفت سے مڑہا اور پوشاک نفیس پہن کر ہر ایک شخص اپنی دوکان میں امیر کے دیکھنے کے اشتیاق میں بیٹھا اور ہر کوچہ میں پا انداز مخمل اور کمخواب کا بچھا جواہرات کا ہر بازار میں ڈھیر لگا دیا شہر میں ایک عید کا مجمع تھا۔ تمام تماشا کناں خلقت سواری کی کیفیت سے خوش ہوتی تھی کہ امیر رکاب بہ رکاب بادشاہ کے سیاہ قیطاس پر سوار آئے۔ ہر ایک شخص امیر کو دعا دینے لگا تا کہ بادشاہِ ہفت کشور بارگاہِ جمشیدی کے دروازہ پر پہنچے اور گھوڑوں پر سے اُتر کر اندر داخل ہوئے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اُمرائے اہلِ اسلام داہنے ہاتھ بیٹھیں اور شاہزادہ ہرمز کے زیرِ دست عمر کو جگہ دو عمر کرسی مرصع نگار پر تکیہ پر لگ کر بیٹھا بزرجمہر کے پہلو میں تمام حکیم بیٹھے اور تمام سردار کفار شاہ کے دستِ چپ کو تھے۔ بادشاہ نے امیر کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تم لائق اپنے مکان دیکھو اور جہاں جی چاہے وہاں بیٹھو۔ امیر نے دل میں کہا کہ ایسی جا بیٹھے جہاں کوئی ہمسری دعویٰ نہ کرے مثل ہے کہ گربہ کشتن روزِ اول بادیہ بادشاہ کے برابر ایک صندلی جواہر نگار بچھی کہ وہ رستم کی مشہور تھی امیر اُسی پر بیٹھے اور شاہ کو نہایت ادب و تعظیم سے مجرا کیا۔ لیکن جس وقت امیر نے اُس کا غاشیہ اُٹھا کر قدم رکھا تھا تو ہمسائیوں میں فغان پیدا ہوئی کہ حمزہ کا یہ مرتبہ نہیں جو رستم کی کرسی پر بیٹھے لیکن روزِ اول تھا اس خاطر چپ ہو رہے کہ مہمان ہے ابھی اس سے پرخاش کرنی خوب نہیں بادشاہ اُس کے واسطے اور جگہ مقرر کرینگے۔ سب اسی خیال میں تھے کہ بادشاہ [illegible] گا کہ امیر کے سر پر نثار

کئے اور امیر نے جو تحفہ شاہ کی خاطر منگوایا تھا گذرانا۔ بعدہ شاہ نے شربت طلب کیا جوانان خوب صورت خوش الحان وشیریں ترانہ جام شربت ہونے لگے یاروں کو دست بہ دست دیتے جب شاہ و امیر مع اُمرا شربت پی چکے تو خوان ساز جواہر نگار خوان لے کر حاضر ہوئے ہر قسم کی ہر نعمت جو عالم میں تھی بے قیاس لا کر چنی۔ جب کھانے سے فراغت ہوئی اور ہاتھ دھو چکے تو آپس میں خوش طبعی کرنے لگے اور رمز و رموز ہوتے رہے اور ساقیان سیمیں ساق بصد طراوت مجلس میں حاضر ہوئے اور دورِ شراب کا گردش میں آیا مطربانِ خوش الحان جہاں تک تھے حاضر ہوئے اور صدائے ساز و آواز کی بلند ہوئی عیشِ نسیم سے اس گلشنِ محفل میں غنچۂ دل ہر ایک کا شگفتہ ہوا اس وقت شاہ نے عمر کو از راہِ سرفرازی فرمایا بابا ہم کو تمہارے گانے کا نہایت اشتیاق ہے تم کچھ گاؤ۔ عمر نے حضرت داؤد علیہ السلام کا دوتارہ لے کر بجانا شروع کیا اور کئی شعر درد آمیز ایسے گائے کہ ہر طرف سے آوازِ احسن احسن اور واہ واہ کی پیدا ہوئی اور بادشاہ نے اس وقت قصد کیا کہ انگشتری زر ہاتھ سے نکال کر عمر کو دے خیال کیا تو اُنگلی میں وہ انگوٹھی نہیں معلوم ہوتی۔ کہا تلاش کرو کس نے لی ہے۔ عمر نے کہا سوائے خلوتیوں کے کوئی باہر سے نہیں آیا حکم ہو تو ان سب کا جھاڑا لوں۔ کہا اچھا۔ عمر پکار پکار کر کہنے لگا کہ یارو جس نے انگوٹھی پائی ہو حوالے کرو کیونکہ شاہ ہرگز کچھ نہیں فرماوینگے میں تمہاری تقصیر معاف کرا دونگا لوگ ڈھونڈھنے لگے اور ہر شخص کہتا الحمد للہ ہم بھی باہر نہیں گئے۔ بادشاہ نے فرمایا مردمانِ اسلام میں کسی نے نہیں لی ہے ہمارے ہی آدمیوں کو دیکھو۔ جب یہ واقعہ عام ہوئی تو شاہ ہفت کشور کے حکم سے جلسہ کے ایک ایک آدمی کو دیکھ چکے اور کسی کے پاس سے نہ ملی۔ پھر حکیم بزرجمہر کو حکم ہوا کہ تم حکما اور علما کا جھاڑا لو۔ خواجہ ہر ایک کی جیب و کمر دیکھنے لگے۔ جب بختک کے پاس آئے تو وہ خاتم اُس کی جیب سے نکلی۔ شاہ نے فرمایا کہ وزیر ہو کر یہ چوری کی رکھتا ہے اس کو سیاست کرو کہ پھر ایسی حرکت نہ کرے۔ امیر نے بادشاہ کے کان میں آہستہ سے کہا کہ اس پر غصہ نہ فرمایئے بے تقصیر ہے یہ خوش طبعی عمر کی ہے۔ شاہ نے اُس کی تقصیر معاف کی اور عمر کی تیز دستی دیکھ کر حیران ہوئے اور وہ انگشتری عمر کو بخشی اور امیر کو سر و پا مرصع اور اہلِ اسلام کو خلعتِ جواہر نگار عنایت فرمایا اور امیر کو ارشاد کیا کہ ہر روز دربار کے وقت مع رفقا حضور میں حاضر ہوا کرے۔ اس وقت امیر رخصت ہو کر تل شاد کام کی طرف روانہ ہوئے۔ اس روز ملک بختک نے ایک رقعہ عمر کی خدمت میں اس مضمون کا لکھا کہ اے بابائے روندگانِ عالم میں تم سے التماس رکھتا ہوں کہ پھر کبھی دوسری مرتبہ ایسی حرکت نہ کیجئے گا کیونکہ میں تمام ساسانیوں میں نام و نشان رکھتا ہوں یہ ظرافت

میرے واسطے بھیجی رکھتی ہے اور پانچ سو تمن میں نے آپ کی خاطر بھیجے ہیں قبول کیجئے اور پانچ سو تمن کا خط اپنے پاس رکھئے بعد چند روز کے یہ بھی حاضر کرونگا۔عمر نے وہ لے کر خط کو پڑھا اور نہایت خوش ہؤا اور اپنے دل میں کہا کہ یہ فال مبارک ہے کہ پہلے ہی روز مال کی دکھائی دی چاہیئے کہ ہمیشہ اسی طرح دستیاب ہوتا رہے اس خط کا جواب لکھ کر عیار نے دیا اور معذرت کی۔ اس کے دوسرے روز امیر پھر مع امرائے نامدار بارگاہ خسروی میں گئے اور بادشاہ کو مجرا کرکے رستم کی صندلی پر بیٹھے۔ اُس روز بادشاہ نے کمال مہربانی فرمائی اور ساسانی و مجدی کی اور کیا مرسی قوم کے لوگ اور اکثر حکیم اور وزیر و ندیم جو کافر تھے انھوں نے امیر کی دشمنی پر کمر باندھی اور فتنہ و فساد کے تجسس میں رہنے لگے کہ کوئی بات ایسی پیدا کیجئے کہ اس کو بادشاہ کی نظر سے گرا دیجئے ایک روز فولاد بن گستہم بارگاہ کے دروازے سے اندر آیا قد مینار کے برابر مرصع پوش زرہ سے دامن کوہ گرد اسنے ہوئے دست بہ قبضہ سرخ چہرہ بنائے ہوئے سامنے آکر بادشاہ کو مجرا کیا۔ بارگاہ حضور میں جس قدر سردار کفار اور امرائے نامدار موجود تھے واسطے تعظیم کے سب کے سب کھڑے ہوئے۔ اور وہ ایک فولادی کرسی زیر دست پر شاہ زادہ ہرمز تاجدار کے برابر بیٹھا اور بہ چشم غضب امیر کی طرف دیکھ کر کہنے لگا اے ابو العلی بادشاہ نے مجھ کو کابل بھیجا تھا تم جو میرے باپ کے دنگل پر بیٹھے کیا ارادہ رکھتے ہو اور نوشیرواں سے کہا کیا یہی چاہیے تھا کہ اُسے لڑائی پر بھیجا جو دشمن کو زیر کرکے لئے آتا ہے اور اُس کے آنے تک اپنے صبر نہ کیا اور میرے باپ کی جگہ مکہ کے ایک رئیس زادے کو دی۔غرض بادشاہ سے ایسی باتیں کیں کہ امیر سے رہا نہ گیا شاہ سے عرض کی کہ یہ کیا کہتا ہے۔ فرمایا اس کا نام فولاد بن گستہم ہے اور بہرام گرد خاقان شاہ زادہ چین نے مجھ سے سرکشی کی تھی میں نے اس کے باپ کو مقابلہ کے لئے بھیجا ہے شاید وہ اُسے لے کر بارہ دن میں پہنچے اور وہ اسی کرسی پہ بیٹھتا تھا جس پر تم بیٹھتے ہو وہ میری فوج کا سپہ سالار ہے اور بہادری میں لاثانی ہے اسی خاطر اُس کو یہ جگہ دی تھی اب یہ کہتا ہے کہ میری باپ کی جگہ یہ کیوں بیٹھا ہے۔ امیر نے جو یہ بات سُنی تو کہا میرا بھی یہی مقصد تھا کہ مجھ سے زور آوری کا امتحان کر لے اس کے باپ کو کب یہ طاقت ہے کہ میرے سامنے شجاعت کی ڈھینگ مارے۔ زور دلاوری سے آنکھ ملائے فولاد کا سارا بدن کانپ گیا۔کہا اے امیر بادشاہ کے پاس بیٹھ کر لاف مارنی اچھی بات نہیں اگر منظور ہو تو آؤ ہم پنجہ کریں اس میں زور معلوم ہو جائیگا۔ امیر نے کہا آؤ بسم اللہ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ وہ اُٹھ کر امیر کے پاس آیا اور اُس نے اپنا پنجہ امیر کی طرف بڑھایا۔امیر نے اُس کے پنجہ میں پنجہ لا کر ایسا زور کیا کہ وہ گبر بچہ تاب نہ لا سکا کرسی سے گر ہی پڑا اور خنجر کھینچ کر امیر پر دوڑا۔امیر نے اُس

کا ہاتھ پکڑ کر خنجر ہاتھ سے نکال کے اپنی طرف ایسا کھینچا کہ وہ دو زانو بیٹھ گیا۔ ہرمز تاج دار نے اُس کو امیر کے ہاتھ سے چھڑایا اور اُس سے کہا کیا تم بادشاہ کی مجلس میں بے ادبی کرنی چاہتے ہو کہ یہ محفل برہم ہو۔ بادشاہ نے امیر کو خلعت دیا۔ دشمنوں کے دلوں میں امیر کی نسبت اور زیادہ بغض پیدا ہوا۔ جب دربار برخاست ہوا امیر سوار ہو کر تل شاد سلام کی طرف متوجہ ہوئے اور ہر روز اپنے دستور کے موافق حضور میں آتے۔ بعد کئی روز کے حضور میں خبر آئی کہ گستہم بہرام گرد خاقانِ چین کو مع اُس کے چار ہزار سوارِ اُزبک کے باندھ کر اپنے ہمراہ لایا ہے اور مدائن سے کئی کوس پر اُس کا لشکر اُترا ہے اور حضور کے فرمان کا منتظر ہے کہ جب ارشاد ہو شہر میں داخل ہو۔ بادشاہ کچھ فرمایا چاہتے تھے کہ خواجہ بزرجمہر نے اُٹھ کر بادشاہ کے پایہ تخت کو بوسہ دیا اور عرض کیا کہ وہ خدمت گزار خداوند کے حکم سے بڑا کام کر کے آیا ہے اگر شاہ کے نورِ اقبال کا پرتو اُس پر پڑے تو کچھ عجب نہیں ہے کہ آپ کے وصال کے قطرۂ زلال سے اُس تشنہ بادیۂ سرگردانی کا لب بھی تر ہو کر تمام قوم میں اُس کی سرفرازی ہو لازم ہے کہ آپ سوار ہو کر کئی قدم شہر سے باہر جاویں اور استقبال کر کے لے آویں کہ تمام ساسانی اس شفقت کے امیدوار ہیں۔ بادشاہ سوار ہو کر شہر سے باہر گئے راہ میں بزرجمہر نے عرض کی کہ امیر کو خبر کرنی لازم ہے۔ بادشاہ نے امیر کے پاس آدمی بھیجا کہ ہم گستہم کے لینے کو جاتے ہیں تم بھی جلدی آؤ اور سواری شاہ کی یہاں کھڑی ہے۔ جب شہر سے ایک کوس باہر گئے تو اُدھر سے گرد و غبار پیدا ہوا۔ جب مقراضِ باد نے گریبانِ گرد کو چاک کیا تو دس پرکالۂ علم اور نو دس ہزار سوار کا اظہار ہوا اور افواجِ کیانی کے آگے علمِ گرگ پیکر کے نیچے گستہم بن اشک زرہ و جوشنِ زرین نقش پہنے ہوئے کرگدن پر سوار دکھائی دیا۔ وہ بہرام کو پکڑ لایا تھا اور مونچھوں کو اس طرح تاؤ دیتا چلا آتا تھا کہ گویا تمام عالم اُس کا زیرِ بارِ احسان ہے نزدیک آ کے شاہ سے ملازمت حاصل کی اور زمین خدمت کی چومی اور تمام ساسانی خورد و بزرگ سے ملاقات کی۔ اس کے آنے سے تمام کفار کو شادمانی ہوئی سب نے سجدہ شکر کا پونے دو خدا کو کیا۔ بادشاہ نے اسے ہمراہ لے کر مدائن کی طرف بازگشت کی تھوڑی دور گئے تھے کہ امیر بھی آئے اور بادشاہ کو مجرا کیا۔ فرمایا کہ تم گستہم سے ملو۔ امیر گستہم سے ملاقات کرنے کو چلے اور بادشاہ کی سواری مدائن کو گئی۔ لیکن جب گستہم شاہ سے ملاقات کر چکا تو پیچھے پیچھے سواری کی عنان لئے ہوئے آہستہ آہستہ تمام سرداروں کے ہمراہ جاتا تھا۔ بختک نے اُس سے باتیں شروع کیں اور ہم زبانی میں در آیا اور شکوہ صاحب قران کا کرنے لگا اور اُس کو امیر سے لڑائی کا شوق دلایا اور کہا حمزہ کی بے ادبیاں کہاں تک بیان کروں کہ تمہاری جگہ پر بیٹھتا ہے اور تمہاری ہمسری کا دعویٰ کرتا ہے اور اپنے آپ کو سردارانِ گرد جہاں شمار کرتا ہے اور تمہارے بیٹے فولاد کو سرِ دربارِ حضور مستعد بہ جنگ ہو کر از روئے پرخاش پنجہ کیا اور اس کو شہنشاہ کی تمام

مجلس میں شرمندہ کیا۔ گستہم اس بات کو سُن کر آتش غضب سے کباب ہو کر سوختہ ہُوا اور کہنے لگا خاطر جمع رکھ میں اب آیا ہوں ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے گا کس کا مقدور ہے جو میری کرسی پر بیٹھے۔ یہ دونوں اس گفتگو میں تھے کہ سواری کی علامت معلوم ہوئی۔ بختک نے کہا اے پہلوان وہ عرب یہی ہے جو تیری ملاقات کو آتا ہے ایسا معانقہ جسمانی زور سے کرنا کہ حمزہ کے تمام اعضا نرم ہو جائیں۔ آج پہلا ہی روز ہے اگر تیری قوت دیکھیگا تو ساری عمر یاد رکھیگا۔ خاطر جمع رکھ یہی کرونگا۔ جس وقت امیر حمزہ نزدیک پہنچے تو گستہم جلو لئے ہوئے بے اختیار گھوڑے سے اُتر کر زمین پر کھڑا ہُوا اور واسطے تعظیم کے صاحب قران کی طرف چلا۔ اس کو پیادہ دیکھ کر امیر بھی مرکب سے نیچے اترے اور باہم اظہار محبت کرکے بغل گیر ہوئے۔ گستہم نے امیر حمزہ کو چھاتی سے لگایا اور زور کرنا شروع کیا اور کہا اے ابو العلی مجھ کو تمہاری ملاقات کا بڑا اشتیاق تھا۔ امیر نے دیکھا کہ یہ زور محبت کا نظر نہیں آتا قوت کا امتحان کرتا ہے اپنے تئیں ہوشیار رکھا۔ غرض کہ جہاں تک اُس میں زور تھا سب کیا اور جی میں کہا کہ اس کا کام تمام کر چکا مگر امیر نے پھر بھی کچھ خیال نہ کیا اور کہا اے جوان کیا کہوں کہ مجھے کس قدر تیرے ملنے کی آرزو تھی کہ کونسا روز ہوگا جو ہم آغوش ہونگے ہاے آج مدت کے بعد دل کی تمنا حاصل ہوئی اور اُسے بغل میں لے کر ایک ایسا زور کیا کہ وہ تاب نہ لا سکا اور اُسی دم بے تابانہ تین گوز متعاقب صادر ہوئے اور شرمندہ ہو کر دل میں کہا لعنت ہے بختک کی ہفتاد پشت پر کہ یہ خجالت میں نے اس کے سبب پائی آنکھیں نیچے کرکے آہستہ سے امیر کے کان میں کہا کہ امیر تم واقعی جوان مرد ہو میں التماس کرتا ہوں کہ یہ واقعہ کسی پہ ظاہر نہ ہو ہمارے اور تمہارے میں یہ شرط رہی امیر نے قبول کیا اور اُس سے ہاتھ اُٹھایا۔ گستہم مدائن کو روانہ ہُوا۔ اور امیر نے عمر سے کہا جی میں آتا ہے ذرا اس میدان کی سیر کریں پھر واپس چلینگے۔ امیر کی سواری آگے بڑھی تو کیا دیکھے کہ ایک تابوت کا صندوق کو اعرابی کے سر پر زنجیروں سے بندھا ہُوا ہے اور تابوت کا مُنہ بند ہے اور چار ہزار سوار ہر ایک طوق و زنجیر کئے ہوئے گھوڑوں پہ سوار ہیں اس پر امیر نے سیاہ قیطاس کو آگے بڑھایا اور لوگوں سے پوچھا کہ یہ تابوت کس کا ہے کہا کہ اس کا نام بہرام گرد خان ہے اور گستہم پہلوان اس کو چین سے گرفتار کرکے لایا ہے اور اس تابوت میں بہرام بند ہے۔ امیر نے کہا جس کو بہادری سے زیر کرتے ہیں اُس کو اس طرح قید نہیں کرتے یہ کہہ کر تابوت کے برابر آئے اور اس کے منہ کو کھولا اور دیکھا کہ ایک جوان سرو آزاد کو طوق و زنجیر کیا ہُوا اندھیرے میں مارے پیاس اور بھوک کے بے ہوش ہے۔ امیر نے تھوڑا گلاب منگا کر اُس کے مُنہ پر چھڑکا اور اُس کے حلق میں پانی ٹپکایا تب اُس جوان نے آنکھ کھول دی اور امیر سے کہا اے نیک مرد

تو کون ہے کہ اس وقت تو نے مجھ سے نیکی کی اور میری زندگی کا باعث ہوا چار مہینے ہوئے کہ میں نے پانی کی صورت نہیں دیکھی اور اگر کبھی پانی دیا بھی تو بے ہوشی کی دوا ملی ہوئی۔ امیر نے پوچھا کہ بہرام تجھ کو رستم نے کس طرح زیر کیا۔ جواب دیا کہ ایک روز اس نے جا کر مجھ سے لڑائی کی تھی میں نے اس کو زیر کر کے اپنا تابع کیا چار برس تک یہ میری خدمت میں حاضر رہا ناگہاں ایک دن میں شکار کو گیا تھا تو ایک شکار کے پیچھے اپنی فوج سے تفاوت ہوا اور میرے ہمراہ تھا میں نے پیاسا ہو کر اس سے پانی مانگا اُس نے پانی میں داروئے بے ہوشی ملا کر دیا میں وہ پانی پی کر بے ہوش ہو گیا پس یہ اس طرح مجھے پکڑ لایا ہے امیر کو اُس پر رحم آیا قید اُس کے بدن سے دور کی اور اُس کے آدمیوں کو بھی خلاص کرا دیا اور بہرام کو سوار کر کے اپنے لشکر میں لے گئے۔ جب یہ خبر گستہم کو ہوئی تو وہ سنتے ہی مارے غصہ کے گویا آگ میں پھنک گیا اور یہ احوال جا کر بادشاہ سے کہا۔ بادشاہ نہایت خفا ہوا اور کہا کہ حمزہ نے یہ مقدور پیدا کیا کہ بے حکم ہمارے ایسی حرکت کی امیر کو اُسی ساعت طلب کیا۔ عیاروں نے جا کر امیر کو خبر دی کہ بادشاہ نے آپ کو بلایا ہے۔ امیر سوار ہو کر شاہ کی خدمت میں گئے اور پایۂ تخت کو بوسہ دیا۔ بادشاہ نے فرمایا اے بوالعلی تم جانتے ہو کہ بہرام سا دوسرا اور کوئی میرا دشمن ہے تم نے جو اُسے قید سے چھڑایا کیا اب وہ گرفتار ہو گا۔ امیر نے کہا بندے کی غیرت قبول نہیں کرتی اور یہ خوش نہیں آتا کہ ایک شخص کو نامردی سے پکڑ کر اس طرح طوق و زنجیر کیجئے تمام دنیا کے لوگ ہر شہر میں محافل اور مجالس کے اندر کیا کہینگے اور آپ کے واسطے بدنامی ہے تواریخ اور تذکروں میں یہ لکھا جائیگا نوشیرواں نامرد تھا اُس کے وقت میں اکثر بہادروں کو نامردی سے گرفتار کرتے تھے کام ایسا کیجئے کہ بدنامی نہ ہو نیک نامی رہے بہرام ایسا کہاں رستمِ زمانہ ہے کہ کوئی اُس کو زیر نہ کر سکیگا۔ فرمایا کہاں ہے بلواؤ۔ امیر اُسے ساتھ لے گئے تھے حضور میں حاضر کیا۔ بادشاہ اُس کی طرف مخاطب ہوا اور فرمایا اے بہرام گستہم نے تجھ کو مردی سے زیر کیا تھا یا نامردی سے۔ کہا اے شہریار باوجود اس کے کہ میں چار مہینے سے قید کی شدت اور بے آب و طعام سختی بھوک سے ایسا ناتوان اور نحیف ہوا ہوں کہ قریبِ مرگ پہنچا ہوں گستہم کو کہئے کہ تلوار کھینچ کر میری طرف آئے اور ذرا دریغ نہ کرے میں اگر اس کی تلوار نہ چھین لوں تو گنہگار ہوں اسی وقت فرمایئے کہ میرا سر تن سے جدا کریں تاکہ شاہ ہفت کشور کے روبرو پھر کوئی جھوٹ نہ بولے گستہم بھی اُس وقت مع ساسانیوں کے کھڑا تھا اتنی جرأت نہ ہوئی کہ اُس کو جواب دے روبرو شاہ کے نہایت شرمندہ ہوا بادشاہ نے فرمایا امیر تم بہرام سے لڑوگے جواب دیا جس وقت فرمایئے۔

اُس سے پوچھا اے بہرام تو حمزہ سے زور آزمائی کریگا عرض کی کہ اسی دم حاضر ہوں بندہ بھی یہی امید رکھتا ہے کہ شہریار میری دلاوری کا امتحان لیں اور دیکھیں کہ بہادروں میں کیسا ہوں۔ امیر نے شاہ سے کہا کہ ابھی یہ قید کی کوفت رکھتا ہے حکم ہو کہ چالیس روز تک دولت خداوند سے ناز و نعمت میں رہے کہ توانا ہو پھر قبلۂ عالم کے سامنے بندے سے لڑیگا۔ بادشاہ کو یہ بات پسند آئی امیر اور بہرام کو خلعت عنایت فرمایا اور کہا اے امیر تم ہی اس کو اپنے پاس رکھو بعد چالیس روز کے ہم اس کو طلب کرینگے۔ امیر اُس کو ہمراہ لے کر اپنے لشکر کی طرف تل شاد کام کو روانہ ہوئے (باقی داستان فرداشب)

کل رات کو قصہ یہاں تک پہنچا تھا کہ صاحبِ قران بہرام کو لے کر اپنے مقام پر گئے اور بزم کی صحبت اُس کے واسطے آراستہ کی ہر روز دربار کے وقت بادشاہ کے حضور میں آتے تھے۔ جب چالیس روز گذرے تو اکتالیسویں دن امیر بہرام کو سوار کرکے اپنے ہمراہ شاہ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ اب بہرام حاضر ہے اور اپنی قوتِ اصلی پہ ہے بندے کو لڑوایے۔ نوشیرواں ملک العادل نے بہرام سے پوچھا تو اُس کو بھی مستعد پایا فرمایا بہت بہتر ہے ہم بھی تماشا دیکھینگے یہیں بارگاہ خسروی میں زمین کو ہموار کرو۔ لوگوں نے اُسی دم اکھاڑا کھود کر تیار کیا اور کروڑ سوار سے سردار بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ امیر اور بہرام دونوں نے سلاح اور لباس اپنے بدن سے اُتارا اور شیر کی کھال کے جانگھیے رانوں پر پہنے اور اوپر لنگوٹ کھینچے اور کمر میں سونے کی زنجیریں لپیٹ کر پوست پلنگ کے ٹوپ سر پر رکھے اور خم ٹھونک کر دونوں جوان مثلِ رستم بن زال اور سام بن نریمان جو اس تعلیم میں تھے کودے اور گردنوں میں ہاتھ ڈال کر ایک ٹکر ایسی کی کہ اگر کوہ فولادی ان کے ہاتھوں کے درمیان ہوتا تو سرمہ ہو جاتا جنگ کشتی میں در آئے اور لکد بہ لکد ٹکر بہ ٹکر سینہ بہ سینہ مشت بہ مشت لڑنے لگے نہ ان کو ظفر تھی نہ ان کو خطر کبھی بہرام امیر کے دونوں بازو پکڑ کر سینہ میں سر اڑاتا دس بارہ قدم دوڑا کر پیچھے لے جاتا اور کبھی اسی طرح امیر بہرام کو۔ تین پہر کامل کشتی ہوئی گھڑی ایک دن باقی رہا کہ امیر نے بہرام کا کمربند پکڑ کر مثلِ رعد نعرہ اللہ اکبر کا کیا اور اُس کو زمین سے اُٹھا کر سر سے بلند کیا بہرام نے آواز دی کہ یا امیر میں نے معلوم کیا کہ تم مردانِ عالم ہو بہادر بہادروں کو اسی طرح زیر کرتے ہیں۔ امیر نے اُسے زمین پر رکھ دیا اور کہا اے بہرام بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہ اُس نے قبول نہ کیا اور کہا کہ میں نوکر آپ کا ہوں شاہ سے کچھ کام نہیں رکھتا اگر آپ فرمائیں تو ابھی اپنا سر کاٹ کر رکھ دوں دوسرے کی اطاعت مجھ سے نہ ہوسکیگی نوشیرواں نے کہا کچھ مضایقہ نہیں غرض تو اس کی تابعداری سے ہے۔ اگر تمہارا ملازم رہا جب بھی میرا ہی ہے اور امیر و بہرام کو پھر دوبارہ خلعت [illegible] فرمائے تب امیر بہرام کو اپنے ساتھ

لیکر تل شاد کام اپنے لشکر میں لے گئے اور اُس کو اپنا برادر خواندہ کیا۔ خیمہ و خرگاہ و سراپردہ و فراش خانہ و تور خانہ و مطبخ و طویلہ اُس کے واسطے جدا کیا اور چالیس گھوڑے طلائی و نقرۂ ساز سے سات سو قطار اُونٹوں کی بار بردار اور چالیس خروار زر سرخ و سفید کے اور کچھ خراج ملک یمن کا مع لشکر حسام بہرام کو عنایت فرمایا اور جہاں تک احوال گذرا تھا قلمبند کرکے عمر عیار پیک نامہ دار کے ہاتھ مکہ معظمہ کو خواجہ عبد المطلب کی خدمت میں بھیجا۔ لیکن یہاں تمام ساسانی مع بختک گستہم کے گھر میں آئے اور کہا ہماری قوم میں تم سردار خوش نما ہو کچھ اس بات کی فکر نہیں کرتے کہ اس عرب زادے کے عہدے سے کوئی بر نہیں آتا بادشاہ کے روبرو روز بروز اس کا مرتبہ بلند ہوتا جاتا ہے اور اُس کی عزت کو ترقی ہے کوئی مصلحت ایسی کرو کہ یہ دفع ہو اور ہم کو مخلصی ہو۔ گستہم نے کہا کہ زور و قوت میں کوئی اس سے بر نہیں آئیگا خاطر جمع رکھو میں کسی مکر سے دو چار روز میں اس کا کام تمام کرتا ہوں۔ یہ کہکر اسی رات کی صبح کو سوار ہوا اور امیر کے جلو خانہ میں گیا اور امیر کو خبر ہوئی اندر طلب کیا۔ گستہم نے سلام کیا اور اظہار دوستی کے بعد باہم سوار ہو کر بادشاہ کی بارگاہ میں آئے اور رخصت کے وقت امیر کو پھر آن کر لشکر میں پُہنچا دیا القصہ ایسی خوشامد کرنی شروع کی کہ امیر کو اُس کا اعتبار کلی ہوا جی میں کہا اس سے بہتر مدائن میں تیرا کوئی دوست نہیں۔ ایک روز بختک نے گستہم سے کہا اے پہلوان ایسا فرصت کا وقت پھر اور ہاتھ نہ آئیگا کیونکہ عمر عیار یہاں نہیں ہے حمزہ کا کام تو اب تمام کر۔ گستہم کو بختک کی یہ بات پسند آئی۔ وہاں سے بطور ہمیشہ امیر کی خدمت میں آیا اور کہا اے امیر میں آرزو رکھتا ہوں کہ خاک سے مجھے اُٹھا کر افلاک عزت پر بٹھلا تاکہ تمام دوست و دشمن جانیں کہ حمزہ کی فلانے شخص سے یہ دوستی ہے امیدوار ہوں کہ میری دعوت قبول ہو اور قدم رنجہ فرما کر میرے یہاں ایک چمچہ آش کا نوش جان فرمائیے۔ فرمایا کہاں۔ کہا میرا ایک باغ شہر سے باہر دو کوس پر ہے کہ ہر قسم کے میوہ دار درخت اُس میں لگائے ہیں دو تین روز کی سیر وہاں کر کے پھر تشریف لائیگا۔ امیر نے قبول کیا۔ اور یہ بات مقرر تھی کہ بادشاہ ایک ہفتہ دیوان کرتے اور عدل و انصاف میں رہتے تھے اور ایک ہفتہ شبستانِ حرم نازنینانِ ماہ رویان سے صحبتِ عیش و نشاط کی رکھتے تھے۔ جب باری عیش کی آئی تو گستہم امیر کے پاس آیا اور کہا کہ ان روزوں میں بادشاہ عیش و نشاط میں ہیں تشریف لے چلئے جب بادشاہ کو فرصت ہو آپ تشریف لے آئیے گا۔ امیر نے قبول کیا اور بہرام کو مع اپنے اور سرداروں کے ہمراہ لے کر گستہم کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب امیر باغ کے دروازے پر پُہنچے گستہم نے کمخواب اور اطلس پا انداز ڈالا اور امیر پر بہت کچھ نثار کیا۔ امیر باغ میں گئے اور فرشِ شاہانہ بچھا دیکھا اُس میں امیر صحبتِ نشاط میں بیٹھے گستہم نے میوہ تر و خشک لا کر روبرو رکھا اور بہت سا تحفہ گذرانا وہ مانند

نوکروں کے دامن باندھ کر خدمت میں حاضر ہوا۔ جب شراب کے دس دَور چلتے تب آپ ایک پیالہ پیتا اور خدمت میں رہنے کے بہانہ سے ٹالتا۔ ہر گھڑی امیر مطعومات اور مشروبات کی تکلیف کرتا۔ لیکن باغ میں داخل ہونے سے پہلے چار سو جوان جنگ آزمودہ بھائی بند مسلح و مکمل باغ میں ایک طرف بٹھلا رکھے تھے اور اُن سے کہہ رکھا تھا کہ جس وقت میں دستک دوں تم سب آکر حمزہ کو مع اُس کے رفیقوں کے مار لینا۔ لیکن امیر نام دار اپنے یاروں میں بیٹھے شراب پیا کئے تمام روز گذرا اور دو پہر رات کا وقت آیا اور نشہ سے ہر ایک کی آنکھیں بند ہونے لگیں پر مقبل وفادار نے اپنے آپ کو بہت ہوشیار رکھا اور شراب کم پی تھی اور امیر کی نگہبانی میں مسند بیٹھا ہوا کیفیت یاران مجلس دیکھ رہا تھا تیسرے پہر گستہم نامرد بد کیش حیلہ انداز نے امیر صاحب قران کو مع اُن کے یاروں کے مست و مدہوش دیکھا تو یکا یک بارہ دری کی غلام گردش میں آکر دستک دینے لگا۔ گستہم ملعون کی آواز جونہی اُن مسلح پوش جوانوں کے کان میں پہنچی چار سو نفر گھات کی جگہ سے باہر نکلے۔ گستہم ان کے ہمراہ تلوار نکال کر امیر کی طرف چلا اور کہنے لگا او عرب تو کب تک زندگی کریگا آج تیری قضا آپہنچی یہ کہہ کر وہ تلوار امیر پر لگائی۔ بہرام نے جو یہ نقشہ دیکھا اُس نشہ کی حالت میں اپنے آپ کو امیر پر ڈال دیا اور اپنے کو سپر بنایا۔ گستہم کی وہ تلوار بہرام کے پیٹ میں لگی اور بائیں پہلو سے لیکر داہنے پہلو تک برابر زخم کاری ہوا اور انتڑیاں باہر نکل آئیں۔ مقبل وفادار نے جو یہ دیکھا تو بے اختیار دوڑ کر تیر مارنے لگا۔ گستہم نے اپنے جی میں خیال کیا کہ حمزہ کو مار چکا ہوں اب یہاں رہنا خوب نہیں باہر نکل کر چل دیا۔ مقبل نے اس کے ساتھ کے سو آدمی تیروں سے مار ڈالے۔ گستہم نا چار تین سو جوان لے کر باغ سے باہر ہو کر بھاگا۔ جب امیر کا نشہ اُترا مجلس میں عجیب حالت دیکھی کہ بہرام کا پیٹ پھٹا ہوا اور سب روده باہر نکلے پڑے ہیں اور گستہم کے آدمی تیروں سے مر کر لاشیں پڑی ہیں اور مجلس برہم ہے۔ امیر کے مارے جانے کی خبر مشہور ہوئی کہ گستہم نے امیر کو مار دیا۔ لشکر اسلام کے امرا سر پر خاک ڈالتے ہوئے فریاد کناں اُس باغ کی طرف دوڑے۔ اور تمام مدائن میں شور پڑ گیا۔ جس نے یہ خبر سنی افسوس کیا۔ اور دربار کے وقت بادشاہ کو یہ خبر ہوئی کہ گستہم نے رات کو اس طرح حمزہ کو دغا سے مار ڈالا یہ واردات سنتے ہی شاہ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکے۔ ہرمز تاج دار اور بزرجمہر کو مع بختک بھیجا کہ حمزہ کی خبر لو ایسا نہ ہو کہ ضایع ہونے پاوے جلد اُس کا علاج کرو اور ایک پہلوان علقمہ طور دست نامی کو تین ہزار سوار سمیت گستہم کے پیچھے روانہ کیا کہ وہ جہاں ہو اُسے پکڑ لاؤ میں اس سے اس کا عوض لونگا۔ لیکن گستہم نے جو یہ سنا کہ بادشاہ نے میرے پکڑنے کے لئے علقمہ ساطور دست کو بھیجا ہے بھاگا اور شہر کے باہر کی راہ لی۔ جب تک میں اس کی داستان پر پہنچوں دو کلمہ امیر کے حال کے سُن لیجئے بعد بختک و بزرجمہر و ہرمز تاج دار اور تمام سردار

ابہر کے پاس باغ کے دروازے پر جمع ہوئے اور اس حالت سے اندر گئے۔ بارے امیر کو سلامت پایا اور ہر ایک خدا کا شکر بجا لایا اور جو حال رات کو گذرا تھا پوچھا۔ امیر نے تمام قصہ بیان کیا اور خواجہ بزرجمہر حکیم کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ آپ بہرام کا علاج کریں تساہل نہ فرماویں اُس ملعون کے ہاتھ سے اس نے زخم کاری کھایا ہے ایسا نہ ہو کہ اس کی جان کو خلل پہنچے اگر اس کو کچھ آسیب پہنچا تو بیت اللہ کی قسم ہے اس ساسانی قوم سے ایک کو جیتا نہ چھوڑونگا اور ابہر کا رنگ مثل دانہ انار کی سرخ ہو گیا لیکن بزرجمہر و تمام حکیم اس زخم کے علاج میں حیران تھے اور افسوس کر رہے تھے۔ قضا کار اُسی وقت بابائے روندگانِ عالم شعبدہ باز جہاں راہ دور و دراز سے آیا اور احوال مکہ کا امیر کو سُنایا اور بہرام کا یہ حال دیکھ کر آنسو بھر لایا اور بہرام کی اُلفت کے درد سے رو کر صاحبِ قران سے کہنے لگا کہ سلوک بندہ نوازی اسی کو کہتے ہیں کہ ایک شخص کو اپنا زیر بار احسان کیجئے اور پھر اُس کا یہ حال ہونے دیجئے مروت سے بعید ہے۔ کہا اے عمر وقت نصیحت کا نہیں ہے اب بہرام کے بچنے کی فکر کر نہیں تو اس کا وقت آخر ہے۔ عمر خواجۂ بزرجمہر کی طرف مخاطب ہوا اور کہا آپ نے کیا جواب دیا۔ بزرجمہر نے فرمایا کہ زخم کاری لگا ہے اور انتڑیاں باہر نکل آئی ہیں اگر پیٹ میں جاویں تب زخم سیا جائے مگر مشکل یہ ہے کہ رودوں پر ہاتھ لگانے سے یہ مرجائیگا اور بے ہاتھ لگائے کام نہیں چلتا۔

عمر بولا کہ اے خواجہ حکمت میں واقعی یوں ہی ہے یہ کہ کر کھڑا ہوا اور جُھک کر دیکھا اور ایک اُسترہ جیب سے نکالا اور اُس کو پتھری پر تیز کر کے ہاتھ بہرام کے پیٹ کی طرف بڑھایا۔ خواجہ نے جونہی یہ حرکت دیکھی پوچھا کیا ارادہ ہے۔ کہا یہ انتڑیاں جو باہر نکلی ہوئی ہیں ان کو ہاتھ کی صفائی سے کاٹ کر دور کر دیتا ہوں کہ یہ زیادتی جاتی رہے اور زخم سیا جائے پھر ٹانکے دے کر اچھا کر دونگا۔ خواجہ حیران تھے کہ کیا کہتا ہے لیکن جو باتیں ہو رہی تھیں بہرام سُنتا تھا۔ عمر نے جو رودوں کے کاٹنے کا نام لیا بہرام مارے ہول کے کانپ گیا اور دم کو اُوپر کھینچا سانس کے اُوپر ہونے سے رودے پیٹ میں گھُس گئے۔ تب عمر نے خواجہ کی طرف دیکھ کر کہا کہ آپ کا جو مقصد تھا سو ہوا اب سیئے اور ٹانکے دیجئے۔ خواجہ نے عمر کی عقل پر آفرین کی اور تمام سردار مارے ہنسی کے لوٹ گئے بزرجمہر نے زخم کو سی کر شربت تیار کیا اور بہرام کو پلایا کہ جہاں تک خون فاسد ہے نکل جائے اور فرمایا کہ اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر یہیں رہنے دیں کہ یہ حرکت نہ کرے کیونکہ حرکت کرنے سے ٹانکے ٹوٹ جائینگے اور پھر نہ بچیگا میں دونوں وقت یہیں آکر معالجہ کرونگا۔ یہ کہ کر بزرجمہر اور بختک مع سرداران مدائن کو روانہ ہوئے۔ امیر بہرام کو بہت عزیز جانتے تھے اس واسطے اپنے سب آدمیوں سمیت وہیں رہنا اختیار کیا۔ یہاں بزرجمہر نے تمام حال بادشاہ کی خدمت میں گذارش کیا۔ فرمایا اے خواجہ باغ داد جو قباد کا بنا ہوا ہے ایک شہ نشین اس سے بہتر مکان اور نہیں ہے

میرا ارادہ ہے کہ حمزہ کو وہاں بلا کر خاطر داری کروں اور کچھ تحفہ دوں کہ وہ کوفت اُس کے دل سے جاتی رہے ایسا نہ ہو کہ وہ یہ گمان کرے کہ ہماری اشارت سے یہ کام ہؤا قسم ہے آتشکدۂ نمرود کی کہ مجھ کو یہ معلوم بھی ہو بلکہ میں نے کئی سردار اُس کی تلاش کو بھیجے ہیں تم حمزہ کو وہاں لاؤ اور تصدقات امیر کی خدمت میں بھیجے۔ دوسرے دن جو بزرجمہر امیر کے پاس گئے تو بادشاہ نے جو کچھ بھیجا تھا امیر کی خدمت میں گذرانا اور بادشاہ کی طرف سے احوال پرسی کی اور کہا شاہ نے کہا ہے الحمد للہ خدا نے آپ کو اس موذی کے ہاتھ سے بچایا ہے میں نے آدمی اُس کی گرفتاری کے واسطے بھیجے ہیں اگر وہ آیا تو جو احوال بہرام کا ہؤا ہے اُس کا بھی وہی احوال کرونگا لیکن ہماری طرف سے بختک اور تمہاری طرف سے عمر اس مجلس میں نہ ہوویں کہ یہ دونوں مایۂ فساد ہیں۔ امیر نے قبول کیا اور وہ تصدق جو بادشاہ نے بھیجا تھا فقیروں کو بخشا۔ بزرجمہر نے جا کر بادشاہ سے عرض کی۔ بادشاہ سوار ہو کر باغ داد میں گئے۔ اور امیر کو طلب کیا۔ صاحب قران پہلوان عادی اور مقبل کو ہمراہ لے کر باغ میں آئے اور عجیب طرح کا آراستہ دیکھا کہ اس کا عرض وطول چار فرسنگ اور ہر طرف خیابان خوش نما اور سرو عرعر وشمشاد وصنوبر صحن گلشن میں ہر جانب استادہ اور گل ہائے رنگا رنگ عالم کہ جس کے دیکھنے سے طبیعت کو بے اختیار فرحت ہوتی اور ہر درخت سے جلوۂ طاؤسی ظاہر اور گل سے شکوہ طاؤسی نمایاں اور ہر قسم کا میوۂ فصلی وغیر فصلی آویزاں تھا کہ اس باغ کے دیکھنے سے مارے رشک کے باغ چمن فردوس بھی بوستان ارم کی آنکھوں میں خاک حسرت ڈالتا تھا اور اس باغ کے اندر جو عمارت اُستادانِ صنعت گر نے بنائی تھی چنانچہ کوشک ومنظر وقصور ودالان وچار صفہ وہشت بہشت وچہل ستون اور ہر ایک مکان کا دروازہ چوب شمشاد وآبنوس وچنار وصندل اور عاج کا بنا ہؤا اور طلائی ونقرئی کام سے تیار اور ہر مکان میں خاتم بندی کی تھی اور جا بجا حوض مربع ومثمن طلائی وسنگ مرمر وبلور ورخام کے کہ جن کے تکیے سنگ یشم اور عقیق کے تھے اور اُن میں فوارے سُنہری روپہری خوب صورت جواہر نگار طرح بہ طرح کے طایر خوب صورت اور گل خوش رنگ کی شکل چھوٹ رہے تھے۔ امیر بادشاہ کی مجلس میں ہرمز تاج دار کے ہم پہلو بیٹھے بزرجمہر اور بعض سردار بادشاہ کے دہنے ہاتھ اور اُمرائے نام دار اور مقبل وفا دار بائیں ہاتھ۔ غرض سازندہ ہائے خوش نواز اور خوانندہ ہائے خوش آواز حاضر ہوئے اور صحبت کی بزم گرم ہوئی۔ پہلے دن بادشاہ نے امیر کے لئے بارہ دری میں جشن رکھا۔ ساقیان ماہ رخسار شیشہ ہائے حلبی اور پیالہ ہائے جواہر نگار ہاتھوں میں لے کر شراب ارغوانی پلانے لگے۔ وہ زرد اور سرخ شراب ایک سالہ سے لے کر ہفت سالہ تک اور عرق دو آتشہ تیز وتند کہ جس کے عکس سے بادۂ گل گون نے لباس ارغوانی پہنا تھا ہر شخص ہر چند دیکھتا لیکن صفائے بادہ کے سبب جام کو شراب سے اور شراب کو جام سے فرق نہ کر جانتا تھا گویا یہ معلوم

ہوتا تھا کہ ساقی گل عذار کے کف دست پر شراب خوش رنگ بے ساغر ایستادہ ہے۔ مطرب اس مجلس میں حیوانِ رضواں صدائے ساز دل فریب ساکنانِ قبۂ زمین کے کانوں میں پہنچاتے تھے اور خوانندہ اس ساز کے اپنی آواز کو لطافت سے مثلِ مژدہ آبِ حیات جاودانی ہر شخص کے گوشِ جان میں سُناتے تھے اور مکان کے ہر کنج میں ہر طرف لخلخے اور عنبر سوز روشن۔ غرض کہ بادشاہ ہر دم اپنے ہاتھ میں پیالہ لے کر امیر کی تواضع کرتے تھے تمام روز عجیب طرح کا عالم رہا۔ جب شام ہونے آئی اور ربطِ زرین آفتاب غلافِ مغرب میں ہوا اور وقت سیمین ماہ انجمن ستارگان میں آیا تو اُس وقت بادشاہ امیر کو ہمراہ لے کر مع تمام سرداران اس مکان سے اُٹھے اور چمنوں میں پھرنے لگے اور شام کے بعد ایک اور مکان میں بزم صحبت گرم رہی۔ لیکن جب باغبانِ قدرت نے گل صد برگ خورشید آسمان کے چمنِ سبز میں لگایا تو اُسی صبح کو شیشہ ہائے خمار شکن آکر حاضر ہوئے۔ جب دو گھڑی دن چڑھا بادشاہ وہاں سے اُٹھ کر ایک اور قصر میں جا بیٹھے اور پھر مجلس تازہ ہوئی۔

اب بابائے ہوشیار عمر عیار کا حال سُنئے جب دو دن گذرے اور عمر نے امیر کو نہ دیکھا تو گھبرا کر گھر سے نکلا اور باغِ داد کے دروازے پر آیا دیکھا تو عادی بیٹھا شراب پی رہا ہے اور ہر طرح کا کھانا لوگ اُس کے آگے رکھ رہے ہیں اور وہ شکم پُری میں مشغول ہے اور نوکر اُس کے پاس تیار کھڑے ہیں کسی سے پوچھ کر معلوم کیا کہ امیر و بادشاہ کا یہ حکم ہے کہ عمرو بختک اندر نہ آنے پائیں اس واسطے عادی کو دروازے پر بٹھلایا ہے اُس کے پاس گیا اور سلام علیک کر کے برابر ایک کرسی پر بیٹھا۔ معدی کرب نے کھانے کی تواضع کی۔ عمر شریک ہوا اور آہستہ آہستہ اُس کے ساتھ کھانے لگا۔ جب عادی فراغت پا چکا دستر خوان کو اُٹھوا کر ہاتھ دھوئے اور کرسی پر تکیہ لگا کر بیٹھا اور چقماق اپنی طرف رکھ کر عمر کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھنے لگا کہ خواجہ عمر اس وقت آنا کیونکر ہوا۔ عمر نے کہا تمہارے دیکھنے کو جی چاہتا تھا اس لئے آیا ہوں۔ عادی خاموش رہا۔ جب لوگ کھانا کھانے لگے تو عمر نے فرصت پا کر عادی سے باہستگی کہا کہ آج ہم نے بازار سے لعل مول لیا ہے آپ بھی دیکھیں کیسا ہے کیا میں ٹھگا یا تو نہیں گیا۔ عادی اپنے دل میں بہت خوش ہوا کہ عمر بھی تجھ کو صاحبِ وقوف جانتا ہے جو لعل پرکھوانے کو آیا ہے آنکھیں کھول کر دیکھنے لگا۔ عمر نے ہاتھ جیب میں ڈال کر دونوں مٹھیاں ریت سے بھر کر نکالیں جیسے وہ دیکھتا تھا عمر نے وہ خاک اُس کی آنکھوں میں ڈال دی کہ اُس کے مغز کی راہ سے دھواں نکل گیا دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھوں کو لپیٹ لیا اور کہا عمر تیرا بُرا ہو مجھے اندھا کر دیا آنکھیں ملنے لگا۔ عمر جب باغ کے اندر گیا تو لوگ اُس کی حرکت سے واقف ہوئے اور پانی لا کر اُس کی آنکھیں دھلائیں بارے دو گھڑی بعد اُس کی آنکھیں درست ہوئیں۔ پوچھا کہ عمر کہاں گیا۔ لوگوں نے کہا ہم نہیں جانتے۔ عادی نے سمجھا کہ شاید میرے خوف سے بھاگ گیا اور اُسی طرح بیٹھ کر

نگاہبانی کرنے لگا۔ لیکن عمر نے باغ میں داخل ہو کر باغ دیکھا کہ تمام عمر نہ دیکھا تھا چمن ہائے آراستہ اور گل ہائے نوخاستہ کا تماشا دیکھتا ہوا سیر کناں نزدیک اُس مکان کے پہنچا جہاں بادشاہ امیر صحبت بزم میں بیٹھے تھے۔ عمر قصر کے اندر نہ گیا اور باہر اُس کے قریب لب نہر ایک درخت عالی شان چنار کا تھا اُس کی جڑ میں بیٹھ گیا اور دوتارہ بجا کر اُس کی آواز کے ساتھ گانے لگا۔ چونکہ عمر کا گانا سننے والوں کو جان بخشتا تھا امیر کے کان میں جونہی اُس کی آواز پہنچی مقبل کی طرف دیکھ کر کہا کہ عمر کی آواز آتی ہے۔ ہم نے عادی کو منع کر دیا تھا کہ وہ آنے نہ پاوے پھر یہ باغ کے اندر کیونکر آیا جاؤ عادی کو بلا لاؤ۔ بادشاہ نے امیر کو برہم دیکھ کر فرمایا کہ عادی کو بلانا منع کر دو اُس کا بلانا کچھ ضرور نہیں خیر ہم نے عمر کی تقصیر معاف کی۔ پروانچیوں کو حکم ہوا کہ جاؤ عمر کو لے آؤ پروانچی گئے اور جا کر کہا خواجہ عمر چلو تم کو حضور میں یاد فرمایا گیا ہے۔ کہا میں بے چارہ بے یار و بے آشنا اس باغ کے گوشہ چمن میں تفریح کے واسطے بیٹھا ہوں مجھ کو بادشاہ اور امیر کی صحبت سے کیا کام ہے دوسرے اگر میں جاؤں اور میری طرف سے کسی کے آئینہ خاطر پر غبار بیٹھے مبادا وہ مجھے ایذا دے اس واسطے تنہائی خوب ہے جس میں کسی کو کسی سے کچھ کام نہیں رہتا۔ پروانچی ناچار ہو گئے اور یہ عرض بادشاہ سے کی۔ یہ سنکر بادشاہ بے اختیار ہنسا اور تمام اُمرا لوٹ گئے بادشاہ نے امیر کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس قصر سے نیچے اُترے اور مع سب سرداروں کے روشوں اور چمنوں کا تماشا دیکھتے ہوئے جہاں عمر تھا وہاں آئے۔ عمر نے دیکھا کہ بادشاہ تیری طرف آتا ہے جست کی اور دعا دے کر شاہ کا قدم بوس ہوا اور کہا کہ حضور کے اقبال سے یہ توقع نہ تھی کہ اس خانہ زاد کو مخل تصور فرمادیں۔ فرمایا ہر چہ عوض دارد گلہ نہ دارد آ تو بھی اس مجلس میں شریک ہو یہ کہ کر عمر کا ہاتھ پکڑ لیا اور ایک جدا مکان فیروزہ نگار کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر بزم صحبت گرم ہوئی۔ بادشاہ نے عمر کو فرمایا کہ تو ساقی ہو۔ عمر آداب بجا لا کر شیشہ اور پیالہ ہاتھ میں لے کر بادشاہ کی مرضی کے موافق ہر طرف دینے لگا کبھی ساقی گری کرتا کبھی اشعار پڑھتا گھڑی، گاتا گھڑی بجاتا تھا عمر کے آنے سے دونا رنگ ہو گیا بادشاہ کو کمال تفریح تھی وہ رات بھی تفریح میں گذری۔ جب صبح ہونے لگی اور آسمان پر سفیدی دکھائی دی اور صحن گلشن میں مرغان چمن کی آواز پیدا ہوئی اُس وقت عمر نے ہفت بند نیکوں کا نکال کر جوڑا اور بجانے لگا عمر کا زمزمہ جو سنتا نارد بے قرار رہتا۔ القصہ تیسرے روز بادشاہ نے ایک قصر زرنگار میں صحبت کی یہ مکان تمام خشت ہائے زریں و طلائی سے بنا تھا اور جواہرات کی اس پر بیل تھی وہاں امیر کو بلایا اور اسباب جشن مہیا کیا (باقی داستان شب فردا)

کل رات کو یہاں تک بیان کیا تھا کہ بادشاہ قصر زرنگار میں آئے لیکن جب تک میں پھر

اس داستان پر آؤں اب دو کلمہ داستان بختک سے سُنئے کہ باغ داد میں کے جانے کی اُس کو خبر ہوتی وہ
سنتے ہی بے تاب ہوگیا۔ جی میں تصور کرنے لگا کہ وہ کس مکر سے اندر گیا تو بھی کسی طرح چل ایسا نہ ہو
کہ عمر کچھ فساد برپا کرے۔ یہ خیال کرکے اُٹھا اور کچھ تھان مخمل و کمخواب کے کئی کشتیوں پر لگا کر اپنے
ساتھ لے اور خچر پر سوار ہو کر باغ داد کی طرف چلا اور دروازے پر آیا اور سواری سے اُتر کے
عادی کے پاس گیا اور اظہار دوستی کیا۔ عادی نے تعظیم کرکے بٹھایا اور کہا آپ اس وقت کدھر تشریف
لائے۔ کہا یہ اسباب آپ کی خاطر لایا ہوں اسے قبول کیجئے اور مجھے اندر جانے دیجئے اب بادشاہ کو آئے
کئی روز ہوئے آپ پر کچھ بات نہ آئیگی عادی سُنکر نہایت برہم ہوا اور کہا اے بختک تو مجھے رشوتی جانتا
ہے جو رشوت دکھلاتا ہے قسم ہے امیر کے سر کی تجھ کو جانے نہ دونگا جا میرے سامنے سے دور ہو ورنہ
بے حرمت ہوگا۔ بختک نے ہرچند منت کی مگر عادی متخالب نہ ہوا۔ تب وہ ناچار ہو کر اُٹھا اور اپنے
گھر میں آکر تردد کرنے لگا جب روز آخر ہوا اور رات آئی تو اپنے نوکروں کو غافل دیکھ کر ایک ردا
سر پر اوڑھا اور باغ کی طرف چلا۔ چوروں کی طرح چھپتا اور پاسبانوں سے بچتا درختوں کے سائے
سائے باغ کی دیوار کے نیچے پہنچا اور کپڑے اُتار کر ننگا ہوا اور کپڑوں کی گٹھڑی باندھ کر باغ کی
دیوار کے اُس پار پھینکی۔ باغ میں پانی جانے کی ایک راہ تھی جس کو بادشاہ کے آنے کے سبب بند
کرکے پانی جانے کی ضرورت کے مطابق راہ رکھی تھی بختک اُس راہ سے لمبا ہو کر گھسا۔ اب عمر کا
حال سُنئے کہ پہلے اس سے ذکر کیا تھا کہ وہ قصر زرنگار میں بادشاہ کو شراب پلاتا تھا اس کے
عمر کے جی میں خیال گذرا کہ اسی طرح گستہم نے امیر کی دعوت کی تھی پس تجھ کو غافل رہنا
خوب نہیں چل کر باہر کی خبر بھی لے کہ کون کس کام میں مشغول ہے اور عادی دروازہ پر کیا
کرتا ہے یہ خیال کرکے اُس قصر کے باہر آیا اور ہر طرف روش بہ روش چمن بہ چمن ہر ایک جانب
کی خبر لیتا چلا اور دروازے پر جا کر عادی کو دیکھنے لگا۔ اُس وقت عادی ذکر کر رہا تھا کہ بختک مجھے
بازی دینے آیا تھا کہ باغ میں جائے پر اُس کی دغائیں کب کھاتا ہوں اس وقت بادشاہ کیوں
نہ ہو بے حکم صاحبِ قران کے اندر جانا چاہے تو اُس کو جان درکار نہ ہوگی۔ عمر نے یہ باتیں
سنی اور دل میں کہا کہ آج بختک مقرر ہر طرح سے باغ میں آئیگا لیکن دیکھئے کس راہ سے آتا
آتا ہے۔ یہ کہہ کر چار طرف پھرنے اور اُس کی راہ دیکھنے لگا ایک ساعت نہ گذری تھی کہ دیوار کی
اُس طرف سے ایک بقچہ آپڑا۔ عمر نے دوڑ کر اُس کو اُٹھا لیا اور کھول کر کیا دیکھتے کہ اس میں بختک
کی پوشاک ہے نہایت خوش ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ اُس نے اپنا رخت تو ادھر سے پھینکا اب
دیکھئے آتا کس راہ سے ہے۔ کیا دیکھتے کہ پانی کی بدررو سے ایک شخص نے سر نکالا۔ عمر نے سمجھا
کہ مقرر یہی ہے اس کا علاج کیجئے کہ اس حرکت کی سزا پائے۔ اس بقچہ کو چھپا رکھا اور وہاں سے

الف پوش مہتر باغبانان کا گھر نزدیک تھا جا کر اُسے خبر دی کہ چل کر دیکھو کہ پانی کی میزاب کی راہ سے چور کس طرح آتا ہے وہ بیل کندا اپنی گردن پر رکھ کر اور چار پانچ باغبان ہمراہ لیکر عمر کے ہمراہ ہوا اور میزاب پاس آکر ایک درخت کے نیچے چھپ کر بیٹھ گیا اور چوری سے دیکھنے لگا اتفاقاً بختک اُس وقت نکل کر باغ کی دیوار کے نیچے ننگا کھڑا ہوا اپنا لباس ڈھونڈھ رہا تھا کہ عمر کے اشارے سے مالیوں نے اُس کی مشکیں باندھیں اور بے تحاشا مارنا شروع کیا۔ ہر چند وہ کہتا تھا کہ میں بادشاہ کا وزیر ملک بختک ہوں مگر کوئی نہ مانتا تھا اور عمر تماشا دیکھتا رہا تھا اور کہتا تھا کہ جھوٹ کہتا ہے اور وزیر کا نام بدنام کرتا ہے اس وقت بختک کا یہاں کیا کام ہے۔ اُس نے جوں ہی عمر کی آواز سنی تو سمجھ لیا کہ تیرا رخت اُس نے ہی چھپایا ہے اور تیرے سر پہ یہ بلا وہی لایا ہے زبان عیاری میں کہنے لگا اے خواجہ عمر کہ میں بختک ہوں اول باغ کے دروازے پر آیا تھا عادی نے نہ آنے دیا ناچار ہو کر اس راہ سے آیا ہوں مجھ کو اس جماعت کے ہاتھ سے چھڑا تیرا ممنوں ہونگا اور حق یاری کا ادا کرونگا۔ عمر نے اُن باغبانوں کی طرف دیکھ کر پکارا یارو تم نے غلطی کی یہ چور نہیں ہے واقعی وزیر ہے۔ اُن لوگوں نے جواب دیا کہ اس وقت جو بے اجازت شاہ کے برہنہ ہو کر یہاں آئیگا ہم اُس کی یہی صورت کرینگے صبح کو جو حکم بادشاہ کا ہوگا اُسے بجا لاوینگے۔ تب اُنھوں نے اُس کو ایک درخت سے باندھ دیا۔ بختک نے کہا اے عمر ان کے ہاتھ سے مخلصی اس وقت کسی طرح نہ ہوگی تم میرے کپڑے دو کہ پہنوں۔ عمر نے کہا مجھے خبر نہیں ہے کہ تمہارے کپڑے کس نے لیئے۔ لیکن اس حال کی خبر جا کر بادشاہ کو کرتا ہوں کیونکہ بغیر اُن کے فرمانے کے تمہیں کوئی نہ چھوڑیگا۔ وہاں سے بادشاہ کی خدمت میں گیا اور تمام رات خدمتگاری میں مشغول رہا۔ جب صبح ہوئی تو بادشاہ اور امیر کو درغلا کر چمنستان کی سیر کو لے چلا اور وہاں لایا جہاں بختک کو باندھا تھا۔ مالیوں نے بادشاہ کو دیکھ کر فریاد کرنی شروع کی کہ خداوند یہ شخص رات کو چوروں کی طرح پانی کی راہ سے آیا اور ننگا مادر زاد تھا ہم نے اس کو درخت کے ساتھ باندھا ہے اب صبح کو دریافت ہوا کہ بختک ہے۔ شاہ کے ہمراہیوں میں سے جس کی نگاہ اس پر پڑی ہنستے ہنستے لوٹ گیا کہ اُس کی عجیب صورت بنی ہے کہ درخت سے مشکیں بندھی ہوئیں اور جو مار کھائی اُس سے تمام بدن کی چربی نکل پڑی ہے۔ سب مل کر اس کی احوال پرسی کرنے لگے اور اُس کے ہاتھ کھلوا دیے۔ لیکن بادشاہ کو اُس کی یہ حرکت بُری معلوم ہوئی اور فرمایا اس کو اور خوب سا مارو اور یہاں سے نکال دو۔ پر امیر نے شاہ سے عرض کی اور اُس کی تقصیر معاف کرائی اور عمر سے اُس کا رخت تین سو تمن کو مول لے کر دیا اور ہمراہ لے کر نوشیرواں کے ساتھ روشوں پر سیر کرتے ہوئے اور طرف کو چلے۔ اس باغ داد کے اندر محل کی دیوار کی طرف

ایک باغِ ہشت بہشت باغِ داد کے اندر شکلِ نگین واقع تھا جس کے آٹھ پخش تھے اور ہر حصہ میں ایک باغیچہ بنایا ہوا تھا اور ہر باغیچہ میں نئی وضع کی عمارت بنی تھی۔ اور اس ہشت بہشت کے درمیان ایک لاجوردی نہر بنی ہوئی جو ہر ہشت رکن میں گئی تھی اور مانند چشمۂ کوثر کے معلوم ہوتی تھی اور قطع مکانات میں جدا طرح کا رنگ کیا ہوا اور قسم قسم کے جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ بادشاہ و امیر مع ہرمز تاج دار و بزرجمہر اس مکان میں داخل ہوئے۔ عمر نے بختک کو ظرافت میں اُڑانا شروع کیا کہ میں اس کو مردِ احمق جانتا ہوں کہ یہ کس تدبیر سے باغ کے اندر داخل ہوا۔ سب سُن کر ہنسنے لگے۔ عمر بادشاہ کو دعا دے کر کہنے لگا کہ خدا آپ کو سلامت رکھے کہ امیر کے کہنے سے اس کی تقصیر معاف کی ورنہ یہ بے چارہ باغبانوں کی لاتوں کے مارے مر جاتا اور بختک سے کہا اب توبہ کر کہ پھر ایسی حرکت نکرونگا غرض عمر نے اس بے چارے کو مسخرہ بنایا تھا اور اس کی باتوں سے سب ہنستے تھے۔ بادشاہ نے فرمایا عادی کو بلاؤ اُس سے پوچھیں کہ اس کو کس کے حکم سے آنے دیا۔ یہ وایخی گئے اور عادی کو بلا لائے بادشاہ نے فرمایا اے عادی یہی مناسب ہے کہ ہم تم کو دروازے پر بٹھلائیں اور تم ایسے غافل ہو کہ بختک و عمر اندر آویں اور تم کو خبر نہ ہو۔ عادی عرض کی کہ کسی کی کیا مقدور ہے جو بے اجازت آپ کے یہاں اندر آ سکے اگر پرند ہو تو اُس کے پر کتر ڈالوں واقعی بختک غلام کے پاس آیا تھا اور اتنا اسباب رشوت کا دیتا تھا میں نے اُسے اندر نہ آنے دیا وہ ناچار ہو کر اپنے گھر چلا گیا۔ بادشاہ نے فرمایا دیکھو تو وہ سامنے کرسی پر کون بیٹھا ہے۔ عادی نے جو بختک کی صورت دیکھی آگ ہو گیا اور اُس کا گریبان پکڑ کر کرسی سے کھینچا اور کہا او مکار حیلہ زن سچ کہ کس راہ سے آیا ہے نہیں تو بے حرمت کرونگا اور کھینچ کر مجلس سے باہر لے چلا۔ تمام لوگ ہنسنے لگے۔ امیر نے فرمایا او عادی دیوانہ ہوا ہے اس سے ہاتھ اُٹھا شاہ نے اُس کی تقصیر معاف کی تو جا اور دروازے پر اپنے کام میں مشغول رہ عادی نے اُسے چھوڑ دیا اور اپنے مقام پر جا بیٹھا۔ بادشاہ تمام روز باغ میں یہاں رہے اور ارغوانی شراب کا جام گردش میں رہا۔ جب شام کا وقت قریب پہنچا اور طاوسِ جلوہ گرِ آفتاب مغرب میں گیا اور سرخابِ خوش خرامِ ماہ گردابِ نیل گونِ فلک سے نکلا تو مجلس میں شمع ہائے مومی و شمع ہائے کافوری قد آدم برابر روشن ہوئیں۔ تمام رات سازندوں اور خوانندوں سے عجب عالم رہا۔ عمر ظرافت اور لطافت سے بادشاہ کی طبیعت خوش کرتا تھا۔ صبح مجلس یہاں سے برخاست ہوئی اور ایک اور مکان میں جا کر بیٹھے جو چہل ستون سے مشہور تھا۔ امیر نے اس مکان میں بغور و تامل نظر کی کہ صنعت گروں نے اس میں کیا کیا ہنرمندی کی ہے جو

دیکھنے کے لایق ہے۔ راوی لکھتا ہے کہ اس کا ہر ستون سنگ مرمر کا صلائی تھا اور اندر ہر ستون کے اوپر جانے کو رستہ رکھتا تھا۔ اور ہر ستون کا سر جواہر نگار بنا تھا اور اس کے اوپر جانے سے تمام شہر کی نمود ہوتی تھی اور نیچے شہ نشین سنگ یشب و عقیق اور بلور کے بنے ہوئے جن پر وہ ستون مثل جواناں سرو قد استادہ تھے اور شہ نشین کے روبرو حوض طرح بہ طرح کے آب خالص اور گلاب اور بید مشک سے بھرے ہوئے تھے جن کے فوارے قسم قسم کے چھوٹتے تھے وہاں نشست ہوئی جام شراب کا گردش میں آیا اور عیش و نشاط کا دروازہ کھلا القصہ بادشاہ امیر کو ہر روز نئے مکان میں اور شب ایک شبستان میں لاتے تھے۔ اور جہاں تک اس مکان کی تیاری ہوتی تھی مع فرش فروش و جام و صراحی تک اُٹھتے وقت امیر کو بخش دیتے تھے۔ پانچویں روز چہل ستون میں تھے۔ ان پانچ دنوں میں بادشاہ نے ایک شب خواب نہ کیا تھا جب ایک رات بادشاہ کو خواب نے غلبہ کیا اور پلنگ پر لیٹے اور مجلس اُسی طرح رہی۔ جب بادشاہ کی آنکھ لگ گئی تو امیر پوشاک بدلنے کی خاطر مقبل کو ہمراہ لے کر غسل کے لئے نہر کی طرف چلے اور سیر کرتے ہوئے اس باغ کے ایک گوشہ میں پہنچے یہاں نہر کو نہایت لطیف بہتے دیکھا جس کا پانی محل میں جاتا ہے یہ جگہ امیر کو پسند آئی ایک درخت کے نیچے پوشاک اُتار کر مقبل کو دی اور نہانے کو اُس میں اُترے اور بدن ملنے لگے۔ اس نہر کے قریب بادشاہ کی بیٹی مہر نگار نام کا محل تھا۔ قضارا وہ بھی اُس روز ہوا کھانے کو اُس قصر پر آئی اور دریچہ کھول کر ہر طرف دیکھ رہی تھی کہ اُس کی نظر ناگاہ امیر پر پڑی۔ دیکھتے ہی تیر عشق کھا کر فریفتہ ہوئی اور دیوانہ وار ایسی ایک آہ بھری قریب تھا کہ اُس کے دھوئیں سے آئینۂ آفتاب سیاہ ہو جائے جی میں کہنے لگی کہ تو دل کو ہاتھ سے دے چکی اب دیکھئے اس کا انجام کیا ہو لیکن ایسی فکر کرو کہ وہ بھی تجھ کو ایک نگاہ دیکھے یہ خیال کر کے عنبر چہ گلے سے نکال کر امیر کی طرف پانی میں پھینکا۔ امیر نے سر اُٹھاتے ہی عنبر چہ کو دیکھ کر اُس قصر کی طرف نگاہ کی اور مہر نگار کو دیکھ لیا۔ بے اختیار ایک آہ ماری اور بیہوش ہوگئے۔ مقبل نے جو امیر کی یہ حالت دیکھی پانی میں کود کر امیر کو سنبھالا۔ امیر نے اپنے آپ کو ہوش میں لا کر پانی سے باہر نکالا۔ اور نئی پوشاک جو مقبل لایا تھا پہنی۔ اور بادشاہ کی طرف متوجہ ہُوئے لیکن چشم پُر آب و دل کباب تیر عشق کا کھائے ہوئے مجلس میں بیٹھے۔ اور یہاں مہر نگار کی بھی یہی حالت تھی۔ لیکن امر ناچار تھا کہ کسی سے کچھ نہ کہہ سکتے تھے۔ امیر امرا کی صحبت میں جا بیٹھے۔ ہر وقت آہ عاشقانہ بھرتے اور شعر درد آمیز پڑھتے تھے۔ غرض بہ ہزار تشویش دن تو گذرا۔ جب رات آئی تو گھڑیاں گننے لگے ایک پہر رات گذرنے پر اُس ماہ فلک دلبری کو دیکھنے کی تدبیر دل میں سوچ کر یہ بات بادشاہ

سے عرض کی اگر ارشاد ہو تو خانہ زاد ایک دو ساعت سو رہے پھر ابھی حاضر ہوگا۔ فرمایا کیا مضائقہ امیر نے مقبل کو ہمراہ لیا اور اُسی وقت قصر کی طرف روانہ ہوئے۔ نزدیک جا کر دیکھا تو اُوپر جانے کا کوئی لگاؤ معلوم نہیں ہوتا جی میں کہا کس طرح جائیے دیکھا تو برابر اس قصر کے ایک درخت عالیشان ہے اُس کی شاخیں بامِ قصر پہ پھیلی ہوئی ہیں مقبل کو اُس درخت کی جڑ میں کھڑا کیا۔ اور آپ اُس پر چڑھ کر قصر کے اُوپر گئے اور چاروں طرف نگاہ کرنے لگے (باقی داستان آئندہ شب) ✣

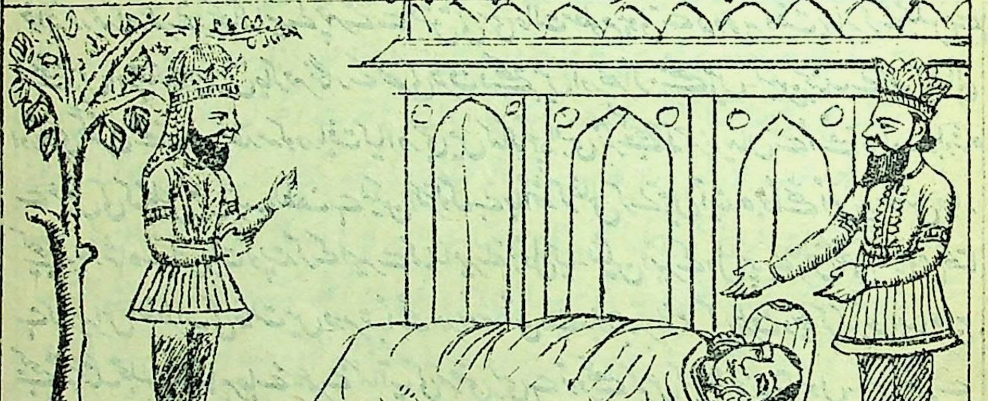
دسویں داستان

مہر نگار کے محل میں امیر نے جانا اور مہر نگار کا چونکنا

جوہریانِ بازارِ معانی کہتے ہیں کہ صاحب قِران اُوپر گئے اور دور سے دیکھنے لگے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ مہر نگار نے محل میں ایک جانب نشاط آراستہ کی ہے اور اپنی ہم چشموں سے بادہ خواری میں مشغول ہے اور مہر نگار صد نگار سے بہتر معشوقانِ ماہ رویان کے درمیان مانند بہار بیٹھی ہے کہ اُس کے تجلی سے وہ تمام مکان روشن ہے عجب طرح کی نازنین دیکھی کہ حسن وجمال میں چشمۂ خورشید تاباں اس کے چاہِ زنخدان کا ایک رشحہ ہے ماہ درخشاں کا ایک مطلع دلبرِ خوش ادا ہوش ربا عالم آرا سرو قد لالہ عذار آہو چشم سنبل مُو خوش خو ہلال ابرو مرغولہ زلف دراز مژہ بلور بدن مروارید دندان باریک میان آرامِ جان حقۂ ناف حباب پستان مدعا فہم خونِ دلِ عاشقان اُس روز امیر نے دور سے دیکھا تھا اب نزدیک آکر دیکھا تو پھر دوبارہ وہی حالت ہوئی اور دل اختیار سے جاتا رہا۔ جب اس کو دیکھتے تھے نئے انداز سے نظر پڑتی تھی۔ لیکن مہر نگار نے جس وقت امیر کو دیکھا تھا اُس کو عجب طرح کی وحشت تھی دن کو اُس نے بہ ہزار مشقت کاٹا جب رات ہوئی واسطے جی بہلانے کے صحبتِ نشاط آراستہ کی اور اپنی دائی کی بیٹی فتنہ بانو کو بُلا کر کہا آج ہم کو نہایت قلق ہے اور جی گھبراتا ہے تو اپنے ہاتھ سے شراب پلا۔ غرض جو جو اُس کی محرم راز تھیں آکر اُس کے پاس حاضر ہوئیں۔ اس وقت گلستان حسن وجمال میں ان غنچہ رویوں کا اُس کے گرد بیٹھ کر گانا اور بجانا ایک جلوہ نور کا سا معلوم ہوتا تھا۔ امیر اس قصر کے کونے میں چھپے ہوئے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ جب فتنہ بانو سے صحبت رہی دو پہر رات سے زیادہ گذری تو مہر نگار نے ایک آہ سرد بھری اور فتنہ بانو سے کہا کہ پیالہ رواں کر کہ رات بہت آئی اب جا کر سو رہیں۔ فتنہ بانو نے جس دم پیالہ کو لب ریز کر کے مہر نگار کو دیا بادشاہ زادی نے یہ

پیالہ ہاتھوں میں لے کر کہا اس وقت جو شراب ہوئے پہلے اپنے آرام جاناں کا نام لے اس کے بعد ہم پئیں اور تم سب پیو جب
ملکہ مہر نگار نے یہ بات کہی فتنہ بانو نے عمر عیار کا نام لیا اور جام شراب پیا۔ امیر سن کر حیران ہوئے کہ عمر عیار یہاں کیونکر آیا یہ
خیال جی میں کر رہے تھے کہ دوسری معشوقہ نے مقبل وفادار کا نام لے کر پیا جب یہ دونوں پی چکیں تو مہر نگار نے جام
اٹھایا اور کہا کہ میں کشتہ ہشام بن علقمہ خیبری کی یاد میں پیتی ہوں کہ جس نے تم کو قید سے چھڑایا ہے یہ کہہ کر لب سے لگایا
اور پی گئی۔ امیر سن کر نہایت خوش ہوئے غرض اس رات مہر نگار دو پہر رات سے زیادہ بیٹھی اور شراب پیا کی اور ہر پیالہ کے
ساتھ امیر کو یاد کیا کی اور کہا افسوس یار جانی اور روائے محبوب زندگانی اس وقت تو کہاں ہوگا جلد پہنچ۔ ہر دم یہی کہتی تھی
اور بے قرار رہتی تھی۔ جب تین پہر رات گذری تو مہر نگار نے ہم صحبتوں کو کہا اب رخصت ہو۔ وہ سب مجرا کر کے چلی گئیں اور
آپ ایک بارہ دری میں جا کر چھپر کھٹ جواہر نگار پر آرام کے لئے لیٹی لیکن امیر کے اشتیاق میں نیند نہ آئی اور پڑی پڑی
کروٹیں لیتی اور صاحبقران کے تصور میں رہتی تھی جب چار ایک گھڑی رات باقی رہی اس وقت اسی خیال میں آنکھ
جھپک گئی۔ پر امیر جو چھپے ہوئے دیکھ رہے تھے وہیں سے سیڑھیوں کی راہ نیچے اترے اور کسی کو بیدار نہ پا کر نہایت خوش ہوئے

ایک درخت کی راہ سے امیر نے مہر نگار کے محل میں پہنچنا اور مقبل کو درخت کے نیچے کھڑا کرنا اور آپ قصر سے اتر کر پلنگ پر چڑھنا اور مہر نگار نے چونک اٹھنا



اور اس بارہ دری کے اندر گئے اور دیکھا کہ اس کی چاروں طرف پردے پڑے ہیں اور شمع ہائے مومی و گل کاری ہر جگہ مانند
عاشقان روشن ہیں اور چھپر کھٹ پر مہر نگار سوتی ہیں۔ لیکن اس کے حسن کے روبرو شمعوں کی روشنی پھیکی معلوم ہوتی
تھی اور وہ مکان اس کے جمال سے آفتاب کی مانند منور تھا۔ امیر نے دل میں خیال کیا کہ ایسے معشوقوں کا وصال
قسمت سے میسر ہوتا ہے شاید میرے نصیب میں نہ ہو اب تو اس مکان میں بڑی محنت سے آیا ہے اس معشوق کے
برگ گل رخسار سے ایک بوسہ تو لے یہ کہہ کر اس چھپر کھٹ کے پاس گئے اور مہر نگار کے برابر بیٹھ کر اپنے دونوں ہاتھ اس کے
سر کی دونوں طرف تکیہ پر ٹیک دئے اور چاہا کہ جھک کر اس لب لعل سے بوسہ لے لیکن ابتدائے عشق اور ناکردہ کار امیر کا

ہاتھ تکیہ پر سے پھسل گیا اور اُس معشوق کی چھاتی پر گر پڑے۔ جوں ہی مہر نگار کی آنکھ کھلی امیر کا خیال نہ رہا بے اختیار ایک چیخ ماری اور کہا ارے دوڑو چور آیا چاروں طرف سے عورتیں اُٹھ کر دوڑیں۔ امیر نے کہا اے جان میں کشندۂ ہشام بن علقمہ ہوں۔ مہر نگار نے جو امیر کو پہچانا تو اس عمل کرنے سے پشیمان ہوئی اور صاحب قران کو پلنگ کے نیچے چھپایا اور اُن عورتوں کو کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے اُس وحشت سے چیخ ماری تم جاؤ اور اس بات کا کچھ خیال نہ کرو سب لوٹ گئیں اور اپنے اپنے مکان میں جا کر سو رہیں۔ مہر نگار نے امیر کو نکالا اور اپنے برابر بٹھایا۔ اول مرتبہ امیر کو دور سے دیکھا تھا اور اب نزدیک سے دیکھا کہ ایک عجب طرح کا جوان زیبا صورت و پاکیزہ سیرت ہے اُس کے چودھویں رات کے چاند جیسے رخسارے اس تیرہ شب کو روشن کر رہے تھے وہ صاحب قران کی صورت دیکھ کر تصویر کی طرح حیران رہ گئی۔ اور امیر بھی اس نگار کو دیکھ کر دیوانہ وار تک رہے کہ سفیدی صبح نمودار ہوئی تو برگ گل پر جیسے شبنم ہوتی ہے امیر اپنی آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور کہا اے مہر نگار تو نے جو میرے آہوئے دل کو کمند ناز سے گرفتار کیا اس صید کو نیم بسمل نہ چھوڑنا اب رخصت ہوتا ہوں بادشاہ کی صحبت سے سونے کا بہانہ کر کے آیا تھا ایسا نہ ہو کہ یہ پردہ کھلے اور رسوائی پاؤں پھیلائے اگر زندگی ہے تو کل پھر آؤنگا۔ یہ کہہ کر مہر نگار سے رخصت چاہی اور وداع ہوئے۔ مکان کے دریچہ سے آہستہ نکل کر زینوں کی راہ سے چھت پر چڑھے اور اُسی درخت کی شاخ پکڑ کر نیچے اُترے اور وہاں سے مقبل کو ہمراہ لے کر شاہ کی مجلس میں آ بیٹھے۔ جب آفتاب کی کرنیں نکلیں تو شاہ و امیر مع ہم نشینان ایک چمن میں آئے اور نشستگاہ میں بزم صحبت آراستہ کی۔ لیکن خواجہ بزرجمہر اور عمر نے دیکھا کہ امیر کے چہرے سے عشق کی سی حالت معلوم ہوتی ہے کہ وہ ہر وقت بہانہ کر کے مجلس سے اُٹھتے ہیں اور چمنستان میں جا کر مہر نگار کے قصر کی طرف دیکھتے ہیں اور پھر آ کر بیٹھتے ہیں۔ لیکن بختک نے امیر کی بیتابی اور گھڑی گھڑی اُٹھنے سے اس مقدمہ کو دریافت کیا اور جی میں کہا کہ کچھ ایسی فکر کیجئے کہ حمزہ یہاں سے اُٹھنے نہ پاوے۔ بادشاہ سے عرض کی کہ مجلس میں عجب لطف ہے لیکن اکثر لوگ بے جا اُٹھ کر خلل کرتے ہیں آیندہ جو اُٹھے اُس پر سو تمن جرمانہ کیجئے۔ بادشاہ نے اس بات کو پسند کر کے امیر سے کہا۔ امیر نے قبول کیا۔ لیکن امیر کے دل پر بے چینی تھی۔ راوی لکھتا ہے کہ امیر اس اضطراب کی حالت میں دو مرتبہ اُٹھے اور دو سو تمن دیئے۔ بزرجمہر نے عمر کی طرف دیکھ کر کہا کچھ ایسا علاج کیجئے کہ بختک مجلس سے باہر جائے۔ عمر نے کہا آپ کی مرضی یہی ہے تو دیکھئے کہ میں کس طرح نکالتا ہوں۔ اپنی جگہ سے اُٹھ کر بادشاہ کا آداب بجا لایا اور کہا کہ خداوند خوب واقف ہیں کہ خدا نے ہر ہاتھ کو جدا لذت دی ہے کیا عجب ہے جو غلام کو اس وقت ساقی گری کی خدمت ملے اور شہریار اس خانہ زاد کے ہاتھ سے دو چار دور پیئیں۔ فرمایا کیا مضایقہ۔ عمر نے صراحی و پیالہ اُٹھا لیا اور پھر کر گردش میں لایا لطافت اور ظرافت کے ساتھ پلانے لگا مجلس میں آواز ہوس بادہ نوش کی بلند ہوئی عمر کی ساقی گری سے ہر خورد و کلاں کو حظ تھا بادشاہ کے بعد عمر نے شاہزادہ کو جام پلائے۔ جب نوبت خواجہ گزر الدین کی آئی تو عمر نے اس جام میں کئی مثقال حب السلاطین داخل کیا اور ملک بختک کے آگے لے گیا۔ اس نے وہ جام دیکھتے ہی معلوم کیا کہ اس میں عاقبت بخیر نہیں ہے آج عمر ساقی ہوا ہے تو نہیں بچیگا کہنے لگا خواجہ عمر میں نے کل سے شراب پینے کی توبہ کی ہے اور بو تم کو دیکھتے منہ نہیں پڑے گا۔ جب عمر نے دیکھا کہ

نہایت تکرار کرتا ہے اور نہیں پیتا بادشاہ کی طرف منہ کرکے کہنے لگا کہ خداوند نے اپنے غلام کے ہاتھ سے جام پئے پھر بھی جس نے چاہا پیا بختک میرے ہاتھ سے کس واسطے اندیشہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے توبہ کی ہے نہیں جانتا یہ وہ چیز ہے کہ اگر ایک پیالہ ابلیس بھی پی لیتا تو آدم کی خاک کو ہزاروں سجدے کرتا۔ عمر کی یہ بات سُن کر شاہ اور امیر مع تمام مجلس ہنسے اور بختک بھی شرمندہ ہوا۔ آخر ہرمز تاج دار نے کہا کہ تو دیوانہ ہے نہیں جانتا شاہ نے اس کو ساقیٔ مجلس مقرر کیا ہے اور تم اس کے ہاتھ سے پینے کا انکار کرتے ہو۔ ناچار ہو کر عمر کے ہاتھ سے بختک نے وہ پیالہ لیا اور جبرًا و قہرًا پیا۔ ایک ساعت نہ گذری تھی کہ بختک کے پیٹ میں گڑگڑاہٹ ہوئی اور پیچ کھلنے لگا تب وہ اپنی کرسی سے اُٹھا اور بادشاہ سے کہا کہ مجلس میں یہ شرط ہے کہ جو کوئی بے ضرورت اُٹھے وہ سو تمن گنہکاری دے بندہ مکان ضرور کو جاتا ہے یہ کہہ کر گیا اور فراغت کر کے آیا ایک لمحہ نہ بیٹھا تھا کہ اُس کا پیٹ پھر گڑگڑایا مارے درد کے اُٹھا عمر نے کہا آپ کیوں اُٹھے۔ کہا مکان ضرور کو پھر جاتا ہوں۔ عمر نے کہا خیریت ہے اب عذر بیجا ہے کوئی نہیں سُنیگا ایک دفعہ صاحب ہو آئے ہیں۔ بختک نے سو تمن جرمانہ دیے اور گیا حاجت دفع کر کے اپنی جگہہ پر پھر آ بیٹھا۔ دم بھی نہ لیا تھا کہ پھر خلش معلوم ہوئی لیکن شرط ہارنے کی دہشت سے اپنے آپ کو ضبط کر کے بیٹھا رہا اور کرسی سے نہ اُٹھا۔ ازبس کہ پیٹ میں پیچ تاب ہو رہا تھا نہ تھام سکا اُس کا جا ضرور وہیں خطا ہوا اور ازار کے پائینچوں سے بہ نکلا۔ عمر اسی تاک میں بیٹھا تھا عقل سے دریافت کیا پیالہ کو ہاتھ سے رکھ کر عرض کی کہ اس وقت خوش آیند ہوا خوب اور کس مزا کا سرور ہے اگر خیابان کی سیر کیجئے اور گلستان کا تماشا دیکھیے تو کمال فرحت ہو۔ فرمایا عمر ہمارا بھی جی چاہتا ہے امیر کا ہاتھ پکڑ لیا اور چمنستان کی طرف متوجہ ہوئے۔ جتنے بیٹھے تھے سب کے سب اپنی اپنی جگہہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور چلے۔ بختک بھی اُٹھا اور لوگ کیا دیکھیں کہ جس کرسی پر وہ بیٹھا تھا تمام نجس ہے اور اُس کے پائینچوں کی راہ سے زرد پانی ٹپکتا ہے اور قالین ابریشم کا خراب ہو رہا ہے۔ عمر نے شاہ سے عرض کی بادشاہ نے اُس کی حالت جوں ہی دیکھی شاہ کا حال مارے غصہ کے عجیب ہو گیا فرمایا یہ مردک نہایت نامعقول ہے ہماری صحبت میں بیٹھنے کے قابل نہیں ہے پہلوان عادی کو بلاؤ کہ اس نالایق کو باغ سے نکال دے۔ عادی کے دل میں پہلے سے ہی کینہ تھا بادشاہ کا یہ حکم پاتے ہی ایک ہاتھ سے اُس کی ڈاڑھی اور دوسرے سے گریبان پکڑ کر گھسیٹ لے چلا بختک ٹھوکر کھا کر گرا اور سر پھوٹ گیا یہ سر خون آلودہ نجاست سے بھرا ہوا کشاں کشاں باغ سے باہر ہوا۔ لیکن اس کے جانے کے بعد خواجہ بزرجمہر نے دل میں خیال کیا کہ اس وقت امیر کی حالت

بے قرار ہے ایسا نہ ہو کہ بادشاہ کو خیال معلوم ہو کر باعث رسوائی کا ہو اس واسطے ہاتھ باندھ کر شاہ سے عرض کیا کہ حمزہ کو آپنے سب طرح سے راضی کیا وہ ہر صورت آپ کا زیرِ بار احسان ہے جب تک زندہ رہیگا بندہ رہیگا ہفتہ ہُوا کہ آپ باغ میں تشریف لائے ہیں اور تمام خلقت آپ کی عدالت کی فیض کی منتظر ہے بہت کام معطل پڑے ہیں آپ باہر تشریف لے چلئے اور سریرِ حکومت پر بیٹھ کر شہریاری کیجئے کہ لوگ اپنی مراد کو پہنچیں۔ شاہ کو یہ بات پسندِ خاطر ہوئی امیر کو خلعتِ شاہانہ عنایت فرمایا اور دربار میں آکر کارسازی عدل و داد میں مشغول و مصروف ہوئے۔ اور امیر تل شاد کام کو اپنے لشکر میں آئے (باقی داستان فردا شب)

گیارھویں داستان

کل داستان کو یہاں تک پہنچایا تھا کہ جب مجلس باغ داد سے برخاست ہوئی اور امیر اپنے لشکر میں تل شاد کام کو آئے دن کو خیال کرنے اور گھڑیاں گننے لگے کہ رات ہو تو مہرنگار کے پاس جائیں بارے بصد تشویش روز گذرا۔ جب شام ہوئی اور مرغ خورشید آشیانِ مغرب کی طرف متوجہ ہُوا تو امیر نے اُس وقت شب روی کا لباس منگایا۔ جب پہر سے اُوپر رات گذری تو صاحبِ قران نے جامۂ سیاہ اطلسِ سگلیں گلے میں پہنا اور کمربند سیاہ زربفت کمر میں باندھا اور سیاہ شال کا شملہ سر پر لپیٹا اس پر مرصع جیغہ رکھا اور خنجر و شمشیر محکم کرکے سرمہ گوں صوف کا پاتابہ پہن کر اُس پر کفشِ نمدی پاؤں میں پہنی اور کمند کے حلقے کو شانے میں ڈال کر مقبل وفادار کے ہمراہ خیمہ سے باہر آئے اور مہرنگار کے محل کی طرف روانہ ہوئے۔ تھوڑی دور گئے تھے کہ عمر جو راہ میں چھپا کھڑا تھا ناگاہ جونہی امیر کو دیکھا دوڑ کر پاس آیا اور امیر کا ہاتھ پکڑ کے کہنے لگا اے شہریار تعجب ہے کہ تم نے بندے کو اپنا محرمِ راز نہ جانا اور رات کو اکیلے اُٹھ کر سیر کو جانا اور ہم کو خبر بھی نہ کرنا۔ امیر عمر کو دیکھ کر ہنسے اور کہا اے عمر میں نے اس لئے تجھ سے چھپایا کہ تو ہر وقت نصیحت کرتا ہے کہ اگر تجھ کو آگاہ کیا تو تو نصیحت کرے اور میرے دل کو بے چینی ہو میری حالت تو دیکھ کیا بن گئی ہے کہ دل سے صبر و آرام اُٹھ گیا اور خواب و خورش نے بھی مجھے جواب دیا ہے عاشق اور دیوانے کو نصیحت مقبول نہیں ہوتی اب میرے ساتھ آ کہ یار کی گلی میں جاتا ہوں دیکھ تو کیا محبوب ہے۔ القصہ امیر و مقبل اور عمر مل کر باغِ داد کو چلے۔ راہ میں عمر نے امیر سے پوچھا کہ شہریار وہ کون شخص ہے میں بھی معلوم کروں جس کی خاطر تمہاری یہ صورت بنی ہے۔ فرمایا اے عمر اُس صنم کی تعریف منہ سے نہیں کہہ سکتا ہوں اگر خدا نے چاہا تو جلد دیکھ لے گا یہی باتیں کرتے چلے

جا رہے تھے۔ اب مہر نگار کا حال سُنئے کہ وہ امیر پر فریفتہ ہو کر اپنے دل کا نقد عشق کے بازار میں گنوا کر تہی دست ہوئی گریہ و زاری آغاز کی لیکن جب اُس نے سُنا کہ حمزہ کو بادشاہ نے باغ سے رخصت کیا اور وہ اپنے لشکر میں گیا تو اُس کی فرقت کے سوز میں شمع کی طرح جلنے لگی اور عیش و عشرت کا دروازہ بند کر کے ایک گوشہ میں جا بیٹھی اور امیر کی راہ میں اپنے دل پر درد سے آہ عاشقانہ ہر ساعت نکالنے لگی اور یہاں تک بے تابی شروع کی کہ دائی کی بیٹی اور مصاحبوں سمیت اس مقدمہ سے واقف ہوئی اور دیکھیں تو بادشاہ زادی کی حالت تباہ نظر آتی ہے سب مل کر احوال پُرس ہوئیں۔ مہر نگار نے کسی کو اس بات کا جواب نہ دیا سب حیران ہوئیں اور اپنی جان کی دہشت سے ڈریں ایسا نہ ہو کہ ہم پر کچھ آفت ہو دائی کو جا کر خبر کی دائی نے جا کر اس مہر خصال کی بلائیں لیں اور پاس بیٹھ کر کہا اے گلستان خوبی اور اے چمن محبوبی تیرے ملال کا باعث کیا ہے کہ ہر دم آہ و نالہ کرتی ہے کس پر فریفتہ ہوئی ہے بچپنی سے لے کر اس وقت تک میں تیری محرم راز ہوں تیری کوئی بات مجھ سے چھپی نہیں اب کیوں چھپاتی ہے مجھ پر ظاہر کر کہ میں اُس بات کو اس طرح رکھونگی جس طرح تن میں جان رہتی ہے مجھ کو نامحرم و بیگانہ نہ جان۔ مہر نگار نے یہ محبت کی باتیں جو دائی سے سُنیں تو بے اختیار رو رو کر کہنے لگی اے دائی میں تم کو اپنی جان کے برابر جانتی ہوں ہرگز کوئی بات چھپاتی نہیں ہوں لیکن اس مقدمہ میں مجھے شرم آتی ہے کہ یہ امر قابل اظہار نہیں نہیں تجھ پر کس طرح ظاہر کروں۔ دائی نے رومال سے اُس کے آنسو پونچھے اور کہا اے زندگی بخش تو خاطر جمع رکھ کہ میں تیری مراد بر لاؤنگی۔ مہر نگار نے جی میں خیال کیا کہ دائی مقرر معلوم کر گئی بہتر ہے کہ ظاہر کر دیا جائے۔ غرض کہ صاحب قران کا تمام احوال بیان کیا اور کہا کہ میں اُس پر عاشق ہوں اگر اُس کا وصال میسر نہ ہوگا تو مر جاؤنگی اس بات کی کچھ فکر کیا چاہئے۔ دائی یہ سُن کر حیران ہوئی اور مقام نصیحت میں در آئی کہ اے ملکہ تعجب ہے تیرے خیال پر کہ شاہ زادگان ساسانی و مزدکی کو چھوڑ کر مسلمان پر مائل ہوئی اُس کا دین کہاں اور تیرا مذہب کہاں۔ کہا وائے عشق دین اور مذہب سے کام نہیں رکھتا اور عنبر چہ مرصع جو تین ہزار تمن کو مول لیا گیا تھا مہر نگار نے گلے سے اُتار کر دائی کو دیا اور کہا اے دائی قسم ہے پونے دو سو خدا کی اگر میری یہ امید بر آئی تو تجھے نہال کر دونگی۔ طمع دائی کے دامن گیر ہوا کہنے لگی اے سرو آزاد گلستان حسن و خوبی میں نے سمجھ لیا کہ اُس طرف تیری طبیعت بے اختیار آگئی ہے خاطر جمع رکھ کہ رات کو محل میں سب کو غافل کر کے امیر جہاں ہوگا وہاں لے چلونگی۔ جب روز آخر ہوا اور رات آئی مہر نگار اول شب پلنگ پر جا لیٹی اور سب

ہمقربین کو رخصت کیا۔ ہر ایک اپنے اپنے مکان میں جا کر سو رہی۔ جب پہر رات گذری مہرنگار نے اُٹھ کر شب روی کا مردانہ لباس پہنا اور اسی صورت سے دائی بھی مرد بن کر چلنے کو تیار ہوئی اور ہاتھ میں کمند لے کر مہرنگار کے ہمراہ چلی اور سقف دالان پر جا کر ایک برج میں کمند باندھ کے قصر سے نیچے اُتریں اور باغ کی دیوار سے گذر کر قلعہ کے باہر ہوئیں اور امیر کے لشکر کی راہ لی اور درختوں کے سایہ میں اپنے آپ کو چھپاتی چلی جاتی تھیں۔ جوں ہی وہ امیر کے لشکر کے قریب پہنچیں راہ میں تین سیاہ پوش دکھائی دیئے یہ دونوں انہیں دیکھ کر اپنے آپ کو ایک پیڑ کے پیچھے چھپا کر کھڑی ہوئیں۔ لیکن امیر نے جو عمر و مقبل کو لیئے آتے تھے ان سیاہ پوشوں کو دیکھ لیا اور مقبل کو یہ آوازِ بلند فرمایا کہ دیکھنا یہ دونوں سیاہ پوش کون ہیں اور کہاں جاتے ہیں۔ مہرنگار نے امیر کی آواز پہچان کر اپنے کو درخت کے سایہ سے نکالا اور مقبل کی طرف قدم بڑھایا اُس نے نزدیک آ کر مہرنگار کو پہچانا اور امیر کو خبر کی۔ صاحب قران سن کر ایسے خوش ہوئے کہ گویا ہفت اقلیم کی بادشاہت مل گئی۔ عمر کو ساتھ لے کر اس ماہ رو کے پاس گئے اور ہاتھ پکڑ کر یہ شعر پڑھا **بیت** اے آمدنت باعث آبادی ما + ذکرِ تو بو زمزمۂ شادی ما۔ عمر نے کہا اے ملکۂ آفاق بڑا احسان کیا کہ ہم کو اس وقت شب روی سے بچایا۔ مہرنگار نے مقبل سے پوچھا یہ کون شخص ہے۔ عرض کیا کہ خواجہ عمر عیار خنجر گذار پیک طرار یہی ہیں۔ عمر کی وضع کو دیکھ کر حیران ہوئی اور امیر سے کہا جس وقت سے تم آئے ہو دل کو جو بے چینی ہے کچھ کہہ نہیں سکتی۔ امیر نے جواب دیا اے جانِ زندگانی درست ہے پر ہمارے جی کے حالی سے بھی خدا ہی واقف ہے کہ اس بے چینی میں دن کس طرح سے گذرا۔ یہ کہہ کر اس صنم کا ہاتھ پکڑے ہوئے اپنی بارگاہ میں آئے اور باہم بیٹھ کر شراب پینے لگے اور عمر گایا کیا۔ جب رات آخر ہوئی اور صبح کا وقت نزدیک آیا امیر مقبل اور عمر کو ہمراہ لے کر مہرنگار کے قصر تک گئے جس راہ سے وہ آئی تھیں اُسی راہ مہرنگار اور دائی کو پہنچا کر اپنے لشکر میں آئے اور وہ اُسی کمند کے ذریعہ چڑھ کر محل میں گئیں۔ لیکن یہ دونوں جس وقت قصر کے اندر گئیں تو بعض بعض خواجہ سرا اور کنیزکیں جاگتی تھیں وہ ان دو سیاہ پوش کو دیکھ کر سب غل مچانے لگے کہ چور چور۔ یہ دونوں بھی اُن سے شامل ہو کر کہنے لگیں۔ چاروں طرف سے خواجہ سرا دوڑے اور ایک ہنگامہ ہوا۔ جب دن ہوا تو کسی کو نہ دیکھا۔ تب ناظر نے جا کر مہرنگار کی ماں زر انگیز بانو سے کہا کہ دوسری دفعہ ہے جو محل میں غل ہوا ہے اکثر عرب اور ترک قلعہ میں بہت پھرتے ہیں اور اُن کا لشکر بھی نزدیک ہے معلوم نہیں

ان میں نیک کون ہے اور کون بد ہے لازم ہے کہ شہزادی کے محل کے گرد کوئی سردار پاسبانی کو مقرر رہے زر انگیز بانو نے یہ حال بادشاہ کو کہلا بھیجا۔ بادشاہ نے یہ سن کر ایک پہلوان غتر تیغ زن نامے کو چار سو سوار اور پیادہ کی جمعیت سے محل کے گرد چوکی میں مقرر کیا۔ لیکن جب رات کا وقت آیا امیر نے اپنے خیمہ میں بے تابی شروع کی اور سوزناک آہ نکالنے لگے۔ عمر نے جو امیر کا یہ حال دیکھا تو آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور کہا اے صاحب قران خدا کے واسطے ہم لوگوں کی جانوں پہ رحم کرو اتنی بے صبری خوب نہیں آج کی رات اُس معشوقہ کے محل کی طرف جانا موقوف کرو کہ غتر تیغ زن طلایہ میں مقرر ہوا ہے ایسا نہ ہو کہ اس امر سے واقف ہو اور تم کو کچھ ایذا پہنچائے۔ امیر یا تو روتے تھے یا اس بات کو سُن کر ہنسے اور کہا اے عمر تو مجھے مرنے سے ڈراتا ہے۔ تو نہیں جانتا کہ میں کشندۂ حشام بن علقمہ ہوں یہ کہہ کر شب روی کا لباس منگا کر پہنا اور عمر و مقبل کو ہمراہ لے کر مہرنگار کے قصر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب باغ کے نزدیک پہنچے دیکھا تو غتر تیغ زن چار سو جوان سے طلایہ داری میں مشغول ہے اور اُس کے ہمراہی مشعلیں اور چورمہتابیاں روشن کئے ہوئے خبردار باش بیدار باش پکارتے ہوئے پھرتے ہیں۔ امیر ان کو دیکھ کر ایک گوشے میں کھڑے ہو رہے۔ جب یہ سب آگے نکل گئے تو امیر باغ کی دیوار کے پاس آئے اور مقبل کو نگہبانی کے واسطے نیچے چھوڑا اور کمند لگا کر عمر کو ساتھ لیا اور کمند کو پکڑ کر قصر پہ چڑھے۔ لیکن مہرنگار وہاں بیدار تھی اور دائی سے کہہ رہی تھی کہ شاہ نے ہمارے محل کے گرد پاسبانی کے لئے چوکیدار مقرر کئے ہیں پہ اگر امیر حمزہ واقع میں میرا عاشق ہے تو ان لوگوں سے ہرگز خوف نہ کریگا جس طرح قابو پائیگا آئیگا میں بھی تیار ہی کر رکھوں۔ یہ کہہ کر اپنی دو خاص مصاحبوں کو پاس بٹھا کر گانے کی مجلس شروع کی اور شراب کا جام گردش میں آیا مہرنگار شراب پیتی اور ہر جام کے ساتھ امیر کو یاد کرتی تھی۔ دائی نے کہا اے مہرنگار تو دیوانی ہوئی ہے جو آہ و فغاں کرتی ہے حمزہ تو اس وقت اپنے خیمہ میں سوتا ہو گا۔ مہرنگار نے کہا اے دائی میرا دل گواہی دیتا ہے کہ حمزہ کوئی دم میں آتا ہے وہ میرا عاشق صادق ہے اس چوکی سے ہرگز نہ ڈریگا۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ امیر اور عمر دونوں سقف سے نیچے اُترے۔ مہرنگار نے دیکھتے ہی اُٹھ کر امیر کا ہاتھ پکڑ کر تخت پہ بٹھایا اور اپنے ہاتھ سے جام شراب بھر کر پلانے لگی۔ امیر اُس نازنین کی گردن میں ہاتھ ڈال کر بیٹھے اور شراب پینے لگے عمر ان دونوں کے آگے ناچنے لگا اور امیر اُس وقت عمر پہ نہایت خوش ہوئے اور مہرنگار نے کہا اے عمر ان معشوقوں میں سے تیرا جی بھی کسی کو چاہتا ہے یا نہیں۔ عمر نے

کہا صاحب جی تو ایک شخص کو چاہتا ہے لیکن ناچار ہوں کس طرح منہ سے نکالوں کہ وہ آپ کی بڑی مصاحب ہے۔ مہر نگار نے کہا اے عمر ہم نے اُسے تجھ کو خوشی سے دیا جس کو تیرا جی چاہتا ہے اُس کے پہلو میں جا بیٹھ۔ عمر اُٹھا اور طراز خوبان کی بغل میں جا بیٹھا۔ طراز خوبان عمر کو گالیاں دینے لگی۔ مہر نگار نے کہا اے عمر وہ کیا کہتی ہے۔ عمر نے کہا کہتی کیا ہے ناز کرتی ہے۔ مہر نگار مارے ہنسی کے لوٹ گئی اور کہا اے عمر اس کی کیا بات تجھے خوش آئی۔ کہا اس کے پاس زیور بہت سا ہے اس خاطر میری طبیعت اس پر آئی۔ امیر و مہر نگار اس کی ان حرکتوں سے خوب ہنسے تھے اور طراز خوبان نہایت دق ہو رہی تھی۔ مہر نگار نے اُسے خفا ہو کر دیکھا اور کہا اے طراز خوبان تو بے مزہ مت ہو عمر امیر کا قایم مقام ہے اس کی معشوقہ رہنے میں توجہ سے کم نہیں تو اس کو کیا سمجھتی ہے۔ غرض اس شب عجب لطف کی صحبت رہی۔ مہر نگار نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوئی اور اقرار کیا کہ جب تک جیتی رہونگی صاحب قران کے حکم سے باہر نہ جاؤں گی۔ اور امیر نے بھی شرط کی کہ جب تک مہر نگار سے شادی نہ کرونگا دوسری صورت نہ دیکھونگا۔ اس روز پانسو تمن زر سرخ کے عمر کو دیے تمام رات چین سے گذری۔ جب صبح نزدیک آئی تو امیر اور عمر رخصت ہو کر اپنے لشکر کی طرف چلے۔ جب امیر کمند سے نیچے اُترے اور باغ سے باہر ہوئے تو طلایہ داروں کی نگاہ ان پر پڑی اور چور چور کرکے سب دوڑے یہ بھی تلواریں نکال کر اُن سے لڑنے لگے اور دس بارہ آدمی اُن میں سے مار کر اپنے لشکر کی طرف چلے گئے اور بہ خیر و عافیت اپنے خیمہ میں داخل ہوئے۔ اور یہاں اس حال کو سُن کر غتر تیغ زن آیا اور روز روشن بھی ہوگیا دیکھا تو کتنے آدمی مرے پڑے ہیں اور کوئی نہیں دکھائی دیتا۔ تب اُس نے جاکر بادشاہ کو خبر دی بادشاہ سُن کر حیران ہؤا۔ اور فرمایا ایسا کون شخص ہے جس نے یہ حرکت کی۔ غرض یہ حال تمام شہر میں مشہور ہؤا۔ بختک سوچنے لگا کہ یہ کس کا کام ہے آخر اُس کے دل پہ یہی یقین گذرا کہ سوائے حمزہ کے اور کوئی معلوم نہیں ہوتا چونکہ مہر نگار کی خاطر نہایت عزیز تھی اس واسطے چپ ہو رہا اور اس بات کو مُنہ سے نہ نکالا۔ جب دربار کا وقت آیا تمام امرا اور وزرا حاضر ہوتے امیر بھی اپنی عادت کے موافق آئے اور بادشاہ کو سلام کرکے اپنی جگہہ پر بیٹھے۔ بادشاہ عدالت کے کام میں مصروف ہؤا۔ دربار کے برخاست ہونے کے بعد بادشاہ نے امیر کو طلب کیا اور فرمایا اے ابوالعلی کئی روز ہوئے کہ باغ داد سے چور کی آواز آتی ہے مگر معلوم نہیں کہ وہ چور کون ہیں آج تم نگہبانی کرو۔ امیر نے عرض کی کہ آپ کا فرمان قبول ہے۔ تب حضور سے رخصت ہوکر اپنے لشکر میں گئے کئی لوگ اس بات کو سُن کر کہنے لگے کہ خوب کیا جو حمزہ کو طلایہ داری میں مقرر کیا کیونکہ

اگر چور کوئی ساسانی ہے تو حمزہ کی وہشت سے ہرگز نہ آئیگا اور اگر اہلِ عرب ہیں تو وہ اس کے تابع ہی ہیں کوئی نہ آنے پائیگا غرض حمزہ کو اگر اس رات میں بدنامی نہ ہو تو بہتر ہے۔ لیکن بختک نے یہ حال سُن کر نہایت عشعش کیا اور کہا سبحان اللہ بادشاہ کی کیا عقل ہے کہ بکریوں کی نگہبانی کے لئے بھیڑیے کو مقرر کیا شعور مندی اسی کو کہتے ہیں۔ پس امیر جو بادشاہ کے حضور سے رخصت ہو کر آئے اور اپنے لشکر میں گئے تو سرِ شام دو سو جوان لے کر طلایہ میں گئے اور مقبل کو اُن لوگوں کے ہمراہ باغ کے گرد تعین کیا اور ہر جگہ روشنی کی۔ جب پہر رات گذری تو عمر کو ساتھ لے کر مہر نگار کے قصر کی طرف چلے۔ مہر نگار نے نہایت خوش ہو کر وہ تمام رات خوب عیش و نشاط میں گذاری۔ صبح کو امیر مہر نگار سے رخصت ہو کر باغ سے باہر آئے اور لشکر کی طرف روانہ ہوئے (باقی داستان شب فردا)

بارھویں داستان

قارن کی چوکیداری میں امیر کا زخمی ہونا اور ایک ہی رات میں اچھا ہونا

دوشنبہ کو قصہ یہاں تک پہنچا تھا کہ سلطان صاحب قِران مہر نگار کو رخصت کر کے اپنے لشکر میں گئے اور صبح کو دربار میں آکر بادشاہ کو مجرا کیا اور کہا بندہ حسب الارشاد رات کو چوکیداری میں رہا لیکن کسی چور کو نہیں دیکھا۔ بادشاہ نے فرمایا تمہاری وہشت سے آج کوئی نہیں آیا سمجھا کہ اگر جاؤنگا تو مارا جاؤنگا۔ بادشاہ نہایت خوش ہوا اور امیر کو خلعتِ سراپا امداد کیا اور نوازش بے نہایت فرمائی۔ اس روز دربار کے برخاست ہونے کے وقت بختک نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کی کہ آج کی رات قارن دیو بند کو جو ساسانیوں کی قوم کا بزرگ زادہ ہے باغ داد کے طلایہ کے لئے مقرر کریں تو بہتر ہے۔ بادشاہ نے فرمایا اچھا۔ قارن کو اُسی وقت بلا کر ارشاد کیا کہ آج شبستانِ حرم کے گرد چوکی دو۔ اُس نے قبول کیا اور رخصت ہوا۔ دربار کے برخاست ہونے کے بعد بختک اُس کے پاس گیا اور کہا اے پہلوان تو طیمورث دیو بند کی اولاد میں سے ہے زور اور شجاعت میں تیرے برابر کوئی نہیں ہے اور تو نے بڑے بڑے کام بارہا کئے اور نیک و بد سے سب طرح واقف ہے آج دریافت تو کر کیا گذرتی ہے اور وہ چور کون ہیں۔ قارن نے جواب دیا اے بختک سفارش کی کچھ حاجت نہیں ہے تو دیکھ کہ میں کیا کرتا ہوں خاطر جمع رکھ جب رات کا وقت آیا اُس نے سو جوان مسلح ساتھ لئے اور محل کے گرد چوکیداری

میں مشغول ہوا۔ پر اب مہر نگار کا حال عرض کرتا ہوں کہ جب مہر نگار کو قارن کے آنے کی خبر ہوئی تو ایک چیخ مار کر بے اختیار روئی اور بدن میں لرزہ پیدا ہوا۔ دائی نے جو اُس کی یہ حالت دیکھی تو کہا اے مہر نگار خدا کے واسطے ہم پر رحم کر اور آج کی رات حمزہ کا وصل موقوف رکھ کہ قارن سخت حرام زادہ ہے ایسا نہ ہو کہ یہ مقدمہ ظاہر ہو اور بدنامی پاؤں پھیلائے اور ہمارے واسطے تیرا پردہ فاش ہونا نہایت زبون ہے بادشاہ مجھے مار ہی ڈالے گا۔ مہر نگار نے کہا اے دائی وہ جوان خود عاقل ہے چاہے تو نہ آئے۔ اب داستان امیر کی سنو۔ جب امیر کو قارن کی خبر ہوئی صبر کیا اور جب رات دو پہر گذری تو یراق شب روی منگا کر پہنا اور باغ کی طرف کا ارادہ کیا۔ عمر نے امیر کو جو چلنے پر مستعد پایا تو دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پیٹنے لگا اور کہا اے حمزہ کیا تجھے ایک رات بھی صبر نہیں آتا نہیں جانتا کہ آج قارن دیو بند چوکیداری میں ہے اُس کو اور پہلوانوں کے برابر مت جان وہ بلائے بد ہے ایران میں اس کے برابر کوئی زور آور نہیں ہے۔ آج تحمل کر کل چلنا۔ امیر نے کہا اے عمر عشق سے صبر بہت دشوار ہے اگر آج نہ جاؤنگا تو وہ معشوقہ اپنے دل میں جانیگی کہ حمزہ قارن سے ڈر گیا میں ضرور جاؤنگا یہ کہ کر قدم کو آگے بڑھایا اور کہا جس کو جان عزیز ہے وہ میرے ساتھ نہ آئے۔ عمر اور مقبل نے عرض کی کہ اگر ہزار جان بھی ہماری ہو تو تم پر نثار ہے ہم جان کی دہشت سے نہیں کہتے جو مناسب سمجھتے ہیں وہ آپ کی خدمت میں گذارش کیا اگر آپ نہیں مانتے تو ہم ساتھ ہیں۔ غرض یہ تینوں روانہ ہوئے۔ یہ رات ایسی اندھیری تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ دکھتا تھا۔ قارن کو دیکھا کہ اُس نے اپنے آدمیوں کے گروہ کرکے اُن کو حکم دیا ہے کہ بہت سی مشعلیں جلا کر باغ کے گرد پھریں اور آپ اندر جا کر کرسی پر بیٹھا اور خبر داری کرنے لگا۔ جب امیر باغ کے پاس پہنچے تو ایک طرف سے کچھ لوگ چوکی دیتے ہوئے آئے اور خبردار باش بیدار باش کہتے گذرے اور امیر نے اپنے کو مع یاران چھپایا جب یہ طلایہ نکل گیا تو امیر باغ میں گئے اور دور سے قارن کو کرسی پر بیٹھے دیکھا مقبل نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو غلام ایک تیر مارے کہ یہ کرسی سے وصل ہوکر رہ جائے اور لوگ اس کے سر پر جمع ہوں اور آپ شوق سے محل میں جائیں۔ فرمایا مجھے کسی سے کام نہیں ہے جو میرا سد راہ ہوگا آپ سزا پائیگا چھپتے ہوئے قصر کی دیوار سے آہستہ کمند لگا کر عمر کو ساتھ لئے اُوپر چڑھے اور مقبل کو نگہبانی کے لئے نیچے چھوڑا۔ جب قصر میں گئے تو مہر نگار بصد ہزار اندیشہ بیٹھی امیر کی طرف خیال کر رہی تھی جونہی صاحب قران کو دیکھا اپنی جگہ سے جست کرکے امیر کو گلے سے لگایا اور کہا اے حمزہ کس طرح آیا۔ فرمایا جس طرح قابو پایا۔ مہر نگار نے امیر کو لے جا کر تخت پر بٹھایا اور مجلس نشاط بہ دستور گرم ہوئی۔ ہر دم طلایہ کی آواز سُنتے تھے۔ جب رات آخر ہوئی تو امیر نے اُس نازنین کو رخصت

کیا اور عمر کو ساتھ لے کر باہر آئے۔ جب باغ کی دیوار پر پہنچے تو عمر نیچے اُترا اور امیر نے اُترنے کا ارادہ کیا قضا را قارن آ پہنچا اور دیکھا کہ ایک سیاہ پوش اوپر سے اُتر رہا ہے گھوڑا دوڑا کر ایک تلوار ماری مگر ایسا ہوا کہ وہ تلوار اُس دیوار سے اُچٹ کر کمند پر پڑی اور کمند کٹ گئی اور امیر کو نہ لگی اور امیر تلے کو چلے اور مقبل کو آواز دی کہ مجھے روکنا مقبل نے دونوں ہاتھ بڑھا کر امیر کو روکا۔ چونکہ امیر بھاری تھے سر دیوار سے لگ کر پھٹ گیا۔ مگر عمر اور مقبل نے اس سے پہلے کئی آدمی تیروں اور پتھروں سے مارے۔ غرض وہاں زدوکوب کرکے امیر کو لے کر اپنے لشکر میں آئے۔ قارن معلوم کر گیا کہ یہ حمزہ ہی ہے اس لئے اس نے پیچھا نہ کیا اور وہ آدھی کمند بادشاہ کے دکھانے کو لے چلا۔ اس ابریشمی کمند پر طلائی حلقہ میں امیر کا نام لکھا ہوا تھا بادشاہ دیکھتے ہی غضب میں آیا اور خواجہ بزرجمہر کو بلا کر کمند دکھائی اور کہا کہ دیکھو حمزہ کی نمک حلالی کہ اُس نے مجھ سے نمک حرامی کی۔ بزرجمہر نے عرض کیا کہ بندہ کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دشمنوں نے یہ تغلبی سے لکھا ہے یہ اُس کا کام نہیں ہے قارن نے کہا کہ حمزہ زخمی بھی ہوا ہے اور زخم اس کے سر میں لگا ہے اگر مجروح نہ ہو تو میں جھوٹا تب نوشیرواں نے حکم دیا کہ حمزہ کو بلاؤ ابھی معلوم ہو جائیگا کہ اُس سر میں زخم لگا ہے یا نہیں کئی پرداخچی امیر کی طلبی کو روانہ ہوئے۔ لیکن جس وقت امیر سر شکستہ خیمہ میں داخل ہوئے تو قریب صبح کے وضو کیا اور نماز ادا کرکے سر سجدہ میں رکھا اور جناب باری میں دعا کرنے لگے کہ یا بار الٰہ میری درگاہ سے کچھ دور نہیں کہ نوشیرواں اور مخالفین میرے سر میں زخم نہ دیکھیں دعا مانگتے ہوئے زار زار رو رہے تھے کہ آنکھ لگ گئی کیا دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے اور اپنا دست مبارک امیر کے سر پر ملا۔ جب آنکھ کھلی تو ان کے ہاتھ کی برکت سے اپنے سر میں زخم نہ دیکھا اور نہایت خوش ہوئے اور سجدہ شکر کا ادا کیا۔ وہیں پرداخچیوں نے خبر دی کہ بادشاہ نے آپ کو یاد کیا ہے۔ امیر سوار ہوکر مدائن کی طرف روانہ ہوئے۔ شہزادہ ہرمز اُس روز صبح کو شکار کے لئے گیا تھا پھرتے وقت امیر سے مُلاقات ہوئی اور باہم بادشاہ کے حضور آئے۔ بادشاہ نے امیر کے سر میں نشان زخم ہرگز نہ دیکھا۔ امیر کو خلعت عطا فرمایا اور لوگوں کے کہنے کو جھوٹ یقین کیا۔ اس بات کو کئی روز گذرے اور بہرام کا زخم بھی اچھا ہوا۔ ایک دن بادشاہ کی بارگاہ میں سب سردار حاضر تھے بزرجمہر نے عرض کی کہ کئی برس ہوئے ہندوستان سے خراج نہیں آیا۔ فرمایا کیا سبب ہے کہا کہ سعدان شاہ بادشاہ ہندوستان کا بیٹا خسرو اپنے باپ کی جگہ لندھور وغیرہ بلادِ ہندوستان کے تخت پر بیٹھا ہے وہ نہایت زبردست زور آور ہے کہ ایک ہزار سات سو من تبریزی کا گرز وہ اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے اور ہاتھی کی سواری

مقرر کی ہے چنانچہ اُس کی تصویر مع نیل وگرد اُستادوں نے تیار کر کے طاق کسریٰ کے دروازے پر
کھڑی کی ہے۔کسی کیانی کا گھوڑا بھی اُس تصویر کے پاس دہشت کے مارے نہیں جا سکتا سو بندہ
کے خیال میں بہتر یہ ہے کہ جب دربار میں تمام امرا حاضر ہوں تو آپ اُس وقت یہ فرماویں کہ سعدان
شاہ بادشاہ ہندوستان کا بیٹا میری اطاعت نہیں کرتا جو شخص اُس کا سر لاوے مہرنگار کو میں اُس
سے نامزد کرونگا یقین ہے کہ ساسانیوں میں سے کوئی بھی یہ جرأت نہ کریگا لیکن حمزہ جو نام و نشان
پر مرتا ہے وہ ضرور قبول کریگا اگر وہ ہندوستان جا کر لندھور سے لڑا تو یہ مقدمہ دو حال سے
خالی نہیں کہ یا تو لندھور کے ہاتھ مارا جائے یا لندھور کو مار ڈالے۔پس یہ دونوں باتیں آپ واسطے
بہتر ہیں۔کیونکہ اگر یہ مارا گیا تو آپ بدنامی سے بچے اور اگر لندھور کو مار کر زیر کر لایا تو ہندوستان
آپ کے ہاتھ آیا اور پھر کوئی بادشاہ آپ سے سرکشی نہ کریگا۔بادشاہ یہ بات سُن کر نہایت خوش ہوئے
اور بزرجمہر کی عقل پر آفرین کی۔دوسرے دن صبح کو جب تخت پر بیٹھے اور امرا و وزرا اور حکیم و ندیم و مجرئی
و ساسانی و کیانی اور تمام ارکانِ دولت حضور میں حاضر ہوئے اور بدستور سابق اپنی اپنی جگہ اور منصب
پر کھڑے ہوئے اور صاحب قران بھی رستم کے ڈنگل پر رونق افروز ہوئے تو بادشاہ نے فرمایا کہ شربت
اور طعام لاؤ جب اس سے فراغت کر چکے تب ساقیانِ سیمیں ساق بادہائے رواق گردش میں لائے
اور دو دو چار چار دور چل چکے تو نوشیرواں نے باآواز بلند کہا کہ اے گُردانِ نام دار و اے پہلوانانِ
روزگار میرا ایک نہایت زور آور دشمن ہندوستان میں ہے اور کسی کو وہ اپنے برابر نہیں سمجھتا کوئی
جائے اور اُس کا سر کاٹ کر لائے تو میں اپنی بیٹی مہرنگار کی شادی اُس کے ساتھ کرونگا۔مہرنگار
خسرو کا سہرا ہے جس کو یہ بات منظور ہو قبول کرے۔بادشاہ کی زبان سے یہ کلمہ سُن کر ہر ایک نے اپنے
جی میں کہا کہ اس بات کا اقرار وہ کرے جس کو اپنی زندگی دشوار ہو کہاں ہم اور کہاں ہندوستان
جب سفرِ دریا سے بچ کر وہاں پہنچیں اور اُس پر فتح یاب ہوں تب کہیں یہ بات میسر آوے آپنے
آپ کو ناحق بلا میں پھنسانا خوب نہیں ہے کسی نے یہ جرأت نہ کی۔جب امیر نے دیکھا کہ اس بات
میں کوئی دم نہیں مارتا تب اپنی کرسی سے اُٹھے اور بادشاہ کو دعا دے کر کہا کہ اگر امر عالی ہو
تو بندہ وہاں جائے اور اپنی جان کو ظلِ سبحانی کے حکم پر فدا کرے پروردگار کی توفیق اور شہریار
کے اقبال سے جا کر اُس کو زیر کروں اور لندھور کا سر حضور میں حاضر کروں۔بادشاہ یہ سُنکر شگفتہ
خاطر ہوئے اور فرمایا کہ تیس جنگی جہاز ایسے کہ ہر ایک میں ایک ہزار جنگی سپاہی کی گنجایش ہو مع شتر
پرتل تیار ہوں۔اور ملاح آہن گر درودگر اس میں مستعد ہوں۔بزرجمہر نے اس کے واسطے تقید کی اور امیر
بادشاہ کی خدمت سے رخصت ہو کر اپنے لشکر میں گئے اور حکم دیا کہ ہماری فوج کوچ کر کے دریائے
بصرہ پر جائے اور بجروں کو تیار کرائے پھر خلوت میں عمر کو بلا کر فرمایا کہ اے بابائے روندگان جی

چاہتا ہے کہ ایک مرتبہ کسی طرح مہر نگار کو دیکھ لوں۔ عمر نے کہا کہ اے امیر اگر آپ کا ارادہ یہی ہے تو بندہ کوشش کرتا ہے خواجہ بزرجمہر سے موافقت کیجئے تو البتہ ہو سکتا ہے۔ فرمایا بھائی عمر اس بات میں سعی کرو میں پانچ سو تمن تجھ کو دونگا۔ ایک رقعہ لکھ کر عمر کو دیا کہ بزرجمہر کو دینا جس میں یہ لکھا کہ فلک کی گردش اور زمانہ کی آفت سے آپ کی صحبت اور شرفِ ملازمت سے دور جانا ہوا کہ ہندوستان کا سفر در پیش آیا اب جہاں جاؤنگا وہاں کے لوگ کہینگے کہ شاہ ہفت کشور کا داماد آیا ہے لیکن اس وقت التماس یہ ہے کہ آپ شاہ سے عرض کریں کہ سرِ مجلس شربت پلایا جائے تب میں بھی جانوں کہ ملکۂ مہر نگار مجھ سے نامزد ہوئی اور یہ کام سوائے آپ کے کسی سے نہ ہو سکے گا اور آپ سے زیادہ کوئی رفیق شفیق دوست دار میرا مدائن میں نہیں ہے۔ عمر نے مدائن میں جاکر بزرجمہر سے گھر میں ملاقات کی اور تمام احوال زبانی کہ کر وہ خط خواجہ کو دیا اور خواجہ نے خط پڑھ کر عمر کو ساتھ لیا اور بادشاہ کے حضور میں آکر مجرا کیا اور دعا کے بعد عرض کی کہ قبلہ عالم نے حمزہ کو امداد کیا اور خداوند کی رائے عالی پر روشن کہ حمزہ جس مکان پر جائیگا آپ کا داماد مشہور ہوگا اور وہ جاں نثاری کرکے آپ کے حکم کے بموجب چلا ہے لیکن یہ کیسی دامادی کہ شربت بھی نہ پیا گیا۔ نوشیرواں سن کر ہنسا اور کہا کہ کیا مضایقہ ہے حمزہ کو بلاؤ۔ جس وقت امیر آئے بادشاہ نے شربت طلب کیا۔ بزرجمہر نے عرض کی کہ خداوند شربت کا پینا شبستان میں لازم ہے۔ بادشاہ نے قبول کیا اور خواجہ کو فرمایا حمزہ کو مع عمر اور مقبل محل میں لے جاؤ کہ مہر نگار کی ماں زرانگیز بانو امیر کو شربت پلائے اور پردہ کے پیچھے سے کہے کہ مہر نگار تمہاری امانت ہے تم بادشاہ کے دشمن کو مار آؤ تب اس کے ساتھ تمہاری شادی ہوگی بعد اس کے تمام حرم شربت پیویں۔ جب نوشیرواں نے یہ کہا تو خواجہ نے عمر کو بھیج کر صاحب قران کو بلوایا۔ جس وقت عمر نے امیر کو یہ مژدہ سنایا وہ نہایت خوش ہوئے اور مقبل کو ہمراہ لے کر بادشاہ کے حضور میں آئے اور آداب گاہ سے مجرا کیا۔ بادشاہ نے حمزہ کو بزرجمہر کے ہمراہ شبستان حرم میں بھیجا۔ جب امیر محل کی طرف چلے تو بختک یہ خبر سنکر بیتاب ہوا کہ حمزہ اگر محل میں گیا تو مہر نگار کو ضرور دیکھیگا تو بھی چل کہ وہ دیکھنے نہ پائے یہ تصور کرکے وہ اپنے خچر پر سوار ہوا اور سر بازار آکر کھڑا ہوا۔ جونہی امیر کی سواری آئی تو یہ سلام کرکے ہمراہ ہوا۔ جب حرم کا دروازہ نزدیک آیا امیر نے عمر کے کان میں آہستہ کہا کہ بختک بے طرح ساتھ ہوا ہے اگر اس بلائے بد کو تو کسی صورت سے دفع کرے تو دو سو تمن تجھ کو دونگا۔ عمر نے زبانِ عیاری میں جواب دیا آپ شوق سے چلے جایئے میں اسے روکتا ہوں۔ جب بختک آگے بڑھا تو عمر نے اس کی خچر کی باگ پکڑ لی اور کہا کہ خواجہ بختک ہم ہندوستان کو جاتے ہیں جب خدا لائیگا تو پھر آئینگے تمہارا پانچ سو کا دو تک جو سکہ پاس ہے لو اور اس کے روپے دو کہ میرا راہ کا خرچ

وہی ہے۔ بختک نے کہا کہ عجب خروس بے ہنگام ہے کہ میں حمزہ کے ساتھ کام کو جاتا ہوں اور تو مجھے اس وقت روکتا ہے کہ روپیہ دو میں روپیہ سے واقف نہیں جا بادشاہ کی عدالت میں نالش کر اگر مجھ پر دینے ثابت ہونگے تو دونگا۔ عمر نے کہا یہ بات ہے میں فریاد تب کروں جب تم کسی طرح کمزور ہوں ایک قدم آگے نہ بڑھنے دونگا جب تک کہ لے نہ لونگا آپ کسی کو بھیج کر منگوا بھیجے۔ بختک نے نہایت دق ہو کر اپنے غلاموں سے کہا کہ اس بے حیا کو یہاں سے نکالو۔ عمر نے اُس کے مُنہ سے یہ بات سُنتے ہی ایک جست کی اور خچر پر بختک کے پیچھے جا بیٹھا اور خنجر کی نوک اُس کی پیٹھ پر رکھ دی اور کہا قسم ہے خدا کی اگر تیرے غلام میرے نزدیک آئے تو خنجر ایسا مارونگا کہ اُس کی نوک تیری پیٹھ سے پار ہو جائیگی۔ خنجر کی نوک اُسے ایسی چبھی کہ گویا دم نکل گیا ڈر کر اپنے غلاموں کو منع کیا۔ عمر نے بختک کے سر میں خنجر کا دستہ ایک ایسا مارا کہ سر پھوٹ گیا اور لہو بہ چلا۔ تب بختک زار زار روتا ہوا بادشاہ کے حضور میں سر شکستہ گیا اور اپنی پگڑی بادشاہ کے آگے دے ماری اور گریبان چاک کرکے کہا کہ خداوند دیکھئے عمر نے غلام کی یہ حالت کی ہے پس اب ہمارا رتبہ یہاں تک پہنچا کہ عیار پیشہ سر بازار بے حرمت کرے اور سر پھوڑے۔ بادشاہ کو یہ حرکت بُری معلوم ہوئی فرمایا عمر کو بلاؤ۔ جب عمر آیا تو بادشاہ نے فرمایا کہ بختک سے یہ حرکت کیوں کی۔ جواب دیا کہ آپ خاوند میں عدالت فرمائیں کہ تقصیر بندہ کی ہے یا اس کی یہ سر بمہر تمسک دیکھئے کہ اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور بندہ کو آپ نے ہندوستان بھیجا ہے خدا جانے قسمت کب لاوے میں نے اس سے تمسک کے روپے طلب کئے اور کچھ نہیں کہا لازم ہے کہ اپنی طرف سے بھی کچھ دے وہ تو گیا گذرا اصل مانگتا تھا اس نے غلاموں سے مجھے بےحرمت کرایا اور گالیاں دیں میں نے لاچار ہو کر اپنا بھی ہاتھ چھوڑا اس میں بندے کی تقصیر ہو ہو تو آپ سزا دیں۔ فرمایا کہ اس میں تو تیری خطا نہیں معلوم ہوتی سراسر گناہ اسی کا ہے بے جا کرتا ہے اگر تمسک ہے تو روپیہ یہ ضرور دیگا۔ عمر نے تمسک نکال کر تخت کے گوشہ پر حضور میں رکھ دیا۔ بادشاہ نے دیکھا کہ تمسک واقعی درست ہے فرمایا کہ اس کا روپیہ اسی وقت دے نہیں تو گنہگار ہوگا۔ بختک لاچار ہوا اور بادشاہ کے خزانہ سے روپیہ قرض کر کے عمر کو دلوائے اور تمسک لیا۔ بختک اور عمر کو شاہ نے ملوا دیا۔ بختک بے چارہ سر شکستہ اپنے گھر گیا اور عمر بادشاہ سے رخصت ہو کر شبستان کی طرف روانہ ہوا۔ خواجہ بزرجمہر وہاں بیٹھے ہوئے انتظار کر رہے تھے کہ امیر اور مقبل پہنچیں۔ ان کے آنے کی خبر جو محل میں ہوئی اور شور و غوغا مچا تو زرانگیز بانو نے اُن کے واسطے فرش کرایا اور مسند دیبا بچھوائی اور امیر کو بلوا کر اُس پر بٹھلایا اور مہرنگار کو لے کر پردے کے پیچھے بیٹھی اور شربت تیار کرنے کا حکم دیا عمر جب وہاں سے چل کر

محل کی ڈیوڑھی پر پہنچا کہ اندر جائے تو دربان نے اس کے ڈرانے کو لکڑی کھڑی کی اور کہا تو کون ہے اور کس کے حکم سے اندر جاتا ہے۔ دربان کی یہ بات سنتے ہی اپنی دونوں آنکھوں پہ ہاتھ رکھ کر لوٹ گیا اور شور کرکے کہنے لگا او دربان تیرا برا ہو تو نے مجھے اندھا کر دیا اور عجب معاملہ ہے کہ لوگوں کے لڑکوں کو اندر بلا کے جو چاہتے ہیں سو کرتے ہیں یہ کیا ظلم ہے۔ زرانگیز بانو کے کان میں جو یہ آواز پہنچی لوگوں کو کہا خبر لو کہ یہ کون ہے۔ امیر نے عمر کی آواز پہچانی جو کہ رہا ہے کہ اندھا ہوا۔ امیر اور مقبل سنکر بے اختیار دوڑے۔ خواجہ بزرجمہر نے بھی تصور کیا کہ عمر کو شاید کچھ آسیب پہنچا۔ زرانگیز بانو نے بزرجمہر کو بھیجا کہ تم خبر لو۔ سب لوگ جا کر عمر کے سر پہ جمع ہوئے اور دیکھا کہ دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ کر عجب طرح کی بے قراری کر رہا ہے۔ امیر نے کہا بھائی اپنی آنکھوں پر سے ہاتھ تو اٹھاؤ دیکھیں کیا ہوا۔ اگر علاج پذیر ہو تو خواجہ علاج کرینگے۔ عمر ہاتھ نہ اٹھاتا تھا بارے بڑے زور سے اس کی آنکھوں پر سے ہاتھ جدا کئے اور دیکھا کہ کچھ خلل معلوم نہیں ہوتا آنکھ جیسی کہ تھی ویسی ہی ہے۔ امیر نے کہا اے عمر یہ کیا شرارت تھی جو ہم کو ناحق دوڑایا۔ عمر نے کہا آپ کے سر کی قسم ہے اس نے لکڑی اٹھائی تھی اگر مارتا تو میری آنکھ پہ ہی لگتی میں نے کچھ جھوٹ نہیں کہا۔ سب بے اختیار ہنس پڑے۔ اور خواجہ سراؤں نے جا کر یہ احوال ملکہ زرانگیز بانو سے کہا وہ بھی سنکر متعجب ہوئی کہ عجب طرح کا آدمی ہے اسے بلاؤ۔ امیر عمر کو لے کر اندر گئے اور اپنی جگہ پہ جا بیٹھے۔ ملکہ نے شربت کا حکم دیا کہ حمزہ کو پلاؤ۔ جب شربت پی چکے تو زرانگیز بانو نے پردے کی اوٹ سے کہا کہ حمزہ ہم نے تم کو دامادی میں قبول کیا تم ہندوستان جاؤ اگر لندھور کو مار آئے تو مہرنگار جو تمہاری امانت ہے اُسی خزانہ سے جو تم لاؤگے شادی کرینگے۔ زرانگیز بانو نے یہ بات کہی تو عمر نے خواجہ بزرجمہر کی طرف منہ کرکے کہا کہ آپ ہم کو دیواریں دکھانے کی خاطر لائے ہیں پس شرط مروت یہ ہے کہ ہم شاہ پر جان تصدق کرنے کے لئے ایک غنیم کے سر پہ ہندوستان کو جائیں اور اُس کو زیر کرکے خراج شاہی لیں جب تک مہرنگار کی صورت سے واقف نہ ہوں اور جب ہم اُدھر سے واپس آویں خدا جانے آپ کس کے ساتھ حمزہ کی شادی کریں کیا جانے بادشاہ کی بیٹی کالی ہے یا گوری یا دبلی ہے یا موٹی بھلا ہم کس طرح معلوم کریں قسم ہے بادشاہ کے نمک کی جب تک ہم مہرنگار کو نہ دیکھینگے شبستان حرم سے باہر نہ جائینگے۔ غرض عمر نے ایسی باتیں کیں کہ زرانگیز بانو ہنس پڑی اور فرمایا کہ امیر اور عمر اور مقبل پردے کے اندر آویں اور مہرنگار کو دیکھیں۔ بزرجمہر ان کو لے کر اندر گئے اور زرانگیز بانو کے پاس بیٹھے۔ امیر مہرنگار کو اپنی ماں کے پہلو میں بیٹھے دیکھ کر جی میں نہایت خوش ہوئے۔ زرانگیز بانو نے امیر کو دیکھتے ہی جی جان سے اپنی دامادی میں قبول کیا۔ جب رخصت کا وقت نزدیک آیا تو بزرجمہر نے مہرنگار سے کہا اگر آپ

نے حمزہ کو قبول کیا تو اس کو اپنی کچھ نشانی دو کہ یہ اپنے پاس رکھے اور آپ کو فراموش نہ کرے۔ مہرنگار کے ہاتھ میں زمرد کی ایک انگوٹھی تھی اُتار کر امیر کو دی۔ اور امیر نے اپنے ہاتھ کی خاتم اُس کے عوض میں مہرنگار کو دی۔ جب اُٹھنے کا وقت تھوڑا رہا تو عمر نے ہاتھ باندھ کر زرانگیز بانو سے کہا کہ بندہ بھی کچھ عرض رکھتا ہے۔ فرمایا کیا۔ کہا یہ اختر مہرنگار کی دایہ کی دختر کو طلب کرتا ہے اُس کا کچھ نشان اگر بندے کے پاس رہے تو نہایت مناسب ہے۔ زرانگیز بانو نے اُسے کہا کہ تو بھی عمر کو کچھ دے۔ اُس نے کئی سو تومن کی قیمت کا عطردان دیا۔ تب عمر سے کہا کہ تو بھی اس کو کچھ دے عمر نے کہا ضرور ہی دونگا۔ یہ کہہ کر ہاتھ جیب میں ڈالا اور اُس میں سے ایک خرما اور دو اخروٹ نکال کر اُسے دیے اور کہا اسے احتیاط سے رکھنا اور مجھے فراموش نہ کرنا۔ تمام لوگ اس حرکت کو دیکھ کر ہنستے ہنستے لوٹ گئے۔ زرانگیز بانو نے امیر کو اپنے ہاتھ سے شربت پلایا اور باقی لوگوں کو خواجہ سراؤں نے۔ غرض شربت پینے سے فراغت کرکے امیر محل سے باہر آئے اور بادشاہ کی بارگاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب امیر کی سواری جلو خانے میں پہنچی خواجہ بزرجمہر نے عمر عیار کو کہا کہ بابا تو لشکر اسلام میں اُمرایانِ نامدار کو خبر کر وہ سب متردد ہونگے کہ امیر اکیلے ٹھہر گئے ہیں اور اُن کا کچھ حال معلوم نہیں تو جاکر اُن کو تسلی دے کہ خاطر جمع ہو اور ہم امیر کو بادشاہ سے رخصت کروا لاتے ہیں۔ عمر تو لشکر کی طرف گیا اور خواجہ امیر و مقبل کو ہمراہ لے کر اپنے مکان میں گئے اور کہا آپ یہاں بیٹھیں میں حضور سے رخصت ہو کر یہاں آتا ہوں یہ کہہ کر سوار ہوئے اور شاہ کے پاس جاکر مبارکباد دی اور کہا ملکہ نے حمزہ کو شربت پلایا اور دامادی میں قبول کیا ایک دو ساعت خلوت میں باتیں رہیں پھر حضور سے رخصت ہو کر اپنے گھر گئے امیر سے اختلاط شروع ہوا اور ہر طرح کی نصیحت کی کہ ہندوستان میں یہ کام کرنے پڑتے ہیں یہ کہ کے شربت منگایا اور امیر کو پلایا۔ اس شربت میں بیہوشی ملی ہوئی تھی ایک ساعت نہ گذری تھی کہ امیر کا سر گردش میں آیا اور چھینک آکر بیہوش ہوئے۔ بزرجمہر نے مقبل کے روبرو امیر کو پلنگ پر لٹایا اور صندوقچہ جراحی منگوا کر اُس میں سے اُسترہ نکالا اور امیر کے پہلو کے چمڑے کو چیرا اور اُس میں فندق کے برابر ایک مہرہ رکھ کر اُوپر سے ٹانکے دیے اور مرہم کا پھاہا لگایا۔ مقبل نے پوچھا کہ خواجہ یہ کیا ہے۔ کہا کہ اس کو شاہ مُہرہ کہتے ہیں ہندوستان میں امیر کو ایک شخص زہر دیگا سوائے اس کے اُس زہر کا کوئی علاج نہیں خبردار کسی پر ظاہر نہ ہو جب تک کہ عمر کے ہاتھ سے مار نہ کھانا نہ بتانا۔ مقبل سے یہ کہکر امیر کو ہوش میں لائے اور مرہم داروی سے زخم اچھا کیا۔ امیر اور خواجہ باتیں کر رہے تھے کہ عمر بھی لشکر اسلام سے آیا۔ خواجہ نے صاحب قران کو رخصت کیا۔ امیر مع عمر و مقبل لشکر اسلام کو دریائے بصرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب کنارہ دریا پر پہنچے تو [illegible] مع اپنے تیس ہزار سواروں

کے سوار ہوئے جو نوشیرواں کے حکم سے وہاں کھڑے تھے اور تمام اسباب پڑا کر مقرر ہؤا کہ کل صبح کو لنگر اٹھاوینگے۔ عمر اُس وقت جہاز سے نیچے اُتر کر کھڑا ہؤا اور امیر کو کہنے لگا کہ خدا آپ کو بہ خیر و خوبی ہندوستان پہنچائے اور پھر وہاں سے لے آوے بندہ کو رخصت کیجیے کہ مکہ کو جائے کیونکہ بندہ جن اور جادو اور اژدھے اور پانی سے بہت ڈرتا ہے اگر خواجہ عبدالمطلب کی خدمت میں کوئی خط دینا ہے تو دیجیے نہیں تو بندہ جاتا ہے کعبے میں جا کے آپ کی خاطر جناب باری میں دعا مانگا کرونگا کہ آپ کو خدا شہریاری دے۔ امیر نے دیکھا کہ کسی طرح ہمارے ساتھ نہ آئیگا کسی فریب سے لے چلئے۔ کہا بھائی عمر بہت اچھا کسی کو زور آوری سے میں نہیں لے جاتا جس کا جی چاہے چلے جس کا جی نہ چاہے نہ چلے خیر تم مکہ کو جاؤ لیکن ایک ساعت جہاز پر آکر بیٹھو کہ میں تم کو خط لکھ دوں اور کچھ تحایف بھی تمہارے ساتھ کر دوں۔ عمر نے کہا اس کا مضایقہ نہیں ایک کشتی پر سوار ہو کر جہاز میں آیا۔ امیر نے ایک خط لکھ کر عمر کو دیا اور کچھ تحایف منگا کر آگے رکھے اور کہا یہ سب والد کی خدمت میں گذارنا اور عرض کرنا کہ بندے کا جانا اُدھر ہؤا ہے آپ گوشہ خاطر سے کمترین کو فراموش نہ کیجیے اور تمھیں خدا کے حوالے کیا آؤ گلے مل لیں پھر خدا جانے کب ملاقات ہوگی۔ امیر نے بغلگیری کے بہانہ سے عمر کو پکڑ لیا اور کہا لنگر اُٹھاؤ۔ جونہی لنگر اُٹھائے جہاز دریا میں ہوئے اور کنارے سے بہت دور نکل گئے تب امیر نے چھوڑ دیا۔ عمر جہازوں پر دوڑنے لگا لشکر اسلام میں یہ قاعدہ تھا کہ جب سفر دریا پیش ہوتا تو جہازوں کو حلقوں اور قلابوں سے باندھ کر ایک کرتے تھے کہ ہؤا اور طوفان میں جدا نہ ہوں۔ عمر ہر جہاز کے قلابوں پر دوڑنے لگا اور چار گھڑی تک خوب حیران ہؤا پھر تو مایوس ہو کر چاہتا تھا کہ امیر کی طرف پھرے ناگاہ اُسے دریا میں ایک ٹاپو دکھائی دیا جس کا عرض و طول قریب بیس گز کے تھا۔ عمر وہ زمین دیکھ کر نہایت خوش ہؤا جی میں کہا کہ اسی خشکی پر بیٹھ رہو جب کسی ماہی گیر کی ناؤ آئیگی تو اس پر سوار ہو کر کنارے پہنچ رہینگے۔ یہ تصور کر کے جہاز سے اُس پر کودا لیکن وہ مچھلی تھی کہ ہؤا کھانے کو اوپر تیر آئی تھی۔ اُس کی پیٹھ پر جونہی عمر کے پاؤں کی دھمک پہنچی اُس نے پانی میں غوطہ مارا اور ڈوب گئی تب عمر غوطے کھانے اور امیر کو پکارنے لگا کہ صاحب قران مجھے خدا کے واسطے بچانا نہیں تو میں ڈوب جاتا ہوں۔ امیر نے ملاحوں کو کہا خبردار یہ ڈوبنے نہ پائے۔ ملاح دریا میں کودے اور عمر کو نکال کر جہاز پر لائے۔ تب عمر ایک گوشہ میں بیٹھا اور دوڑنا موقوف کیا۔ عقلمندوں نے کہا ہے قدرِ عافیت آں کسے داند کہ بمصیبتے گرفتار آید۔ ایک مہینے کے بعد جہاز ایک جزیرے میں پہنچے ہنوز کنارہ قریب چالیس گز کے باقی تھا کہ عمر جست کر کے خشکی پر پہنچا۔ امیر نے بھی جہازوں کو وہاں لنگر کرا دیا اور تمام سرداروں کو ساتھ لے کر آپ بھی زمین پر آئے اور فرمایا کہ جہازوں

میں میٹھا پانی بھر لو اور میلے کپڑوں کو بھی دُھلواؤ کہ کل پھر لنگر اُٹھینگے۔ لوگ تو اپنے اپنے کام میں مشغول ہوئے اور عمر اس میدان میں دوڑنے لگا کہ اگر راہ ملے تو یہاں سے چلا جاؤں۔ ناگاہ ایک سایہ کے نیچے ایک شخص نے عمر کو دیکھا اور نام لے کر سلام علیک کی اور کہا اے خواجہ خوب کیا کہ تو یہاں آیا میں تیرا خالو ہوں ایک مدت سے ہندوستان میں تھا بہت مال و اسباب جمع کر کے کشتی پر سوار ہوا اور تیرے دیکھنے کو چلا اور وطن یاد کیا راہ میں جب اس مکان پر پہنچا جہاز غرق ہوا میں صندوقچہ جواہرات کا ساتھ لے کر ایک تختہ پر چڑھ بیٹھا ہوا نے کنارہ پر لگا دیا میں اس جزیرہ میں تب سے رہتا ہوں اور وہ جواہرات کا صندوقچہ میرے پاس ہے۔ عمر سُن کر پہلے کہا چاہتا تھا کہ میرا خالو کوئی نہیں ہے لیکن جواہرات کا نام جو سنا تو ہرگز کچھ نہ کہا اُس کے پاس آکر چپکا بیٹھ گیا۔ اس مرد نے کہا اے جانِ خالو معذور رکھنا کہ میرے پاؤں میں طاقت نہیں ہے جو اُٹھ کر تیری تعظیم کروں اگر اس درخت سے کچھ توڑ کر کھلائے تو میرا دل خوش ہو۔ عمر نے کہا یہ کیا بڑی بات ہے میں اس درخت پر چڑھ کر توڑ لاتا ہوں تمہارا جی جتنا چاہے کھا لو۔ اُس نے کہا میرا مطلب یہ نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے توڑ کر کھاؤں اگر ایسا کرو تو بڑا احسان ہے۔ عمر جُھک گیا اور وہ عمر کی پیٹھ پر سوار ہوا۔ راوی کہتا ہے کہ وہ دوال پا تھا اور پاؤں اُس کے تسمے کی صورت کے تھے جوں ہی عمر کی پیٹھ پر چڑھا اپنے پاؤں سے عمر کو باندھ لیا اور کہا کہ دوڑ۔ عمر اپنے آپ کو چھڑایا چاہتا تھا مگر اُس نے ہاتھ سے بھی خوب جکڑ لیا۔ تب عمر ناچار ہوا اور سمجھ لیا کہ مطلب اس کا دوڑانا ہے۔ وہ دوڑنے اور گانے لگا۔ وہ دوال پا عمر سے نہایت خوش ہوا اور کہا کہ خوب گھوڑا ملا۔ عمر نے جی میں کہا کہ تو سخت بلا میں پھنسا اور اس کے ہاتھ سے کس طرح چھوٹ سکے۔ تب جی میں کہا کہ امیر کی طرف چل وہ تجھے اس سے چھڑاوینگے یہ ارادہ کر کے امیر کی طرف چلا اور وہاں جا کر دیکھا کہ سلطان صاحبِ قِران اور سب سرداروں پر دوال پا سوار ہیں عمر دیکھ کر حیران ہوا۔ اور سرداروں کی نگاہ جو عمر پر پڑی ایک آہ بھری اور رونے لگے۔ سب کو یہ تصور تھا کہ عمر نے ان کا فریب نہ کھایا ہوگا جو آکر ہمیں چھوڑائیگا۔ عمر نے اُس وقت امیر کو سخت وسُست کہنا شروع کیا کہ او عرب تو نے یہ کیا ظلم کیا کہ ایک کافر کی بیٹی کے واسطے اتنے مسلمانوں کو مارا۔ غرض دوال پا ان سب کو دوڑاتے تھے۔ کوئی کہتا تھا کہ میرا گھوڑا خوب دوڑتا ہے اور کوئی کہتا تھا کہ میرے مرکب کا قدم خوب ہے۔ غرض آپسمیں شرط کر کے ہر ایک دوڑاتا تھا۔ اور بے چارے عادی پہلوان کی عجیب حالت تھی کہ گرتا اور پھر ناچار ہو کر چلتا تھا۔ جو آہستہ چلتا وہ دوال پا اُس کے گلے میں ببول کے کانٹے چبھوتا تھا چونکہ عمر سب سے زیادہ چالاک تھا دوڑ کر آگے

نکل گیا جب قریب دو کوس کے گیا دیکھا تو ایک پہاڑ کے نیچے خوشۂ انگور با مراد لگے ہوئے
ہیں اور ان میں سے رس ٹپک ٹپک کر شراب ہو رہی ہے اور ایک طرف کو کدو خوب صراحی دار
خشک و تر دور تک لگے ہوئے ہیں عجیب ایک کیفیت آرہی ہے۔ عمر یہ کیفیت دیکھ کر نہایت
خوش ہوا اور کہا کہ اے عزیز تیرے بڑے طالع ہیں جو مجھ سے ملاقات ہوئی اور میں تجھے
لے کر یہاں آیا یہ درخت وہ ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ اس کا عرق پیا تھا جو میں اس قدر
دوڑتا ہوں یہ اثر اسی کا ہے اگر اس وقت میرے دوڑنے کا تماشا دیکھا چاہتا ہے تو ایک
تونبا کدو کا توڑ کر صراحی بنا اور اس میں یہ عرق بھر کر ساتھ لے جب میں مانگوں تھوڑا
میرے حلق میں چوانا۔ اس نے قبول کیا۔ عمر اس کو تونبے کے درخت کے نیچے لے گیا اور کہا
اس میں سے ایک بڑا کدو توڑ لے۔ اس نے کدو توڑ کر اس کی گردن جدا کی اور اس
میں وہ شراب بھر لی اور کئی ایک قطرے عمر کے حلق میں چوائے۔ عمر شراب پی کر طرفگی
کرنے اور گانے لگا پھر ایک میدان میں اس قدر دوڑا کہ دوال پا نہایت ہی خوش ہوا
اور کہنے لگا کہ او گھوڑے میں جب تک جیوں گا تیرے سوا کسی اور مرکب پر سوار نہ ہوں گا
تیرا ہنسانا مجھے بہت بھلا لگا اور دوڑنے کی تو کیا ہی بات ہے تیرے قدم کو کوئی نہیں
مل سکتا۔ عمر نے کہا ابھی کیا ہوا جیوں جیوں اس کا اثر ہوگا اور زیادہ تماشا دیکھو گے مگر
تم نے نہ پینا۔ دوال پا اپنے جی میں سمجھا کہ یہ آدمی آپ تو پیتا ہے اور مجھے منع کرتا ہے
تو بھی تو پی اور خیال کیا کہ اس میں بڑا فائدہ ہے اُس کدو کو منہ سے لگایا اور پینے لگا
عمر نے کہا خبردار سب نہ پینا میری خاطر بھی تھوڑا سا بچانا۔ دوال پا کو مزا آیا آدھی صراحی
پی گیا تب تو اس کو خوب نشہ ہوا۔ شراب کا قاعدہ ہے کہ جیوں جیوں پیا جائے خواہش
اور زیادہ ہوتی ہے مزے میں آکر باقی آدھی صراحی بھی وہ پی گیا تب تو وہ نشہ میں
غرق ہو کر خوب مست ہوا اور عمر کی پیٹھ سے وہ زمین پر گر پڑا۔ عمر نے اسکا سر خنجر سے
فوراً جدا کیا اور امیر کی طرف روانہ ہوا وہاں جا کر دیکھا تو ابھی تک سب اُن کے ہاتھ
سے ایذا میں گرفتار ہیں کہنے لگا کیوں یاروں کیا کہتے ہو کچھ دینا قبول کرو تو اس بلا سے
نجات پاؤ۔ ہر ایک نے عمر کو روپے دینے قبول کئے۔ عمر نے سب کو اپنی حکمت سے چھڑایا
اور جتنے دوال پا تھے سب کو مارا ✤

امیر کے لشکر کا جہازوں سے راہ میں دریا کے کنارے اُترنا اور اسلام کے تمام لشکر کو سرداروں سمیت دوال پاؤں

نے باندھنا اور اُن پر سوار ہو کر دوڑانا۔ آخر دوال پاؤں سے بہ مشکل رہائی پانا اور اُن کو مار کر تمام لشکر نے نجات پانا اور جہازوں پر سوار ہو کر جانا۔



دوسری روایت یہ ہے کہ ہر دوال پا کو ہر ایک پہلوان نے چیر ڈالا اور سب لوگ جہازوں پر جلدی چڑھ گئے کہ یہ جزیرۂ ہندوستان ہے خدا جانے اور کیا آفت آئے اور جہازوں کے لنگر اُٹھوا دیے جہازوں سے با مراد چلے۔ دو مہینے کے قریب دریا میں چلتے رہے تب دیکھا کہ پینے کا پانی کم ہے اور کپڑے بھی میلے ہو گئے ہیں یہ خیال کر کے جہازوں کو جزیرہ میں لنگر کیا اور لوگ نیچے اُتر کر اپنے اپنے کام میں مشغول ہوئے۔

تیرھویں داستان

داستان صاحب قران کا بیان یہاں تک کیا تھا کہ اس جزیرے میں جہازوں کے لنگر ہوئے اور ہر ایک اپنے اپنے کام میں مشغول ہوا۔ عمر کی نگاہ اُس بیابان کی طرف گئی تو دیکھا کہ کوسوں تک گھاس کا سبزہ لطف دکھا رہا ہے اور چشمے پانی کے ہر طرف بھرے ہوئے نہایت

بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ عمر کے جی میں آیا کہ غسل کیجئے تھوڑی دور جا کر تالاب کے کنارے اپنا اسباب عیاری اُتار کر رکھ دیا اور پانی میں اُتر کر بدن کو ملنے لگا۔ پنڈلیوں کو دھو کر جو غوطہ کھایا اور سر پانی سے باہر نکالا اور کنارے پر دیکھا تو اسباب نظر نہ آیا جانا کہ امیر نے خوش طبعی سے چھپایا ہوگا۔ از بس کہ ننگا تھا مارے شرم کے پانی سے باہر نہ نکل سکا اور غل مچانے لگا کہ یہ کیا خوش طبعی ہے مجھ کو ایسی حرکت نہیں بھاتی۔ اس کے اس شور کی آواز امیر نے سنی اور خیال گذرا کہ شاید پھر کسی دوال پا نے عمر کو پکڑا جو اس طرح چلاتا ہے کئی رفیق ساتھ لے کر دوڑے اور کہا خیر تو ہے۔ عمر نے کہا خیر پوچھتے ہو مجھے ایسے چہلے خوش نہیں آتے۔ امیر نے کہا میں نہیں سمجھا کہ تم کیا کہتے ہو۔ عمر نے کہا یہی کہتا ہوں کہ میرے کپڑے کیوں چھپائے۔ امیر نے کہا تمہارے سر کی قسم مجھے کچھ بھی خبر نہیں۔ عمر نے کہا تو پھر کون لے گیا۔ یہی باتیں کر رہا تھا کہ ایک طرف سے گھنٹے کی آواز اس کے کان میں آئی تب چاروں طرف دیکھنے لگا کیا دیکھے کہ سینکڑوں بندر درختوں پر کودتے پھرتے ہیں اور تمام اسباب ان کے پاس ہے اور آپس میں وہ اس اسباب سے کھیل رہے ہیں۔ امیر سے کہا کہ دیکھو ان کی اجل آئی ہے کہ میرے اسباب کو یہ لے گئے ہیں آپ کسی کو بھیج کر میری عیاری کا دوسرا بقچہ جہازیں سے منگا دیجئے اور دیکھیں میں ان سے کیسی حکمت سے اپنا اسباب لیتا ہوں جب چوب داروں نے عمر کے یراق کی گٹھڑی لا کر حاضر کی تو اُس نے مطابق اس سُنے ہوئے کے کہ انسان جو حرکت کرتا ہے بندر بھی اُس کی تقلید کرتا ہے پہلے اپنا تاج ہوا پر اُچھالا اور پھر روک لیا۔ بندروں میں سے بھی جس کے ہاتھ میں اس کا تاج تھا اُچھالا لیکن روک نہ سکا زمین پر گر پڑا۔ اسی طرح عمر نے اپنا سب اسباب ایک ایک کر کے لے لیا اور امیر سے کہا کہ اس جنگل میں یہ جانور آدمیوں کو سخت ایذا دیتے ہونگے ان کا رہنا خوب نہیں ہے مردانِ عالم جس راہ سے گذرتے ہیں اُس راہ کو صاف کرتے ہیں آپ لوگوں کو لے کر جہازوں پر سوار ہو جیئے میں ان کا علاج کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اُس جنگل کے تمام درختوں کو روغن نفط سے تر کر کے چاروں طرف سے آگ لگا دی اور آپ کشتیوں پر سوار ہو کر جہازوں میں آئے اور لنگر اُٹھوا دیے۔ چند روز تک جہاز بامراد چلتے رہے۔ ایک روز ایک نہنگ مثل کوہ ناگاہ پیدا ہوا اور منہ کھول کر جہازوں کی طرف چلا۔ جہازوں میں جتنے لوگ سوار تھے اُس کو دیکھ کر فریاد کرنے لگے۔ امیر یہ شور سُن کر باہر نکلے دیکھا تو ایک ستارہ مثل تختِ کوہ منہ کھولے ہوئے چلا آتا ہے امیر نے اُس کی صورت دیکھ کر خدا کو یاد کیا اور اسحاق نبی کی کمان منگا کر ہاتھ میں لی اور بندرہ تیر عقاب پر ہاتھ میں پکڑ کر اُس کی طرف رخ کیا۔ نہنگ کی دونوں آنکھیں مثال مشعل

کے روشن تھیں ایک تیر چلہ میں جوڑ اور شست باندھ کر اُس کی داہنی آنکھ میں مارا کہ سوفار غرق ہوگیا اور دوسرا تیر جوڑ کر دوسری آنکھ میں مارا اور ایک تیر حلق میں رسید کیا۔ ان تیروں کے لگنے سے وہ نہنگ پیچ میں ہوا اور سر کو پانی میں ڈبو کر دُم اُٹھا کے اس زور سے پانی میں ماری کہ طلاطم پیدا ہو گیا نزدیک تھا کہ جہاز ڈوب جائیں امیر نے جہازوں کے حلقے کھلوا دیے بارے امن ہوا۔ اس کے چوتھے روز طوفان ایسا آیا کہ تاریکی ہو گئی اور دریا کی موجیں آسمان پر پہنچنے لگیں جہازوں میں تہلکہ پڑ گیا اور ہر ایک دعا مانگنے لگا۔ غرض تین دن کے بعد جب طوفان برطرف ہوا تو کیا دیکھتے ہیں کہ بہرام گرد خاقان چین اپنی فوج و جہاز سمیت غایب ہے۔ نہ معلوم کدھر چلا گیا ہے۔ تب امیر نے بہرام کی خاطر غم کیا اور جتنے پہلوان تھے سب روئے۔ ناچار جہازوں کو متفق کرکے پھر روانہ ہوئے ٭

چودھویں داستان

حدِ سکندری میں جہازوں کا پہنچنا

دوشنبہ کو یہاں تک بیان کیا تھا کہ طوفان سے امان ہونے کے بعد جہاز پھر روانہ ہوئے۔ کئی روز جہاز بامراد چلے گئے۔ ایک روز دیدبانانِ جہاز دفعۃً فریاد کرنے لگے۔ امیر نے پوچھا کیا ہے۔ کہا کہ وہ طوفان اور نہنگ کی آفت تو آسان تھی لیکن اب بڑا غضب ہوا کہ بچنے کی صورت نظر نہیں آتی کہ یہ گرداب سکندری ہے جس سے جہاز بچ کر نہیں جا سکتا اول تو کوئی جہاز اس طرف آتا ہی نہیں اور اگر بھولے بھٹکے آ بھی جاتا ہے تو سلامت نہیں جاتا اور اسی میں غرق ہو جاتا ہے اب یہاں سے بچنے کے لئے کوئی علاج نظر نہیں آتا دیکھئے خدا کیا کرتا ہے۔ تب تو امیر بے حواس ہوئے اور تمام خلقت سر پٹکنے لگی حتیٰ کہ جہاز اس گرداب میں پڑے اور چکر کھانے لگے۔ اس گرداب کے اندر دیکھا کہ ایک مینارہ پتھر کا کھڑا ہے اور اُس کے اُوپر ایک مکان بنا ہوا ہے۔ ملّاحوں سے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ کہا یہ وہ میل ہے جو سکندر نے اس لئے بنایا تھا کہ جو جہاز بھولے بھٹکے یا تباہ ہو کر اِدھر آوے تو اُس کے لوگ اس میل کو دیکھ کر دوسری طرف کو جہاز چلا دیں اور اس طرف سے پھر جائیں اور یہاں کا قاعدہ یوں سنا ہے کہ جب جہاز اس گرداب میں پڑتے ہیں تو سات مرتبہ اس میل کے گرد پھرتے ہیں اور آٹھویں چکر میں پانی کی تہ میں اُتر جاتے ہیں۔ امیر نے یہ سُن کر کہا کہ خدا کو یاد کرو اور عمر سخت بیتابی کرنے لگا۔ جہاز گردش میں تھے کہ امیر اور عمر کی نگاہ ایک تختہ سنگ مرمر پر پڑی جو اس میل میں

سفید سا جڑا ہوا ہے اور اُس میں سنگِ سیاہ کے حروف جڑے ہیں اور عبارت یہ لکھی ہے کہ اگر کسی کے جہاز یہاں آن کر پڑیں اور اُن جہازوں میں صاحبِ قِران ہوں وہ اس میل کو دیکھ کر اس پر چڑھیں یا اُن کا نایب قایم مقام ہو وہ اس پر جا کر طبل سکندری جو اس پر رکھا ہے بجائے البتہ اُس کی آواز سے سب جہاز گرداب سے نکل پڑینگے۔ امیر نے کہا بھائی عمر اس تختہ پر دیکھئے یہ مضمون لکھا ہے اور مجھے خواجہ بزرجمہر نے اکثر کہا ہے کہ تم صاحبِ قِران زماں اور عالم گیر ہو جہان کو ظلمتِ کفر سے پاک کروگے پس میں اس کے اُوپر جاتا ہوں اگر میرے اس پر چڑھنے سے اتنے بندگانِ خدا کی جان بچے تو مضایقہ نہیں۔ عمر نے کہا کہ آپ کے قایم مقام کے جانے کا بھی حکم ہے پس اس سے کوئی بات بہتر نہیں ہے کہ بندہ جائے دل میں خیال کیا کہ اس جہاز کے نہنگ اور ڈوبنے کے خطرہ سے تو بچ جاؤنگا اور اُوپر جا کر بیٹھ رہونگا جب کسی اَور کا جہاز اِدھر آ نکلا تو اُس پر چڑھ کر چلا جاؤنگا۔ تب سرداروں کی طرف دیکھ کر کہنے لگا بھائیو میں تمھاری خاطر جان دیتا ہوں بشرطیکہ تم بھی کچھ دیا قبول کرو اگر جیتا بچوں تو بھلا اس محنت کی اُجرت پاؤں۔ ہر ایک نے سَو سَو ہزار ہزار لاکھ لاکھ کا تمسک اپنی جان کا بدلہ سمجھ کر لکھ کے عمر کو دیے۔ عمر ان سب کے تمسک لے کر رخصت ہوا اور امیر کا قدم بوس ہو کر دعا طلب کی اور دم سادھ کر اوپر کی طرف جست کی کہ میل کے سر کے نزدیک پُہنچ کر اس کا دم ٹوٹا اور نیچے کو چلا۔ اُس کو پانی میں گرتا دیکھ کر نیچے سے ایک نہنگ نے مُنہ کھول کر سر نکالا اور امیر نے عمر کے لیئے دعا مانگی لیکن گرتے عمر کی نگاہ جو نیچے پڑی اور اُس نہنگ کو دیکھا تو ہوش اُڑ گئے کہ یہ بلا کہاں سے آئی عمر تیز رو اور نہایت چالاک تو تھا مگر گرنے سے نہ رُک سکا اور سیدھا اُس کے منہ کے اندر چلا ہی تھا کہ چستی سے اپنے دونوں پاؤں اُس مگرمچھ کے دانتوں پر رکھتے ہی پھر جست کی اور سنبھل ہوا سناٹا بھر کر اُوپر کو چلا اور اُس مینار پر جا کھڑا ہوا۔ عمر کی اس چستی و تیزی پر سب نے آفرین کی اور خدا کا شکر کیا۔ عمر نے اُوپر جا کر دیکھا تو واقعی ایک نقارہ دھرا ہے اور اُس پر سکندر ذُو القرنین کا نام لکھا ہوا ہے اور اُس کے پہلو میں چوبِ صندل من تبر زینی چوب دھری ہے وہ چوب اُٹھا کر عمر نے نقارہ پر چوٹ لگائی اور یہ آواز چونسٹھ کوس تک نکل گئی اور پانی میں تلاطم سا پڑ گیا اس گرداب میں جتنے جانور تھے اُس نقارہ کی آواز سے اوپر تیر آئے اور اُس مینار میں جتنے پرند تھے سب اُڑے ان کی ہوا اور اُن کی موجوں سے جہاز روانہ ہوئے اور گرداب سے نکل گئے اور ہوائے با مراد کی امداد سے چند روز میں جزیرہ سراندیپ کے کنارے پہنچکر جہازوں کو لنگر کیا اور لشکر خشکی میں اُترا (باقی داستان شب فردا)

پندرھویں داستان

دو شنبہ کو یہاں تک قصہ بیان کیا کہ عمر نے اُوپر جا کر طبلِ سکندری کو بجایا اور جہاز اس گردآب سے نکل گئے اور عمر تنہا اُس مینار پر رہ گیا تو اُسے ہر چہار طرف سوائے پانی کے دکھائی نہیں دیتا تھا مایوس ہوا کہ اب کوئی صورت زندگی کی دکھائی نہیں دیتی۔ جہازوں سے تو یہ توقع تھی کہ کبھی خشکی پر پہنچ رہینگے یہاں سے کس طرح نکلیگا یہ خیال کر کے رونے لگا اور خدا کی جناب میں مناجات کی تو ناگاہ اُس گنبد کی ایک طرف سے سلام علیک کی آواز آئی۔ حیران ہو کر چاروں طرف جی میں خیال اور تصور کرنے لگا کہ یہاں آدمی کا کیا ذکر ہے جو آئے مگر یہ آواز ملک الموت نے دی ہوگی شاید تیری حیات کا کوزہ لب ریز ہوا اس خاطر یہ قبض روح کو آیا ہے دیکھا تو داہنی طرف ایک مردِ مُسن سفید ریش سبز کپڑے پہنے ہوئے عصا ہاتھ میں لئے کھڑا ہے۔ عمر دوڑ کر اُس مرد بزرگ کے پاؤں پر گر پڑا اور کہا آپ کون ہیں اور یہاں کیوں آئے ہیں۔ کہا میں خضر ہوں اور خدا نے مجھے تیری مخلصی کے لئے بھیجا ہے۔ عمر نے یہ سُن کر خدا کے شکر کا سجدہ کیا اور کہا واقعی آپ مجھے یہاں سے نکالینگے مارے بھوک کے میرا بُرا حال ہے کہ سات روز سے کھانا پینا مجھے میسر نہیں ہوا۔ حضرت خضر علیہ السلام ہنسے اور ایک چھوٹا سا کلچہ عمر کے رو برو رکھ دیا اور کہا اسے کھا پانی بھی دونگا۔ عمر نے حضرت خضر علیہ السلام کی طرف دیکھ کر کہا تعجب ہے کہ آپ مجھ سے خوش طبعی کریں بیشک آپ پیغمبر خدا ہیں لیکن میں نبی اللہ ہوں بھلا اس کلچے کے کھانے سے جو آتشِ جوع ہے کیا بجھیگی۔ فرمایا تو نیت ثابت رکھ خدا کا نام لے کر اسے کھا اور جس کھانے کو جی چاہتا ہے اُس کو خیال کر دیکھ تو کیا ہوتا ہے۔ عمر نے اس کلچے کو کھانا شروع کیا اس میں سے جوں جوں توڑ کر کھاتا تھا پھر وہ سالم ہو جاتا تھا اور جس کھانے کا مزا یاد کرتا وہی ذائقہ پاتا عمر حیران ہوا اور پیٹ بھر کر کھایا پھر بھی کلچہ سارے کا سارا رہا کہا اب پیاسا ہوں۔ خواجہ خضر نے ایک بالشت کا مشکیزہ نکالا اور اُس میں سے پانی پلایا وہ ہرگز خالی نہ ہوا۔ عمر نے عرض کی کہ اگر بندے کو پھر حاجت ہوئی تو کہاں سے پائیگا یہ میرے ہی پاس رہنے دیجیے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے وہ عمر کو دیا اور کہا ان کو اپنے پاس رکھ تیرے بڑے کام آئینگے اور کوس مع نور سب اسباب کے اپنے ساتھ لے کہ یہ نقارہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہے حمزہ کو دینا۔ عمر نے کہا کہ یہ بوجھ کس طرح لے چلونگا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے ایک گلیم دی اور کہا اس میں باندھ لے کچھ بوجھ معلوم نہ ہوگا۔ عمر نے اس گلیم میں سب باندھ لیا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا اب آنکھیں بند کر اور میری پشت پر اپنے پاؤں دھر اور یہ اسم پڑھ۔عمر نے اس اسباب کا پشتارہ کاندھے پر لگایا اور آنکھیں بند کرکے پاؤں حضرت کی پشت پر رکھا اور اسم اعظم کو پڑھنا شروع کیا ایک ساعت نہ گذری تھی کہ حضرت نے کہا کہ آنکھیں کھول کر دیکھ تو کہاں ہے۔عمر نے جب آنکھیں کھول کر دیکھا کہ دریا کے کنارے پڑے اور ایک صحرائے لق و دق معلوم ہوتا ہے اور حضرت غایب ہو گئے۔عمر نے واجب الوجود کی جناب میں شکر کا سجدہ کیا اور صحرا کی طرف روانہ ہوا۔لیکن جب تک اس کی داستان پر پہنچوں دو کلمہ داستان صاحب قران کے بیان کروں۔جب لشکر لے کر جہازوں سے باہر ہوئے اور بندر سراندیپ میں اُترے تو حضرت خضرؑ کی نذر دی اور خدا کی راہ میں بہت سی خیرات کی اور حکم کیا کہ اس مکان میں ہم دو مہینے قیام کرینگے کیونکہ میں عمر کو اپنی جان کے برابر جانتا ہوں پر کیا کروں اُس کی زندگی نے وفا نہ کیا اُس کے مقدر میں اسی طرح لکھا تھا اب اُس کا چہلم کرکے یہاں سے روانہ ہونگے۔یہ فرمایا اور ماتمی لباس پہنا اور غم و الم کرنے لگے اور اسلام میں جتنے سردار تھے سب عمر کی عزاداری میں بیٹھے تاکہ چالیس دن گذر لیں تو عمر کے چہلم کی فاتحہ کرکے چلیں۔لیکن عمر وہاں سے چلا اور کوہستان و بیابان کی راہ سے چلا آتا تھا تو کئی روز کے بعد ظہر کے وقت ایک صحرا میں پُہنچا اور نماز ادا کرنے کے لئے جگہہ تلاش کرنے لگا تو داہنے ہاتھ ایک مسجد دکھائی دی نہایت خوش ہوا اور مسجد کی طرف روانہ ہوا۔اندر جاکر دیکھا تو پانچ آدمی سردار وضع لباس پُرتکلف پہنے ہوئے نماز میں مشغول ہیں۔عمر بھی اُن کے شریک ہوا اور نماز ادا کی۔جب نماز سے فراغت پاچکے سب باہر نکلے تو ان پانچ میں سے چار شخص گھوڑوں پر سوار ہو کر چلے گئے لیکن ایک شخص پیدل گیا اور پہلے مسجد کے دروازے پر خوب رویا اور پھر وہ بھی اُٹھ کر اُس طرف کو روانہ ہوا۔عمر نے اُس کے پاس جاکر پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں رہتے ہو اور رونے کا کیا سبب ہے۔کہا اے عزیز ہم شہید ہیں اور اس بیابان میں رہتے ہیں کوئی مسافر جو بھولا بھٹکا اس طرف آنکلتا ہے اُس کو راہ بتلاتے ہیں اور رونے کا سبب یہ تھا کہ یہ چاروں شخص مع اپنے مرکبوں کے مارے گئے تھے اور میں پیدل شہید ہوا تھا اس سبب سے پیادہ ہوں۔اگر تم قصد کرو تو میں بھی سوار ہوتا ہوں۔عمر نے کہا جو کہئے میں حاضر ہوں اپنی جانب سے قصور نہ کرونگا۔اُس نے کہا یہاں سے کئی ایک کوس پر ایک بستی اس طرف کو ہے اور فلانے محلہ میں میرا گھر ہے اور مکان میں ایک درخت بہی کا ہے اور اُس کی جڑ میں دو ہزار اشرفیاں گاڑی تھیں تو جا کر اُنہیں وہاں سے نکال اور تین حصے کر ایک حصہ تو لے اور ایک حصہ میرے لواحق کو دے اور ایک کا گھوڑا مع اسباب مول لے کر کسی کو

خدا کے نام دے تو گھوڑا یہاں بیں پاؤنگا اگر تجھ سے میرا یہ کام ہوسکے تو بڑا احسان ہے۔ عمر یہ سُن کر یہاں سے روانہ ہوا اور اُس قصبہ میں پہنچ کر مرد شہید کی وصیت کو بجا لایا اور وہاں سے آگے کو چلا۔ کئی منزلیں طے کی تھیں کہ پہاڑ کے نیچے ایک نہایت دلچسپ مکان اس نے دیکھا اور آسایش کے لئے ایک درخت کے نیچے بیٹھ ایک ساعت پوری نہ گذری ہوگی کہ ایک طرف سے سلام علیک کی آواز آئی دیکھا تو اُس طرف ایک بزرگ شخص نظر آیا۔ عمر متوجہ ہو کر تعظیم کے واسطے آگے گیا اور آداب بجا لایا بعد سلام کے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ فرمایا میرا نام الیاس نبی ہے تیری خاطر آیا ہوں خدا نے تجھ پر یہ بخشش کی ہے۔ ایک جالی دیا اور کہا اس کی خاصیت یہ ہے کہ جو چیز اس میں باندھیگا اُس کا کچھ بوجھ معلوم نہ ہوگا۔ اور ایک کملی عنایت کر کے ارشاد کیا کہ جب اس کو اوڑھ لیگا لوگوں کی آنکھوں سے غائب ہوجائیگا عمر اس کملی کے پانے سے نہایت خوش ہوا اور قدم مارتا ہوا سراندیپ کی طرف روانہ ہوا۔ کتنے ایک دنوں میں منزلوں کو قطع کر کے لشکر اسلام کے پاس پہنچا اور اپنی صورت تبدیل کر کے اندر جا کر دیکھا تو تمام لوگ سیاہ پوش ہیں اور اس روز لشکر میں ایک دھوم ہے اور دروازہ پر فقیروں کا اجوم ہے اور پہلوان عادی کھانا پکوا رہا ہے اور بانٹ رہا ہے۔ عمر نے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ ایک شخص عمر عیار تھا جو دریا میں مر گیا آج اُس کا چہلم ہے اور یہ کھانا اُس کی فاتحہ کا ہے اور سیاہ پوش اُس کے غمگین ہوئے ہیں۔ عمر نے جی میں کہا تو تو جیتا ہے اور انہوں نے تجھے مار ڈالا۔ دن فقیروں میں بیٹھ کر کاٹا جب رات کا وقت ہوا سب لوگ اپنے اپنے خیمہ میں سو رہے عمر نے اس گلیم کو پہنکر پہلے پہلوان عادی کے خیمہ میں گیا دیکھا تو فانوسیں روشن ہیں اور معدی کرب سوتا ہے عمر اسکی چھاتی پر چڑھ بیٹھا اور دونوں ہاتھوں سے اس کے گلے کو دبایا۔ عادی گھبرا کر نیند سے اُٹھا اور دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا پر چھاتی پر بوجھ سا معلوم ہوتا ہے تب دعائیں پڑھ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرنی شروع کیں۔ عمر نے کہا اس سے کچھ فایدہ نہ ہوگا میں تمہارے لینے کو آیا ہوں تم جس طرح چلوگے لے چلونگا۔ عادی نے کہا تمہارے آنے کا کیا سبب ہے۔ کہا ایک شخص عمر نام مرا تھا سو آج اُس کی روح کو بہشت میں لے جانے کا حکم ہوا ہے لیکن وہ فردوس کے دروازے پر مچل کر بیٹھا ہے اور کہتا ہے میں ہرگز اندر نہ جاؤنگا جب تک کہ عادی یہاں نہ آئیگا خدا نے مجھے تیری روح قبض کرنے کو بھیجا ہے اب میں تجھ کو لے جاؤنگا۔ یہ بات سُن کر عادی کے ہوش اُڑے اور کہا میں عمر سے ہرگز اُلفت نہ رکھتا تھا بلکہ دشمن تھا خوب ہوا جو مر گیا ہے مجھ سے اُسے کیا کام ہے تم مجھے چھوڑ دو۔ عمر نے کہا یہ کس طرح ہوگا مگر ایک صورت ہے کہ تو اگر کچھ دے

تو لے جاؤں اور اُسے دوں شاید طمع سے تیرا بلانا موقوف کرے۔ عادی نے کہا کہ وہ سامنے کرسی پر اشرفیوں کا صندوقچہ دھرا ہے اسے لے جایئے اور کہئے کہ عادی بیمار ہے اُس کو مت بلاؤ اچھا ہو کر وہ آپ آئیگا۔ عمر نے کہا جاتا ہوں بشرطیکہ وہ قبول کرے۔ تب عمر چھاتی سے جست کر کے نیچے اُترا اور وہ صندوقچہ لے کر چلا گیا۔ عادی کو تمام رات خوف سے تپ رہی اور نیند نہ آئی صبح کو کانپتا ہوا امیر کے پاس گیا اور سلام کیا۔ اُسوقت اور پہلوان بھی حاضر تھے۔ امیر کی نظر جب عادی پر پڑی تو دیکھا کہ رنگ زرد ہو رہا ہے اور بے حواس ہے۔ پوچھا اے عادی کیا حال ہے۔ اُس نے رات کا تمام قصہ بیان کیا۔ امیر سُن کر حیران ہوئے اور فرمایا خدا خیر کرے کہ پہلوان عادی کو جنون کا اثر معلوم ہوتا ہے یہ کوئی بات ہے کہ ملک الموت آئے اور صندوقچہ اشرفیوں کا لے کر چھوڑ جائے اور چلا جائے۔ عادی کی یہ بات سب نے ہنسی میں اُڑا دی۔ اور وہ کھسیانہ ہو کر اپنے خیمہ کو چلا گیا (باقی داستان شب فردا) +

سولھویں داستان

دو شنبہ قصہ کو یہاں تک بیان کیا تھا کہ عمر نے عادی کو سوتے میں اس طرح دھمکایا۔ اس کے دوسرے دن سلطان بخت مغربی سے بھی یہ حرکت کی اور اُس نے بھی صبح آ کر امیر سے ماجرا بیان کیا۔ تب تو امیر کو نہایت تشویش ہوئی اور فرمایا کہ اس مکان کی ہوا نہایت مختلف معلوم ہوتی ہے یہاں سے کوچ کرنا چاہیئے نہیں تو لوگوں کو سودا ہو جائیگا۔ غرض اسی طرح امیر کے سب سرداروں سے عمر نے روپے لیئے۔ حضرت الیاس کی دی ہوئی کملی اوڑھ کر جب سب سرداروں سے عزرائیل کے نام سے روپیے لے چکا تو ایک روز یہی حرکت امیر سے بھی کی تب امیر نے سمجھا کہ لوگ واقعی سچ کہتے ہیں۔ چونکہ امیر دانا تھے خیال کیا تو ایک آواز سی آتی ہے اور چھاتی پر ایک بوجھ سا معلوم ہوتا ہے مگر صورت کسی کی معلوم نہیں ہوتی جی میں کہا شاید یہ کوئی جن معلوم ہوتا ہے اس کو پکڑا چاہیئے ہاتھ بڑھا کر پکڑ لیا تو کچھ نرم سا معلوم ہوتا ہے امیر نے اس کو پکڑ کر چاہا کہ ایک گھونسا ماریں۔ عمر نے کہا او عرب سمجھ کر لگانا ایسا نہ ہو کہ میرے چوٹ لگے۔ امیر نے عمر کی آواز سنتے ہی یہ سمجھا کہ وہاں عمر مر گیا ہے یہ اُس کی روح ہے کسی کے جسم میں در آئی ہے عمر کو یاد کر کے بے اختیار رو دیئے جب امیر کو گریہ نے زور کیا تو عمر کو ترس آیا کہنے لگا اے امیر خدا نے مجھ کو بچایا اور حضرت خضر علیہ السلام کی برکات سے زندہ ہوں۔ تب امیر نے سنگ چھوڑ دیا۔ عمر اپنے سر سے کملی اُتار کر ظاہر ہوئے امیر کا قدم چوما۔ صاحبقران نے اُسے گلے لگایا اور نہایت خوش

ہوئے اُسی وقت تمام سرداروں کو خبر ہوئی سب نے آکر عمر سے ملاقات کی اور عمر کی سلامتی کی نذر خدا کی جناب میں دی گئی روز عمر کے آنے سے لشکر میں جشن رہا۔ اس جشن کے بعد کوچ کر کے کوہِ سراندیپ کی طرف روانہ ہوئے اور لشکر دامانِ کوہ میں جا کر اُترا تمام ہندوستان میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ شاہ ہفت کشور کا داماد حمزہ خسرو بلادِ ہندوستان سے لڑنے آیا ہے۔ راوی لکھتا ہے کہ جن ایام میں وہ وہاں پہنچے وہ موسم وہ تھا کہ جن دنوں میں حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ وہاں میلہ لگتا تھا اور ہند کی تمام خلقت ایک مہینہ کی راہ سے حضرت آدم کی قدم گاہ کی زیارت کرنے آرہی تھی اور ہر ایک اپنے حوصلہ کے موافق فراخوری کرتا تھا اور اُسی پہاڑ کے دامن میں کوسوں تک خیمے استادہ کئے جاتے تھے اور ہندوستان کے دس جزیروں کے بادشاہوں کا عالم ہجوم ہوتا تھا۔ لندھور بن سعدان تمام امرا و وزرا و ارکانِ دولت و خدام و حشم لے کر مع آثار سلطنت وہاں آتا تھا اور اُس مکان کو زیب و زینت دے کر لوگوں پر رحم اور بخشش کرتا تھا۔ چالیس روز تک امیر اور وزیر وضیع و شریف غنی و غریب وہاں شراب پیتے اور عیش و عشرت میں رہتے تھے۔ امیر حمزہ بھی اُس پہاڑ کی ایک طرف میں اُترے اور لشکر کھڑا ہو کر بپاہ قایم ہوئی سازندے اور خوانندے حاضر ہوئے اور مئے ناب کا دور مجلس میں گردش میں آیا۔ چوتھے روز عمر نے کھڑے ہو کر امیر سے عرض کی بندہ چاہتا ہے کہ اس پہاڑ کے نیچے پھر آوے اور حضرت آدم علیہ السلام کے قدم کی بھی زیارت کرے۔ فرمایا اچھا لیکن جلد آؤ۔ غرض رخصت ہو کر لشکر سے باہر نکلا اور پہاڑ کی اُترائی کی طرف متوجہ ہوا اور پہاڑ کے نیچے پہنچ کر خدا کی ایک ایک قدرت کا تماشا دیکھا کہ نگاہ جدھر کو جاتی ہے وہیں کی ہو رہتی ہے اور ہر طرف نور کا عالم نظر آتا تھا اور اس کوہسار کے اُوپر سے پانی کے چشمے گر گر کر صحرا میں رواں ہیں اور صد ہزار گل و ریحاں مثلِ لالہ و نافرمان و نرگس اور بنفشہ ہر طرف کو کھلے ہوئے لہلہا رہے ہیں اور گاہ سبز خوش رنگ مثلِ تختۂ زمرد چار طرف اُگی ہوئی کوسوں تک معلوم ہوتی ہے اور درخت سرو و شمشاد کے مانندِ قدِ محبوب کھڑے ہوئے نہایت لطف دیتے تھے صدائے کبک زمزمۂ دراج کوکِ کوئل و غلِ قمری و شورِ عندلیب اور بلبلوں کے چہچہے ہر ایک کے غنچۂ خاطر کو شگفتہ کر رہے تھے۔ عمر کو وہ جگہ نہایت خوش اور دل افزا معلوم ہوئی اور دل کو فرحت ہوئی وہ ایک پتھر پر بیٹھ کر کاہِ نو دمیدہ اور لبِ آب رسیدہ کا نظارہ کرتے ہوئے ایک پہاڑ پر نظر جا پڑی اور اُس کی عجب طرح کی بلندی دیکھ کر حیران ہوا کہ یک بہ یک اُس پر نظر جاتے ہوئے سو جگہ ٹھوکر کھاتی تھی کہ بادپائے وہم بھی بے نردبان اُس کی رفعت پر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ عمر سوچنے لگا کہ اس پر کس طرح جائے

نہیں معلوم کہ اس پر جانے کا راستہ کدھر کو ہے۔ تب ایک طرف کو گھاٹی سا ایک چھپا معلوم ہوا پاس جا کر دیکھا تو اُس میں ایک پیر مرد محاسن سفید قد خمیدہ ایک بوریے پر بیٹھا ہے اور ایک تسبیح ہاتھ میں لئے ہوئے کچھ پڑھتا ہے۔ عمر جب اس کے نزدیک گیا تو اس نے عمر کا نام لے کر سلام کیا اور کہا اے شاہِ عیارانِ عیاد میں تیرا منتظر ہوں عمر نے خیال کیا کہ شاید دوال پا ہے کہا کہ مردک تو کس کو کہتا ہے میں ہرگز تجھ سے واقف نہیں ہوں یہ کہہ کر ہاتھ خنجر پر بڑھایا اور ارادہ کیا کہ نکال کر اس پیر مرد کو مارے۔ وہ دیکھ کر بے اختیار ہنسا اور کہا اے عمر میں دوال پا نہیں ہوں آدمی ہوں میں حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں اور میرا نام سام بن نوح ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کی قدم گاہ مجھ سے تعلق رکھتی ہے رات کو مجھے یہ بشارت ہوئی کہ حضرت آدم علیہ السلام نے تیرے آنے کی خبر مجھے دی تھی جا زیارت کر تیرا جو مقصد ہو حاصل ہوگا اور یہ گز ہے کر زمیں کو ناپ اور یہ کدال لے کر اُسے کھود اُس میں سے جو تیری قسمت ہے نکلے اور اپنا مال سمجھ وہ تیرا مال ہے لیکن لالچ نہ کرنا اور ایک گز سے زیادہ نہ کھودنا۔ عمر نے اُس گز سے زمین کو ناپا اور کدال سے کھودنا شروع کیا تھوڑی زمین کھودی تھی کہ اُس میں سے ایک دانہ یاقوتِ بے بہا نکلا کہ عمر نے اپنی تمام عمر میں نہ دیکھا تھا۔ عمر کو طمع اور زیادہ دامن گیر ہوئی اور کھودنے لگا لیکن اُس دانہ کے سوا اور کچھ نہ نکلا۔ ہر چند سام کہتا تھا کہ بس کر تیری قسمت میں یہی تھا اور کچھ اور نہیں ہے۔ مگر عمر اپنے کام میں مشغول تھا اور زمیں کو کئی گز کھودا اُس کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوا اور یہاں تک ماندہ ہوا کہ ہاتھ کام کرنے سے رہ گئے تب تو لاچار ہو کھودنا موقوف کیا اور سام کے پاس آ کر کہا کہ زیارت کر کے کدھر کو جاؤں کہا کہ یہ جو باریک سی راہ نظر آتی ہے اس راہ سے جا لیکن طمع نہ کرنا اور کسی چیز پہ دست انداز نہ ہونا اور زیارت و عبادت کی شرایط بجا لانا اور وہاں سے جو امداد ہو اُس کو غنیمت جاننا یہ کہہ کر رخصت کیا۔ عمر اُس راہ سے پہاڑ پر روانہ ہوا اور جا کر دیکھا تو عجیب طرح کا عالم ہے کہ ہر طرف کو پانی کے چشمے رواں ہیں اور پتھر کا ایک طاق بنا ہوا ہے جس میں ان چشموں کا پانی چاروں طرف سے آ کر داخل ہو کے ایک حوض میں بھرتا ہے اور اُس حوض کی بدر رو کی راہ سے پھر باہر جا کر نیچے جاتا ہے اور سبزہ زار میں پھیلتا ہے۔ اور اس سبزہ زار میں ایک سفید پتھر حضرتِ آدم کا قدم گاہ ہے اور قدم گاہ کے گرد اس مکان میں لعل و یاقوت و الماس و فیروزہ و مروارید کا چاروں طرف ڈھیر لگا ہے۔ اکثر شاہ و شہزادہ و امرایانِ نامدار جو زیارت کو آتے تھے اُنھوں نے نذر چڑھائے تھے۔ عمر نے کسی چیز پر التفات نہ کیا بجز اس کے کہ

اپنی چادر تیاری کو بچھا کر جہاں تک مقدور نے چلنے کا تھا اُس میں جواہرات باندھے
اور اُٹھا کر لے چلا اور جی میں کہا کہ بزرجمہر مجھ کو کہتے تھے کہ تو سراندیپ جہاں حضرت
آدم کی قدم گاہ پر نذر پاویگا پس ان جواہرات سے بہتر کوئی نذر نہیں ہے۔ جوں ہی
اُس کے دروازہ پر پہنچا تو دروازہ غایب ہو گیا اور کسی طرف جانے کی راہ نہیں ہے حیران
ہو کر پھرا اور وہ جواہرات جہاں سے اُٹھائے تھے وہیں ڈال دیے۔ پھر جو دیکھا تو دروازہ
معلوم ہونے لگا۔ عمر نے کہا کہ پہلے دروازہ کا نشان قایم اور معلوم کرنا چاہیئے کہ جانا
آسان ہو یہ تصور کر کے دروازے پر آیا اور اپنی ٹوپی اُس کی چوکھٹ پر رکھ دی اور
جواہرات کے پاس جا کر دیکھا تو کلاہ دروازے پر صاف معلوم ہوتی ہے پھر جا کر چادر کو
بچھایا اور جواہرات کو باندھ کر اُٹھایا اور لے کر چلا اور دیکھا تو دروازہ مع کلاہ غایب ہے
کہا یہ خوب معاملہ ہے کہ جواہرات کے لالچ میں ٹوپی بھی کھوئی اس مرتبہ عمر نے پھر اُن
جواہرات کو ڈال دیا تو کلاہ اور دروازہ دونوں معلوم ہوتے ہیں اس حرکت سے اپنے دل
میں نہایت نادم ہوا اور وضو کر کے نماز گذاری اور رونے لگا۔ اس حالت گریہ میں اُس کی
آنکھ لگ گئی دیکھا تو کئی ایک بزرگ نورانی صورت کھڑے ہیں۔ اُن میں سے ایک شخص
نے عمر کے سر پہ ہاتھ پھیرا اور کہا میں نے تجھے اپنا نظر کردہ کیا یہ جامہ ہے اور پہن
ہر بلا سے محفوظ رہیگا اس کو دیو جامہ کہتے ہیں اور اس میں جو زنبیل ہے اُس میں
جو ڈال دیگا وہ غایب ہو جائیگا اور جو کچھ طلب کریگا وہ پائیگا میں آدم ہوں یہ تجھے
دیتا ہوں احتیاط سے رکھنا اور جب اس پر ہاتھ رکھ کر معجزہ طلب کریگا جو صورت چاہیگا
وہ ہوگی اور جو زبان چاہیگا بولیگا۔ ایک اور بزرگ کھڑے تھے اُنھوں نے ایک جام عمر کو
دیا اور فرمایا یہ اسم اعظم یاد رکھ جب کسی پر تیرا جی چاہے اس جام میں پانی بھر کر یہ
اسم پڑھنا اور اس کے اوپر ڈالنا جو شکل اس کی کہیگا ہو جائے گی میں اسحاق نبی ہوں
میں نے تجھے اپنا نظر کردہ کیا۔ ایک اور بزرگ نے کہا میں داؤد ہوں میں نے بھی نظر ثانی تجھ
پر کی یہ ہمارا دوتارا لے اور بجا علم موسیقی میں کوئی تیرے برابر نہ ہوگا۔ حضرت صالح نبی
نے اس کی پشت پر ہاتھ پھیر کر ارشاد کیا کہ جتنا بوجھ اُٹھائیگا مانع نہ ہوگا اور نہ دوڑ میں
تھکیگا سکندر نے اپنا آئینہ دیا اور کہا اس میں یہ لطف ہے کہ تو جو دریافت کرنا ہو
اس میں دیکھنے سے معلوم ہو جائیگا۔ اس کے بعد ایک تخت ہوائی آسمان سے یکایک پیدا ہوا
اور آواز آئی کہ اے عمر ہم سے کچھ مانگ عمر نے ان سب سے پوچھا کہ یہ کون ہیں کہا یہ
پیغمبر آخر زمان ہیں۔ کہا بندہ اب یہ مانگتا ہے کہ بندہ جب تک اپنے منہ سے تین مرتبہ

سوت نہ مانگے نہ مرے۔ صدا آئی کہ ہم نے قبول کیا۔ عمر اس خوشی سے جاگ اُٹھا۔ دیکھا تو وہ سب اسباب دھرا ہے۔ معلوم کیا کہ مقرر تو نے نذر پائی خدا کی جناب میں سجدہ شکر ادا کیا اور اُن سب تبرکات کو لے کے پہاڑ سے نیچے اُترا اور سام کے پاس آیا اُس نے عمر کو گلے سے لگایا اور اُس نذر پانے کی مبارک باد دی اور کہا اب جا کر امیر کو بھیجد بھیجے کہ اُنہیں بھی نظر ہوگی۔ عمر وہاں سے رخصت ہو کر چلا لیکن تھوڑی دور گیا تو جی میں خیال کیا کہ امیر کے پاس اصلی صورت سے جانا خوب نہیں اور شکل بنا کر دیکھئے کہ کوئی پہچانتا ہے یا نہیں یہ تصور کر کے زنبیل پر دونوں ہاتھ رکھ کر معجزہ طلب کیا اور کہا یا دادا آدم میری صورت ایسی بن جائے کہ قد لمبا اور رنگ کالا ہو کہنے کے ساتھ ہی گویا کہ ایک ہوا بھر گئی۔ عمر نے آئینہ میں دیکھا تو عجب طرح کی صورت معلوم ہوتی ہے دیکھ کر ڈر گیا کہ ایسا کہیں نہ ہو کہ صورت ایسی ہی رہ جائے پھر معجزہ طلب کیا کہ میں بصورت اصلی بن جاؤں جب صورت اصلی دیکھی تو یقین ہوا کہ تو نے نظر پائی پھر اُسی شکل پر بن چلا اور خنجری ہاتھ میں لئے ہوئے بجاتا اور گاتا ہوا لشکر اسلام کی طرف روانہ ہوا۔ جب لشکر میں پہنچا اسی طور سے گذرا۔ جس نے اُس کی آواز سُنی بے اختیار ہو گیا اور سب نے اپنے اپنے کام چھوڑ دیئے اور اُٹھ کر اُس کے ہمراہ ہوئے عمر کے پیچھے تماشائیوں کا ہجوم تھا اور ایک محو کی سی حالت ہو گئی تھی۔ غرض اسی طرح سے امیر کی ڈیوڑھی پر پہنچا اور کھڑا ہو کر گانے لگا لوگوں نے اندر جا کر امیر کے حضور میں خبر کی کہ ایک شخص مرد ہندی اس صورت کا بارگاہ کے دروازے پر کھڑا ہوا ساز بجاتا اور گاتا ہے کہ کسی نے نہ سُنا ہوگا۔ فرمایا اُسے اندر بُلا لو۔ جس وقت امیر کے روبرو آیا اور دعا دے کر گانے لگا تو امیر اور سب کے سب سردار نہایت محظوظ ہوئے۔ امیر نے کہا اے عزیز تو کہاں کا رہنے والا ہے۔ اور تیرا کیا نام ہے۔ کہا مجھے محمود سیاہ تن کہتے ہیں اور اسی ملک کا رہنے والا ہوں خسرو ہندوستان بھی مجھ سے خوب واقف ہے اور مجھ پر اکثر بخشش کرتا ہے۔ فرمایا ہم بھی تجھ سے بہت خوش ہوئے تو جو مانگے میں دوں گا۔ کہا غلام کے پاس بھی خدا کا دیا بہت کچھ ہے لیکن ایک آرزو رکھتا ہوں کہ مجھے کسی نے اس قدر نہیں دیا کہ جتنا روپیہ مجھ سے اُٹھ سکے اُٹھا لوں۔ فرمایا ہم نے حکم دیا کہ ہمارے خزانے میں جا کر تو جتنا اُٹھا سکے اُٹھالے اور سلطان بخت مغربی کے سپرد کیا کہ خزانے میں لے جاؤ اور اس کے مزاحم نہو یہ جتنا کہ آپ اُٹھا سکے لیوے۔ عمر دعا دے کر سلطان بخت مغربی کے ہمراہ خزانے میں گیا اور لوگ کھڑے ہو کر تماشا دیکھنے لگے کہ

کیا کرتا ہے۔ پر عمر نے جو صندوقوں کو دیکھا تو نہایت خوش ہؤا اور ایک صندوق اٹھا کر باہر لا رکھا اور پھر دوسرے صندوقوں کو دیکھا اور از حد خوش ہؤا۔ لوگ حیران ہوئے کہ ایک صندوق جو ایک گاڑی پر مشکل سے چلتا ہے اُس کو یہ کس طرح اُٹھاویگا اور یہ قرار دیا کہ اس کی شرط آپ اٹھانے کی ہے۔ اگر یہ کوئی سواری لائیگا تو نہ دینگے۔ غرض عمر نے تمام صندوق باہر نکالے اور سب کو ایک جا باندھا اور لے کر چلا۔ تب تو سب حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ آدمی نہیں ہے بے شک کوئی غول بیابانی ہے جو سارا خزانہ لے کر چلا ہم اپنے شہر میں سُنا کرتے تھے کہ ہندوستان میں بہت عجائبات ہیں سو یہی ہیں اس کو روکا اور امیر کو جا کر خبر کی۔ امیر کو سُننے کے ساتھ ہی خیال گذرا کہ وہ ضرور عمر ہے اور اُس نے نظر پائی ہے آپ اُٹھ کر خزانہ کے مکان میں آئے دیکھا تو عمر ولی گبھر کھڑا ہے دوڑ کر گلے سے لگا لیا اور کہا بھائی عمر ہم نے تم کو پہچان لیا۔ تب تو عمر ناچار ہؤا اور امیر کے قدموں پر گر پڑا اور کہا آپ کے اقبال سے میں نظر کردہ ہؤا لیکن آپ کو بھی بُلایا ہے زیارت کی خاطر آپ بھی تشریف لے چلئے اور جو وہاں سے عنایت ہو وہ قبول کیجئے۔ راوی لکھتا ہے کہ سوائے امیر کے کوئی عمر کو پہچان نہ سکا۔ عمر اپنی صورت بدل کر امیر سے کبھی بازی نہیں لے جا سکا۔ غرض امیر نے اُس دن آرام کیا۔ دوسرے دن صبح کو اُٹھ کر عمر کو ہمراہ لیا اور سرداروں کو بھی ساتھ لے کر پہاڑ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب نزدیک دامانِ کوہ پُہنچے تو پیادہ پا ہو کے شرط آداب بجا لائے اور استغفار پڑھتے ہوئے چلے اور ایک عجب طرح کا سبزہ زار دیکھا کہ تمام عمر میں ایسا پُر لطف مکان کہیں بھی نظر نہیں آیا۔ طبیعت کو ہر قدم پر فرحت حاصل ہوتی تھی۔ نزدیک پُہنچ کر دیکھا تو ایک میدان ہموار کیا ہؤا ہے جو تمام معطر ہو رہا ہے۔ اول مکان میں نال لیزم سنگوٹے مگدر میل پنجے فولادی بہت سے دھرے ہوئے ہیں اور ورزش کا سب اسباب رکھا ہے اور کچھ آدمی اُس کے نگہبان ہیں۔ ان آدمیوں سے پوچھا کہ کیسا مکان ہے۔ کہا کہ یہ زور خانہ لندھور شاہ ہندوستان کا ہے۔ امیر نے سُن کر عمر سے کہا جی چاہتا ہے کہ میں بھی اپنے زور کو آزماؤں اور دیکھوں کہ ورزش میں برابر ہوں یا نہیں۔ یہ کہہ کر اُس تعلیم میں کودے اور جتنے وہ سنگوٹے اور نال تھے سب اٹھا لئے اور مگدروں کو بھانجا لیزم کو بلایا بلم کو پھیرا ہاتھ اڑا کر کئی پنجوں کی اُنگلیاں ٹیڑھی کر دیں لیکن ایک ہزار سات من نمبر یری کا وہ گرز نہ اُٹھ سکا جو وہاں دھرا تھا اس سے امیر کو نہایت کوفت معلوم ہوئی۔ پھر یہاں سے تمام کے مکان میں گئے اُس نے استقبال کیا اور بغل گیر ہو کر امیر کو اپنے برابر بٹھایا اور کہا پہلے آپ ایک کام کریں کہ اس زمین کو ایک گز نا کیجئے

کھودیں جو اس میں سے نکلے وہ تمہارا حق ہے۔ امیر نے ایک تبر سے کہ اُس کو کھودنا شروع کیا ایک دانہ یاقوت کا ایسا نکلا کہ پچاس مثقال کا وزن انگارے کی صورت روشن تھا کہ شاید تمام عمر میں کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ امیر اس کو لے کر سام کے پاس گئے اور دکھایا۔ اس مردِ بزرگ نے کہا یہ مال آپ کا ہے اس کو لیجئے اور جا کر زیارت کیجئے جب تک وہاں سے نظر نہ پاؤ گے خسرو ہندوستان سے نہ آؤ گے۔ امیر ان سے رخصت ہو کر قدم گاہ کی طرف روانہ ہوئے وہاں جا کر زیارت کی اور عبادت میں مشغول ہوئے۔ اس عین گریہ و مناجات میں آنکھ لگ گئی اور خواب میں دیکھا کہ آسمان میں ایک دروازہ پیدا ہوا اور اس میں کئی تخت نمودار ہوئے۔ یہ تخت فرشتوں نے یہاں اُتارے۔ اور ان تختوں پر جو نورانی شکل کے سوار تھے وہ اُتر کر پاس آئے۔ سب کے آگے ایک بوڑھا بزرگ دراز قد چلا آتا تھا اُسنے کہا اے فرزند السلام علیکم میں آدم ہوں میں نے تجھے خدا کے حکم سے نظر کردہ کیا کہ تم ہمیشہ دشمنوں پر فتح یاب رہو اور تم کو یہ دو بازو بند دیتا ہوں ان کو تبرکاً اپنے ڈنڈ پر رکھنا ان کی برکت سے کار زار کے وقت کبھی بازو خم نہ ہونگے اور ہزار گز کے دیو کے سر پر تلوار مارو گے تو تمہارا ہاتھ اس سرے سے اُس سرے تک پہنچیگا لیکن کئی ایک کام بد ہیں وہ نہ کرنا ایک تو کسی کا دل اپنی طرف سے نہ توڑنا اور جو شخص امان مانگے اُسے امان دینا اور جو روبرو سے بھاگ جائے اُس کا پیچھا نہ کرنا کیونکہ تم راہ دین پیغمبر آخر الزّمان کے فراش ہو عالم کا کفر تمہارے ہاتھ سے پاک ہوتا ہے اور اپنے لشکر کے آگے کبھی طبلِ جنگ نہ بجوانا اور اپنے حریف پر پیش دستی نہ کرنا اُس کو ضرب کرنے دینا اُس کی ضرب اُٹھا کر پھر اپنی ضرب کرنا اور بے جا نعرہ کبھی نہ مارنا کیونکہ تمہاری آواز سولہ فرسنگ تک جائیگی یہ کہہ کر امیر کو اپنی چھاتی سے لگایا۔ اور بھی جتنے پیغمبر آئے تھے سب نے صاحبقران پر نظر کی۔ اس خوشی میں امیر کی آنکھ کھل گئی اور دیکھا کہ جو تبرک ملا تھا وہ سجدہ گاہ کے آگے دھرا پایا اُٹھ کر دو رکعت نماز شکرانہ کی ادا کی اور فاتحہ پڑھ کر وہاں سے سام کے مکان پر پھر آئے۔ اُس نے اور عمر نے اُٹھ کر مبارکباد دی اور سرداروں نے نذریں بھی گذرانیں اور امیر پر بہت سا زر و مال تصدق کیا۔ (باقی داستان فرداشب) +

سترھویں داستان

دوشنبہ کو قصہ یہاں تک بیان کیا تھا کہ جب امیر نے کوہ سراندیپ میں نظر پائی اور سام کے مکان میں آئے تو ان کو بیٹھے ہوئے ایک ساعت نہ گذری تھی کہ سام نے امیر سے کہا کہ

بندہ اب تک یہاں آپ کے آنے کا منتظر تھا سو خدا نے میری امید دی اب رخصت ہوتا ہوں آپ مجھے اپنے ہاتھ سے دفن کیجئے گا یہ کہہ کر حصیر پہ دراز ہؤا اور کلمہ پڑھ کر مر گیا۔ امیر نے اُس کو اپنے ہاتھ سے غسل دے کر پہلی منزل پہ پہنچا دیا اور بہت افسوس کیا۔ وہاں سے اٹھ کر پھرتے وقت پھر لندھور کے زور خانے میں تشریف لائے اور وہ گرز جو پہلی مرتبہ نہ اُٹھا سکے تھے بخوبی تمام اُٹھا لیا اور نہایت خوش ہوئے اور وہاں سے اپنے لشکر میں جا کر جشن شاہانہ کیا اور بزم کی صحبت میں بیٹھے۔ لیکن زور خانہ کے نگھبانوں نے جا کر خسرو بلاد ہندوستان کو یہ خبر پہنچائی۔ وہ سوار ہو کر آیا اور ورزش گاہ میں گرز کو اپنی جگہہ پہ نہ دیکھا اور جتنا کہ لوازمہ پہلوانی تھا سب شکستہ دیکھا نہایت حیران ہؤا کہ کون ایسا شخص آیا ہے کہ جس نے میری تعلیم میں یہ بے ادبی کی ہے پانچ چار آدمی اور بٹھلا کر اُن کو کہہ دیا کہ جس نے میرے زور خانے میں یہ حرکت کی ہے اگر پھر آئے تو اُس کو ہمارے پاس لے آنا کہ ہم ذرا اُس کی صورت دیکھیں کہ وہ کس قدر زور رکھتا ہے یہ کہہ کر اپنے لشکر میں چلا گیا اور مجلس میں بیٹھا۔ اب عمر کی داستان عرض کرتا ہوں کہ وہ امیر کو محظوظ کر رہا تھا اور تمام سرداران نامدار اس کے سبب سے کمال فرحت میں تھے جب وہ روز و شب گذر چکا تو دوسری صبح کو عمر نے امیر سے کہا غلام کا جی چاہتا ہے کہ جا کر خسرو ہندوستان کے لشکر کا حال وطور معلوم کروں۔ فرمایا کیا مضایقہ۔ عمر امیر سے رخصت ہو کر لندھور کے لشکر کی طرف روانہ ہؤا۔ راہ میں تھوڑی دور جا کر اپنی صورت ایک مرد خراسانی کی بنائی اور ایک ستار ہاتھ میں لے کر لشکر میں آیا اور اُس کی بار گاہ کے اندر جلو خانہ میں آکر بیٹھا اور وہاں کی خلقت کا مشاہدہ کرنے لگا۔ جب تمام دربار جمع ہو چکا تو عمر نے اُٹھ کر لوگوں سے کہا کہ حضور میں میری عرض کر دو کہ ایک خراسانی سازندہ نوشیرواں کے داماد کے ہمراہ ولایت سے آیا ہے اور امیدوار ہے کہ شاہ ہند کے حضور میں پیش ہو کر اپنا مجرا کرے۔ اُنھوں نے جا کر بادشاہ کی خدمت میں گذارش کیا۔ فرمایا بلاؤ۔ جس وقت اندر گیا عجب طرح کی صورت بنے ہوئے لندھور کو مجرا کر کے دعا دی۔ لیکن لندھور کو دیکھ کر عمر کے حواس بگڑ گئے کہ ایک مرصع نگار تخت پہ شیر کی طرح بیٹھا ہؤا ہے اور اس تخت کے چاروں گوشوں پر زمرد کے طاؤس بنے ہوئے ہیں اور ان کی منقاریں گوہر شب چراغ ہیں۔ عمر نہایت خوش ہؤا اور لندھور کو دیکھا تو شجاعت اور مردانگی اس کے چہرے پر دلالت کر رہی ہے اُسے جا کر مجرا کیا اور دعائیں دیں اور ایسی تقریر کرنی شروع کی کہ شاہ ہندوستان سن کر نہایت خوش ہؤا۔ پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے کہا غلام کا نام باباے زود بُرد ہے۔ لندھور اس نام کو سن کر نہایت حیران ہؤا اور کہا ایسا نام تو ہم نے

کبھی نہیں سُنا آخر اس نام سے مدعا کیا ہے اور تو کس کو ارتا ہے اور کس کو لے جاتا ہے جواب دیا کہ بندہ ساز را می زند و دل را می برد۔ لندھور اس کلمہ سے خوش ہوا اور کچھ گایا عمر آداب بجا لا کر تخت کے روبرو سب لوگوں سے بالا دست بڑھکر دو زانو بیٹھا اور ساز بجانے لگا۔ وہاں کے جتنے سازندے تھے سب خفا ہوئے کہ اس میں کیا کمال ہے جو ہم سے آگے بیٹھا۔ لندھور نے کہا اس کا مضایقہ نہیں کیونکہ اول تو یہ مہمان ہے اور دوسرے ہیں نے نزدیک اس لئے بٹھایا ہے کہ اچھی طرح سنوں۔ غرض کہ گانا بجانا شروع کیا۔ عمر کا گانا مُردے کے کان کو جان بخشتا تھا جس وقت اُس نے گانا شروع کیا اور اُس کی آواز اہل مجلس کے کان میں گئی تو ہر ایک خورد و کلاں نے عشعش کیا اور اس کی تعریف کرنے لگے۔ غرض اُس نے خسرو ہندوستان لندھور بن سعدان کو یہاں تک محظوظ کیا کہ حالت سکتے کی سی ہو گئی۔ لندھور نے کہا اے شخص مانگ کیا مانگتا ہے۔ کہا خدا آپ کو سلامت رکھے بندہ آپ کی جیسی تعریف سُنتا تھا اُس سے زیادہ دیکھا۔ لیکن غلام کو شاہ ہفت کشور کے داماد کی عنایت سے سب کچھ موجود ہے کسی بات کی کمی نہیں ہے فقط آپ کی قدم بوسی کی تمنا تھی سو خدا نے حاصل کرائی اب آپ بندہ سے خوش رہیں اور میرے جانے کے بعد بھی یادگاری رہے۔ لندھور نے پھر دوبارہ فرمایا کچھ مانگ کہا آپ کی مرضی یہی ہے تو کمترین کو دو ساعت کی خاطر خدمت ساقی گری کی ملے تو پھر ملاحظہ فرمایئے کہ اُس میں کس طرح خوش و محظوظ کرتا ہوں۔ فرمایا کیا مضایقہ حکم کیا کہ ہمارا خاص صراحی و پیالہ اس کے حوالہ کرو۔ ساقی نے عمر کے حوالہ کیا۔ عمر آپ ساقیٔ بزم ہوا اور بادہ ناب جام مرصع میں بھر کر پلانے لگا۔ جب دو دو جام پی پلا چکا اور اہل مجلس کا دماغ گرم ہوا اور عمر کی طرف سے سب کا دل نرم ہوا تو ہر ایک کو کمال درجہ کی تفریح حاصل ہوئی اور عمر نے دیکھا کہ سب کے سب اپنے اپنے مزے میں ہیں پیالہ بھر کر خسرو بلاد ہندوستان کے روبرو لایا۔ بادشاہ تو اُس کے پینے میں مشغول ہوا اور عمر نے بادشاہ کی آنکھ بچا کر اُن زمرد کے طاؤسوں میں سے جو تخت کے گوشوں پر لگے ہوئے تھے ایک طاؤس اُٹھا کر بغل میں رکھا۔ بادشاہ نے کن آنکھوں سے دیکھا اور کہا زود و برد کیا کرتا ہے۔ کہا شہریار خاموش ایسا نہ ہو کہ کوئی سُن لے۔ لندھور اس حرکت سے بے اختیار ہنسا اور کہا عجب مرد مضحک ہے میری ہی چیز چُراتا ہے اور مجھے ہی کہتا ہے چپ رہو ایسا نہ ہو کوئی سُنے بھلا چیز تو میری ہے دوسرے کے سُننے سے کیا ہوتا ہے ارے تیری چوری میں بھی لطف ہے یہ چاروں طاؤس میں نے تجھے بخشے۔ عمر بہت خوش ہوا اور طاؤس اُتار کر زنبیل میں رکھے اور دوسرا پیالہ بھر کر پھر شاہ ہند کے

ہاتھ میں دیا۔ جب دیکھا کہ شراب کی کیف میں سب مست ہوئے تو اُس وقت زنبیل سے داروئے بے ہوشی کئی مثقال نکال کر شراب کے شیشہ میں ملائی اور اس کے دو دو جام مع خسرو کے پلائے ایک ساعت نہ ہوئی تھی کہ بے ہوشی کا اثر ہونے لگا اور سب کے سب عجائب وغرایب کا تماشا کرنے لگے اور اُن کی آنکھوں میں جوں ہی بے ہوشی کا اثر اٹھا تو اُس نشہ میں سب کو طغیانی کا ایک دریا معلوم ہونے لگا اور جتنے کہ مجلس میں تھے سب کھڑے ہوکر کہنے لگے یارو ہم غوطے کھاتے ہیں کوئی سنبھالو۔ یہ کہ کر سب لوگ زمین پر گر پڑے اور بے ہوش ہوگئے۔ لندھور یہ حالت دیکھ کر گھبرایا اور اُن کے اٹھانے کو جوں ہی کھڑا ہوا یہ بھی گر پڑا اور بے ہوش ہوگیا۔ عمر نے ان سب کا یہ حال دیکھ کر دست درازی شروع کی مسند اور غالیچے اور فرش فروش کی گٹھریاں باندھ کر اور سب کے کپڑے اُتار کے ننگا کیا فقط پاجامے بدن پر چھوڑے کس واسطے کہ یہ لوگ مسلمان تھے نہیں تو عمر کا تو یہ کام تھا کہ ازار بھی نہ چھوڑتا اور بس کافر کے لشکر میں جاتا اُن سب کا منہ کالا کرتا۔ پس مسلماں کے باعث سے ان کو بے حرمت نہ کیا۔ جہاں تک اسباب نقد وجنس اس بارگاہ میں تھا سب لے کر زنبیل میں رکھا اور لشکر کی طرف روانہ ہوا اور اپنے خیمہ میں جا کر سو رہا۔ لیکن یہاں صاحب قران نے دیکھا کہ عمر کو گئے ہوئے عرصہ ہوا آدمیوں کو فرمایا کہ عمر کی خبر لو کہ کس کام میں ہے اور اگر مکان پر ہو تو جس حالت میں ہو اُسی حالت میں لانا۔ لوگوں نے جا کر دیکھا تو اپنے خیمہ میں بیٹھا ہوا وہ اسباب جو لایا تھا اُس میں سے قسم اول اور قسم دوم جدا کر رہا ہے۔ آدمیوں نے کہا کہ امیر نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔ عمر نے چاہا کہ اس اسباب کو رکھ کر جاؤں۔ حضور کے فرستادوں نے کہا کہ اس اسباب سمیت آپ کو چلنا ہوگا۔ لاعلاج مع اسباب حضور میں آیا اور آداب گاہ سے آداب بجا لایا۔ امیر نے فرمایا یہ اسباب کیسا ہے۔ کہا لندھور نے مجھے انعام دیا ہے۔ فرمایا تو یہ جھوٹ کہتا ہے۔ امیر نے وہ تمام اسباب سر سے لے کر پہلوان عادی کے ہمراہ خسرو ہندوستان کی خدمت میں بھیجا اور کہا ہماری طرف سے دعا کہنا اور کہنا کہ عمر نے تمہاری خدمت میں اگر کچھ بے ادبی کی ہو تو مجھ پر ظاہر کیجئے کہ میں اُسے سزا دینے کے لئے آپ کی خدمت میں بھیجدوں گا اور کچھ تحفہ دے کر رخصت کیا (باقی داستان فردا سب)

اٹھارھویں داستان

دوشنبہ کو قصہ یہاں تک پہنچا تھا کہ عادی کو امیر نے لندھور بن سعدان کے پاس بھیجا اور

وہاں جو عمر یہ حرکت کرکے آیا تھا جس وقت مع خسرو سب کی بے ہوشی اُتری ہر ایک نے اپنے آپ کو برہنہ پایا اور بارگاہ خراب دیکھ کر حیران ہوئے کہ کیا معاملہ ہے۔ لندھور نے پوچھا کہ زد و برد کہاں گیا۔ جب دیکھا تو اُس کا کچھ حال معلوم نہیں کہ کہاں گیا۔ وہ ایک رقعہ جو عمر لکھ کر لندھور کے گلے میں ڈال گیا تھا اُس کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ زد و برد عمر ہی تھا۔ سب نے حمام میں جاکر غسل کیا اور پوشاکیں منگا کر پہنیں فرش دوبارہ ہوا۔ یہ اسی تردد میں تھے کہ عیاروں نے آکر خبر دی کہ نوشیرواں کے داماد نے اپنے ایک سردار کو بطریق ایلچی بھیجا ہے سو وہ لشکر میں داخل ہوا چاہتا ہے کہ کوئی دم میں حضور میں آئے۔ کہا کہ یہاں سے بھی کئی سردار اُس کے استقبال کو جائیں اور بہ حرمت تمام لے آئیں۔ جس وقت عادی بارگاہ خسرو ہندوستان میں آیا شرط آداب بجا لایا اور جو لایا تھا سب گذرانا اور امیر کا پیغام پہنچایا۔ لندھور نہایت خوش ہوا اور عادی کی بہت عزت کی اور خلعت فاخرہ معدی کرب کو عنایت فرمایا۔ امیر نے جو تحفے بھیجے تھے وہ سب لئے اور جو اسباب عمر لے گیا تھا واپس کر دیا اور کہا یہ ہماری طرف سے عمر کو دینا اور کہنا ہم نے تجھ کو معاف کیا اور امیر کی خدمت میں بعد نیاز کے عرض کیجو کہ میں عمر کا نہایت شائق ہوں اُسے فرمائیے کہ بہ صورت اصلی آئے یہ کہہ کر رخصت کیا۔ عادی نے آکر یہ تمام احوال امیر سے بیان کیا۔ امیر نہایت شاد ہوئے اور عمر سے فرمایا اے بابا تجھے خسرو ہندوستان نے بلایا ہے اور اُس کا جو اسباب تو لایا تھا اُس نے تجھے بخشا لیکن صورت اصلی سے جائیو۔ عمر خوش ہو کر لندھور کے لشکر کی طرف روانہ ہوا۔ راہ میں دیکھا کہ سوداگروں کی ایک جماعت ایک جواہر نگار تاج لئے ہوئے جاتی ہے عمر بھی اُن کے ہمراہ ہوا اور ایک بزرگ تاجر کی صورت بنا کر چلا اور اُس کی بارگاہ کی ڈیوڑھی پر پہنچا۔ خسرو نے اس جماعت کو حضور میں طلب کیا۔ تب یہ سب اندر جاکر کھڑے ہوئے۔ ان سب نے مل کر یہ تاج بنایا تھا یہ تاج خوان میں رکھ کر ایک عاج کی چوکی پر رکھا۔ داروغہ جواہر خانہ آیا اور اُس نے ان سوداگروں سے کہا کہ بادشاہ اسی وقت تاج سر پر رکھیگا اور اُس کی قیمت مع خلعت و انعام تم کو دیگا لیکن تم اس کی قیمت کا جلد انفصال کرو۔ اور تو سب خاموش ہو رہے۔ مگر عمر نے کہا کہ میں راضی نہیں ہوں کہ خسرو بغیر قیمت دیئے تاج سر پر رکھے ہاں پہلے قیمت دے لے پھر مختار ہے۔ یہ بات خسرو کے کان تک پہنچی اور پوچھا کیا ہے۔ کہا ایک شخص یہ گفتگو کرتا ہے۔ کہا میں کسی کی چیز جبر سے نہیں لیتا ہوں پوچھو کہ اس میں تیرا جواہر کونسا ہے اُس کی قیمت لے۔ لوگ اُس تاج کو مع سوداگروں اور اُس شخص کے خیمہ میں لے گئے۔ لندھور نے دیکھ کر کہا تو عجب

نا دیدہ مرد ہے بتلا کہ اس میں تیری کونسی رقم ہے پہلے اس کی قیمت ادا کر دوں۔ عمر نے کہا مجھے سجھائی کم دیتا ہے مجھے دو میں روشنی میں دیکھ کر بتا دوں فرمایا کیا مضائقہ۔ عمر تھان لے کر باہر نکلا۔ ازبس کہ اور لوگ بھی ہمراہ تھے کہا دیکھو تو آسمان پر کیا گھٹا چھائی ہے کچھ نظر نہیں آتا لوگ اوپر کو دیکھنے لگے اور عمر بھاگا۔ ان آدمیوں نے دیکھا تو ابر کا کہیں نام بھی دکھائی نہ دیا۔ کہنے لگے کہ او عزیز اتنا جھوٹ کیوں بولتا ہے بتا تو سہی ابر کہاں ہے۔ نیچے نگاہ کی تو وہ نہیں ہے اور تھان لئے ہوئے میدان میں بھاگا چلا جاتا ہے لوگ دوڑے لیکن اس کی گرد کو بھی نہ پہنچے۔ سب نے بادشاہ سے عرض کی۔ خسرو آپ ایک ناقے کے پاٹھے پر سوار ہوکر اس کے پیچھے چلا اور عمر کو روکا تب وہ ایک پہاڑ کے دامن میں جا گھسا لیکن وہاں جا کر دیکھا تو کسی طرف راہ نہیں ہے حیران ہوا کہ اب کیا کروں ایک آسیا بان کا گھر نظر آیا اور دوڑتا ہوا آسیا بان کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ بادشاہ ہندوستان نے تیرا سر کاٹنے کو فوج بھیجی ہے اس نے ایک خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر حکیموں نے یہ بتائی ہے کہ اگر آسیا بان کے سر کے پوست سے طبل جنگ منڈھا جائے اور حضور میں بجے تو بہتر ہے سو یہ لوگ اسی مطلب کے لئے آتے ہیں۔ وہ بے چارہ سن کر ڈر گیا اور کہنے لگا پھر میں کیونکر بچوں۔ عمر نے کہا کہ بچنے کی صورت یہی ایک ہے کہ اپنے کپڑے مجھے دے کہ میں پہن کر چکی پر بیٹھوں اور تو اس حوض میں جا کر چھپ۔ جب لوگ آوینگے تو میں جواب دے لونگا۔ اس نے عمر کو دعا دی اور اپنے کپڑے اتار کر حوض میں گیا۔ اور عمر اس کے کپڑے پہن کر چکی کے پاس بیٹھا۔ لندھور نے آکر پوچھا کہ یہاں ایک شخص اس صورت کا آیا وہ کہاں ہے۔ کہا اس حوض میں ہے۔ لندھور نے اپنے کپڑے اتارے اور اس حوض میں اترا۔ عمر نے تمام لباس لندھور کا بھی لیا اور جس درے کے منہ پر اس کی فوج کھڑی تھی وہاں آیا اور کہا لندھور نے مجھے نشان دیا ہے اور دو سو تمن مجھے دلائے ہیں۔ ان سے دو سو تمن روپیوں کے لے کر اپنے لشکر کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں لندھور نے پانی میں اتر کر اس آسیا بان کو پکڑا اور کہا باہر نکل۔ اس نے اپنے سر کو پتھر پر مار کر کئی زخم کئے اور کہا اب میرے سر کا چمڑا خراب ہوا اور کسی کام کا نہیں رہا اور آسیا بان کو تلاش کرو۔ لندھور حیران ہوا کہ یہ کیا کہتا ہے۔ جب اس مضمون سے واقف ہوا اور باہر آکر دیکھا تو وہ شخص نہیں ہے تب سمجھ لیا کہ وہ عمر ہی تھا جو اپنا لباس بھی لے گیا لوگوں سے پوچھا کہ کوئی شخص ادھر سے باہر گیا ہے۔ کہا کوئی نہیں مگر آپ نے جسے اپنا نشان دے کر بھیجا تھا وہ دو سو تمن لے کر البتہ اسی طرف کو گیا ہے۔ خسرو عمر کی ظرافت دیکھ کر عاشق ہو گیا اور دوسری پوشاک منگائی اور پہن کر

اپنی فوج کو رخصت کیا اور آپ اکیلا امیر کے لشکر کی طرف روانہ ہوا۔ عیاروں نے یہ خبر صاحب قران کو دی کہ لندھور آتا ہے۔ امیر نے سرداروں کو اس کے استقبال کے واسطے بھیجا۔ لندھور جب امیر کی بارگاہ میں آیا امیر نے اس کی تعظیم کی اور ایک کرسی مرصع نگار پر اپنے پہلو میں بٹھایا اور اس کے واسطے جشن کی تیاری کی۔ لندھور امیر کا حسن سلوک دیکھ کر نہایت خوش ہوا اور کہا عمر کہاں ہے میں اس کی صورت کا مشتاق ہوں اور وہ جب میرے لشکر میں جاتا ہے تو اصلی صورت سے نہیں جاتا اس کو اس وقت بلوایے امیر نے عمر کو طلب کیا۔ وہ بارگاہ واقبال میں آ کر امیر کا آداب بجا لایا اور خسرو ہند کو دعا دے کر اپنی کرسی پر بیٹھا۔ لندھور نے کہا اے عمر وہ تاج بھی ہم نے تجھ کو معاف کیا ہمارا جی چاہتا ہے کہ اسی صورت سے ہمارے پاس آیا کر لیکن میں اس وقت کمال اشتیاق سے تیرے پاس آیا ہوں مجھے اس وقت محظوظ کر۔ عمر اٹھ کر گانے اور بجانے لگا۔ خسرو نے اس وقت بھی عمر کو بہت سا انعام دیا اور کہا آفرین واقعی یوں ہی ہے کہ تیرے برابر ہم نے کسی کو نہیں دیکھا۔ غرض تمام روز جام شراب گردش میں رہا اور عجب طرح کی صحبت رہی۔ جب شام کا وقت قریب آیا خسرو ہندوستان نے امیر سے کہا کہ ہم نے جو عرض آپ سے کی وہ آپ کو قبول ہوئی یا نہیں۔ فرمایا حق دوستی کا آپ بجا لایے پر مجھ کو شاہ ہفت کشور نے آپ سے لڑنے کو بھیجا ہے۔ لندھور نے کہا آپ اس بات کا ارادہ نہ کریں کیونکہ دشمنوں نے آپ کے مارنے کی تدبیر کی ہے اس بات سے ہاتھ اٹھایے اور مجھ سے صلح کیجئے لشکر اور خزانہ جتنا چاہیئے حاضر ہے بلکہ اگر فرمایے تو فوج ہند لے کر آپ کے ہمراہ چلوں اور نوشیرواں کو مار کر آپ کو ایران کا بادشاہ کروں کہ اس کا تمام ملک آپ کے فرمان میں رہے پھر اپنے یار جانی سے بخوبی ملاقات کیجئے۔ امیر نے کہا کہ مجھ کو تمہارا سر کاٹنے کو بھیجا ہے۔ لندھور نے اپنی کمر سے تلوار نکال کر امیر کے رو برو رکھ دی اور سر جھکا کر کہنے لگا کہ اگر آپ کو یہی منظور ہے تو سر حاضر ہے کاٹ لیجئے۔ فرمایا۔ اس طرح نامرد کاٹتے ہیں۔ ہاں میدان میں اگر کارسازی جنگ سے ہو تو مضایقہ نہیں رکھتا کہ یا تم میرا سر کاٹ لو یا میں تمہارا۔ لندھور نے کہا اگر آپ نہیں مانتے تو ناچار میں حاضر ہوں خیر اب تو رخصت ہوتا ہوں کل صبح آپ طبل جنگ بجوائیں۔ امیر نے کہا پہلے میں طبل جنگ نہیں بجواؤنگا کہ میرے یہاں مناہی ہے۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک مرتبہ صحرا کی طرف سے سیاہ و تاریک و تیرہ و خیرہ گرد اٹھی جب وہ نزدیک پہنچی تو گرد نے مارا باد کو اور باد نے مارا گرد کو آخر مقراض باد نے گریبان گرد چاک کر دیا اور اس میں سے چالیس علم پیدا ہوئے

اور چالیس ہزار سوار کا نشان اور فوج کے آگے ایک علم خوک پیکر اور اُس کے سایہ میں گستہم بن اشک ساسانی دکھائی دیا اور ایک طرف اور ان دونوں لشکروں کے درمیان میں ایک طرف اُس کا لشکر بھی اُترا۔ امیر اس کو دیکھ کر حیران ہوئے کہ یہ کیوں آیا۔ لندھور نے امیر سے رخصت چاہی اور اپنے لشکر میں جا کر طبلِ جنگ کا حکم دیا اور اُس کے لشکر سے دم بوق کی آواز بلند ہوئی۔ یہ خبر عیاروں نے صاحب قران کو پہنچائی۔ فرمایا کہ ہمارے لشکر میں بھی طبل جنگ بجے۔ نقار خانہ کا داروغہ حکم لے کر گیا اور نقار خانہ کے میدان میں طبلِ جنگ کو رکھا اور اس لشکر میں بھی آوازِ طبلِ سکندری بلند ہوئی۔ دو دریائے لشکر میں تیاری ہونے لگی اور ہر جوان تلواروں کو چرخ اور چار آئینوں کو صیقل کرنے لگا اور ہر ایک آپس میں اور یار و برادر سے ملنے لگا کہ خدا جانے صبح کو کون مارا جائے اور کون جیتا رہے۔ دونوں لشکر جنگ کی کار سازی کرنے لگے۔ ادھر گستہم نے بھی اپنے لشکر میں طبل جنگ بجوایا۔ عمر نے کسی کو خبر نہ کی اُس کے لشکر میں گیا اور اُس کے خیمہ پر جا کر لوگوں سے کہا کہ گستہم کو خبر دو کہ عمر آیا ہے۔ اُس نے سُن کر اندر بُلوایا۔ عمر نے جا کر سلام کیا اور اُس کے پاس جا کر بیٹھا۔ گستہم نے احوال پوچھا اور عمر نے کہنا شروع کیا +

اُنیسویں داستان

دو شنبہ کو قصہ یہ بیان ہوا تھا کہ جب عمر گستہم سے باتیں کرنے لگا کہ میں امیر حمزہ کے ساتھ آکر اس درجہ خراب ہوا کہ کوئی دوسرا نہ ہوگا اُس نے اپنے آپ کو نوشیرواں کا داماد مشہور کیا ہے اور اپنے آپ کو آسمانِ ہفتم پر جانتا ہے اور کسی کو خاطر میں نہیں لاتا گویا آپ بادشاہ ہفت کشور کا ہے اور اب مجھے بیٹھنے کا حکم نہیں دیتا۔ اور جتنے آدمیوں کو ہمراہ لایا ہے سب اُس سے دق ہیں چاہتے ہیں کہ اُس کا ساتھ چھوڑ دیں آج طبل جنگ بجوایا ہے کل اس کی لندھور سے لڑائی ہوگی یہ لندھور کو ماریگا اور ایران میں جاکر بادشاہ کا دلھا بنے گا اور اپنے آپ کو فراموش کریگا میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ لندھور میں کچھ زور نہیں ہے اُس کا گُرز مقوے کا ہے جس پر لوہے کا غلاف چڑھا ہوا ہے کل صبح کو تم اس کے ساتھ میدان میں نکل کر لڑو اور اُس کو مارو کہ نوشیرواں تم کو اپنا داماد کرے۔ گستہم کو یہ مشورہ پسند آیا اور بہت خوش ہوا اور کہا تو خاطر جمع رکھ میں تجھ کو اپنی جان کے برابر رکھونگا میرے آنیکا بھی یہی سبب ہے کہ جس روز میں بہرام کو مار کر بھاگا تھا تو زابل میں جا کر بیٹھ رہا تھا۔ اب نوشیرواں کو منظور یہی ہے کہ کسی طرح حمزہ مارا جائے۔

میرے پاس نوشتہ موجود ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ حمزہ کو ہم نے ہندوستان بھیجا ہے تو بھی جا وہ اگر لندھور کے ہاتھ سے نہ مارا گیا تو جس طرح بنے تو نے حمزہ کو مارنا پس بہتر یہی ہے کہ صبح میدان میں نکل کر لندھور کو ماروں اور اُس کو اپنی ضرب دست دکھاؤں بعدہ اس کا بھی کام تمام کروں۔ غرض تمام رات ان تینوں لشکروں میں طبل جنگ بجتا رہا۔ اور لشکر ان کے نقیب اور چوب دار ساری رات پکارا کئے۔ رباعی

روز جنگ است جنگ باید کرد * کوشش نام و ننگ باید کرد * تا بود سر و خاطر میدان * شیر را زیر تنگ باید کرد

اور سب نامداران دستِ راست و دستِ چپ اپنے اپنے سرداروں کے خیموں میں جمع ہوئے اور جامِ شراب عیاروں کے ہاتھوں سے پیا کئے اور شعر ہائے شجاعت مردانہ نشۂ شراب میں پڑھا کئے * اشعار

دم بھر دمی زنم تا در تن جان بود * جان چہ کار آید اگر در مردیم نقصان بود * ترک جان کردن بمیدان شیوۂ رندان بود
مشکل ست این کار لیکن پیشِ مرد آسان بود * مرد میدان شجاعت را نباشد بیم سر * ہر کہ از سر در گذرد گے مرد این میدان بود
اے بہادر در جہان ہر باغ دارد میوۂ * میوۂ باغ بہادر خنجر و پیکان بود *

لیکن جب چار گھڑی رات باقی رہی تو خسرو بلادِ ہندوستان ملکِ لندھور بن سعدان سات لاکھ سوار ہمراہ لے کر سوار ہوا۔ اور فوج ہندوستانی کھماچی بنگالی مرہٹی دکھنی گوجر جاٹ گجراتی ہواتی سکھ کرناٹکی بوندی پلا راجپوت ہر ایک اپنے آپ کو غرق فولاد کر کے میدان میں نکلا اور تنگ در تنگ چنگ در چنگ انبوہ در انبوہ خیل در خیل جوق در جوق حشم در حشم پردہ در پردہ دستہ در دستہ رسالہ در رسالہ تمن در تمن صف در صف عرصہ کار زار میں سب کھڑے ہوئے۔ اور مشعل اور چوبِ مہتاب اس کے لشکر میں اس قدر روشن تھیں کہ گویا رات کو دن کہ دیا تھا اگر سوزن میدان میں گرے تو صاف دکھائی دے جائے۔ اور اس طرف گستہم بن اشک نذریۂ کفش ساسانی چالیس ہزار سوار سے ایک طرف کو صف باندھ کر کھڑا رہا۔ یہ خبر عیار اہلکاروں نے سلطانِ صاحب قران کو کو پہنچائی۔ کچھ رات باقی رہی تھی کہ نماز صبح سے فراغت کر کے سلاح طلب کئے اور تمام ہتیار اور پیغمبروں کا جوشن جسم پر لگا کر تیار ہوئے اور مقبل کے ہمراہ بارگاہ کے باہر صفوں میں تشریف لائے۔ عمر چار سو عیار تیز و طرار کے ساتھ قنطورۂ زربفتی اور پاتابہ سقرلاتی و گوفن عیاری و چلہ ہائے ناقہ لٹکائے ہوئے کھڑا تھا اُس نے مع ہمراہیوں کے جھک کر سلام کیا اور اُن سب کے مُنہ سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی آواز پیدا ہوئی۔ امیر سیاہ قیطاس پر سوار ہوئے اور طوق بن حیران حرامی نے غاشیۂ علم اژدہا پیکر اُٹھایا اور اُس کا سایہ صاحب قران کے سر پر کیا۔ جتنے امیر و سردارانِ نامی و نام دار تھے رکاب میں حاضر ہوئے اور امیر کی سواری رزم گاہ کی طرف مانندِ بادِ بہاری روانہ ہوئی۔ صبح کا عالم اور ہر ایک کمان و نشان چمکتے ہوئے

تیرگی زرہ بکتر اور سواروں اور گھوڑوں کا دوڑنا اور میدان کے سبزے کا عالم اور زمین دریائے لشکر کی طغیانی ایک عجیب تماشا گاہ تھی۔ امیر نے جب گستہم کو دیکھا تو خیال کیا کہ کس زور پر آیا ہے اور اودھر ہندی فوج کو دیکھا کہ ہر ایک قوم علیحدہ علیحدہ پرا باندھے ہوئے کھڑی ہے اور اس کی ہر ایک جانب میں مرہٹوں کا وہ عالم کہ جوش جوان مردی و پہلوانی اور نام آوری سے میدانِ کارزار میں پنڈلیاں گلو میں پہنے ہوئے دستانہ اور چار آئینہ لگائے ہوئے لباسِ اطلس و کمخواب کا پہنے ہوئے مع ضرب شمشیر و سناں و نیزہ و خدنگ لئے ہوئے کمر بستہ مسلح خسرو ہندوستان کے منتظر کھڑے ہیں کہ اتنے میں خسرو ہندوستان فیلِ میمونہ مبارک پر سوار اور گرزِ گراں بار کاندھے پر لئے ہوئے آلاتِ حرب میں مغرق آن پہنچا۔ غرض ان دو دریائے لشکر کے مقابل امیر نے اپنے لشکر ظفر اثر کو استادہ کیا۔ میمنہ و میسرہ اور قلب و جناح اور ساقہ و کمین گاہ آراستہ کر کے چودہ صفیں لڑائی کی تیار کیں۔ قریب تھا کہ کوئی میدان میں نکلے کہ اس سے پہلے تبر دار جھاڑ و بونٹ کاٹ گئے اور بیل دار پست و بلند زمین ہموار کر گئے اور سقوں نے آب پاشی کر دی۔ تب نقیبوں نے آ کر آواز دی کہاں ہیں الاقہ اور سام بن نریمان اور رستم دستان میدان میں آ کر بہادری کا نشان ظاہر کریں اور اس میدان میں نکل کر مردانِ عالم کے سامنے اپنے حریف کا سر کاٹیں اور اس طبقہ کو دریائے خون سرخ کریں۔ جوں ہی نقیبوں نے یہ آواز دی تو عمر نے گستہم سے کہا کہ میدان میں نکلنے کا یہی وقت ہے ایسا نہ ہو کہ حمزہ لندھور کے ہاتھ سے مارا جائے میں چاہتا ہوں کہ تیرا نام ہو۔ گستہم نے کہا کہا آج میں حمزہ کو نکلنے دیتا ہوں یہ کہہ کر گھوڑے کو میدان میں ڈالا اور آدھا میدان پیٹھ کے پیچھے چھوڑا اور آدھا باقی آگے رہا تو نصف میدان میں آ کر لندھور کی طرف نعرہ کیا اور کہا تم میں کوئی ایسا ہے جو میرے مقابل آئے۔ یہ سنتے ہی وارائے اعظم رکن سلطنت خسرو بلادِ ہندوستان ملکِ لندھور نے فیل میمونہ مبارک کو اشارہ کیا اور میدان کی طرف چلا لیکن اس کے ہاتھی کا عالم کیا بیان کروں اور اس ہاتھی کا شکوہ کیا لکھوں کہ اس پر زربفت جھول پڑی ہوئی اور جس پر چھوٹی چھوٹی فولادی چکتیاں جڑی ہوئیں اور فولادی تاروں سے گتھی ہوئیں واسطے محافظت کے بکتر کی وضع مانند ستارگان فلک کے چمک رہی تھیں اور اس پر خسرو گرزِ جہاں کوب ملک الموت کا چھوٹا بھائی لئے ہوئے مقابل گستہم بن اشک ساسانی کے نکلا۔ لندھور نے عمر کو اس کی طرف دیکھ کر کہا اے بابا امیر سے کیا ایذا پائی جو اس کی رفاقت میں آیا۔ عمر نے کہا فقط اتنے ہی کے واسطے ہمراہ آیا ہوں کہ اس

کو تمہارے مقابل کر دوں اس کے بعد مجھے اس سے کچھ کام نہیں یہ کہکر اپنے لشکر میں گیا اور امیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہاں لندھور نے گستہم سے کہا لا کیا ضرب رکھتا ہے **بیت**

بیاتا چہ داری زمردی نشاں ✦ کمانِ کیانی و گرزِ گراں

گستہم نے اپنے جی میں کہا جو پہلے ضرب لگاوے وہی مرد ہے یہی خیال اپنے جی میں کرکے میان سے تلوار نکال کر لندھور پر ماری اُس نے اُس کی تلوار کو گرز پر روک لیا اور وہی گرز اُس کے سر پر مارا۔ گستہم زخمی ہو کے بیہوش ہوا اور گھوڑے سے زمین پر گرا اور گرتے کے ساتھ ہی اُس کے ساتھ کے سوار اُس پر آ گرے اور تیغ زنی شروع ہوئی اور گستہم کو اُٹھا کر لے گئے اور بازگشت کا طبل بجوایا (باقی داستان شب فردا) ✦

بیسویں داستان

دو شنبہ کو قصہ یہاں تک بیان کیا تھا کہ جب طبل بازگشت کا بجا تو لندھور نے امیر کی طرف دیکھ کر کہا اے حمزہ آج تجھ کو اور فرصت دیتا ہوں کل تمہارا حال بھی دریافت ہو جائیگا۔ فرمایا اُس وقت جو ہوگا سمجھ لینگے۔ رات کو ہر ایک لشکر اپنے اپنے مقام پر جا رہا۔ اور اسی رات گستہم بھاگ کر ایک صحرا کی طرف روانہ ہوا۔ جب چار گھڑی رات گذری اور بادۂ ناب سے دماغ مردانِ عالم گرم ہوا لندھور نے طبلِ جنگ کا حکم دیا کوس اور نقاروں کی آواز بلند ہوئی۔ دو دریائے لشکر کو تمام رات کار سازئ جنگ میں گذری جب صبح کا وقت نزدیک آیا اور آفتاب گل رنگ نے دریچۂ جنگ سے سر باہر نکالا اور ظلمتِ شب کو اپنے نور سے روشن کیا تو اُستاد اس داستان کو یوں کہتا ہے **اشعار**

جو بگرفت گردونِ گرداں سپہر	جہاں را بہ تیغ جہاں سوزِ مہر
بہ تختِ افق شاہِ انجم نشست	کزو بر سپاہی شب آمد شکست
بجنبید دو دریائے لشکر زجائے	بحکمِ شہنشاہِ کشور کشائے
چو صور قیامت نفیر و صفیر	بروں برد ہوش سرچرخ پیر
کجک بر دہل فتنہ شتاو کرد	کرد
علمہا چو خوباں بپا استند	بہ نظارہ جنگ بر خاستند
زجولان شیراں دراں دشتِ کیں	تزلزل در آمد بگاور زمیں

روز روشن ہونے سے پہلے خسرو ہندوستان فوج قاہرہ لے کر رزمگاہ میں آیا اور صف باندھ کر کھڑا ہوا۔ صبح کو صاحب قران بھی نماز اور وظایف سے فراغت کر کے تیار ہوئے

اور سلاح انبیا کا گلے میں پہنا۔ چنانچہ خود ہودی سر پر رکھا اور زرہ داؤدی گلے میں پہنی غرض کہ خود بر سر و زرہ در بر آکے چار آئینہ زانو سے لگا کر کمر بند استوار کر کے اور باہر نکل کر سیاہ قیطاس گھوڑے پر سوار ہوئے اور طوق بن حیران نے علم ازدہا پیکر کا سایہ صاحبِ قران کے اوپر کیا اور شاہ عیاران بیک نام دار خنجر گذار سر بریدہ کا دو گمان و ریش برندہ کافران بارہ سو عیار کی جماعت سے امیر کے جلو میں تنطورہ زر بفتی اور پاتابہ سقرلابی و گوفن عیاری و چلہ ہائے ناقہ اپنے جسم پر آراستہ کئے ہوئے اور امیر کے راست و چپ سرداران با وفا مع مقبل وفادار و سلطان بخت مغربی و منظر شاہ یمنی و نعمان بن منذر و عمر و معدی کرب غرض تیس ہزار سوار سے امیر بھی مقابل خسرو ہندوستان کے آکر جنگ پر استادہ ہوئے۔ اُس وقت میں ہر ایک آسمان کو دیکھتا تھا کہ بہادروں میں تو ہی شرم رکھیگا ہیٹی نہ ہو کیونکہ مثل مشہور ہے ؎

تیغے بہ کمر بستن عالم ہمہ کس داند ۔۔۔ در عرصۂ جاں باز استادہ شدن مشکل

غرض اُس وقت میدان کا یہ عالم تھا کہ خیمہ ملک الموت استادہ ہوا اور ستارہ مریخ ہر ایک سپاہی کی پیشانی پر جلوہ گر ہوا۔ قبائے آہنی ہر ایک گلے میں مثل سموم نرم ہوئی اور بارشِ خوں مرگ کی لگی ہوئی۔ از بس کہ خسرو صاحبِ قران کو نہایت دوست رکھتا تھا اس خاطر گھوڑ کو دوڑایا نیزہ نکالا اور میدان میں آکر ایسی نیزہ بازی کی کہ ہر دوست و دشمن کے منہ سے آواز احسن و آفرین کی بلند ہوئی اتنے میں سپاہ ہند نے اپنے علموں کو جلوہ دیا اور نشان اُٹھایا۔ اُس دم لندھور نے رخ لشکر اسلام کی طرف کیا اور کہا اے مردانِ بہادر تم سے آرزوے مرگ کس کو ہے نکلے اور میرے مقابلے آئے اُس کا یہ کہنا تھا کہ صاحبِ قران نے فاتحہ پڑھ کر اپنے مرکب کو آگے بڑھایا اور شاہ و شہریار جو لشکر اسلام میں تھے سب پیادہ ہو گئے اور دامنوں کو گردان کر امیر کے ہمراہ ہوئے اور میدان میں آکر امیر نے اُن کو رخصت کیا اور لندھور روبرو آکر کہا دعائے ما برسد۔ اُس نے کہا نیز دعائے ما برسد حمزہ لا کیا ضرب رکھتا ہے۔ امیر نے کہا ہم پیش دستی نہیں کرتے پہلے تمہیں ضرب لاؤ پھر میں ضرب کرونگا وہی نیزہ جو خسرو ہندوستان کے ہاتھ میں تھا امیر کی طرف بڑھایا۔ امیر نے بھی عمر عیار کے ہاتھ سے شاخ نہنگ کا نیزہ لیا اور اُس کے نیزہ کی سناں کو اپنے نیزہ کی سناں پر روکا اور دونوں جوانوں میں برابر نیزہ بازی ہونے لگی۔ بیت

دو نیزہ دو بازو دو مرد دلیر ۔۔۔ تو گوئی کہ بودند دو شرزہ شیر

جب دو وہ سو طعن نیزہ بازی کے ہوئے تو آپس میں رد و بدل ہونے لگی امیر اس کے نیزہ کو کاٹ کر ایک نیزہ ایسا مارا کہ اُس کا نیزہ شہاب کی طرح آسمان کو چلا گیا۔ تب تو لندھور کے جسم میں آگ لگ گئی اور کہا اے حمزہ جامہ نیزہ بازی کا عربوں ہی کے دوپر قطع ہوا ہے میں اگر مرد ہوں تو تمام عمر نیزہ ہاتھ میں نہ لونگا جھنجلا کر ہاتھی اُس اعرابی کے پاس میدان میں لے گیا کہ جس کے پاس اس کا عمود رہتا تھا اور جھک کر وہ گرز اُٹھا لیا اور امیر کے برابر اپنے ہاتھی کے ہودہ میں سنبھل کر دو زانو بیٹھا اور اُس گرز کو سر سے بلند کر کے امیر پر مارا۔ جب قِران نے خداوند عظیم واجب تعظیم کو ہزار اور ایک نام سے یاد کیا اور گشتاسب پہلوان کی طرح اُس گرز کو سر پر روکا۔ لیکن اس ضرب کے لگنے سے امیر کے بال بال سے پسینہ چل نکلا اور ہڈیوں کو ایک ضرب شدید معلوم ہوئی پر حضرتِ آدم علیہ السلام کے بازو بند کی برکت سے امیر کے بازو ہرگز خم نہ ہوئے۔ لندھور نے دیکھا کہ میری ضرب سے آج تک کوئی نہ بچ سکا اور حمزہ سلامت کھڑا ہے دوسرا ضرب بہ قوتِ تمام مارا کہ امیر کو چھٹی کا دودھ زبان پر لذت دے گیا لیکن مثلِ سد سکندری اُسی طرح کھڑے رہے اور اس ضرب کو بھی روک لیا۔ تیسری مرتبہ لندھور نے اس زور سے ضرب ماری کہ اگر پہاڑ پر مارتا تو زمین میں غرق کر دیتا صاحبِ قِران نے اُسے بھی روکا لیکن ضرب سے گھوڑا امیر کا چلایا اور امیر کی حالت غش کی سی ہوئی اور بے ہوش ہو گئے اور گرد اس قدر پیدا ہوئی کہ اُس میں امیر چھپ گئے۔ لندھور نے اُسی دم نعرہ مارا کہ زدم و پست کردم کوئی اس کا ہے تو آئے اور غربال میں چھان کر مجھے ایک کرچ دکھائے۔ جب اُس نے یہ کہا تو عمر نے حضرتِ خضر علیہ السلام کا شکیزہ شانے پر اُٹھایا اور اُس خاک پر چھڑکا اور امیر کے پاس آکر امیر کی رانیں اور کمر مل کر کہنے لگا اے شہر یار عالی مقدار اگر جیتا ہے تو جواب دے اور اگر مر گیا تو یاد اللہ وعدۂ ما وشما بروزِ قیامت اُفتاد۔ اس کی آواز سے امیر کو ہوش آیا دیکھا تو گھوڑے کے پاؤں میخ کی مانند زمین میں گڑے ہیں تب حضرت داود علیہ السلام کا تازیانہ نکال کر گھوڑے کی پیٹھ پر لگایا وہ زور کر کے زمین سے جدا ہوا اور لندھور کی طرف چلا۔ صاحبِ قِران نے کہا اے خسرو کہا زوی و پست کردی تو نہیں جانتا کہ تیری جان کا ملک الموت حاضر ہے ؂

جنگ کرنا امیر حمزہ کا لندھور فیل میمونہ سوار خسرو ہند

سرانديپ سے اور عالم کشتی میں برابر رہنا اور بادشاہ لندھور نے امیر کی اطاعت قبول کرنا



جب خدا اس سے بچا دیگا تب ایک ضرب میں بھی کرونگا۔ لندھور اُس وقت ہاتھی سے اتر کر ایک بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوا اور تلوار جواہر دار مانند عطارد دشمن کش بے حجاب مثلِ پارۂ سیماب کمر سے نکال کر امیر کے سر پر لگائی۔ امیر نے اس تلوار کو سپر ابریشم ہفت رنگ قبۂ مرصع پر روکا اور بزورِ بازو و فہمِ سپاہ گری سے رد کیا اور کہا اے لندھور بیت

تو ضرب بے زدی ضربِ ما نوش کن　　　غمِ ہر دو عالم فراموش کن

نوبت تو گذشت و نوبت ما رسید خبردار رہیو یہ نہ کہنا کہ خبر نہ کی۔ یہ کہہ کر کمر سے پرچۂ الماس تیغ صمصام کو نکال کر اور رکاب سے رکاب ملا کر سینہ کے زور سے اور بازو کی قوت سے مانند برقِ رعد خسرو کے سر پر لگائی وہ بھی سپر فولادی پر روکا چاہتا تھا کہ رد کرے تلوار نے سپر کو مثل قالب پنیر تر کے قلم کیا۔ اور اُس کے خود سے پھسل کر گھوڑے کی گردن پر پڑی جس کا سر دھڑ سے جدا ہو کر زمین پر جا گرا اور لندھور سنبھل کر گھوڑے سے جدا ہوا اور پیدل تلوار نکال کر امیر پر دوڑا۔ امیر نے خیال کیا کہ ایسا نہ ہو کہ گھوڑے کو کہیں زخمی کرے آپ بھی گھوڑے سے جدا ہوا اور اُس کے ہاتھ سے تلوار پکڑ کر چھین لی

اُس نے امیر کی گردن و کمر میں ہاتھ ڈالا اور دونوں میں کشتی ہونے لگی اور دونوں میں تمام روز کشتی ہؤا کی نہ این را ظفر نہ آن را خطر کبھی لندھور امیر کو چالیس پچاس قدم پیچھے لے جاتا اور کبھی امیر اُس کو لیجاتے۔ جب شام نزدیک آئی لندھور نے اپنی فوج میں روشنی کا حکم دیا اور امیر نے بھی اپنے لشکر میں ارشاد کیا کہ روشنی کریں۔ غرض دونوں لشکروں میں روشنی ہوئی اور ان میں کشتی ہؤا کی۔ راوی اس داستان کو یوں بیان کرتا ہے کہ امیر اور لندھور میں تین شبانہ روز کشتی ہؤا کی اور بعضے کہتے ہیں کہ ساتویں روز امیر نے لندھور کو سر سے بلند کیا اور بعضے کہتے ہیں کہ سر سے بلند نہ ہو سکا برابر چھاتی کے لائے۔ غرض ناچار ہو کر امیر نے لندھور کو چھوڑ دیا اور خنجر نکال کر چاہا کہ اپنے تئیں مار ڈالیں چونکہ لندھور منصف اور رحم دل اور خدا ترس تھا دوڑ کر امیر کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا آپ کیا کرتے ہیں خداوند تعالیٰ نے آپ ہی کو ایسا پیدا کیا ہے ورنہ کس میں یہ زور ہے کہ مجھ کو ہلاوے اور میرا لنگر زمین سے اُکھاڑے میں نے آپ کی اطاعت قبول کی آپ اس بندے کو اپنے ملازموں میں ایک گنئے۔ امیر نے خسرو ہندوستان کو چھاتی سے لگایا اور عذر و معذرت کر کے ایسے خوش ہوئے کہ گویا سات زمانے کی بادشاہت ملی۔ امیر نے فرمایا اے شاہ ہند مجھے بڑی تمنا ہے کہ تم میرے ہمراہ نوشیرواں کے پاس ایران میں چلو تا کہ میری آبرو قایم رہے۔ جواب دیا جو ارشاد کیجئے گا بندہ بسر و چشم قبول کریگا اور جو فرمائیگا بجا لائیگا۔ یہ کہہ کر اُسی وقت اپنے لشکر کے تمام سرداروں کو بُلایا اور امیر کی ملازمت کروائی۔ امیر اُس کے ہر پہلوان سے بغل گیر ہوئے اور لندھور کو لے کر طبل شادمانی و رضامندی بجواتے ہوئے اپنے اپنے مکانوں میں جا کر آسودہ ہوئے اور سب نے آرام کیا۔ دو تین دن کے بعد صاحب قران نے جشن فرمایا اور لندھور بھی مع اپنے تمام سردار و اُمرا و وزرا امیر کی بارگاہ دانائی میں تشریف لائے اور صحبت کی بزم آراستہ ہوئی اور شراب ارغوانی کا جام چلنے لگا۔ اس بزم صحبت میں امیر کو مہرنگار کا تصور بندھا اور آنکھوں میں بے اختیار آنسو بھر لائے اور عمر کی طرف دیکھ کر فرمایا اے بابا جی چاہتا ہے کہ تو اس وقت کچھ گا کہ اپنے معشوق کی یاد میں دل بھر آیا ہے۔ عمر دو زانو ہو کر روبرو آ بیٹھا اور قانون کی سروں کو درست کر کے اُنگلیوں پر مضراب چڑھائی اور بجانا شروع کیا پہلے ہاتھ سے راگ کا سماں عالم جذب دکھلا کر ایک غزل دلچسپ گائی کہ تمام مجلس کو وجد کی سی حالت ہوگئی۔ امیر بھی جذب روئے اور عمر سے نہایت خوش ہوئے۔ فرمایا اے عمر ہم نے جو یہ شرط کی تھی کہ ہندوستان کی فتح ہو تو تمام صندوق زر سرخ تجھ کو

دینگے آج اسی وقت ستر صندوق زر سرخ کے جن میں بارہ ہزار من ہیں تجھے بخشتے منگوا اور عمر اُٹھ کر آداب بجا لایا۔ لندھور نے بھی اُس کے گانے سے کمال محظوظ ہو کر ویسے ہی ستر صندوق عمر کو انعام دیے اور تمام مال و خزانے کی کنجیاں امیر کے روبرو رکھ دیں اور چالیس ہاتھی کوہ پیکر اور تمام ہندوستانی تحایف اور تمام سلاح خانہ و فراش خانہ و اصطبل نذر گذرانے اور قریب دو پہر کے خاصہ تناول فرمایا۔ بعد دستر خوان اُٹھنے کے خواصوں نے خاصدان لا کر حاضر کیا۔ امیر اور لندھور ہم نمک ہوئے۔ بعد دو پہر خسرو نے اُٹھ کر عرض کی کہ خانہ زاد امیدوار ہے کہ خداوند اس کمترین کے بیت الحزن میں تشریف فرما کر اُس مکان کو منور فرماویں اور اس کمترین کی ضیافت قبول کریں۔ فرمایا بسر و چشم۔ تب لندھور رخصت ہو کر اپنے شہر میں گیا اور سات روز تک امیر کے جشن کی تیاری کی اور آٹھویں دن سوار ہو کر لشکر ظفر اثر میں گیا اور امیر کو مع تمام سرداران خورد و کلاں اپنے ہمراہ لے کر اپنے لشکر ظفر اثر کی طرف روانہ ہوا۔ اور امیر کے لشکر کی حفاظت کیلئے صرف پہلوان عادی پیچھے رہا۔ جب امیر کی سواری چلی تو امیر کے لشکر سے لندھور کے لشکر تک مخمل اور زر بفت کا پا انداز بچھایا تھا اور امیر کے سر پر زر سرخ اور سفید نثار کرتا جاتا تھا۔ غرض اسی طرح سے امیر کو اپنی بارگاہ میں لے گیا اور تمام سرداروں سے نذریں دلوائیں۔ امیر ایک تخت جواہر پر بیٹھے اور اس بارگاہ کو ایسا دیکھا کہ بارگاہِ نوشیروانی بھی اس کی برابری نہیں کر سکتی تھی اور جتنے جوانانِ ہندی اُس مجلس میں بیٹھے تھے اُن کو امیر نے دیکھا تو ہر ایک کی وضع نئی معلوم ہوتی تھی اور ہر ایک شخص نظروں میں دوست معلوم ہوتا تھا اور لندھور دستِ ادب باندھے ہوئے خدمتگاری میں حاضر۔ ساقیانِ ماہ خصال اور خوانندہائے خورشید جمال اپنے اپنے کام میں مشغول ہوئے اور آواز ہوش بادہ نوش کی بلند ہوئی اور لندھور نے ہر ایک خورد و کلاں کی کمال خاطرداری کی اور امیر کے لشکر میں جو جوان محافظت کو جاتا تھا دوسرے دن اُسے بُلا کر اُسے شریک کرتا تھا اور اُس کے عوض میں کسی اَور کو بھیجتا تھا۔ امیر تو مع تمام سرداران جشن میں رہے اب گستہم ناپاک کا حال ملاحظہ فرمایئے (باقی داستان شبِ فردا) ؎

اکیسویں داستان

دو شنبہ کو قصہ یہاں تک عرض کیا تھا کہ امیر جشن میں رہے اور گستہم پہلو شکستہ لندھور کے سامنے سے بھاگا اور ایک پہاڑ کے دامن میں جا کر اُترا لیکن ہر روز امیر کی خبر منگوایا کرتا تھا ایک دن عیاروں نے یہ خبر دی کہ لندھور نے کئی روز سے امیر کی مع تمام سرداروں کے

ضیافت کی ہے۔ چنانچہ آج سوائے مقبل وفادار کے لشکر میں کوئی نہیں ہے اور تمام لشکر خالی ہے۔ یہ نہایت خوش ہؤا اور مہر نگار کی دو کنیزکیں جو اپنے ہمراہ لایا ہوا تھا اور امیر نے اُن کو مہر نگار کے محل میں دیکھا ہؤا تھا اُن کو اپنے پاس بٹھلایا اور شیشے شراب کے منگا کر اُن کو منہ پر نقلی مُہر مہر نگار کی لگا کر مع ایک اشتیاق کے اُن کو لکھ کر دیا اور کہا کہ تم اپنی صورت مردوں کی بنا کر ہتھیار لگاؤ اور یہ شیشے لے کر حمزہ کے لشکر میں جاؤ۔ مقبل طلایہ میں ہے اس کو جا کر کہو کہ ہم کو مہر نگار نے حمزہ کے پاس بھیجا ہے وہ البتہ تم کو لے جائیگا پس کسی نہ کسی طرح یہ شراب امیر کو پلاؤ اور تم جلد چلی آؤ۔ لیکن اُس ولد الزنا نے اس شراب میں کئی مثقال زہر ہلاہل ایسا ملایا ہؤا تھا کہ اگر اُس کا ایک قطرہ دریا میں گرے تو اُس کنارے کی تمام مچھلیاں مر جائیں وہ شیشہ اُن کے حوالے کرکے تعلیم کیا اور اسلام کے لشکر کی طرف روانہ کیا۔ یہ دونوں بد ذاتیں گھوڑوں پر سوار اور لوازم مسافری اپنے تن سے لگا کر اُسی رات لشکر میں آئیں۔ طلایہ والوں نے اُن کو روکا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آتے ہو۔ جواب دیا کہ ہم ایراں سے آتے ہیں اور امیر کے پاس جائینگے۔ وہ لوگ ان دونوں سواروں کو مقبل کے پاس لے گئے۔ مقبل نے اُن سے پوچھا کہ تمہارے آنے کا کیا سبب ہؤا۔ کہا ہم کچھ مخفی احوال رکھتے ہیں خلوت میں کہینگے۔ مقبل نے اُن کو اپنے پاس بٹھلایا اور سب لوگوں کو کنارے کیا اور اُن کی طرف متوجہ ہؤا۔ ان دونوں نے کہا ہم مہر نگار کی کنیزکیں ہیں اور امیر ہمیں پہچانتے ہیں ملکہ نے اپنی شراب خاص شیشہ میں مُہر کرکے بھیجی ہے اور یہ خط دیا ہے اور ہم یہاں کا احوال سُن کر قافلہ سے جُدا ہو کر آئی ہیں۔ یہ سُن کر مقبل نہایت خوش ہؤا اور کئی آدمی اُن کے پاس بٹھلا کر لندھور کے لشکر کی طرف چلا اور بارگاہ میں جا کر امیر کے کان میں کچھ آہستہ سے کہا تو امیر کے سینہ میں آتش عشق مہر نگار کی مشتعل ہوئی۔ امیر نے بے اختیار کھڑے ہو کر خسرو ہندوستان سے فرمایا کہ مجلس اسی طرح رہنے دو مجھے کچھ ضروری کام ہے ایک ساعت میں آتا ہوں۔ اور عمر سے کہا کہ تم بہرے عوض خسرو ہندوستان کی خدمت میں رہو کہ ناخوش نہ ہونے پائے یہ کہہ کر تنہا مقبل کے ہمراہ سوار ہو کر لشکر میں آئے اور خیمے میں جاکر ان دونوں کو بُلوایا اور خلوت کی انہوں نے مجرا کیا اور امیر کے روبرو خط رکھ کر شیشہ گذرانا۔ امیر نے ان دونوں کو دیکھا کہ واقعی مہر نگار کی کنیزیں ہیں خط کو لے کر دیکھا اور مہر نگار کی مُہر کو بوسے دیے۔ ان دونوں نے عرض کیا کہ یہ شراب آپ کے پینے کے لئے بھیجی ہے۔ امیر نے ان شیشوں پر مُہر دیکھی کہ لگی ہے۔ ایک شیشہ کا منہ کھول کر شمع کی روشنی کی طرف ملایا اور مہر نگار کو یاد کرکے وہ شیشہ منہ سے لگایا اور پی گئے۔ جوں ہی وہ شراب حلق سے نیچے اُتری

ایک ہچکی امیر کو آئی اور گر کر بے ہوش ہو گئے۔ ان دونوں نے دیکھا کہ اس کا کام تیار ہوا تو کئی میخیں خیمہ کی اُکھاڑ کر پچھلی راہ سے بھاگیں۔ اور امیر نے یہاں ہر چند ہاتھ پاؤں مارے پر کوئی اندر نہ آیا کہ مہرنگار کی کنیزوں کے ہمراہ خدا جانے کیا باتیں کرتے ہیں۔ امیر نے یہاں تک بے قراری کی کہ قالین کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور زمین میں گڑھے پڑ گئے۔ اور وہاں لندھور نے دو ساعت دیکھا کہ امیر نہ آئے عمر سے کہا کہ خواجہ بن امیر کے مجلس بے رونق ہے چار سو تمن اپنی جوتیوں کے موم روغن کے لیئے لے اور جا کر کسی طرح سے امیر کو جلد لا۔ عمر زر کا نام سنتے ہی خسرو کا آداب بجا لا کر اپنے لشکر کی طرف روانہ ہوا اور بارگاہ کے دروازے پر جا کر دیکھا کہ مقبل وفادار کئی سردار ہمراہ لیے ہوئے کرسیوں پر بیٹھا ہے۔ عمر نے جا کر پوچھا کہ صاحب قران کیا کرتے ہیں۔ مقبل نے کہا کہ مہرنگار کی کنیزیں آئی ہیں اُن سے خلوت خانہ میں کچھ باتیں کرتے ہیں۔ عمر نے کنیزکوں کا نام سنتے ہی ایک آہ ماری اور کہا اے غلام تو نے غضب کیا جان بوجھ کر اپنے خاوند کو قتل کرنے دیا یہ کہتے ہی بے تابانہ اندر گیا اور دیکھا کہ بارگاہ میں اندھیرا ہے اور امیر کی آواز نہیں آتی فتیلہ عیاری کا روشن کر کے شمعوں کو جلایا اور نظر کی تو امیر کا بدن سیاہ ہو گیا ہے اور تمام جسم پر آبلے ہو آئے ہیں اور وہ شیشہ شراب کا ٹوٹا پڑا ہے اس شراب کی جہاں تک تری پہنچی ہے تمام زمین شق ہو گئی ہے۔ عمر بارگاہ میں چاروں طرف دوڑنے اور اُن کو ڈھونڈنے لگا کہیں نہ پایا خیمہ کی میخیں اُکھڑی ہوئی دیکھ سمجھ گیا کہ اسی راہ سے بھاگی ہیں وہ آپ بھی اسی راہ سے نکلا اور اُن کے پیروں کے نشان پر چلا جب لشکر سے باہر ہوا تو دو شخص یہ کہتے ہوئے جاتے ہیں کہ خوب وقت پر آنا ہوا تھا کہ حمزہ کا کام تمام ہوا۔ عمر نے سمجھ لیا کہ یہی ہیں کمر سے خنجر نکال کر دوڑ اور نعرہ کیا او بیدینوں کہاں جاتی ہو تم نے بڑا غضب کیا یہ کہہ کر ان دونوں کے سر کاٹ ڈالے اور پھر خیمہ میں آکر مقبل کو بلایا اور کہا دیکھ کہ امیر کی یہ حالت ہوئی اب کیا کرنا چاہیئے۔ مقبل سر پیٹنے لگا کہ یہ کیا ہوا۔ عمر نے کہا خاموش ایسا نہ ہو کہ اس بات سے کوئی واقف ہو اگر خبر ہوئی تو سخت مشکل ہے تو امیر کی نگہبانی کر اور کسی کو اندر مت آنے دے جب تک میں نہ آؤں ایسا نہ ہو لشکر ہند یہ مقدمہ سن کر پھر جائے اس غرض سے میں پہلے جا کر اسکا بندوبست کرتا ہوں اور بعد اس کے امیر کے اچھا ہونے کی تدبیر ہو رہیگی۔ یہ کہہ کر اپنے لشکر سے باہر آیا اور لندھور کے پاس گیا اور زمین خدمت کی چومی اور کہا صاحب قران اس وقت کام میں ہیں نہ آسکینگے اور آپ کی خدمت میں کچھ کہلا بھیجا ہے اگر تنہا ہو جیئے تو عرض کروں لندھور اُٹھ کھڑا ہوا اور علیحدہ لے جا کر عمر سے کہا کہ کیا بات ہے۔ عمر نے کہا کہ نوشیرواں کے پاس سے ایک سردار آیا ہے اور

کہتا ہے کہ لندھور کی اطاعت کا مجھے تب اعتبار آتا ہے کہ تم اُسے دست بستہ طلب کرو۔ اور امیر نے مشورتاً یہ ارادہ کیا ہے کہ تمہیں چند روز قید میں رکھیں اگر آپ اس تکلیف کو گوارا کر سکیں تو چلئے اور اپنے ارکانِ دولت اور سردارانِ مملکت کو تاکید کریں کہ کوئی اس بات سے آزردہ خاطر نہ ہو۔ لندھور نے کہا اے عمر یہ کیا بات اگر امیر سر طلب کریں تو بھی حاضر ہے باہر آکر اپنے سرداروں کو سمجھایا اور اپنے ہاتھ باندھ کر فیلِ میمونہ مبارک پر سوار ہو کر لشکر اسلام میں آیا۔ عمر نے دیوان خانے میں بٹھلا کر کھانا کھلایا اور شراب پلائی اس میں دوائے بے ہوشی ملی ہوئی تھی پیتے ہی لندھور بے ہوش ہوا۔ عمر نے طوق و زنجیر ڈال کر صندوق میں مقفل کیا اور اُسی وقت لشکر کو لے کر کوہِ سرانديپ کے اوپر گیا کہ فوج ہند شورش نہ کرے اور کئی ہزار تیر انداز لشکر کی محافظت کو بٹھلائے۔ اور سرداران ہند بھی جمع ہو کر پہاڑ کے دامن میں اترے چونکہ لندھور نے ان سب کو سوگند دی تھی کہ اگر مجھ کو مار بھی ڈالیں پر تم نے ان کے لشکر سے بے ادبی نہ کرنا اس لئے کوئی کچھ حرکت نہ کرتا تھا۔ عمر نے سب کو پہاڑ پر ہوشیاری سے بٹھلا کر تقید کیا اور آپ پہاڑ سے نیچے اُتر کر ایک طرف کو روانہ ہوا کہ کوئی قلعہ مستحکم ہاتھ آئے اور لشکر کو اُس میں لے جا رکھے تاکہ فوج ہند کوئی بے جا حرکت نہ کر سکے اسی خیال میں ایک جنگل کی طرف چار ایک کوس راہ دیکھنے لگا اور دیکھا کہ اس صحرا سے دو سوار سردار وضع گھوڑے اُٹھائے چلے آتے ہیں۔ عمر ان کو دیکھ کر ایک پتھر کے نیچے جا چھپا کہ وہ سوار بھی وہیں آ کھڑے ہوئے اور کہا یہیں پتھر کے نیچے چھپا ہے۔ عمر نے کہا یہ غضب ہؤا کہ میں تو ان کو دیکھ کر چھپا اور یہ کہتے ہیں کہ عمر یہیں ہے۔ پھر وہ نزدیک آکر کہنے لگے کہ اے عمر فرمانا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جھوٹا نہیں ہے پتھر کے نیچے سے نکل اور جی کو تشویش میں مت ڈال۔ عمر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام سُنا تو فوراً روبرو آیا اور وہ دونوں جوان گھوڑوں سے اُتر کر عمر سے بغل گیر ہوئے۔ عمر نے پوچھا آپ کون ہیں۔ کہا ہم شہپال ہندی کے بیٹے صابر و صبور نام ہیں ہمارا باپ ظاہرا مسلمان ہے اور در پردہ بتوں کی پرستش کرتا ہے اور لندھور کا جانی دشمن ہے اور رات کو امیر کے زہر پینے کا حال سُن کر تمہیں کی مدد کو گیا ہے کہ اُسے قلعہ میں لے آئے مگر ہم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں مسلمان کیا اور تمہارا نام و نشانی دے کہ ہم کو بھیجا ہے آپ اُس قلعہ میں اپنا لشکر جلد لے جائیں کہ امیر وہاں شفا پائینگے۔ عمر نہایت خوش ہوا اور اُن دونوں کو ساتھ لے کر کوہِ سرانديپ پر گیا اور امیر کو محافہ میں سوار کرا کر دو پہر کے وقت اُس پہاڑ سے اُتر کر صبور و صابر کے قلعہ میں لے آیا صبح کو یہ خبر سرداران ہند نے بھی پائی اور وہاں سے کوچ کر کے قلعہ کے پاس آ اُترے۔

عمر نے قلعہ کو تیار کیا اور چاروں طرف ضربیں لگا کر مضبوط کیا اور سپاہیوں کو برجوں اور فصیلوں پر جا بہ جا بٹھایا۔ اس سے خاطر جمع کر کے صبور و صابرہ سے کہا کہ اب امیر کے بچنے کی فکر کرنی چاہئے کہ اُنہیں زہر کھائے ہوئے آج تیسرا دن ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ سوائے اس کے اور کوئی علاج نظر نہیں آتا کہ یہاں سے دس دن کی راہ پر ایک جزیرہ ہے جسے ناردن کہتے ہیں وہاں ایک حکیم اقلیمون نام سے افلاطونِ زمانہ رہتا ہے ہم اُس کو خط لکھ دیتے ہیں اگر تم جا کر اُس کو لاؤ تو البتہ امیر کو شفا ہو۔ عمر نے خیال کیا کہ دس روز جانے اور دس روز آنے اور پانچ روز حکیم جی کے چلنے کی تیاری میں گویا پچیس ۲۵ روز ہوئے اتنے عرصہ تک امیر کی زندگانی کاہے کو رہیگی۔ پھر جی میں کہا جانا ضرور ہے اُن سے خط لیا۔ اور داراب نے کہا اے عمر کسی سواری کی تلاش کیا چاہئے کیونکہ بہت دور جانا ہے۔ عمر نے کہا اگر مجھے سواری درکار تھی تو گھر سے کیوں نکلا میں مرد عیار پیشہ پیادہ رو ہوں مجھے سواری سے کیا کام ہے داراب نے کہا میں نے تمہیں ناتوان دیکھ کر کہا تھا معاف کرو۔ جب ایک پہر دن رہا عمر نے جی میں کہا کہ اگر داراب کے ساتھ جائیگا تو وہی دس دن میں پہنچیگا اکیلا ہی جانا چاہئے۔ یہ خیال کر کے وہ ایک درخت کے نیچے آ کر کھڑا ہوا اور۔ داراب سے کہا آؤ کچھ کھاویں اور ساتھ یہ بھی پوچھتا رہا کہ آگے کیا کیا بستی ہے اور کیسے کیسے دریا ملینگے۔ اُس نے کہا اب آگے نہ کوئی پہاڑ ہے نہ دریا نہ تالاب کچھ نہیں ہے یہ سیدھی راہ ہے جب وہ جزیرہ نزدیک رہیگا تو اس راہ میں داہنی طرف ایک گاؤں ملیگا اُس کے اندر جائینگے وہاں سے ایک روز کے بعد ایک دریا ملیگا چار کوس کا راستہ ہے اُس دریا کے پار وہ جزیرہ ہے اور وہاں ملاح رہتے ہیں اُن کو کچھ دے کر کشتی پر سوار ہو کر پار اُترینگے اور حکیم اقلیمون کے پاس جائینگے۔ عمر نے یہ سب سُنکر ذہن نشین کیا اور کچھ کباب بے ہوشی کے نکال کر اُسے دیے کہ وہ کھاتے ہی بے ہوش ہوا اور عمر نے اُسے درخت سے باندھا اور قدم کو تیز کر کے معجزے کے زور سے روانہ ہوا۔ شام کا وقت قریب تھا کہ اس دریا کے کنارے پہنچا اور دیکھا کہ ایک کشتی آدمیوں سے بھری ہوئی پار کو جاتی ہے اور کنارے سے دس پندرہ قدم چلی تھی یہ جست کر کے پہنچا۔ اس کشتی کے لوگ حیران ہوئے کہ یہ آسمان پر سے کون اُترا جب تیس گز کنارہ رہ گیا پھر جست کر کے خشکی میں جا رہا اور ایک ہندی کی صورت بنا کر اس جزیرہ کی بستی کی طرف چلا اندر جا کر دیکھا تو کوچہ و بازار میں ہر طرف چراغان کی روشنی ہے اور ہند کا سب سودا بک رہا ہے۔ عمر نے ایک شخص سے پوچھا کہ حکیم اقلیمون کا مکان کونسا ہے اُس نے کہا کہ اس بستی کے حاکم وہی ہیں وہ بڑا سا دروازہ جہاں بہت سے لوگ بیٹھے ہیں وہی ہے۔ عمر نے اُس دروازے پر جا کر آدمیوں سے کہا

کہ حکیم صاحب کو خبر دو کہ ایک قاصد صابر وصبور کے پاس سے آیا ہے۔ نفروں نے خبر کی اور اقلیمون نے بلوا کر وہ خط لیا اور پڑھا۔ اس میں لکھا تھا کہ آپ جلد تشریف لادیں اگر حمزہ کو شفا ہوئی تو ہم بہت سے جواہرات دینگے۔ اس مضمون سے حکیم نہایت ناخوش ہوا۔ اور کہا یہ کیا لکھا ہے میں ضرور ہی چلتا لیکن اب نہ جاؤنگا لوگ کہینگے طمع سے گیا ہیں بے پروا آدمی ایسی چیزوں سے غرض نہیں رکھتا جا کر کہہ کہ میں نہیں آنیکا۔ عمر نے کہا اُن سے قصور ہوا آپ اس بات کا خیال نہ کریں تشریف لے چلیں۔ حکیم نے کہا اے مردک تجھے اس بات سے کیا جو کچھ کہا جا کر کہہ تو دخل در معقولات کیوں کرتا ہے۔ عمر کچھ کہا چاہتا تھا کہ حکیم نے اپنے غلاموں سے کہا کہ اسے گردنی دے کر نکال دو۔ غلام چاروں طرف سے دوڑے۔ عمر نے دیکھا کہ یہ غضب ہوا تب منت کرنی شروع کی کہ میں راہ کا بہت تھکا ماندہ اور بھوکا ہوں اگر حکم ہو تو رات بھر یہیں پڑا رہوں صبح کو چلا جاؤنگا۔ حکیم کو اُس پر ترس آیا اور ایک غلام کو کہا کہ اسے باورچی خانہ میں لے جا کچھ کھلا اور وہیں سلا۔ عمر نے باورچی خانہ میں جا کر کھانا کھایا اور دیکھا کہ حکیم کے ناشتے کے لیئے اُستاد نہاری تیار کر رہا ہے۔ عمر نے اُسے کنارے بُلا کر کچھ نقل بے ہوشی ملے ہوئے کھلائے اور باتوں میں لگایا جب وہ بے ہوش ہوا تو عمر نے ایک گڑھا کھودا اور اُس میں اُسے گاڑ دیا اور آپ اُس کی صورت بنا کر پکانے لگا رات گذری۔ جب صبح کا وقت ہوا تو حکیم نے کھانا طلب کیا۔ عمر نے سب کھانوں میں دوائے بے ہوشی ڈالی ہوئی تھی خوان اُٹھوا کر شاگردوں کو ساتھ لے کر گیا اور کھلایا۔ اس روز عمر نے سب شاگردوں کو کھلایا ایک ساعت نہ گذری تھی کہ سب بے ہوش ہوگئے۔ عمر نے چادر عیاری کو بچھا کر اُس میں حکیم کو لٹایا اور اُس کی نشست گاہ کا کل اسباب مع کتب خانہ اور نقد وجنس اُس میں رکھ لیا اور ایک پشتارہ باندھ کر پیٹھ پر اُٹھایا اور ایک کاغذ پر حکیم کی مہر کر کے راہ داری کا پروانہ لکھا اور چل دیا۔ دریا کے کنارے آکر پروانہ ملاح کو دیا اُس نے اُسی وقت اُسے پار کر دیا۔ عمر مثل باد صرصر روانہ ہوا اور پہر دن چڑھا تھا کہ وہاں آ پہنچا کہ جہاں داراب کو درخت سے باندھا تھا تب اُسے کھول کر ہوش میں لایا۔ جوں ہی اُس کی آنکھ کھلی تو عمر کی طرف دیکھ کر کہا کہ بہت دیر ہوئی چلو جزیرہ ناروں کو جانا ہے راہ کھوٹی ہوتی ہے۔ جب عمر نے حکیم کے لانے کا احوال ظاہر کیا تو اُس کے ہوش اُڑ گئے اور عمر کے قدموں پر گر پڑا اور شاگرد ہوا۔ پھر دونوں باہم ملکر چلے

بائیسویں داستان

دو غنچہ کو قصہ بیاں تک عرض کیا تھا کہ داراب کو عمر ہمراہ لے کر امیر کی طرف چلا اور قلعہ کے

جا کر دیکھا تو ایک عجب طرح کا ہجوم ہے کہ قلعہ کی ایک طرف سرداران لندھور فوج لیئے ہوئے تیار ہیں اور دوسری طرف شہپال ہندی گستہم کو لے کر قلعہ سے باہر لڑ رہا ہے۔ عمر نے اندر جانے کی راہ کسی طرف سے نہ پائی تب داراب کو وہیں ٹھیرا کر اور لوگوں کی آنکھ بچا کر قلعہ کے پاس پہنچا اور کمند کو ایک برج سے مستحکم کر کے اوپر چڑھا۔ قلعہ داروں نے آواز دی کہ کون ہے۔ عمر نے اپنا نام بتایا وہ چپ ہوئے۔ لیکن ایک شخص نے تیر مارا۔ عمر کے پشتارہ میں ایک طلائی دستہ تھا تیر اُس پہ آ لگا بارے عمر قلعہ پہ پہنچ گیا اور حکیم کے لانے کا احوال صابر و صبور سے کہا وہ دونوں نہایت خوش ہوئے۔ رات تو گذری۔ صبح کو جتنا کہ اسباب حکیم کا لایا تھا اُس کے گرد چن دیا اور اُسے ہوش میں لایا اور آپ اُسی طرح پیادہ کی صورت بن کر روبرو کھڑا ہوا اور کہا حکیم صاحب صابر و صبور آپ کی راہ دیکھتے ہونگے تشریف لے چلیئے۔ وہ نہایت برہم ہوا اور پکارا ارے کوئی ہے اس بے ادب کو مار کر نکال دو۔ ہر چند پکارا کسی نے جواب نہ دیا۔ جب تو چاروں طرف دیکھنے لگا پھر غور سے دیکھا تو یہ وہ مکان نہیں ہے اور ہے۔ عمر کے احوال سے حکیم واقف تھا سمجھ لیا کہ عمر مجھے لایا ہے کہا اے خواجہ اگر تو اپنے آپ کو وہاں ظاہر کرتا تو میں آنے میں ہرگز انکار نہ کرتا۔ عمر نے کہا اب بھی میں آپ کا زیر بارِ احسان ہوں حمزہ کی کچھ فکر کیا چاہئے کہ زہر دفع ہو۔ حکیم نے امیر کو دیکھا اور بے اختیار نعرہ آہ مار کر رونے لگا اور کہا اے عمر حمزہ کا علاج تمام جہان میں نہیں ہے سوائے نوشیرواں کے کہ اس کی میراث میں پشتوں سے چلا آتا ہے اُسے شاہ مُہرہ کہتے ہیں اگر وہ آئے تو حمزہ کو شفا ہو۔ عمر روتا ہوا باہر نکلا اور مدائن کا ارادہ کر کے قلعہ کے دروازے پر آیا وہاں مقبل نے کھڑا رہ کر کہ عمر سے کہا اے خواجہ کہو حکیم نے کیا علاج کیا۔ کہا اے مقبل کیا بتاؤں کہ اس محنت سے جا کر میں حکیم لایا اور وہ اب کہتا ہے اگر مدائن سے شاہ مُہرہ آئے تو امیر کا زہر اُترے۔ مقبل سن کر چپ ہو رہا۔ جب عمر آگے بڑھا تو مقبل نے کہا اے خواجہ تو اگر مدائن میں جائے تو شہر کے دروازے کے پاس ایک بڑھیا رہتی ہے اُسے میری طرف سے سلام کہنا۔ عمر کو اس بات سے غصہ آیا پھر کر مقبل کے برابر آیا اور ایک لکڑی ایسی ماری کہ مقبل کا سر پھٹ گیا۔ مقبل نے جب مار کھائی تو کہا خواجہ خفا کیوں ہوتے ہو شاہ مُہرہ یہیں ہے عمر خفا ہوا اور کہا اے غلام تیری اجل آئی ہے کہ مجھے جانے کے وقت روکتا ہے۔ مقبل نے کہا حمزہ کے سر کی قسم میں سچ کہتا ہوں کہ بندجمہر نے میرے روبرو امیر کے پہلو میں رکھا تھا۔ عمر ہنسی اس حرکت سے شرمندہ ہوا اور مقبل کو چھاتی سے لگا کر حکیم کے پاس آیا۔ حکیم نے کہا اے عمر ابھی تو یہیں ہے شاہ مُہرہ کب آئیگا جواب دیا کہ میں لے آیا۔ اُس نے کہا کہ تم معجزہ یافتہ ہفت پیغمبر ہو تم سے دور نہیں ہے لے آئے ہونگے کہاں ہے۔ کہا امیر کے پہلو میں اُس نے نگاہ کی تو واقعی امیر کا تمام جسم سیاہ ہو رہا ہے لیکن

جہاں شاہ مُہرہ ہے وہاں کا رنگ اصلی ہے نہایت خوش ہوا اور طلائی اُسترے سے چیر کر اُسے نکالا اور کہا کہ شاہ مُہرہ یہی ہے اسی کے سبب سے امیر کی زندگی ہوئی ورنہ چار دن میں کام تمام ہوا ہوتا اب دودھ منگاؤ۔ غرض کئی ناند دودھ سے بھروا کر رکھیں۔ اس شاہ مُہرہ میں ایک سوراخ تھا حکیم نے اُس میں ریشم کا ڈورہ ڈال کر امیر کے حلق میں اُتارا اور ایک ساعت کے بعد نکال کر دودھ میں ڈالا تو وہ دودھ فالودہ کی مثال بن کر جم گیا۔ پھر اُس مُہرے کو اُسی طرح صاحب قران کے مُنہ میں رکھا غرض اسی طرح پانچویں ناند کا دودھ تو جم گیا اور چھٹی ناند میں کم اثر کیا حکیم خوش ہوا اور ایک کُتے کو دودھ پلایا وہ پیتے ہی مر گیا۔ اسی طرح مُہرے کو امیر کے حلق میں سے نکال کر دودھ میں ڈالتے اور اور کُتوں کو پلاتے رہے کُتے مر جاتے تھے۔ جب کُتوں کا مرنا موقوف ہوا تو دو تین مرتبہ مُہرہ دودھ میں اور بدلا گیا تو امیر کو چھینک آئی اور آنکھیں کھول کر کہا اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِین۔ سب حاضرین مجلس کو عجب طرح کی خوشی ہوئی۔ حکیم نے امیر کو کتان کی چادریں اُڑھائیں کہ پسینہ بہ نکلے اور گائے کے دودھ میں مصری اور گلاب ڈال شربت بنا کے امیر کو پلایا۔ اور حکیم نے سب کو منع کر دیا تھا کہ امیر کے سامنے کوئی شخص زہر کا نام نہ لے۔ دوسرے روز امیر نے کھانا طلب کیا امیر کو شولہ کھلایا گیا اور وہ تکیہ سے لگ کر بیٹھے اور عمر کو فرمایا کہ خسرو کہاں ہے اور یہ شخص کون ہے اور میں اس طرح بیمار کی صورت میں کیوں ہوں عرض کیا سب حاضر ہیں اور یہ شخص حکیم ہے راہ کی ماندگی سے آپ کی طبیعت کچھ علیل ہوگئی تھی یہ معالج ہیں آپ کو صحت ہوئی ہے۔ فرمایا جاؤ اور ہمارے سرداروں کو لے آؤ۔ عمر اُنہیں بُلا لایا اور سب نے آکر مجرا کیا اور دعا دی اور اپنی قدر و منزلت کے موافق ہر ایک نے امیر پر سے زر و مال نثار کیا اور پہلوان ہادی کے مُنہ سے بے اختیار یہ نکلا کہ اُن بد ذاتوں کو میرے آقا نے زہر دیا تھا لیکن خدا نے فضل کیا کہ شفا ہوئی۔ امیر زہر کا نام سُنتے ہی کانپ گئے اور غش آگیا اور اس غش میں پسینہ خوب چل نکلا عمر نے ہادی سے کہا اے کمبخت اس وقت زہر کا نام کیوں لیا۔ حکیم نے کہا اسے کچھ نہ کہو کہ اس بات سے امیر کو عرق آگیا ہے۔ امیر اُٹھ کر بیٹھے اور عمر سے کہا خسرو ہندوستان کو بُلا کہ اُس کے دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ عمر نے جا کر لندھور کو ہوش کا دوا دے کر قید سے چھڑایا اور کہا امیر نے بُلایا ہے۔ لندھور نے کہا وہ جو نوشیرواں کے پاس سے آیا تھا وہ ہے یا گیا۔ عمر نے کہا وہ بات غلط تھی امیر کو دشمنوں نے زہر دیا تھا اور میں نے مارے دہشت کے تم کو قید کیا تھا کہ سرکشی نہ کرو امیر کو اس بات کی خبر نہیں وہ اگر سُنینگے تو مجھ سے آزردہ ہونگے امیدوار ہوں کہ امیر اس احوال سے واقف نہ ہوں لندھور نے قبول کیا اور حمام میں غسل کر کے پوشاک پہنی اور سوار ہو کر عمر کے ہمراہ صاحب قران کے پاس گیا۔ امیر نے کہا بھائی تم کہاں تھے۔ عرض کی کہ لشکر میں تھا۔ تب اس سے باتیں کرنے لگے۔ عمر نے صبور اور صابر کو بُلا کر ان سے ملازمت کروائی۔ امیر نے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ کہا کہ

یہ شہپال ہندی کے بیٹے ہیں ان کے سبب سے خدا نے آپ کو آرام دیا ورنہ آرام مشکل تھا کہ قلعہ کے باہر شہپال گستھم کو لے کر لڑائی کر رہا ہے۔ وہیں لندھور نے یہ بات سنی تو آگ ہو گیا اور کہا میں اس گرزِ گراں بار سے ان سب کا کام تمام کرتا ہوں۔ امیر نے منع کیا کہ تم اُن پر ارادہ مت کرو وہاں سمجھ لونگا۔ لندھور امیر کے اس فرمانے سے چپ ہو رہا اور اپنے لشکر کے تمام سرداروں کو اندر بُلوالیا اور لشکر سے کہا کہ وہیں راہ پر قایم رہیں۔ قلعہ کے باہر شہپال نے لڑائی ڈال رکھی تھی چاہتا تھا کہ قلعہ کو فتح کرے ہرگز ہاتھ نہ آتا تھا اور صبور و صابر بھی قلعہ داری میں مستعد تھے۔ تب شہپال نے ناچار ہو کر گستھم سے کہا کہ سوائے اس کے اور کوئی تدبیر معلوم نہیں ہوتی کہ میں تخت پر سوار ہوتا ہوں تم میرے تخت کو قلعہ کے دروازے پر لے چلو اور سپاہ تخت کے پیچھے پیچھے آئے مجھے دیکھ کر کوئی نہیں لڑیگا تب فوجی لوگ دروازے کو توڑ ڈالیں اور اندر گھس جائیں۔ گستھم نے کہا اس سے بہتر واقعی کوئی تدبیر نہیں۔ شہپال اسی طرح سوار ہؤا اور قلعہ کی طرف چلا اور کہا دروازہ کھول دو۔ صابر جو بڑا بھائی تھا اُس نے پکارا کہ اس خیال کو جی سے اُٹھا دو قلعہ ہاتھ نہیں آئیگا البتہ اگر مسلمان ہو کر امیر کی اطاعت قبول کرے تو ہاتھ آئیگا۔ وہ یہ بات سُن کر بے اختیار قہقہہ مار کر ہنسا اور نزدیک گیا۔ صابر نے اُس وقت ایک تیر کمان سے چھوڑ کر اُس کے سینے میں ایسا مارا کہ پار ہو گیا اور مر کر تخت سے نیچے گرا اور لوگ اُس کے مُردے کو اُٹھا کر لے بھاگے۔ گستھم نے جو یہ احوال دیکھا تو اپنی فوج لے کر قلعہ توڑنے کو چلا عمر نے یہ مقدمہ دیکھ کر امیر کو خبر کی کہ صابر نے اس طرح اپنے باپ کو مارا اب گستھم برسرِ جنگ ہے اور چاہتا ہے کہ اس حصار کو توڑے۔ فرمایا تم دروازے پر جا کر میری طرف سے کہہ کہ میں شاہ کشور کی طرف سے تیری رعایت کرتا ہوں اور تو اپنی بد ذاتی نہیں چھوڑتا جان کو سلامت لے کر چلا جا نہیں تو سزا پائیگا۔ ایسا ہی عمر نے جا کر اُس سے کہا۔ وہ ہنسا اور کہا او ساربان زادہ تو مجھ سے عیاری کرتا ہے حمزہ کو مرے مدت ہوئی اب وہ کہاں ہے۔ عمر نے کہا او قحبہ زادے اپنی زبان کی باگ سنبھال تو اُس پر سے تصدق ہو کر مریگا وہ سلامت ہیں اور کوئی دن کو مداین چلتے ہیں۔ اُس نے کہا اگر یہ سچ ہے تو مجھ میں اور امیر میں ایک رازِ مخفی ہے وہ پوچھ آ۔ عمر اس بات سے نہایت آزردہ ہؤا کہ حمزہ دشمنوں سے تو رازِ مخفی رکھتے ہیں اور مجھے اُس کی خبر بھی نہیں جا کر امیر سے کہا کہ وہ ایسا کہتا ہے۔ فرمایا جس روز بہرام گرد خاقانِ چین کو وہ نوشیرواں کے یہاں لایا تھا میں بھی اُسکے استقبال کو گیا تھا اور بختک کے کہنے سے اُس نے مجھ سے زور آزمائی کی تھی بعد اُس کے بغل گیری کے وقت میں نے بھی زور کیا تھا کہ اُس کے تین گوز متواتر صادر ہوئے تھے اور اُس وقت اُس نے مجھ سے کہا تھا کہ تم مردانِ عالم سے ہو یہ راز کسی سے

ظاہر نہ کرنا اور آپ کے درمیان میں یہ نشان رہے وہ راز یہی ہے۔ عمر سُن کر ہنسا اور پھر دروازہ پر گیا اور اُس سے کہا امیر کہتے ہیں کہ اگلی مرتبہ تو تُونے یاد دیا تھا اب بلاشبہ ہگ دیگا۔ یہ کلمہ سُنتے ہی وہ سمجھ گیا کہ امیر زندہ ہے ٹھیر نہ سکا اور بھاگ کر بندر سندھ کی طرف روانہ ہوا۔ اور وہاں جا کر اس قحبہ زادے نے عجب طرح کا فساد برپا کیا کہ آدمی کے دو سر منگا کر اُن کے چمڑے اُتار لیئے اور ان چمڑوں میں گھانس بھر کر تیار کیئے اور ایک عرضی شاہ ہفت کشور نوشیرواں کو اس مضمون کی لکھی کہ حمزہ لندھور سے لڑنے کو آیا تھا اُس نے حمزہ کو بر سر میدان مارا اور اُس کا سر کاٹ کر قلعہ کے دروازے پر لٹکوا دیا۔ میں نے لندھور کو مارا اور اس سر کاٹ کر حمزہ کے سر کے ساتھ حضور میں بھیجا ہے آگے جو ارشاد ہو اور ایک خط بختک کو لکھا کہ یہ سر جعلی ہیں اور اصل یہ کہ حمزہ خسرو کو زیر کر کے ہندوستان پر متسلط ہوا ہے اور حضور میں یہ مضمون اس لیئے لکھا ہے کہ بادشاہ کو اس بات کا یقین ہو اور آپ شاہ کو ورغلا کہ مہرنگار کی شادی کسی اور سے کرا دیجئے کہ حمزہ اس بات کو سُن کر کوفت کھا کے مر جائے۔ یہ دونوں خط سر بہ مُہر مع مصنوعی سروں کے ایک سردار کے ہاتھ بادشاہ کے پاس بھیجے۔ جب یہ عریضہ اور دونوں سر بادشاہ کے حضور میں پہنچے اور بادشاہ نے مضمون سُنا تو اُن سروں کو دیکھ کر آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور بزرجمہر کو طلب کر کے کہا کہ کیا حمزہ پر یہ واردات گذری افسوس ایسا شخص ملنا جائے۔ بزرجمہر نے عرض کی کہ امیر کے طالع میں البتہ سختی تو ہے لیکن آسانی نظر آتی ہے آگے غیب کا علم خدا کو ہے واللہ اعلم بالصواب (باقی داستان شب فردا)

تیئسویں داستان

دوشنبہ قصہ کو یہاں تک پہنچا تھا کہ گستہم تلقی سے بھاگ کر سندھ کو گیا۔ یہاں امیر بھی قلعہ سے باہر نکلے اور لشکر آراستہ کیا اور لندھور سے کہا کہ اب ہمیں بادشاہ کی خدمت میں جلد جانا بہتر ہے تم کیا کہتے ہو۔ عرض کی کہ یہاں کی بادشاہت مجھے آپ مختار ہیں بندے کو اس سے کچھ کام نہیں رکاب سعادت میں حاضر ہوں۔ فرمایا ہم کو تمہاری دوستی سے یہ خوشی حاصل ہوئی کہ گویا تمام زمانے کی سلطنت مل گئی یہاں کی تاج داری تمہیں کو مبارک ہو لیکن ہمارا جی یہی چاہتا ہے کہ ہم اور تم باہم چلیں تم یہ کام کرو کہ اپنی طرف سے کسی شخص کو یہاں مقرر کرو کہ تمہارا نائب ہو کر رہے اور تم شاہ ہفت کشور کے لیئے سوغات اور تحائف لے کر مع اپنے تمام سرداروں کے چلو۔ لندھور نے قبول کیا اور چیپی پور ہندی کو سراندیپ میں بادشاہ کیا۔ امیر نے بھی اُس روز صابر و صبور کو ان کے باپ کی بادشاہت کا دمیں مختار کیا۔ اور پہلوان جاہی کو بلا کر فرمایا کہ صبح کو تم

پیش خیمہ لے کر چلو اور جہاں حکیم اقلیموں حکم دیں وہاں خیمے لگاؤ۔ صبح کو حادی پیش خیمہ لے کر روانہ ہوا۔ جس روز امیر نے ہندوستان سے کوچ کیا تھا ہوا اعتدال پر تھی۔ اور عادی نے خاص بارگاہ کا خیمہ ایک نہایت پُر کیفیت سبزہ زار میں لگایا جو دریا کے کنارہ پر تھی۔ امیر لشکر ہند ہمراہ لے کر بموجب حکم حکیم اقلیموں کے پنبہ دار محافہ میں سوار ہوئے کہ ہوا سے ایذا نہ پہنچے اور پیچھے سے علیحدہ لندھور و عمرو حکیم اقلیموں امیر کے گرد باتیں کرتے ہوئے چلے جاتے تھے کہ امیر کامل پہلے حتی کہ اپنے لشکر اور بارگاہ میں داخل ہوئے۔ غرض اُس روز وہاں مقام رہا۔ اور دوسرے دن پھر روانہ ہوئے اور منزل بہ منزل کوچ و مقام کرتے خشکی کی راہ سے ایران کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہ اب ملک بختک کا حال سُنئے کہ جب اُس کو گستہم کا خط پہنچا تو رات دن اسی فکر میں رہنے لگا کہ بادشاہ کو کسی طرح ورغلائے کہ وہ مہر نگار کا کسی اور کے ساتھ بیاہ کر دے۔ آخر خیال میں یہ بات ٹھہری کہ زوبین کا خواہر زادہ کاؤس کی اولاد میں مرزبان کا بیٹا اولاد نام نہایت لائق ہے اُس کو بلانا چاہئے بعد اُس کے آنے کے تدبیر ہو رہیگی۔ یہ سوچ کر اُس نے نامہ تیار کیا اُس میں یہ لکھا کہ شاہ ہفت کشور کی بیٹی مہر نگار حد بلوغ کو پہنچی ہے اور بادشاہ کا ارادہ ہے کہ کوئی عالی خاندان لائق شخص ہو تو اُس کے ساتھ بیٹی کی شادی کر دیں۔ چنانچہ حمزہ نام ایک شخص عربستان سے آیا تھا اُس نے بادشاہ کی دامادی کا قصد کیا تھا بادشاہ نے قبول نہ کیا غیر قوم جان کر اُسے مہم ہند پر بھیجا وہ وہاں جا کر لندھور بن سعدان کے ہاتھ سے مارا گیا تو بھی کے کاؤس کی نسل میں سے ہے جلد آؤ میں بادشاہ سے درخواست کر کے تمہاری شادی کرا دونگا یگانگی کے باعث سے یہ خبر دی ہے آگے تو مختار ہے۔ اس خط پر مُہر کر کے اپنے ایک رفیق کے ہاتھ بھیج دیا۔ جب یہ خط اولاد کے پاس پہنچا تو وہ پڑھ کر نہایت خوش ہوا اور اسباب سفر کا مہیا کر کے بہت سے تحایف ہمراہ لئے اور تیس ہزار سوار کے ساتھ کوچ کر کے اور منزل و مراحل طے کر کے چند روز میں مدائن کے نزدیک آ اترا۔ یہ خبر تمام ملک میں مشہور ہوئی۔ بختک نے جا کر بادشاہ سے عرض کیا کہ اولاد بن مرزبان کے کاؤس کا پوتا آپ کی ملازمت کو آتا ہے آپ بھی اُس کی عزت کریں اور اُس کے استقبال کے لئے کسی کو حکم دیں کہ جا کر اُسے بہ حرمت لے آئے کہ اس میں آپ کی ناموری ہے۔ غرض اُس نے ایسی باتیں کیں کہ بادشاہ نے فرمایا کہ کل ساسانی و کیامرسی و جمشیدی اُس کی پیشوائی کو جائیں یہ سب حضور کے فرمانے سے گئے اور اُسے لے آئے اور شہر سے باہر تل شادکام میں جہاں صاحبقران کا لشکر اُترتا تھا اُسے اُتارا وہ دوسرے دن شہر میں گیا اور بارگاہ کسری میں جا کر مجرا کیا اور شرط ادب بجا لایا۔ بادشاہ نے نہایت سرفرازی کی اور اُس سے خوش ہوئے۔ جب دربار کے اُٹھنے کا وقت آیا بادشاہ نے اولاد بن مرزبان کو خلعت شاہانہ اور اس کے تمام سرداروں ہمراہیوں کو انعام ادا کیا۔ جب دربار برخاست ہوا تو سب اپنے اپنے مکان کو گئے اور اولاد بھی اپنے لشکر میں گیا تو اُسی رات کو بختک نے موقع پا کر بادشاہ سے گذارش کی کہ حمزہ پر جو گذرا آپنے ملاحظہ فرمایا اب مہر نگار کی فکر کیا چاہئے کہ کسی لائق کے ساتھ نسبت ہو گستہم کو آپ نے مقرر کیا ہے وہ سمجھا ہے جو بن عروہ تا کے پہلو میں

مرد پیر کے بیٹھنے میں بہتری نہیں اس سے مناسب یہ ہے کہ اولاد اپنے یگانوں میں ہے اور اپنی قوم کا بزرگ زادہ ہے پس بہتر یہ ہے کہ اس سے عقد باندھ کر حوالے کر دیجیے۔ نوشیرواں کو یہ بات پسند آئی اور مقرر کیا۔ صبح کو مشہور کر دیا گیا کہ حمزہ ہندوستان میں لندھور کے ہاتھ سے مارا گیا اب مہرنگار کی شادی اولاد بن مرزبان کے ساتھ ہوگی۔ جو شخص اس بات کو سنتا تھا امیر کے غم میں زار زار روتا تھا۔ جب یہ خبر محل میں گئی زر انگیز بانو سن کر آنکھوں میں آنسو بھر لائی اور محل میں سب منع کیا کہ یہ احوال مہرنگار کو نہ سناتا لیکن کسی نے اس کو خبر دی۔ وہ سنتے ہی اپنے سر کے بالوں کو نوچنے اور منہ پیٹنے لگی نزدیک تھا کہ اپنے تئیں ہلاک کرے۔ خواصوں نے ملکہ زر انگیز بانو کو مہرنگار کی یہ خبر پہنچائی۔ وہ بے اختیار دوڑی آئی اور ہر چند اسے سمجھایا مگر اس کی حالت عجیب پائی کہ کسی طرح سے نہیں سمجھتی تب ایک خواجہ سرا کو بادشاہ کے پاس بھیج کر کہلایا کہ مہرنگار اپنے آپ کو ضایع کرتی ہے اس کی خبر لو نہیں تو ہاتھ سے جاتی ہے۔ بادشاہ نے اسی وقت بزرجمہر کو بلوایا اور فرمایا کہ تم جا کر مہرنگار کو سمجھاؤ اور اولاد بن مرزبان سے شادی کرنے کو راضی کرو۔ بزرجمہر بموجب حکم بادشاہ کے شبستان حرم میں گئے اور مہرنگار کو نہایت بے قرار دیکھا کہ طمانچوں سے اپنا منہ لال کر ڈالا ہے وہ بھی پاس بیٹھ کر اور اس کی حالت دیکھ کر خوب روئے اور جتنی معشوقان ماہ رو اس کے گرد بیٹھی تھیں سب روئیں۔ بعد اس کے زر انگیز بانو نے سب سے کہا کہ تم یہاں سے اٹھ کر کنارے ہو جاؤ کہ بزرجمہر تنہا بیٹھ کر سمجھائیں۔ سب کنارے ہو گئیں۔ تب خواجہ تنہائی میں مہرنگار سے باتیں کرنے لگے اور کہا اے سرو ناز تو نے اپنی یہ حالت کیا بنائی ہے۔ فرمایا اے خواجہ میں سنتی ہوں کہ امیر مارے گئے اور بادشاہ مجھے اولاد کے حوالے کیا چاہتا ہے۔ یقین جانو کہ میں اپنے تئیں مار ڈالونگی۔ بزرجمہر نے کہا آپ ایسا کام نہ کریں دشمنوں نے غل اڑایا ہے لیکن امیر کو گستہم نے زہر دیا تھا سو خدا نے اپنا فضل کیا آپ خاطر جمع رکھیں اور اولاد بن مرزبان کو ظاہر میں قبول کریں بادشاہ کی مرضی یہی ہے آپ اس سے چالیس روز کا اقرار کریں کہ اتنے دنوں میں کچھ بات نہ کرنا بعد اس کے مختار ہو خدا نے چاہا تو آج سے چالیسویں دن امیر حمزہ سے ملاقات ہوگی اتنے روز دیکھ لو بعد اس کے مختار ہو چاہے اپنے آپ کو مار ڈالنا چاہے جیتا رکھنا۔ مہرنگار اس بات سے خوش ہوئی اور کہا اگر یوں ہی ہے تو جو مناسب جانو وہ کرو۔ بزرجمہر باہر آئے اور سوار ہو کر بادشاہ کی خدمت میں گئے اور عرض کی کہ بندہ نے مہرنگار کو اس بات میں رضا مند کیا۔ بادشاہ نہایت خوش ہوا اور بزرجمہر کو خلعت مہربانی عنایت فرمایا۔ اس کے دوسرے دن اولاد بن مرزبان کو خلعت دامادی دیا اور مہرنگار سے نامزد کیا اور بختک سے فرمایا کہ مہرنگار نے قبول کیا لیکن چالیس دن کا عذر کیا ہے کہ مجھے کچھ عذر ہے بعد اس کے اولاد بن مرزبان

متصرف ہو یہ عذر گذرے تو رسم عروسی کر کے اس کے حوالہ کریں۔ سب نے اولاد بن مرزبان کو مبارکباد دی۔ جب مجلس برخاست ہوئی تو اولاد بختک کے گھر گیا۔ بختک نے اُس کی کمال درجہ کی خاطر داری کی اور کہا حمزہ جیتا ہے میں نے یہ حکمت کی ہے کہ مہر نگار تمہارے ہاتھ آئے اور حمزہ اس کوفت سے مرجائے لیکن یہ غضب ہوا کہ بادشاہ نے چالیس دن کی دیر کی ایسا نہ ہو کہ حمزہ آجائے اولاد نے کہا تم ایک کام کرو کہ صبح کو دربار سے پہلے جا کر میری طرف سے بادشاہ کی خدمت میں عرض کرو کہ وہ امیدوار ہے کہ ملکہ کو ابھی رخصت کرو یہ چالیس دن راہ میں کٹ جائینگے وہاں پہنچ کر اپنے خویش و اقربا کے روبرو شادی کرونگا کہ سب خوش ہونگے۔ بختک سے یہ کہہ کر اپنے لشکر میں گیا۔ اور یہاں صبح کو بختک نوشیرواں کے پاس گیا اور یہ باتیں سنائیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اگر وہ اسی میں راضی ہے تو مہر نگار کا جہیز اور ساتھ کا لوازمہ جدا کر دو اور ساتھ کے لوگ تیار کرو۔ بختک اس کام کے اہتمام میں مشغول ہوا اور جہاں تک ضروری اسباب تھا بار برداری پر لدوا دیا اور بارہ ہزار سوار ساسانی مہر نگار کے ہمراہ کئے کہ محافہ کے گرد رہیں اور مہر نگار کی مرضی کے بغیر کسی کو اپنے درمیان نہ آنے دیں اور ملکہ جہاں کہے وہیں خیمہ استادہ کریں اور چالیس دن کے بعد کسی بات میں اولاد سے مزاحمت نہ کریں۔ اور مہر نگار کو ایک جواہر نگار سکھپال میں سوار کر کے اولاد بن مرزبان کے حوالہ کیا۔ ایک منزل تک بادشاہ مع ملکہ زر انگیز بانو تشریف لے گئے اور وہاں سے رخصت کر کے شہر میں واپس آئے۔ اور اولاد بن مرزبان مہر نگار کو لے کر کوچ در کوچ اپنے ملک کی طرف چلا۔ ملکہ اور اولاد کے خیمہ میں تین فرسنگ کا تفاوت رہتا تھا اور جہاں مہر نگار کہتی تھی وہیں لشکر اُترتا تھا اور اس کے خیمہ کے گرد بادشاہ کے بارہ ہزار ساسانی غلام مستعد رہتے تھے کہ شہزادی کے حکم کے بغیر پرند بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ جب اُنتالیس روز گذرے اور چالیسواں دن آیا اولاد کا لشکر ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچا وہ مکان دلچسپ تھا کہا آج ہمارا لشکر یہیں اُترے کیونکہ یہ مکان بہت خوش نما ہے اور کل کا دن گذر جائے پرسوں مہر نگار کو اپنے خیمہ میں لا کر کام دل اُس سے حاصل کرونگا لیکن یہاں کئی روز مقام رہے۔ لشکر یہاں اُترا اور مجلس جشن گرم ہوئی۔ ادھر مہر نگار کی حالت عجیب طرح کی ہو رہی تھی کہ امیر کے فراق میں زار زار روتی تھی اور جی میں یہ بات ٹھیرائی کہ کل کا روز گذرے تو پرسوں زہر کھا کر مرجائے (باقی داستان شب فردا) ❋

چوبیسویں داستان

اب داستان صاحب قران کی ملاحظہ فرمایے کہ ہندوستان سے مع خسرو چلے اور کوچ و مقام کرتے

ہوئے اُسی پہاڑ کے نیچے ایک طرف آ اُترے جہاں اولاد بن مرزبان کا لشکر اُترا ہوا تھا اور اس مقام کو خاطر خواہ دیکھ کر امیر نے عمر اور لندھور سے فرمایا کہ کیا خوب صحرا ہے جو ہوا اس مکان کی اچھی معلوم ہوتی ہے ہم پانچ چار دن یہاں قیام کریںگے۔ عمر نے بموجب فرمان امیر کے منادی پہلوان کو حکم دیا کہ یہاں مقام ہوگا لب دریا سبزہ زار میں خیمے لگاؤ اور لشکر اُتارو۔ وہ دن امیر کو کمال فرحت میں گذرا۔ اور دوسرے روز صبح کو حلیم اقلیمون نے عمر سے کہا کہ اے بابا ایک بڑا آہو پکڑ لا امیر کے روبرو اُس کے کباب بنائیں اس کی بو سے امیر کو اور زیادہ فرحت ہوگی۔ عمر اس کے واسطے لشکر سے باہر نکلا اور جنگل کی طرف چلا اور ہرنوں کا ایک گلہ میدان میں چرتا ہوا نظر آیا اُن پر دوڑا وہ بھاگ کر چاروں طرف متفرق ہوگئے مگر عمر نے پہاڑ کی اُس طرف جاکر ایک کو پکڑ لیا اور اُس کے چاروں پاؤں باندھ کر ایک پتھر کے پیچھے رکھ دیا اور جی میں خیال کیا کہ ذرا اس صحرا کو دیکھئے کہ کیا لطف ہے۔ یہ تصور کرکے آگے جو بڑھا تو دیکھا کہ کسی کا لشکر اُترا ہوا ہے کہ کئی کوس زمین خیموں سے معمور ہے حیران ہوا کہ یہ کس کا لشکر ہے تب اپنی صورت بدل کر آگے گیا اور دو شخصوں کو تالاب پر کھڑے ہوئے دیکھا کہ ایک کے ہاتھ میں سونے کا آفتابہ اور دوسرے کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ ہے۔ عمر نے اُنہیں سلام کیا اور پوچھا کہ یہ کس کا لشکر ہے اور تم کون ہو۔ اُنھوں نے کہا کہ یہ لشکر اولاد بن مرزبان کا ہے اور ہم بادشاہ ہفت کشور نوشیرواں کی بیٹی مہرنگار کے غلام ہیں بادشاہ نے اپنی بیٹی مہرنگار کی شادی پہلے ایک شخص حمزہ نامے کے ساتھ ٹھہرائی تھی وہ ہندوستان میں جاکر لندھور کے ہاتھ سے مارا گیا بادشاہ اس خبر کو سُن کر نہایت غمگین ہوا آخر بختک حرامزادہ نے بادشاہ کو ورغلا کر مہرنگار کو اولاد کے حوالہ کر دیا از بس کہ وہ قبول نہ کرتی تھی مگر بزرجمہر نے اُسے کہا کہ تم خاطر جمع رکھو اور اُس کے ہمراہ جاؤ بعد چالیس روز کے تم سے اور حمزہ سے ملاقات ہوگی سو آج چالیسواں دن ہے کل مہرنگار کا ارادہ ہے کہ زہر کھا کر مر جائے کیونکہ وہ آج تک اپنی شرط سے بچی ہوئی تھی کل وہ اس پر متصرف ہوگا۔ عمر یہ سُن کر سُن ہو گیا اور دل میں کہا افسوس لیکن بزرجمہر کی پیش بندی پہ آفرین کی اور کہا تم نے واقعی عجیب بات سُنائی کہ میں نے اپنی تمام عمر میں ایسا نہ سُنا تھا اب میری بھی حکایت سنو کہ میں ایک پاؤں سے لنگڑا اور ایک ہاتھ سے اپاہج ہوں سو حکیم نے یہ دوا بتلائی ہے کہ اگر تو چاندی کے برتن میں پانی پئے تو تیرا ہاتھ اچھا ہو اور اگر سونے کے باسن میں پئے تو پاؤں اچھا ہو سو مجھے یہ کہاں میسر ہو سکتے ہیں ہاں اگر تمہاری مہربانی سے تمہارے ان دونوں برتنوں میں پانی پیوں تو شاید خدا فضل کرے اور میں تندرست ہو جاؤں جس کے ہاتھ میں چاندی کا برتن

متصرف ہو یہ عذر گذرے تو رسم عروسی کرکے اس کے حوالہ کریں۔ سب نے اولاد بن مرزبان کو مبارکباد دی۔ جب مجلس برخاست ہوئی تو اولاد بختک کے گھر گیا۔ بختک نے اُس کی کمال درجہ کی خاطر داری کی اور کہا حمزہ جیتا ہے میں نے یہ حکمت کی ہے کہ مہرنگار تمہارے ہاتھ آئے اور حمزہ اس کوفت سے مرجائے لیکن یہ غضب ہوا کہ بادشاہ نے چالیس دن کی دیر کی ایسا نہ ہو کہ حمزہ آجائے اولاد نے کہا تم ایک کام کرو کہ صبح کو دربار سے پہلے جاکر میری طرف سے بادشاہ کی خدمت میں عرض کرو کہ وہ امید وار ہے کہ ملکہ کو ابھی رخصت کردو یہ چالیس دن راہ میں کٹ جائینگے وہاں پہنچ کر اپنے خویش و اقربا کے روبرو شادی کرونگا کہ سب خوش ہونگے۔ بختک سے یہ کہہ کر اپنے لشکر میں گیا۔ اور یہاں صبح کو بختک نوشیرواں کے پاس گیا اور یہ باتیں سُنائیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اگر وہ اسی میں راضی ہے تو مہرنگار کا جہیز اور ساتھ کا لوازمہ جدا کر دو اور ساتھ کے لوگ تیار کرو۔ بختک اس کام کے اہتمام میں مشغول ہؤا اور جہاں تک ضروری اسباب تھا بار برداری پر لدوا دیا اور بارہ ہزار سوار ساسانی مہرنگار کے ہمراہ کیئے کہ محافہ کے گرد رہیں اور مہرنگار کی مرضی کے بغیر کسی کو اپنے درمیان نہ آنے دیں اور ملکہ جہاں کہے وہیں خیمہ ایستادہ کریں اور چالیس دن کے بعد کسی بات میں اولاد سے مزاحمت نہ کریں۔ اور مہرنگار کو ایک جواہر نگار سُکھپال میں سوار کرکے اولاد بن مرزبان کے حوالہ کیا۔ ایک منزل تک بادشاہ مع ملکہ زر انگیز بانو تشریف لے گئے اور وہاں سے رخصت کرکے شہر میں واپس آئے۔ اور اولاد بن مرزبان مہرنگار کو لے کر کوچ در کوچ اپنے ملک کی طرف چلا۔ ملکہ اور اولاد کے خیمہ سے تین فرسنگ کا تفاوت رہتا تھا اور جہاں مہرنگار کہتی تھی وہیں لشکر اُترتا تھا وہ اس کے خیمہ کے گرد بادشاہ کے بارہ ہزار ساسانی غلام مستعد رہتے تھے کہ شہزادی کے حکم کے بغیر پرند بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ جب اُنتالیس روز گذرے اور چالیسواں دن آیا اولاد کا لشکر ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچا وہ مکان دلچسپ تھا کہا آج ہمارا لشکر یہیں اُترے کیونکہ یہ مکان بہت خوش نما ہے اور کل کا دن گذر جائے پرسوں مہرنگار کو اپنے خیمہ میں لاکر کام دل اُس سے حاصل کرونگا لیکن یہاں کئی روز مقام رہے۔ لشکر یہاں اُترا اور مجلس جشن گرم ہوئی۔ ادھر مہرنگار کی حالت عجیب طرح کی ہو رہی تھی کہ امیر کے فراق میں زار زار روتی تھی اور جی میں یہ بات ٹھیرائی کہ کل کا روز گذرے تو پرسوں زہر کھا کر مرجائے (باقی داستان شب فردا)*

چوبیسویں داستان

اب داستان صاحب قِران کی ملاحظہ فرمایے کہ ہندوستان سے مع خسرو چلے اور کوچ و مقام کرتے

ہوئے اُسی پہاڑ کے نیچے ایک طرف آ اُترے جہاں اولاد بن مرزبان کا لشکر اُترا ہُوا تھا
اور اس مقام کو خاطر خواہ دیکھ کر امیر نے عمر اور لندھور سے فرمایا کہ کیا خوب صحرا ہے جو ہوا
اس مکان کی اچھی معلوم ہوتی ہے ہم پانچ چار دن یہاں قیام کریں گے۔ عمر نے بموجب فرمان
امیر کے عادی پہلوان کو حکم دیا کہ یہاں مقام ہوگا لب دریا سبزہ زار میں خیمے لگاؤ اور
لشکر اُتارو۔ یہ دن امیر کو کمال فرحت میں گذرا۔ اور دوسرے روز صبح کو حلیم اقلیمون نے
عمر سے کہا کہ اے بابا ایک ثبا آہو پکڑ لا امیر کے روبرو اُس کے کباب بنائیں اس کی بو سے
امیر کو اور زیادہ فرحت ہوگی۔ عمر اس کے واسطے لشکر سے باہر نکلا اور جنگل کی طرف چلا اور
ہرنوں کا ایک گلہ میدان میں چرتا ہوا نظر آیا اُن پہ دوڑا وہ بھاگ کر چاروں طرف متفرق
ہوگئے مگر عمر نے پہاڑ کی اُس طرف جا کر ایک کو پکڑ لیا اور اُس کے چاروں پاؤں باندھ کر
ایک پتھر کے پیچھے رکھ دیا اور جی میں خیال کیا کہ ذرا اس صحرا کو دیکھئے کہ کیا لطف ہے۔ یہ
تصور کر کے آگے جو بڑھا تو دیکھا کہ کسی کا لشکر اُترا ہوا ہے کہ کئی کوس زمین خیموں سے معمور ہے
حیران ہوا کہ یہ کس کا لشکر ہے تب اپنی صورت بدل کر آگے گیا اور دو شخصوں کو تالاب پر کھڑے
ہوئے دیکھا کہ ایک کے ہاتھ میں سونے کا آفتابہ اور دوسرے کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ ہے۔ عمر
نے اُنہیں سلام کیا اور پوچھا کہ یہ کس کا لشکر ہے اور تم کون ہو۔ اُنھوں نے کہا کہ یہ لشکر اولاد
بن مرزبان کا ہے اور ہم بادشاہ ہفت کشور نوشیرواں کی بیٹی مہرنگار کے غلام ہیں بادشاہ نے
اپنی بیٹی مہرنگار کی شادی پہلے ایک شخص حمزہ نامے کے ساتھ ٹھہرائی تھی وہ ہندوستان میں
جا کر لندھور کے ہاتھ سے مارا گیا بادشاہ اس خبر کو سُن کر نہایت غمگین ہوا آخر بختک حرامزادہ
نے بادشاہ کو ورغلا کر مہرنگار کو اولاد کے حوالے کر دیا از بس کہ وہ قبول نہ کرتی تھی مگر
بزرجمہر نے اُسے کہا کہ تم خاطر جمع رکھو اور اُس کے ہمراہ جاؤ بعد چالیس روز کے تم سے اور
حمزہ سے ملاقات ہوگی سو آج چالیسواں دن ہے کل مہرنگار کا ارادہ ہے کہ زہر کھا کر مر جائے
کیونکہ وہ آج تک اپنی شرط سے بچی ہوئی تھی کل وہ اس پر متصرف ہوگا۔ عمر یہ سُن کر سُن
ہو گیا اور دل میں کہا افسوس لیکن بزرجمہر کی پیش بندی پہ آفرین کی اور کہا تم نے واقعی عجیب
بات سُنائی کہ میں نے اپنی تمام عمر میں ایسا نہ سُنا تھا اب میری بھی حکایت سنو کہ میں ایک
پاؤں سے لنگڑا اور ایک ہاتھ سے اپاہج ہوں سو حکیم نے یہ دوا بتلائی ہے کہ اگر تو چاندی کے
برتن میں پانی پئے تو تیرا ہاتھ اچھا ہو اور اگر سونے کے باسن میں پئے تو پاؤں اچھا ہو سو
مجھے یہ کہاں میسر ہو سکتے ہیں ہاں اگر تمہاری مہربانی سے تمہارے ان دونوں برتنوں میں
پانی پیوں تو شاید خدا فضل کرے اور میں تندرست ہو جاؤں غرض کے ہاتھ میں چاندی کا برتن

تھا پہلے اُس نے امتحان کے واسطے دیا۔ عمر نے اُس میں پانی پیا اور ہاتھ کو ہلایا اور کہا وہ بھی ذرا دو کہ اُس میں بھی پانی پیوں کہ پاؤں بھی اچھا ہو۔ دوسرے نے سونے کا آفتابہ دیا۔ عمر نے اُس میں پانی پیا اور اُس پاؤں کو پھیلایا اور دونوں برتنوں کو لے کر ایک جست کی اور اُن دونوں شخصوں سے الگ ہؤا اُنھوں نے کہا بس اب تو اچھا ہؤا ہماری چیز ہم کو دے۔ عمر نے کہا میں ایسا بے وقوف نہیں ہوں جو تم کو دوں یہ بیماری شاید پھر عود کرے تو میں کہاں سے لاؤنگا یہ کہکر بھاگا۔ اور وہ بے چارے حیراں رہ گئے کہ کیا ہؤا اور آپسمیں لڑنے لگے ایک نے کہا کہ پہلے تو نے دیا تھا دوسرے نے کہا کہ میں نے تو رُوپے کا دیا تھا تو نے سونے کا کیوں دیا۔ دونوں لڑتے لڑتے ہوئے چلے کہ جا کر ملکہ کو کہیں وہ انصاف کریگی کہ تقصیر کس کی ہے۔ جب لشکر کے نزدیک پہنچے تو ان دونوں نے آپسمیں صلاح کی کہ اولاد بن مرزبان کے لشکر میں بھی دیکھتے چلیں شاید چور کو پائیں اس خیال سے اُدھر کو گئے۔ جب لشکر میں پہنچے تو کیا دیکھیں کہ ایک شخص بازار میں چادر بچھائے ہوئے ایک کتاب اور رمل کے پانسے لئے ہوئے بیٹھا ہے اور جو کوئی اس کے پاس جا کر سوال کرتا ہے اُس کے ضمیر کا حال کہتا ہے یہ دونوں بھی اُس کے پاس بیٹھ گئے اور کہا کہ اے شخص ہمارے واسطے بھی قرعہ ڈال۔ اُس نے قرعہ ڈالا اور زائچہ لکھ کر احوال کہنے لگا کہ تمہاری کوئی چیز کھوئی گئی ہے لیکن اُس چیز کے دو عدد تھے ایک طلائی دوسرا نقرئی۔ انھوں نے کہا آفرین ہے تو نے ضمیر کا حال واقعی خوب کہا اب کہو وہ چیز ہمیں ملیگی یا نہیں۔ کہا احتمال ہے کہ ملے۔ یہ دونوں بہت خوش ہوئے اور آپسمیں کہنے لگے کہ یہ بڑا صاحب کمال ہے اس کی خبر ملکہ کو کرنی چاہیئے کہ وہ اس سے کچھ پوچھیں۔ ایک اُس کے پاس بیٹھا رہا اور ایک مہرنگار کی ڈیوڑھی پر گیا۔ لیکن وہاں مہرنگار کی یہ صورت تھی کہ بے اختیار روتی اور آفتاب دیکھتی تھی کہ شام ہو تو زہر کھاؤں بزرجمہر نے کہا تھا کہ چالیسویں دن امیر کی خبر آئیگی سو اب تک کچھ معلوم نہ ہؤا۔ اسی خیال میں تھی کہ ایک کنیز نے آکر کہا کہ آپ کا یہ غلام کچھ عرض کیا چاہتا ہے۔ خیال گذرا کہ شاید کوئی خوشی کی خبر پائی ہو آپ اُٹھ کر پردہ کے پاس گئی اور اُس سے پوچھا کیا ہے اُس نے تمام حال اُس شخص کے ہاتھ پاؤں اچھا ہونے اور آفتابہ لے کر بھاگ جانے اور اُس شخص کے ضمیری حال جاننے کا بیان کیا۔ وہیں مہرنگار کے دل پر خیال گذرا کہ شاید خدا جھوٹ نہ کرے وہ عمر تھا اور وہ رمّال بھی عمر ہی ہوگا۔ یہ تصور کر کے کئی بساول اُس غلام کے ہمراہ کئے اور کہا جاؤ اُسے لے آؤ ہم بھی اُس سے پوچھینگے۔ وہ گئے اور اُسے ساتھ لے آئے۔ مہرنگار نے اُسے پردے کے پاس بُلایا اور کہا اے رمّال میرا ضمیر کہہ اُس نے جواب دیا کہ میں سایل کا مُنہ دیکھے بنا احکام جاری نہیں کر سکتا کہ بعض انسان کا حال بشرے سے معلوم

ہوتا ہے میرے روبرو آکر پوچھو تو میں بیان کروں۔ مہر نگار نے خیال کیا کہ آج میں نے مقرر مرنا ہے اگر آج اس وقت ایک پیر مرد کے سامنے ہوئی تو کیا مضایقہ ہے پردے سے باہر آئی اور اُس سے سوال کیا اس نے قرعہ اُٹھا کر مہر نگار کے ہاتھ میں دیا اور کہا آپ نیت کر کے اس کو ہاتھ سے ڈال دیجئے کہ بندہ احکام جاری کریگا۔ مہر نگار نے دیکھا تو اُس قرعہ میں رمل کی کوئی بھی علامت ہرگز معلوم نہیں ہوتی کیونکہ یہ بھی اس علم میں بزرجمہر کی شاگرد تھی جی میں کہنے لگی کہ میں نے اُس غلام کے کہنے سے ناحق اس کو بلایا ہے اسی خیال میں تھی کہ اُس قرعہ کو ڈالا۔ اُس رمال نے اُسے دیکھ کر کہنا شروع کیا اور جہاں تک احوال تھا سب کہا اور کہا تمہارے مطلب کی خبر آئیگی۔ مہر نگار نے ایک بھاری مول کا خلعت اسے عنایت کیا۔ یہ کھڑے کھڑے خلعت کو دیکھنے لگا ملکہ نے کہا اے عزیز کیا دیکھتا ہے۔ کہا میں نے ایسی چیز تمام عمر میں نہیں دیکھی اور مرد عیالدار ہوں اِس کو بازار میں بیچ کر قیمت گھر لے جاؤنگا جو میرے بال بچے کھائیں۔ مہر نگار نے کہا کہ اسے مت بیچنا ہم سے خرچ کو بھی لے ایک بدرہ روپیوں کا بھی اُسے دیا۔ اُس وقت خیال گذرا کہ یہ عمر نہ ہو تب اُس کے برابر آئی اور اُس کی ڈاڑھی پکڑ کر ایک جھٹکا مارا کہ وہ عملی تھی اکھڑ آئی اور اُس کے اندر عمر کی صورت دکھائی دی۔ مہر نگار نے اسے گلے سے لگایا اور بزرجمہر پر ہزار آفرین کی عمر بھی قدم بوس ہوا۔ مہر نگار نے پوچھا کہ امیر کہاں ہے۔ عرض کیا کہ اُس پہاڑ کی طرف ہیں اتنے میں ڈیوڑھی پر غل ہوا کہ اس رمال کو اولاد بن مرزبان نے طلب کیا ہے کہ اس سے ساعت دریافت کرے۔ عمر نے کہا تم اب خاطر جمع رکھو دیکھو میں اس کے سر پر کیا آفت لاتا ہوں کہ پھر شادی کا نام تک نہ لے۔ یہ کہہ کر پھر وہ ریش عملی باندھی اور باہر نکلا اور اُن لوگوں کے ہمراہ اولاد بن مرزبان کے خیمہ کی طرف روانہ ہوا (باقی داستان شب فردا) +

پچیسویں داستان

دو شنبہ قصہ یہاں تک بیان کیا تھا کہ اولاد بن مرزبان کے پاس عمر کو لے گئے۔ عمر نے دیکھا تو ایک گبرو بچہ مغرق بہ جواہر کرسی مرصع پر بیٹھا ہے اور شادی کا سب سامان تیار ہے۔ عمر نے جا کر سلام کیا اور کہا بندے کو کیوں یاد کیا ہے۔ اُس نے کہا کہ تجھے مہر نگار نے بلایا تھا کیا پوچھا کہا ایک غایب احوال پوچھا سو میں نے کہا کہ وہ مارا گیا اُس کی توقع نہ رکھو اور میں نے اُس کی طبیعت کو راغب کیا ہے۔ اولاد نہایت خوش ہوا اور کہا اے عزیز بارک اللہ خوب دانائی کی کہو مہر نگار سے کس وقت وصل کروں۔ کہا یہ کام جتنا جلد ہو بہتر ہے آج شادی شروع کیجئے اور کل پہر دن چڑھے مہر نگار کو طلب کیجئے۔ یہ نہایت خوش ہوا اور عمر کو بہت سا انعام دیا۔ عمر نے کہا

اب میں رخصت ہوتا ہوں لیکن میرے چار بیٹے ہیں کہ ایک نے مقوے کا گرز بنایا ہے وہ گرز بازی
کرتا ہے اور ایک پٹہ بازی میں کامل ہے اور ایک نے ڈھول بجانے میں مہارت پیدا کی ہے اور ایک
سرنا خوب بجاتا ہے اگر فرمایئے تو کل اُن کو حضور میں بھیج دوں اُن کا تماشا دیکھئے کہ کیا خوب کسب
کرتے ہیں اُن سے کہا بہت اچھا بھیج دینا۔ عمر اُس سے رخصت ہو کر باہر نکلا اور میدان میں آکر
اصلی صورت پر ہوا اور اُس ہرن کو لے کر لشکر میں گیا اور حکیم کو دیا۔ اُس نے ہرن ذبح کر اکر
گوشت جدا کروایا اور مصالحہ لگا کر کہا کہ اس کے کباب امیر کے پاس بناؤ کہ ان کی
بو امیر کے مغز میں پہنچے۔ امیر اور حکیم کباب کی طرف مشغول ہوئے۔ عمر وہاں سے باہر نکلا دیکھا
تو مقبل وفادار کھڑا ہے اُس سے کہا تو جا کر پہلوان عادی کو خسرو کی بارگاہ میں لے آ۔ وہ
اُدھر روانہ ہوا اور آپ لندھور کی طرف گیا اور اُس کی تعریف کرنے لگا۔ خسرو عمر سے نہایت
خوش ہوا اور کہا اے بابا اس وقت کیونکر آنا ہوا۔ کہا ایک ایسا ہی کام ہے آپ جانتے ہیں
کہ حمزہ نے تمام آفت و بلا مہرنگار کے واسطے سر پر اُٹھائی اور اُس کو ایک کافر لے جائے کیا
غضب کی بات ہے وہ اس پہاڑ کے اُس طرف اپنا لشکر لئے ہوئے اُترا ہے اگر آج دن گذرا تو کل
مہرنگار ہاتھ سے جائیگی۔ غرض تمام قصہ مہرنگار اور امیر کے عشق کا سنایا اور کہا ناموس آپ کا
ہے بندہ نے کہہ سنایا آگے آپ مختار ہیں۔ لندھور مارے غصہ کے دانت پیسنے لگا اور کہا اے عمر
میں ابھی وقت فوج ہندوستان کو لے کر سوار ہوتا ہوں اور اس گرز سے اُس کا کام بنا دیتا ہوں
عمر نے کہا بے شک ہو سکتا ہے لیکن امیر کا مزاج عجب طرح کا ہے شاید وہ اُس کے مارے جانے
میں راضی نہ ہوں تو مشکل ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ جیتا پکڑ لو کہ مہرنگار بھی ہاتھ آئے اور
وہ بھی نہ مارا جائے۔ لندھور نے کہا پھر تم جسطرح کہو کریں یہ باتیں کر رہے تھے کہ مقبل عادی
کو لے کر آیا تب عمر نے اُن سے بھی یہ حال ظاہر کیا ان سب سے مشورت کر کے لندھور سے کہا
کہ تم گرز ہاتھ میں لے لو اور بارہ ہزار ہندی سپاہی کو کہو کہ اس پہاڑ کے دامن میں تیار رہیں جب
تمہارے نعرہ کی آواز سنیں اُسی وقت پہنچیں اور تمہاری سواری حاضر کریں اولاد کو جیتا پکڑ لیں اور
باقی لوگوں کو ماریں اور عادی کے گلے میں ڈھول دیا کہ تو اسے بجاتا چل اور مقبل کو بانسری دی
اور آپ ایک خوبصورت لڑکے کی شکل بن کر بازی کرتا ہوا ان کو ہمراہ لے کر اولاد کے لشکر کی
طرف روانہ ہوا۔ یہی شب کو اولاد نے کمال تمنا سے گذارا۔ صبح کو یہ چاروں اولاد کے لشکر میں آئے
اس وقت اولاد مجلس شاہانہ آراستہ کئے ہوئے کمال خوشی میں تھا کہ عمر یاروں سمیت اُس کی
ڈیوڑھی پر گیا اور لوگوں سے کہا کہ جا کر حضور میں خبر دو کہ رتال کے بیٹے آئے ہیں۔ اُنہوں نے
حضور میں گذارش کی۔ اُس نے اندر بلوایا اور کہا تماشا کرو۔ لیکن انکی وضع دیکھ کر حیران ہوا۔

غرض جتنے سردار تھے اس کی بارگاہ میں تماشا دیکھنے لگے۔ عمر نے گیارہ چھے برچھی ہاتھ میں لے کر خوب پٹہ بازی کی اس کی صنعت کو دیکھ کر سب کی عقل حیران ہوئی اولاد عمر سے نہایت خوش ہوا اور عمر کو قبائے زربفت عنایت کی۔ جب یہ پٹہ بازی کر چکا۔ مقبل وفادار اور عادی پہلوان آئے اور اُنہوں نے سُرنا اور ڈھول خوب بجایا۔ اولاد نے ان دونوں کو قبائے اطلس بخشی پیکر جس وقت لندھور آیا اور بازی کرنے لگا اُس کی گرز کی ہوا سے سب اپنی اپنی کرسی سے گرنے لگے اور خیمے میں ایک غل پیدا ہوا کہ بس خوب تماشا دیکھا اب موقوف کرو۔ عمر نے لندھور کو اشارہ کیا کہ یہی وقت ہے۔ لندھور نے ایک گرز بارگاہ کے ستونوں پر اس زور سے لگایا کہ بارگاہ گر پڑی اور سب سردار مع اولاد جو اُس میں موجود تھے نیچے دب گئے اور باہر کے لوگوں نے انکو گھیر لیا۔ یہ رستانہ جنگ میں مصروف ہوئے اور لندھور نے ایک نعرہ کیا کہ ہر کہ داند و ہر کہ نداند ہستم لندھور بن سعدان اور عادی و مقبل کا بھی نعرہ بلند ہوا اور عمر نے بھی آواز دی۔ تب وہ بارہ ہزار سوار جو پیچھے چھپے ہوئے تھے اُنہوں نے سواری لا پہنچائی اور اُس لشکر پر گرے اور خوب تلوار چلی۔ اولاد کے تیس ہزار سوار میں سے دس ہزار مارے اور دس ہزار پکڑے گئے اور پانچ ہزار زخمی ہوئے اور پانچ ہزار بھاگ گئے۔ لیکن جب تلوار چلنے لگی تو عادی کو اُس وقت خیال گذرا کہ آج اولاد کی شادی کا دن تھا باورچی خانہ میں چلئے البتہ کھانا سب طرح کا پکا ہوگا میں ایک آدمی کا سر کاٹ کر پاس رکھوں کہ عمر کو جواب دے سکوں۔ یہ خیال ہی تھا کہ ایک شخص بارگاہ کے نیچے سے نکلتا ہوا دیکھا عادی نے اُس پر ڈھول رکھ کر زور کیا ڈھول پھٹ گیا تو وہ اُس کے اندر گھس گیا جو اولاد ہی تھا۔ عادی نے ڈھول کو بند کیا اور باورچی خانہ میں جا کر کھانا شروع کیا۔ یہاں عمر نے دیکھا تو اولاد بن مرزبان کا کہیں پتہ نہیں ملتا لاشوں میں بہت تلاش کی وہ اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کیا ناگاہ اُس کا گذر باورچی خانہ میں ہوا اور عادی کو کو وہاں کھانا کھاتے دیکھا عمر کو بہت بُرا معلوم ہوا کہا او مردک شکم پرور تو حمزہ کے لشکر میں پہلوان مشہور تھا اور آج لڑائی کے دن چھپ کر بیٹھا پیٹ پال رہا ہے۔ جواب دیا کہ ایک آدمی میں نے بھی پکڑا ہے۔ عمر نے کہا میں دیکھوں کہ تو نے کس کو پکڑا ہے کہیں اولاد بن مرزبان تو نہیں ہے کہ اُس کا پتہ نہیں ملتا۔ عادی نے کہا دیکھو ڈھول میں بند ہے۔ عمر نے نظر کی تو اولاد معلوم ہوا۔ عمر نہایت خوش ہوا اور کہا اے عادی کہ یہ صرف ایک آدمی لاکھ آدمی کے برابر ہے۔ وہ عادی کو مع ڈھول خسرو کے پاس لے گیا۔ جوں ہی عادی نے وہ ڈھول زمین پر رکھا تو اولاد بن مرزبان اُس میں باہر نکلا اور خنجر لے کر لندھور پر دوڑا۔ لندھور نے اُس کا خنجر چھین لیا اور کمر میں ہاتھ ڈال کر اُسے اُٹھا لیا اور عمر کے روبرو زمین پر پٹکا۔ عمر نے فوراً اُس

کی مشکیں باندھیں اور قید کیا۔ وہاں سے مہرنگار کے پاس گیا وہ نہایت خوش ہوئی۔ تب عمر نے اپنے لوگوں کو اُس کی محافظت کے لئے چھوڑا۔ اور امیر کو جاکر یہ خبر دی۔ امیر نے دوڑ کر عمر کو گلے سے لگایا اور کہا واقعی تمہاری اور ہماری عصمت جدا نہیں پس اگر تم ایسا نہ کرو تو اَور کون کرے۔ سلطان مغربی کھڑا تھا اُس سے کہا تم مہرنگار کو ساتھ لے کر نوشیرواں کے پاس مدائن میں جاؤ اور نوشیرواں کے حوالے کرو۔ اولاد کو بھی لیتے جاؤ وہ جو مناسب جانیگا سو کریگا اور ایک خط لکھوا کر دیا کہ بادشاہ کی خدمت میں گذراننا اور عریضہ میں یہ مضمون تھا کہ بندہ آپ کے ارشاد کے بموجب ہندوستان کو گیا اور آپ کے اقبال سے میں نے وہ ملک بھی سر کیا دشمنوں نے میرے مرنے کی یہاں خبر مشہور کی سو واقعی گستہم نے زہر دلوایا تھا لیکن خدا نے فضل کیا بندہ نے سُنا ہے کہ مخالفوں نے آپ کی طبیعت ادھر لا کر مہرنگار کی شادی اولاد کے ساتھ کروائی ازبس کہ حضور کی مرضی نہ تھی اس لئے اولاد کو طوق و زنجیر کر کے خدمت عالی میں بھیجتا ہوں اور بندہ بھی مدائن سے تیس منزل پر پُہنچا ہے انشاء اللہ تعالیٰ چند روز میں آکر آستان بوس ہوتا ہے وہ خط سلطان بخت مغربی کو دیا۔ وہ لوگ جو نوشیرواں نے مہرنگار کے ہمراہ کئے تھے سب کو امیر نے خلعت و انعام عطا کئے اور فرمایا کہ سلطان مغربی کے ہمراہ جاؤ۔ مگر وہاں مہرنگار نے جشن کی مجلس آراستہ کر کے کمال فرحت میں بیٹھی تھی کہ اب امیر میرے خیمہ میں آئینگے یا مجھے طلب کرینگے اسی خیال میں تھی کہ خبر پُہنچی کہ امیر نے سلطان مغربی کو بھیجا ہے کہ آپ کو مدائن لے جائے حیران ہوئی کہ میں نے اُس کے اشتیاق میں اپنی یہ صورت بنائی ہے اور مجھے نہ بُلایا میں نے ایسا قصور کیا کیا وہ اس بات سے آزردہ ہوئی۔ غرض کہ مہرنگار کے لشکر نے کوچ کیا اور مدائن کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں عمر نے امیر سے کہا کہ آپ نے تمام صدمات مہرنگار کے عشق میں اُٹھائے اور اب خدا نے اُسے اس طرح دیا اور آپ مدائن کو پھر بھیجتے ہیں اس کا کیا سبب ہے۔ فرمایا میں آگے اَور صورت رکھتا تھا اور اب زہر کے باعث مجھ میں صرف ہڈیاں اور چمڑہ رہ گئے ہیں نہیں چاہتا ہوں کہ وہ مجھے اس صورت سے دیکھے خدا چاہے تو مدائن میں جاکر دیکھونگا۔ مہرنگار کی خاطرداری کرو کہ آزردہ نہ ہو اور مدائن تک اُس کے ہمراہ جاؤ وہاں سے اُس کے پُہنچنے کی خبر لاؤ کہ میں مدائن میں داخل ہوں۔ جس وقت امیر نے عمر کو رخصت کیا۔ اُس وقت اقلیمون نے کہا کہ اے بابا نوشیرواں کی سرکار میں نوش دارو ہے تم تھوڑی سی لیتے آنا کہ اُس کے کھلانے سے امیر کو صحت ہوگی پر نوش دارو کے لئے اپنی صورت تبدیل کر کے جانا نہیں تو دشمن جانینگے کہ حمزہ کی خاطر ہے تو نہ دینگے۔ عمر امیر سے رخصت ہوکر روانہ ہوا اور مہرنگار کے پاس آیا اور وہ گریہ و بکا میں تھی کہ عمر پُہنچا۔ بارے اُس کے آنے سے

کچھ طبیعت اُس کی بحال ہوئی کہنے لگی عمر امیر نے مجھے کیوں نہ بلایا۔ عمر نے کہا اس کا سبب یہ ہے کہ امیر کو تم نے حالت تندرستی میں دیکھا تھا اب زہر کے کھانے سے وہ نہایت حقیر ہوگئے ہیں اس واسطے تمہارے روبرو نہ ہوئے اگر خدائے تعالیٰ نے چاہا تو مدائن میں بخوبی ملاقات ہوگی ملکہ رو کر خاموش ہو رہی اور اس بات کا جواب نہ دیا۔ غرض وہاں سے کوچ کر کے منزل بہ منزل مدائن کی طرف چلے۔ جب شہر کے پاس پہنچے تو بادشاہ کئی کوس تک پیشوائی کے لئے آیا اور مہرنگار و سلطان بخت مغربی کو خلعت سراپا امداد کر کے سرافراز کیا۔ لیکن اب عمر عیار کا حال عرض کرتا ہوں جو اُن کے ہمراہ نوش دارو کے لئے آیا تھا۔ یہ ایک دہقان کی صورت بن کر شہر میں داخل ہوا اور ایک قصاب کی دوکان پر جا کر دو سپاٹ پیسے کہ جن میں سکہ کی علامت کا کہیں نام تک نہ تھا اُس کے روبرو رکھ دیے اور کہا کہ اس کا نوش دارو دے وہ حیران ہوا اور کہا کہ میں نے تو اس کا نام بھی نہیں سنا کسی اور سے دریافت کر۔ پھر عمر ایک بنئے کی دوکان پر آیا اور اُس سے بھی یہی کہا۔ یہ بنیاں نوش دارو کے حال سے واقف تھا کہا کہ میرے پاس تو نہیں اگر خواہش ہے تو جا کر بادشاہ کی زنجیر ہلا البتہ بادشاہ بُلا کر دیگا۔ عمر زنجیر عدالت ہلانے لگا۔ جوں ہی اُس کی صدا بلند ہوئی تو بادشاہ نے اسے طلب کیا اور پوچھا تو کون ہے اور کیا مراد رکھتا ہے۔ عمر نے پاس جا کر بادشاہ کو سلام کیا اور وہ دونوں پیسے نکال کر بادشاہ کے تخت پر رکھ دیے اور کہا کہ میں فلانے دِہ کا رہنے والا ہوں میرے بیٹے کو سانپ نے کاٹا ہے سو وہاں کے حکیم نے بتلایا ہے کہ تین مثقال نوش دارو اگر پیدا کرو تو البتہ اچھا ہوگا میں نے گاؤں کے لوگوں سے پوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ مدائن سے ملیگی سو میں یہاں کئی دوکانوں پر پھرا پر کسی نے نہ دی کہتے ہیں کہ بادشاہ کے یہاں ملیگی اس لئے آیا ہوں پیسے لیجئے اور نوش دارو دیجئے لیکن یہ دیکھئے کہ وزن میں کم نہ ہو پورا تولیں۔ بادشاہ اور حاضرین اس کی حرکات سے بے اختیار ہنسے۔ ہر چند درباریوں نے کہا کہ پیسے اُٹھالے حضور سے نوش دارو ملیگی۔ مگر اُس نے کہا کہ صاحب گو میں غریب ہوں لیکن بے قیمت دیے میں کسی سے کچھ نہیں لیتا۔ بادشاہ کو اُس پر رحم آیا اور بزرجمہر کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اسے خزانے میں لے جاؤ اور تین مثقال نوش دارو دو۔ بزرجمہر اسے خزانے میں لے گئے اور ایک صندوق میں سے ایک ڈبا مرصع نکالا اور اُس میں سے تین مثقال نوش دارو اُسے دی اور تین تولے الگ رکھی کہ علم رمل میں امیر کا زہر پینا اور عمر کا ضرور آنا معلوم کیا تھا۔ جب وہ صندوقچہ کو بند کر کے باہر کو چلے تو عمر نے دامن پکڑ لیا اور کہا کہ وزیر ہو کر تم بادشاہ کی سرکار میں خیانت کرتے ہو یہ نوش دارو جو تم نے رکھی ہے مجھے دو نہیں تو رسوا

کرونگا۔ بزرجمہر ڈر گئے اور خیال کیا ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسرا سُنے وہ فوراً عمر کے حوالے کی اور دروازے پر آئے۔اب بختک کا حال سُنئے کہ اُسے تو امیر کا حال معلوم تھا جی میں کہا کہ بزرجمہر نے حمزہ کے واسطے نوش دارو ضرور ہی نکال رکھی ہوگی بادشاہ کو ورغلانا اور کہا بزرجمہر خائن ہے اُس نے نوش دارو ضرور چھپائی ہوگی اُس کو دیکھ پیچھے چوری پکڑنے کی غرض سے بادشاہ کو وہاں لایا اور بزرجمہر کا جھاڑا لیا۔اُن کے پاس سے نوش دارو نہ نکلی۔بادشاہ نے بختک پر جرمانہ کیا اور بزرجمہر سے معذرت کی۔بزرجمہر سمجھ گیا کہ وہ عمر تھا دل میں اس کو دعا دی۔لیکن عمر جو یہاں سے نکلا تو شہر سے باہر ہو کر بہ صورت اصلی روانہ ہوا۔ (باقی داستان شب فردا)

چھبیسویں داستان

دو شنبہ کو قصہ یہاں تک بیان کیا تھا کہ عمر نوش دارو لے کر امیر کی طرف روانہ ہوا۔پھر یہاں امیر کا حال بھی ملاحظہ فرمایئے کہ عمر کے جانے کے کئی دن بعد ایک روز اپنی حالت دیکھ کر خوب روئے کیونکہ بدن میں طاقت ہرگز معلوم نہ ہوتی تھی کہا کہ ایسی زندگی سے موت آئے تو بہتر ہے اسی افسوس میں سو گئے اور عین خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آکر مدد کی اور فرمایا اے فرزند خدا نے تیرا مرض دور کیا اُٹھ اور سجدہ کر۔امیر نے مارے خوشی کے جُنبش جو کی تو آنکھ کھُل گئی دیکھا تو مُشک و عنبر کی خوشبو آرہی ہے معلوم کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مجھ پر نظر رحمت کی ضرور کی ہے خیال کیا تو پہلے کی نسبت زور اور قوت زیادہ ہے اُٹھ کر شکرانہ کی نماز ادا کی اور پلنگ پر بیٹھے۔اسی روز اتفاقاً عمر بھی آیا حمزہ کو دیکھ کر حیران ہوا کہ یہ کون ہیں امیر کے برابر جاکر کھڑا ہوا اور کہا اے جوان تو کون ہے اور حمزہ کہاں گیا۔امیر نے فرمایا کہ میں اولاد بن مرزبان کا بھائی ہوں اور اپنے بھائی کی قید کی خبر سن کر آیا ہوں اور حمزہ کو میں نے مار ڈالا۔عمر یہ بات سُنتے ہی آگ ہو گیا اور دوڑ کر خنجر مارنے لگا امیر نے روک کر وہ خنجر عمر سے چھین لیا اور گلے سے لگا کر کہا کہ میں حمزہ ہی ہوں خدا نے مجھے شفا دی ہے۔عمر نہایت خوش ہوا اور باہر نکل کر سب کو خوش خبری سُنائی۔یہ سن کر سب سردار مع خسرو ہندوستان بارگاہ دانیال میں حاضر ہوئے اور امیر پہ زر نثار کرنے لگے اور لشکر میں فرحت حاصل ہوئی۔اسی روز سے میدان جب کئی روز جشن رہا۔بعد اس کے امیر بہ جلوس شاہانہ اسی ہزار سوار کی جمعیت کے ساتھ کوچ کر کے مدائن کی طرف روانہ ہوئے ٭ اب کچھ حال بہرام گرد خاقان چین کا عرض کرتا

ہوں کہ آگے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ جب امیر ہندوستان کو روانہ ہوئے تھے تو راہ میں طوفان
آیا تھا اور بہرام اپنے چار ہزار سوار جمعیت غائب ہوا تھا۔ وہ چھ مہینے تک دریا میں سرگردان
رہ کر بندر سندھ میں پہنچا اور وہاں جہاز کو لنگر کر کے اسباب خریدنے کے واسطے لوگوں کے
کے ساتھ خشکی میں اُترا۔ جب شہر کے پاس پہنچا تو وہاں ایک عظیم الشان درخت کے نیچے ایک
چوکی بچھی دیکھی جس پر ایک کمان اور دو تیر نہایت زور آور اور ایک ہزار اشرفیوں کا توڑہ
دھرا ہے۔ بہرام وہاں گیا اور لوگوں سے پوچھا کہ یہ کمان اور توڑہ کیسا ہے۔ لوگوں نے کہا
کہ یہاں کا بڑا حاکم ہندی سرکش ہے اور اُس کا بھائی کوہ تخت ہندی نہایت زور آور ہے
وہ اپنے برابر کسی کو نہیں مانتا اور یہ کمان اس لئے رکھی ہے کہ جو شخص اس کو کھینچے یہ توڑا
وہ لے۔ بہرام نہایت خوش ہوا کہ خدا نے یہ فتوح غیبی مفت دی ہے اسی شوق میں وہ اُس
چوکی کے پاس گیا اور کمان کے قبضہ کو پکڑ کر تا بہ گوش کھینچا۔ جتنے لوگ دیکھتے تھے حیرت میں
رہ گئے اور کوہ تخت ہندی کو خبر کرنے گئے۔ بہرام نے وہ توڑا اُٹھا کر اپنے آدمیوں کو دیا۔
یہ خبر سرکش ہندی کو ہوئی اُس نے اپنے آدمیوں کو بھیجا کہ اُس مسافر اور تخت کی کمان کو
لے آؤ۔ بہرام اُس کمان کو سرکش ہندی کے پاس لے کر گیا اور سلام علیک کی کہ وہ بھی
مسلمان تھا اور لندھور کی طرف سے اس شہر کی حکومت اُس کو ملی ہوئی تھی۔ اُس شخص نے
سلام کا جواب دیا اور کہا میں نے سُنا ہے کہ تم نے وہ کمان کھینچی پر پھر سے روبرو کھینچو جو
میں بھی دیکھوں کہ تم کس طرح کھینچتے ہو۔ بہرام نے پھر اُس کمان کو اُس کے روبرو کھینچا کہ
ٹوٹ گئی۔ وہ اُس کی قوت کو دیکھ کر تعجب میں رہ گیا اور بہرام کے واسطے کرسی منگوائی۔ بہرام
نے دیکھا تو اُس کے پہلو میں ایک کرسی فولادی زرکوب کی بچھی ہے اور اُس پر غاشیہ پڑا ہے
بہرام نے جا کر اُس پر سے غاشیہ اُٹھایا اور اُس پر بیٹھا۔ ایک ساعت گذری تھی کہ بارگاہ کے
دروازہ سے کوہ تخت مانند شیر کے غراتا ہوا آیا اور اپنی کرسی پر اُسے بیٹھا ہوا دیکھ کر آگ
ہو گیا اور کمر سے خنجر نکال کر یہ کہتا ہوا اُس پر دوڑا کہ ایک تو تو نے میری کمان توڑی دوسرے
میری جگہ پر بیٹھا ہے برابر آ کر خنجر مارا بہرام نے اُس کو روکا اور ہاتھ مروڑ کر خنجر چھین لیا
اور کمر میں ہاتھ ڈال دیا۔ اُس نے بھی اس کی کمر پکڑی۔ غرض دونوں میں کشتی ہونے لگی۔
یہاں تک کہ وہاں کا سارا فرش ابتر ہو گیا۔ بہرام کے ساتھ بھی پانچ سو جوان اُزبک تھے
سرکش نے سوچا کہ فساد برپا نہ ہو آپ اُٹھ کر دونوں کو چھوڑایا اور صلح کرائی۔ کوہ تخت
اور چوکی منگوا کر بیٹھا۔ سرکش نے مع جوان اُزبک بہرام کی ضیافت کی اور مجلس میں جام
شراب اور ساقی آیا صراحی کے قہقہ کی آواز بلند ہوئی۔ سرکش ہندی نے بہرام سے کہا

قسم ہے تم کو اپنے دین و مذہب کی سچ کہو تم کون ہو۔ بہرام نے اپنی تمام حقیقت امیر کے ساتھ سے طوفان کے سبب سے جدا ہونے کی بیان کی۔ وہ اس حال کو سن کر آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور ایک آہ ماری۔ بہرام نے اس کا سبب پوچھا۔ کہا حمزہ کی ملاقات کا مجھے بڑا اشتیاق تھا لیکن تمہارے آنے سے کئی روز آگے اُس کا کوچ ہو گیا اور گستہم نام ایک شخص یہاں آیا تھا اُس نے ہر چند کہا پر میں نے اُس کے واسطے دروازہ شہر کا نہ کھولا اور اندر نہ آنے دیا اُس نے حمزہ اور لندھور کا سر یہاں سے نوشیرواں کے پاس بھیجا ہے۔ یہ بات جوں ہی بہرام نے سُنی تو گریبان پھاڑ ڈالا اور ایک دو ہتھڑ اپنے مُنہ پر مارا اور اُسی وقت کھڑا ہوا اور سرکش سے کہا کہ مجھ کو اب ایک ساعت آرام کرنا حرام ہے اب حمزہ کے بغیر زندگی خوب نہیں اس سے مرنا بہتر ہے سوار ہوتا ہوں اگر ایران میں جا کر انہیں چار ہزار سوار سے نوشیرواں کی سلطنت کو اُلٹ نہ دیا اور حمزہ کے خون کا بدلہ نہ لیا تو مردانِ عالم میں نام نہ پاؤں۔ ہر چند سرکش نے کہا کہ میں نے سراندیپ سے خبر منگائی ہے اُسے دریافت کر لو۔ بہرام نے کہا تم نے گستہم کا نام لیا مجھے یقین ہوا کہ وہ بڑا بد ذات ہے اُس نے موقع پا کر حمزہ کو مارا ہوگا میں ضرور جاؤنگا۔ تب سرکش نے چھ مہینے کا خرچ جہازوں میں بھر دیا۔ بہرام اُس سے رخصت ہو کر سوار ہوا اور چار جہاز سے تن بہ تقدیر ایران کی طرف روانہ ہوا پانچ مہینے تک وہ دریائے شور میں چلا گیا اور چھٹے مہینے ایک جزیرے میں پہنچ کر جہاز لنگر کیا اور خشکی پر اُترا اور چار ہزار اُزبک سے نوشیرواں پر چلا۔ یہ خبر ہرکاروں نے بادشاہ کو سُنائی کہ بہرام باغی ہو کر آپ سے لڑنے کو آتا ہے۔ بادشاہ نے اشک بن گستہم کو دس ہزار سوار دے کر بہرام سے لڑنے کو بھیجا۔ جب وہ بہرام کے نزدیک پہنچا تو نامہ لکھ کر بھیجا کہ حمزہ جیتا ہے اس کو کسی نے مارا نہیں تم چل کر شاہ کی اطاعت قبول کرو اور یہ باتیں جی سے اُٹھاؤ۔ بہرام نے جواب میں لکھا کہ تم لوگوں کے مکر سے میں خوب واقف ہوں ایسی باتیں میں معتبر نہیں سمجھتا میدان میں جو ہوگا دیکھ لونگا۔ اشک نے طبلِ جنگ بجوایا اور دوسرے دن صبح کو میدان میں نکل کر بہرام کو طلب کیا۔ وہ مانند شیرِ مست میدان میں نکلا۔ اشک نے اُسے دیکھتے ہی نیزہ فولادی ہاتھ میں پکڑ کر بہرام کی چھاتی میں مارا۔ بہرام نے ہاتھ بڑھا کر وہ نیزہ اُس کے ہاتھ سے چھین کر اُس کے سینے میں اس زور سے مارا کہ نیزہ کی نوک اشک کی پشت کی طرف نکل آئی اور چار ہزار اُزبک سوار ساسانیوں پر ٹوٹ پڑے۔ غرض دس ہزار ساسانیوں میں سے پانچ سَو سوار بچ کر نوشیرواں کی طرف بھاگا اور باقی مارے گئے۔ تب بہرام نے اپنے سپاہیوں کو حکم کیا کہ تم جس بستی میں پہنچو وہاں کے سب لوگوں کو قتل کرنا اور لوٹ لو ہم نے اُن کا مال و اسباب تم کو معاف کیا اسی طرح یہ قزاقی کرتا ہوا مدائن کو چلا۔

یہ خبر بادشاہ کو پہنچی وہ نہایت پریشان ہوا اور قلعہ کو مرتب کرنے کا حکم دیا۔ اس معاملہ کو چار دن نہ گذرنے تھے کہ بہرام کا لشکر آیا اور قلعہ کو گھیر لیا۔ لوگوں نے ہر چند اُوپر سے نصیحت کی کہ حمزہ سلامت ہے اور تو بادشاہ سے بے ادبی کرتا ہے یہ تیرے واسطے اچھا نہیں۔ مگر بہرام نے کچھ پروا نہ کی۔ تب تو بادشاہ نہایت گھبرایا اور بہرام قلعہ کے دروازے کے پاس آپہنچا اور قریب تھا کہ دروازہ توڑے کہ قادرِ قدرت نما کی قدرت غیبی سے صحرا کی طرف سے دفعتاً گرد پیدا ہوئی اور اُس گرد میں سے علم اژدہا پیکر نمودار ہوا اور طبل سکندری کی آواز آئی۔ بہرام نے پھر کر دیکھا تو صاحبِ قِران کا لشکر معلوم ہوا بے اختیار دیوانہ وار اُس طرف دوڑا اور جا کر امیر کی رکاب چومی اور امیر گھوڑے سے نیچے اُتر کر بہرام سے بغل گیر ہوئے اور لندھور سے بھی امیر نے ملاقات کرائی۔ بہرام اور خسرو و امیر باہم کھڑے باتیں کرتے تھے کہ بادشاہ کے پاس سے دو ناقہ سوار آئے اور امیر سے کہا کہ بادشاہ نے آپ کو دعا فرمائی ہے اور ارشاد کیا ہے کہ آج اپنا لشکر آپ یہیں ٹھیرائیں کل ہم استقبال کر کے اپنے ہمراہ لائینگے۔ صاحب قران مع لشکرِ بے پایاں وہیں اُترے اور مقام کیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو صبح کو امیر فوج ہند و عرب و اُزبک اور یمنی ہمراہ لئے ہوئے شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ نوشیرواں بھی مع سب ساسانیوں کے سوار ہو کے مدائن سے کئی کوس تک استقبال کرنے کو آئے۔ امیر نے جب بادشاہ کی سواری دیکھی تو تو مرکب سے اُتر کر پیدل ہوئے اور مجرا کر کے پایۂ تخت کو بوسہ دیا۔ بادشاہ نے نہایت سر افرازی کی اور ہمراہ لے کر شہر کو چلے۔ جب دروازہ کے پاس پہنچے تو بادشاہ نے امیر سے فرمایا کہ اپنے لشکر کو حکم کرو کہ وہ اپنی قدیم جگہ تل شاہ کلم پر اُترے اور تم شہر میں چلو۔ امیر نے معدی کرب کو حکم دیا۔ تب لشکر اپنی قدیم جگہ پر جا اُترا۔ اور امیر آپ بادشاہ کے ہمراہ شہر میں داخل ہو کر بارگاہ خسروی میں آئے۔ بادشاہ اپنے تخت پر اور امیر رستم کی کرسی پر بیٹھے۔ غرض بادشاہ نے نہایت سر فرازی فرمائی۔ جب دربار کے برخاست کا وقت آیا تو امیر رخصت ہو کر اپنی بارگاہ میں گئے اور صحبتِ نشاط مہیا کی۔ پر اب بختک کا حال سُنئے کہ وہ رات کے وقت کئی ہزار ساسانیوں کو ساتھ لے کر بادشاہ کے حضور میں گیا اور بعد اختلاط کے عرض کی کہ جب حمزہ اکیلا تھا تو کوئی اُس کے مقابل نہ ہو سکتا تھا اور اب لندھور و بہرام جیسے بادشاہ رفیق ہوئے ہیں مجھے یہ دہشت ہے کہ ایران کا تخت نہ لے لیں آپ ان کے دفع ہونے کی فکر کیجئے بادشاہ کو یہاں تک ڈرایا کہ وہ سہم گیا اور پوچھا کہ اس کی کیا تدبیر کریں۔ کہا اور کوئی صورت نہیں ہے مگر ایک یہ ہے کہ ایک ایک کا علاج کیجئے تو البتہ یہ قوم دفع ہو۔ پھر فرمایا کہ وہ کس طرح۔ عرض کیا کہ صبح کو جب حمزہ آئے تو آپ اُس سے

یہ فرمادیں کہ میں نے تم کو لندھور کاٹنے کو بھیجا تھا نہ یہ کہ دشمن کی فوج یہاں لے آؤ۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اس نے تجھ ہی کو اس امر میں مختار کیا جس طرح جی چاہے گفتگو کرو۔ رات تو گذری صبح کو امیر حضور میں آئے اور بادشاہ کو مجرا کیا اور کرسی پر بیٹھے جب تمام سردار حاضر ہو چکے تو اُس وقت بختک نے امیر سے کہا کہ بادشاہ نے تم سے خسرو کا سر طلب کیا تھا نہ یہ کہا تھا کہ اس کو میرے پاس لاؤ اب بادشاہ کی خوشی یہی ہے کہ جلاد خانہ میں اُس کی گردن مار کر سر اُس کا نقار خانہ میں لٹکایا جائے۔ امیر اس بات سے نہایت آزردہ ہوئے اور فرمایا کہ مدعا تو اطاعت سے ہے سو اُس نے تابع داری قبول کی اگر بادشاہ کو منظور نہیں تو یہ بھی مجھ سے ہو سکتا ہے۔ عمر کو ارشاد کیا کہ جا کر خسرو کو لشکر سے دست بستہ لے آؤ۔ وہ بموجب فرمانے کے گیا اور لندھور سے کہا کہ نوشیرواں کی طبیعت کو دشمن اس طرف لائے ہیں اور امیر نے یوں فرمایا ہے اب تم کیا کہتے ہو۔ لندھور نے عمر کی طرف دیکھ کر کہا اے خواجہ میں امیر کے حکم سے ہرگز باہر نہیں ہوں اس لئے مجھے کچھ عذر نہیں ہے جو اُن کی خوشی ہے وہی میری خوشی ہے اب میرے ہاتھ باندھ لے دیر نہ کر اور لے چل۔ عمر ہنسا اور کہا اے خسرو نوشیرواں کا کیا مقدور ہے جو تجھ پر نگاہ بد کر سکے۔ پس لندھور فیل میمونہ پہ سوار ہوا اور گرزِ گراں کو کاندھے پر رکھ کر اُس کے ساتھ چلا۔ جس وقت بارگاہ خسروی کے جلوخانہ میں آیا تو گرز کو ہوا میں اُچھالنے اور روکنے لگا جتنے لوگ وہاں تھے وہ سب غل مچانے لگے کہ تم یہ کیا کرتے ہو اگر ابھی ہاتھ سے چھوٹ جائے تو کتنے آدمی دب کر مرجائیں۔ اس غل کی آواز اندر گئی۔ تب بادشاہ نے پوچھا کہ یہ شور کیسا ہے۔ لوگوں نے عرض کی کہ لندھور اس طرح سے آتا ہے۔ یہ باتیں کرتے ہی تھے کہ وہ اندر آیا اور امیر کے روبرو ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوا۔ لیکن جس نے لندھور کی وضع دیکھی وہ کانپ گیا۔ قریب تھا کہ بادشاہ تخت سے کود کر بھاگ جائے بختک نے امیر سے کہا کہ اب کیا دیر ہے۔ فرمایا کچھ دیر نہیں ہے۔ امیر نے لندھور کی طرف دیکھا کہ بادشاہ کو تمہارا سر درکار ہے جلاد خانہ کے صحن میں جا کر بیٹھو اور بادشاہ کے حکم سے سر نہ اُٹھاؤ۔ لندھور نے کچھ جواب نہ دیا اور وہاں سے پھر کر جلاد خانہ میں گیا اور گرز کو زمین پر رکھا اور اُسی سے تکیہ کر کے بیٹھ گیا۔ بارگاہ میں اُس وقت تمام شاہ و شہریار خُرد و کلاں حاضر تھے کہ صاحبِ قِران نے پہلوان عادی کو کہا کہ تو جا کر خسرو کا سر کاٹ لا عادی بموجب فرمانے کے باہر نکلا اور لندھور کے پاس گیا اور اُسے دیکھا کہ بیٹھا ہوا یہ کہہ رہا ہے کہ خدا کا شکر ہے جو میرا سر حمزہ کی رضامندی میں جاتا ہے۔ عادی نے یہ بات سُنتے ہی جی میں کہا کہ ایسے شخص کو مارنا مجھ سے نہ ہو سکیگا اور یہ خیال کر کے خسرو کے برابر

خاک پر بیٹھا کہ جو شخص اُس کا سر کاٹنے کو آئیگا جب تک وہ میرا سر نہ کاٹ لیگا اُس تک نہ جانے دونگا۔ پر عمر بھی اس میدان کے ایک کونے میں کھڑا ہوا تماشا دیکھ رہا تھا۔ جس وقت امیر کو یہ خبر ہوئی کہ عادی اُس کے پاس جا کر بیٹھا ہے امیر نہایت خفا ہوئے اور سلطان بخت مغربی کو بھیجا کہ تم جا کر لندھور کا سر کاٹ لاؤ۔ یہ وہاں سے تو آیا پر لندھور کے پاس آکر جہاں عادی بیٹھا تھا یہ کہہ کر خاک پر یہ بھی بیٹھ گیا کہ امیر یہ جلادی کا حکم اَور کسی کو دیں ہم خسرو کے ساتھ مارے جائینگے۔ یہ خبر بھی امیر کو پہنچی۔ پھر بہرام گرد خاقان چین کو بھیجا وہ بھی وہیں جا کر بیٹھ گیا۔ جب کئی سردار جا چکے اور جو گیا اُس نے یہی حرکت کی۔ تب بختک نے امیر سے کہا بس بادشاہی جلاد حاضر ہیں اُن میں سے کسی کو کیوں نہیں بھیجتے فرمایا تم مختار ہو جس کو چاہو بھیج دو۔ بختک نے ایک جلاد کو اشارہ کیا۔ وہ پکارا کس کا آفتاب زردی میں آیا ہے حکم ہو ابھی اُس کا سر جدا کروں۔ کہا لندھور کی گردن مارو۔ عمر جو جلاد خانہ میں کھڑا تھا کیا دیکھے کہ ایک بادشاہی جلاد شیر کی کھال گلے میں ڈالے ہوئے اور پوست بز کوہی کی کلاہ سر پر رکھے ہوئے اور دستمال لوہو کی بھیگی ہوئی کمر پر لپیٹے ہوئے اور ایک ننگی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے نکلا اور لندھور کی طرف چلا۔ عمر نے معلوم کیا کہ یہ لندھور کے پاس آتا ہے خدا سے دعا مانگنے لگا۔ لندھور اُس وقت سر جھکائے بیٹھا تھا اور جلاد بھی نزدیک پہنچ گیا کہ یکایک اہتمام کی آواز آئی دیکھا تو اُدھر سے ملکہ زر انگیز بانو کی سواری آتی ہے جو ایک محافہ جواہر نگار پر خود اور دوسرے محافہ پر مہر نگار سوار ہیں یہ صبح سے باغ داد میں گئی تھیں اور اس وقت واپس ہوئیں۔ محافہ کے اندر سے زر انگیز بانو کی جوں ہی نگاہ لندھور پر پڑی تو دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ یہ لندھور ہے اور بادشاہ نے اس کی گردن مارنے کا حکم دیا ہے۔ کہا جاؤ چھڑا لاؤ۔ وہ اُس کے لانے کو گئے اور جلاد نے مزاحمت کی۔ زر انگیز بانو نے کہا کہ اس کے کان اور ناک کاٹ کر جلاد خانہ سے باہر کر دو۔ غرض کہ لندھور کو خدمتگار لے گئے۔ ملکہ کی سواری محل میں پہنچنے تک حکم کی تعمیل کر کے خواجہ سراؤں نے جا کر خبر دی کہ لندھور حاضر ہے فرمایا کہ ہمارے یہاں سے خلعت دے کر رخصت کرو کہ اپنے لشکر میں جائے۔ تب لندھور سوار ہو کر لشکر اسلام میں گیا اور اپنی بارگاہ میں بیٹھا۔ یہ خبر بادشاہ کو ہوئی۔ فرمایا کہ ملکہ نے بے مصلحت یہ حرکت نہ کی ہوگی ہم جا کر دریافت کرینگے۔ جب بادشاہ دیوان برخاست کر کے سوار ہوئے اور شبستان حرم کی طرف گئے (باقی داستان شب فردا) *

ستائیسویں داستان

دو شنبہ کو قصہ یہاں تک پہنچایا تھا کہ بادشاہ زر انگیز بانو کے پاس گئے کہا کہ تم جو لندھور کو لے آئیں اس کا کیا سبب تھا۔ کہا کہ وہ ہندوستان کا بادشاہ ہے بادشاہ بادشاہوں کو اس طرح نہیں مارتے کہ بدنامی کا موجب ہے دوسرے یہ کہ تمہیں اس کے مارنے سے کیا حاصل اگر مسلمانوں کو ایسا ہی قتل کرنا منظور ہے تو پہلے حمزہ کو مارو نہیں تو اُس کے مارنے سے فساد برپا ہوگا کیونکہ حمزہ اس کا خون ضرور لیتا میں نے یہ سمجھ کر اُس کو چھوڑ دیا۔ نوشیرواں نے کہا کہ تم نے خوب کیا لیکن حمزہ کو کس طرح سے دفع کروں کوئی ایسی تدبیر نہیں کہ وہ دفع ہو اور درد سر جاتا رہے۔ زر انگیز بانو اس بات کو سُن کر تامل میں گئی کہ کیا جواب دوں۔ اتفاقاً اُس وقت وہاں بختک کی ماں سقر غار موجود تھی بادشاہ سے کہنے لگی کہ اگر آپ کی مرضی اس میں ہو تو لونڈی اس کا سہل علاج کرتی ہے۔ فرمایا کیا کرے گی۔ عرض کی کہ آپ جا کر حمزہ کی خاطر جمع کیجئے کہ اتنی مدت کے بعد تمہاری شادی ہوگی تم تیاری کرو وہ تو اس خوشی میں رہے اور میں بھی مہر نگار سے یہی کہ کر اُس کو ایک تہ خانہ میں چھپا کر بٹھلاتی ہوں اور اُوپر سے یہ افواہ اُڑاتی ہوں کہ مہر نگار کمال بیمار ہے بعد پانچ سات دن کے مشہور کر دونگی کہ مہر نگار مر گئی پس یہ خبر سارے شہر میں مشہور ہوگی اور حمزہ یہ سُن کر اپنے آپ کو مار ڈالیگا۔ بادشاہ یہ سُن کر بہت خوش ہوا اور کہا کہ واقعی اس سے بہتر کوئی صورت اُس کے دفع ہونے کی نہیں ہے۔ پھر بادشاہ باہر تشریف لائے۔ دوسرے دن دربار کے وقت امیر بھی حضور میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے امیر سے فرمایا کہ تم اسباب شادی کا تیار کرو اگلے ہفتے تمہاری شادی شروع ہوگی۔ امیر رخصت ہو کر اپنے لشکر میں گئے۔ سب چھوٹے بڑے نے مبارک باد دی۔ امیر جشن میں بیٹھے۔ اب حال سقر غار کا ملاحظہ فرمایے کہ مہر نگار کے پاس گئی اور کہا ملکہ مبارک ہو کہ تمہاری شادی کی لگن رکھی گئی اب چل کر کئی روز کے لئے سب سے کنارے ہو بیٹھو کہ آپ کی رسم یہی ہے۔ مہر نگار کو لے جا کر کئی معشوق نادرو کے ساتھ ایک جگہ جا بٹھایا اور صحبت نشاط کی وہاں مہیا کی اور کہ دیا کہ اتنے روز یہاں سے باہر نہ نکلنا۔ ملکہ کو وہاں بٹھا کر آپ کار و بار میں مشغول ہوئی۔ اس کے بعد دوسرے دن اُس نے افواہ اُڑائی کہ مہر نگار کی طبیعت کچھ بیمار ہو گئی ہے۔ اس خبر سے امیر کو نہایت تشویش ہوئی کہ ایک مرتبہ پانچ چار دن کے بعد شبستان سے آواز ماتم اور رونے کی بلند ہوئی۔ سارے شہر میں اس آواز سے ایک غل پڑ گیا اور مہر نگار کے مرنے کی دھوم پڑ گئی۔ امیر نے عیاروں

کو خبر کے واسطے بھیجا اُنہوں نے جا کر یہ خبر دی کہ ملکہ مہر نگار کے مرنے کا شور و غل ہے۔ امیر نے یہ حال سُنتے ہی ایک آہ ماری اور زندگی تلخ معلوم ہونے لگی۔ پیشتر اُس کی بیماری کا حال سن ہی چکے تھے۔ یقین ہوا کہ ضرور مر گئی۔ جی میں کہا کہ اب اس زندگی سے مرنا ہی بہتر ہے ارادہ کیا کہ خنجر نکال کر اپنے پیٹ میں ماریں۔ مہر نگار کے مرنے کا حال سُن کر سب سردار مع خسرو ہندوستان و بہرام گرد خاقان بارگاہ سلیمانی میں حاضر ہوئے تھے ہتیار سب چھپا ڈالے۔ امیر نے تلاش کیا مگر کوئی ہتیار نہ ملا بے اختیار اپنے آپ کو خاک پر گرایا اور گریبان پھاڑ ڈالا۔ تمام امرا سمجھانے لگے کہ اب رضا بہ قضا صبر کر کے بیٹھئے کہ مقدر سے کچھ چارہ نہیں۔ فرمایا یہ سچ ہے پر مذہب عشق میں یہ کب روا ہے کہ وہ مر جائے اور میں جیتا رہوں۔

عمر نے جب امیر کی یہ حالت دیکھی از بس کہ یہ بھی حالت گریہ میں تھا لیکن امیر سے کہا اے نامدار خدا کے واسطے اتنا صبر کر کہ میں اب وہاں جا کر اس حال کو دریافت کر آؤں شاید کہ دشمنوں نے مکر کیا ہو۔ بارے بہ ہزار منت امیر کو راضی کر کے چلا اور مدائن میں جا کر جب شبستان کے دروازے پر پہنچا تو لوگوں سے دریافت کرنا شروع کیا۔ خواجہ سراؤں نے زر انگیز بانو کو خبر دی کہ عمر حمزہ کے پاس سے خبر کو آیا ہے۔ سقر غار نے چپکے سے زر انگیز بانو کے کان میں کہا کہ اس کا بلانا ضروری ہے کہ اندر آکر یہاں کے ماتم کا حال دیکھ لے اور حمزہ کو جا کر خبر کرے وہ اگر اس سے سُنیگا تو اپنے آپ کو ضرور ہلاک کریگا۔ اس مشورت سے عمر کو اندر بلایا۔ جب یہ اندر گیا تو دیکھا کہ تمام سامانی اور دیگر سرداروں کی عورتیں سیاہ پوش حرم میں جمع ہیں اور اس طرح سے ماتم کر رہی ہیں کہ اُن کو جو دیکھے کیسا ہی سنگ دل کیوں نہ ہو اُس کا دل بھی کباب ہو جائے۔ عمر اس حال کو دیکھ کر ایک جگہ بیٹھ گیا اور خوب رویا۔ مہر نگار کے غم و الم کے سبب اُن سب میں سے کسی کو حرم میں روشنی کا ہوش نہ تھا تمام محل میں اندھیرا تھا اور اُس اندھیرے میں ماتم ہو رہا تھا اور جہاں زر انگیز بانو بیٹھی تھی عمر اُس کے سامنے دور بیٹھا تھا دیکھا کہ وہ بھی رومال مُنہ پر رکھے ہوئے رو رہی ہے۔ عمر روتا تھا اور دور سے اُسے دیکھتا تھا۔ کیا دیکھا کہ ایک طرف سے سقر غار آئی اور زر انگیز بانو کے کان میں کچھ کہہ کر چلی گئی۔ عمر نے عقل سے معلوم کیا کہ جو اسرار ہے اسی مکار کے پاؤں کے نیچے ہے اس کا حال دریافت کرنا چاہئے کہ یہ اس تاریکی میں کہاں جاتی ہے۔ عمر نے اپنے آپ کو ایک بڑھیا کی صورت بنا اور عصا ہاتھ میں لے کر اُس کے پیچھے چلا۔ سقر غار شبستان سے ایک طرف کو روانہ ہوئی اور دیوار کے پاس ایک باغیچہ میں گئی کہ عمر بھی اُس کے نزدیک جا پہنچا اور باریک آواز سے کہا اے خاتون ذرا آہستہ چلو۔ یہ حیران ہوئی کہ کون آیا ہے ایسا

نہ ہو کہ کوئی اس حال سے مطلع ہو پھر کر دیکھنے لگی کہ عمر نے اس کے گلے میں کمند ڈال کر کھا
جب یہ گری تو کمند کے پھندے سے مار ڈالا اور درختوں کے نیچے سوکھے پتوں کے ڈھیر
تلے چھپا دیا اور اُس کی صورت بن کر جدھر وہ جا رہی تھی اُس طرف کو روانہ ہوا۔ پر
حیران تھا کہ کہاں جاؤں۔ تھوڑی دور گیا تھا کہ سامنے سے مہرنگار کی ایک خورد سال کنیز
شمع ہاتھ میں لئے آئی اور اس کو دیکھ کر کہا کہ اے بی بی سقر غار اتنی دیر کیوں ہوئی ملکہ
نے کئی مرتبہ یاد کیا چنانچہ اب مجھے بھیجا ہے تمہارے بُلانے کو چلی تھی۔ جواب دیا کہ میں
زر انگیز بانو کے پاس بیٹھی تھی اس لئے دیر ہوئی۔ یہ کہہ کر اس کے ہمراہ تہ خانے میں
گیا۔ مہرنگار مانندِ صد نگار مثل گل شگفتہ ایک مسند پر لباس عروسانہ پہنے ہوئے بیٹھی تھی
اور جام و صراحی روبرو رکھے ہوئے کمال خوشی میں ہے اور گھر کی ہرگز خبر نہیں۔ عمر نے اس
کو سلامت دیکھ کر خدائے عزوجل کا شکر ادا کیا اور ملکہ کی دعا و ثنا کہنی شروع کی۔ ملکہ نے
اُس وقت سقر غار کو نہایت کرم و محبت سے دیکھ کر فرمایا کہ تو اس طرح کی صحبت مجھ سے
کیوں نہیں رکھتی۔ عرض کیا کہ اے گلزارِ وفا و اے میوۂ شاخسارِ حسن و صفا میری جان
تجھ پر قربان ہے لیکن میرا بیٹا تم سے در پردہ عداوت رکھتا ہے از بس کہ میں بھی اُس
کی جان کی دشمن ہوں اس خاطر آپ سے زیادہ گستاخ نہیں ہوتی کہ شاید تم مجھ کو بھی دشمن
سمجھو میں مسلمان ہوں پر اپنے تئیں ظاہر نہیں کر سکتی۔ ملکہ یہ سُن کر نہایت خوش ہوئی
اور کئی ہزار من کی خرید کا ایک ہار اپنے گلے سے اُتار کر اُس کے گلے میں ڈال دیا اور کہا
اے سقر غار عروسی میں کیا دیر ہے۔ اُس وقت عمر نے اپنے آپ کو ظاہر کیا اور کہا کیسی
عروسی اور کیسی دامادی تمہارے مرنے کی افواہ اُڑی ہے اگر میں جلد خبر لے کر نہ جاؤنگا
تو امیر اپنے آپ کو مار کر مر جائینگے۔ یہ نہایت خوش ہوئی اور پوچھا یہاں کس طرح پہنچا۔
عرض کیا کہ سقر غار کو مار کر اور اُس کی صورت بن کر آیا ہوں۔ مہرنگار نے پانچ ہزار
تھیں زر سرخ کے عمر کو انعام دیے اور کہا امیر کو جلد خبر کر۔ عمر نے کہا دستاویز دو وہ میرے
کہنے کا اعتبار نہ کرینگے۔ مہرنگار نے رقعہ محبت امیز اپنے ہاتھ سے لکھ کر عمر کو دیا۔ عمر وہاں
سے نکل کر باہر آیا اور اصلی صورت میں ہو کر لشکر اسلام کی طرف روانہ ہوا (باقی داستان
شب فردا) ✣

اٹھائیسویں داستان

دوشنبہ قصہ یہاں تک عرض کیا تھا کہ عمر خبر لے کر چلا اور بارگاہ والاجاہی میں امیر کو
مہرنگار کی سلامتی کی خبر پہنچائی اور وہ رقعہ گذرانا امیر نے دوڑ کر عمر کو گلے سے لگایا اور

اور دس ہزار تن بخشے۔ عمر نے کہا اب میں جو عرض کروں آپ اُسے قبول کیجئے وہ یہ کہ آپ بمع سرداران سیاہ پوش ہو کر چلئے کہ بن آپ کے گئے جنازہ نہ آئیگا جب جنازہ آئے تو آپ جنازہ کے ہمراہ ہو جیئے دیکھئے میں ان کے نگر کو کس طرح سے کھوتا ہوں کہ اُن کو اس بات کی سراسر شرمندگی رہے۔ امیر اپنے یاروں سمیت سیاہ پوش ہوئے۔ اور خسرو و بہرام و سلطان بخت مغربی و مقبل ان سب کو ساتھ لے کر بارگاہ خسروی کی طرف گئے اور جا کر دیکھا تو تمام ساسانی و لہراسپی و منڈوگی اور کیومرثی مع بادشاہ سیاہ پوش بیٹھے ماتم کر رہے ہیں امیر بھی ان میں جا بیٹھے اور عزاداری میں مشغول ہوئے۔ جب قریب پہر کے دن آیا امیر نے بادشاہ سے کہا کہ اب جنازہ نکلوانا چاہئے بادشاہ نے اندر کہلوا بھیجا۔ وہاں سے زر انگیز بانو نے کہا کہ آج مہر انگیز کی لاش کو یہاں رکھینگے اور مغرب کی نماز کے بعد جنازہ میں رکھ کر بھیجینگے۔ غرض تمام روز بادشاہ مع سرداران خاک پر بیٹھے رہے اور جتنے برہمن وکشیش و اور زنار دار تھے اپنی اپنی پوتھی کے رو سے خدا کے نام سے جپا کئے سنکھ بجاتے اور چرخ مارتے رہے۔ جب شام نزدیک آئی تو محل میں جنازے کی تیاری ہونے لگی۔ سقر غار کو تلاش کیا تو وہ نظر نہ آئی۔ تب زر انگیز بانو نے اُس کو ڈھونڈنے کا حکم دیا۔ غرض کہ پتوں کے نیچے سے اُس کی مردہ لاش نکال کر زر انگیز بانو کے پاس لائے اور اس کو مہر نگار کے عملی جنازہ میں بند کر کے باہر بھیجا۔ اور بختک کو یہ خبر ہوگئی کہ تیری ماں یکایک مرگئی وہ سیاہ پوش ہو کر اُس تابوت کے آگے آگے ماتم کرتا ہوا چلا۔ جب جنازہ بارگاہ میں آیا تو اُس کی قوم کے جتنے لوگ تھے اُس کے گرد جمع ہوئے اور اپنے پونے دو سو خداسے مہر نگار کے لئے آمرزش مانگنے لگے عمر اُن کی وضع دیکھ کر آپ بھی چمڑے کی ایک قبا پہن کر مثل اُن کی صورت کے تیار ہوا طرح بہ طرح کی حرکتیں کرنے لگا۔ جا بہ جا مشعلیں بازے بیں اور صدائے ناقوس کے آگے اُن کے ساتھ آپ بھی ذکر لات و منات کا کرنے اور اُن برہمنوں میں چرخ کھانے اور اُن کے طریق کے مطابق ایک ایک سے بغل گیر ہونے لگا۔ لیکن بغل گیری کے وقت آتش بازی کی چھچھوندریں جلا کر ہر ایک کے گریبان میں ڈالتا۔ غرض اسی طرح اپنے تئیں بختک کے پاس پہنچایا اور اُس کو گلے لگا کر اُس کے گریبان میں چھچھوندر چھوڑ کر اس قدر پکڑے رہا کہ بختک کا سینہ جلنے لگا۔ بختک نے ایک آہ ماری اور کہا اے عمر چھوڑ دے کہ میرا سینہ جلتا ہے عمر نے کہا کہ کیوں نہ جلے تیری ماں جو مرگئی البتہ جلتا ہوگا لیکن میرا جی جلتا ہے غرض وہ آگ بختک کے سینہ سے پشت پر پہنچی کہا اے عمر اب میری پیٹھ بھی جلتی ہے غرض اُس وقت عجیب ہنگامہ تھا کہ تابوت کے آگے آگے ان برہمنوں کا اپنی کتابوں کو

بد آوازی سے پڑھتے ہوئے چلنے اور امیر اُن کی وضع پر پنہاں تبسم کرتے ہوئے چلے جاتے تھے کہ بختک کے گریبان سے یکایک آگ کا شعلہ بھڑکا تب تو بختک نے بہ ہزار منت اپنے آپکو عمر کے ہاتھ سے چھوڑایا اور بھاگ کر ایک حوض کے پانی میں جا گرا اور اُن برہمنوں نے بھی پانی میں گر کر اپنی اپنی آگ کو بجھایا۔ غرض ایسا تفرقہ پڑا کہ ہر ایک ہر طرف بھاگنے لگا۔ راوی لکھتا ہے کہ بادشاہ اُس وقت رومال کے اندر ایک گٹھی پیاز کی لیئے ہوئے تھا جب یہ رومال آنکھوں پر رکھتا تو پیاز کی تیزی سے آنکھوں کا پانی نکلتا اور لوگ جانتے کہ بادشاہ روتا ہے۔ اور بادشاہ کو روتا دیکھ کر تمام سردار بھی روتے تھے۔ اُس وقت عمر کی حرکتیں دیکھ کر بادشاہ مع سب سرداروں کے ہنسا اور وہ پیاز گر گیا۔ بادشاہ اُس وقت نہایت شرمندہ ہؤا۔ عمر نے اُس وقت بادشاہ کی طرف دیکھ کر کہا حیف ہے کہ تجھ سا بادشاہ مکاروں کا کہنا مان کر ایسی حرکتیں کرے۔ بادشاہ نے ہنس کر فرمایا بابا جس نے یہ مکر کیا تھا وہ اپنی سزا کو پہنچا میرا کچھ قصور نہیں یہ کہہ کر امیر کو چھاتی سے لگایا اور اُس کا عذر کیا۔ امیر نے عرض کی کہ بندہ اپنے آپ کو حضور میں ایک ادنیٰ ملازم جانتا ہے اور آپ خاوند ہیں لیکن عدالت کا کام فرما دینا بادشاہ لیئے نہایت لازم۔ بادشاہ نے امیر کو مع خود و پیراہن خلعت عطا فرمائے بعد اس کے امیر سوار ہو کر تل شاد کام کی طرف روانہ ہوئے۔ اور بادشاہ سوار ہو کر شبستان حرم میں گیا اور مہر نگار کو بلا کر کہنے لگا۔ جتنی حرکتیں عمر کی تھیں وہ سب بیان کیں۔ یہ سُن کر زر انگیز بانو اور مہر نگار بے اختیار ہنسیں۔ اور وہاں بختک اپنے گھر جا کر اپنا علاجہ کرنے لگا۔ جب اس بات کو تین دن گذرے تو صاحبِ قران نے عمر کو بادشاہ کی خدمت میں یہ عرض کرکے بھیجا کہ جو ہونا تھا سو ہو چکا اب ان مکاروں کی بات پر عمل نہ کیجیئے گا کہ یہ لوگ بدخواہ سرکاری ہیں اور اپنے فایدہ کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتے اب فرمایئے کہ عروسی کب ہوگی۔ عمر وہاں سے بادشاہ کے پاس آیا اور امیر کا پیغام عرض کیا۔ فرمایا بہت بہتر ہے چالیس دن کے بعد تمہاری شادی کرینگے کیونکہ بعض چیزیں تیار نہیں ہیں۔ عمر نے جواب دیا کہ آپ بادشاہ ہفت کشور ہیں جو چاہئے ایک ساعت میں مہیا ہو سکتا ہے۔ بزرجمہر نے مہلت تیس روز کی ٹھیرائی اور دن شادی کا مقرر کیا اور عروسی کی تیاری ہونے لگی۔ عمر نے بادشاہ سے اقرار کا نوشتہ لیا کہ پھر کوئی حرکت درمیان میں نہ آئے اور حضور سے رخصت ہو کر امیر کے پاس آیا اور وہ نوشتہ صاحب قران کو دیا۔ امیر نہایت خوش ہوئے۔ لیکن اب بختک کا حال بھی ملاحظہ فرمایئے کہ جب بادشاہ کے اقرار کو پانچ دن گذرے تو اُس نے شادی کا حال سُنا کہ بادشاہ نے تیس دن کے بعد شادی کا اقرار کیا ہے۔ بیتاب ہوا اور باوجود اس

گئے کہ جس آگ سے وہ جلا تھا اُس کے زخم بھی اچھے نہ ہوئے تھے کہ سوار ہو کر بادشاہ کی خلوت میں گیا اور بعد مجرے کے کہا کہ آپ نے مہرنگار کی شادی کا اقرار کیا ہے اگر یہی منظور تھا تو پھر اور حیلے کیوں کئے روز اول سے اُس کے حوالے کر دیا ہوتا اب واقعہ یہاں تک پہنچا کہ تمام ملکوں میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ بادشاہ کا ارادہ حمزہ کو داماد بنانے کا نہیں ہے پس انسان کو لازم ہے کہ اپنے مذہب کا بھی کچھ پاس رکھے وہ مسلمان اور تم آتش پرست اگر اس سے نسبت کروگے تو سلاطین عالم کیا کہینگے۔ غرض اس طرح کی باتیں کہیں کہ نوشیرواں نے کہا کہ میں ناچار ہوں کیا علاج کروں۔ بختک نے کہا آپ خاطر جمع رکھیں میں نے اس کی تدبیر سوچ لی ہے۔ فرمایا کیا۔ عرض کی کہ آج کے تیسرے دن جب بارگاہ میں سب خورد و کلاں حاضر ہوں اور حمزہ بھی ہو تو اُس روز آپ صحبت نشاط کریں اُس وقت میں دو تین آدمی گوش و بینی بریدہ کر سکھلا کر بھیجونگا کہ وہ زنجیر عدالت کو بلائینگے اور فریاد کرینگے کہ ہم نوشیرواں کے نوکر ہیں اور حضور کی طرف سے ہفت ملک میں تھے اور وہاں کا خراج ہر سال مدائن میں بھیجتے تھے اب وہاں یہ خبر پہنچی ہے کہ بادشاہ نے مسلمانوں کو اپنا داماد بنایا ہے پس یہ خبر وہاں کے بادشاہوں کو بہت بُری معلوم ہوئی اس لئے اُنہوں نے ہم کو یہ صورت کر کے نکال دیا ہے کہ اسی طرح تم نوشیرواں کے پاس جاؤ اب ہم خراج نہیں دینگے اگر بادشاہ کو نخل بندی لینی منظور ہے تو اپنے داماد کو بھیج دے کہ ہم سے خراج لے پس حمزہ صاحب غیرت ہے وہ خود جائیگا۔ نوشیرواں نے اس مشورہ کو قبول کیا۔ جب دو دن گذرے تو بادشاہ نے امیر کے واسطے بزم جشن مرتب کرائی اور سب سردار اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے اور مجلس میں طعام و شراب حاضر کیا گیا۔ بختک نے قیدیوں میں سے کئی آدمیوں کو روپے دے کر سکھلایا اور ان کے ناک و کان کاٹ کر عدالت میں بھیجا۔ اُنہوں نے جا کر عدالت کی زنجیر کو ہلایا۔ جب آواز بلند ہوئی تو بادشاہ نے فرمایا دریافت کرو کہ کون ہے۔ تب چوبداروں نے اُن کو حضور میں پیش کیا۔ یہ پانچ آدمی ناک اور کان کٹے تھے انہوں نے فریاد کی اور جو مضمون بختک نے سکھلایا تھا وہ بیان کیا۔ ان کی یہ بات سُن کر امیر کو بہت بُرا معلوم ہوا اور فرمایا کہ اگر ہفت ملک میں جا کر اُن سے بزور خراج نہ لیا تو بادشاہ کا داماد نہ کہلایا۔ از بس کہ بادشاہ نے فرمایا اے ابو العلیٰ اُنہوں نے اپنے واسطے بُرا کیا کہ یہ حرکت کی تم اپنے کام میں رہو اور اگر یہی منظور ہے تو شادی کر کے چلے جانا۔ امیر نے قبول نہ کیا اور کہا میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک وہاں کا خراج نہ لاؤنگا شادی نہ کرونگا۔ اُسی وقت پہلوان عادی کو امیر نے کوچ کا حکم دے دیا۔ تب بادشاہ نے امیر سے فرمایا کہ اگر یہی مرضی ہے تو اپنے سرداروں

سے کسی کو ہمارے پاس چھوڑ جاؤ کہ تمہارے آنے تک مہر نگار کا نگہبان رہے۔ امیر اس بات سے نہایت خوش ہوئے اور بادشاہ کو دعا دے کر فرمایا بندہ بھی یہی چاہتا ہے کہ بہرام حضور میں رہے بادشاہ نے امیر کو خلعت دیا اور سات نامے شاہان ہفت کشور کے نام اس مضمون کے لکھا دیئے کہ میں نے اپنے داماد کو واسطے خراج کے بھیجا ہے جو کوئی بہ خوشی نہ دیگا یہ اُس سے بہ زور شمشیر لیگا۔ اور سوائے اس کے بادشاہ نے ایک سردار قارن دیو بند کو کہ جس کی چوکیداری میں امیر زخمی ہوئے تھے بارہ ہزار سوار ہمراہ کر کے امیر کے ساتھ کر دیا کہ وہ راہ میں امیر کی معاونت کرے۔ امیر نے عرض کی کہ اس کے عوض کسی اَور کو بندہ کے ہمراہ کیجئے کیونکہ یہ تمام ساسانیوں میں بزرگ ہے اور نیز آپ سے رشتہ رکھتا ہے اور میری اس سے اور اس کی مجھ سے کئی مرتبہ تکرار اور بے مزگی ہوئی ہے پس اگر راہ میں کوئی حرکت ویسی ہی کرے تو اس کا کیا علاج کروں۔ بادشاہ نے قارن سے کہا کہ اس کا علاج بتلاؤ۔ اُس نے کہا کہ میں لکھے دیتا ہوں (کہ ایک بھی حرکت بے جا مجھ سے سرزد ہو تو لایق سزا ہوں)۔ امیر نے نوشتہ لے کر فرمایا تو نے ایک خطا کو لکھا ہے میں تم کو دو خطائیں معاف کرونگا لیکن تیسری خطا میں البتہ سزا دونگا۔ بادشاہ نے قارن کو خلعت عنایت فرمایا اور رخصت کیا۔ امیر وہاں سے تل شاد کام پر لشکر اسلام میں گئے اور طبل کوچ بجوایا۔ لیکن عمر نے امیر سے کہا کہ تم مہر نگار پر عاشق نہیں ہو بلکہ لڑائی پر عاشق ہو پس تم ہفت ملک کو جاؤ اور میں مکہ کو جاتا ہوں تمہاری فتح کے لئے خدا سے دعا مانگونگا۔ امیر نے فرمایا بہت اچھا۔ آپ نے خط لکھ کر مع بہت سے تحایف کے عمر کو دیا۔ اور عمر یہ سب کچھ لے کر مکہ کو روانہ ہوا۔ یہاں امیر کے جانے کے بعد بادشاہ نے سات خط اور لکھوا کر قارن کو دیے جن میں یہ لکھا تھا کہ میں نے حمزہ کو وہاں بھیجا ہے جس طرح قابو ملے حمزہ کو مار ڈالنا اور سات مثقال زہر قاتل بھی قارن کو دیا کہ جہاں موقع بنے حمزہ کو پلا دینا کہ مر جائے۔ جب اس طرح کا سامان کر لیا تو وہ بادشاہ سے رخصت ہو کر امیر کے پاس آیا اور ان کے ہمراہ مداین سے ہفت ملک کی طرف کوچ کر کے روانہ ہوئے اور سات دن پے در پے منزل بہ منزل چلے گئے۔ آٹھویں منزل میں دو پہر کے وقت قارن نے اپنے گھوڑوں کو کھڑا کیا اور صحرا کی طرف دیکھنے لگا۔ امیر نے فرمایا اے برادر کیا دیکھتا ہے۔ عرض کیا میں یہ دیکھتا ہوں کہ یہاں سے دو رستے ہفت ملک کو جاتے ہیں آپ جس راہ سے فرماویں لشکر چلے ایک راہ تو بیس روز کی ہے اور دوسری تین روز کی جو ہفت ملک پہلے شہر کے پاس جا پہنچتی ہے۔ امیر نے فرمایا کہ ایسی نزدیک راہ چھوڑ کر دور کی راہ جانا کیا ضرور ہے قارن نے کہا کہ اس تین منزل میں کہیں پانی کے قطرہ تک نہیں ملتا لشکر کو حکم دیں کہ تین روز کا پانی اپنے ساتھ اُٹھالیں۔ ایک روز امیر نے وہاں مقام کیا اور فوج کو پانی اُٹھانے کا حکم دیا۔

دوسرے دن صبح کو کوچ کیا اور جس راہ سے قارن نے کہا تھا اسی راہ سے روانہ ہوئے تین روز تو بآرام چلے گئے مگر چوتھے روز لوگوں کے پاس سے پانی ہو چکا اور صحرائے بے آب سامنے نمودار ہوا۔ دوپہر تک تو لوگوں نے پانی کا انتظار کیا پر جب دوپہر ڈھلنے لگی تو ساری سپاہ مارے پیاس کے اس ریگستان میں تڑپنے لگی اور ہر خورد و بزرگ کی حالت عجیب طرح کی ہوئی۔ امیر ان سب کی یہ حالت دیکھ کر آپ بھی گھوڑے سے اتر کر زمین پر بیٹھے اور قارن سے فرمایا کہ تو کہتا تھا کہ تین روز کے بعد پانی ملیگا آج چوتھا روز ہے تیرے کہنے کے برخلاف ظہور میں آیا۔ عرض کیا کہ میں بارہ برس کے بعد اس راہ میں آیا ہوں جہاں جہاں پانی تھا وہاں ریت کے ڈھیر ہو گئے ہیں اس سبب سے پانی نہیں ملتا اگر فرمائیں تو بندہ تلاش کرے۔ فرمایا اچھا۔ یہ گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے لشکر میں آیا اور اس نے اپنے لشکر میں پانچ دن کا پانی اٹھایا ہوا تھا اور سب آسودہ تھے اس نے اپنی سپاہ سے کہا کہ گھوڑوں پر سوار ہو کر تیار رہو میں جا کر حمزہ کو زہر دیتا ہوں جب دیکھو کہ حمزہ نے میرے ہاتھ سے جام پیا تم نے سب کو مار ڈالنا۔ ان سے یہ کہہ کر امیر کے پاس گیا اور کہا غلام نے تمام صحرا ڈھونڈھا کہیں پانی نہیں ملا اگر بے ادبی نہ ہو تو بندہ کی چھاگل میں شاید ایک جام پانی کا ہے وہ حاضر کروں۔ فرمایا لا کہ اس وقت حالت بری ہے۔ اس نے پہلے سے ہی اس پانی میں زہر ملا رکھا تھا جام بھر کر امیر کے روبرو لے گیا۔ امیر نے وہ جام اس کے ہاتھ سے لیا اور پینے کا ارادہ کیا تو جی میں خیال گذرا کہ یہ مروت سے بعید ہے کہ میں اس جام کو پیوں اور سارے رفیق پیاسے رہیں تب وہ جام لندھور کو دیا اور فرمایا کہ میں مرد صحرا نشین ہوں اس پیاس کو برداشت کر سکونگا اور تم کو ایسا اتفاق کم ہوا ہے پس اسے تم پیو۔ خسرو اس وقت امیر کی یہ مروت دیکھ کر حیران رہ گیا اور تب نہ پیا پہلوان عادی کو دیکھ کر اس حوالے کیا کہ تم پیو۔ عادی نے کہا کہ اس سے میری پیاس ہرگز نہ بجھیگی جب یہ نہیں تو پینا عبث ہے تب وہ جام سلطان بخت مغربی کو دیا۔ غرض اسی طرح وہ جام دست بہ دست پھرا اور آخر مقبل وفادار کے ہاتھ آیا۔ اس نے جی میں افسوس کیا اور کہا کہ یہ ناواجب ہے جو تو پانی پیئے اور تیرا خاوند پیاسا رہے لوگ کیا کہینگے وہ اس جام کو پھر امیر کے روبرو لایا اور امیر نے اسے لب پہ لگایا ÷

انتیسویں داستان

اب عمر کا حال عرض کرتا ہوں کہ وہ امیر کا خط اور سوغات مکہ میں پہنچا کر وہاں لشکر اسلام کی طرف روانہ ہوا۔ راہ میں دیکھا کہ ایک بزرگ پیر مرد آگے چلا جاتا ہے۔ عمر نے ہزار طرح اپنا قدم تیز کیا پر اس کے پاس ہرگز نہ پہنچ سکا تب تو پکار پکار کر قسمیں دیں کہ اے بزرگ قسم ہے

پہنچے اپنے مذہب کی فوراً کھڑا ہو۔ وہ سوگند سن کر کھڑا ہوا۔ جب نزدیک جا کر دیکھا تو حضرت خضر علیہ
السلام ہیں قدم بوس ہوا اور شکریہ اظہار کرنے لگا۔ حضرت خضر نے فرمایا کہ اس وقت قارن دیوبند
نے زہر دیا ہے اور امیر ابھی لب کے پاس لے گئے ہیں اور پیا چاہتے ہیں یہ وقت دیر کرنے کا نہیں تو جلد
جا اور وہ جام امیر کے ہاتھ سے پھینک دے لیکن یہیں سے کہتا ہوا جا کہ نہ پینا ہوا تیری آواز کو
فوراً پہنچا ئیگی۔ عمر بے حواس ہوا اور یہی کہتا ہوا دوڑا۔ پر اب وہاں کا حال ملاحظہ فرمایئے کہ امیر نے
چاہا کہ اس جام زہر آمیز کو پیویں کہ صحرا کی طرف سے آوازہ پیدا ہوئی نہ پینا۔ امیر نے ہاتھ کو
روک لیا اور میدان کی طرف دیکھنے لگے اور اس آواز کو سن کر سب چھوٹے بڑے حیران ہوئے۔
قارن نے عرض کی کہ یہ صحرائے عجائب و غرایب ہے یہاں بہت سے غول رہتے ہیں کسی غول
کی آواز آئی ہوگی آپ اس کا خیال نہ کریں۔ امیر نے پھر پینا چاہا۔ دوبارہ پھر وہی آواز آئی
امیر نے ہاتھ کو پھر روکا اور صحرا کی طرف دیکھا کہ ایک باریک سی گرد نظر آئی اور دامان گرد منقرض
باد سے تا بہ گریبان جوں ہی چاک ہوا تو دیکھا کہ عمر چلا آتا ہے اور یہی کہتا ہے کہ مت پینا۔
امیر اس کی طرف دیکھ کر متعجب ہوئے۔ اس نے پاس آ کر امیر کے ہاتھ سے وہ جام لے کر پھینک
دیا۔ اس کا پانی جہاں پڑا زمین پھٹ گئی اور ایک قطرہ امیر کے موزہ پر گرا تھا کہ موزہ کے چمڑہ کو
توڑ کر پشت پا پر آیا اور پشت پا سے گذر کر تلوے کی راہ سے نکل گیا۔ تب سب نے جان لیا کہ یہ
زہر تھا۔ قارن یہ دیکھ کر اپنے لشکر میں بھاگ گیا اور بارہ ہزار سوار لے کر امیر پہ آ گیا۔ یہ حالت
دیکھتے ہی خسرو ہندوستان فوج ہند کو لے کر اور گرز گراں ہاتھ میں پکڑ کر قارن کی فوج میں آ
مارنے لگا۔ قارن نے ایک نیزہ لندھور کو مارا۔ خسرو نے وہ نیزہ اس کے ہاتھ سے چھین کر اس کے
پیٹ میں اس زور سے مارا کہ وہ گھوڑے سے گر کر بے ہوش ہوا اور بہت سے لوگ مارے گئے جو
باقی تھے انہوں نے دیکھا کہ قارن گرا چاروں طرف سے دوڑے اور قارن کو درمیان میں لے کر
ایک جنگل کی طرف بھاگے اور عمر اپنی فوج کو اپنے ساتھ لے کر اس چشمہ پہ لایا جو اس کو خضر علیہ
السلام نے بتلایا تھا لشکر وہاں اترا اور سب سیراب ہوئے۔ اور لندھور نے عمر کو گلے سے لگایا اور
نہایت خوش ہوئے اور کچھ انعام دیا۔ اور امیر نے لندھور سے فرمایا کہ تم نے خوب کام کیا کہ ملعون
کو دفع کیا نہیں تو وہ سب کا کام تمام کر چکا تھا۔ لشکر نے کئی روز وہاں قیام کیا۔ پھر امیر نے عمر سے
فرمایا کہ کوئی بدرقہ پیدا کرنا چاہیئے کہ اس سے ہفت ملک کی راہ معلوم ہو۔ عمر یہ حکم پا کر لشکر سے
باہر نکلا اور بدرقہ کی تلاش میں گیا اور ایک چھوٹا سا قصبہ نظر آیا جب اس کے اندر گیا تو وہاں کے
لوگ اسے دیکھ کر بھاگنے لگے۔ عمر حیران ہوا اور ایک شخص کو دوڑ کر پکڑا اور بھاگنے کا سبب پوچھا۔
اس نے کہا کہ پرسوں ایک جماعت اسی راہ سے گذری تھی اس کے ہاتھ سے یہاں کے لوگوں نے

کمال ایذا پائی تھی کہ انہوں نے ایک ایک کو باندھا اور روپیہ لیے۔ عمر نے معلوم کیا کہ وہ قارن
تھا۔ اُس کا تمام حال عمر نے اُس شخص سے بیان کیا اور کہا ہم لوگ ایسے نہیں کہ ہم سے کسی کو
ایذا پہنچے بلکہ کچھ فایدہ ہوتا ہے جا اور اپنے لوگوں کو سمجھا۔ وہ گیا اور سب کو عمر کے پاس لے آیا
عمر نے وہاں سب کو تسلی دی اور اپنے ساتھ لے کر امیر کے پاس آیا اور امیر نے سب پر مہربانی
کی اور انعام دیا۔ وہ لوگ بہت خوش ہوئے۔ امیر نے اُنکے سردار کو خلعت دیا اور اُس سے پوچھا
کہ یہ بیابان کہاں تک ہے اور ہفت ملک کا پہلا شہر یہاں سے کتنی دور ہے اور اُس کا کیا نام
ہے اور یہاں سے ہم کون سی راہ جائیں اور کتنے دنوں میں وہاں پہنچینگے۔ اُس نے عرض کیا کہ یہ
بیابان اور بارہ کوس تک ہے اس کے بعد میٹھا پانی مل سکیگا اور وہاں سے بائیں منزل چل
کر انطاکیہ ہے اور نام نام وہاں کا حاکم دس ہزار سپاہ اپنے ساتھ رکھتا ہے آپ جس طرف کوچ
کریں بندہ کو ساتھ لے چلیں میں وہاں تک پہنچا دونگا۔ امیر نے اُس سارے بیابان اور نواح
کا اُسے حاکم مقرر کیا۔ اور پہلوان عادی سے فرمایا کہ پیش خیمہ روانہ کرو۔ اُس نے بارگاہ کے سب
خیمے اونٹوں پر لدوا کر وہاں سے روانہ ہوا۔ اور صبح کو امیر بھی سوار ہوئے اور لشکر کا کوچ ہوا۔
اور ڈیڑھ پہر دن چڑھے خیمہ میں داخل ہوئے۔ اور اُس آب شیریں کی طرف لوگ پانی بھرنے کو چلے
ان لوگوں کے ساتھ کچھ کتے لگے تھے جو دوڑ کر ان سے پہلے پانی میں جا گھسے اور پانی پیتے ہی
وہ مر گئے۔ یہ لوگ اُن کو دیکھ کر حیران ہوئے اور صاحب قران کو خبر پہنچائی۔ امیر سوار ہو کر اُس
پانی کے کنارے آئے اور معلوم کیا کہ اُس میں زہر پڑا ہے۔ پس لوگوں کو منع کیا کہ یہاں سے پانی کوئی
نہ پیئے۔ تب نئے چشمے کھدوائے اور ان میں سارے لشکر اور گھوڑوں وغیرہ نے پانی پیا۔ یہ حرکت
قارن کی تھی کہ یہاں جہاں آب شیریں تھا اُس میں زہر ڈالتا گیا کہ حمزہ کا لشکر اسی راہ سے
آئیگا جو پیئیگا سو مر جائیگا۔ غرض صبح کو امیر نے کوچ کیا اور روانہ ہوئے تیسرے دن انطاکیہ
کے قلعہ کے پاس پہنچے اور دیکھا کہ یہ قلعہ پہاڑ کے اوپر بنا ہوا ہے کہ کمند وہم بھی وہاں تک
نہ پہنچے۔ اس قلعہ کی دوسری طرف دریا تھا لشکر اُس کے کنارے اترا۔ اب قارن بے دین کا حال
ملاحظہ فرمایئے کہ وہاں سے بھاگ کر رستے کے ہر پانی میں زہر ڈالتا ہوا قلعہ انطاکیہ میں آیا اور
نوشیرواں کا خط حاکم کو دیا اور کہا کہ حمزہ ہفت کشور کا خراج لیا چاہتا ہے سو نوشیرواں کا حکم
ہے کہ اُس کو فریب سے قابو میں لا کر مار ڈال۔ اب وہاں کی کیفیت سنیئے کہ دس بارہ کوس کی
تفاوت سے تین قلعے ہیں اور تینوں قلعوں میں تین بھائی بادشاہ ہیں اور تینوں قلعوں کا نام
انطاکیہ رکھا ہے۔ اور پہلے قلعہ کے بادشاہ کا نام نام اور دوسرے کا نام سام اور تیسرے کا نام
مہلو زریں تھا۔ لیکن قارن ان تینوں سے کہتا ہوا پچھلے قلعہ کی طرف روانہ ہوا اور یہاں

سے ہام نام نے اپنے بھائیوں کو لکھا کہ حمزہ آیا ہے اور میرے پاس صرف دس ہزار سوار ہیں کس طرح مقابلہ کروں اگر تم بھی آؤ تو باہم اتفاق کر کے تیس ہزار سوار سے اس کا سامنا کریں اور اگر یہ قلعہ اُس نے لے لیا تو پھر تمہارے قلعوں کا لینا آسان ہے لازم ہے کہ جلد پہنچو۔ وہ یہ سُن کر اپنی فوج سمیت انطاکیہ میں آئے اور مشورت کرنے لگے۔ ایک نے کہا اس سے کوئی بات بہتر نہیں کہ ہمارے پاس تیس ہزار سوار ہیں باہر نکل کر مقابلہ کے لئے طبل بجوائیں اور لڑ کر اُسے ماریں۔ دوسرے نے کہا کہ عقل سے بعید ہے کیونکہ اُس کے ساتھ کئی شاہ اور سردار ہیں چنانچہ لندھور بن سعدان کی سپاہ کے روبرو ہونا ہی مشکل ہے رات کو شب خون مار کر اُس کا کام تمام کیجئے۔ ہام سب سے بزرگ اور عقل مند تھا اُس نے کہا کہ یہ سب نادانی ہے جو تم نے ٹھہرایا ہے میرے خیال میں سب سے بہتر یہ ہے کہ یہاں سے تحائف اور پیشکش لے جایئے اگر وہ عزت اور حرمت کے ساتھ پیش آیا تو کیا مضایقہ ہے اُس کو خراج دیجئے اور اُس سے ملاقات کیجئے کیونکہ اکثر سردار اس کی رفاقت میں ہیں آپ بھی حاضر رہئے۔ اور اگر اُس نے آپ کی توقیر نہ کی تو اپنے قلعہ میں چلے آیئے میں دس ہزار سوار سے قلعہ داری کرونگا اور تم نے بیس ہزار سوار سے ہر رات شب خون مارنا یہاں تک کہ وہ ہلکان ہو کر چلا جائے۔ سب نے اس مشورت کو پسند کیا اور بہت سے تحفے لے کر قلعہ سے باہر نکلے اور امیر کے لشکر کی طرف روانہ ہوئے (باقی داستان شب فردا) +

تیسویں داستان

اب امیر کا حال سُنئے کہ وہ لشکر میں بیٹھے ہوئے اس قلعہ کے لینے کی فکر کر رہے تھے کہ یکایک پہلوان عادی نے آ کر خبر دی کہ انطاکیہ کا بادشاہ مع اپنے بھائیوں کے ملازمت کو آتا ہے۔ امیر نہایت خوش ہوئے اور کئی سردار اُن کے استقبال کے لئے آگے بھیجے اُنہوں نے آ کر مجرا کیا اور جو تحائف بغرض ہدیہ لائے تھے نذر گذرانا۔ امیر اِن سب سے بغل گیر ہوئے اور اُن پر نہایت سرفرازی فرمائی اور بیٹھنے کا حکم دیا۔ امیر کا یہ سلوک دیکھ کر وہ بدرجۂ اتم ممنون ہوئے۔ امیر نے اُن کے واسطے شربت طلب کیا اور مجلس آراستہ کی۔ تین روز تک انہیں جشن میں رکھا پھر خلعت معقول منگا کر انہیں اپنے ہاتھ سے پہنایا اور کہا افسوس ہے کہ تم ایسے بہادر ہو کر خدا کو نہیں پہچانتے۔ امیر کی اس بات نے اُن کے آئینۂ دل سے زنگ کفر دور کیا اور کلمہ پڑھ کر صدقِ دل سے مسلمان ہوئے۔ اور امیر نے اُنہیں گلے سے لگایا اور کہا اب تم میرے بھائی ہو اور اگر تمہارے خزانہ میں روپے کی کمی ہے تو بادشاہ کو میں اپنے پاس سے دونگا مجھ کو تمہارے مُلک و مال سے

کچھ کام نہیں فقط دوستی کا طالب ہوں اور یہ عزت جو میں نے پیدا کی ہے دوستوں ہی کے سبب سے ہے۔ ان بادشاہوں نے نوشیرواں کے خطوط جو قارن دے گیا تھا امیر کی خدمت میں گذرانے اُن میں مضمون یہ تھا کہ جس طرح پاؤ حمزہ کو مار ڈالو۔ امیر اس خط کو پڑھ کر نہایت آزردہ ہوئے پھر خیال کیا شاید یہ جعلی نہوں وہ خطوط مقبل کو دیئے اور کہا تم اپنے ساتھ کے لوگوںکو ساتھ لیکر کوچ کر کے جاؤ اور یہ خط نوشیرواں کو دو۔ امیر کی یہ بات سنتے ہی اُن تینوں بادشاہوں نے کہا کہ ہمارے تینوں ملکوں کا خراج بھی حاضر ہے اسی کے ہاتھ بھیج دیجئے۔ امیر نے اُن کو پھر خلعت دیا اور پوچھا کہ یہاں سے آگے اب کون سا شہر آئیگا۔ عرض کی کہ یہاں سے پندرہ روز کی منزل کے بعد علانیہ شہر آئیگا اور وہاں کے حاکم کا نام انیس ہے۔ امیر نے فرمایا کہ اب تم اپنے اپنے ملک میں رہو اور بادشاہت تمہاری تم ہی کو مبارک رہے۔ ہم کل یہاں سے علانیہ کی طرف روانہ ہونگے انہوں نے کہا کہ ہم جب تک زندہ ہیں آپ کے قدم سے جدا نہ ہونگے انہوں نے تینوں ملکوں کا خراج خزانے میں داخل کیا اور اپنے اپنے شہر میں نایب چھوڑ کر امیر کے ساتھ ہوئے۔ صبح کو امیر نے کوچ کیا اور علانیہ کی طرف چلے۔ منزل اور مراحل طے کرتے ہوتے نزدیک اُس شہر کے پہنچے اور قلعہ سے دو فرسنگ پر اُترے اور مقام کیا۔ قارن امیر کے آنے سے پہلے نوشیرواں کا خط انیس کو دے کر حلب کی طرف چلا گیا۔ انیس شاہ نہایت بد ذات تھا لشکر لے کر باہر آیا اور طبل جنگ بجا کر میدان میں کھڑا ہوا اور امیر کو للکارا۔ امیر اُس کی آواز سُن کر مثل شعلہ آتش سامنے آئے۔ وہ امیر کو دیکھتے ہی گھوڑے سے زمین پر اُتر کر کھڑا ہوا اور امیر کی رکاب کو بوسہ دیا اور کہا میرا کیا مقدور ہے جو آپ سے لڑوں۔ لیکن یہ خطا جو مجھ سے ہوئی ہے معاف کیجئے۔ امیر نے پیدل ہو کر اُسے گلے لگایا اور لشکر میں لائے۔ وہ امیر کے رعب کے خوف سے مسلمان ہوا اور دل میں کینہ رکھے ہوئے کئی روز تک امیر کے پاس رہا۔ ایک روز امیر سے کہا کہ بندہ نے ایک حمام نہایت عمدہ بنایا ہوا ہے اگر حکم ہو تو گرم کراؤں۔ امیر نے پہلے انکار کیا پھر اُس کے اصرار سے فرمایا کہ اچھا۔ انیس شاہ نے حمام کی تیاری کا حکم دیا اور اس حمام کیفیت یہ ہے کہ انیس شاہ کو بندگان خدا سے از بس کہ بغض باطنی تھا اس غرض سے یہ حمام بنایا تھا کہ شاید میں کسی سے لڑائی میں برابر نہ آؤں اور شکست پاؤں تو اُس سے صلح کرکے اس حمام میں اُسے ماروں۔ اس حمام میں ایک خاص خلوت خانہ نہایت دل چسپ بنوایا تھا اور اُس کی چھت کو لوہے کے چار ستونوں کے سہارے پر الگ رکھا تھا اور ستونوں کے نیچے زنجیریں باندھی تھیں کہ جب زنجیریں کھینچیں تو اُس مکان کی چھت جو شخص اُس کے اندر بیٹھا ہو اُس پر گر پڑے۔ پس اُس ولد الزنا نے یہی خیال جی میں ٹھیرا کر حمام گرم کرایا اور امیر

کو مع سب سرداروں کے اُس میں لے گیا۔ اور اُس کے باہر ستونوں کے پاس چار حبشی غلام زور آور کھڑے کئے کہ جب حمام میں تاس بارڈں اور اُس کی آواز بلند ہو تو تم نے ان زنجیروں کو کھینچنا کہ حمام خدا پرستوں کے سر پر گرے اور وہ مر جائیں۔ حبشیوں کو یہ سمجھا کر وہ امیر کو حمام میں لے گیا۔ امیر اور سرداروں نے جا کر دیکھا تو حمام نہایت دل چسپ اور فرح بخش نظر آیا۔ پوشاکیں اُتار کر نہانے میں مشغول ہوئے۔ عمر اور عادی کو ہر چند بلایا مگر وہ حمام میں نہ آئے کہا کہ ہم نگہبان ہیں ہمارے متعلق یہی کام ہے۔ ایک ساعت کے بعد عمر کے جی میں خیال گذرا کہ تو حمام کے اندر تو نہیں گیا اس کو باہر سے تو دیکھ کہ کیسا ہے تب اُٹھا اور حمام کے گرد پھر کر حمام کے پیچھے جا کر کیا دیکھے کہ ایک ستون استادہ ہے اور اُس میں زنجیریں لگی ہیں اور چار حبشی پاس کھڑے ہیں۔ عمر حیران ہوا کہ یہ کیا ہے تب فوراً ایک بھٹیارے کی صورت بن کر حال معلوم کرنے کے لئے پاس گیا تو ایک حبشی نے کہا اے بڈھے تو یہاں سے جلد بھاگ کہ کوئی دم میں حمام گریگا اور خدا پرست مر جائینگے ہم صرف تاس کی آواز کے منتظر ہیں۔ عمر یہ سُن کر اور جلد اصلی صورت ہو کر امیر کے پاس آیا اور زبان عیاری میں سب حال کہہ دیا کہ انہیں نے یہ تدبیر کر رکھی ہے آپ نے اس خلوت خانہ میں ہرگز نہ جانا اور کوئی ایسی صورت کرو کہ پہلے وہ آپ اندر جائے کہ میں اُس کے سر پر چھت گرا دوں۔ امیر جب حمام سے فراغت کر چکے تو انیس نے کہا کہ آپ خلوت خانہ میں چلئے کہ اس میں میوے کس صورت کے چنے ہیں۔ فرمایا پہلے تم جا کر میوے زمین پر نیچے رکھو پھر ہم آ کر کھاتے ہیں۔ وہ نہایت خوشی سے اندر گیا اور عمر نے تاس کو زمین پہ مارا ان حبشیوں نے زنجیریں کھینچیں وہ چھت انیس شاہ پر گری اور واصل جہنم ہوا امیر نے عمر کو چھاتی سے لگایا اور آفرین دی اور باہر نکل کر قلعہ میں آئے اور انیس شاہ کے تمام سرداروں کو مسلمان کر کے ہر ایک کو سرافرازی کی خلعت دی اور انیس شاہ کے خورد سال لڑکے کو بجائے باپ کے گدی نشین کر کے حمد ازرین کمر کے حوالے کیا کہ اس کی تربیت کرو کہ یہ اپنی ریاست سنبھالے۔ اور آپ وہاں کا بھی خراج لے کر سابقہ خراج کے خزانہ میں داخل کیا اور وہاں سے کوچ کر کے حلب کی طرف روانہ ہوئے۔ اور حلب کی حکومت کا یہ حال تھا کہ عدیث نامے ایک شخص شاہ حلب کو قید میں رکھ کر خود بادشاہت کرتا تھا۔ اب قارن کا حال سُنئے کہ اُس نے نوشیرواں کا خط امیر کے پہنچنے سے پہلے عدیث کو دیا اور کہا کہ بادشاہ کا حکم ہے کہ جو حمزہ کو باریگا مجھ پر احسان کریگا یہ پیغام دے کر یونان کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ عدیث نے کہا کہ دیکھ میں اُس کو میدان میں کس طرح زیر کرتا ہوں۔ قارن نے کہا کہ یہ خلاف عقل کہ میدان میں کوئی اُس سے بر سر آئے ایسا قصد کرنا لاحاصل ہے

عدیث شاہ نے کہا کہ اگر وہ ایسا ہے تو میں اور فکر کرتا ہوں۔ پوچھا کیا۔ جواب دیا کہ خراج
طلب پیش کرتا ہوں اور ظاہر مسلمان ہوتا ہوں اور بعد کئی روز کے حمزہ سے چوگان بازی
کا سوال کرونگا میرے میدان کے قطر میں ایک کنواں ہے کہ عرض کا ہے جس میں برچھیاں
گڑی ہوئی ہیں۔ امیر کو مع گھوڑے کے اُس کے اندر گرا دیتا ہوں کہ وہ بچ نہ سکے۔ اور بیس ہزار
سوار میرے ساتھ اور تیس ہزار سوار تیرے ساتھ ہیں اس تیس ہزار سوار سے اُس کے لشکر
کو قتل کرتا ہوں۔ قارن نے یہ تدبیر پسند کی اور صبر کرکے بیٹھا۔ جب امیر کا لشکر تلیہ کے قریب
پہنچا تو عدیث شاہ خراج لے کر آیا اور امیر سے ملاقات کی اور خوشی سے مسلمان ہوا۔ امیر نے
اُس کی ضیافت کی اور کئی روز جشن میں رکھا۔ تیسرے روز اُس نے عرض کی کہ غلام آپ
سے چوگان بازی کرنے کے لئے امیدوار ہے۔ نیز عدیث نے لوگوں سے پہلے کہا ہوا تھا کہ اگرچہ
بے ادبی ہے لیکن سپاہ قیطاس کی گرد اپنے فیض حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا اچھا کل
صبح کو۔ یہ واپس گیا اور اپنے ارکین سے کہا کہ میدان ہموار کیا اور کل مع سپاہ آیا
اور کہ مع سپاہ قارن کے ساتھ میدان میں کھڑے رہو۔ جب دیکھو کہ حمزہ کوئیں میں گرا تو تم
فوج اسلام پر جا گرو اور سب کو مار ڈالو۔ یہ کہہ کر سب کو تیار کیا اور آپ صبح کو میدان
میں آکر کھڑا ہوا۔ اور امیر بھی ہتھیاروں سے مسلح لگا کر مع سپاہ اسلام میدان میں آئے۔
عدیث شاہ نے پہلے آکر امیر کی رکاب کو بوسہ دیا پھر میدان میں نکل کر عرض کیا کہ آپ پہلے
ابتدا کریں۔ فرمایا میں کسی کام میں پیش قدمی نہیں کرتا اول تو چوگان گیند پر لگا۔ تب وہ
آداب بجا لایا اور گیند لے کر چلا۔ جب تیر بھر نکل گیا تو امیر نے اپنے مرکب کو دوڑا کر گیند
اُس سے لیا اور جس طرف وہ جاتا تھا اُسی طرف کو میدان میں چلے جو پیچھے رہ گیا۔ کوئیں
کے پاس جا کر امیر کا گھوڑا رکا۔ امیر نے حضرت صالح نبی کا تازیانہ نکال سپاہ قیطاس کے کفل
پر مارا تو وہ غصہ میں آکر اُس طرف کو جست کر کے نکل گیا لیکن اُس کے دونوں پچھلے پاؤں
کوئیں میں رہے امیر اُس کی پیٹھ سے کود کر الگ ہوئے۔ گھوڑے کی پیٹھ پر امیر کو جب عدیث شاہ
نے نہ دیکھا تو سمجھا کہ حمزہ کوئیں میں گرا ہے تیس ہزار جوان خون خوار سے لشکر اسلام پر آ
گرا۔ لیکن یہاں امیر نے اپنے مرکب کو گردن سے پکڑ کر باہر کھینچ لیا اور اُس پر سوار ہوئے۔
امیر کی نگاہ جو قارن پر پڑی اور اُس نے بھی امیر کو دیکھ لیا تب وہ بے اختیار کوہستان کی طرف
بھاگا۔ اور امیر نے بھی اُس کے پیچھے گھوڑا ڈالا۔ چونکہ عدیث شاہ مع فوج لشکر اسلام پر یکایک
آگرا تھا اس لئے اُس کے ہاتھ سے بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ آخر لندھور نے اُس کو اور
اُس کی فوج کو شکست دی لیکن دیکھا تو امیر کا کچھ حال معلوم نہیں ہوتا۔ عمر سے پوچھا کہ امیر

کہاں گئے جواب دیا کہ قارن کے پیچھے گئے ہیں تم لشکر اسلام سے خبردار رہو میں امیر کی خبر لینے کو جاتا ہوں یہ کہہ کر گھوڑے کے سموں کے نشان پر روانہ ہوا۔ اب امیر کا حال سُنئے کہ وہ قارن کے تعاقب میں گئے اور دو پہر کے وقت فالیز کے ایک جزیرہ میں پہنچے تو فالیزبان نے ایک بڑا سا خربزہ امیر کو دیا۔ جب امیر نے اُس کی پھانک کاٹی اور اُس کے کھانے کا ارادہ کیا تو اُس مرد نے کہا اے جوان مجھے تجھ پہ ترس آتا ہے تو اسے مت کھا میں سو اشرفی سے درگذرا امیر نے نہ کھایا اور اُس مرد سے سبب پوچھا تو اُس نے کہا کہ تجھ سے ایک لمحہ پہلے ایک سوار ادھر سے بھاگا ہوا آیا تھا اُس نے اس خربزہ میں کچھ ملا کر مجھے دیا اور کہا کہ ایک شخص میرے پیچھے آتا ہے اُسے یہ خربزہ کھلانا میں تجھے سو اشرفی دونگا۔ امیر نے دیکھا کہ اُس میں زہر ملا ہوا ہے ہاتھ سے پھینک دیا اور کہا کہ اُس نے تجھے سو اشرفیاں دینی کی تھیں میں ہزار اشرفیاں دونگا بتلا وہ کہاں گیا۔ کہا کہ اسی پہاڑ کے درے میں گیا ہے اس میں دوسری راہ نہیں ہے یہیں ہوگا۔ امیر ادھر کو گئے اور اُس کی تلاش کرنے لگے کہ ایک شیر اُس پہاڑ سے نکل کر امیر پہ دوڑا اور امیر نے اُس کو ہاتھ سے پکڑ لیا اور زور کرنے لگے۔ اس وقت قارن چھپا ہوا دیکھ رہا تھا امیر کی یہ حالت دیکھ کر فرصت پائی اور تلوار نکال کر امیر پر چلانی چاہی۔ وہ جوں ہی نزدیک آیا تو امیر نے اُس شیر کو اُٹھا کہ قارن کے سر پر اس زور سے مارا کہ شیر مرگیا اور قارن بھی گر پڑا امیر اُس کی چھاتی پر سوار ہوئے اور خنجر نکال کر چاہا کہ اُسے ماریں اُس نے کہا کہ اے حمزہ اگر تو مجھے نہ مارے تو میں تین چیزیں ایسی دوں کہ بادشاہ ہفت کشور کی سرکار میں بھی نہ نکلے۔ امیر نے چھوڑنے کا اقرار کیا۔ تو اُس نے پہلے کمر سے خنجر نکال کر امیر کو دیا کہ یہ طہمورس دیو بند کی کمر کا ہے اور ایک بازو بند دیا کہ اُس میں بارہ لعل شب چراغ لگے ہوئے تھے اور ہر لعل وزن میں چالیس مثقال کا تھا اور تیسرا اس پہاڑ میں دفینہ ہے جسمیں بے شمار مال ہے۔ یہ کہہ رہا تھا کہ عمر بھی آن پہنچا امیر نے اُس کے ہاتھ باندھ کر عمر کے حوالے کیا کہ وہ دفینہ بتلائے (باقی داستان شب فردا)

اکتیسویں داستان

دو شنبہ کو قصہ یہاں تک پہنچایا تھا کہ عمر نے قارن سے کہا کہ دفینہ کہاں ہے۔ اُس نے کہا کہ میرے ساتھ چل بتا دونگا۔ عمر نے اُس ہاتھ بندھے ہوئے کو ساتھ لیا۔ قارن نے عمر کو خوب پھرایا اور خراب کیا۔ عمر نے کہا کہ کہاں ہے وہ دفینہ۔ قارن زور کر کے کمند توڑنے لگا عمر نے اس کی چھاتی میں خنجر ایسا مارا کہ پشت توڑ کر پار ہو گیا۔ وہ اسے مار کر امیر کے پاس

آیا۔ امیر نے پوچھا کہ اُس نے مال بتلایا کہا وہ جھوٹ بول کر اپنے تئیں چھوڑانا چاہتا تھا میں نے اُسے مار ڈالا۔ امیر نے کہا کہ میں نے اُس سے چھوڑنے اقرار کیا تھا۔ عرض کیا کہ مجھ کو اس بات کی خبر نہ تھی۔ غرض امیر سوار ہو کر لشکر میں آئے اور حلب میں داخل ہوئے۔ حلب کا وہ بادشاہ جو عدیث شاہ کی قید میں تھا پھر اُس کو حلب کا بادشاہ کیا اور خراج وہاں کا بھی لے کر جمع کیا۔ اور قارن نے جو بد ذاتیاں کی تھیں وہ ایک عرضی میں لکھ کر مع اُن خطوط کے جو قارن نے شاہ کی طرف سے یہاں بادشاہوں کو دیے تھے ملفوف کر کے پانچوں شہر کے خراج سمیت مع بار برداری مقبل کے حوالہ کئے اور اُسے مداین کی طرف روانہ کیا۔ اس سے دوسرے روز کوچ کر کے یونان کی طرف چلے اور جب یونان کے نزدیک پہنچے تو فریدوں شاہ بادشاہ یونان بہت سے تحفے و نذرانے لے کر مع اپنے بھائی آصف کے جو وزارت کا کام بھی کرتا تھا آیا اور ملازمت کی۔ امیر نے اُسے خلعت سرافرازی امداد کیا اور واسطے اُس کے شربت و طعام منگایا اور جام شراب گردش میں آیا۔ عمر نے فریدوں شاہ سے پوچھا کہ اس ارادے پر آئے ہو۔ اُس نے جواب دیا کہ چند مشکلات میرے درپیش ہیں صاحب قران نے پیشتر لوگوں کی مشکلات حل کیں اگر ان کو بھی آسان کریں تو بندوں سے کمتر ہوں اور اگر نہ ہو تو میں بھی بادشاہ ہوں کچھ غرض نہیں رکھتا۔ یہ بات امیر تک پہنچ گئی۔ فرمایا اے بہادر کیا مشکل ہے۔ فریدوں شاہ نے عرض کیا ایک یہ کہ اس سرزمین میں کئی برس سے ایک اژدھا پیدا ہوا ہے جس سے خلقت کو کمال ایذا ہے دوسرے یہ کہ ایک زنگی نے یہاں آ کر ایک پہاڑ کے اوپر کئی فرسنگ تک قلعہ بنایا ہے اور وہ سال میں ایک مرتبہ شہر پر تاخت لا کر غارت کرتا ہے۔ اور تیسرے میں ایک بیٹی رکھتا ہوں اُسے قبول کیجئے۔ فرمایا کہ اژدہا اور زنگی کا دفع کرنا تو آسان ہے لیکن شادی کا ہونا ابھی مشکل ہے کیونکہ ہم نے مہرنگار سے اقرار کیا ہوا ہے اُس کی شادی کے بعد البتہ کرونگا۔ فریدوں شاہ نے کہا جو آپ کی مرضی ہے وہ مجھے قبول ہے۔ یہ رات مجلس میں گذری۔ صبح کو امیر مع سپاہ نصرت شعار فریدوں شاہ کے ساتھ اژدہا مارنے کو روانہ ہوئے۔ جب سواری ایک فرسنگ بڑھی تو فریدوں شاہ پیدل ہوا اور امیر سے عرض کیا کہ اب وہ مکان یہاں سے تین فرسنگ ہے کسی کا مقدور نہیں کہ آگے جا سکے فرمایا ہمارے سردار یہیں رہیں۔ اور آپ صرف عمر کو ساتھ لے کر گئے۔ آگے بڑھ کر دیکھا تو اُس اژدہا کی آتش سے تمام جنگل سیاہ ہو رہا ہے۔ امیر نے گھوڑے کو وہیں چھوڑا اور آپ پیادہ پا روانہ ہوئے تھوڑی دور جا کر ایک سیاہ پشتہ نظر آیا کہ اُس سے آگ کے شعلے آسمان کو جاتے ہیں۔ امیر نے سمجھ لیا کہ اژدہا یہی ہے اور وہ آگ اس کا دم ہے اُس طرف کو جا کر ایک نعرہ کیا اور وہ اژدہا امیر پر دوڑا

امیر نے دونوں تیر اُس کی دونوں آنکھوں میں ایسے مارے کہ اندھا ہو گیا اور اپنا سر زمین پر مار کے
مر گیا۔ امیر نے عمر کو خبر دی۔ عمر قدم بوس ہوا۔ پھر وہاں سے سوار ہو کر فریدون شاہ کے
پاس آئے۔ اس کے بعد سب لوگ گئے اور اژدہا کو مردہ دیکھا اور امیر کے قوت بازو پر شاباش
کہی۔ فریدون شاہ نے اس اژدہا کا چمڑا اُتروا کر اس میں گھاس بھروائی اور شہر میں
منگایا۔ اور امیر پر سب نے زر و مال نثار کیا۔ امیر نے فرمایا کہ کل ہم تنگا دہ نگل پر جائینگے۔
لندھور نے عرض کی کہ وہ گیدی کیا چیز ہے جس پر آپ جائینگے بندہ جائیگا۔ امیر نے خلعت
سپہسالاری کا دے کر لندھور کو اُدھر روانہ کیا اور آپ فریدون شاہ کو لیکر جشن نوروزی میں بیٹھے۔

فریدون شاہ یونان کی خاطر امیر نے اژدہا کو تیروں سے مارنا اور اس مردہ اژدہا پر تماشائیوں کا ہجوم ہونا۔



وہاں لندھور نے جا کر تنگا دہ نگل کو لیا اور اس کے قلعہ کو لوٹا۔ وہاں سے اس قدر مال
نکلا کہ جس کا حساب نہیں۔ لندھور آ کر امیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور فریدون شاہ نے لندھور
پر بہت سا زر نثار کیا اور امیر کو خط لکھا اور عرض کیا کہ تیسری منزل پر کیا ارشاد ہوتا ہے۔

امیر نے فرمایا کہ میں آگے ہی کہہ چکا ہوں کہ مہر نگار کی کتخدائی کے بعد جو کہئے گا قبول کرونگا۔ تب فریدوں شاہ ناچار ہوا اور وہاں سے شہر میں آیا اور اپنے بھائی آصف سے کہا کہ حمزہ میری لڑکی کی نسبت قبول نہیں کرتا کاش میں نے اس سے نہ کہا ہوتا تو بہتر تھا اب لوگ کہینگے کہ حمزہ نے فریدوں کو اپنی نسبت کے لایق نہ سمجھا اس لئے یہ بات نہ مانی اب کیا تدبیر کروں کچھ بن نہیں آتی اور کوئی صورت ظہور میں نہیں آتی کہ یہ معاملہ طے ہو کوئی شخص ایسا ہو کہ حمزہ کو سمجھائے۔ یہ ایسے ہی خیالات ظاہر کرکے دل میں پیچ و تاب کھا رہا تھا کہ

فریدوں شاہ کی درخواست کے مطابق امیر حمزہ کی اجازت سے لندھور میمونہ سوار نے زنگیوں کے گروہ کی طرف جانا اور قلعہ توڑ کر شنگادہ زنگی کو مارنا اور لا انتہا غنیمت کا کا مال امیر حمزہ کے روبرو لانا



اس زندگی سے مرنا بہتر ہے یہ کہہ کر خنجر نکالا اور چاہا کہ اپنے آپ کو ہلاک کرے۔ آصف نے ہاتھ

پکڑ لیا اور کہا آپ یہ کیا کرتے ہیں جو میں کہوں وہ کیجئے۔ کہا کیا۔ کہا عمر کو بلوا کر کچھ دیجئے البتہ وہ امیر کو راضی کر لیگا۔ اُس نے عمر کو کچھ بھیجا اور مطلب کہا۔ جب عمر اس کے پاس آیا تو سرو قد تعظیم کی اور اپنے برابر بٹھایا اور بارہ ہزار تمن رشوت دینا قبول کیئے اور اپنا مدعا بیان کیا۔ عمر نے اُس کو تشفی دی اور امیر کے پاس جاکر ناہید بن مریم فریدوں شاہ کی بیٹی کی اس قدر تعریف کی کہ امیر بے اختیار فریفتہ ہوئے اور کہا بھائی میں نے قبول کیا پر اس شرط پر اُس سے عقد باندھتا ہوں کہ مہرنگار کی شادی کے بعد متصرف ہونگا۔ عمر نے کہا اس کا مضایقہ نہیں۔ پھر جاکر فریدوں شاہ کو خبر دی۔ وہ نہایت خوش ہوا اور عمر کو بارہ ہزار تمن دیئے۔ فریدوں شاہ نے یوناں میں جشن کی تیاری کی اور امیر کو مع سپاہ شہر میں لے گیا اور سب کی ضیافت کی۔ جب عقد بندی ہوچکی امیر محل میں گئے اور ناہید بن مریم کو دیکھا ہزار جان سے عاشق ہوئے چونکہ مہرنگار سے قسم کھائی تھی اس لیئے ناچار تھے مگر کئی روز تک اُس معشوقہ کے ساتھ جشن میں رہے۔ اور جشن کے بعد فراغت کرکے قارن کے بازو بند کے لعلوں میں سے ایک لعل اپنی نشانی کے لیئے دیا اور محل سے باہر آئے اور کئی روز رہے۔ اس کے بعد فریدوں شاہ سے یہاں کا خراج لے کر شمشادگاودد زنگی کے ال سمیت لندھور کے ہمراہ مداین کی طرف نوشیرواں کی خدمت میں بھیجا اور عمر کو خسرو کے ساتھ کیا۔ اور آپ لشکر ظفر اثر کو لے کر مصر کی طرف تشریف فرما ہوئے اور وہاں سے بھی خراج لیا۔ اور مہرنگار شادی مفصل حال چوتھی جلد کے اخیر میں بیان کیا جائیگا۔ انشاء اللہ تعالی۔ (باقی داستان شب فردا) +

تمت جلد اول بالاتمام

داستانِ امیرِ حمزہ

جلدِ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

بتیسویں ۳۲ داستان

سلطان نشان حلقہ بہ گوشِ گردون کشان یعنی امیر کبیر کشور گیر جہان ستان کا یونان اور روم اور مصر کو جانا اور امیر کا مع اپنے سارے ہمراہی یاروں کے قید میں پڑنا پھر اپنے سب یاروں سمیت قید سے خلاص ہو کر شہر مدائن کو جانا اور مہر نگار کو ہاتھ میں لانا +

اس بیان میں کہنے والا یوں کہتا ہے کہ جب نوشیرواں کو کوئی تدبیر نہ سوجھی اور صاحب قران خران ہفت کشور کا لے کر آئے تب بختک بن بختیارک دختر زادہ القش بن ملور کش سگِ سفید کو بلایا اور کہا کہ اے وزیر با تدبیر کہ اب کیا حیلہ و مکر و فکر کرتا ہے کہ حمزہ دفع ہو۔ بختک نے کہا کہ آپ کچھ اندیشہ نہ فرمادیں میں ایک ایسی تدبیر کرتا ہوں کہ اگر حمزہ ہزار جان بھی رکھتا ہو تو ممکن نہیں کہ ایک بھی سلامت لے جائے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ وہ تدبیر کیا ہے۔ بختک نے عرض کیا کہ صبح کو وہ دربار میں آئیگا اور میں ولایت کا ایک کاغذ دربار میں گذرانوں گا اور کہونگا کہ تین برس ہوئے ہیں کہ یونان اور مصر اور روم کا خراج نہیں آیا ہے۔ تو اُس وقت آپ لے

فرمانا کہ اس کا سبب کیا ہے تب میں چپ رہونگا حمزہ آپ ہی عرض کریگا کہ اگر حکم ہو تو میں جاؤں اور اُن سرکشوں کو گوشمالی کرکے وہاں کا خراج لاؤں۔ تب بادشاہ نے فرمایا کہ بہتر ہے جس وقت حمزہ جانے کی تیاری کرے تب وہاں کے بادشاہوں کو لکھنا کہ جس طرح بنے حمزہ کو جان سے مار ڈالیں۔ غرض بختک اور بادشاہ نے یہ بات مقرر کرکے اُسی وقت فرمان لکھائے اور قاصدوں کو دے کر روانہ کئے۔ جب دوسرا دن ہوا تو امیر حمزہ دربار میں آئے اور دیکھا کہ اہالی موالی و ارکانِ دولت و امرائے عظام از پیر تا جواں و از خورد و کلاں و ملازم و مہ و از ادنیٰ و اعلیٰ سب حاضر ہیں اور دربار معمور ہے۔ امیر بادشاہ کو مجرا کرکے اپنے دنگل پر بیٹھے اور پیالہ گردش میں لائے اور حریف سرمست ہوئے۔ تب بختک نے وزارت کی کرسی پر سے اُٹھ کر ولائتوں کے خراج کا کاغذ بادشاہ کے حضور میں پیش کرکے کہا کہ تین برس سے ان تین ملکوں کا خراج نہیں آیا ہے۔ تب نوشیرواں نے کہا کہ ان تینوں ملکوں کے خراج نہ آنے کی کیا وجہ ہے۔ بختک نے عرض کی کہ جب تک گستہم زرین کفش تھا تب تک خراج کے آنے میں قصور نہ ہوا کیونکہ وہ اُن ملکوں سے لڑ بھڑ کر خود لاتا تھا وہ تو گیا اس لیئے ہر ایک خراج کے پہنچانے میں قصور کرتا ہے۔ امیر اس بات کو سُن کر غصہ سے جوش میں آئے اور بولے کہ میرے عہد میں تقصیرِ خراج ہونا عجب ہے۔ تب بختک نے کہا کہ امیر کی عمر دراز ہو تمہارے ہوتے خراج کے مال میں قصور کیوں ہوگا۔ اس پر امیر نے فرمایا کہ قسم ہے آستانِ مکہ کی اور قسم ہے پروردگار کی کہ جب تک ان تینوں ولائتوں کا خراج نہ لاؤنگا تب تک مہرنگار کا نام زبان پہ نہ لاؤنگا۔ یہ سخن کہہ کر عمر بن عمیہ ضمیری اور معدی کرب کو تاکید فرمائی کہ تمام لشکر ظفر پیکر کو تیار کرکے خیمہ باہر نکالو۔ یہ کہہ کر امیر نے بادشاہ سے عرض کی کہ راہ دکھانے والا میرے ہمراہ کیجیئے۔ پس بادشاہ نے بختک سے فرمایا کہ راہ دکھلانے والا امیر کے ساتھ روانہ کرو۔ بختک نے عرض کی کہ قارن دیو بند کے بیٹے کو امیر کے ہم رکاب کرنا چاہیئے کیونکہ وہ ان ملکوں کی راہ سے خوب واقف کار ہے۔ تب بادشاہ کی اجازت سے بختک نے پسرِ قارن دیو بند کو بُلوا کے امیر کے پاؤں پر ڈالا اور کہا کہ تو نے امیر کو راہ بتاتے جانا۔ ظاہر میں تو یہ بات کہی مگر اُسے الگ بُلا کر بختک نے دو مثقال زہرِ ہلاہل دیا اور کہا اے پسرِ قارنِ دیو بند یونان کی راہیں دو ہیں ایک نزدیک کی اور ایک دور کی ہے اور نزدیک کی راہ میں تین منزل تک پانی نہیں ہے تو نے امیر کو ہر حیلہ اس راہ سے لے جانا اور صرف اپنے ساتھ پانی کی مشکیں بھر لینا اور حمزہ کو بہر کیف پانی میں زہر ملا کر دینا۔ پسرِ قارن نے یہ بات قبول کی اور امیر کے ہمراہ ہوا۔ جب منزلیں طے کرتا ہوا اُس دوراہے پر پہنچا تو پسرِ قارن نے امیر سے عرض کی کہ اے امیر یہ راہ بہت سخت ہے کہ اس راہ میں تین دن کے راستہ تک پانی نہیں ملتا اور

دور بھی ہے اور یہ راہ نزدیک ہے مگر ایک روز کا پانی چاہئے کہ لشکر اپنے ساتھ اُٹھا لے کیونکہ اب ایک منزل پانی نہ ملیگا۔ تب امیر نے عمر بن عمیہ کو حکم دیا کہ سپاہ کو کہو کہ سب لوگ ایک دن کا پانی اپنے ساتھ اُٹھالیں۔ پس امیر کے حکم سے سارے لشکر نے ایک دن کا پانی بھر لیا اور امیر و پسر قارن مع لشکر چل دیے۔ جب ایک منزل گئے تو وہ پانی ایک ہی دن میں خرچ ہو گیا اور دوسرے روز وہاں سے کوچ کیا تو سارے راہ میں پانی نہ پایا۔ تب امیر نے فرمایا کہ اے پسر قارن کیا کرنا چاہئے کہ اس رستہ میں پانی کی صورت معلوم نہیں ہوتی۔ تب اُس نے عرض کی کہ اے امیر اس میں میرا کچھ قصور نہیں میں آگے ایک مرتبہ اس راہ سے گیا تھا تو بہت سے تالاب اور کنوئیں دیکھے تھے میں نے اُسی اعتبار پر پانی کی نسبت ایک دن کے لئے عرض کیا تھا شاید کہ وہ سب تالاب اور کنوئیں سوکھ گئے ہیں۔ غرض کہ امیر نے وہاں مقام نہ کیا اور آگے چلے اور لشکر مارے پیاس کے ہلاک ہونے لگا سارے پہلوان عرب کے ایک جگہ کھڑے ہوئے اور بے طاقتی سے قدم نہیں اُٹھا سکتے تھے اُس وقت امیر گھوڑے سے اُتر کر ایک جھاڑ کے نیچے کھڑے ہوئے اور عمر بن عمیہ پانی ڈھونڈنے کو گیا۔ حمزہ پیاس سے ہلاک ہونے لگے اور پسر قارن سے فرمایا کہ خبر لو اگر تمہارے یہاں کچھ پانی ہو تو تھوڑا سا پانی منگاؤ۔ اول تو پسر قارن منکر ہوا پھر کتنی دیر کے بعد ایک پیالہ زہر ملے ہوئے پانی کا بھر کر منگایا اور امیر کو دیا۔ جب امیر نے وہ پیالہ لیا تو ہاتھ امیر کا کانپا۔ تب حمزہ نے اس پانی کے پینے سے ہاتھ روکا اور تعویق فرمائی اور دل میں سوچے کہ جب مجھے گستہم کی لونڈیوں نے زہر دیا تھا تو اُس وقت بھی میرا ہاتھ کانپا تھا اور اب بھی کانپتا ہے۔ تب پسر قارن نے امیر سے کہا کہ پیاس کے سبب آپکا ہاتھ کانپتا ہے۔ ان باتوں میں ہی تھے کہ عمر بن عمیہ مشک پانی سے بھر کر لائے اور دور سے پکارے کہ اے امیر یہ پانی جو پسر قارن نے دیا ہے اسے ہرگز نہ پینا۔ امیر نے یہ بات سنتے ہی وہ پیالہ ہاتھ سے رکھ دیا۔ اتنے میں عمر نزدیک آیا اور کہا کہ یا امیر اس جنگل میں میں اِدھر اُدھر پانی ڈھونڈتا تھا کہ یکایک ایک بوڑھا پیدا ہوا اور مجھ سے پوچھا کہ کیا ڈھونڈتا ہے۔ میں نے کہا کہ پانی ڈھونڈتا ہوں کہ امیر حمزہ لشکر سمیت پیاس سے ہلاک ہوتا ہے تب اُس بوڑھے نے اپنا عصا زمین پر مارا فوراً ایک چشمہ پانی کا وہاں سے پیدا ہوا اور جب میں اُس پانی سے مشک بھر کر چلا تو وہ بوڑھا بولا کہ اے عمر امیر سے کہو کہ جو پانی تمہیں پسر قارن نے دیا ہے نہ پینا کہ اُس میں زہر ملا ہے۔ تب وہ پیالہ پانی کا عمر کے منع کرنے سے امیر نے نہ پیا اور پسر قارن کو بلا کر فرمایا کہ یہ پانی تو پی لے۔ پسر قارن نے وہ پیالہ امیر کے ہاتھ سے لے لیا اور کہا کہ لعنت ہے پسر قارن کی زندگی پر کہ امیر کی اتنی خدمت کی اور اس قدر جاں فشانی پر بھی امیر کا دل میری طرف سے

صاف نہیں ہے۔ پس پسر قارن نے یہ کہہ کر پانی کا پیالہ زمین پر دے مارا۔ تب عمر نے کہا کہ اے حرام زادے اب تو اپنی حرام زدگی کو چھوڑ۔ پسر قارن نے کہا کہ میں کیا حرام زدگی کرتا ہوں۔ تب عمر نے کہا کہ صبر کریں تیری سب حرام زدگی ظاہر کرتا ہوں۔ یہ بات کہہ کر جس جگہ پیالہ پھینکا تھا وہاں کی مٹی اٹھائی اور اُسے نچوڑ کر قارن کے غلام کو پلایا۔ وہ غلام اس پانی کے پیتے ہی مر گیا اور اس زہر سے اُس کا بدن پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ تب تو عمر معدی تلوار کھینچ کر اُس پر دوڑا۔ اور وہ اُس وقت امیر کے پیچھے جا چھپا اور کہا اے امیر میرا گناہ للہ بخشو۔ پس امیر نے کہا کہ اب تو تیرا گناہ بخشتا ہوں لیکن آگے خبردار رہنا۔ غرض کہ امیر حمزہ کے سارے لشکر نے پیٹ بھر کر پانی پیا اور جانوروں کو بھی پلایا اور امیر کے لشکر کا ایک آدمی بھی ہلاک ہونے نہ پایا۔ مگر پسر قارن کے سو آدمی مارے گئے اور بہت خواری سے ہلاک ہوئے۔ دوسرے دن پھر کوچ کیا اور منزل بہ منزل چلنے لگے۔ آخر بعد از قطع منازل و طے مراحل یونان میں پہنچے اور شہر سے باہر چار کوس کے فاصلہ پر اُترے۔ کہتے ہیں کہ یونان کے بادشاہ کو عدیث یونانی کے نام سے بولتے تھے اور اُس کے دو بھتیجے تھے اور ہر ایک کا قد چار کم چالیس گز تھا۔ ایک کا نام استقتاونش اور دوسرے کا نام صدفنونش تھا۔ اور یہ دونوں پہلوان عدیث کے تخت کے پاس کرسیوں پر بیٹھتے تھے اور ہر ایک کے ماتحت دس ہزار سوار تھے۔ امیر نے عدیث یونانی کے نام اس مضمون کا فرمان لکھوا دیا کہ باج و خراج لے کر بارگاہ گردوں اساس میں حاضر ہو تو بہتر ورنہ اس طرح مارونگا کہ ماہیان دریا و مرغان ہوا تیرے حال پر گریہ و زاری کرینگے۔ پس اس فرمان کو امیر المومنین عباس رضی اللہ عنہ نے اس طرح لکھا کہ بعد حمد خدائے تعالےٰ و مدح خاندان ابراہیم خلیل اللہ کے حمزہ بن عبدالمطلب کی طرف سے عدیث یونانی کو معلوم ہو کہ تین سال گذرے ہیں جو تیرے ملک کا خراج پایہ تخت نوشیرواں کے پاس نہیں پہنچا اس لئے نوشیرواں نے تمہارے ملک پر مجھے نامزد کیا ہے پس یہ نامہ دیکھتے ہی تین برس کا خراج لے کر اگر حاضر ہوگا تو امان دونگا ورنہ صبح کو لڑائی کی تیاری ہے طبل جنگ بجا کر فوج قاہرہ سے یونان کے قلعہ کا ایک ایک پتھر اُکھاڑ دونگا اور تجھے سولی پر چڑھاؤنگا۔ جب یہ نامہ مرتب ہوا تو امیر نے فرمایا کہ کون لے جائیگا۔ اُس وقت پسر قارن نے عرض کی کہ اگر حکم ہوگا تو میں نامہ لے جاؤنگا اور اُسے سمجھاؤنگا۔ امیر نے فرمایا کہ یہ نامہ اس کو دے دو اور ہمارے لشکر کے ایک سو سوار اس کے ہمراہ کر دو۔ پس وہ نامہ اور سو سوار لے کر یونان کو گیا اور عدیث یونانی کے دربار میں اُترا۔ عدیث یونانی پسر قارن کو دیکھتے ہی تخت سے اُتر کر نیچے آیا اور اُس کو گلے لگایا اور بعد ملاقات کے قارن نے اپنی پگڑی اُس کے آگے دے ماری اور کہا کہ داد بے داد کہ یہ عرب کشکینہ خوار پشمینہ پوش جو بالو میں

اور جنگل میں اونٹوں کے دودھ سے پلا ہؤا ہے کسی کو اپنے برابر نہیں سمجھتا اور اس نے اتنا مرتبہ پاکر اپنے دماغ کو یہاں تک بگاڑا ہے کہ بادشاہ کی بیٹی کی آرزو رکھتا ہے۔ جب وہ ابتدا سے انتہا تک یہ قصہ عدیث سے کہہ چکا تو عدیث بولا کہ اے سردار تو خاطر جمع رکھ کہ اگر حمزہ ہزار جان رکھتا ہوگا تو اب ایک بھی سلامت نہ لے جائیگا۔ یہ کہکر پسر قارن کو خلعت دیا اور سونے کی کرسی پر بٹھایا اور کہا کہ یہ سو سوار جو تیرے ہمراہ ہیں تیرے ہیں یا اُس عرب کے۔ کہا میرے نہیں ہیں۔ کہا کہ ان سو مردوں کے حق میں کیا سیاست کروں۔ بولا کہ ایک ایک کو قلعہ کے کنگورہ پر چڑھا کے سر کاٹ کے خندق میں گرانا چاہیئے۔ عدیث نے کہا کہ ان کا مارنا مصلحت نہیں پس ہر ایک کا ایک ایک کان اور ایک ایک ہاتھ کاٹ کر چھوڑ دو۔ اُس نے کہا جو تیری رائے ہے سو ہی بہتر ہے۔ استقفانوش یہ بات سُن کر غصہ سے جوش میں آیا اور کہا اے پہلوان تو بزرگ زادہ تو ہے ولیکن سخت نامرد ہے کیونکہ جس نے تیری جان بخشی کی اور تیرے تجمل کے واسطے اپنی رکابہ کا جلوس تیرے ہمراہ کیا تو اب اُس سے بدی کرتا ہے اور اُس کے سواروں کے حق میں سیاست کرنے کو فرماتا ہے۔ جب استقفانوش نے یہ بات کہی تو پسر قارن و عدیث دونوں چُپ ہوئے۔ اور ان سواروں نے استقفانوش کو دعا دی اور وہاں سے امیر کے پاس آئے اور ساری حقیقت بیان کی۔ امیر نے استقفانوش کی عقل پر آفرین کی اور اُن دونوں کے حق میں فرمایا کہ قسم ہے پروردگار کی کہ جس روز یہ دونوں ملینگے تو میں اُنہیں بے سلاح مارونگا کیونکہ ہتھیار مردوں کے واسطے ہیں اور یہ دونوں تو نامرد ہیں۔ پھر فرمایا کہ ایک نامہ اور لکھو اور عمر کو دو۔ عمر یہ خط لے کر عدیث کے دربار میں آیا اور چوب داروں کو کہا کہ خبر کرو جو عمر بن عمیہ ضمیری آیا ہے۔ تب عمر کے آنے خبر چوب داروں نے عدیث کو دی۔ عدیث نے پسر قارن سے پوچھا کہ عمر بن عمیہ کون ہے۔ قارن نے کہا تمہیں اگر چودہ امیر ہوتے اور یہ ایک عمر بن عمیہ ضمیری نہ ہوتا عدیث نے کہا کہ عمر کو بلا لو اور اُسے دربار میں آنے دو۔ جب عمر دربار میں آیا اور دیکھا کہ پسر قارن عدیث کے پہلو میں بیٹھا ہے تب عمر نے استقفانوش کو تسلیم کی۔ عدیث نے کہا کہ اے عیار تو نے میرے پہلوان کو تسلیم کی اور مجھے کیوں تسلیم نہ کی۔ عمر نے کہا کہ تواضع اور سر جھکانا مردوں کے واسطے ہے اور تو نامرد ہے اس لئے تجھے تسلیم نہیں کی جب عمر نے یہ بات کہی تو عدیث کو غصہ آیا اور طیش کھا کر پکارا کہ اس عیار کو پکڑ لو۔ یہ سنتے ہی عدیث کے غلام چاروں طرف سے تلواریں کھینچ کر دوڑے۔ ادھر عمر نے بھی خنجر نکالا اور قیبۂ نفت کا کھول کر کتنے لوگوں کو جلایا اور مارا اور باقی سارے لوگ بھاگے اور عمر

پھر آکر عدیث کے روبرو بولا کہ اے عدیث میں امیر حمزہ کا خط لایا ہوں۔ تب عدیث ضروری جان کر تخت سے اُٹھا اور دونوں ہاتھوں میں لفافہ لے کر پڑھا۔ جب خط کے مضمون سے واقف ہوا تو کہا کہ اے عمر جا کر حمزہ سے بول صبح میری اور تیری لڑائی ہے۔ تب عمر بن عمیہ امیر کے پاس آیا اور ساری حقیقت بیان کی تب حمزہ نے فرمایا کہ ہمارے سارے لشکر میں کہو کہ فجر کو لڑائی ہے۔ جب عمر نے یہ خبر لشکر میں کی کہ صبح جنگ مقرر ہے تو جتنے اچھے اچھے بہادر تھے اُنہوں نے اچھی پوشاکیں پہنیں اور روپے و اشرفیاں خیراتیں کیں کہ فجر کو دیکھیں کہ اپنے باپ دادا کا نام کون روشن کرتا ہے اور کون حق نمک ادا کرتا ہے اور کس کی عمر کا پیالہ لب ریز ہوا ہے جو میدان میں امیر کے قدموں پہ جان نثار کرتا ہے۔ اسی گفتگو میں تھے کہ رات گذر گئی اور صبح کا ستارہ چمکا اور آفتاب نے ساری دنیا کو روشن کیا۔ جب کہ عدیث نے طبل جنگ بجوایا اور میدان میں آکر کھڑا ہوا اور حکم میدان آرائی کا دیا اور بیل داروں نے آکر جھاڑ بوٹے کاٹ کر میدان ہموار و صاف کیا تو نقیبوں نے صفیں آراستہ کیں اور پکارے کہ اے مردان بکوشید تا جامہ زناں نہ پوشید رباعی

روزِ جنگ ست جنگ باید کرد | کوششِ نام و ننگ باید کرد
ست کمہ گاو و پشتِ ماہی را | بہ سرِ نیزہ رنگ باید کرد

یہ حال دیکھ کر جاسوسانِ اہل اسلام امیر کے پاس گئے اور دعا جان درازی کی دے کر بولے

الٰہی بختِ تو بیدار بادا | ترا دولت ہمیشہ یار بادا
گلِ اقبالِ تو دایم شگفتہ | بہ چشمِ دشمنانت خار بادا

شہریار کی عمر دراز ہو عدیث شاہ یونانی میدان میں آیا ہے۔ یہ خبر سُن کر امیر بھی مع یاران میدان میں آئے۔ جب دونوں طرف کا لشکر آراستہ دیکھا تو عیار پکارے کہ کون مرد ہے جو قصد میدان کا کرے اور کون بہادر ہے جو اپنے باپ دادا کا نام ظاہر کرے۔ یکایک ایک پہلوانی عدیث کے لشکر سے باہر آیا اور پکارا کہ جانتا ہے تو جانے نہیں تو میرے نام سے آگاہ ہووے کہ میں استقفانوش ہوں۔ یہ سُن کر حمزہ نے داہنے اور بائیں ہاتھ کی طرف دیکھا کہ بائیں ہاتھ کے طبل اور نقارے بجے اور علموں کو جلوہ دیا اور لندھور اپنے ہاتھی بڑھا کر امیر کے سامنے آیا اور اجازت میدان کی چاہی۔ امیر نے فرمایا کہ جاؤ بہ خدائے لا یزال ترا سپردم۔ تب لندھور اپنے فیل منکلوسی پر سوار ہو کر چلا اور بہ مقابلہ استقفانوش آکھڑا ہوا۔ اور استقفانوش بولا کہ اے پہلوان دراز قد تو کون اور تیرا کیا نام ہے کہ بے نام و نشاں مارا نہ جائے۔ لندھور نے کہا کہ میں بادشاہ ہند ہوں بیت

جزیرہ ہائے دریا را گرفتم تا بہ ہندوستاں   اگر نامم نے دانی منم لندھور بن سعداں

استفقانوش نے کہا کہ خبردار یہ نہ کہنا کہ خبردار نہ کیا تھا یہ کہہ کر اپنا سوا من کا گرز سر سے بلند کیا اور لندھور نے سپر کو چہرے کی پناہ کیا اور استفقانوش نے وہ گرز لندھور کے سر پر ایسا مارا کہ اُس کی آواز دونوں لشکر نے سُنی اور لندھور کی ہر بن مو سے پسینہ جاری ہوا۔ پھر لندھور نے استفقانوش سے کہا کہ اب میری باری ہے تب لندھور نے اپنا گرز کہ جس کا نام خوردی و مُردی مرگ مفاجات تھا اُٹھایا اور اپنے فیل منگلوسی کو استفقانوش پر دوڑایا اور دونوں پاؤں رکاب میں استوار کر کے استفقانوش کے سر پر ایسا گرز مارا کہ ایک شعلہ آگ کا نکلا اور مردانِ عالم ایسا بھی کہتے ہیں کہ اگر سد سکندری ہو تو وہ بھی اس گرز سے پُر خطر ہے۔ لیکن استفقانوش نے اپنے آپ کو مردانہ رکھا اور ہنس کر کہا کہ اے لندھور بہت دنوں سے میں تیرا نام سُنتا تھا پر ویسا ہی پایا۔ القصہ کہ دونوں پہلوانوں کو لڑتے لڑتے رات ہوئی ولیکن دونوں برابر رہے۔ پھر طبل بازگشت بجوایا اور اپنے اپنے لشکر میں اُترے۔ امیر نے لندھور سے پوچھا کہ استفقانوش کو کیسا پایا۔ لندھور نے کہا کہ ساری عمر میں امیر کے بعد اُس سے کام پڑا ہے۔ غرض وہ رات بسر ہوئی اور نقارہ لڑائی کا بجا اور دونوں فوجیں میدان میں آئیں اور استفقانوش نے گھوڑا میدان میں دوڑایا اور پکارا کہ امیر کے یاروں میں سے میدان میں کون آسکتا ہے۔ تب حمزہ نے چپ و راست دیکھا تو معدی کرب نے اپنے گھوڑے کو جولان دے کر امیر سے اجازت طلب کی۔ تب حمزہ نے فرمایا کہ جاؤ خدا کو سونپا۔ عمر معدی کرب گھوڑا گدگداتے میدان میں آ کے حریف کے مقابل کھڑا ہوا۔ اور استفقانوش بولا کہ حمزہ تو ہی ہے۔ عمر معدی کرب نے کہا کہ میں حمزہ نہیں ہوں مگر حمزہ کے یاروں میں سے سرلشکر ہوں اور مجھے معدی کرب کہتے ہیں استفقانوش نے کہا کہ کل اس قد و قامت سے اکڑ جو گیا وہ مجھ سے برابر نہ آسکا تو اس توند اور موٹاپے پر تو کیسے بر آئیگا۔ یہ سُن کر معدی کرب نے کہا کہ بہت لاف زنی نہ کر اگر مرد ہے تو حملہ لا۔ استفقانوش نے ہاتھ گرز پر ڈالا اور معدی کرب نے ڈھال سر پر لی۔ مگر استفقانوش نے گرز اس زور سے مارا کہ معدی کرب کی تین سو ساٹھ رگ تک خبر پہنچ گئی اور بے خبری ہوئی اور معدی کرب کا گھوڑا لغزش میں آیا۔ پھر معدی کرب نے کہا کہ ایک ضرب اور بھی مجھے دی۔ تب استفقانوش نے دوسرا حملہ بھی کیا۔ پھر معدی کرب بولا کہ بیت

تو ضربے زدی ضرب با نوشش کن   غم دین و دنیا فراموشش کن

معدی کرب نے یہ کہہ کر استفقانوش کے سر پر ایسا گرز مارا کہ اُسے چھٹی کا دودھ یاد آیا۔

غرض اسی طرح لڑتے لڑتے دونوں کو شام ہوگئی نہ اسے فتح ملی اور نہ اُسے ظفر۔ آخر طبل باز گشت بجوا کر اپنے اپنے مقاموں پر گئے اور نقل و شراب کھا پی کر استراحت کی۔ جب رات گذری اور صبح کا سفیدہ چمکا اور آفتاب نے جہان کو نورانی کیا تب دونوں طرف سے نقارے لڑائی کے بجے اور فوجیں میدان میں آئیں تو استقنانوش نے اپنے گھوڑے کو میدان میں جولان دیا اور نعرہ کیا کہ حمزہ اپنے یاروں کو بھیجتا ہے اگر مرد ہے تو آپ میدان میں آئے تب امیر نے مقبل حلبی سے کہا کہ میرے ہتیار لا۔ اور مقبل حلبی نے بموجب ارشاد کے ہتیار لاکر حاضر کئے۔ تب امیر نے پہلے جُبّہ حضرت ابراہیمؑ کا پہنا اور حضرت اسحاق پیغمبر کا پیراہن گلے میں ڈالا اور نرمی کے واسطے حریری پارچہ زیر بغل کر کے زرہ داؤدی پہن کر کمربند اسحاق نبیؑ کا باندھا اور ہود نبی کا خود بایت تزک و احتشام سے سر پر رکھا اور حضرت صالح پیغمبر کے موزے پاؤں میں چڑھا کر صمصام و قمقام کمر سے لگائیں اور سپر پشت پر لٹکا کر خنگ مہتر اسحاقؑ پر سوار ہوئے۔ اور گُس رانی و جلو کے ساتھ فوج راست و چپ کا مجرا لیتے ہوئے میدان میں آئے۔ تب استقنانوش نے کہا کہ اے پہلوان شاید حمزہ تو ہی ہے۔ امیر نے فرمایا اَنَا حَمزَۃ ابنِ عَبدُ المُطّلبؑ کہ ہم حمزہ عبد المطلب کے بیٹے ہیں۔ امیر کا یہ جواب سن کر استقنانوش نے کہا کہ بیت

بیا تا چہ داری ز مردی نشان　　　کمانِ کیانی و گرز گراں

امیر نے فرمایا کہ میری اور میرے یاروں کی یہ رسم نہیں ہے کہ حریف پر پیش دستی کریں پہلے تو حملہ کر کہ تیرے دل میں ارمان نہ رہے کہ حمزہ پر حملہ نہ کیا۔ استقنانوش نے گرز اُٹھایا اور امیر کے سر پر ایسا مارا کہ اُس کی ضرب کے بوجھ سے خنگ مہتر اسحاق لغزش میں آیا امیر نے گرز اُس کا روکا اور رد کیا اور فرمایا کہ اے استقنانوش دو حملے اور بھی تجھے دیے۔ تب استقنانوش نے خدائے تعالیٰ کی دی ہوئی ساری قوت خرچ کر کے دو حملے اور کئے۔ امیر نے یہ تینوں حملے خوبی سے روکے۔ جب امیر کی نوبت آئی تب حمزہ نے حشام کے گرز پر ہاتھ ڈالا اور کہا کہ یہ گرز میرا نہیں ہے کسی سے مانگ لایا ہوں مگر تو نے خبردار رہنا۔ یہ کہہ کر اور دونوں پاؤں رکابوں میں استوار کر کے اور قاش زین کو خالی چھوڑ کر بہ قوت تمام استقنانوش کے سر پر گرز ایسا مارا کہ اُس کے گھوڑے کی کمر ٹوٹ گئی اور استقنانوش زمین پر گرا اور گرتے ہی سنبھل کر تلوار کھینچی اور قصد امیر کا کیا۔ مگر حمزہ نے گھوڑے سے جلد اُتر کر گھوڑے کو اپنے پیچھے کر لیا اور اُس نے تلوار چلائی۔ امیر نے اپنی ڈھال کی ایسی ادب جھر ماری کہ تلوار ٹوٹ گئی اور قبضہ اُس کے ہاتھ میں رہا۔ پھر وہ قبضہ اُس نے امیر کی طرف

پھینکا۔ امیر نے تازیانے کے اشارے سے اُسے رد کیا اور وہ قبضہ زمین پر جا گرا اور عمر نے
اُٹھا کر اپنے توبرے میں رکھ لیا۔ تب استغفانوش نے کہا کہ یہ قبضہ میرا ہے مجھے دے۔ عمر نے کہا کہ
یہ قبضہ میں تجھے نہیں دونگا کیونکہ جو چیز میدان میں گرے سو وہ میرا مال ہے۔ تب استغفانوش
نے کہا کہ دیتا ہے یا نہیں ورنہ ایک تیر تیرے حلق پر ماروں۔ عمر نے کہا کہ زیادہ لاف مت کر اگر
مرد ہے تو قبضہ مجھ سے لے۔ تب استغفانوش نے کمان کے چلہ میں تیر جوڑا اور عمر نے کاغذ کی
ڈھال پیش کی۔ استغفانوش نے کہا کہ کیا کاغذ کی ڈھال سے میرا تیر بچاویگا۔ جواب دیا کہ
اگر مرد ہے تو مجھ پر تیر چلا۔ استغفانوش نے تیر چلایا۔ اس تیر کے چلتے ہی عمر نے جست کر کے ہوا پر
جا کر استغفانوش کی گردن پر لات مار کر ایک سونٹا اُس کی کمر پر ایسا مارا کہ استغفانوش
بے ہوش ہو گیا۔ تب اُس نے ہوش میں آکر دوسرا تیر چلایا عمر نے وہ تیر بھی بدستور رد
کیا۔ تب امیر نے کہا کہ اے استغفانوش تو اگر عقل رکھتا ہے تو عمر کے ساتھ لڑائی ہرگز نہ کر
کیونکہ اس سے کوئی بر نہیں آسکا۔ استغفانوش نے کہا کہ امیر تم سچ کہتے ہو۔ یہ کہ کر امیر
پر دوسری تلوار چلائی کہ امیر کی ڈھال سے چھوکر پیٹھ پر لگی تب امیر کو غصہ آیا اور اُس کی
کمر کی دوال پکڑ کر کہا کہ اے استغفانوش میں نعرہ کرتا ہوں۔ جواب دیا کہ میں بچہ نہیں ہوں
جو مجھے نعرہ سے ڈراتا ہے مجھے تیرے نعرے کا ذرا بھی ڈر نہیں ہے۔ تب امیر نے عمر سے کہا اور
عمر نے اپنی ٹوپی ہوا پر اُڑائی تاکہ اپنا اشارہ لشکر معلوم کرے۔ کہ امیر نعرہ کرتے ہیں۔ اس وقت
سارے لشکر نے اپنے موزوں سے روئی نکال کر گھوڑوں کے کانوں میں رکھی اور استغفانوش
کے لشکر کے لوگ بے خبر تھے۔ عمر کے ہمراہی عیاروں نے مع عمر استغفانوش کے لشکر کی راہ لی اور
امیر نے نعرہ کیا تب اُس لشکر کے گھوڑے اپنے اپنے سواروں کو پٹک کر بھاگے اور عمر اور اُس
کے ساتھ کے عیاروں نے گھوڑے پکڑ لئے اور اپنے لشکر میں لے آئے۔ اور امیر نے استغفانوش کو
سر پر اُٹھایا اور ایسا پھرایا کہ سب لشکریوں نے دیکھا اور آفرین کی۔ پھر اُس کو سر پر سے آہستہ
اُتارا اور عمر نے اُس کو باندھا۔ تب صدفنوش نے اپنے بھائی کو اس طرح دیکھا تو تلوار کھینچ کر دوڑا
اور میدان میں آیا اور امیر پر تلوار چلائی۔ امیر نے ایک ہاتھ سے اُس تلوار کو روک کر دوسرے ہاتھ
سے اُس کی کمر کی دوال پکڑی اور پاؤں اپنا رکاب سے نکال کر اُس کے گھوڑے کو ایسی لات ماری
کہ گھوڑا اُس کے نیچے سے نکل چالیس قدم دور جا پڑا اور صدف نوش امیر کے ہاتھ میں رہ گیا۔
تب امیر نے اسے سر پر لے جا کر زمین پر پٹکا اور عمر بن عمیہ نے اسے بھی باندھا اور اُس وقت
طبل اور نقارے فتح کے بجائے اور دونوں لشکر اپنے اپنے مقام پر گئے۔ اور مجلس آرائی کا کام
شروع ہوا اور سلطان اپنے دنگل پر بیٹھے اور ساقیان سیمیں ساق اور مطربان خوش اور مرصع کلاہ

پیالے اور جواہر نگار صراحیاں لے کر حاضر ہوئے اور مجلس میں دور چلنے لگا اور طبلوں پر تھاپ پڑی اور ضوطہ سرانگی کا کھنچا تو اُس وقت امیر نے فرمایا کہ استغنا نوش اور صدف نوش کو لاؤ۔ تب بموجب ارشاد کے دونوں کو حاضر کیا۔ امیر نے پوچھا کہ اے پہلوانوں میں نے تمہیں کیونکر باندھا۔ کہا جیسے مرد مردوں کو اور شیر شیروں کو پکڑتے ہیں۔ تب امیر نے فرمایا کہ مرد باشید۔ تب وہ بولے کہ جو تمہارے دین میں آئے وہ کیا کہے۔ امیر نے کلمہ شہادت ارشاد کیا۔ وہ دونوں صدقِ دل سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے اور بُت پرستی کو باطل سمجھے۔ امیر نے اُن کو خلعت دیے اور سونے کی کرسیوں پر بٹھایا۔ اور عمر بن عمیہ نے سونے کے حلقے دونوں کے کانوں میں ڈالے۔ امیر نے استغنا نوش کو کہا کہ اب عدیث کیا کریگا۔ استغنا نوش نے کہا کہ وہ فقط ہماری قوت سے لڑتا تھا اب تو صلح کریگا۔ یہ قصہ تو یہاں کا یہاں رہا اب دو کلمے عدیث کے متعلق سُنئے۔ جب عدیث یونانی میدان سے پھرا تو پسرِ قارن کو بُلایا اور کہا کہ مجھے اُن دو پہلوانوں کی قوت تھی سو اُن دونوں کو حمزہ لے گیا اور مسلمان کیا اب آگے کیا فکر کرنی چاہیئے۔ پسرِ قارن نے کہا کہ رات ہی رات لڑائی کی جگہ سات کوئیں کھودنے کا حکم دو اور اُس کے اُوپر باریک بانس بچھا کر اور کیچڑ پھیلا کر مٹی چھڑکوا دو اور جب صبح کو تو سوار ہوئے تو میں میدان میں جا کر کھڑا ہو کر بولونگا کہ حمزہ اگر تو مرد ہے تو میرے اُوپر حملہ کر۔ جب وہ آئیگا تو میرے اُوپر حملہ کریگا اور کنوئیں میں گریگا تب سارے لشکر کو کہہ چھوڑنا کہ ایک ایک توبرہ مٹی اپنے ساتھ بھری ہو مُلوا کر کنوئیں پاٹ دینا چاہیئے۔ عدیث نے اُسی وقت حکم کیا کہ پسرِ قارن جیسا کہتا ہے ویسا کرو۔ تب پسرِ قارن کی تجویز کے مطابق کنوئیں تیار کئے گئے۔ جب فجر ہوئی تو لڑائی کا نقارہ بجا کہ عدیث میدان میں آیا۔ اور امیر کو بھی خبر ہوئی اور استغنا نوش سے فرمایا کہ تو کہتا تھا کہ عدیث صلح کریگا اور وہ اب لڑنے کو آیا ہے۔ استغنا نوش نے کہا کہ پسرِ قارن نے مصلحت لڑائی کی دے کر لایا ہے۔ امیر بھی سوار ہو کر گئے دیکھا تو پسرِ قارن میدان میں کھڑا ہو کر پکار رہا ہے کہ اے حمزہ تُو اگر مرد ہے تو میدان میں آ اور مجھ پر حملہ کر۔ امیر نے جب یہ سخن سُنا تب ہتھیار کھول کر اُس پر گھوڑا ڈالا اور کنوئیں کے کنارے پر آ کر امیر کا گھوڑا اٹکا امیر نے ایڑی کی اور کوڑے مارے مگر گھوڑے نے ہرگز قدم آگے نہ بڑھایا۔ جب امیر نے گھوڑے کو زور سے جھنجھلا کر زور سے کوڑا مارا تب اُس گھوڑے نے ایسی جست کی کہ کنوئیں سے پار ہو گیا غرض اسی طرح سے چھ کوئیں تو گھوڑا کود گیا پر پھر اٹکا اور امیر نے کوڑا مارا اور گھوڑے نے جست کی تو گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں کنوئیں سے باہر پڑے اور پیچھے کنوئیں کے اندر پھسلے۔ گھوڑا تو نکل گیا مگر امیر کنوئیں کے اندر گر گئے اور عدیث کے سپاہیوں نے مٹی ڈال دی اور کنوئیں کے

کنارے خنجر اور کٹار پسر قارن نے لگا دیئے۔ غرض لشکر کے لوگ حمزہ پر مٹی ڈالتے تھے اور حمزہ سر پہ روکتے تھے۔ پس امیر تو ڈھال کی اوٹ میں وہاں سلامتی سے رہے اور کوئی ضرر نہ پہنچا۔ اور عدیث بھاگ کر قلعہ کے اندر گیا اور توپیں چھوڑنے لگا اور خندق میں پانی بھروا دیا یہاں عمر کنوئیں میں اُترا اور امیر کو نہ پایا کیونکہ امیر وہاں سُرنگ کھود رہے تھے اور کہتے تھے کہ یا الٰہی یہ سرنگ عدیث کے دربار میں جا نکلے۔ پس جب عمر نے حمزہ کو نہ دیکھا تو ڈھال کو اُٹھا کر ادھر اُدھر تلاش کرنے لگا۔ جب بہت جست و جو کی تو وہاں ایک راہ نظر آئی اور کھودنے کی آواز سنائی دی تب عمر بھی اُس سُرنگ میں گیا اور دیکھا کہ امیر خنجر سے سُرنگ کھود رہے ہیں۔ امیر ڈرے کہ یہ کیا بلا پیدا ہوئی ہے امیر نے چقماق کمر سے کھول کر آگ جھاڑی۔ اور عمر کو دیکھ کر ہنسے اور کہا اے عیار تو اپنا مسخرا پن چھوڑ۔ عمر نے پوچھا کہ تم کیا کرتے ہو۔ امیر نے کہا کہ سُرنگ کھودتا ہوں اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ سرنگ امیر کے دربار میں نکلیگی اور میں عدیث کو تخت سمیت زمین پہ پٹکونگا۔ عمر نے کہا کہ کھودنا میرا کام ہے تم مٹی نکالو۔ تب حمزہ کھودنے اور عمر مٹی نکالنے لگے۔ یکایک عمر کے خنجر کی نوک عدیث کے تخت کو لگی تب عمر تخت کے نیچے چھپا۔

جنگ یونان میں امیر نے کنوئیں میں گرنا اور براہ سرنگ یونانیوں کے قلعہ میں جا نکلنا اور عدیث شاہ یونان کو قید کر کے لے آنا ✤



اور امیر باہر نکلے تو عدیث کو تخت پر اور پھر قارن کو کرسی پر اس کے آگے بیٹھے دیکھا جو یہ لاف زنی

کر رہا ہے کہ اے عدیث تو نے دیکھا کہ میں نے یہ حیلہ اسی واسطے کیا تھا۔ اسی بات میں تھا کہ یکایک پسرِ قارن کی نظر امیر پر پڑی تو وہ جلدی سے باہر آیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر میدان کا رستہ لیا۔ امیر نے نعرہ کیا اور عدیث کا تخت اٹھا کر زمین پر دے مارا اور عمر نے دوڑ کر عدیث کو باندھا اور یہ شور تمام شہر میں پڑا۔ پہلوان دوڑے اور قلعہ کا دروازہ توڑ کر اندر گئے۔ امیر نے کہا اے یارو خبردار رہو کہ پسرِ قارن کہیں جانے نہ پاوے۔ اتنے میں یہ خبر پہنچی کہ پسر قارن شہر سے باہر گیا ہے یہ سنتے ہی ایک کمیتی پیٹھ کے گھوڑے پر سوار ہو کہ امیر دوڑے اور عمر بھی ساتھ ہوا۔ تھوڑی دور جا کر دیکھا کہ ایک چرواہا بھاگا جاتا ہے۔ عمر نے کہا کہ مت بھاگ کھڑا رہ۔ اُس نے کہا اچھا کھڑا ہوں کیا کہتے ہو۔ امیر نے کہا کہ کوئی سوار اس راہ سے گیا۔ اُس نے کہا کہ ایک سوار ابھی اُدھر سے آیا تھا اور مجھے کئی کوڑے مار کر میری روٹی چھین لی اور چلا گیا اسی واسطے میں تمہیں بھی دیکھ کر بھاگنے لگا کہ خدا جانے تم بھی میرے ساتھ کیا کرو گے۔ امیر نے کہا تو میرے ساتھ چل کہ میں تیری روٹی دلاؤں غرض کہ وہ چرواہا اور امیر و عمر ایک ساتھ چلے۔ اور پسرِ قارن قریب دس کوس گیا ہوگا تو دل میں یہ خیال کیا کہ اگر امیر نے میرا پیچھا بھی کیا تو چار کوس سے زیادہ نہ چل سکیگا اور میں دس کوس تک آچکا ہوں۔ یہ خیال ٹھیرا کر ایک حوض کے کنارے اُترا اور کپڑے اُتار کر نہانے لگا کہ عمر و امیر اور چرواہا یہ تینوں وہاں آپہنچے اور کہا اے کافر اب تو کہاں جائیگا۔ پسرِ قارن نے کہا کہ مجھے کپڑے پہننے اور ہتیار لگانے دو۔ امیر نے اُس کے کپڑے اور گھوڑا اور ہتیار اور روٹی اُس چرواہے کو دیے۔ چرواہا کپڑے پہن اور ہتیار لگا کر گھوڑے پر سوار ہو کر امیر کے ساتھ چلا اور راہ میں عمر سے پوچھا کہ یہ کون ہیں کہا کہ حمزہ بن عبد المطلب ہے۔ تب چرواہا دوڑ کر امیر کے پاؤں پر گرا۔ تب امیر نے پوچھا کہ تو کیا کہتا ہے۔ عرض کی کہ میں گاؤں کے ایک پٹیل کی بیٹی پر عاشق ہوں لیکن جب اُس راہ سے جاتا ہوں تو پٹیل کے آدمی مجھے مارتے ہیں۔ امیر نے کہا کہ تو اُس پٹیل کے گھر کا رستہ مجھے بتا دے۔ اُس نے امیر کو پٹیل کے گھر کا رستہ بتایا۔ جب امیر اُس پٹیل کے گھر گئے تو پیچھے پیچھے آپ بھی گیا۔ اس بستی کے لوگ اس چرواہے کو اس حال میں دیکھ کر متعجب ہوئے۔ پٹیل کو امیر کے آنے کی خبر دی گئی۔ پٹیل باہر آیا اور امیر کے پاؤں پر لوٹ گیا۔ امیر نے فرمایا کہ تو اپنی بیٹی اس چرواہے کو دے۔ اُس نے کہا کہ صاحب کے حکم سے دیتا ہوں مگر چرواہے کو مسلمان کرو۔ امیر نے اُس کو مسلمان کر کے پٹیل کی بیٹی سے نکاح کر دیا اور عمر کو فرمایا کہ جا کر سارا لشکر یہاں لے آؤ۔ القصہ عمر جا کر سارے لشکر کو لایا اور وہاں خیمہ برپا کیا۔ پھر امیر نے اپنے پہلوانوں سے کہا کہ عدیث کو حاضر کرو۔ بہ موجب حکم کے لا کر حاضر کیا۔ فرمایا کہ اے عدیث کہہ کہ خدا ایک ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین برحق ہے

عدیث نے کہا کہ میں یہ بات ہرگز نہ بولونگا۔ امیر اس سے ہرچند مجبود ہوئے کہ مسلمان ہو لیکن عدیث نے نہ مانا۔ تب امیر نے حکم دیا کہ اسے استفتانوش کے حوالہ کرو۔ پس استفتانوس نے تلوار کھینچ کر تن سے سر جدا کر کے مار دیا۔ امیر نے دوسرے دن یہاں سے کوچ کر کے ملک روم کا رستہ لیا۔

تینتیسویں داستان

امیر با توقیر جب سرحد روم میں پہنچے تو امیر المومنین عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ قیصر روم کو خط لکھو۔ غرض حضرت عباس نے بعد از حمد الٰہی و تعریف خاندان حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے یوں لکھا کہ حمزہ بن عبد المطلب کے بیٹے کی طرف سے قیصر روم کو معلوم ہو کہ تین برس کا خراج زیر پایۂ تخت نوشیروان عادل نہیں پہنچا اس واسطے مجھے تم پر نامزد کیا ہے کہ بانعد و جبر لوں۔ سو اول یونان میں جا کر وہاں کے پہلوانوں کو ہاتھ میں لایا اور مسلمان کیا اور عدیث مسلمان نہ ہوا تو اُسے جہنم واصل کیا اور اب تیرے شہر میں آیا ہوں اور تجھے خبر کرتا ہوں کہ بادشاہ ہفت کشور کا یہ حکم ہے کہ تین برس کا خراج اپنی گردن پر لے کر بارگاہ گردوں اساس میں حاضر ہوؤ ورنہ جو حال عدیث پر گذرا ہے وہی تجھ پر گذریگا۔ جب یہ نامہ رقم ہوا تو عمر بن عمیہ کے حوالہ کیا گیا۔ اور عمر بن عمیہ نامہ لے کر قیصر روم کے دربار میں گیا اور کہا کہ قیصر کو جلد خبر دو کہ چلیب دار حمزہ کا آیا ہے۔ دربان دوڑے اور قیصر روم کو خبر دی۔ قیصر نے حکم کیا کہ عمر کو بلاؤ۔ بموجب حکم قیصر کے عمر کو بلایا۔ اور عمر بن عمیہ خط حمزہ کا لے کر قیصر کے روبرو گیا اور لفافہ دیا۔ قیصر نے لفافہ کھول کر خط پڑھا اور پھاڑ کر پھینکا۔ تب عمر نے کہا کہ اے کافر تیری کیا مجال ہے کہ تو امیر کا نامہ پھاڑ کر پھینک دے۔ تب قیصر روم نے کہا کہ اس مسخرے کو پکڑ لو۔ قیصر کے حکم سے چوب دار دوڑے۔ تب عمر نے خنجر نکالا اور بہتوں کو مارا اور کود کر دربار سے باہر نکلا اور اپنے لشکر میں آ کر امیر کے روبرو ساری حقیقت بیان کی۔ دوسرے روز قیصر روم دس لاکھ سوار سے نقارہ لڑائی کا بجا کر باہر آیا۔ تب جاسوسان اسلام نے جا کر امیر کو دعائے جاں درازی دی اور کہا رباعی

بادشاہا بارگاہت از فلک پر نور باد | داد عدلت در سرائے آخرت معمور باد
اے فریدوں ہمت و رستم دل و جمشید فر | تیغ تو بر فرق دشمن ناصر و منصور باد

عمر دراز ہو شہریار عالم کی قیصر روم نے نقارہ لڑائی کا بجوایا ہے اور خود میدان میں آیا ہے اور میدان آراستہ کرایا ہے۔ تب امیر نے فرمایا کہ ہمارے لشکر میں جا کر حکم دو کہ وہ بھی نقارہ لڑائی کا بجا کر میدان میں جائیں۔ جب دونوں لشکر میدان میں گئے اور صف

آراستہ ہو چکی تو نقیبوں نے پکارا کہ کون مرد ہے جو میدان میں آکر اپنا اور اپنے باپ دادا کا نام روشن کرے۔ اتنے میں قیصر کے لشکر سے اسقلان پہلوان نکلا اور میدان میں آکر نعرہ کیا کہ جس کو آرزوئے مرگ ہے وہ میدان میں آئے۔ تب استفتانوش امیر سے رخصت ہوکر میدان میں آیا۔ تب اسقلان نے اُس سے پوچھا کہ تجھے کیا ہوا تھا جو تو نے اپنے چچا کو مارا اور تو آپ مسلمان ہوا اور اس عرب کی غلامی کا حلقہ اپنے کان میں ڈالا ہے۔ استفتانوش نے جواب دیا کہ میرا چچا مسلمان نہ ہوا اس لئے میں نے اسے مارا اور حلقہ غلامی کا اس واسطے کان میں ڈالا ہے کہ حمزہ سے بڑا کوئی پہلوان نہیں اور ہمیں اس عرب کی غلامی کا کیا عیب ہے بلکہ فخر ہے۔ تب اسقلان نے کہا کہ اے استفتانوش تو نے اپنے باپ دادے کا نام کھویا۔ جواب دیا کہ تجھے اس سے کیا کام ہے اگر لڑنے کو آیا ہے تو جو ضرب رکھتا ہے لا۔ بیت

بیا تا چہ داری نمودی نشان   کمانِ کیانی و گرز گران

تب اسقلان نے گرز اُٹھایا اور استفتانوش نے بھی اِدھر گرز اُٹھایا غرض دونوں پہلوانوں کو لڑتے لڑتے شام ہو گئی اور آفتاب بحر فلک میں غرق ہوا تو اُس وقت دونوں پہلوانوں نے تلواریں نکالیں اور ضربات میں اُن کی دھاریں آرہ ہوئیں لیکن نہ اسے فتح ہوئی نہ اُسے ظفر۔ آخرکار دونوں لشکر اُترے اور رات بھر آسایش کی جب دوسرا روز ہوا تب اسقلان رومی آیا اور نعرہ کیا کہ اے عرب اگر مرد ہے تو میدان میں آکہ تجھ سے دست بوسی کرونگا۔ رومی کی یہ بات جب امیر نے سُنی تو آپ ہتھیار لگائے اور خنگِ مہتر اسحاق[؟] پر سوار ہوئے اور سپاہ دست راست وچپ کا مجرا لیتے ہوئے اسقلان کے مقابل آکھڑے ہوئے۔ اسقلان نے کہا اے پست قد تو کون ہے میں تو حمزہ کو بُلاتا ہوں تو کیوں آتا ہے۔ تب امیر نے فرمایا کہ میں نے اسی قد و قامت سے ساری دنیا کے پہلوانوں کو زیر کرکے اُن کے کانوں میں غلامی کے حلقے ڈالے اور تمام دنیا میں پہلوانی کا شہرہ حاصل کیا میں ہی حمزہ بن عبد المطلب ہوں۔ اس پر اسقلان نے کہا کہ شاید تو جادوگر ہے جو اس قد پہ سب دنیا کو زیر کرتا ہے۔ امیر نے فرمایا کہ میں جادوگروں پر لعنت کرتا ہوں صرف خدائے تعالیٰ ہی نے امیر کو جادوگروں اور کافروں کو مارنے کا حکم دیکے یہ طاقت بخشی ہے کہ اُن پر فتح پاؤں اور بولے کہ جو ضرب تو رکھتا ہے وہ لا۔ اسقلان نے گرز اور امیر نے سپر اُٹھایا۔ تب عمر نے عربی زبان میں کہا کہ اے حمزہ قیصر روم کے ساتھ دس لاکھ سوار ہیں خدا جانے کہ ان میں کتنے پہلوان ہوں آپ اگر دو دو اور تین تین سے لڑیں تو بھی برسوں چاہئیں کہ ملک فتح نہ ہوگا۔ امیر نے فرمایا کہ خدا کی قدرت کا تماشا دیکھ کہ کیا ہوتا ہے۔ القصہ جب اسقلان نے گرز امیر پہ چلایا تو حمزہ نے سپر کی اوجھڑ سے اُسے رد کیا اور پھرتے وقت

ہاتھ بڑھا کر اُس کی کمر کی دوال پکڑی اور رکاب سے پاؤں نکال کر اُس کے گھوڑے کو ایسی لات ماری کہ اسقلان کے نیچے سے گھوڑا نکل کر بیس قدم دور جا پڑا اور امیر نے نعرہ مار کر اسقلان کو اُٹھا لیا اور سر پر پھرایا اور زمین پر پٹکا اور عمر نے دوڑ کر اُسے باندھا اور اپنے لشکر میں پہنچایا۔ اسقلان کے چھوٹے بھائی کا نام بھی اسقلان تھا اُس نے جب اپنے بھائی کو بندھے دیکھا تو تلوار کھینچ کر امیر پر دوڑا۔ امیر نے ایک ہاتھ سے اس کی تلوار روکی اور دوسرے ہاتھ سے اُس کی گردن پر ایک مُکا ایسا مارا کہ وہ گھوڑے پر سے زمین پر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ تب عمر نے اُسے بھی باندھا۔ جب قیصر روم نے یہ حال دیکھا تو پکارا کہ اس عرب کو مل کر مارو۔ تب سارے لشکر نے چاروں طرف سے یکبارگی حملہ کیا۔ امیر نے بھی تلوار ہاتھ لی اور رومیوں کے لشکر میں جیسے شیر بکریوں کے ریوڑ میں آتا ہے گھس گئے۔ تلوار جس کے سر پر مارتے تھے تو قاش زین کے نیچے اُترتی تھی اور جس کی کمر پر مارتے تو مثل خیار تر کے کاٹتے اور اپنے تمام لشکر میں حکم دیا کہ ہمارے کہے بغیر کوئی نہ آئے۔ تب کھڑا رہ کر وہ تماشا دیکھنے لگے کہ ہائے ہوئے مردمان مثل سنگ ریزان کے اور سرہائے رومیان مانند گوئے غلطان اور اُن کا لہو ندی کی طرح جاری تھا۔ القصہ چار گھڑی تک سپاہ روم کی امیر سے لڑی آخر شکست پائی۔ جب امیر نے دیکھا کہ سب رومی بھاگ رہے ہیں تب اپنے لشکر کو آواز دی کہ ان کافروں کو مارو جو یہاں سے جانے نہ پاویں۔ یہ سُنتے ہی پہلوانان لشکر امیر نے گھوڑے اُٹھائے اور دوڑے اور رومیوں کے لشکر میں گھس کر کافروں کو مارنے لگے اور عمر معدی کرب جو حمزہ کے لشکر کا بڑا سردار تھا جب لڑتا ہوا قیصر روم کے پاس پہنچا تو نعرہ کر کے اُس کے گلے میں کمند ڈالی اور کھینچ کر زمین پر بچھایا اور باندھ کر امیر کے پاس لایا۔ امیر نے جب قیصر روم کو دیکھا تب معدی کرب پر بہت آفرین کی اور خلعت دیا اور طبل شادیانہ بجاتے ہوئے لشکر میں آئے اور پہلوانی کی کرسی پر بیٹھے اور فرمایا کہ قیصر روم کو مع پہلوانوں کے لاؤ۔ القصہ بہ موجب حکم امیر کے حاضر کیا۔ تب امیر نے فرمایا کہ بولو خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا برحق ہے اور بُت پرست باطل ہیں اور اگر تم مسلمان نہ ہو گے تو جو حال عدیث یونانی کا ہوا ویسا تمہارا بھی ہو گا۔ غرض قیصر روم مع پہلوانوں کے مسلمان ہوا۔ تب امیر نے فرمایا کہ ان کے بند کھول دو اور ان کے کانوں میں غلامی کا حلقہ ڈالو۔ پس امیر کے ارشاد کے بموجب ویسا ہی کیا گیا۔ پھر قیصر روم کو خلعت شاہانہ پہنایا اور دونوں پہلوانوں کو بھی خلعتیں دے کر بہت مہربانی فرمائی۔ پس قیصر روم نے امیر کی یہ نوازش دیکھ کر شادمانی کی اور امیر کی مع پہلوانان عرب دعوت کی اور اپنے گھر کو لے گیا اور شرائط مہمان داری بجا لایا اور تین برس کا خراج ادا کیا۔ اس کے بعد حمزہ نے مقبل سے فرمایا کہ روم اور یونان کا تین سالہ محصول تو

نوشیرواں کے پاس لے جا اور میں مصر کا مال لے کر آتا ہوں۔ غرض مقبل نے بہ موجب حکم کے روم
اور یونان کا مال لے کر مدائن کی راہ لی اور بعد از قطع منازل وطے مراحل مدائن میں پہنچا اور
نوشیرواں کو خبر کی کہ مقبل دو ملکوں کا خراج و مال لے کر آیا ہے۔ بادشاہ نے وہ مال و خراج
قبول کیا اور مقبل پر نوازش فرمائی اور امیر کا حال پوچھا۔ اور یہاں امیر نے مصر کی طرف
کوچ کیا اور قیصر روم کو وہیں چھوڑا اور اسقلان کو ساتھ لیا۔ بعد از قطع منازل وطے مراحل
مصر میں پہنچے اور عزیز کو امیر کے آنے کی خبر ہوئی کہ امیر روم فتح کر کے اب اِدھر آیا ہے۔ تب عزیز
نے وہاں کے اکابروں کو جمع کر کے مشورت لی کہ کیا کرنا چاہیئے۔ سب نے بالاتفاق یہ صلاح ٹھہرائی
کہ دل میں نفاق رکھ کے اول حمزہ سے مطیع ہونا چاہیئے اور ضیافت کے بہانہ سے اُسے گھر میں لاکر
شراب اور کھانے میں دوائے بے ہوشی دے کر امیر کو مع اُس کے پہلوانوں کے باندھ لینا۔ پس
یہ مشورہ مقرر کر کے عزیز مصر ہدیہ اور پیشکش لے کر مصر سے باہر آیا اور امیر سے ملا۔ امیر نے اُس
کی بہت خاطر داری کی اور سرافراز کیا اور خلعت دیا۔ اس وقت عزیز نے کہا کہ اے امیر جیسا کہ
اپنی مہربانی سے قیصر روم کو سرافراز کیا ہے اُسی طرح سے مجھے بھی سرافراز کر کے میرے
غریب خانہ میں تشریف لا۔ غرض بعد سماجت بسیار امیر نے قبول کیا۔ اور دونوں یونانی پہلوانوں
کو لشکر میں چھوڑ کے آپ سب پہلوانوں سمیت شہر میں داخل ہوئے اور عزیز کے دربار میں اُترے
اور عزیز نے دسترخواں بچھوایا اور کھانا منگایا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد شراب کا دور چلا
چونکہ عزیز کے حکم سے شراب میں بے ہوشی کی دوا ملا رکھی تھی سو پیتے ہی سب یاروں کو
بے ہوشی نے اثر کیا۔ اس عرصہ میں عمر معدی کرب نے کہا کہ اے لندھور دیکھ کہ تمام ڈیرہ
کے بانس کیوں تھراتے ہیں۔ لندھور نے کہا خبردار ہو کہ وہ تیرے اُوپر گریگا۔ یہ کہتے کہتے لندھور
گر پڑا اور عمر معدی ہنسا اور لوٹنے لگا۔ امیر نے جب یہ حال دیکھا تو کہا اے عمر بن عمیہ جار ہے
اُوپر بھی کچھ حرکت ہوئی۔ تب عزیز مصر آگے سے اُٹھ کر بھاگا اور عمر اُس کے پیچھے دوڑا کہ اُس کو
پکڑے۔ مگر عمر کے پاؤں نہ اُٹھے اور گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا اور امیر دم بخود بیٹھے تماشا دیکھ
رہے تھے۔ جب عزیز نے حکیموں سے کہا کہ عرب کے سارے پہلوان تو بے ہوش ہوئے مگر حمزہ
ابھی تک بیٹھا ہے۔ تب حکیموں نے کہا کہ حمزہ کو کچھ حرکت دینی چاہیئے تب بے ہوش ہو گا۔ اُس
وقت عزیز نے کچھ پہلوانوں کو حکم دیا کہ تم حمزہ پر یکبارگی حملہ کرو۔ جب پہلوانوں نے امیر پر
حملہ کیا تو امیر نے چاہا کہ ایک ایک کو پکڑ ماریں تب تو آپ بھی لوٹنے لگے اور بے ہوش ہوئے
یہ دیکھ کر عزیز نے کہا کہ امیر کو اُس کے پہلوانوں سمیت باندھ لو۔ پس اُسی وقت امیر اور
اُس کے پہلوانوں کے ہاتھوں میں ہتکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں اور گلے میں

طوق اور بغلوں میں خاردار لٹو پچے کئے اور راتوں رات جزیرہ حلب میں بھیجا۔ یہ جزیرہ مصر سے تین کوس پر ہے۔ تب عزیز نے نوشیرواں کو ایک کاغذ لکھا کہ اے بادشاہ ہفت کشور تیرے حکم سے حمزہ کو اُس کے یاروں سمیت باندھا ہے اب اُن کے حق میں کیا حکم ہوتا ہے۔ جب یہ خط نوشیرواں کو پہنچا تو بختک سے کہا کہ اب اُس کی کیا فکر کرنی چاہئے۔ بختک نے کہا کہ عزیز کو لکھ بھیج کہ حمزہ کو یاروں سمیت یہاں بھیج دے۔ یہ بات سُن کر نوشیرواں نکر مند ہوا اور بزرجمہر کی طرف دیکھا اور کہا کہ عزیز مصر نے امیر کو دغا سے پکڑا ہے اور مجھے لکھا ہے کہ اگر حکم ہوگا تو مار ڈالونگا۔ بزرجمہر نے عرض کی کہ خدائے تعالیٰ نے حمزہ کی عمر ایک سو اور نوے اور پانچ برس اور دو پہر لکھی ہے اس لئے اُسے کوئی بھی مار نہیں سکتا پر آپ اپنی طرف سے عزیز مصر کو لکھ بھیجیں کہ وہ حمزہ کا سر آپ کے پاس بھیج دے گو بادشاہ کا خط پہنچنے سے پہلے خدائے تعالیٰ امیر کو رہائی ہی کیوں نہ دے۔ پس یہ بات سُن کر نوشیرواں نے کتنے دن تک صبر کیا کہ خدا نہ خواستہ جیسا بزرجمہر کہتا ہے ویسا ہی ہؤا تو حمزہ کو آخر معلوم ہو جائیگا کہ میں نے اُس کے مارنے کو فرمایا ہے تب تو کام بہت سخت ہوگا۔ بعد ازاں نوشیرواں نے عزیز کو لکھا کہ امیر کو بہت محافظت سے وہیں رکھو کہ میں بھی وہیں آتا ہوں اور عربوں کو اپنے حضور میں جان سے مارونگا۔ جب عزیز کو یہ خط پہنچا تب وہ مضمون سے واقف ہو بادشاہ کے حکم پر کار بند ہؤا۔ مقبل حلبی جب مدائن سے چلا تو اُس نے راہ میں امیر کے قید ہونے کی خبر سُنی تب تو وہ جلد کوچ بہ کوچ کرتا ہوا مصر میں پہنچا اور دیکھا کہ استفتانوش اور صدف نوش مصر کے قلعہ سے مورچہ لگائے لڑتے ہیں۔ مقبل نے کہا اے پہلوانان میں نے سُنا ہے کہ امیر کو حلب کے بندی خانہ میں قید رکھا ہؤا ہے اور وہ دریائے نیل کی ندی کے درمیان ہے اور وہاں لڑنے کی جگہ نہیں ہے۔ تم جیسا کہ یہاں لڑ رہے ہو ویسے ہی لڑتے رہو اور میں یہاں سے جزیرہ حلب کو جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ خدا کیا کرتا ہے۔ تب مقبل سوداگر کا لباس پہن کر اور بہت سا سامان سوداگری لے کر اُس جزیرہ میں گیا اور ایک دوکان لے کر سوداگری میں مشغول ہؤا اور بندی خانہ میں جانا شروع کیا اور اس بندی خانہ کے حوالدار سے خوب آشنائی پیدا کی۔ لیکن جس بندی خانے میں امیر تھے اُس جزیرہ کا حاکم عزیز مصر کا داماد تھا اور عزیز مصر کی بیٹی کا نام زہرہ بانو تھا۔ ایک رات زہرہ بانو نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کا دروازہ کھُلا ہے اور اُوپر سے ایک تخت اُترا جس پر ایک بوڑھا شخص بیٹھا ہے زہرہ بانو نے پوچھا کہ تو کون ہے۔ تب اُس نے کہا کہ میں ابراہیم خلیل اللہ ہوں اور تجھے مسلمان کرنے کو آیا ہوں اور تجھے مقبل حلبی کی عورت بناتا ہوں۔ زہرہ بانو نے پوچھا کہ مقبل حلبی کون ہے اور کہاں ہے۔ ابراہیم خلیل اللہ نے فرمایا کہ مقبل حلبی میرا فرزند ہے

اور امیر حمزہ بن عبد المطلب کا یار ہے اور اس شہر میں فلاں جگہ اُس نے دوکان سوداگری کر رکھی ہے۔جب فجر ہوئی تو زہرہ بانو ہوشیار ہوئی اور حضرتِ ابراہیمؑ کے نشان کے موافق کپڑے خریدنے کے بہانہ سے دوکان پر گئی اور مقبل سے کہا کہ تو خاطر جمع رکھ کہ آج کی رات میں امیر کو چھڑاتی ہوں۔غرض جب رات ہوئی تو زہرہ بانو اپنے گھر سے باہر نکلی اور مقبل کو ساتھ لیا اور بندی خانے کی طرف گئی۔جب دروازے پر پہنچی تو وہاں کے چوکیدار کو بُلا کر کہا کہ اے چوکیدار میں نے ایسا خواب دیکھا ہے اگر تم میری بات میں شریک ہوگے تو میں تمہیں امیر سے حکومت دلاؤنگی اور اس وقت ایک مٹھی دینار و درم کی بھی اُس کو دی اور امیدوار بے نہایت سرفرازی کا کیا۔اور مقبل نے بھی چوکیداروں سے پہلے ہی سے آشنائی پیدا کر رکھی تھی اور خاص کر اس بشارت سے وہ بہت خوش ہوئے۔بعد ازاں زہرہ بانو نے ایک کمند اور ایک سپر مِلا کر باندھی اور اُس پر مقبل کو بٹھایا اور بتی اور سوہن مقبل کے ہاتھ میں دیا اور بندی خانہ کے اندر اُتارا۔جب امیر اور اُن کے یاروں نے روشنی دیکھی تب اُنہیں یقین ہوا کہ کوئی ہمارے قتل کے لئے آیا ہے۔جب مقبل کو دیکھا تب بہت خوش ہوئے۔پس مقبل امیر کے پاس آیا اور امیر کے پاؤں پر گر کر رویا۔پھر چاہا کہ پہلے امیر کی بند کاٹے۔امیر نے فرمایا کہ پہلے یاروں کے بند دور کر۔تب مقبل نے امیر کے کہنے سے سب یاروں کے بند کاٹے اور امیر کے پاس آئے۔امیر نے باطنی خوش وقتی سے تھوڑا زور کرنے میں اپنے سب بند توڑ دیے۔مقبل نے کہا کہ یا امیر آج تک یہ بند آپ نے کیوں نہیں توڑے تھے۔امیر نے کہا کہ میں توڑنے کے لیئے بہت قوت کرتا تھا لیکن نہیں توڑ سکتا تھا اور اب تھوڑی قوت کرنے میں ٹوٹ گئے۔**بیت**

تا نہ رسد وعدہ ہر کار کہ ہست　　سود نہ دہد یاری ہر یار کہ ہست

بعد ازاں پہلے مقبل باہر نکلا پھر ایک ایک کر کے سارے پہلوان باہر آئے اور سب سے پیچھے امیر بھی نکلے اور خدا کا شکر ادا کیا۔تب زہرہ بانو نے کہا کہ پہلے یہاں کے حاکم کو مارنا چاہئے۔عمر معدی کرب نے کہا اے زہرہ بانو ہم بھوکے ہیں اگر کہیں کھانا ہو تو ہمیں دے جا کر پہلے پیٹ بھر کر ہمیں کھانا کھلا۔زہرہ بانو نے کہا یہ چرچا عام تھا کہ میرا باپ تمہارے قتل کے لیئے صبح آئیگا اس لیئے پکا کر اُس کے واسطے تیار کر رکھا ہے سو چلو وہ کھانا مطبخ میں ہوگا وہ کھا لینا۔غرض امیر اور سب پہلوان زہرہ بانو کے ہمراہ مطبخ میں آئے۔باورچیوں نے جب یہ حال دیکھا تو اپنے آپ کو سوتا ڈالا۔اُسوقت امیر نے کہا کہ کوئی جائے اور عزیز کے داماد کو میرے پاس لے آئے پھر کھانا کھائینگے۔زہرہ بانو نے کہا کہ یہ کام میرا ہے۔امیر ہنسے اور رضا دی تب زہرہ بانو اپنے خاوند کے پاس گئی اور اُسے نیند سے اُٹھایا۔جب مرد نے اسے ہتیار

لگائے ہوئے مردانہ لباس میں عورت کو دیکھا تو پوچھا کہ اے معشوقہ کیا حال ہے۔ زہرہ بانو نے کہا اے کافر اُٹھ کہ امیر حمزہ دروازے پہ کھڑا ہے اگر تو آتا ہے تو میں تجھے اُس کے پاؤں پر ڈال کر تیری جان بخشی کرا دیتی ہوں۔ اُس کے خاوند نے چوکیداروں کو پکارا کہ اس گیسوئے بریدہ کو پکڑو۔ زہرہ بانو نے تلوار کھینچ کر اپنے مرد کا سر کاٹ لیا اور امیر کے پاس لے گئی۔ امیر نے اُسے بہت آفرین کی اور کہا فجر ہونے تک ہم مصر پہنچینگے لیکن میرے پاس کوئی ہتیار نہیں ہے۔ زہرہ بانو نے کہا کہ آپ کھانا کھالیں وہ فکر پھر کرنا۔ تب سب نے پیٹ بھر کر کھانا خوب کھایا۔ تب امیر نے زہرہ بانو سے فرمایا کہ اب ہتیار بتلاؤ۔ کہا یا امیر یہاں ایک کوٹھری ہتیاروں کی ہے جس میں سام بن نریمان کا ایک گرز بھی ہے جس کا وزن ایک ہزار ایک سو من ہے۔ امیر نے کہا کہ جا کر جلد لاؤ کہ وہ میرے لایق ہے۔ زہرہ بانو نے کہا کہ اُسے کون اُٹھا سکتا ہے بلکہ وہاں تک آپ ہی قدم رنجہ فرمایئے۔ غرض امیر وہاں گئے اور بہت سے ہتیار لوٹے اور ایک صندوق وہاں دیکھا اور اس کا قفل کھولا اور اُس سے سام بن نریمان کا گرز لیا اور باہر آئے۔ امیر نے اس گرز کو بوسہ دیا اور اُٹھا کر کاندھے پر رکھا اور کہا کہ اس گرز سے مصر کے قلعہ کی دیوار توڑونگا۔ یہ کہہ کر روانہ ہوئے اور تھوڑی دیر میں وہاں پہنچے اور ایک گرز ایسا مارا کہ مصر کے قلعہ کی دیوار گر گئی اور امیر مع اپنے یاروں کے اندر گئے اور عزیز کے دربار میں آئے اور زہرہ بانو عزیز کی بیٹی تھی سو باپ کے گھر گئی۔ باپ اُس کا سوتا تھا اُسے اُٹھایا اور ساری حقیقت کہی۔ عزیز مصر نے کہا بُرا ہو۔ پھر کہا کہ اس بُرا کام کرنے والی کو پکڑو۔ یہ سُنتے ہی زہرہ بانو نے تلوار کھینچ کر ماری اور تن سے سر جدا کر امیر کے پاس لے آئی۔ امیر نے زہرہ بانو کے سر کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ جسے خداداد راست پر لائے اُس کے ہاتھ سے ایسے ہی کام ہوتے ہیں۔ غرض جب فجر ہوئی اور امیر کے آنے کا آوازہ تمام مصر میں بلند ہوا تب دونوں یونانی پہلوان شہر کو فتح کر کے امیر کے پاس آئے اور امیر کے پاؤں پر گرے۔ امیر نے فرمایا کہ مصر کے لوگوں کو جو ایمان لائیں چھوڑو اور باقی سب کو مار دو۔ پہلوانانِ عرب نے ویسا ہی کیا۔ عزیز مصر کا ایک بھائی ناصر شاہ نامی تھا کہ جسنے کپڑے کا نشان بدن پہ نہ رکھا اور ایک کفنی پھاڑ کر گلے میں ڈالی اور زہرہ بانو کے ساتھ امیر کے پاس آیا۔ زہرہ بانو نے اُسے امیر کے پیش کر کے عرض کی کہ یہ عزیز کا بھائی ناصر شاہ نام ہے امیر نے فرمایا آنے دو۔ جب ناصر شاہ حضور میں آیا تب امیر نے کہا کہو خدا ایک ہے اور دین ابراہیم خلیل اللہ کا برحق ہے۔ ناصر نے اقرار کیا اور صدق دل سے مسلمان ہوا۔ تب امیر نے اُسے سرفراز کیا اور سونے کی کرسی پر بٹھایا۔ دوسرے روز امیر کو یاروں سمیت اپنے گھر لے گیا اور شرایط مہمانداری بجا لایا اور چالیس

روز وہاں رکھا اور جشن کیا اور ناصر شاہ کی بیٹی ایسی خوب صورت و صاحب جمال تھی کہ اُس کے حسن کا آوازہ تمام زمین پر مشہور ہوا اور کئی ایک بادشاہ اُس پہ عاشق تھے اور ناصر نے کسی کو نہیں دی تھی۔ ناصر نے زہرہ بانو سے کہا کہ اگر حمزہ میری بیٹی قبول کریگا تو میں بیاہ دونگا کہ اُس کے لایق ہے۔ زہرہ بانو نے یہ ساری حقیقت امیر سے عرض کی۔ امیر نے فرمایا کہ میرے اور مہرنگار میں یہ اقرار ہے کہ اُس کے بغیر میں کسی عورت کو گھر میں نہ لاؤنگا اور وہ میرے بغیر کوئی اور مرد نہ کریگی۔ زہرہ بانو نے کہا یہ بات سچ ہے لیکن آپ اس بات کو قبول فرمائیں کہ جب مہرنگار سے شادی ہو چکے تو اس پہ بھی تصرف کرنا۔ غرض امیر نے یہ بات قبول کی اور وقت مبارک و ساعت نیک دیکھ کر عقد کیا اور اُسے اپنے محل میں نہ لائے اور کئی دن مصر میں عیش و آرام سے گذارے۔ الغرض ایک رات حمزہ اپنے مکان میں آرام میں تھے کہ یکایک احتلام ہوا اور ایک رومال سے امیر نے اپنا بدن صاف کیا اور رومال اپنے بچھونے میں رکھا اور آپ غسل کرنے کو باہر گئے۔ قضارا اس آدھی رات کے وقت ناصر شاہ کی بیٹی جاگ اُٹھی اور جی میں کہا کہ دیکھوں امیر اس وقت کہاں گئے اور کیا کرتے ہیں۔ غرض ایک دائی کو جو اُس کی محرم راز بھی ساتھ لے کر امیر کے مکان میں آئی اور دروازہ کھول کر اندر گئی اور دیکھا کہ امیر کا پلنگ خالی ہے۔ تب گھڑی بھر بیٹھی رہی نیند نے غلبہ کیا تو وہیں سو رہی اور اتفاقاً اسے بھی احتلام ہوا۔ جب نیند سے ہوشیار ہوئی تو اس نے بھی اپنا بدن اُسی رومال سے صاف کیا کہ جس سے امیر نے کیا تھا اور وہ رومال کو لے کر اپنے گھر چلی گئی۔ جب امیر غسل کر کے آئے تو مقبل سے کہا کہ وہ رومال جس سے ہم نے بدن صاف کیا تھا لاؤ۔ تب مقبل نے اُسے بہت ڈھونڈھا مگر نہ پایا۔ امیر متعجب ہوئے۔ اور یہ خبر سارے لشکر میں بلکہ ناصر شاہ کو بھی ہوئی۔ غرض اسے بہت سا ڈھونڈھا مگر کہیں نہ پایا۔ آخر امیر وہاں سے کوچ کر کے مدائن کی طرف روانہ ہوئے اور مصر کی بادشاہت ناصر شاہ کے حوالے کی اور جزیرۂ حلب کی حکومت وہاں کے چوکیداروں کو مرحمت فرمائی اور وہاں سے کوچ در کوچ منزلیں طے کرنے لگے (باقی داستان شب فردا) +

چونتیسویں داستان

اب قصہ گستہم کا سنو کہ جاسوس یہ خبر ترکستان میں لے گئے کہ حمزہ مدائن کی طرف سلامت آیا تب گستہم اور مغلوں کا بادشاہ روبین گاؤمیش آپس میں ملے۔ اور گستہم زرین کفش نے روبین سے کہا کہ تو مدائن کو چل اور حمزہ کو مار۔ تب روبین نے گستہم سے پوچھا کہ اگر امیر حمزہ کو مارونگا تو بادشاہ ہفت کشور کیا مجھے دامادی میں قبول کریگا یا نہیں۔ گستہم نے کہا کہ یہ میرا ذمہ ہے۔ اول

تو چل کر نوشیرواں سے مل اور حمزہ کو مار تو میں تجھے جہزگار ولا دونگا۔ غرض ژوپین نے لشکر سمیت مدائن کی راہ لی اور روانہ ہؤا۔ راوی یوں روایت کرتا ہے کہ ژوپین گاؤیش کا لشکر جہاں اُترتا تھا تو تیس کوس کی گرد آوری میں پانی نہ رہتا تھا اور یہ حکم دیتا تھا کہ جہاں آب و دانہ اور گھانس دیکھو لوٹ لو۔ اس عالم سے اُس عالم تک ویران و خراب کرتا تھا۔ بعد ازآں گستہم نے نوشیرواں کو لکھا کہ ژوپین کو مع لشکر لایا ہوں۔ جب یہ خبر نوشیرواں کو پہنچی تو سُن کر بہت حیران ہؤا اور کہا کہ اے بزرجمہر یہ بدبخت ہمارے ملک میں بُری بلا ہے۔ اس عرصہ میں بختک نے کہا کہ اے بادشاہ اب اگر حمزہ ہزار جان رکھتا ہوگا تو اس لشکر کے ہاتھ سے ایک بھی سلامت نہ لے جائیگا۔ تب بزرجمہر نے کہا کہ خدائے تعالیٰ کے حکم سے حمزہ اس لشکر کے اتنے آدمی ماریگا کہ اُن کی گنتی نہ ہوسکیگی اور کئی شہر خراب ہونگے۔ القصہ بادشاہ نے فرمایا کہ اس لشکر کو عراق کے ہرے جنگل میں اُتارو۔ بعد ازآں نوشیرواں مع لشکر مدائن سے سوار ہو کر ژوپین گاؤیش کے استقبال کو گیا اور یہ خبر ہوئی کہ بادشاہ ژوپین کے استقبال کو آتا ہے۔ تب ژوپین اور سارے مغل سوار ہوئے اور نوشیرواں کی سواری کا تماشا دیکھنے لگے کہ یکایک از بیاباں گردے برخاست گرد نے مارا باد کو اور باد نے مارا گرد کو خیرہ و تیرہ گرد کا دامن چاک ہؤا دیکھا تو نوشیرواں کا ہراول غلام باجاہ و جلال پیدا ہؤا۔ ژوپین نے کہا کہ اے گستہم نوشیرواں یہی ہے۔ کہا نہیں بلکہ نوشیرواں کے غلاموں میں سے ایک غلام ہے۔ ژوپین اور اُس کا سارا لشکر مغلوں سمیت حیران ہوئے۔ اس کے بعد ایک سوار پیدا ہؤا۔ ژوپین نے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ کہ دارا ہے۔ پھر خاقان آیا۔ پوچھا کہ یہ کون ہے۔ گستہم نے کہا کہ فغفور ہے۔ بعدہ گرگین امیر العراق آئے۔ پوچھا یہ کون ہے۔ کہا امیر زادہ ہیں مگر زور بادشاہی رکھتے ہیں۔ تب ژوپین نے کہا کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں مگر سب شاہان و شہزادگان ہیں۔ پھر ایک غل پیدا ہؤا۔ ژوپین نے گستہم سے متحیر ہو کر پوچھا کہ یہ آواز کیسی ہے۔ گستہم نے کہا کہ بادشاہ ہفت کشور کی سواری اب آتی ہے کہ سات سو ہاتھی سونے کی عماری کے داہنے ہاتھ اور سات سو ہاتھی سونے کی عماری کے بائیں ہاتھ اور سات سو ہاتھی پیچھے اور ایک سو بیس چھتر کے سایہ میں نوشیرواں بن قباد شہریار آتا ہے اور بزرجمہر وزیر داہنی طرف اور بختک وزیر بائیں طرف اور ستر ہزار غلام زرین پوش چپ و راست ہیں۔ جب ژوپین نے بادشاہ کو دیکھا تو گھوڑے پر سے اُترا۔ تب نوشیرواں نے بھی اُترنے کا ارادہ کیا مگر بزرجمہر کے کہنے سے یہ معلوم ہؤا کہ جب تک ژوپین دوڑ کر بادشاہ کی رکاب کو بوسہ نہ دے تب تک اُترنا مصلحت نہیں ہے۔ اور بختک نے کہا کہ مناسب یہ ہے کہ شتابی اُترو۔ آخر کار نوشیرواں نے بزرجمہر کا کہنا کیا

اور گھوڑے پر سے اُترا۔لیکن سوارانِ مغلیہ بادشاہ کو دیکھ کر ڈرے۔ القصہ جب ژوپین نزدیک آیا اور اپنا ہاتھ بادشاہ کے پاؤں کی طرف دوڑایا تب بادشاہ اُترا اور اُس کے بھائیوں کو گلے سے لگایا اور خلعت دیے اور دوسرے مغلوں کو بھی خلعت عطا کیے۔جب اُن سب کی نظر خلعتوں پر پڑی تب سر ہلانے لگے کہ بادشاہ یہ ہے اور سب مسخرے ہیں۔اس کے بعد ہزار کھنبے کا خیمہ اور چالیس ستون کی بارگاہ آکے کھڑی ہوئی اور بادشاہ اس میں آکر تختِ جمشیدی پر بیٹھا۔تمام ڈیرہ اطلسی اور سونے کی میخیں اور ریشم کی رسیاں دیکھ کر ژوپین نہایت متعجب ہوا۔پھر ژوپین بھی ڈیرے میں آیا اور تسلیمات بجا لایا۔بادشاہ نے کرسی پر بیٹھنے کو فرمایا۔پھر ایک غل ہوا۔ژوپین نے پوچھا کہ یہ غل کیسا ہے۔لوگوں نے کہا کہ کھانا لاتے ہیں۔اتنے میں زر بفت کا سفرہ بچھا کر اُس پر دسترخوان زر دوزی بچھایا اور سونے و روپے کے طباق اور پیالے اور رکابیاں رکھیں اور کھانا چُنا اور قسم نانِ ترین و نانِ ورقی و نانِ نعمت و نانِ گلزار و نانِ ٹکلی و نانِ پنیر و نانِ اعلیٰ و نانِ آبی و نانِ روغنی و نانِ خطائی و نانِ چپاتی و نانِ پُھلکہ و نانِ باقرخانی و نانِ گاؤ دیدہ و نانِ گاؤ زبان اور پُلاؤ بیگمی و پلاؤ کولاپولا و پلاؤ کوکو و پلاؤ موتی و پلاؤ مزعفر و پلاؤ متنجن و پلاؤ شولہ و پلاؤ بیری و پلاؤ گیلی و پلاؤ کاشانی اور کبابِ مرغ و کبابِ سیخ و کبابِ شامی و کباب تکمہ اور ہریسہ و سموسہ و پھلاوہ و فقلمہ اور سیب و بہی و ناشپاتی و نرنج و تندہی و ساقِ عروسی و بادام و چھوہارہ و پستہ و کشمش و انگور و انجیر وغیرہا ہر قسم کا میوہ لاکر حاضر کیا اور رکھا۔جب مغلوں نے اس شان و شوکت کے سفرہ کا منہ دیکھا تو دیوانے ہو گئے اور کھانا گوناگون و میوہائے بوقلمون اور انواع و اقسام کی نعمتیں کھائیں اور سفرہ اُٹھایا تو اس کے بعد شراب کے سُنہری و روپہری و بلوری پیالے ساقیانِ مہ وش و معشوقانِ دل کش گردش میں لائے اور مطربانِ خوش آواز نے چنگ و نائے و ڈھول اور طبلے اُٹھائے۔**بیت**

حجاب از چشمِ مرداں بر گرفت   چشمِ ساقی بادۂ احمر گرفت

ساری مجلس شراب سے بدمست ہوئی اور حکایت حمزہ کی نکالی اور پوچھا کہ حمزہ کہاں ہے۔بختک نے کہا کہ حمزہ مصر میں ہے شاید کہ اب تک اُسے مارا ہوگا نہیں تو تیرے ہاتھ جان بچا کر کہاں جائیگا تب گستہم اُٹھا اور بادشاہ کے تخت کے آگے سر رکھا اور عرض کی کہ ژوپین کو داماد کرنا چاہیے کیونکہ بیٹی کا گھر میں رکھنا خطا ہے اور ژوپین سے بہتر دامادی میں کوئی نہ ہوگا۔بختک نے گستہم کی مدد کی۔بادشاہ اس بات سے سانپ کی طرح پیچ و تاب کھا کر اور غصّہ کے جوش میں آکر چپ ہو رہا اور کچھ بول نہ سکا اور آہستہ بزرجمہر سے کہا کہ اے بزرجمہر اگر اس وقت ژوپین کو میں دامادی میں قبول نہ کروں تو بروئے مصلحت بہتر نہیں ہے کیونکہ کام خراب ہونے سے ڈرتا ہوں

اور اگر قبول کروں تو بیٹی مغلوں کو کیونکر دوں تمام بادشاہ مجھے کیا کہینگے۔ بزرجمہر بولے کہ اب تو قبول کر لیجئے پھر مہرنگار جس کے بازو سے لگ کر بیٹھیگی وہ خود سمجھ لے گا۔ غرض بادشاہ نے گستہم کی بات قبول کی۔ تب گستہم نے ژوبین کو بادشاہ ہفت کشور کے پاؤں پر ڈالا۔ اور نوشیرواں نے اُسے گلے لگایا۔ تب ژوبین نے کہا کہ کسی کو مدائن میں روانہ کرنا چاہیئے کہ مہرنگار کو یہاں سے آئے کیونکہ بادشاہ زادی آئے تو بہتر ہے۔ آخر قباد بن گستہم کو بھیجا اور وہ گیا۔ جب خبر مہرنگار نے سُنی تو بہت غمگین ہوئی اور اسی فکر میں تھی کہ یہ خبر بھی پہنچی کہ امیر آتے ہیں اور مدائن سے چار کوس پر اُترے ہیں۔ پس یہ خبر سُنتے ہی قباد تو مدائن سے بھاگا اور دوسرے روز امیر مدائن میں داخل ہوئے اور ساری حقیقت معلوم کی اور اپنے بخیریت آنے سے خدا کا شکرانہ بجا لائے اور مہرنگار کے محل میں تشریف لے گئے اور دونوں آپس میں جان و دل سے ملے اور عیش میں بیٹھے فرد

دیدار یار غائب دانی چہ ذوق دارد ابرے کہ در بیاباں بر تشنگاں بیارد

مدائن کی ساری حقیقت سُن کر امیر کو غضب آیا اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ مدائن کے سب گھر لوٹ لو آدمیوں کو مت ستاؤ۔ جب پہلوانوں نے امیر کا یہ حکم پایا تو لوٹ مچا دی۔ قضا کار عمر معدی گستہم کے گھر میں گیا اور اُس کی بیٹی پر عاشق ہوا اور اُس کو بغل میں پکڑ کر اپنے گھر میں لے آیا اور کہا کہ تجھ کو میں اپنے نکاح میں لاؤنگا تو مجھے قبول کر۔ اُس لڑکی نے کہا کہ اگر تو آدمی ہوتا تو میں تجھے قبول کرتی لیکن تُو تو دیو ہے میں کیونکر قبول کروں۔ غرض اُس نے قبول نہ کیا۔ دوسرے یہ کہ عمر بن عمیہ بختک کے گھر میں گیا اور اُس کی بیٹی کو اپنے گھر میں لے آیا اور اُس سے پوچھا کہ میں تجھ سے نکاح کروں تجھے قبول ہے یا نہیں۔ بختک کی بیٹی نے انکار کیا۔ غرض کہ بعد از گفتگوے بسیار عمر بن عمیہ نے اُس سے نکاح کیا۔ شدہ شدہ یہ خبر امیر کو پہنچی کہ ہر ایک نے بموجب حکم کے لوگوں کے گھر لوٹے اور عمر معدی کرب اور عمر بن عمیہ ضمیری نے ایسا کام کیا ہے۔ امیر نے اِن دونوں کو بُلایا اور کہا کہ میں نے لوگوں کے گھر لوٹنے کے لئے حکم دیا تھا اور کہا تھا کہ آدمیوں کو مت ستانا پر تم نے لوگوں کی بیٹیاں پکڑ کر کیوں زبردستی کی۔ عمر بن عمیہ نے کہا کہ بختک کی دختر نے مجھے رضا و رغبت سے قبول کیا ہے لیکن گستہم کی بیٹی عمر اوری کو قبول نہیں کرتی۔ امیر نے فرمایا کہ اُس لڑکی کو یہاں لاؤ۔ عمر معدی بولا کہ اگر وہ مجھے قبول نہ کریگی تو میں اپنے پیٹ میں چھرا یا خنجر مار لونگا امیر نے کہا بہتر ہے مار لو۔ پھر امیر ہنسے اور کہا کہ وہ لڑکی اگر عاقلہ اور بالغہ ہے اور تجھے قبول نہیں کرتی تو میں کیا کروں بعد اس کے امیر نے اُس لڑکی کو لایا اور سمجھایا کہ اے لڑکی تو عمر معدی کو کیوں قبول نہیں کرتی کہ وہ میرا بھائی ہے اور میرے داہنے بازو کا رہنے والا ہے اور گستہم کو بھی اُس کی دامادی سے

نرم نہ ہوئی پر مہرنگار نے بھی عمر معدی کرب کی بہت سفارش کی اور رغبت دلائی۔ غرض گستہم کی بیٹی نے قبول کیا۔ اور امیر نے اچھی ساعت دیکھ کر ان کا عقد کیا اور عیش میں مجمع لشکر مشغول ہے۔ جب یہ خبر نوشیرواں کو پہنچی تب بختک نے گستہم سے کہا کہ اے حرام زادہ تیری دامادی کے لائق عمر معدی کرب ہے۔ اور گستہم نے کہا کہ تو اپنی بھی تو کہو کہ جس کا داماد عمر بن عمیہ ہے تمام مجلس اور لشکر کے لوگ ہنسے اور یہ دونوں شرمندہ ہوئے۔ زوبین نے کہا کہ اے بختک تو خاطر جمع رکھ کہ میں اس کا بدلہ امیر سے لونگا ◆

پینتیسویں داستان

کہنے والا یوں کہتا ہے کہ جب امیر جشن سے فارغ ہوئے اور عمر معدی اور عمر بن عمیہ کے نکاح سے بھی فراغت ہوئی اور مدائن سے کوچ کیا اور مہرنگار کو بھی ساتھ لیا تو بادیہ اخضر کی راہ لی۔ جب دو تین منزل گئے تو یاروں سے مصلحت کی کہ ہم نے سراندیپ کو جانا ہے مہرنگار کو ساتھ لے جانے میں خطرہ ہے بہتر تو یہ ہے کہ مہرنگار کے ساتھ عمر بن عمیہ اور عمر معدی کرب کی عورتوں کو مقبل حلبی کو اُن کے ہمراہ مکہ میں بھیج دیں۔ یاروں نے اس صلاح کو پسند کیا۔ تب مہرنگار کو چالیس ہزار غلام اور خوجے اور باندیاں دے کر مکہ کو روانہ کیا اور مقبل کو چالیس ہزار سوار ساتھ دیکر بھیجا اور آپ نے بھی وہاں سے کوچ کیا اور منزل بہ منزل کوچ با کوچ کرتے ہوئے چلے اور کافروں کے لشکر کے نزدیک پہنچے اور عباس کو فرمایا کہ نوشیرواں کو ایک خط لکھو تب عباس نے پہلے خدائے تعالےٰ کی حمد لکھی اور بعد تعریف خاندان حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے یوں لکھا کہ حمزہ بن مطلب کی طرف سے تجھے معلوم ہو کہ تو بادشاہ ظالم ہو کر عادل کہلاتا ہے اور اپنا خطاب عادل معین کیا ہے بتلا کہ میں نے تیری کیا تقصیر کی ہے جو تو نے اول کہا تھا کہ لندھور کا سر لے آنے پر مہرنگار تجھے دونگا اس لئے میں لندھور کو جیتا پکڑ لایا اور تیرے حوالے کیا اور تو نے اپنی بیٹی مرزبان کو دی اور گستہم کے ہاتھ سے مجھے زہر دلایا اور بعد اس کے مصر و یونان اور روم کو بھیجا اور وہاں بھی خطوط لکھ کر حیلہ اور مکر کرایا پر خدا نے تعالےٰ نے مجھے وہاں سے بھی خلاصی دی پھر بھی تو اپنی بیٹی مغلوں کو دینے کے لئے تیار ہوا بارے خدائے تعالےٰ نے مجھے غیب سے پہنچایا اور مہرنگار کو مغلوں کے ننگ سے بچایا اب میں نے ناچار ہو کر اسے مکہ میں بھیج دیا ہے اور دشمنوں کی آنکھوں میں خاک ڈال دی ہے اور اب میں تیرے پاس اس لئے آیا ہوں کہ اگر اپنے کئے سے پشیمانی اٹھا توبہ کر کے میرے ساتھ صلح کریگا اور اپنی بیٹی مہرنگار کو اپنی رضامندی سے مجھ پر حلال کریگا تو بہتر ہے ورنہ کعبہ کے خدا کی سوگند ہے کہ تمہارے

خلاف وعدے کے سبب اتنے کافروں کو قتل کرونگا کہ اُن کا حساب خدا کو معلوم ہوگا۔ جب یہ نامہ تمام ہوا تب عمر بن عمیہ کو دیا اور عمر لے کر روانہ ہوا۔ جب نوشیرواں کی راہ لی جب نزدیک پونچا تو ایک ٹیلے پر چڑھ کر نظر کی اور لشکر دیکھتے ہی دل میں خیال گذرا کہ جب میں نوشیرواں کے پاس جاؤنگا تو وہ مجھے دیکھتے ہی کہیگا کہ پکڑو اس عیار کو تب سوائے بھاگنے کے چارہ نہیں ہے مگر اس لشکر میں سے بھاگ کر کدھر جاؤنگا۔ دل میں یہ اندیشہ کرکے پھرا اور امیر کے پاس آیا اور تمام حقیقت بیان کی۔ امیر نے وہ نامہ لیا اور فرمایا کہ میں نوشیرواں کو میدان میں دوں گا حمزہ انہیں باتوں میں تھے کہ استفتانوش آیا اور امیر نے یہ حال اُسے سُنایا۔ اُس نے کہا کہ خدا کے کرم اور حضور کے اقبال سے میں جاؤنگا اور یہ نامہ دونگا۔ امیر نے ہر چند منع کیا لیکن اُس نے نہ سُنا۔ غرض امیر نے ناچار ہو کر کہا اچھا اگر تو جاتا ہے تو اپنے ہتیار میرے پاس لا وہ اپنے ہتیار امیر کے پاس لایا۔ امیر نے استفتانوش کے ہتیاروں پر جو صحیفہ کہ حضرت ابراہیم پر اُترا تھا سو پڑھ کر پھونکا اور وہ ہتیار بندھوائے اور روانہ کیا اور کہا کہ جا تجھے خدا کو سونپا۔ القصہ تب استفتانوش سوار ہوا اور ابھی نوشیرواں کے دربار میں نہیں پہنچا تھا کہ استفتانوش نے دل میں سوچا کہ ابھی میں نوشیرواں کے لشکر میں نہیں پہنچا اور رات ہوگئی اور رات کو لشکر میں جانا خوب نہیں پس رات بھر یہیں گذران کرنی چاہئے اور جب فجر ہو تب نوشیرواں کے دربار میں جانا۔ تب ایک جگہ کھڑے ہو کر داہنی اور بائیں طرف دیکھا تو ایک بڑا ڈیرہ نظر آیا تب لوگوں سے پوچھا کہ یہ ڈیرا کس کا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ لہرستانی کا ہے اور اُسے لہراسپ بن لوس کہتے ہیں۔ استفتانوش نے کہا کہ اسے خبر کر دو کہ ایک پہلوان امیر حمزہ کے پاس سے نوشیرواں کے پاس پیغام لے کر آیا ہے سو رات ہونے کے سبب تمہارے ڈیرے میں آیا ہے اگر تم رضا دوگے تو تمہارے دروازے میں رات کی رات رہ کر گذران کریگا۔ یہ خبر سُن کر لہراسپ شتابی باہر آیا اور استفتانوش کا ہاتھ پکڑ اپنے ڈیرے میں لے گیا اور اپنے پاس بٹھایا اور کہا کہ سچ جان کہ میں جس روز سے حمزہ کی تعریف سُنتا ہوں اُسی روز سے حمزہ کی مردانگی اور بہادری کا عاشق ہوا ہوں اور پچاس ہزار سوار غرق آہن میرے ہمراہ ہیں اگر نوشیرواں نے صبح کو دربار میں تم پر کچھ زیادتی کی تو میں اُس سے سمجھونگا۔ استفتانوش یہ بات سُن کر بہت خوش ہوا اور خدا کا شکر بجا لایا اور تمام رات لہراسپ کے ساتھ عیش گذرانی۔ جب فجر ہوئی تو استفتانوش لہراسپ سے وداع ہوا اور چلا۔ جب راہ طے ہوئی تو دو پہر کو نوشیرواں کے دربار میں پہنچا اور نیزہ گاڑ کر گھوڑا باندھ کر دربانوں سے کہا کہ نوشیرواں کو خبر کرو کہ ایک شخص امیر کے پاس سے آیا ہے۔ دربان دوڑے اور نوشیرواں کو خبر کی۔ بادشاہ نے کہا کہ آنے دو۔ تب استفتانوش

دربار کے اندر گیا اور کہا کہ سلام میرا بزرجمہر کو ہے۔ بزرجمہر نے کہا کہ علیکم السلام اے فرزند خوش آمدی۔ بختک نے کہا کہ خوش تو آیا لیکن عجب ہے کہ خوش جائے۔ بزرجمہر نے کہا کہ اے حرامزادہ کیوں خوش نہ جائیگا۔ تب نوشیرواں نے کہا کہ اے یونانی جو پیغام حمزہ کا تو لایا ہے وہ دے۔ استفتانوش نے امیر کا خط دیا اور اپنا ہاتھ شمشیر کے قبضہ پر رکھ کر جواب کا منتظر کھڑا رہا اور بادشاہ خط پڑھنے میں مشغول تھا کہ بختک نے زوبین سے کہا کہ ایک مغل کو اشارہ کر کہ پیچھے سے آکر اس یونانی کو اچانک ایسی تلوار مارے کہ اس کا کام تمام ہو۔ تب زوبین نے ایک سخت مغل سے اشارہ کیا۔ سو استفتانوش وہیں معلوم کر گیا کہ میرے پیچھے حریف آتا ہے پہلوان پھرا اور اس مغل کی کی کمر میں ایسی تلوار ماری کہ دو ٹکڑے ہوا۔ زوبین نے اپنے تمام مغلوں کو حکم دیا کہ مارو اس عرب کو۔ یہ حکم سنتے ہی ہزار مغل نام ولا تلوار کھینچ کر استفتانوش پر آگرے اور استفتانوش نے بھی اپنے آپ کو مغلوں میں ڈالا۔ ہرچند کہ نوشیرواں منع کرتا تھا کہ پیغام لانے والے سے کیوں لڑتے ہو پر کسی نے نہ سنا۔ لہراسپ کو بھی یہ خبر پہنچی کہ استفتانوش مغلوں سے لڑتا ہے پچاس ہزار سوار سے لہراسپ زوبین اور نوشیرواں کے دربار میں استفتانوش کی مدد میں ہو کر لڑنے لگا اور لڑ بھڑ کر استفتانوش کو اپنے لشکر میں پہنچایا اور مغلوں سے باہر اسے سلامت لے گیا۔ تب سارے مغلوں نے شرمندہ ہو کر کہا کہ لہراسپ استفتانوش کی حمایت کرتا ہے۔ جب یہ خبر امیر کو ہوئی کہ استفتانوش اور لہراسپ پچاس ہزار سوار سے آتے ہیں تو امیر بھی پہلوانوں سمیت سوار ہوئے اور استفتانوش کو گلے لگایا اور بہت نوازش فرمائی۔ پھر لہراسپ امیر کے پاؤں پر گرا۔ امیر نے اُسے بھی گلے لگایا اور خلعت دیا اور بہت مہربانی فرمائی اور مسلمان کیا۔ پھر دونو اپنے اپنے ڈیرے میں اُترے اور عیش میں رہے۔ جب دوسرا روز ہوا تو نوشیرواں نے نقارۂ جنگ بجانے کا حکم دیا۔ اور بموجب حکم کے نقارہ بجنا شروع ہوا۔ اور جاسوسان لشکر اسلام نے یہ خبر امیر کو پہنچائی کہ نقارہ جنگ بجا کر نوشیرواں اور زوبین بمع لشکر میدان میں آکر امیر کے آنے کے منتظر ہیں۔ امیر نے فرمایا کہ ہمارے نقار خانہ میں بھی نقارہ بجانے کے لئے کہہ دو۔ اور آپ بھی مع پہلوانان عرب سوار ہوئے۔ جب نزدیک پہنچے اور اُن کو خبر ہوئی کہ حمزہ آتے ہیں تب زوبین نے کہا کہ حمزہ کو مجھے دکھا دو۔ اتنے میں لشکر کی گرد پیدا ہوئی جب وہ گرد پھٹی تو اُس میں سے عمر معدی کرب نشان لشکر لئے ہوئے پیدا ہوا اور پچاس و چار گز قد کا آدمی نظر آیا کہ جب کا پیٹ گھوڑے کی عیال سے آگے بڑھا ہوا تھا اپنے چالیس اور چار بھائیوں اور چار سو سوار کے ساتھ میدان میں آیا۔ تب زوبین نے پوچھا کہ حمزہ یہ ہے۔ بختک نے کہا کہ یہ نہیں یہ تو معدی کرب حمزہ کے لشکر کا بڑا سردار اور عادیوں کا بادشاہ ہے۔ اُسے دیکھ کر سب مغل حیران ہوئے۔

ژوبین نے پوچھا کہ حمزہ نے اس قد کے آدمیوں کو کیونکر پکڑا۔ بختک نے کہا کہ ایک گرز مارنے سے انہیں باتوں میں تھے کہ لندھور کی سواری آئی کہ سات سو ہاتی داہنی طرف اور سات سو ہاتی اور ایک سو بیس چھتر کے سایہ میں ایک سو دس گز کا قد لے کر آیا اور فیل منگلوسی پہ سوار ہوکر پیدا ہوا۔ ژوبین نے کہا کہ شاید یہ حمزہ ہے۔ بختک نے کہا کہ یہ حمزہ نہیں ہے یہ لندھور بن سعدان ہراندیپ کے ہزار جزیرہ کا شہزادہ ہے۔ ژوبین نے کہا کہ ایسے پہلوانوں کو حمزہ نے کیونکر مسخر کیا ہے۔ بختک نے کہا کہ اس کی کمر کی دوال پکڑ کے اٹھا لیا اور سر پہ لے جا کر پھرایا اور زمین پہ مارا اور باندھا۔ ژوبین نے کہا کہ اے گستہم حمزہ کشکینہ خوار پشمینہ پوش ہے جس کے ہاتھ سے ایسے کام ہوئے ہیں اور اس کے یار و غلام اتنا تجمل رکھتے ہیں۔ بختک نے کہا کہ پھر اسے کشکینہ خوار کیوں کہتے ہو۔ گستہم نے کہا کہ حمزہ نے جادو سے باندھا ہے اور یہ تجمل پھرا ہے۔ ژوبین ہنسا اور کہا کہ آخر مردمی سے لیا ہے پھر تو کیوں ایسا بولتا ہے لندھور کے بعد دوسری سواری آئی کہ سات سو چھتر کا سایہ اور مراتب کے ساتھ ہے۔ ژوبین نے کہا کہ یہ کون ہے۔ بختک نے کہا کہ یہ جیپور بن تھپال شاہ چچیرا بھائی لندھور کا ہے۔ بعد اس کے اور لشکر پیدا ہوا اور اس کے ساتھ بھی چھتر ہیں۔ ژوبین نے کہا کہ یہ کون ہے۔ بختک نے کہا کہ شہزادے بنگالے کے ہیں ایک کا نام اورنگ اور دوسرے کا نام گورنگ ہے اور یہ لندھور کے سالے ہیں۔ اس کے بعد بیس ہزار سوار اور چھتر کے نرگستان باندھے ہوئے پیدا ہوئے۔ ژوبین نے کہا کہ یہ کون ہے۔ بختک نے کہا کہ یہ شہزادہ ہند ہیں اور اس کے بھائی بھی۔ اس کے بعد بیس ہزار سوار اور چھتر مرصع بہ جواہر پیدا ہوئے۔ ژوبین نے کہا کہ یہ کون ہے بختک نے کہا کہ روم کے شہزادے ہیں کہ ایک کا نام اسقلان اور دوسرے کا نام بھی اسقلان ہے۔ اس کے بعد آواز پوش کی آئی۔ ژوبین نے کہا کہ یہ کون ہے۔ بختک نے کہا کہ یہ آواز عمر کے عیاروں کی ہے۔ وہیں عمر پیدا ہوا اور اس کے بعد بارہ ہزار غلام زریں کلاہ و زریں قبا اور زریں کمر بند اور گھوڑے تازی ہاتھ میں لئے ہوئے پیدا ہوئے۔ ژوبین نے کہا کہ یہ کون ہے اور یہ لشکر پیادہ کیوں ہے۔ بختک نے کہا کہ صاحب ان کا پیادہ ہے تو البتہ وہ بھی پیادہ ہونگے۔ پس عمر بن عمیہ اور اس کی فوج کو دیکھ کر مغل ہنسے اور حیران ہوئے۔ گستہم نے کہا کہ اے ژوبین اگر ہزار حمزہ ہوتے تو ڈر نہ تھا مگر ایک یہ وزد لک لک یا نہ ہوتا۔ تو کیا ہنستا ہے اب معلوم ہوگا۔ اس کے بعد آواز اژدہا پیکر نشان کی آئی۔ ژوبین نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ بختک بولا کہ یہ آواز نشان کی ہے۔ ژوبین نے کہا کہ یہ نشان کس نے بنایا ہے۔ بختک نے کہا کہ یہ نشان بزرجمہر نے جادو سے بنایا ہے۔ بزرجمہر ہنسے اور بولے کہ اے حرام زادے

جادوگروں پر لعنت خدا کی ہے۔ اتنے میں مشرق و مغرب کا آفتاب امیر حمزہ بن عبد المطلب پیدا ہوا اور اُس کے پیچھے تین ہزار ترکی و رومی و ہندی و زنگی و حبشی و ختنی اور ہندی غلام دکھائی دیے۔ تب ژوبین نے حمزہ کو دیکھ کر کہا کہ اے بختک اس مرد کوتاہ قد نے اتنے بڑے پہلوانوں کو کیونکر حلقہ بگوش کیا ہوگا۔ بختک نے جواب دیا کہ یہ مردانہ ہے۔ غرض امیر حمزہ آئے اور عرب کے سارے پہلوان تیار ہوئے تب نقیب پکارے کہ کون مرد اب میدان کا قصد کرتا ہے۔ امیر حمزہ خنگ پر سوار ہو کر میدان میں آئے اور گھوڑا قاذسے پر لگایا اور گھوڑے کے قدموں کی خاک آسمان پر پہنچی تب امیر پکارے کہ کوئی جانتا ہو تو جانے نہیں تو اب پہچانے کہ حمزہ میں ہوں اور جس شخص کو موت کی خواہش ہے وہ میدان میں آئے اور جو شخص مسلمان ہوگا سعادت اور نیک بختی پائیگا اور جو بد بختی چاہیگا سو دوزخ میں جائیگا۔ تب ژوبین نے بختک سے کہا کہ میں نے آج تک حمزہ کی لڑائی کبھی نہیں دیکھی اگر تمھارے پہلوانوں میں سے کوئی جا کر امیر سے لڑے تو میں دیکھوں کہ لڑائی میں حمزہ کا کیا وزن ہے۔ پھر دوسرے روز حمزہ سے میں لڑونگا۔ بختک نے کہا کہ گستہم سے زیادہ اور کوئی پہلوان نہیں جو حمزہ سے مقابلہ کر سکے۔ پھر بختک نے ایران اور توران کے ہم درد پہلوانوں کے نام لئے اور کہا کہ امیر سے مقابلہ کرنے والا نہیں ہے۔ تب گستہم کو فرض ہوا کہ میدان میں جائے سو گستہم نے دل میں کہا کہ اے دل بہتر ہے اس ننگ سے مرنا۔ غرض ضرور جا کر دل میں کہا کہ اس لڑائی سے جیتا پھرونگا تو بختک کو جان سے مارونگا۔ پس وہیں گستہم میدان میں آیا۔ جب امیر کی نظر گستہم پر پڑی ہتھیار کھولنے لگے تب ژوبین نے نوشیرواں سے پوچھا کہ حمزہ ہتھیار کیوں کھولتا ہے۔ نوشیرواں نے کہا کہ حمزہ نے سوگند کھائی تھی کہ جس وقت گستہم کو دیکھونگا تو بغیر ہتھیاروں کے مارونگا۔ ژوبین نے کہا کہ بغیر ہتھیار کے کیونکر ماریگا۔ بادشاہ نے کہا کہ میں بھی تعجب میں ہوں دیکھوں کہ کیونکر لڑائی کرتے ہیں القصہ جب امیر کو گستہم نے دیکھا وہیں تلوار کھینچکر دوڑا اور امیر پر ماری امیر نے ہاتھ بڑھا کر اُسکی تلوار کا قبضہ پکڑ لیا ہر چند گستہم نے زور کیا لیکن تلوار امیر کے ہاتھ سے نہ چھڑا سکا اور بہت عاجز ہوا تب امیر نے ایسا زور کیا کہ ہاتھ گستہم کا کانپا اور تلوار اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ پس امیر نے تلوار اُس کے ہاتھ سے چھین لی اور گھوڑا دوڑایا۔ تب گستہم بھی سپر سر پر لے گیا۔ امیر نے ایسی تلوار ماری کہ ڈھال کے دو ٹکڑے ہوئے اور خود پر پہنچی اور سر پر سے اتری تو گلا کاٹ کر سینہ صاف کرتی ہوئی ناف پر سے گردگاہ سے نیچے جا کر قاش زین پر ٹھہرتے ہوئے تنگ کے نیچے کو نکل کر زمین پر بوسہ دیا اور گستہم مع گھوڑے چار ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا۔ جب گستہم کے بیٹے نے باپ کا یہ حال دیکھا تو وہیں اپنے لشکر میں دوڑا۔ امیر نے بھی جلدی سے زرہ پہنی اور عمرو سے

کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ لشکر اپنی جگہ سے ہلے میں اکیلا ہی اس سے لڑونگا تم سب کھڑے رہ کر تماشا دیکھو یہ کہہ کر گستہم کے لشکر میں دھنسے اور دونوں ہاتھوں سے تلواریں مارنے لگے۔ غرض دو دستی تلواریں ایسی مارتے تھے کہ لشکر کو زیر و زبر کئے جاتے تھے یہاں تک کہ جہاں گستہم کا بیٹا کھڑا تھا اپنے آپ کو وہاں پہنچایا اور گھوڑا بڑھا کر ایسی تلوار ماری کہ اُس کا سر گیند کی طرح سو قدم کے فاصلے پہ دور جا گرا۔ اس کے بعد گستہم کا دوسرا بیٹا قارن نامے جہاں تھا امیر وہاں بھی پہنچے اور تلوار مار کر اُس کے بھی مع گھوڑے چار ٹکڑے کئے۔ جب اُس کے لشکر نے یہ حال دیکھا تب تو بے تامل بھاگنا شروع کیا یہاں تک کہ میدان میں ایک بھی نہ رہا اور امیر میدان میں کھڑے رہے۔ ژوپین کا تمام لشکر اور مقبل یہ تماشا دیکھ رہے تھے اور حیران کھڑے تھے۔ تب ژوپین نے نوبتیوں سے کہا کہ آج دن طبل بازگشت بجوانا اور کل صبح کو پھر آکر لڑنا بہتر ہے۔ کیونکہ اب حمزہ بہت لڑ چکا ہے اگر اب اس سے میں لڑوں تو امیر اور تمام عالم یہ کہیگا کہ حمزہ لڑتے لڑتے سست ہوگیا تھا تھکے ہوئے سے لڑنا کوئی بہادری نہیں ہے۔ غرض طبل بازگشت بجا کر دونوں لشکر اپنے اپنے مقام پر اُترے۔ جب بادشاہ روز نے شب خواب سے سر اٹھایا یعنی آفتاب خوش رنگ نے رات کے سیاہ نہنگ سے آسمان کے دریائے سبز رنگ میں سر نکال کر عالم ظلمت کو منور کیا تو پہلوانوں نے بدن میں قبائیں درست کیں اور چار پر چالیس پارچہ شال کے آراستہ کئے اور دوالوں سے کمر کو مضبوط باندھا اور لڑائی کا نقارہ بجایا اور دونوں لشکر میدان میں آئے اور مست ہاتھی کی طرح پہلوان پکارنے لگے۔ تب جاسوسان اسلام نے جا کر امیر کو دعائے جان درازی عمر کی دی۔ رباعی

بادشاہا بارگاہت از فلک پر نور باد
اے فریدوں ہمت و رستم دل و جمشید فر
داد عدلت در سرائے آخرت معمور باد
تیغ تو بر فرق دشمن ناصر و منصور باد

شہریار عالم کی عمر دراز ہو فوجوں نے آراستہ ہو کر صفیں باندھیں اور نقیب پکار رہے ہیں کہ کون مرد ہے جو میدان میں آئے اور اپنے باپ دادا کا نام روشن کرکے حمزہ کے نمک کا حق ادا کرے۔ اتنے میں شاہ مردان و مرد میدان و تاج بخش سلطان و حلقہ فگن گوش گردن کشان عم رسول آخر زمان یعنے امیر کشور گیر جہاں ستان نے اپنے بدن پر سلاح آراستہ کئے اور خنگ مہر اسحاق پر سوار ہوئے اور تمام دست و چپ کا مجرا لیتے ہوئے چالیس قدم سرداری کے بڑھ کر کھڑے ہوئے تھے کہ ژوپین کے لشکر سے تیس گز قد کا ایک سوار نو سو من کا گرز اٹھائے ہوئے آیا اور امیر کے سامنے آکر کھڑا ہوا۔ امیر نے پوچھا کہ اے پہلوان تیرا کیا نام ہے بتا کہ بے نام و نشاں نہ مارا جائے۔ اُس نے کہا کہ مجھے مرد افگن زابلی بولتے ہیں اے حمزہ اگر تو ہزار جان رکھتا ہو تو ایک بھی سلامت نہ لے جائیگا۔ امیر نے کہا کہ مردانہ ہو اور جو کچھ رکھتا ہے لا بیت

بیا تا چہ داری ز مردی نشاں کمانِ کیانی و گرزِ گراں

غرض مرد افگن زابلی ہاتھ گرز پر لے گیا اور اسے اُٹھا کر سر سے بلند کیا اور امیر نے سپر پر گرگے جنابِ کبریا میں دعا کی کہ تیرے سوا اس گرز سے پناہ نہیں اور یہ سپر صرف ظاہری پناہ کے لئے اُٹھائی ہے۔ غرض مرد افگن نے امیر کے سر پر گرز ایسا مارا کہ اُس کی آواز تمام بیابان میں پہنچی اور شعلۂ آتش نشان کی طرح آسمان تک بلند ہوا۔ غرض اُس کا یہ حملہ رد گیا۔ جب مرد افگن زابلی پھرا اور امیر کو اژدہا کی طرح خشمناک دیکھا تو کہا کہ اے حمزہ آفرین ہے تیری ماں پر کہ جس نے تجھے دودھ پلایا کہ میرا ایسا حملہ تو نے روکا۔ تب امیر نے کہا کہ بیت

تو ضربے زدی ضربِ ما نوش کن غم دین و دنیا فراموش کن

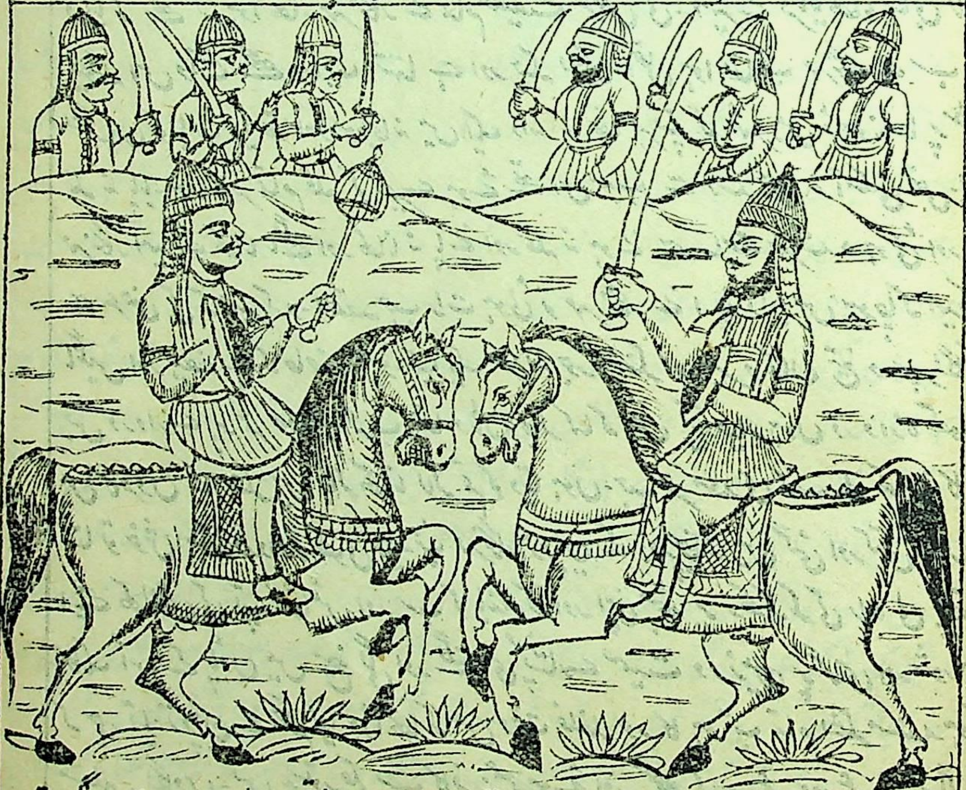
جب امیر کی نوبت پہنچی تو امیر نے ایک ہزار ایک سو من کا گرز ایسا مارا کہ اُس کے گھوڑے کی کمر ٹوٹ گئی اور مرد افگن زمین پر گرا اور خنگ کو مارنا چاہا۔ امیر نے جلد اُتر کر گھوڑے کو پشت پیچھے کر کے اپنا گرز مرد افگن کے سر پر ایسا مارا کہ اُس کے ہر بنِ مو سے پسینہ ٹپکنے لگا۔ غرض امیر نے اُس سے دوپہر جنگ کی آخر امیر نے فرمایا کہ اب میں نعرہ کرتا ہوں تب مرد افگن نے کہا کہ میں شیر خوار بچہ نہیں ہوں جو تیرے نعرے سے ڈرونگا۔ عمر بن عمیہ نے نعرے کا اشارہ ادا کیا اُس وقت امیر کے سواروں نے موزوں سے روئی نکال کر گھوڑوں کے کانوں میں رکھی غرض تب امیر نے نعرہ کیا اور مرد افگن کو زمین سے اُٹھایا اور سر پر لے جا کر پھرایا اور زمین پر مارا تب عمر نے اُس کو محکم باندھا اور لشکر میں لے آیا اور کئی ہزار گھوڑے جنھوں نے سواروں کو گرا کر جنگل کی راہ لی تھی عمر کے ہمراہی عیاروں نے اُن سب کو پکڑ کر اپنے لشکر میں پہنچایا۔ امیر کے نعرے نے کئی آدمیوں کو بے ہوش کر دیا۔ بعدہ طبل بازگشت بجا دونوں لشکر اپنے مقاموں پر اُترے۔ تب امیر نے مجلس آرائی کا حکم کیا اور بموجب حکم کے ساقیانِ سیمیں ساق اور مطربانِ خوش آواز حاضر ہوئے اور مجلس میں دور چلنے لگا اُس وقت مرد افگن کو امیر نے طلب فرمایا۔ جب وہ حاضر ہوا تو امیر نے فرمایا کہ میں نے تجھے کس طرح زیر کیا۔ کہا جس طرح مرد مردوں کو اور شیر شیروں کو زیر کرتے ہیں ویسا ہی تم نے مجھ کو زیر کیا ہے۔ تب امیر نے فرمایا کہ عقلمندوں نے کہا ہے کہ اگر مردی ہمراہ مرد شو اب تو مسلمان ہو۔ کہا کہ ہم سات بھائی ہیں ہم کوئی کام سوائے اتفاق کے نہیں کرتے پس وہ بھی جب تک تجھ سے نہ ملیں تب تک موقوف اور معذور رکھو۔ تب امیر نے فرمایا کہ اسے قید میں رکھو۔ تب امیر نے فرمایا۔ القصہ جب صبح ہوئی تب دونوں لشکر تیار ہوئے اور نقارہ بجا کر میدان میں آئے اور مردانِ عالم تیار ہوئے اور نامرد بھاگنے لگے پس ایک لشکر تو خدا پرستوں کا تھا اور دوسرا لات و منات کا۔ غرض دونوں لشکر

مقابل کھڑے رہے۔ تب حمزہ میدان میں آکر پکارے کہ جس کو آرزوے مرگ ہے وہ میدان میں آئے۔ تب مرد افگن کا بھائی جس کا نام مرد انداز تھا میدان میں آیا اور امیر پر حملہ کیا۔ امیر نے حملہ روکا اور ہاتھ دراز کرکے اُس کا کمر بند پکڑ کر گھوڑے پر سے اُٹھایا اور سر سے بلند کرکے پھرایا اور زمین پہ دے مارا اور عمر نے دوڑ کر اُسے باندھا اور لشکر میں لائے۔ راوی حکایت کرتا ہے کہ امیر حمزہ نے اُس روز چھ بھائی مرد افگن زابلی کے باندھے اور ہر دو لشکر آسائی کے واسطے اُترے تب امیر نے پہلوانی کی کرسی پر بیٹھ کر ساتوں بھائیوں کو بُلایا اور فرمایا بولو خدا ایک ہے اور دین ابراہیم خلیل اللہ کا برحق ہے۔ تب وہ ساتوں بھائی کلمہ پڑھ کر صدق دل سے مسلمان ہوئے امیر نے ان کے بند کھلوائے اور خلعت سے سرافراز کیا اور کرسیاں عنایت فرمائیں اور عمر نے ان کے کانوں میں غلامی کا نشان ڈال دیا۔ اس کے بعد مرد افگن زابلی کے ہمراہ جو ساٹھ ہزار سوار تھے بموجب حکم اپنے خاوند کے زوبین کے لشکر سے نکل کہ امیر حمزہ کے لشکر ظفر پیکر میں آملے۔ اور جب صبح ہوئی تو دونوں لشکروں میں لڑائی کے نقارے بجے اور دونوں لشکر تیار ہوئے اور میدان میں صف آرائی ہوئی۔ تب امیر نے اپنے گھوڑے کو جولان کیا اور پکارے کہ اگر کسی کو آرزو جہنم کے سیر کی ہے تو میدان میں سامنے آئے۔ تب زوبین نے کہا کہ حمزہ کے مقابل میں جاتا ہوں اگر وہ غالب ہوا تو میں اشارہ کرونگا تب تم سب نے امیر پر یکبارگی حملہ کر دینا۔ یہ کہ کر زوبین میدان میں آیا اور حمزہ کے مقابل آکر کھڑا رہا۔ امیر نے فرمایا کہ اے پہلوان تیرا کیا نام ہے۔ اُس نے کہا کہ میں زوبین سغلستان کا بادشاہ ہوں۔ امیر نے فرمایا کہ خوش آمدی۔ تب زوبین نے گھوڑا دوڑا کر اپنے گرز کی ایک ضرب امیر پہ دی۔ امیر نے اُس کا حملہ روکیا اور فرمایا کہ دو حملے اَور بھی تجھے دیے بے فکر مار۔ تب زوبین نے اَور دو گرز بھی بہ قوت تمام مارے کہ خنگ مہتر اسحاق چلایا اور امیر کی ڈھال میں سے آگ کے شعلے نکلے اور آسمان پر گئے۔ جب امیر کی نوبت پہنچی تب امیر نے وہ گیارہ سو من کا گرز زوبین کے سر پر ایسا مارا کہ زوبین کی کمر ٹوٹی اور وہ زمین پر گرا۔ جب جلوداروں نے دوڑ کر اُسے زمین سے اُٹھایا تو دیکھا کہ اُس کے ہر بن مو سے پسینا جاری ہے۔ تب جلوداروں نے دوڑ کر اُس کے مُنھ پر پانی کا چھینٹا دیا اور دوسرا گھوڑا لاکر اُسے سوار کیا۔ زوبین نے سوار ہوکر اپنے لشکر کو اشارہ کیا۔ تب سب کافروں نے امیر پہ یکبارگی گھوڑے اُٹھائے۔ اور امیر نے بھی اُس لشکرِ بے عدد میں اپنا گھوڑا ڈالا اور کافروں کے سر اُڑانے شروع کیے۔ پس اُن کے سر مانند گوئے غلطان اور تن مثل سنگریزوں کے تھے۔ امیر اُس وقت دو دستی تلواریں ایسی مارتے تھے کہ مریخ فلک ڈر کر آسمان میں چھپ رہا تھا اور لہو کی ندیاں جاری تھیں اور سر حباب کی مانند اُس میں تیرتے تھے۔ امیر نے اُس وقت عمر سے فرمایا کہ تم میری پشت پر نگہبان رہو

اور ہمارے لشکر میں بولو کہ تم اس بے عدد لشکر میں آگر مارے نہ جاؤ اور ایک بلندی پر کھڑے رہکر تماشا دیکھتے رہو اور پہلوانوں کو کہو کہ مردوں کی مانند لڑو اور جو زخمی ہوں زیر نشان جائیں تب عمر نے کہا کہ یہ لشکر بڑا ہے اور تمام پہلوان جدا جدا ہوگئے ہیں آپ کی زندگی کی خبر کیوں کر ہوگی۔ تب امیر نے فرمایا کہ میں صبح و شام نعرہ کرونگا۔ غرضکہ عمر بن عمیہ نے تمام لشکر کو بڑی دانائی سے جمع کیا اور سب لشکر کو ایک جگہ ٹھکانے پر لیجاکر کھڑا کیا اور آپ حمزہ کے پیچھے رہ کہ زربفت کے شیشے سے کافروں کو جلاکر جہنم میں پہنچاتے چلے جاتے تھے۔ امیر بارہ روز تک شب و روز بدستور جنگ کرتے رہے لیکن بے خور و خواب تھے۔ اور کافر اپنے لشکر میں جاکر کھاکر تازہ ہو آتے تھے۔ اور بار بار نئی فوج لاتے تھے اور ژوبین اور بختک بھی مع لشکر بھاگتے تھے اور پھر تازہ ہوکر لشکر تازہ لے آتے تھے۔ مگر امیر نے اس قدر آدمی قتل کئے تھے کہ اُن کا حساب سوائے خدا کے کسی دوسرے کو معلوم نہ تھا۔ جب امیر اُن کے نشان تک پہنچا تو ژوبین بے دین کی نظر امیر پر پڑی اور دیکھا کہ حمزہ کی پگڑی گلے میں پڑی ہے اور مُنہ سے کف جاری ہے یہاں تک کہ زین کا تمام ہرنہ سفید ہو رہا ہے اور اپنی خبر نہیں رکھتے اور دونوں ہاتھوں سے تلواریں مارتے ہیں۔ راوی یوں لکھتا ہے کہ جب امیر بے خبر ہوتے تو مُنہ سے کف جاری رہتا اور سر برہنہ ہوتے اور مانند دیوانوں کے تلواریں مارتے۔ ژوبین نے بختک سے کہا کہ حمزہ کو پیچھے سے مارنا چاہیئے۔ بختک نے کہا کہ اگر اس کی پیٹھ سے عمر جدا ہو تو البتہ مر سکیگا۔ ژوبین نے لشکر سے کہا کہ کسی طور سے حمزہ کی پیٹھ سے عمر کو جدا کرو۔ تب بہت سے کافر عمر پر گرے اور عمر کو حمزہ سے جدا کیا۔ تب ژوبین بے دین نے دغا سے نامردوں کی طرح پیچھے سے ہوکر امیر کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ چار انگشت کے مقدار زخم ہوا۔ تب حمزہ ہوش میں آکر دشمن کو مارا چاہتے تھے کہ وہ نامرد بھاگ گیا اور اپنے لشکر میں جا گھسا اور سب چھوٹے بڑے سے کہا کہ میں نے حمزہ کو ایسی تلوار ماری ہے کہ حلق تک اُتر گئی۔ یہ جھوٹا آوازہ تمام لشکروں میں منتشر ہوا اور عربوں نے یہ خبر سنکر دلاوری سے جنگ کی اور بہت متفکر ہوئے اور ادھر امیر کے زخم سے خون جاری ہوا اور آنکھوں میں اندھیارا آیا اُس وقت امیر نے اپنے دونوں بازو گلے میں ڈال دیے اور گھوڑے سے لپٹ کر فرمایا کہ خنگ مجھ کو گھر پہنچا۔ پس یہ فرماکر بے ہوش ہوئے اور خنگ نے جانا کہ حمزہ جنگ سے بیکار ہوئے تب اُس نے مکہ معظمہ کی راہ لی اور اُن کافروں کو جو پیچھے لگے تھے خنگ نے جانا کہ مجھے پکڑنے آتے ہیں تب کسی کو لاتوں سے اور کسی کو ٹاپوں سے مارتا اور کسی کو مُنہ سے کاٹتا تھا غرض اسی طرح وہ اُس لشکر بے عدد سے باہر نکل کر مکہ کو روانہ ہوا اور صبح ہوتے ہی مکہ میں پہنچا اور تمام شہر مکہ میں شور پڑا پس امیر کو اُتار کر چارپائی پر

لٹایا۔ اُدھر لشکر میں جب امیر کے نعرہ کی آواز نہ آئی تو عمر اور سب ہمراہیان متفکر ہوکر ڈھونڈھنے لگے۔ تب عمر خنگ کے پاؤں پہچانتا ہُوا مکہ کی طرف روانہ ہُوا۔ ہنوز امیر کو پلنگ سولایا نہیں گیا تھا کہ عمر نے پہنچکر اور اُسترہ نکال کر زخم کے گرد کے بال مونڈے اور مرہم کی پٹی چڑھا دی اور مقبل حلبی کو کہا کہ شتابی امیر کے ہتیار لگاکر خنگ پر سوار ہوکر میرے ہمراہ چل۔ مقبل عمر کا حکم عمل میں لایا اور دونوں کافروں کے لشکر کی طرف چلے اور پہنچکر عمر نے فرمایا کہ مارو ان کافروں کو۔ تب کافر مقبل کو بجائے امیر کے تازہ دیکھ کر حمزہ تصور کرکے بولے کہ حمزہ تو مُوا جانتے تھے بارے وہ تو پھر تازہ ہوکر آیا ہے یہ کہ کر سب نے بھاگنا شروع کیا اور پیٹھ پھیری ؂

امیر نے حمزہ سے لڑ کر گرز باری میں مغلوب ہونا پھر سارے مغلوں کا چڑھائی کرنا اور حمزہ نے زخمی ہوکر مکہ کو جانا اور عمر نے مقبل کو امیر کا لباس پہنانا



اس وقت بختک سگ ناپاک نے کہا کہ حمزہ تو مُوا ہے اور یہ مقبل حلبی ہے مت بھاگو۔ تب سب کافر پھر کر ایک جگہ جمع ہوئے اور امیر کے لشکر کا دنبالہ کیا۔ آخر امیر کا تمام لشکر مکہ معظمہ

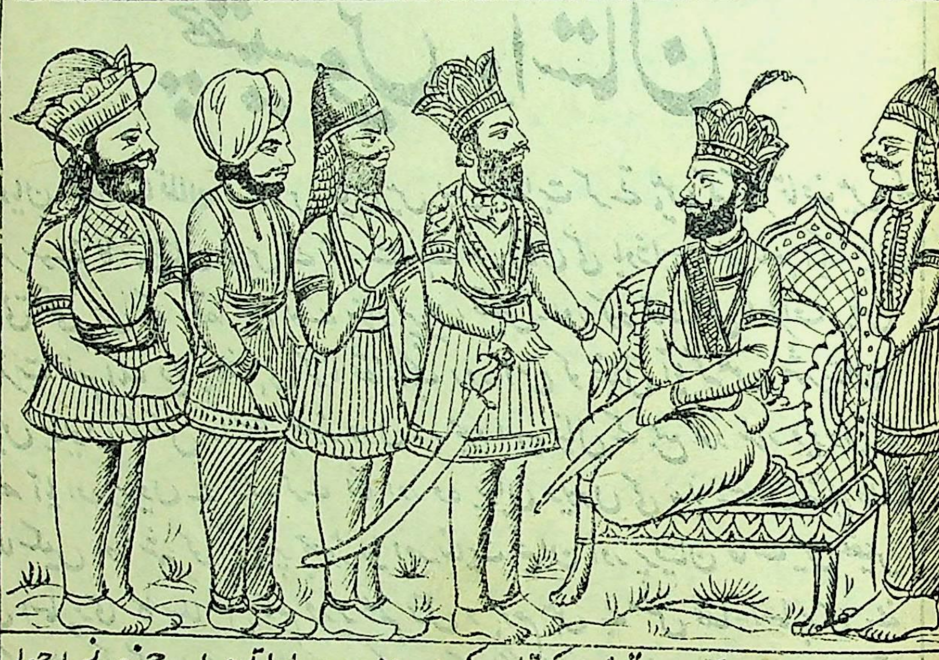
کو روانہ ہوا۔ عرب کے پہلوان امیر کے واسطے سینہ سے آہِ سرد پر درد نکالتے تھے۔ تب عمر بن عمیہ نے کہا کہ تم سب خاطر جمع رکھو کہ امیر حمزہ صحت و تندرستی سے ہیں مگر تم سب اتفاق سے جنگ کرو دیکھو خدائے تعالیٰ کیا کرتا ہے۔ غرض سب لشکر دلاوری سے جنگ کرنے لگا اور مقبل بطور امیر کے سب سے آگے تھا۔ جب ایک گھڑی گذری اور بہت سے کافر مارے گئے تب وہ آپسمیں کہنے لگے کہ بختک ہمارا دشمن ہے وہ ہم سب کو مروانا چاہتا ہے یہ کہہ کر بھاگنے لگے تب تو ژوپین بے دین ہر چند مانع ہوا لیکن وہ نہ ٹھیرے بلکہ تلواریں لے کر ژوپین پر بھی دوڑے مگر ژوپین نے دم نہ مارا اور نقارہ آسایش کا بجوا کر اُترے۔ اس کے بعد چودھویں رات کو امیر کا لشکر مکہ کے قلعہ میں آیا اور دروازے محکم بند کر کے خندقیں پانی سے بھر دیں اور بہادر قلعہ پر سوار ہوئے۔ دوسرے دن کافروں کے لشکر نے بھی آکر قلعہ کو گھیر لیا اور مورچے لگا دیے اور قلعہ کے مورچوں پر تیر چلانے شروع کئے۔ مگر کافر قلعہ کی دیوار نہیں توڑ سکتے تھے اور ادھر امیر سات روز تک بے ہوش رہے اور آٹھویں روز آنکھیں کھُلیں اور مہر نگار کی طرف دیکھکر فرمایا کہ مجھے کیا ہوا تھا۔ مہر نگار نے تمام حقیقت عرض کی۔ امیر نے فرمایا کھانا شتابی لاؤ کیونکہ اس وقت مجھے نہایت اشتہا ہے اور جبکہ لشکر داخل ہوا تھا تب مہر نگار نے سب غلہ لشکریوں کو بانٹ دیا تھا اور مودیخانہ میں ایک دانہ نہ تھا ہر چند کہ شہر میں ڈھونڈھا پر مطلق غلہ نہ پایا۔ اور کافر تمام قلعہ کو گھیرے ہوئے تھے اس سبب سے رسد بھی نہ آسکتی تھی۔ پس مہر نگار امیر کے کھانا مانگنے اور کھانا نہ پانے اور غلہ نہ ہونے سے نہایت شرمندہ ہوئی اور امیر سے عرض کی کہ صبر کرو۔ القصہ جب رات ہوئی تو مہر نگار نے اپنے دل میں سوچا کہ امیر کھانا مانگیں اور حیف ہے کہ حاضر نہ ہو۔ تب ایک مردانہ جوڑا پہنکر اور تیر و کماں تیغ و سپر لگا کر جس دروازے پر عمر معدی کرب تھا وہاں جاکر کہا کہ میں فتح عیار ہوں دروازہ کھولو کہ میں کافروں کے لشکر میں جاکر کھانا لاکر تم کو دیتا ہوں۔ جب عمر معدی کرب نے کھانے کا نام سُنا تو خوش ہوکر دروازہ کھول دیا۔ تب مہر نگار ژوپین کے باورچیخانہ میں گئی اور کتنی دیگیں اچھے اچھے کھانوں کی آپ اُٹھائیں اور سب کو باندھ کر اور اپنی پیٹھ پر رکھکر مکہ کی راہ لی چلتے چلتے یکایک اُس کے پاؤں میں میخ لگی اور لگتے ہی پُشتارے سمیت وہ زمین پر گر پڑی اور شور ہوا کہ چور آیا۔ ژوپین نے حکم کیا ہوا تھا کہ جس وقت غلغلہ چور کا ہو تب تمام لشکر مستعد ہو کر مشعلیں لگا دیں۔ پس بدستور حکم سب کافر جمع ہوئے اور سمجھے کہ یہ عمر بن عمیہ ہے اگر ہم نزدیک جائینگے تو قباحت ہوگی اس ڈر کے مارے کوئی نزدیک نہیں جا سکتا تھا اور مہر نگار بھی تیر چلے میں لگائے ہوئے اور ڈھال آگے رکھے ہوئے کھڑی تھی۔ پھر ژوپین نے کہا کہ

جو کوئی عمر کو پکڑیگا میں اپنی بہن کا نکاح اُس سے کر دونگا۔ باوجود اس بات کے کوئی عمر کے نزدیک نہ آتا تھا۔ قضا را اس رات عمر بھی باہر آیا ہؤا تھا جب یہ شور سُنا تو کہا کہ یا اللہ یہ کون ہے جو میرے نام سے چوری کو آیا۔ تب عمر نزدیک گیا اور خوب طرح سے نظر کی اور پہچان لیا کہ یہ مہرنگار ہے۔ تب حیرت کی اُنگلی فکر کے دانتوں میں پکڑی اور اپنی صورت بدل کے ایک زابلی کی شکل بناکر ژوپین کے پاس آیا اور کہا کہ اے ژوپین اگر میں عمر کو پکڑوں تو مجھے کیا دیگا۔ ژوپین نے کہا کہ اپنی بہن تیرے نکاح میں دونگا۔ عمر نے خوش ہو کر تسلیم کی اور مہرنگار کی طرف آیا۔ مہرنگار نے تیر مارا۔ عمر نے اُس کا تیر خطا کیا۔ جب مہرنگار نے بہ غور دیکھا تو کہا کہ یہ عمر ہے اور چور کون ہے جو آیا ہے خدا جانے کیا ماجرا ہے۔ یہ ان باتوں میں تھی کہ عمر نزدیک آیا اور مہرنگار سے عربی باتوں میں کہا کہ میں عمر ہوں تم یہاں کھڑی رہو تو میں تمہیں اپنی گردن پر سوار کرونگا اور سمجھا کر ان میں سے تم کو لیجاؤنگا۔ جب مہرنگار نے معلوم کیا کہ یہ عمر ہے تب وہاں کھڑی رہی اور عمر بن عمیہ اُسی وقت آئے اور اپنے کاندھے پر مہرنگار کو بٹھایا اور پُکارا کہ جو کوئی جانتا ہو جانے نہیں تو خبردار ہو کہ امیر المومنین حمزہ نے آنکھیں کھولیں اور کھانا مانگا بلکہ مہرنگار سے طلب کیا تھا جب ملکہ مہرنگار نے کھانا تلاش کیا تو وہاں نہ پایا تب کھانے کی تلاش میں وہ یہاں آئی سو خدائے تعالیٰ نے سب کو اندھا کیا اور مجھے جلد یہاں پہنچایا اب میں اسے لئے جاتا ہوں اگر تم میں کوئی مرد ہو تو میرے ہاتھ سے لیوے۔ پس یہ بات بول کر عمر تارے کی طرح اُڑا۔ جب ژوپین نے یہ سُنا تو اپنا تاج زمین پر دے مارا اور کہا کہ افسوس و ہزار افسوس جس کے واسطے اتنی خوں ریزی ہوئی سو وہ آپ ہی آئی ولیکن بخت نے یاری نہ دی۔ نوشیرواں نے جب یہ سُنا تو شکرانہ خدائے تعالیٰ کا بجا لایا اور عمر بن عمیہ پر بہت آفرین کی۔ جب عمر دروازے پر پہنچا تو مہرنگار سے پوچھا کہ تم کس دروازے سے باہر آئی ہو۔ مہرنگار نے کہا کہ عمر معدی کرب کے دروازے سے۔ پس عمر عمیہ بھی اُسی دروازے پر گیا اور پُکارا کہ عمر معدی کرب کے واسطے کھانا لایا ہوں دروازہ کھول۔ جب عمر معدی نے نام کھانے کا سنا تب شتابی سے دروازہ کھول دیا۔ تب عمر بن عمیہ مہرنگار کو لے کر قلعہ میں گیا اور عمر معدی کرب سے پوچھا کہ تم اسے پہچانتے ہو یا نہیں۔ اُس نے کہا پہچانتا ہوں کہ یہ فتح عیار ہے۔ تب عمر نے ایک گھونسا معدی کرب کی گردن پر مارا اور کہا کہ اے پیٹ کے کتے یہ فتح عیار نہیں ہے یہ مہرنگار ہے کہ امیر کے واسطے کھانا لینے کو گئی تھی اور اپنی جان فدا کرنے کا قصد کیا تھا اور اپنے کو پروانہ جان کر عاشق پر فدا ہونے کو گئی تھی پس اس دامنی اوڑھنے والی کی ہمت کو دیکھو کہ اپنے آپ کو دشمن کے بیچ

میں لے گئی اور جان کی کچھ پروا نہ کی قادر کریم نے اُس کی وفا کے سبب اُسے دشمنوں سے بچا رکھا۔ جب معدی کرب نے مہرنگار کا نام سُنا تب افسوس کا ہاتھ حیرت کے ہاتھ پر مارا۔ اور عمر کے قدموں پہ گرا اور کہا کہ امیر سے یہ ظاہر نہ کرنا کہ مہرنگار عمر معدی کرب کے دروازے سے باہر گئی تھی۔ غرض عمر بن عمیہ نے مہرنگار کو تھوڑا کھانا دیکر اندر روانہ کیا اور آپ پھر زوبین کے مطبخ میں گیا اور اچھی اچھی نعمتیں اور خوب طرح طرح کا کھانا لاکر معدی کرب کے حوالہ کیا اور کہا کہ حفاظت سے رکھو پھر آکر تقسیم کرونگا۔ عمر معدی کرب نے قبول کیا اور سب دیگیں رکھیں اور منتظر عمر کا بیٹھا کہ عمر بن عمیہ پھر اور کئی ایک دیگیں اُٹھا لایا اور دیکھتا کیا ہے کہ اول کی لائی ہوئی دیگیں عمر معدی کرب کی گڑھی کے پیٹ میں جا پڑیں۔ عمر نے اپنی محنت پر افسوس اور عمر معدی پر لعنت کرکے کہا کہ اے بڑے پیٹ کے اتنی دیگیں کیا کیں۔ وہ بولا کہ اس میں سے تھوڑا سا گوشت میں نے کھاکر دیکھا تھا کہ نمک درست ہے یا نہیں۔ عمر بن عمیہ بولے کہ پھر لاتا ہوں مگر یہ جو لایا ہوں کھا نہ جانا۔ پس یہ کہہ کر عمر تو پھر لشکر زوبین میں گیا اور عمر معدی کرب نے دل میں کہا کہ زوبین کے باورچیخانہ میں بہت سا کھانا ہوگا اس کا چھوڑنا عقلمندوں کا کام نہیں ہے پس بہر صورت اسے خرچ میں لانا خوب ہے یہ کہہ کر وہ دیگیں بھی سب کی سب پیٹ کے کونے میں چھپائیں۔ جب عمر نے آکر دیکھا تو دوبارہ کی لائی ہوئی دیگیں بھی خالی ہیں اور اُن میں نشان ایک گھڑی کا بھی نہیں۔ تب عمر بن عمیہ نے معدی کرب پر بہت غصہ کیا۔ تب عمر معدی بولے کہ ایسے تھوڑے کھانے سے پیٹ کیونکر بھروں ابھی تو ناشتا کیا ہے اب جاکر کچھ غلہ لا تا کہ اُسے پکا کر شکم پُر کروں۔ عمر بن عمیہ نے کہا ذرا صبر کرو کہ تیرے لئے میں اب خاطر خواہ غلہ لاتا ہوں یہ کہہ کر عمر بن عمیہ زوبین کے جائے دربار میں آئے اور اُس کے خیمہ میں جاکر ایک مٹھی داروئے بیہوشی اُس کی ناک کے آگے رکھی جب اُس نے دم اُوپر کا لیا بیہوشی اُس کے دماغ میں چڑھ گئی اور وہ بیہوش ہوگیا۔ عمر نے اُسے بچھونے میں باندھا اور اُٹھا لایا اور عمر معدی کرب کے حوالہ کیا اور دوسری مرتبہ بدستور نوشیرواں کو باندھ لایا اور تیسری مرتبہ جاکر بختک کو باندھا اور معدی کے حوالے کیا۔ جب صبح ہوئی تینوں کو امیر عرب کے حضور میں لے گیا۔ امیر نے فرمایا کہ اے چور مکار ان کو کس لئے لایا ہے۔ عمر بولا کہ ان کو جان سے مارتا ہوں تاکہ شر رٹ جائے حمزہ نے فرمایا کہ مارنا مناسب نہیں ہے کیونکہ جواں مرد بولینگے کہ حمزہ بڑا نامرد تھا کہ عیار کو کہہ کر دغا سے بادشاہوں اور پہلوانوں کو مارتا تھا اس طرح نام بدنام ہو جائیگا۔ عمر بن عمیہ بولے کہ جان سے نہ مارونگا مگر لات گھُونسے قرار واقعی کرونگا اور خوب لاٹھیاں مارونگا۔ پس مہرنگار نے کہلا بھیجا کہ نوشیرواں

کوست تصدیع دو امیر نے بھی منع کیا کہ تم نوشیرواں کو رنج نہ دو۔ صد تحسین و ہزار آفرین حمزہ کے رحم و اخلاق پر کہ وہ سنگ دل بادشاہ دشمنی کرتا رہا تو بھی امیر نے اُس پر رحم کیا۔ عمر بن عمیہ نے ان تینوں کافروں کو حمزہ کے حضور میں ہوشیار کیا۔ بہ مجرد ملاحظہ قید کے کافروں کا مرغ روح قید قفس سے اُڑا چاہتا تھا اُس وقت مہربانی حمزہ کی دیکھ کر اور اپنے کو مقید پاکر متحیر و متعجب ہوئے ٭

نوشیرواں و ثروبین اور بختک کو عمر عیار نے زندہ گرفتار کرکے حمزہ کے روبرو لانا



پھر عمر بن عمیہ بولا کہ ان تینوں کو قلعہ کے دروازے پر لیجاتا ہوں۔ حمزہ نے پوچھا کہ کیا کریگا۔ عمر نے کہا کہ ان کو سولی چڑھاتا ہوں۔ اُدھر اُن کے لشکروں میں شور تھا کہ بادشاہ مع وزیر و ثروبین کے گم ہوا سب کافر پریشان تھے کہ کیا ہوا۔ یہاں ثروبین نے کہا کہ اے عمر تو آج مجھے چھوڑ دے قسم ہے لات و منات کی کہ پھر صبح کو یہاں پانی نہ پیونگا۔ نوشیرواں اور بختک نے بھی یہی اقرار کیا۔ عمر نے کہا کہ اگر میں تمہیں چھوڑ دوں تو تم مجھے کیا دوگے۔ وہ بولے کہ تم جو چاہو سو لو۔ عمر نے کہا کہ ہر ایک آدمی ہزار اونٹ غلہ کے اور ہزار اونٹ نعمتوں کے اور چار چار ہزار دینار دے تو چھوڑ دونگا غرض تینوں نے لشکر میں کہلا بھیجا اور تمام اسباب جلد منگا دیا۔ اس کے بعد ثروبین کو

کھڑا کرکے دو سو لکڑیاں ماریں اور بختک کو تین سو لکڑیاں مار کر آدھی ڈاڑھی اور ایک
ایک مونچھ مونڈ کر اور سروں کے پٹے کاٹ کر چھوڑ دیا۔ جب یہ کافر اپنے لشکروں میں آئے
تو جو کوئی اُنہیں دیکھتا ہنستے ہنستے بیہوش ہوجاتا۔ زوبین نے کہا اے بختک اب میں تو جاتا
ہوں کیونکہ اب کی مرتبہ تو عمر نے زندہ چھوڑا ہے اگر دوسری بار لیجائیگا تو زندہ چھوٹنا محال
ہے۔ بختک نے کہا کہ تو بے فکر رہ حمزہ جان سے ہرگز نہ ماریگا۔ تب زوبین نے کہا کہ اگر
ایسا ہے تو مہرنگار کو ہاتھ میں لائے بغیر نہ جاؤنگا۔ القصہ جب غلہ مکہ معظمہ کے قلعہ میں آیا
تب امیر کا لشکر بے فکر ہؤا اور امیر کا زخم بھی دن بہ دن اچھا ہوتا چلا گیا۔ پس امیر حمزہ
ہر روز بیت اللہ میں جاکر عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے (باقی داستان شب فردا) ؏

چھتیسویں داستان

راویانِ اخبار و ناقلانِ آثار اس بیان میں یوں روایت کرتے ہیں کہ کوہ قاف میں ایک
شہر سونے کا شہرستان زریں کے نام سے ہے اور وہاں کی بادشاہی اسما نام ایک پری
کرتی تھی جس کے ہاتھ میں نوّے ہزار پریاں تھیں۔ اور کوہ قاف کی اطراف میں
عفریت نام ایک دیو بادشاہی کرتا تھا۔ ایک روز اس کو خیال آیا کہ میں شہرستان
زریں پریوں کو کس واسطے چھوڑ دوں۔ بہ مجرد اس خیال کے بمع نود ہزار دیووں کے
چڑھ آیا اور پریوں سے جنگ کرنے لگا اور وہ پریاں دیووں کی بدبو سے لڑنے کی طاقت
نہ لاسکیں اور شہر کو اُس پر چھوڑ دیا اور نہایت حیران اور پریشان حالت میں تھیں۔
اس اسما پری کا سلاسل نام وزیر علم رمل و نجوم میں بے مثل تھا۔ اسما پری نے
کہا کہ رمل دیکھ کہ ہماری دولت اور ملک ہم کو ملیگا یا نہیں۔ وزیر نے اس بات میں قرعہ
پھینکا اور خوب غور و خوض کرکے دیکھا اور کہا کہ البتہ ملیگا۔ اسما پری نے پوچھا کہ کس
طرح۔ وزیر بولا کہ آدمی کی طرف سے ہماری دولت ہم کو ملیگی۔ اسما پری نے پوچھا کہ وہ
کون ہے۔ تب وزیر نے حقیقت بیان کی کہ شاہ پریوں کے یہاں ایک رات فرزند پیدا ہؤا
جس کا نام رعد شاطر رکھا۔ اُس وقت شاہ پریوں نے فرمایا کہ میرے فرزند کے مقابل
دنیا میں کوئی بچہ نہ ہوگا۔ تب میں نے کہا کہ جس وقت آپ کے گھر میں فرزند تولد ہؤا
اُسی روز ایک عرب کے گھر میں بھی ایک لڑکا پیدا ہؤا ہے جو ایسا خوب صورت ہے کہ
کہنے میں نہیں آتا ہے۔ شاہ پریوں نے فرمایا کہ وہ فرزند مجھے دکھا۔ تب میں نے رعد شاطر

کو ہمراہ لیا اور عرب کو گیا اور اس بچہ کو گہوارہ میں سوتا پایا۔ تب شاہ پریوں نے اپنے فرزند
کو گہوارہ میں سولا کر اس بچہ کو گودی میں لے کر دیکھا اور فرمایا کہ سچ ہے کہ یہ بچہ بھی
میرے فرزند سے اچھا ہے تب وہ بچہ رونے لگا اور شاہ پریوں نے آپ اُسے دودھ پلایا پھر
شاہ پریوں کا فرزند رونے لگا تب امیر کی والدہ نے اُسے دودھ پلایا۔ پھر سب مع شاہ پریوں
اور رعد شاطر کے چلے اب وہ بچہ آدمیوں میں بڑا پہلوان ہوا ہے یہاں تک کہ دنیا میں
اب کوئی اُس کا ثانی نہیں ہے اگر وہ یہاں آئے تو ہمارا ملک ہم کو دلائیگا اور عفریت
کی موت خدائے تعالیٰ نے اُسی کے ہاتھ سے لکھی ہے۔ اسما پری بولی کہ وہ یہاں کیونکر
آسکتا ہے۔ تب سلاسل نے کہا کہ اُس کا لانا میرے ذمہ ہے۔ بعد اس کے رعد شاطر اور
چند پریوں کو مع نذر و تحفہ کے اپنے ہمراہ لے کر وزیر مکہ کو گیا۔ اس وقت امیر بیت اللہ میں
عبادت کر رہے تھے سب پریاں آداب بجا لائیں اور وہ تحفہ روبرو امیر کے رکھ کر غائب ہوگئیں
امیر یہ تماشا دیکھ کر متعجب ہوئے اور عمر کو بلا کر فرمایا کہ یہ میوہ تقسیم کرو۔ حضرت حمزہ نے
پریوں کو دیکھا۔ تب پریاں پھر آئیں تو ان کو سوگند سلیمان کی دی تب پریوں نے ظاہر
ہوکر اپنا حال بیان کیا۔ دوسرے روز امیر موافق معمول کے عبادت میں مشغول تھے پریاں آئیں
اور آداب بجا لاکر پھر جانا چاہا۔ امیر نے اُن کو حضرت سلیمان کی قسم دی۔ اور پریاں کھڑی
رہیں اور سلاسل نے رعد شاطر کا ہاتھ پکڑ کر اور امیر کے قدموں پہ ڈال کر کہا کہ یہ تمہارا برادر
ہے۔ امیر نے فرمایا کہ تم کون قوم ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم پریاں ہیں۔ حمزہ نے فرمایا کہ میں
آدمی اور تم پریاں پھر وہ میرا برادر کیونکر ہوا۔ تب سلاسل نے سارا قصہ امیر کے روبرو عرض
کیا۔ امیر نے فرمایا کہ مطلب تمہارا کیا ہے۔ تب پریاں بولیں کہ آپ کے فرقہ کو دیکھنے آتی تھیں
یہ کہہ کر چلی گئیں۔ امیر نے یہ حقیقت والدہ کے حضور میں عرض کی۔ وہ بی بی بولیں کہ سچ ہے
ایک رات تم سوتے تھے اور میں نے دودھ پلایا مگر صورت جو دیکھی تمہاری نہ تھی میں اُس
وقت متعجب ہوکر چپ رہی اور یہ احوال کسی سے ظاہر نہ کیا۔ امیر نے یہ بیان سن کر پریوں
کی عرض کو تحقیق جانا۔ پھر دوسرے روز موافق معمول کے امیر بیت اللہ میں بیٹھے اور پریاں
بھی حاضر ہوئیں اور آداب بجا لاکر دست بستہ کھڑی رہیں اور انہوں نے بیت اللہ کی
طواف بھی کیا۔ تب سلاسل نے ارضع پری کی پریشانی کا حال اور عفریت کے ظلم کی کیفیت
مفصل بیان کی۔ امیر نے فرمایا کہ خدا کے فضل سے کہ میں اُسے اور اور دیووں کو مار سکتا
ہوں۔ سلاسل نے عرض کی کہ البتہ اللہ جل شانہ کے فضل سے آپ اُسے مارو گے۔ امیر نے
فرمایا کہ اگر میرے سبب سے تمہارا تخت ملتا ہے تو میں آؤنگا ولیکن کہاں کوہ قاف اور کہاں

میں آنے اور جانے میں مدت چاہئے اور لشکر میرا سب پراگندہ ہو جائیگا۔ پریاں بولیں کہ ہم اٹھارہ روز میں تمہارے یاروں سے تمہیں ملادینگی۔ امیر نے کہا کہ تم یہ بات صبح میرے یاروں سے ظاہر کرو تو میں اُن سے اجازت لونگا۔ جب دوسرا روز ہوا تو امیر اپنے دربار میں رونق افزا ہوکر مع یارانِ وفادار جشن فرماتے تھے تو پریوں نے آکر اپنا حجاب ظاہری دور کیا۔ اور امیر نے ان کی سب حقیقت بیان کی۔ تب یاروں نے بعد سماجت بسیار و منت بے شمار نہایت عذر و معذرت سے امیر کو پریوں کے گھر جانے کی رضا دی اور پریوں کو تاکید شدید فرمائی کہ جلد امیر کو لاؤ۔ فرمایا کہ غم مت کرو اٹھارہ روز میں آتا ہوں مگر انشاء اللہ تعالیٰ زبان پر نہ لائے تھے اس سبب سے خداے تعالیٰ نے اٹھارہ روز کو اٹھارہ سال سے بدل دیا۔ پس امیر نے سب یاروں کو فرمایا کہ میری جگہ عمر بن عمیہ اور مہر نگار ہیں۔ میری تعظیم و تکریم ان سے ادا کرو اور میں اپنی امانت تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ سب یاروں نے قبول کیا۔ مہر نگار نے بہ صد غم و الم حمزہ کو وداع کیا۔ امیر نے فرمایا کہ ذرا توقف کرو کہ میں کافروں کو مار کر اس سرحد سے نکال دوں۔ تب پریوں نے عرض کیا کہ یہ ہمارا کام ہے آپ دیکھتے رہیں۔ تب پریاں حکم پاکر تلواریں پکڑ کر کافروں کو مارنے لگیں اور یہاں تک مارا کہ کافروں کے سر تن پر سے اُڑتے تھے اور مارنے والے نظر نہ آتے تھے۔ تب سب کافر بولے کہ عربوں کا خدا مارتا ہے۔ یہ کہہ کر سب کے سب بھاگ گئے۔ تب پریاں امیر کی خدمت میں آئیں اور آداب بجا لائیں۔ تب امیر نے فرمایا کہ کچھ سواری کے لئے لاؤ۔ پریاں ایک جھاڑ اُکھاڑ لائیں امیر اس پر سوار ہوئے۔ اور پریاں اُسے لے کر اُڑیں۔ حمزہ کے سب یار دیکھتے تھے۔ جب امیر نظر سے غایب ہوئے تو سب یاروں کو اُداسی لگی۔ وہیں بزرجمہر کا کاغذ آیا کہ اے فرزند ارجمند عمر بن عمیہ جان لے کہ حمزہ کو کوہِ قاف میں اللہ تعالیٰ اٹھارہ سال رکھیگا کیونکہ حمزہ نے انشاء اللہ تعالیٰ کا لفظ زبان سے نہیں نکالا اس لئے اٹھارہ سال ہونگے۔ اور اللہ تعالیٰ نے دیووں کی بلائیں جو کوہِ قاف میں پیدا کی ہیں سو حمزہ ان سب کو فنا کر کے شہر تنجہ میں تم سے آملیگا اور تم یہاں سے کوچ کر کے شہر تنجہ میں جاؤ اللہ تعالیٰ حمزہ کو تم سے وہاں ملائیگا۔ یہ سُن کر سب یار رونے لگے اور عمر سب کو دلاسا دیتا تھا کہ رونے میں فایدہ نہیں پس بہتر ہے کہ صبر کرو ؎

بودنی بجز ہرچہ خواہد بود + غم بہ دل داشتن ندارد سود

اب بہتر یہ ہے کہ کافر اس بلقہ کو نہ سُنیں تب تک کہ ہمیں یہاں سے باہر جانا اور مغرب کی طرف چلنا ہے۔ پھر آگے جو خدا چاہیگا سو ہوگا۔ پس مہر نگار کو ہمراہ لے کر ساعت سعید میں مکہ سے مغرب کو روانہ ہوئے۔ اور کافروں نے یہ حقیقت حال ٹنگر مع لشکر پیچھا کیا اور عرب

بھی لڑتے اور منزلیں طے کرنے لگے۔ اور مہرنگار کو مہتر اسحاق کے خنگ پر سوار کرکے چالیس ہزار غلام اور بہت سی لونڈیاں ہمراہ دے کر اور مقبل حلبی کو مع چار ہزار سوار کمک بھی۔ پشت پر نگہبان رہنے کو کہ کر پہلوانانِ عرب کافروں سے جنگ کرتے ہوئے روانہ ہوئے۔ اور عمر نے اپنے عیاروں کو حکم دیا کہ دریافت کرو کوئی شہر نزدیک ہے یا نہیں۔ تب سارے عیار جاکر خبر لائے کہ یہاں سے تین کوس پر شہر نیستان ہے۔ تب عمر بختک کی شکل بنا کر اور تھوڑے سوار ہمراہ لے کر گھوڑے پر سوار ہوکر نیستان کے قلعہ کے دروازے پر گئے اور دربانوں سے بولے کہ یہاں کے قلعہ دار کو خبر کرو کہ نوشیرواں کا وزیر بختک آیا ہے اور مہرنگار کو عربوں سے چھین لایا ہے سو عرب پیچھا کئے چلے آتے ہیں اگر تم دروازہ کھولو تو مہرنگار کو اندر لاویں۔ اس قلعہ دار نے قلعہ کے دروازہ پر آکر دیکھا کہ بختک کھڑا ہے تب یہ بولا کہ میں نوشیرواں کا غلام ہوں مہرنگار کو جلد اندر لاؤ۔ عمر نے عیاروں کو روانہ کیا عیار گئے اور مہرنگار کو مع غلاموں اور لونڈیوں کے جلد اندر لائے اور عمر بن عمیہ کے حکم سے قلعہ دار کو مار لیا اور سب لشکر اندر آگیا اور قلعہ کے دروازے بند کئے اور عربوں نے فصیلوں پر سے کافروں کو مارا۔ اس قلعہ کے اندر تین برس کے لئے غلہ کافی تھا سو شکر خدائے تعالیٰ کا بجا لائے۔ اب ذرا دو کلمہ داستان امیر حمزہ کے سنئے کہ جب پریاں امیر کو اُوپر اڑا لے گئیں تو دو پہر کو کوہ کے ایک دامن میں اُتار کر میوہ اور شراب کھلایا پلایا۔ امیر نے ایک گھڑی آرام کیا۔ اس کے بعد پریاں امیر کو لے کر پھر اُڑیں اور دوسرے روز کوہ قاف میں وہ جا پہنچیں۔ پریوں نے امیر کو اُتار کر عرض کی کہ اے امیر شہرستان زریں یہی ہے امیر نے فرمایا کہ سب دیو کہاں رہتے ہیں۔ وہ بولیں کہ دیووں کی بو سے ہم کو آگے جانے کی طاقت نہیں ہے تمہیں دور سے دکھا دیتی ہیں۔ پس امیر نے وضو کرکے دوگانہ شکرانہ ادا کیا اور شہرستان زریں کو گئے اور دیکھا کہ شہر سب دیووں سے خالی ہے۔ تب ہر کوچہ و بازار میں پھرے اور دیووں کا نام و نشان نہ پایا۔ کیونکہ عفریت مع لشکر شکار کو گیا تھا۔ امیر وہاں سے باغ کی طرف گئے اور ایک دیو کو دیکھا کہ باغ کو پانی دینے آتا ہے۔ تب اُس دیو نے امیر کو دیکھ کر نعرہ مارا اور پہاڑ سا پتھر اُٹھایا اور امیر کے سر پر حملہ کیا۔ امیر نے جلدی سے جست مار کر وہ پہاڑ رد کیا اور دیو کو تلوار ماری اور وہ زخمی ہوکر زمین پر گرا اور کہا اے آدمی زاد ایک وار اور بھی لگا کہ جان جلد نکلے تب امیر نے دوسرا وار مارا تو وہ دیو تازہ دم ہوکر کھڑا ہوگیا اور یہاں تک لڑائی ہوئی کہ دو پہر گذری اور دونوں کو تھکان ہوا اور اس دیو نے ایک جھاڑ کے نیچے آرام پکڑا اور امیر بھی ایک جھاڑ کے نیچے جا بیٹھے۔ پس وہیں ایک بزرگ نمودار ہوئے

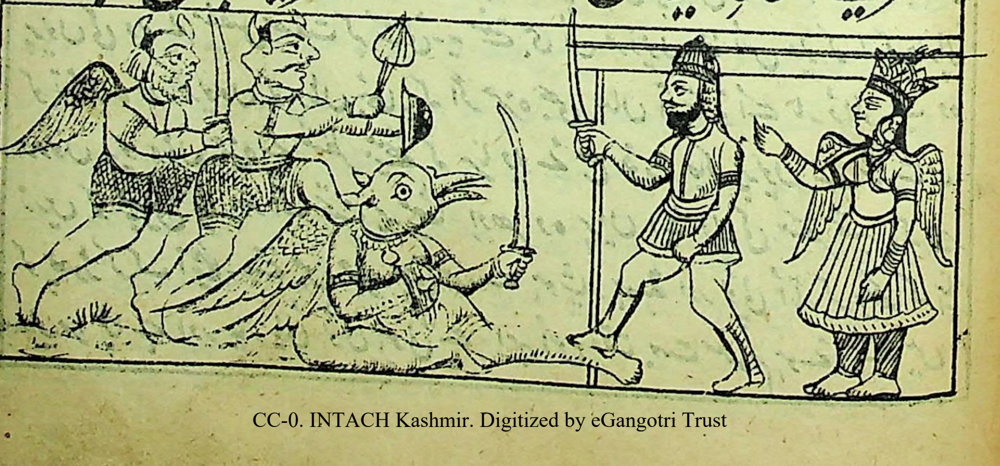
امیر نے ان کی خدمت ادا کی۔ خضر نے امیر کو گلے سے لگایا اور سفرہ بچھایا اور مچھلی روٹی حاضر کی۔ امیر نے پوچھا آپ کون ہیں۔ کہا میں خضر ہوں اور تمہیں پند سکھلانے آیا ہوں کہ دیووں کو ایک مرتبہ مارنا بس ہے کیونکہ دوسری بار کے مارنے سے وہ درست ہوتے ہیں۔ پھر خضر اور حمزہ نے کھانا تناول کیا اور امیر کو خضر نصیحت کرکے غایب ہوئے۔ امیر نے دیکھا کہ دیو سوتا ہے تب اُس کو ہشیار کیا اور کہا کہ او موذی اُٹھو تب دیو نے اُٹھ کر امیر پہ پتھر پہاڑ سا چلایا امیر نے اُس کا وار رد کیا اور ایک پتھر مارا کہ اُس کی پیٹھ سے جا نکلا اور دیو زمین پر گرا اور پکارا کہ اے آدمی نامرد ایک وار اور بھی مار۔ تب امیر نے فرمایا کہ اول میں نہ جانتا تھا اب تو اُستاد سے سیکھ آیا ہوں اب تجھے ہرگز نہ مارونگا۔ تب وہ زمین پر پڑا رہا اور یہ بول بول کر کہ ایک وار اور بھی مار سر پٹک کر مر گیا۔ اور امیر نے خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اتنے میں اور دوسرے دیووں کی آواز آئی پس جو دیو آتا امیر کو دیکھ کر پکارتا کہ آدمی آیا ہے اتنے میں دیووں کا بادشاہ عفریت آ پہنچا اور کہا کہ تم میں سے کوئی جا کر اس آدمی پکڑ لائے۔ تب ایک دیو نے چکی کا پاٹ پہاڑ سا کاندھے پر رکھا اور امیر پہ پھینکا۔ امیر تو جست کرکے دوسری جگہ کھڑے ہوگئے اور وہ پتھر زمین پر پڑا۔ پس اُس دیو نے چاہا کہ پھر پتھر اُٹھائے امیر نے اُس کی کمر میں ایسی تلوار ماری کہ اُس کی آدھی کمر کٹ گئی۔ تب وہ دیو زمین پر گر کر پکارا کہ اے آدمی ایک وار اور بھی مار تا کہ جان جلد نکل جائے۔ امیر نے ہرگز تلوار نہ ماری اور وہ دیو زمین پہ سر پٹک کر مر گیا۔ پھر دوسرا دیو میدان میں آیا اور امیر پہ پتھر چلانا چاہا امیر نے اُس کا وار رد کیا اور اُس کے سینہ پر ایسی تلوار ماری کہ بدستور یہ بھی مردار ہوا۔ ایک اور دیو امیر کے مقابل میں آیا اور وہ بھی جہنم میں پہنچا۔ پھر تو کسی دیو کو میدان میں آنے کا حوصلہ نہ رہا۔ غرض عفریت نے کہا کہ کوئی جا کر اس آدمی کو مارے۔ ایک بڑا بوڑھا دیو اس مجلس میں تھا وہ بولا کہ اے عفریت کہ میں نے حضرت سلیمان سے سُنا تھا کہ اخیر زمانہ میں اللہ تعالیٰ ایک مرد کو کوہِ قاف میں لائیگا اور اُس شجاع کا نام حمزہ ہوگا اور یہاں کے تمام دیووں اور بلاؤں کو تلوار سے فنا کریگا معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ وہی ہے۔ عفریت نے جب یہ بات سُنی تو جوش میں آکر اُس بوڑھے اجل رسیدہ دیو کو ایک پتھر سے مار ڈالا اور آپ امیر کے مقابلہ میں آ کھڑا ہوا اور ایک پتھر پہاڑ سا اُٹھا کر امیر پر چلایا۔ امیر نے ڈھال سر پہ لی اور پناہ خدا سے مانگی۔ عفریت نے وہ پتھر اس زور سے مارا کہ اُس کی آواز کوہِ قاف میں پہنچی اور امیر زانو تک زمین میں غرق ہوئے۔ تب عفریت نے امیر کو زندہ پا کر دوسرا پتھر اُٹھا کر ملنا چاہا امیر نے ایک تلوار ایسے زور سے ماری کہ وہ کافر برابر دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گرا۔ پھر نو نوے ہزار دیووں نے اپنے بادشاہ کو مردار اور بیجان

دیکھ کر امیر پر ایکبارگی حملہ کیا اور امیر نے بھی دو دستی تلواروں سے دیووں کو ایسا مارا کہ اُن کا حساب خدا جانتا ہے ٭

انسان دیووں سے ایسا لڑا ٭ کہ مریخ احسنت کہنے لگا

جب دیووں نے دیکھا کہ اپنے ہمجنس ہزاروں مردار ہوئے اور حمزہ ہنوز بدستور اچھا بھلا ہے تب تو سب کے سب یکبارگی غایب ہوئے۔ امیر حق سبحانہ کا شکرانہ بجا لائے اور حوض میں ہتھیار اور بدن وغیرہ دھوئے اور دوگانہ ادا کیا۔ اس کے بعد دس ہزار پریاں وہیں حاضر ہوئیں اور سر زمینِ خدمت پر رکھ کر سجدات نیاز بجا لائیں اور قسم قسم کی نعمتیں اور میوہجاتِ گوناگوں حاضر لائیں۔ غرض بعد تناول طعام کے طرح طرح کی شراب جواہرات کے پیالوں میں بھر بھر دینے لگیں اور خوب صورت پریاں اپنا ناچ راگ سُناتی اور دکھاتی تھیں امیر بدستور شبانہ روز عیش و عشرت میں مشغول رہکر پریوں کا ناچ ملاحظہ کرتے رہے۔ اس کے تین روز بعد حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ تعالی عنہ نے سلاسل وزیر سے فرمایا کہ الفضلِ کریم العظام تمہاری مہم تو فتح ہوئی اب مجھے میرے یاروں میں پُہنچاؤ۔ وزیر سلاسل نے قبول کیا اور اپنے دیووں کو بُلایا کہ حمزہ کو کتنے دنوں میں ملک آدم زاد میں پُہنچاؤگے۔ کسی نے کہا تین شبانہ روز میں کسی نے دو شبانہ روز میں ایک نے کہا کہ ایک روز و شب میں۔ پس اُسی دیو زاد کو سلاسل نے مقرر کیا اور ارضع پری نے امیر سے عرض کی کہ آپ کو ہمارے خزانہ میں جاکر کوئی چیز قبول کرنی چاہیئے تو ہماری عین سعادت ہے۔ تب امیر نے خزانہ کا ملاحظہ فرمایا اور مقبولِ نظر کوئی چیز نظر نہ آئی تب امیر نے پریوں سے فرمایا کہ میرے خزانہ میں یہ سب اشیا موجود ہیں (باقی داستان شب فردا) ٭

پریوں نے امیر حمزہ کو کوہ قاف میں لیجانا اور امیر نے عفریت شاہِ دیووں سے لڑنا اور عفریت پر فتح پانا۔



سینتیسویں داستان

تب پریوں نے عاجزی سے عرض کیا کہ ہماری خاطر سے کچھ تو قبول فرمایئے۔ تب پوچھا کہ یہ ٹوپی اور کوڑا کس کا ہے۔ سلاسل وزیر نے عرض کی کہ یہ ٹوپی اور کوڑا حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہے کہ وہ حضرت جس وقت دیووں پر خفا ہوتے تھے تو اس کوڑے سے مارتے تھے اور جب دیووں کو اپنے پر پُر ملال و رنجیدہ دیکھتے تو یہ ٹوپی پہن لیتے اور وہ دیووں کی نظروں سے غایب ہوتے۔ پس ان دونوں میں یہ صفت ہے۔ تب امیر نے پریوں سے فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں مجھے دو۔ پریوں نے عرض کی کہ ہماری تو سعادت ہے آپ بے وسواس لے لیں اور ان دو چیزوں پر کیا موقوف ہے جو چاہو سو لو۔ اُس وقت امیر نے دل میں تصور کیا کہ یہ ٹوپی عمر بن عمیہ کے لایق ہے اور یہ کوڑا میرے ہاتھ کے لایق ہے۔ القصہ پریاں ایک کھٹولنا لے آئیں اور امیر اُس پر سوار ہوئے اور دیو جلد رو اُس چہار پایہ کو سر پر لے کر مانند تارے کے اُڑا۔ جب امیر کو نیند آئی تب امیر نے کہا کہ اب دوپہر ہوئی ہے مجھے کہیں اُتار دو میں سوتا ہوں۔ دیو نے عرض کی کہ اے امیر یہ مقام دیووں کا ہے یہاں اُترنے سے خلل ہوگا۔ امیر نے اس دیو اجل رسیدہ کا کہنا مطلق نہ مانا۔ اور ناچار ہوکر دیو نے امیر کو وہاں اُتار دیا۔ امیر نے وہ ٹوپی سر پر رکھی اور کپڑا بچھا کر سو گئے اور دیووں کی نظر سے غایب ہوگئے۔ وہ دیو امیر کو نہ دیکھ کر متعجب ہوا۔ ناگاہ دیووں کی فوج وہاں پیدا ہوئی اُنھوں نے دیکھا کہ ایک دیو اور ایک چہار پایہ ہے۔ اور اس لشکر کا سردار ہزنا نام دیو عفریت کا بیٹا تھا جو شہرستان زریں کو جاتا تھا کہ اپنے باپ کا بدلہ لے۔ تب اُس لشکر کے دیو اُس کھٹولے اور دیو کو ہزنا دیو کے پاس لے گئے۔ اُس نے اس دیو سے پوچھا کہ تو کون ہے اور کہاں جاتا ہے اور چارپائی پر کس کو لئے جاتا ہے۔ تب اُس پریوں کی دیو نے مفصل حقیقت کہہ سنائی۔ یہ سنتے ہی اُن موذیوں نے اُس دیو کو مار کر چارپائی کو توڑ ڈالا اور دیووں کو وہاں بٹھایا کہ اگر حمزہ بھی یہاں آئے تو اُسے مار ڈالو۔ تب وہ دونوں دیو وہاں حمزہ کے منتظر بیٹھے کہ ہزنا دیو نے مع فوج جاکر پریوں سے شہرستانِ زریں کو چھین لیا اور آپ تخت پر بیٹھا۔ اِدھر وہ پریاں اپنے دیو کی منتظر تھیں کہ امیر کو چھوڑ کر کب آئیگا۔ اتنے میں حمزہ اپنی نیند سے ہوشیار ہوئے اور ٹوپی اُتار کر دیکھا کہ اپنا دیو مرا پڑا ہے اور چارپائی ٹوٹی ہوئی ہے۔ امیر اُس وقت بہت مغموم ہوئے۔ اتنے میں

وہ دونوں دیو پیچھے سے آکر امیر حمزہ سے لپٹ گئے امیر نے ان دونوں کو زمین پر پچھاڑا اور خنجر مارنا چاہا۔ تب دیووں نے امان مانگی تو امیر نے فرمایا کہ میرے دیو کو کس نے مارا ہے۔ جب ان دونوں نے گذشتہ حقیقت مفصل بیان کی تو امیر نے فرمایا کہ مجھے تم اگر پھر شہرستان زریں میں پہنچا دو تو تمہیں امان دونگا۔ پس وہ رہبر ہوئے اور آگے چل کر جب جنگل اور پہاڑ نمودار ہوئے تب امیر نے عقل سے دریافت کیا کہ یہ موذی اب دغا بازی پر آئے ہیں یہ سمجھ کر امیر نے انہیں تلوار سے مارا اور چل دیئے اور ناگاہ ایک دریا کے کنارے پر پہنچے اور دیکھا کہ سوائے کشتی کے پار ہونا محال ہے۔ تب امیر نے ایک سوکھا ہوا جھاڑ تلوار سے کاٹا اور اُس کی کشتی بنائی اُس میں میٹھا پانی اور میوہ وغیرہ بھر لیا اور سوار ہوکر دریا میں توکل بر خدائے تعالیٰ جدھر کو ہوا لیجاتی تھی روانہ ہوئے۔ چند روز میں میٹھا پانی اور میوہ خرچ ہوگیا تب امیر نے ایک گھونٹ کھارے پانی کا پیا اور بے ہوش ہوگئے اور موجوں نے وہ کشتی دریا کے کنارے پر ڈال دی۔ تب امیر ہوشیار ہوئے اور اس کنارے پر اُتر کھڑے ہوئے اور کیچڑ میں دھنس کر غرق ہوئے۔ وہ جتنا زور اُوپر کو کرتے اتنا ہی نیچے کو اُترتے۔ آخر آفت آسمانی سے عاجز ہوکر چپ رہے اور دعا کرنے لگے کہ یا مجیب الدعوات یا دافع البلیات مجھے اس بلا سے رہائی دے۔ تب امیر کا تیر دعا نشانہ اجابت پر پیوست ہوا یعنے ارضع پری نے وزیر سے پوچھا کہ امیر کو جو دیو لے گیا تھا رمل میں دیکھو کہ وہ اب تک کیوں واپس نہیں آیا۔ تب سلاسل رمل کو دیکھ کر بولا کہ افسوس امیر اس وقت ایک سخت مشکل میں گرفتار ہے۔ تب تو نو ہزار پریاں ڈھونڈھنے کو اُڑیں اور امیر کے پاس آئیں اور اُنہیں کیچڑ سے نکال کر تمام بدن پانی سے دھویا۔ تب امیر نے ان پریوں سے فرمایا کہ مجھے شہرستان زریں میں پھر لے چلو۔ تب پریوں نے امیر کو اُٹھا کر اول جگہ پر اُتارا اور پریاں غائب ہوئیں۔ پھر امیر نے سب ہتیار درست کئے اور گیارہ سو من کا گرز سنگ کاندھے پر رکھا اور قلعہ کے پاس آکر نعرہ کیا کہ سولہ کوس تک اُس کی آواز گئی اور زمین و آسمان کوہ و بیابان جنبش میں آئے۔ اور امیر کے نعرہ سے سب دیو کانپ کر مع فوج باہر نکل آئے۔ تب ہرنا دیو نے کہا کہ کوئی دیو ایسا ہے جو اس آدمی کو پکڑ لائے تا کہ میں اس سے اپنے باپ کا بدلہ لوں۔ تب ایک پہاڑی دیو نے مقابلہ میں آکر ایک بڑا پتھر امیر پر چلایا۔ امیر نے جست کی اور وہ پتھر زمین پر ایسا گرا کہ زمین ہلی۔ دیو اُس پتھر کو لینے پھر جھکا امیر نے تیغ بیدریغ ایسی ماری کہ حمایل اُتار دی اور دیو زمین پر گرا اور کہا اے آدمی نادان اور بھی ایک مرتبہ مار تو مر جاؤں۔ امیر نے فرمایا دوسری مرتبہ مارنا کچھ ضرور نہیں مجھے میرے اُستاد

نے ایسا ہی سکھا ہے۔ اتنے میں وہ موذی اپنا سر پتھر پر مار کر مر گیا۔ اس کے بعد دوسرے
دن سب دیوؤں نے مل کر امیر پر حملہ کیا اور امیر بھی تلواریں دودستی مارنے لگے۔ امیر نے
جس کے سر پر تلوار ماری تا بہ کمر اُتاری اور جس کی گردن پر ماری تو سر مانند گنبد کے اُڑا
اور لہو کی ندیاں بہ گئیں۔ غرض کہ اسی طرح تین شبانہ روز بہ دستور جنگ کرتے رہے۔ آخر
وہ دیو تاب نہ لاکر غایب ہوگئے۔ پھر امیر نے پانی کے پاس جاکر اپنا تمام بدن وضو کر دوگانہ
شکرانہ ادا کیا۔ تب وہاں نو ہزار پریاں حاضر ہوئیں اور امیر کو لیجاکر کھانا کھلایا اور دور شراب
شروع ہوا اور امیر مست ہو کر پریوں کا ناچ دیکھنے لگے۔ ان پریوں میں شاہ پری کی باجی
اسما پری بھی موجود تھی جو سب پریوں سے خوب صورت اور صاحب حسن و جمال تھی امیر
کی نظر ناگاہ اُس پر جا پڑی تب اُس کے عشق کا تیر امیر کے جگر میں جا لگا۔ اس حالت میں
سب پریاں ملکر تجویز کرنے لگیں کہ اگر امیر اسما پری کو نکاح میں لائیگا تو اس کے سبب سے
امیر کا رہنا یہاں ہوگا یہ سب سے افضل و اولیٰ ہے۔ غرض سلاسل نے امیر کے حضور میں یہ
عرض پیش کی کہ پہلوان جہانگیر اگر اسما پری کو نکاح میں لاویں اور کنیزی میں قبول کریں
تو بہتر ہے اور ہم سب کو سعادت دارین ہے۔ امیر نے وزیر کا کہنا قبول کیا۔ تب انھوں نے اپنی
عادت اور رسم کے مطابق اسما پری کا نکاح امیر سے کر دیا۔ اس کے بعد کئی شبانہ روز اسی طرح
عیش و عشرت میں رہے۔ اب یہاں سے امیر کے لشکر کا حال بہ غور و تامل سنو کہ قلعہ میں
تین سال تک لشکر خوش حال رہا۔ اور جب علوفہ ختم ہوا تب وہاں سے باہر نکلے اور کافروں
سے لڑتے ہوئے مغرب کی طرف چلے اور کئی روز بعد شہر حلبیہ میں پہنچے۔ تب مقبل حلبی نے اپنے
بھائیوں کو لشکر کی حقیقت لکھی۔ مقبل حلبی کے تینوں بھائی ناظر حلبی و عادل حلبی و زرین حلبی
ہزار سوار سمیت باہر آئے اور کافروں کی فوج کو مار کر ہٹایا اور عمر بن امیہ کی فوج مع مہرنگار کے
قلعہ کے اندر داخل ہوئی اور دروازے محکم باندھے اور خندقیں پر آب کیں اور فصیلوں پر سے
لڑتے رہے اور تین سال کے لئے غلہ جمع کرکے دلجمعی سے لڑتے رہے۔ جب غلہ تمام ہوا تب عرب
کا لشکر کافروں کے لشکر پر پڑا اور کتنے ہی کافروں کو مار کر مردار کر دیا اور مغرب کی طرف
روانہ ہوئے۔ تیسرے روز شہر سفری کے پاس جا پہنچے۔ اس شہر میں دو بادشاہ تھے ایک کا نام
محراب سفر اور دوسرے کا اُدو شیر سفری تھا۔ تب وہ بادشاہ حمزہ کے لشکر کی حقیقت سُن کر بولے
کہ نوشیرواں نے بوڑھا ہوکر عقل گم کی ہے کہ پہلے اپنی دختر رضامندی سے حمزہ کو دے کر اب
حمزہ کی غیبت میں کافروں کے کہنے سے اپنی دختر کو فضیحت کرتا ہے۔ اگر حمزہ کی کمک کو فوج لے کر
جہان داری کی شرط بجا لائیں اور مہرنگار کو غنیمت سے لیں نہیں تو بہتر ہے نیز جب حمزہ آئے تو ہمارے ادب

نہایت لطف کرے۔ یہ کہہ کر پگڑیاں سروں پر باندھ کر کافروں پر جا گرے اور امیر کے لشکر کو قلعہ میں لیجاکر دروازے محکم بند کئے اور کافروں نے قلعہ کو مورچے لگائے ٭

اڑتیسویں داستان

جب حضرت امیر حمزہ ہرنا دیو کو مار کر اسما پری سے عیش میں تھے تو چھ مہینے بعد خدا کی قدرت کاملہ سے حمل رہا۔ بعد ایام معہود کے ایک لڑکی آفتاب کی سی صورت ملک سیرت پیدا ہوئی۔ امیر نے اُس کا نام قریشیہ رکھا۔ ایک روز امیر مع اسما پری خلوت میں تھے اس وقت امیر نے مہر نگار کو یاد کرکے سینہ پُر درد سے آہ سرد نکالی اور جوش غم سے آنکھوں میں سے لہو بہ نکلا۔ اسما پری نے امیر کی حیرت کا یہ حال دیکھ کر پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ آپ روتے ہیں۔ امیر نے فرمایا کہ میرا مرغ دل مہرنگار کی دام زلف میں قید ہے اُس کے فراق کی آتش میرے جسم و جان کو جلاتی ہے اور اُس کے ناز و غمزہ مجھے رولاتے ہیں اور وہ دختر بادشاہ ہفت کشور کی ہے۔ اسما پری کے دل میں سوکن کے نام سے آتش عداوت بھڑکی اور بولی کہ تا حال امیر کے دل میں آرزو ہے کہ آدمیوں میں جاؤں۔ امیر نے فرمایا نہ جاؤں تو یہاں کیا کروں۔ پری بولی کہ آپ کی ہڈیاں اس زمین میں دفن ہونگی۔ اب باہر جانے کی امید چھوڑو۔ پس یہ مجرد سننے اس بات کے امیر کو غصہ آیا تب تلوار لے کر چاہا کہ پری کو ماریں غرض وہ بھاگ گئی۔ اور امیر خفا ہوکر شہرستان زریں سے نکل کر متوجہ آبادی مردمان مع ہتھیاروں کے ہوئے۔ تب ارضع پری مع لشکر اور وزیر سلاسل آکر امیر کے پاؤں پر گر پڑے اور آں جناب سے بہت منت و معذرت کرکے عرض کی اور کہا کہ یا امیر واپس ہونا ایسے وقت میں آپ کو ضرور ہے پھر ہم آپ کو منزل مقصود پر پہنچاتی ہیں۔ غرضکہ امیر نے اُن پریوں کا کہنا نہ مانا اور جانے پر تیار ہوئے اور پریاں نا امید ہوکر عاجز ہو رہیں اور امیر نے انسانی دنیا کی راہ لی دوپہر تک چلے۔ اس وقت زمین گرمی سے مانند آتشکدہ ہو رہی تھی کہ امیر ایک جھاڑ کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ اتنے میں حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور امیر اداب بجا لائے اور خضر علیہ السلام نے امیر کو گلے سے لگایا اور سینہ بے کینہ سے ملایا۔ تب امیر نے خضر علیہ السلام سے پوچھا کہ حضرت میں آبادی میں کیونکر جاؤنگا اور دوستوں سے کیونکر ملونگا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ خاطر شجاعت مآثر جمع رکھو اللہ تعالیٰ تم پر آسان کریگا اور منزل مقصود کو پہنچائیگا اور تم اسی طرح سے چلے جاؤ۔ مگر جہاں کہیں دھواں نکلیگا وہاں دیو ضرور ہونگے پس تم وہاں

جاؤ اور کنوئیں کے اندر اُتر کے دیووں کو فنا کرو۔ امیر نے عرض کیا کہ اندر کس طرح اُتروں تب خضر علیہ السلام نے ایک کمند دیو بند عنایت کی۔ امیر نے بوسہ دیکر کمند ترکش میں رکھی۔ حضرت خضر نے فرمایا کہ اسے جتنا لمبا کروگے اُتنی ہی بڑھیگی۔ تب خضر علیہ السلام نے سفرہ بچھایا اور اچھی اچھی نعمتیں رکھیں اور دونوں بزرگوں نے کھانا کھایا۔ امیر نے پوچھا کہ اُن دیووں کے نشان کیا ہیں خضر علیہ السلام نے فرمایا اگر کوئی باغ یا چمن یا جائے بہتر دکھائی دے تو جانو کہ وہ جگہہ دیووں کی ہے۔ یہ فرماکر حضرت خضر علیہ السلام غایب ہوئے اور امیر بھی وہاں سے راہی ہوئے۔ سو ایک ٹھکانے پر آکے دیکھا کہ ایک پتھر کے تخت پر رعد چینی دیو بیٹھا ہے۔ اتنے میں ایک دیو نے دوڑ کر رعد کو امیر کے آنے کی خبر دی کہ ہم ایسی بلا سخت سے زمین میں چھپے ہیں تو بھی وہ ہمارے درپے ہوا ہے۔ رعد مع دیو اسی تفکر و تجویز میں تھا کہ امیر اندر اُتر کر اُوپر کا پتھر اُٹھا اور تلوار کو نکال کر دیووں کے اُوپر جا گرے۔ رعد چینی نے ایک پتھر اُٹھا کر امیر پر چلانا چاہا امیر نے تلواریں ایسی ماریں کہ اُس کافر کی کمر کٹ گئی اور وہ زمین پر گرا۔ امیر نے دوسرے دیووں کو بھی مار کر فنا کیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرکے باہر نکلے اور کسی حوض میں ہتیار خونخوار اور جسم مبارک دھویا پھر دوگانہ ادا کرکے کوئی حلال جانور کباب بنا کر کھایا اور وہاں سے کتنی ایک منزلیں کاٹیں تو ایک کنواں دیکھ کر اُس کا قصد کیا اور نکال کر کمند میں باندھ کر اندر اُترے اور دیکھا کہ ارزق چینی تخت پر بیٹھا ہے۔ امیر نے نعرہ مارا۔ اور اُس موذی نے پتھر نکال کر امیر پر چلایا۔ امیر نے اُس کی ضرب روکی اور ایک تبر ایسا ملا کہ پیٹھ سے پار ہوگیا اور موذی جہنم نشیں ہوا پھر اُس کے ملازموں کو بھی مردار کرکے اُس کی خدمت کے لئے جہنم کو روانہ کیا۔ پھر کنوئیں سے نکل کر ایک روز وہاں آسودہ ہوئے۔ اب حمزہ کے لشکر کی حقیقت پھر سنو کہ جب یہ لشکر شہر سفری سے باہر نکلا اور اس نے کافروں کو جہنم میں پہنچایا تو اتنے میں یکایک گرد پیدا ہوئی۔ عیاران عمر خبر لائے کہ اُرد شیر بابا کا لشکر نوشیرواں کی مدد کو آیا ہے۔ یاران حمزہ نے اس حقیقت کے سُننے سے آہ کھینچی۔ تب عمر عمیہ نے فرمایا خبر آنے دو پروردگار ہمارا بھی مددگار ہے ہم کو کچھ غم نہیں ہے۔ اتنے میں وہ کافر نزدیک آیا تو دیکھا کہ اس کافر کا قد و قامت تیس ۳۰ گز ہے۔ مگر عمر بن عمیہ کافروں کو مارتا ہوا مغرب کی طرف جاتا تھا۔ اُرد شیر کے فرزند کا نام شیر بابک شیروانی تھا۔ جب کاؤس شیروانی نے حمزہ کے لشکر کی بے سر و سامانی کی کیفیت سُنی تو تجویز کی کہ اگر ہم لشکر عرب کی مددگاری کرینگے تو جب حمزہ کو خدائے تعالیٰ لاویگا البتہ حمزہ ہم پر لطف و کرم کریگا۔ یہ سوچ کر چالیس ہزار سوار سے باہر نکلا اور کافروں کو مار کر امیر کا لشکر شہر میں

لے گیا اور عمر بن عمیہ اور حمزہ کے یاروں کے سامنے کئی سال کے لئے غلہ لا رکھا۔ تب پہلوانانِ عرب کھانے سے بے گر ہو کر جنگ کرنے لگے۔ جب وہاں کا غلہ تمام ہو چکا پھر وہاں سے بھی باہر نکلے اور کافروں کو مردار کرتے ہوئے مغرب کی طرف چلے جاتے تھے۔ بعد از قطع منازل و طے مراحل ایک شہر میں پہنچے کہ وہاں کا بادشاہ شقال مغربی تھا۔ جب شقال نے امیر کے لشکر کا حال سُنا تب خود باہر آکر اور کافروں کو مار کر امیر کے لشکر کو شہر میں لایا اور شرط مہانداری کی بجالایا۔ پھر وہاں سے نکل کر شہر تنجہ میں پہنچے۔ یہاں کے بادشاہ ریحان تنجہ نے جب سُنا کہ جہاں حمزہ کا لشکر گیا ان سب بادشاہوں نے پشت پناہی کرکے لشکر کی مہمان نوازی کی۔ تب قرار دیا کہ مجھے بھی لازم ہے کہ یارانِ حمزہ اور لشکر عرب کو امان دوں۔ کیونکہ اگر حمزہ کو خدا لائیگا تو وہ بھی مجھے پناہ دیگا۔ یہ خیال دل میں ٹھہرا کر مع لشکر باہر آیا اور کافروں کو مار کر امیر کے لشکر کو قلعہ میں لے آیا اور جو ذخیرہ کہ حاضر تھا نذر کیا۔ پس اُسی وقت بزرجمہر کا نامہ پہنچا۔ عمر نے وہ خط فیض نمط کھول کر دیکھا کہ بعد حمد خدائے تعالیٰ اور نعت ابراہیم خلیل اللہ کے مضمون یہ ہے کہ اے فرزند ارجمند سعادتمند عمر بن عمیہ تم کو حکیم بزرجمہر کی طرف سے بعد دعا و سلام کے معلوم ہو کہ تم نے یہاں سے ہرگز باہر نہ جانا خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے حمزہ سے تمہیں یہیں ملاویگا۔ بعد مطالعہ اس مضمون کے حمزہ کے سب یار جو مغموم تھے سب مسرور ہوئے۔ اور مہرنگار کا یہ عالم تھا کہ ساعت بہ ساعت اُنگلیوں پر حساب کرتی تھی۔ اب یہاں دو کلمہ داستانِ حمزہ کی سنو۔ جب حمزہ نے ارزق چینی کے مارنے سے فراغت اور فرصت حاصل کی اور دوسرے سوذیوں کو بھی پردۂ فنا میں چھپایا اور آگے بڑھے تو ایک ساعت میں ایک باغ دیکھا جس کا نام ارم تھا پس امیر حمزہ وہاں گئے اور ہتیاروں کو بدن سے جدا کر کے جسم کو دھویا اور گرد و غبار کو دور کیا تو صورت امیر ایسی ہوگئی جیسے بجلی سے چاند نکل آتا ہے۔ تب ایک گورخر کو مار کر کباب کیا اور کھا کر رزاق مطلق کا شکرانہ ادا کیا اور وہاں ایک محل بلند دیکھ کر تصور کیا کہ البتہ یہاں کوئی آدمی رہتا ہوگا۔ اس خیال میں تھے کہ وہاں سے دو سر کا دیو باہر آیا اور امیر کے آگے سر زمین پر رکھا اور کہا کہ اے امیر میں ارضع پری کا دیو ہوں جیسے آپ نے قدم رنجہ فرمایا تو مجھے آپ کی خدمت گذاری واجب ہوئی۔ غرض ایسی باتیں بنا کر امیر کو محل کے اندر لے گیا اور کھانے میں داروے بے ہوشی ملائی۔ امیر بہ مجرد کھانا کھانے کے بے ہوش ہوگئے۔ تب اُس دیو نے امیر کو ایک جھاڑ سے باندھ کر ہشیار کیا اور لکڑی سے مارنے لگا اور اتنا مارا کہ امیر کا سارا بدن زخمی ہوا۔ پھر ایک اونٹ کو مار کر اور اُس کا چمڑا اُتار کر اُس میں امیر کو باندھ کر ایک جھاڑ پر رکھا۔ القصہ وہاں ایک سیمرغ آیا اور اس چمڑے

کو اپنی غذا تصور کرکے جنگل میں لیجا کر اپنے بچوں کے روبرو لاکہ رکھا اور آپ پھر روزی کی تلاش کو گیا۔ تب سیمرغ کے بچوں نے اس چمڑے کو پھاڑ کر دیکھا کہ اُس میں ایک آدمی ہے۔ تب ان بچوں نے طوطے کی مانند شکر گفتاری کی۔ امیر نے بھی ان سے اپنا حال بیان کیا۔ تب سیمرغ نے کہا کہ یا امیر آپ کیا فرماتے ہو۔ امیر نے فرمایا کہ مجھے پھر باغ مذکور میں لیجاکہ چھوڑ دو تو عین کرم ہے۔ تب سیمرغ نے امیر کو اپنی پیٹھ پر بٹھا کر دیو کے باغ میں چھوڑ دیا۔ امیر نے رات کو آہستہ جاکر ہتیار اپنے جھاڑ سے کھول کر تن پر باندھے اور اُس دیو کے محل کے نزدیک جاکر نعرہ مارا۔ تب وہ دیو پر از مکر و ریو حمزہ کی آوازِ جاں سوز سے دلگیر ہو کر باہر آیا اور امیر پر پتھر سے حملہ کیا تب امیر نے جست کرکے پتھر کو رو کیا اور تلوار سے اُس کافر کو مردار کرکے کتنے روز وہاں آرام کیا۔ پھر وہاں سے روانہ ہوئے اور راہ میں ایک بہت بڑا کنوآں امیر نے دیکھا کہ ایسا کنوآں امیر نے عمر بھر نہ دیکھا تھا۔ تب امیر حمزہ پتھر نکال کر اور اُس میں کمند باندھ کر اندر اُترے۔ پھر پتھر رکھ کر سوراخ میں نظر کی تو دیکھا کہ سموم نامے دیو پتھر کے تخت پر بیٹھا ہے۔ اور یہ موذی دیوؤں میں صفتِ عیاری رکھتا تھا۔ امیر نے وہ سوراخ دار پتھر بھی اُٹھایا او اندر اُترے۔ امیر کو دیکھتے ہی وہ دیو دوڑا اور پاؤں پر آگرا اور دعا دی اور الامان الامان کہنے لگا۔ تب امیر نے فرمایا کہ کس شرط سے تو امان چاہتا ہے۔ اُس نے عرض کی کہ آپ جو کچھ فرماوینگے غلام بسر و چشم بجا لائیگا۔ امیر نے فرمایا کہ کوہ قاف میں چل اور سب دیوؤں کو تابعدار کرکے قریشیہ کی خدمت میں جاکر حاضر رہ وہ اگر تجھیں قبول ہے تو امان دونگا ورنہ دوزخ میں بھیجونگا۔ سموم نے کہا کہ اے امیر یہاں سے تین روز کے راستہ پر کوہ قاف ہے اور وہاں سب دیو جمع ہیں اور وہ رستہ شہرستانِ زریں کو جاتا ہے آپ اُن کو زیر کیجئے میں نہیں جا سکتا۔ تب امیر نے فرمایا کہ بجز اس کے امان نہ ملیگی غرض سموم دیو باہر نکلا اور امیر نے اُس کے گلے میں کمند دیو بند ڈالی اور لے چلے۔ جب رات ہوتی تو دیو کو جھاڑ سے باندھ دیتے اور صبح کو کھول کر لے چلتے۔ غرض جب مقام مقصود پر پہنچے تب سموم نے کہا اے امیر دیوؤں کا پہاڑ یہی ہے اب آپ اُتریے اور مجھے آزاد کیجئے کہ میں قریشیہ کے حضور میں جاؤں۔ پس امیر نے اُس کے دونوں کان کاٹ لئے اور چھوڑ دیا۔ پھر آپ آگے بڑھے اور پہاڑ پر چڑھ کر نظر کی تو دیکھا کہ ہزاروں دیو جمع ہیں۔ تب امیر نے نعرہ مارا تو دیو امیر کو دیکھ کر آپس میں کہنے لگے کہ پہلے اسکو مار کر پھر شہرستانِ زریں کو جانا چاہیئے۔ امیر نے بھی قصد جنگ کیا۔ جب وہ دیو امیر پر آگرے تب امیر نے دونوں ہاتھوں میں تلواریں پکڑ کر دیوؤں کو مارنا شروع کیا اور بہت سے دیوؤں کو مارا۔ غرض تین دن لڑائی کی تب سب دیو جمع ہوکر ایک جگہ پر اُترے اور امیر بھی ایک درخت کے نیچے اُتر کر آسودہ ہوئے۔ اتنے میں جنگل کی طرف سے

گرد پیدا ہوئی اور اُس میں سے ایک سوار قاتلِ کفار نمودار ہوا۔ امیر نے دل میں کہا کہ یا بارِ اللہ یہ کون آدمی ہے کہ اتنے میں وہ سوار آ پہنچا اور امیر کے قدموں پر سر رکھ کر کہا کہ میں آپ کی کنیز ہوں۔ تب امیر نے پہچانا کہ تو میری بیٹی ملکۂ قریشیہ ہے۔ عرض کی کہ اے قبلہ گاہا ہمارے قاصد ہمیشہ آپ کی خبر کے واسطے جاتے رہے چنانچہ آج سُننے میں یوں آیا ہے کہ آپ پر بڑی مشکل پڑی ہے اس لئے یہ بندی حاضر ہوئی۔ امیر نے فرمایا کہ تم کیا کروگی۔ قریشیہ بولی کہ آپ نے اتنے دیووں کو مارا اب اس کنیز کی تیز دستی دیکھئے۔ یہ بات دیکھ کر قریشیہ سلطان تلوار کھینچکر دیووں پر جاگری اور ایسا مارا کہ شجاعت کی داد دی۔ تب دیووں نے یہ حال دیکھ کر کہا کہ جب حمزہ تنہا تھا تو مارنے میں قصور نہیں کرتا تھا اور اب تو اُس کے ساتھ دوسرا مددگار پیدا ہوا ہے اب کہاں جان چھپاویں کہ چھپنے کی جگہ کہیں نہیں ہے۔ غرض سب دیو غل و شور کرکے وہاں سے ایکبارگی غایب ہوگئے۔ تب حمزہ نے فرمایا کہ اے نور چشمی دیووں کے مارنے میں تو کچھ کوتاہی نہیں ہوئی اس لئے اب میں شہرستانِ زریں سے بے فکر ہوا ہوں یہ بات امیر نے فرماکر دعا کی کہ یا اللہ میری دختر کی عمر دراز کر کہ اتنے میں ہاتف نے آواز دی کہ جب تک حسین رضی اللہ تعالیٰ ابن علی علیہ السلام خلافت پر نہ بیٹھیں تب تک قریشیہ سلطان بھی نہ مریگی۔ یہ آواز سُن کر قریشیہ سلطان کو وداع کیا (باقی داستان شب فردا)

اُنتالیسویں داستان

جب قریشیہ سلطان کو امیر نے وداع کیا اور آپ آگے بڑھے تب دیکھتے کیا ہیں کہ ایک دیو کی عورت ایک صندوق آگے لے کر روتی اور پیٹتی ہے کہ یا اللہ حمزہ کو پیدا کر۔ تب حمزہ نے اُس سے پوچھا کہ اے عورت حمزہ کو تو کیا کریگی۔ وہ بولی کہ اگر حمزہ آئے تو میرے فرزند کو اس صندوق سے رہائی دے۔ تب امیر نے فرمایا کہ تیرے فرزند کو کس نے قید کیا ہے۔ وہ بولی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُس کو اس صندوق میں فرمایا تھا کہ تیرے فرزند کو حمزہ چھوڑاکر اس سے نقتائی لیگا۔ تب امیر نے فرمایا کہ کوہِ قاف میں اتنے دیو تھے یہ صندوق اُن سے کیوں نہیں کھولایا۔ وہ بوڑھی بولی کہ تمام کوہِ قاف کے دیووں نے تیں دفعہ زور لگایا لیکن نہیں کھول سکے۔ تب امیر نے بسم اللہ پڑھ کر ہاتھ اس صندوق پر لگاتے ہی یہ صندوق سخت کھول دیا تب اس میں سے وہ دیو باہر نکلا اور امیر کے قدموں پر گرا اور عرض کی کہ اے جہاں گیر اب جو فرماوگے بجا لاؤنگا۔ امیر نے فرمایا کہ مجھے آبادی مرداں میں پہنچا۔ اُس دیو نے کہا

کہ تم میری گردن پر بیٹھو۔ تب امیر اُس کی گردن پر سوار ہوئے اور وہ دیو ہوا پر اُڑا اور آسمان پر لے چلا۔ جب اوپر گیا تب اُس نے کہا کہ یا امیر دنیا کیسی دکھائی دیتی ہے۔ امیر نے فرمایا کہ ایک تھال جیسی دیکھتا ہوں۔ تب وہ موذی اُوپر کو اَور بھی اُڑا اور جلتے جاتے امیر سے پوچھا کہ اب کہو کہ آپ کو دنیا کیسی معلوم ہوتی ہے۔ امیر نے فرمایا کہ ایک پیالہ سا دیکھتا ہوں۔ تب دیو دغا باز نے کہا کہ اے امیر اب بولو کہ تم کو پہاڑوں پر پھینکوں یا دریا میں۔ امیر نے دل میں تصور کیا کہ دیو اُلٹی سمجھ کے ہوتے ہیں اور اس قوم کا مزاج اوندھا ہوتا ہے اگر پہاڑ کہونگا تو دریا میں ڈالیگا اور اگر میں پہاڑ پر گرا تو امید زیست نہ رہی اور اگر پانی میں پڑوں تو اللہ تعالیٰ اُس سے نکالیگا۔ امیر نے فرمایا کہ اے دیو میں نے تجھے بند سے خلاص کرکے نیکی کی ہے اور تو بدی کیا چاہتا ہے۔ دیو نے کہا کہ یا امیر دیو اُلٹی مت کے ہوا کرتے ہیں نیکی کا بدلہ بدی سے ادا کرتے ہیں۔ تب امیر نے فرمایا کہ اے موذی تو مجھے پہاڑ پر ڈال تاکہ جان جلد جائے۔ تب دیو بولا کہ میں تمہیں دریا میں ڈالونگا کہ تیرا گوشت مچھلیاں کھاکر جان لیں۔ یہ بول کر دیو نے امیر کو دریا میں ڈال دیا۔ امیر نے اللہ کو یاد کرکے آنکھیں بند کر لیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو فرمایا کہ میرے دوست کی امان کو زمین پر اُتار دو۔ تب فرشتوں نے بلا حرکت و تھکان امیر کو زمین پر اُتار دیا۔ امیر حمزہ نے شکرانہ ادا کیا۔ پھر وہاں سے آگے بڑھے تو دیکھا کہ وہی دیو ایک حوض میں آکر پانی پینے لگا ہے اور وہاں کتنی ایک پریاں بھی غسل کر رہی تھیں سو اُن میں سے اُس دیو نے ایک پری کو پکڑ لیا اور کسی طرح سے نہیں چھوڑتا تھا۔ تب امیر نے اُس موذی کو مردار کرنا چاہا۔ تو دیو نے عرض کی کہ یا امیر آپ چپ رہو کیونکہ حضرت سلیمان نے کہا تھا کہ تیری نسل سے دیو زاد گھوڑا پیدا ہوگا اور حمزہ اُس پر سواری کریگا۔ اگر آپ پری کو مجھ سے نہ چھڑاوینگے تو میں آپ کو گھوڑا دیتا ہوں۔ تب امیر نے کہا اچھا اور چپ ہو رہے اور وہ دیو پری سے دنیا سازی میں مشغول ہوا۔ چند روز امیر اور وہ دیو اور وہ پری ایک جگہ گذر کرتے ہے۔ جب وہ پری حاملہ ہوئی تو ایام معہودہ کے بعد پری سے بچہ پیدا ہوا۔ سو یہ گھوڑا پیدا ہوتے ہی دوڑ کر امیر کے پاس آیا اور امیر کے قدموں پر سر رکھا۔ امیر نے اس کے سر کو بوسہ دیا اور پری کو اس کی پرورش کے لیئے تاکید فرمائی اور اس کا نام اشقر دیو زاد رکھا گیا کتنے ایک روز کے بعد ایک دن امیر نیند میں تھے کہ دیو نے پری سے کہا کہ تو اگر گھوڑا نہ جنتی تو امیر حمزہ کیونکر سوار ہوتا۔ پری بولی کہ تو دیو اور میں پری پھر گھوڑا نہ ہوتا تو اور کیا ہو سکتا تھا۔ اب یہ گھوڑا پیدا ہوا تو ایسے مرد جہاں گیر کی سواری میں آیا تیری میری عزت و سعادت ہوئی۔ دیو نے کہا کہ میں تو اپنے فرزند ارجمند کو حمزہ کی سواری میں نہ دونگا بلکہ حمزہ کو مارونگا۔

بچہ نے یہ باتیں سُنی اور ٹاپیں مارنے لگا یہاں تک کہ دیو کو مردار کردیا اور پری ڈر کر بھاگ گئی جب امیر نے ہوشیار ہوکر دیکھا کہ دیو مر کر گرا پڑا ہے اور پری غایب ہے۔ تب امیر نے دل میں تصور کیا کہ دیو بد اندیش نے کچھ کہا ہوگا اس لئے اسے اشقر نے مار ڈالا ہے اشقر پر بہت آفرین وتحسین کی۔ تب امیر آگے بڑھے اور اشقر بھی ہمراہ چلا۔ جب رات ہوئی تو امیر آرام فرماتے اور پری آکر اشقر کو دودھ پلاتی۔ جب اشقر بڑا ہوکر گھانس چرنے لگا تو پہاڑوں کی زمین میں چلتے چلتے اشقر کے سم گھس اور پھٹ کر زخمی ہوئے۔ امیر اُس کے زخموں کو دیکھ کر پُر غم و الم ہوئے۔ اتنے میں حضرت خضر علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اور امیر حضرت خضرؑ کے قدموں پر گرے۔ اُنھوں نے حمزہ کو گلے سے لگایا۔ حمزہ نے عرض کی کہ گھوڑا بغیر نعل کے نہایت تکلیف میں ہے۔ تب خضر علیہ السلام نے اشقر کے پاؤں میں چار نعل اپنے ہاتھ سے باندھے۔ امیر نے حضرت خضر سے عرض کی کہ چار نعل اور بھی عنایت فرمایئے کیونکہ اگر یہ نعل نکل جاوینگے تو میں اُن کو پھر باندھونگا۔ اس پر حضرت خضرؑ نے فرمایا دوسرے نعل کی حاجت نہیں کہ جب تمہاری قضا آئیگی یہ نعل تب نکلینگے۔ یہ فرماکر حضرت خضر علیہ السلام وداع ہوئے۔ تب امیر نے آگے کی راہ لی اور چلے۔ دور سے ایک قلعہ نمودار ہوا۔ یہ قلعہ سبز پوش پریوں کا تھا۔ جب اُنھوں نے امیر کے آنے کی خبر سُنی تو بہت عزت و توقیر سے حمزہ کا استقبال کیا اور ایک اچھے مکان میں اُتارا۔ اور شرایط مہمان داری کی بجا لائیں۔ امیر نے بھی آرام سے استراحت کی۔ جب رات دو پہر گذری امیر ہوشیار ہوئے اور آہِ سرد کی ایک آواز امیر کے کان میں آئی پس امیر حمزہ وہ آواز سنتے ہی اُس طرف کو چلے اور کیا دیکھا کہ وہ آواز ایک کوٹھری سے آتی ہے۔ امیر نے اُس کا قفل توڑ اور اندر جاکر دیکھا کہ دو مرد آہ آہ کر رہے ہیں۔ امیر نے دونوں کو باہر لاکر پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے اور کون قوم ہو اور یہاں کیوں آئے ہو۔ وہ بولے کہ ایک کا نام ملاح آشوب اور دوسرے بہلول نقاش ہے ہم سوداگری کے لئے جہاز پر سوار ہوکر دریا میں جاتے تھے کہ طوفان قہری سے دیو نے ناگاہ ہمارے جہاز کو غارت کیا اور ہم بھی قریب نزع کے تھے اتنے میں یہ پریاں پہنچیں اور ہم کو یہاں لاکر تین روز سے قید کر رکھا ہے۔ غرض جب صبح ہوئی تو سبز پوش پریوں کا بادشاہ امیر کے پاس آیا اور آداب بجا لایا۔ امیر نے فرمایا کہ یہ دونوں آدم زاد ہمارے ہمجنس ہیں انھیں میرے تابع کرو۔ اُس نے عرض کی کہ آپ بے تکلف انہیں لے لیں ہماری زہے سعادت ہے۔ پھر امیر نے آگے چلنے کا ارادہ کیا۔ تب آشوب ملاح نے کہا کہ یا امیر پریوں سے ایک کشتی طلب فرمایئے۔ امیر نے ویسا ہی کیا اور دریا پار ہونے کے لئے کشتی مل گئی۔ اور امیر مع اشقر اور دونوں یاروں کے سوار ہوکر دریا میں چلے۔ اتنے میں ایک

جانور آیا۔ امیر نے فرمایا کہ یہ سیمرغ ہے۔ تب یہ سیمرغ کشتی کو چنگل میں لے کر ہوا پر اڑا۔ امیر
نے تیر کمان سے لگا کر سیمرغ اجل رسیدہ کے سینہ میں ایسا مارا کہ وہ طایر زخمی ہوکر زمین پر
گرا اور کشتی ریزہ ریزہ ہوگئی اور امیر مع یاران سلامتی سے کھڑے رہے۔ پھر امیر نے بہلول نقاش
کو فرمایا کہ اس سیمرغ کے پر نکال کر اس کی تصویر لکھو اور ایک پر سیمرغ کا ہمراہ لو۔ نقاش مذکور
نے بموجب حکم کے ویسا ہی کیا۔ پھر وہاں سے چلے تو ایک باغ نظر آیا۔ تب امیر نے دونوں یاروں
کو فرمایا کہ یہ علامت دیو کی دکھائی دیتی ہے تم مع اشقر یہاں کھڑے رہو۔ وہ دونوں ایک
جھاڑ پر چڑھ گئے اور اشقر نیچے کھڑا رہا۔ امیر باغ میں جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ ہر جھاڑ کے نیچے گائے
کے سر کا ایک ایک دیو بڑے بڑے سینگوں والا بیٹھا ہے۔ جب ان دیووں نے امیر کو دیکھا تو وہ
اپنے اپنے سینگ بھینسے کی مانند ہلا کر امیر پر دوڑے اور حملہ کیا اور امیر بھی دیووں پر حملہ آور
ہوئے اور مارنے لگے۔ غرض کہ بہت سے دیووں کو مردار کیا اور باقی بھاگ گئے۔ اور بھاگتے ہوئے
دیووں کو دیکھ کر بہلول اور آشوب کے مرغ روح نے قفس تن سے پرواز کرنا چاہا اور اشقر جو
نیچے کھڑا وہ جس دیو کو بھاگتا دیکھتا ٹاپوں سے مارتا۔ غرض جو دیو کہ امیر سے بچ کر بھاگتا وہ
اشقر کے ٹاپوں سے مارا جاتا۔ جب امیر باغ سے باہر آئے تو دیکھا کہ بہت دیو مردار ہوکر پڑے
ہیں۔ امیر نے متحیر ہوکر پوچھا کہ ان دیووں کو کس نے مارا۔ تب بہلول اور آشوب نے کہا کہ جب
دیو باغ میں سے آتے تھے تو ہماری جان ان کے ڈر سے جاتی تھی مگر تمہارے اشقر نے سب
کو ٹاپوں سے مار ڈالا ہے۔ امیر نے اشقر کی پیشانی پر بوسہ دیا اور وہاں سے آگے کو چلے اور
پھر ایک باغ دیکھا تب امیر نے یاروں سے کہا کہ تم ایک جھاڑ پر چڑھو اور اشقر کو زیر شجر چھوڑ کر
آپ آگے بڑھے اور دیکھا کہ گھوڑے کے سر والے دیو بیٹھے ہیں۔ انہوں نے امیر پر حملہ کیا۔ امیر
نے تلوار خونخوار سے بہت دیووں کو مارا اور باقی بھاگے سو اشقر نے ٹاپوں سے مار ڈالے۔
جب امیر سوذیوں کے جنگ سے فارغ ہوئے اور آگے چلے تو دیکھا کہ کتے کے سر کے دیوں
میں پہنچے ان کو بھی مردار کیا اور پھر آگے بڑھے تو جنگل میں ایک شیطان سا آدمی پال
سیتا ہے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے۔ اس سوذی نے امیر کے دونوں بازو پکڑ کر زور کیا
لیکن خود عاجز ہوگیا۔ امیر نے اس کو زمین پر گرا کر خنجر اس کے گلے پر پھیرا۔ لیکن اس کا
گلا ہرگز نہ کٹا۔ تب ہاتف نے آواز دی کہ اے حمزہ یہ دجال کا خربان ہے بجز زمانہ آخر کے
اس کی موت نہیں ہے۔ تب امیر نے اس کی آنکھ میں خنجر مارا اور داہنی آنکھ کانی کر دی
اور چلاتا ہوا دوڑا۔ تب خربان نے گدھے کو پکارا۔ تب ایک کالا پہاڑ سا گدھا کہ جسکے دیکھنے سے
شیروں کو لرزہ پیدا ہو۔ وہ گدھا منہ کھول کر امیر پر پہنچا۔ اور وہ گدھا توانا قوت ور۔ اور

موٹا چار کوس میں سماتا تھا۔ تب امیر نے اُس کی آنکھ میں خنجر مارا اور اُس کی داہنی آنکھ کانی کی اور دونوں کان اُس کے کاٹ کر چھوڑ دیا۔ جب خر اور خربان غایب ہوئے تب دجال بد افعال پیدا ہوُا اور ایک قدم آگے بڑھا کر امیر کے روبرو آیا۔ امیر نے اُس کے بازو پکڑے اور نیچے گرایا اور اُس کی آنکھ میں بھی خنجر مار کر کانا کیا۔ تب سے نام اُس بد انجام کا کانا دجال مشہور ہے۔ اور روایتوں میں لکھا ہے کہ اُس شیطان اور خر و خربان کی داہنی آنکھ کانی ہے (باقی داستان نسب فرما)

چالیسویں داستان

جب امیر المؤمنین حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دجال سے فارغ ہوئے اور وہاں سے چلے تو ہاتھی کے کانوں والوں کے شہر میں پہنچے۔ وہاں کے بادشاہ کا نام قرشی تاج دار تھا اور اس قوم کی سب شکل آدمیوں کی مگر کان ہاتی کے تھے۔ جب قرشی تاج دار نے امیر حمزہ کے آنے کی خبر سُنی تو استقبال کو آیا اور امیر کو عزت و تکریم سے اپنے محل میں لایا اور شرط مہمان داری بجا لایا۔ تب امیر نے آدمیوں کی صحبت سے شکرانہ حق سبحانہ و تعالیٰ کا ادا کیا اور عرشی سے پوچھا کہ یہاں سے دنیا کتنی دور ہے۔ اُس نے عرض کی کہ اے پہلوان جہاں گیر ابھی تو سات دریا سے پار ہونا ہے۔ ایک دریا پانی کا اور دوسرا آگ کا۔ تیسرا دھوئیں کا چوتھا لہو کا پانچواں جوش کا چھٹا قلزم اور ساتواں عمان ہے۔ جب آپ ان سات دریا سے پار ہوں تب سمجھئے کہ کوہ قاف سے وداع ہوئے۔ امیر نے فرمایا کہ میں ان دریاؤں سے کیونکر پار ہونگا۔ عرشی نے کہا کہ پہلے دریا کے کنارے ایک عورت نیک سیرت اصفائے باصفا عبادت گاہ بنا کر رہتی ہے جب وہاں جاؤگے تو وہ عورت تم کو ایک دریا سے بلکہ سب دریاؤں سے پار کریگی اور حضرت خضرؑ اُس عورت کو اکثر والدہ کہتے ہیں اور وہ بڑی بزرگ صالحہ عورت ہے۔ امیر نے فرمایا کہ ہمارے ہمراہ ایک رہبر دو کہ وہ ہمیں اُس صالحہ عورت سے ملاوے۔ تب عرض کی کہ آپ کا گھوڑا بے زین ہے زین تیار کرنے تک صبر فرمایئے۔ امیر نے قبول کیا اور چند روز وہاں رہے کہ ایک قاصد نے خبر دی کہ بادشاہ کی دختر کو سموم لے گیا ہے۔ امیر نے پوچھا کہ سموم دیو یہاں کب سے ہے۔ تب عرشی نے کہا کہ یا امیر اس موذی نے تھوڑے دنوں سے یہاں کے جنگل میں جگہہ لی ہے اور اس حرام زادہ کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور ماں اُس کی جہنم میں گئی ہے تب سے وہ ہمارے شہر سے ایک عورت کو لیجاتا ہے آج میری دختر کو لے گیا۔ امیر اُٹھے اور اشقر کو بھی ہمراہ لیا اور ایک کنواں سل سے بند نظر آیا۔ امیر نے اُس سل کو اُتار کر کنوئیں کے منہ پر اشقر کو کھڑا کر کے آپ کمند باندھ کر کنوئیں میں اُترے اور ایک سوراخ سے دیکھا کہ سموم تخت پر بیٹھ کر حکم احکام میں مشغول ہے۔ امیر نے

وہ سوراخ دار پتھر اُٹھایا اور اُس موذی نے امیر کو دیکھا تو مارے ڈر کے ایک سراب میں جا بیٹھا
تب امیر نے اُسے نیزہ سے مارا اور دیو زمین پر گرتے ہی مرگیا امیر نے باقی دیووں کو مع بچہ کے
گہوارۂ زمین کی گود میں سلا کر عرشی کی دختر کو ہمراہ لے کر اُوپر آئے اور جو دیو کہ کنوئیں میں
سے باہر بھاگے اُن کو اشقر نے ٹاپوں سے داخل سقر کیا تھا۔ غرض امیر یہ حال دیکھ کر بہت خوش
ہوئے اور شہر میں داخل ہوئے تو عرشی بہت ممنون ہؤا۔ اور حمزہ کی منت و معذرت کی اور ہزار
تعظیم و تکریم سے مہانداری میں مشغول ہؤا۔ پھر کتنے دنوں کے بعد زین زریں تیار ہوا اور امیر
کے حضور میں حاضر کیا اور امیر نے ایک رہبر ہمراہ لیا اور اصفائے باصفا کے پاس آئے۔ اور اس کا
باغ مانند بہشت کے تھا اُس میں سے ایک درخت سرو کا کاٹا اور اُس کی شاخیں چھانٹ کر ہاتھ
کا عصا بنا کر اُس ملک سیرت کے روبرو آئے اور سلام کیا۔ اُس بی بی نے مصلّی پر سے اُٹھ کر
امیر کو گلے سے لگایا اور سینہ بے کینہ سے ملایا اور شرط مہمان داری کی ادا کی اور امیر سے فرمایا
کہ اے فرزند ارجمند اس باغ میں مرغ سمندر آتے ہیں اُن کو مار کر اور اُن کا چمڑا اُتار کر تم اپنے
اور اپنے یاروں اور اپنے گھوڑے کے لباس تیار کرو تا کہ آتش دریا تم پر کارگر نہ ہو۔ پس امیر
نے تیر و کمان لے کر اُس باغ میں گئے اور جانوروں کو مار کر سب کے لئے بہلول اور آشوب
کے ہاتھ سے پوستینیں تیار کرائیں اور مع گھوڑے سب نے پوستینیں ایسی پہنیں کہ سوائے
آنکھوں کے کوئی اعضا کھلا نہ رہا۔ تب اصفائے باصفا ہاتھ میں لے کر ان کے آگے امام ہوئی۔
امیر مع یاران مقتدی رہے۔ جب اول دریا کے پاس آئے تب اس عورت پارسا نے ایک
عصا پانی پر مارا اور پانی دو ٹکڑے ہوگیا۔ تب اُس بی بی نے امیر کو فرمایا کہ تم بے فکر میرے برابر
چلے آؤ۔ امیر بہ دستور مع یاران و اشقر اس دریا سے پار ہوئے اور دوسرے دریائے آتش کے پاس
آئے تو اُس سے بھی بہ دستور پار ہوئے۔ غرض ساتوں دریا کو بدستور پار ہوئے۔ تب اصفائے باصفا
نے مصلّی بچھا کر سجدۂ حق میں اپنی جان درگاہ الٰہی میں تسلیم کی۔ تب امیر نے اس کی
تجہیز و تکفین کی فکر کی تو ہاتف نے آواز دی کہ اے حمزہ تو یاروں سمیت اس لاشہ کی
طرف سے مُنہ پھیر لے۔ تب امیر نے بدستور مُنہ پھیرا۔ خدا کی قدرت سے وہ مومنہ مغفورہ ناپید
ہوئی۔ تب حمزہ نے شکرانہ حق ادا کیا۔ اور روانہ ہو کر منزلیں طے کرنے لگے۔ اب حقیقت حمزہ
کے لشکر کی سنو کہ جب تنجہ میں سب غلہ ختم ہؤا اور لشکریوں نے گھوڑوں کو کھانا شروع
کیا تو عمر معدی کرب بھوک برداشت کی طاقت نہ لاکر عمر بن عمیہ کے پاس آکر بولا کہ میں
تو آتش فاقہ سے جل کر کباب ہؤا ہوں اگر حکم ہو تو اور ملک میں جاکر وہاں کے عالم
کو مطیع کر کے تم کو غلہ وغیرہ روانہ کرونگا اور میں بھی پیٹ بھر کر کھاؤنگا۔ عمر نے کہا اے عزیز

ذرا صبر کرو کہ امیر کے آنے کے ایام قریب ہیں۔ اگر ایسے وقت میں ہم سے جدا ہو کر جاؤ گے تو تم بے وفا کہلاؤ گے۔ اب اٹھارہ برس تمام ہونے آئے ہیں اتنے دنوں کی مشقت و محنت تمہاری برباد جائیگی۔ عمر معدی کرب نے عمر بن عمیہ کا کہنا ہرگز نہ مانا اور جنگل کی راہ لی۔ جنگل میں ایک کاروان اترا تھا وہاں کے قافلہ سالار سے کہا کہ میں بھوکا ہوں کھانا جلد کھلواؤ۔ وہ کارواں سالار اس کے قد و نما سے ڈرا اور ہر ایک آدمی سے غلہ جمع کرکے سات باسن کھانا پکا کے لایا۔ عمر معدی نے وہ کھانا گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے کھایا اور بولا کہ اے سالارِ کاروان یہ تو ناشتا ہوا اور تازہ کھانا جلد لا۔ وہ بدستور کاروانیوں سے کھانا پکوا کر اور سات باسن لایا۔ عمر معدی نے وہ سب بھی کھایا اور کہا کہ اے نادان کارواں سالار تم نے میرے ساتھ مسخری مقرر کی ہے کہ ذرا سا کھانا لاکر دیتا ہے۔ پس اتنی خوراک سے میرا پیٹ نہیں بھرتا اب کچھ بکریاں لا کہ کباب بنا کر کھاؤں۔ تب اُن کاروانیوں نے ساٹھ بکریاں لادیں۔ تب عمر معدی نے گھوڑے پر سے اُتر کر اُن بکریوں کو ذبح کرکے ایک سوکھا جھاڑ جڑھ سے اُکھاڑ کر جلایا اور اُن بکریوں کو اُس پر بھون کر کھایا اور جاکر ایک حوضِ عظیم پہ مُنہ لگایا اور اُس کا سارا پانی پیا تب ذرا پیٹ بھرا اور گھوڑے کا سامان اُتار کر چرنے کو چھوڑا اور آپ ایک جھاڑ کے نیچے زین بچھا کر سویا۔ جب آدھی رات ہوئی تب کاروانوں میں ڈاکہ پڑا اور غل ہوا کہ کاروان لوٹا گیا۔ عمر معدی یہ غوغا سُن کر ہوشیار ہوا اور سارے چوروں کو مار کر کاروانوں کا مال و جان بغیر نقصان کے بچایا۔ تب کارواں لوگ بولے کہ اس شخص نے جو کھایا وہ اس کی مدد کے سامنے کیا چیز ہے۔ صبح کو چلتے وقت اس کو ہمراہ لیا اور شہر میں پہنچے۔ یہاں کا بادشاہ مرا ہوا تھا اور ارکانِ دولت ہما کو اُڑاتے تھے کہ جس کے سر پہ بیٹھے اُسی کو دولتِ دنیا دیں اور بادشاہ بناویں۔ اس شور و غل میں عمر معدی بھی کھڑا تھا وہ ہما عمر معدی کے سر پہ آ بیٹھا۔ پس عوام اور عمرا اور وزرا نے عمر معدی کو بہ ہزار تعظیم و تکریم لیجا کر تخت پر بٹھایا اور ملک کے حکم احکام سُنائے۔ اتنے میں عمر معدی نے وزیر کو بُلا کر کہا کہ خاصہ جلد لاؤ۔ تب باورچی خانہ کے داروغہ نے طعام لذیذ لاکر سفرہ چن دیا۔ عمر معدی نے بعد کھانے کے شراب پی کر سرشار ہو کر وزیر سے کہا کہ ایک عورت لاؤ کہ میں نکاح کروں وزیر نے عرض کیا کہ اے جہاں پناہ کہ اس شہر کی یہ رسم ہے کہ عورت مرے تو مع خصم دفن کرتے ہیں اور مرد مرے تو مع عورت مدفون ہو اگر اس طریق کو حضور قبول کریں تو بندہ نوازی ہے کہ بندہ اپنی دختر کو کنیزی میں دے۔ غرض عمر معدی کرب تو شہوت کے نشہ میں بے فکر تھا وہ طریق قبول کر لیا۔ تب وزیر نے اپنی دختر اجل رسیدہ کو عمر معدی کرب کے نکاح میں دیا۔ اور عمر معدی نے اُس سے مجامعت کی وہ بیچاری اتفاقاً مر گئی تب وزیر نے صبح کو آکر موافق رسم کے اُس فوتہ کی قبر تیار کروائی اور

نہلا کر کفن وغیرہ پہنا کے مع مجمع قبرستان کی طرف لیچلا۔ جب نزدیک پہنچے تو اُس وزیر نے عرض کی کہ اے جہاں پناہ اب آپ تابوت لے کر قبر میں جائیں تب عمر معدی نے فرمایا کہ تو وحشی ہے کہ زندہ آدمی کبھی زمین میں گڑتا ہے کہ میں گڑوں۔ تب وزیر نے عرض کی کہ آپ فدوی کی عرض اور طریق لسبتی کو قبول فرما چکے ہیں پس اَلْکَرِیْمُ اِذَا وَعَدَ وَفَا اپنے اقرار سے مبدل ہونا مناسب نہیں ہے۔ عمر معدی بولے کہ میں ایسی رسم اپنے ملک میں جاری نہیں کرتا۔ یہ بولا کہ مجھے اس وقت بھوک لگی ہے کھانا لاؤ۔ تب وزیر نے اُس وقت کو غنیمت جان کر کھانے میں داروئے بیہوشی ملا کر عمر معدی کے روبرو لا کر رکھا کہ مجرد کھانے کے بے ہوش ہوا۔ تب وزیر نے سر سے پاؤں تک زنجیروں سے باندھ کر ہوشیار کیا اور کہا کہ اب تابوت دانتوں میں پکڑ کر قبر میں اُترو۔ عمر معدی نے ہرگز قبول نہ کیا۔ اور وزیر نے مارنے کو فرمایا کہ اتنے میں بہ فضل خدائے عز وجل امیر حمزہ بھی اس شورش میں وہاں آئے اور حقیقت گذشتہ مفصل دریافت کی اور بطور تمسخر فرمایا کہ اے شخص مرد جو اقرار کرتے ہیں وہ ادا کرتے ہیں تم کیوں ادا نہیں کرتے۔ عمر معدی نے حمزہ کو نہ پہچانا اور بولا کہ اے وحشی میں نے تو اقرار نہیں کیا ہے جو اب ادا کروں۔ وزیر بولا کہ اگر تم اقرار نہ کرتے تو میری بیٹی نہ مرتی۔ تب حمزہ نے پوچھا کہ اے شخص تیرا کیا نام ہے۔ تب عمر معدی نے اپنے نام سے آگاہ کیا اور یہ بھی کہا کہ سر لشکر حمزہ کی فوج کا ہوں۔ امیر نے فرمایا کہ لشکر سے کس طرح جدا ہوا۔ عمر نے کہا کہ لشکر مع مہر نگار تنجہ میں ہے اور بھوک سے عاجز ہو کر اور اُن سے بے وفائی کر کے آیا ہوں اور اس نتیجہ کو پہنچا۔ جب امیر نے یہ کلام غم التیام عمر معدی سے سُنا تب آپ اشک بار ہوئے اور گھوڑے سے اُتر کر عمر کے بند دور کئے۔ تب عمر معدی نے وزیر کو مع تمام عالم کے مارنے کا ارادہ کیا اور امیر نے منع کیا مگر اُن کی ایک نہ سُنی۔ تب سارا عالم پکارا کہ اے مرد اجنبی تم نے اس غول بیابان کو چھوڑا ہے تم ہی پھر کر باندھو ہم تم کو یہاں کا بادشاہ بناویں گے۔ تب امیر نے عمر معدی کے پیچھے جا کر اُس کے پاؤں کو ایسا دبایا کہ عمر معدی عاجز ہو گئے کہ اے شخص تو کون ہے۔ امیر نے فرمایا کہ میں حمزہ کا قاصد ہوں اور کوہ قاف سے آیا ہوں۔ عمر معدی نے کہا کہ حمزہ کیا کرتے ہیں۔ فرمایا کہ اسما پری سے مشغول ہیں۔ عمر معدی نے پوچھا کہ حمزہ مجھے کبھی یاد کرتا ہے یا نہیں۔ فرمایا کہ مہر نگار و عمر بن عمیہ اور دوسرے یاروں کو یاد کرتے ہیں اور تمہارا تو کبھی زباں پر نام بھی نہیں لیا۔ عمر معدی نے کہا افسوس وہ عرب مجھے یاد نہیں کرتا۔ تب امیر نے فرمایا کہ تو اگر حمزہ کو دیکھے تو پہچانیگا۔ عمر معدی نے کہا کہ اے نادان میں اور حمزہ بچپن سے ساتھ ہی تھے اور ایک جگہ پرورش ہوئے ہیں کیوں نہ پہچانوں گا۔ تب امیر نے فرمایا کہ جو شکل میری ہے وہی حمزہ کی ہے۔ عمر معدی نے کہا کہ تو غلاف کہتا ہے حمزہ کے ڈاڑھی

نہیں ہے۔ امیر نے فرمایا کہ اب ڈاڑھی نکلی ہے۔ یہ کہ کر پوستین مرغان سمندر دور کی اور عمر معدی نے اُس خال کو جو حمزہ کی گال پر تھا دیکھ کر پہچانا اور دوڑ کر امیر کے قدموں پر گرا تب امیر نے عمر معدی کو گلے سے لگایا اور وہ دونوں مل کر اتنا روئے کہ مرغ و ماہی آہ و زاری سے بے قرار ہوکر روئے اور وہاں کے وزیر اور لوگوں نے عقل سے دریافت کیا کہ حمزہ یہی ہیں۔ پس امیر کو ہزار تعظیم و تکریم سے شہر میں لیجا کر شرط مہمان داری بجا لائے اور دوسرے روز امیر نے عمر معدی سے حقیقت مہرنگار اور کیفیت عمر بن عمیہ و مقبل وفادار اور باقی یاران غمگسار کی دریافت کی (باقی داستان فردا شب)

اکتالیسویں داستان

دوسرے روز امیر نے معدی کرب و آشوب و بہلول سمیت راہ تنجہ کی لی کہ راہ میں ایک ندی نظر آئی جس میں ایک صندوق بہا جاتا تھا۔ امیر نے آشوب ملاح کو فرمایا کہ وہ صندوق جلد لاؤ۔ آشوب بموجب ارشاد کے تیر کر گیا اور اُس صندوق کو کنارے پر لایا مگر امیر تک نہیں لا سکا کیونکہ بہت وزن تھا آکر عرض کیا۔ امیر نے عمر معدی کو فرمایا کہ تم جاکر صندوق لاؤ تب معدی نے آکر دیکھا کہ صندوق میں البتہ کوئی نقد شے ہے۔ یہ تصور کرکے صندوق کو وہیں کھولا تو اُس میں سے ایک دیو بدشکل نے نکل کر معدی کا گلا ایسا پکڑا کہ معدی کی آواز بند ہوئی اور اتنا نا طاقت ہوا کہ امیر کو اطلاع نہ کر سکا۔ اتنے میں ایک بزرگ پیدا ہوا تو عمر معدی نے اُن سے سب حقیقت کہی۔ تب اُس نے کہا کہ اتنا بڑا دیو ایسے چھوٹے صندوق میں کیونکر سما سکتا ہے یہ بات جھوٹ ہے۔ دیو نے کہا کہ اگر جھوٹ جانتے ہو تو میں اب پھر صندوق میں جاتا ہوں۔ یہ کہ کر دیو صندوق میں گیا تب اُس بزرگ نے اُس صندوق کو مستحکم بند کیا۔ اور عمر معدی نے شکرانہ ایزدی ادا کیا اور صندوق کو امیر کے حضور میں لاکر حقیقت گذشتہ مفصل عرض کی۔ تب امیر نے فرمایا کہ اے عمر معدی کہ تم مع آشوب و بہلول و صندوق آہستہ آہستہ آئیں اور میں آگے جاتا ہوں۔ یہ فرماکر امیر تو آگے بڑھے۔ اور اُس روز مہرنگار دل فگار بولی آج تو تاریخ اٹھارہ برس کی ختم ہوئی اگر آج حمزہ آئے تو خوب ہے نہیں تو بزرجمہر کا کہا ہوا غلط جانونگی۔ یہ کہ کر دل میں تصور کیا اور محل کے بالا خانہ پر سے کوہ قاف کی طرف دیکھتی اور کہتی فرد

صبح شد کہ نسیمے نہ می رسد ❊ اے گل مگر تو پائے صبا را شکستۂ

پس اُسی وقت اجل رسیدہ پرندے ہوا پر اُڑے جاتے تھے مہرنگار انہیں دیکھ کر بولی کہ اگر میرا تیر ان دونوں کو نشانہ کرے تو سچ جانوں گی کہ حمزہ آج آئینگے اور اگر خطا ہوئی تو ملاقات

میسر نہیں۔ پس بہ نیت کرکے تیر چلایا۔ اس تیر نے دونوں جانوروں کو چھیدا اور مع جانوروں کے امیر کے روبرو زمین پر آگرا اور حمزہ نے وہ تیر مہرنگار کا پہچان کر آنکھوں پر رکھا اور اشقر پر سے اُتر کر ان جانوروں کے پروں کو صاف کرنے لگے اور عمر بن عمیہ ان جانوروں کو لینے کے لیئے قلعہ سے باہر آئے اور دیکھا کہ ایک شخص پوستین پہنے ہوئے جانوروں کو صاف کر رہا ہے۔ عمر بولا کہ اے مرد وحشی یہ جانور تو میرا ملک ہیں تو ان کے پر کس لیئے نکالتا ہے۔ بھلا چاہتا ہے تو مجھے دے۔ غرض جب حمزہ نے عمر بن عمیہ کو دیکھا تو دل میں مسرور ہوئے اور شکرانہ خدا کا ادا کیا مگر عمر کی بات کا کوئی جواب نہ دیا تب عمر نے نزدیک آکر کہا کہ یہ جانور میرے ہیں مجھے دے۔ تب حمزہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے روبرو لا ڈالے ہیں تجھے ہرگز نہ دونگا۔ عمر نے کہا کہ مہرنگار نے تیر سے مارے ہیں پس تیر سے مارنا ہی شکار ہے جلد دو۔ امیر نے فرمایا کہ مہرنگار کون ہے۔ عمر نے کہا کہ حمزہ کی عورت اور نوشیرواں کی لڑکی ہے۔ تب حمزہ نے کہا کہ میں بھی حمزہ سے چل کر مہرنگار کے پاس کوہ قاف سے آیا ہوں۔ تب عمر نے پوچھا کہ حمزہ کس شغل میں ہیں۔ امیر نے فرمایا کہ شہرستان زریں میں اسما پری سے عیش میں مشغول ہیں اور مجھے مہرنگار کے پاس بھیجا ہے اور حمزہ کی حقیقت مہرنگار کے روبرو کہونگا۔ عمر نے کہا کہ سوار ہو میں تجھے مہرنگار کے پاس لیئے چلتا ہوں۔ امیر سوار ہوکر عمر بن عمیہ کے ہمراہ چلے۔ جب کافروں کی نظر امیر پر پڑی تو بزرجمہر سے کہا کہ اے خواجہ تو نے کہا تھا کہ حمزہ کوہ قاف سے اٹھارہ برس کے بعد آئیگا پس آج اٹھارہ برس تو تمام ہوئے اب حمزہ کہاں ہے۔ بزرجمہر نے کہا کہ دیکھو وہ سوار جو آتا ہے سو وہ حمزہ ہے۔ نوشیرواں نے کہا کہ یہ سواری حمزہ کی نہیں ہے یہ تو کوئی اور شخص ہے۔ پس امیر حمزہ جب خندق کے پاس آئے تو اشقر پر سے اُتر کر جست کی اور خندق سے پار ہوئے اور اشقر سے کہا کہ میں جب بلاؤنگا تب تو آیو۔ پس ژوپین نے دیکھا اور کہا کہ یہ گھوڑا جو امیر خندق پر چھوڑ گیا ہے جاکر جلد پکڑ لاؤ۔ تب مغل دوڑے اور اشقر کو گھیرا تو اشقر مغلوں پر دوڑا اور کسی کو لاتوں اور کسی کو دانتوں سے مارنے لگا۔ جب بہت مغل مارے گئے تب بھاگے۔ پھر اشقر کودا اور قلعہ میں گیا۔ تب نوشیرواں اور سب کافر بولے کہ اگر حمزہ کا گھوڑا ایسا نہ ہوتا تو اُسے یہ دلاوری کہاں سے ہوتی گھوڑا ہاتھ نہ آنے سے ژوپین اور بختک شرمندہ ہوئے۔ اور امیر اشقر پر سوار ہوکر مہرنگار کے محل میں گئے اور عمر نے اندر جاکر مہرنگار سے کہا کہ حمزہ نے کوہ قاف سے قاصد کو روانہ کیا ہے سو وہ کہتا ہے کہ حمزہ کا حکم ہے کہ پیغام مہرنگار کے کان میں کہوں کہ غیر نہ سُنے۔ مہرنگار نے کہا کہ وہ حقیقت کیا ہے سو وہ دریافت کرکے آؤ۔ تب عمر نے کہا کہ وہ کیفیت کیا ہے۔ اُس نے کہا کہ مجھے حکم امیر کا ہے کہ سوائے مہرنگار کے کوئی غیر نہ سُنے۔ تب عمر نے کہا کہ اے دیوانے مہرنگار کو آج تک آفتاب نے نہیں دیکھا تیرا گذر وہاں کیونکر ہوگا۔ امیر نے کہا کہ میں سوائے مہرنگار کے اور کسی سے نہ کہونگا

تب تو ناچار ہوکر پردہ باندھ کے اُدھر مہرنگار کو کھڑا کیا اور ادھر حمزہ کو یکایک حمزہ دوڑے اور مہرنگار کو سینۂ فراق دیدہ سے لگایا اور مہرنگار امیر کے قدموں پر گر پڑی۔ اتنے میں عمر جلدی سے پوستین وکلاہ نکال کر دیکھتے ہیں کہ حمزہ ہیں۔ محل میں عشرت و فرحت کا آواز اور شور پیدا ہوا اور سب کے دل میں دریاے خوشی اُبلنے لگا اور عاشق و معشوق مل کر خوب روئے اور حروفِ فراق دل کے دفتر سے دھوئے اور دیر تک عذر و معذرت میں مشغول رہے۔ غرض کہ دل ہاے خزاں دیدہ و فراق چشیدہ نے نسیم وصل سے سبز آبی تازہ و شادابی بے اندازہ حاصل کی۔ بعد اس کے امیر نے حقیقت کافروں کی دریافت کرکے مع فوج ظفر سوار ہوکر میدان کو عزت بخشی اور نقارے جنگ کے بجوائے اور امیر اشقر سوار نے گھوڑا میدان میں دوڑاکر فرمایا کہ جو کوئی جانتا ہو تو جانے نہیں تو اب پہچانے کہ میں حمزہ بن عبد المطلب ہوں کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے یہ توفیق رفیق دی کہ کوہ قاف میں جاکر میں نے گھوڑوں اور کتوں اور ہاتھیوں اور اونٹوں کے سروں والے دیووں اور بلاؤں کو گرفتار کیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے سلامت پہنچایا ہے۔ پھر عمر معدی کے پاس جو صندوق تھا وہ منگواکر عمر معدی سے کھلوایا اور اس میں سے ایک دیو پہاڑ کی مانند نکل بھاگا امیر نے اشقر کو دوڑاکر ایسی تلوار ماری کہ اُس کا سر گنبد کی مانند اُڑا تب امیر نے وہ سر کافروں کے لشکر میں پھینکا بہت سے کافروں کی کمر ٹوٹ گئی اور بہت سے کافر سوار ہوکر بھاگے تب امیر پکارا کہ کون مرد ہے جو میدان میں آئیگا۔ یہ سُن کر زوپین کا بھانجا میدان میں آیا اور امیر پر تلوار چلائی۔ امیر نے اُس کی تلوار روکی اور اس کی پنڈلی پکڑ کر اُٹھایا اور دوسرے ہاتھ سے دوسری پنڈلی پکڑ کر خدا کا نام لے کر اُسے چیر کر دو ٹکڑے کرکے کافروں پر پھینکے اور دونوں ہاتھوں سے تلواریں مارنے لگے اور ایسا مارا کہ خون کے دریا بہا دیے اور ان دریاؤں میں کافروں کے سر حباب کی مانند تیرتے تھے۔ غرض مارتے ہوئے نوشیرواں تک پہنچے۔ تب نوشیرواں اور زوپین آگے نکل بھاگے۔ یہ دیکھ کر امیر نے اپنے لشکر کو کہا کہ مارو ان بھاگنے والے کافروں کو۔ پھر عرب بھی کود پڑے اور اتنے کافر مارے کہ کشتوں کے پشتے باندھے اور لوتھوں پر لوتھیں گرادیں اور لہو کی ندیاں جاری ہوئیں۔ ان کا حساب خدا کو معلوم تھا کہ مُردوں کی کیا تعداد تھی۔ تب اسباب و خزانے و ہزار چوبی ڈیرے اور بارگاہ چہل ستون مع مال و متاع لوٹ میں ملا اور چار کوس تک ان کا تعاقب کیا۔ اور بعد فتح کے نقارے بجاتے ہوئے پھرے اور پاکیزہ مقام دیکھ کر ڈیرہ مذکور لگاکر امیر اس میں اُترے اور مجلس آرائی کا حکم دیا۔ تب ساقیانِ سیمیں ساق و مطربانِ خوش آواز حاضر ہوئے اور بعد تناول طعام کے پیالہ گردش میں آیا اور سب یاران حمزہ خوشی سے جشن میں مشغول ہوئے اور نوشیرواں بھاگ کر دمشق کو گیا۔ وہاں کا بادشاہ ہوم دمشقی تھا کہ چالیس من سونے کی

اینٹ میدان میں رکھ کر اُس پر پاؤں سے کھڑا رہتا اور چار سو پہلوان مل کر زور کرتے لیکن ہوم کا پاؤں ذرا نہ ہلا سکتے۔ اور جب ہوم اپنا پاؤں جھٹکتا تو وہ سب پہلوان دور جا گرتے۔ جب ہوم دمشقی کے پاس نوشیرواں جا اُترا تو بختک کو کہا کہ تو جا کہ ہوم دمشقی کو لا۔ تب بختک ہوم کے دربار میں گیا اور سجدۂ نیاز ادا کیا۔ اس حرکت سے ہوم نے کہا کہ جس بادشاہ کا وزیر یہ ہو البتہ وہ کیوں سرگردان نہ رہے۔ بختک نے تمام قصہ حمزہ کے مارنے اور نوشیرواں سے بھاگنے کا ابتدا سے انتہا تک عرض کیا۔ ہوم نے کہا کہ تو جا اور نوشیرواں کو یہاں لے آ اگر حمزہ یہاں آئیگا تو سزا پائیگا۔ بختک وہاں سے پھر کر آیا اور ہوم کی حقیقت نوشیرواں سے کہی۔ نوشیرواں نے کہا کہ اے حرام زادہ تو نے میرا رتبہ یہاں تک پہنچایا کہ میں یہاں آیا اور ہوم نے میرا استقبال نہ کیا۔ یہ کہ کر بختک کو کتنے درے مارنے کا حکم دیا۔ تب ژوپین گاؤمیش نے بزرجمہر کی خدمت میں عرض کی کہ اے وزیر نیک تدبیر آپ دست گیری کریں۔ تب بزرجمہر حسب ضرورت بڑے جاہ و حشم سے ہوم کے دربار میں تشریف لے گئے۔ تب ہوم نے اُن کے رعب سے تعظیم دے کر اپنے پاس بٹھلایا اور پوچھا کہ اے خواجہ آپ نے کدھر قدم رنجہ فرمایا۔ بزرجمہر نے کہا کہ ہفت کشور کا بادشاہ تمھاری طرف آئے اور تم استقبال نہ کرو یہ کیا بات ہے۔ بادشاہ کو جلد تخت پر بٹھاؤ۔ تب ہوم نے یہ دستور مع بزرجمہر استقبال کر کے بادشاہ کو لاکر تخت پر بٹھایا اور کہا بادشاہ خاطر جمع رکھ کہ اگر حمزہ یہاں آئیگا تو اُس کے کان جڑ سے جدا کرونگا۔ تب بادشاہ فراغت سے رہنے لگا (باقی داستان شب فردا) +

بیالیسویں داستان

جب سلطان سلطاں نشاں حلقہ فگن گوش گردن کشاں یعنے امیر کشور گیر جہاں ستاں امیر حمزہ نے نوشیرواں کو بھگایا اور سب مال اسکا لوٹا اور سب پہلوان اپنی اپنی کرسی پر بیٹھے اور چالیس روز خوشی سے جشن میں رہے تو ایک روز امیر نے عمر سے فرمایا کچھ خبر ہے کہ نوشیرواں بے ایمان کہاں ہے۔ عمر نے عرض کی کہ میں نے سُنا ہے کہ ہوم دمشقی کے ہاں پناہ لے کر آپ کا منتظر ہے۔ تب امیر نے بھی کوچ کیا اور بعد قطع منازل و طے مراحل دمشق میں پہنچے اور عباس کو فرمایا کہ ہوم کو نامہ رقم کرو تب عباس نے بعد حمد خداوند و نعت ابراہیم خلیل اللہ کے یہ مضمون لکھا کہ ہوم دمشقی کو معلوم ہو کہ میں حمزہ بن عبد المطلب ہوں اللہ تعالیٰ مجھے کوہ قاف میں لے گیا اور اٹھارہ برس میں وہاں کے سب دیو اور بلائیں فنا کیں اور میرے جانے کے بعد یہ کافر اٹھارہ سال تک مہرنگار کا قصد کر کے میرے لشکر کو ملک بہ ملک پھراتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے ستھراؤ کرنے کے لئے مجھے یہاں

پہنچایا تب میں نے ان سب کو مار کر بھگایا۔ اب یہ سب کافر جمع ہو کر تیرے پاس آتے ہیں۔ اگر تو بھلا چاہتا ہے تو اپنے مال کا خراج اپنی گردن پر لے کر حضور ہدایت معمور میں حاضر ہو کر دین ابراہیم خلیل اللہ کا قبول کریگا تو اس وقت نہیں تو تجھے جیتا سولی پر چڑھاؤنگا اور تیرے قلعہ کی اینٹ اینٹ جدا کر کے گدھے کا ہل پھراونگا اور تیرے لشکر کو ایسی خواری سے مارونگا کہ ماہیان دریا اور مرغان ہوا گریہ و زاری کرینگے۔ جب یہ خط تمام ہوا تو حمزہ نے عمر کو دیا۔ اور وہ ٹوپی جو دیوستان سے لائے تھے یاد کر کے عمر کو مرحمت فرمائی۔ عمر نے کہا کہ یہ میرے کس کام آئیگی۔ تب امیر نے وہ ٹوپی اپنے سر پر رکھی اور سب کی نظر سے غائب ہوئے۔ تب تو سب متعجب ہوئے۔ پھر حمزہ نے وہ ٹوپی سر سے اُتاری اور عمر کو دی۔ عمر نے اُس کو لے کر بوسہ دیا اور کہا کہ اول نوشیرواں پھر بختک اور تذوین کی بیٹیاں چرا لاتا ہوں۔ امیر نے فرمایا کہ اگر تو ایسا کام کریگا تو میں عالم مرداں میں بدنام ہونگا میں یہ ٹوپی ہرگز نہ دونگا۔ تب عمر نے کہا کہ ایسا کام نہیں کرونگا اور قسم کھائی۔ تب حمزہ نے ٹوپی عمر کو عنایت فرمائی۔ پھر عمر خط لے کر ہوم کے دربار میں گئے اور دربانوں نے ہوم کو خبر کی۔ جب تذوین نے نام عمر کا سنا تو سنتے ہی کہا افسوس ہے کہ اگر ہزار حمزہ ہوتے مگر عمر نہ ہوتا اور اس سے خدا کام نہ ڈالے۔ ہوم نے کہا کہ کیا وہ ایسا جوان مرد ہے۔ کہا کہ بڑے جوان مردوں کی داڑھیاں مونڈتا ہے اور خراج داڑھی کا لیتا ہے اور بڑے جوان مردوں کو لاتیں مار کر سر کے پیچھے نکالتا ہے۔ تب ہوم کے حکم سے عمر کو اندر بلایا۔ ہوم عمر کو دیکھ کر ہنستے ہنستے بے ہوش ہوا۔ تب عمر نے کہا کہ کیوں ہنستا ہے ابھی روویگا۔ ہوم نے کہا کہ ایسا کون ہے جو مجھے رولاویگا۔ عمر نے کہا کہ تجھے میں رولاؤنگا۔ تب ہوم نے کہا کہ پکڑو اس عیار کو۔ سپاہیوں نے پکڑنے کا قصد کیا اور عمر نے ٹوپی پہن لی اور سب کی نظروں سے غایب ہوا۔ تب سب کافر یہ دیکھ کر حیران ہوئے۔ عمر نے ہوم کی داھنی طرف آکر بازو پر ایسی لات ماری کہ اُس کا بازو کنپٹی تک پھرنے لگا۔ اور اس داھنی طرف ہوم کا وزیر بیٹھا تھا ہوم نے اُس کی گردن میں مکا مار کر کہا کہ اے حرام زادے تو نے مجھے کیوں مکا مارا۔ وزیر نے کہا غلام کا کیا مقدور ہے جو آپ کو مارے۔ پھر عمر نے بائیں طرف آکر ایک لات ماری اُس طرف تذوین بیٹھا تھا۔ ہوم نے کہا اے تذوین کیوں تو نے مارا۔ تب تذوین نے کہا کہ یہ کام عمر کا ہے۔ پھر ہوم نے دونوں ہاتھ پیٹ پر رکھے تا کہ عمر پیٹ میں چھری نہ مارے۔ تب تذوین نے کہا کہ عمر لاٹے تکے کریگا مگر کسی کو جان سے نہ مارےگا۔ القصہ عمر نے ایسی لاتیں ماریں کہ ہوم کا سر پھرنے لگا اور دور جاکر کھڑا رہا۔ تب عمر نے ٹوپی اُتار کر کھڑے رہکر کہا کہ اے ہوم میں نے کہا تھا مت ہنس کہ روویگا۔ تب ہوم نے کہا کہ میں تجھ سے کام نہیں رکھتا ہوں حمزہ ہے اور میں ہوں۔ عمر نے کہا کہ میرے خط کا جواب دے۔ ہوم نے خط پڑھ کر جواب دیا کہ حمزہ سے بولنا کہ

میری تیری جنگ ہے اور عمر کو ہزار درم دے کر رخصت کیا۔ عمر نے آکر امیر سے سب حال عرض کیا۔ تب امیر نے کہا کہ ہوم مجھے دکھا دے۔ عمر نے کہا کہ آؤ تو دکھاؤں۔ تب رات کو حمزہ مع عمر چل کر خندق سے پار ہوئے اور کنگرہ کو کمند لگا کر دیوار سے آگے نکل کر ایک دوکان میں سو گئے۔ جب فجر ہوئی اور ہوم کی زور آزمائی کا شور ہوا تو عمر نے اپنی وضع سوداگروں کی بنائی اور حمزہ کو کہا کہ جب کہوں کہ اے فولاد آ تب آنا۔ امیر نے قبول کیا اور دونو یار اُس غلغال میں گئے۔ ہوم نے سونے کی اینٹ پر پاؤں رکھا اور چار سو پہلوان مل کر زور کرنے لگے مگر ہوم کا پاؤں نہ ہلا سکے۔ تب ہوم نے اپنا پاؤں جھٹکا تو سارے پہلوان دور جا گرے۔ تب عمر ہوم کے سامنے گیا اور کہا اے بادشاہ میرا ایک زبردست غلام ہے اور ہمیشہ ایذا دیتا ہے تم کو اس وقت دیکھ کر عرض کرتا ہوں کہ آپ اُس کو آداب سکھلائیں۔ ہوم نے کہا بلاؤ اُس غلام کو۔ تب عمر نے پُکارا کہ اے فولاد آ۔ حمزہ آئے۔ تب بختک اور زوبین بولے کہ اس سوداگر کا ڈول اور چال عمر کا ہے اور جب عمر یہاں ہے تو حمزہ بھی ضرور ہوگا۔ یہ تصور کر کے لشکر کو تاکید کی کہ سب تیار رہو اور قلعہ کے دروازے بند کرو۔ جب روبرو گئے تو ہوم نے کہا کہ اے سوداگر تیرا غلام غلامی سے منکر ہوتا ہے۔ عمر نے کہا کہ بے ادب ہے ذرا نصیحت کرو۔ تب ہوم نے پاؤں اینٹ پر رکھ کر کہا کہ اُٹھا۔ حمزہ نے فرمایا پیش دستی نہیں کرتا ہوں اول تو میرا پاؤں اُٹھا پھر میں اُٹھاؤنگا۔ تب تو کافروں کو یقین ہوا کہ حمزہ یہی ہے کہ پیش قدمی نہیں کرتا ہے۔ امیر نے پاؤں اینٹ پر رکھا۔ ہوم نے زور کیا مگر امیر کا پاؤں سرمو نہ ہلا سکا بلکہ ہوم کی اُنگلیوں سے دس قطرہ لہو کے ٹپکے تب عاجز ہو کر پاؤں چھوڑ دیا اور آپ اینٹ پر رکھا۔ تب حمزہ نے اُس کافر کا پاؤں بائیں ہاتھ سے پکڑ کر اور خدا کا نام لے کر اُٹھایا اور زمین پر پچھاڑا اور عمر نے سونے کی اینٹ اُٹھا کر توبرے میں رکھ لی۔ زوبین نے تب لشکر کو پُکارا کہ حمزہ تنہا پیادہ ہے سب یکبارگی حملہ کرو پس وہیں کافروں نے امیر اور عمر پر نرغہ کیا تب حمزہ بھی تلوار خونخوار میان سے نکال کر کافروں پر پڑے اور تلوار بے دریغ مارنے لگے اور عمر حمزہ کی پشت پر رہ کر کافروں کو زربفت کے شیشہ سے جلاتے تھے اور شہر میں شور ایسا پڑا کہ گویا محشر برپا ہوا اور امیر کے پہلوان بھی قلعہ میں آگھسے اور مقبل جی توڑ کر لڑے۔ اور جب حمزہ بہت بے ہوش ہوئے تو ننگے سر ہو کر تلواریں دو دستی مارنے تھے۔ تب بختک نے کافروں کو اشارہ کیا تب سب کافروں نے عمر پر نرغہ کر کے حمزہ کی پیٹھ سے دور کیا۔ اور ہوم اولاد شوم نے پیچھے سے آکر تلوار حمزہ کے سر پر ماری کہ چار انگل کے برابر زخم ہو گیا۔ اور امیر ہوش میں آکر پھرے تا کہ مدعی کو ماریں وہ نامرد دوڑ کر اپنے کافروں میں جا چھپا۔ اور امیر لات سے دروازے کو توڑ کر باہر گئے اور خندق کے کنارے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ تب عرب کے پہلوان امیر کو اُٹھا کر اپنے لشکر میں لائے اور کافر باہر نکل کر امیر کی فوج سے لڑنے لگے۔ جب امیر کا لشکر حلب میں پہنچا تب حلب کے شاہزادے باہر آئے اور کافروں کو مار کر

امیر کو مع فوج قلعہ میں لیجا کر کے دروازے بند کر کے خندق میں پانی سے بھر کر فصیلوں پر سے کافروں کو مردار کرنے لگے۔ اور نوشیروان بے ایمان نے ہوم شوم سے پوچھا کہ حمزہ کے کس قدر زخم لگا ہے۔ تب ہوم نے کہا کہ حلق تک پہنچا ہے۔ نوشیرواں نے کہا کہ اگر اس قدر زخم لگتا تو حمزہ دروازہ نہ توڑتا حمزہ تو جیتا ہے مگر زخم کاری لگا ہوگا اب کس صورت سے قلعہ فتح ہو۔ بختک نے کہا کہ ہماری مدد کو سب ملکوں سے لشکر آئیگا کیونکہ سب طرف نامے لکھے گئے ہیں اور اب روز بروز لشکر جمع ہوتے ہیں جب سب جمع ہوئے تو پھر قلعہ کا لینا ادنیٰ کام ہے۔ نوشیرواں نے یہ کہ کر سب ملکوں میں حمزہ کی وفات کی خبر لکھی۔ چنانچہ جو بادشاہ اسلام تھے یہ حقیقت سن کر مکدر اور متفکر ہوئے اور ماتم غم و الم ادا کیا۔ اب یہ احوال سنو کہ ناصر شاہ کی جیٹی نے رومال مذکورسے جو اپنا جسم صاف کیا تھا سو خدا کی قدرت کاملہ سے وہ حاملہ ہو کر اس سے فرزند تولد ہوا تھا اور نام اس بچہ کا ناصر شاہ نے عمر بن حمزہ یونانی رکھا تھا اور تمام عالم اسے ناصر شاہ کا فرزند گنتا تھا غرض اس ایام میں وہ فرزند چوبیس برس کا ہوا تھا۔ نامہ بختک پہنچے پر ناصر شاہ نے عمر بن حمزہ کو کہا کہ جاکر بادشاہ کی مدد کرو اور ناصر شاہ نے یہ بھی کہا کہ حمزہ تیرا والد تھا۔ عمر بن حمزہ نے کہا کہ کیا ہوا جو تھا۔ غرض کہ عمر بن حمزہ اور ناصر شاہ حلب کو روانہ ہوئے اور کتنے دنوں میں کافروں کے لشکر میں پہنچے۔ جاسوسوں نے خبر کی کہ عمر بن حمزہ آیا ہے۔ بختک نے دربانوں کو تاکید کی عمر بن حمزہ کو زندہ نہ چھوڑنا اور ناصر شاہ کو آنے دو۔ غرض جب ناصر شاہ دربار میں آیا اور عمر بن حمزہ کو دربانوں نے منع کیا تب عمر بن حمزہ نے کئی ایک مکے چوب دار اجل رسیدہ کو ایسے مارے کہ وہ موذی مردار ہوا اور تمام دربانوں میں شور پڑا۔ تب یہ خبر نوشیرواں کو دیگئی تو بادشاہ نے ناصر شاہ کو کہا کہ تیرا بیٹا ہمارے چوب داروں کو کس واسطے مارتا ہے۔ جواب دیا کہ میرا فرزند دیوانہ ہوا ہے چوب داروں نے اسے اندر آنے سے منع کیا ہوگا پس اس نے اس لئے مارا۔ نوشیرواں نے چوب داروں کو اندر بلا کر پوچھا کہ ناصر شاہ کے فرزند کو اندر کیوں نہ آنے دیا بولے کہ ہمیں بختک نے حکم دیا تھا سو ہم نے ادا کیا۔ تب بادشاہ نے بختک کی طرف دیکھا تو اس ملعون نے بادشاہ کے کان میں کہا کہ حمزہ نے مہر نگار سے اقرار کیا تھا کہ دوسری عورت سے کبھی نہ ملونگا۔ پوچھا کہ یہ فرزند کس طرح تولد ہوا۔ تب بختک نے رومال کی حقیقت سنائی۔ تب بادشاہ نے عمر بن حمزہ کو بلا کر بٹھایا اور وہ آداب بجا لا کر بیٹھا اور بادشاہ کو سلام بھی نہ کیا۔ پھر سفرہ موجود ہوا اور انواع و اقسام کی نعمتیں حاضر ہوئیں اور تمام بادشاہوں اور وزیروں نے تناول کیں مگر عمر بن حمزہ نے کھانا نہ کھایا۔ تب بادشاہ نے کہا کہ اے جوان تو کھانا کس لئے نہیں کھاتا ہے۔ عمر بن حمزہ نے کہا کہ تیرا کھانا کھا کر تجھ سے لڑنا جواں مرد کا کام نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ تجھ سے کون جنگ کرتا ہے۔ تب عمر بن حمزہ نے کہا کہ تو نے میرے باپ کو مارا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ تیرے باپ کو ہوم دمشقی نے مارا ہے میں نے

نہیں مارا میرا تو صرف نام ہی ہے ہوم دشتی کا نہیں ہے۔ یہ کہ کر تازی نعمتیں منگا کر اُس کے آگے رکھیں اور عمر بن حمزہ نے تناول فرمایا اور جام مے ہائے ارغوانی کا بھرنے لگا۔ جب شراب پی کر خوش ہوئے تب ہوم نے کہا اے بختک بول کہ میں نے حمزہ کو کس قدر زخم مارا۔ بختک نے کہا تو ہی بیان کر۔ ہوم نے کہا ایسا زخم لگایا کہ اُس کے حلق تک تلوار پہنچی۔ تب عمر بن حمزہ سُن کر جوش میں آیا۔ ادھر ہوم لاف زنی کرنے لگا۔ تب عمر بن حمزہ نے کہا کہ اے کافر حرام زادے چپ رہ نہیں تو ابھی تیرا سر کاٹونگا ہوم نے کہا کہ یہ جوان کون ہے جو ایسا کہتا ہے۔ بختک مردک نے کہا کہ یہ حمزہ کا فرزند ہے۔ تب ہوم نے گرز نکال کر عمر بن حمزہ پر چلایا۔ اُس نے وہ گرز پکڑ لیا۔ عمر بن حمزہ نے اُس کے کان پکڑ کر نوشیرواں کے تخت پر دے مارا۔ تب اُس کو نوشیرواں نے بچا لیا۔ پھر ہوم اجل رسیدہ اُٹھ کر عمر بن حمزہ کے سامنے آیا تو عمر بن حمزہ نے تلوار خوں خوار نکال کر بر سر ناہنجار ایسی ماری کہ وہ کافر مردار ہو کر برابر دو ٹکڑے ہو کے دَاخِلُ النَّارِ وَالسَّقَرِ ہوا۔ تب نوشیرواں اور ترویں مع لشکر سوار ہوئے اور عمر بن حمزہ نے نعرہ مارا اور اُن کافروں میں پڑ کر ایسی تلواریں ماریں کہ اُن کے سر گنبد کی مانند اُڑتے اور قد لہو کے دریا میں بہتے تھے۔ اس عرصہ میں امیر کا زخم بھی اچھا ہو گیا تھا اور وہ ایک دن ملکہ مہرنگار کے پاس بیٹھے تھے کہ اتنے میں عمر بن حمزہ کے نعرہ کی آواز آئی۔ تب امیر نے عمر بن عمیہ کو فرمایا کہ جا کر دیکھو کون نعرہ مارتا ہے جلد خبر لاؤ۔ جب عمر بن عمیہ نے آکر دیکھا تو ایک جوان دلاور مثل شیر ہے۔ جب ناصر شاہ نے عمر کو دیکھا تو اُسے گلے لگایا۔ عمر نے پوچھا کہ یہ نوجوان کون ہے۔ تو ناصر شاہ نے کہا کہ یہ حمزہ کا فرزند ہے اور حقیقت روماں کی کہی۔ تب عمر خوش و خورم ہوا اور خلاقِ عالم کا شکر کرتا ہوا امیر حمزہ کے حضور میں آیا اور عرض کی۔ امیر بھی اُسی وقت مع فوج ظفر موج تیار ہو کر باہر آئے اور ہزار چوبی ڈیرہ استادہ کرا کر بیٹھے اور عمر بن حمزہ بھی کافروں کو مار کر فتح و نصرت سے آکر باپ کی جناب اقدس میں قدم بوسی سے مشرف ہوئے امیر نے فرزند ارجمند کو گلے لگایا اور سر و چشم کو بوسہ دیا اور اپنے ہاتھ سے ناصر شاہ کو خلعت فاخرہ عنایت فرمایا اور خنگ عنبر اسحاق کا فرزند کو مرحمت فرمایا اور شب و روز عیش میں رہنے لگے۔ اور نوشیرواں نے مدائن کی راہ لی۔ امیر تو مع فرزند جشن میں رہتے اور مہرنگار غم میں مبتلا اور کہتی کہ حمزہ کی شرط مجھ سے یہ تھی کہ سوائے تیرے عورت نہ کرونگا اور یہ فرزند کہاں سے پیدا ہوا ہے۔ امیر نے عمر بن عمیہ سے کہا کہ تم جا کر مہرنگار سے یہ حقیقت مفصل کہو۔ عمر بن عمیہ نے ہر چند کہ مہرنگار سے کہا لیکن اُس نے ہرگز نہ مانا اور کہا کہ جب تک صحبت نہ کرے کہیں اس طرح بھی فرزند پیدا ہوتے ہیں۔ عمر نے ہر چند قسمہائے شدیدہ کھا کر کہا لیکن مہرنگار نے نہ مانا۔ تب عمر نے آکر حمزہ سے کہا کہ میرا کہا ہرگز نہیں مانتیں۔ تب امیر نے کہا کہ ناصر شاہ اور عمر بن حمزہ جائیں۔ تب وہ گئے اور اداب و تسلیمات ادا کرکے حقیقت مذکور عرض کی۔ مہرنگار بظاہر قبول کرکے اور باطن میں نا قبول ہو کر اُن کو خلعت سے رخصت کرکے بر عادت موجودہ پر مغموم ہو رہیں۔ تب

امیر نے جا کر فہمایش کی تو مہرنگار بولی کہ جا عرب میں تیرے لایق نہیں ہوں اور تو مجھ سے کیا وفا داری کریگا میں نے جیسا کیا ویسا پایا۔ امیر کو یہ بات بہت سخت معلوم ہوئی۔ پس امیر نے فرمایا کہ میں تیرے لایق نہیں اولاد بن مرزبان تیرے لایق ہے۔ یہ فرما کر اولاد بن مرزبان کو بلا بند دور کر کے فرمایا کہ میں نے تجھ پر ظلم کر کے تیری عورت چھین لی تھی اب بے فکر لے جا میں اب ظلم سے توبہ کرتا ہوں اور تو مہرنگار کو لے کر اپنے ملک کو چلا جا۔ تب سب یاروں نے کہا کہ اے امیر یہ کیا کرتا ہے اور کیا خیال تجھے آیا ہے۔ امیر نے فرمایا کہ سوگند ہے اپنے پروردگار کی اگر مہرنگار صبح یہاں رہی تو جان سے مار دونگا۔ عمر بن عمیہ نے یہ خبر مہرنگار کو پہنچائی۔ تب مہرنگار اپنے کئے پر پریشان اور پشیمان ہوئی لیکن کچھ فایدہ نہ ہوا۔ مہرنگار عمر بن عمیہ سے بولی کہ تم یا مقبل حلبی میرے ہمراہ چلو۔ عمر نے کہا کہ ابھی تو مقبل کو لیجاؤ پھر میں بھی حاضر ہونگا۔ غرض مقبل حلبی نے آکر امیر سے عرض کی کہ اگر حکم ہو تو میں مہرنگار کے ہمراہ جاؤں۔ تب امیر نے فرمایا جاؤ۔ تب مقبل قدم بوس ہو کر اپنے سواروں سمیت مہرنگار کے ہمراہ روانہ ہوا۔ اور مہرنگار مع اپنے غلامان و کنیزک وہاں سے روانہ ہوئیں اور اولاد بن مرزبان سے کہلا بھیجا کہ تو ایک کوس دور ہم سے اُتر۔ وہ بولا کہ حمزہ نے کہا ہے کہ مہرنگار سے کبھی جدا نہ رہیو مگر یہ جو میری جان بخشی کی ہے سو ہی غنیمت ہے میں دو کوس پر جا اُتروں گا۔ یہ کہلا بھیجا اور بدستور دور اُترتا رہا۔ جب اپنے شہر کے اندر پہنچا تو پہلے اپنے چھوٹے بھائی کو مہرنگار کے استقبال کے لئے بھیجا مقبل نے اس کے کان میں آہستہ سے کہا کہ اولاد بن مرزبان بوڑھا ہے اور مہرنگار اس پر راضی نہیں ہے۔ اور تو جوان ہے البتہ تجھ کو قبول کریگی تو جا اور اولاد بن مرزبان کو مار ڈال تو مہرنگار تیرے نکاح میں آئیگی۔ تب وہ موذی گیا اور اپنے بھائی کا سر کاٹ کر مہرنگار کے دربار میں روانہ کیا۔ تب مقبل نے اُس غلغال میں اولاد کے چھوٹے بھائی کو بھی خنجر سے مار ڈالا اور تمام شہر اپنے قبضہ میں لے کر فراغت سے رہنے لگے۔ اور امیر کے غصہ ہونے کی خبر سب ملکوں میں مشہور ہو چکی تھی تروین نے سُن کر دو لاکھ سوار جریدہ ہمراہ لیا اور وقت فرصت غنیمت جان کر مہرنگار کو ہاتھ میں لانے کے ارادہ سے وہاں پہنچا مقبل نے قلعہ کا دروازہ مضبوط بند کر کے خندقیں پانی سے بھر کر بہادروں کو جنگ کے واسطے فصیلوں پر چڑھا کر لڑائی شروع کی۔ ان دنوں امیر کا غصہ بھی کم ہوا مگر غیرت کے مارے بول نہیں سکتے تھے۔ اور ادھر مہرنگار دل فگار فراق حمزہ سے اشک بار و مغموم رہتی تھی اور ادھر عمر بھی شب و روز اس غم جان گداز دل سوز سے بے عیش و مغموم و محزون رہتے تھے۔ ایک روز عمر بولے کہ اے حمزہ اتنے روز میں تمہاری خدمت میں رہا۔ اب معلوم ہوا کہ تم بے وفا ہو تم سے دور ہونا اور الگ رہنا بہتر ہے۔ امیر نے فرمایا کہ تو میرا غلام نہیں ہے۔ تسلیم کی اور اولاد بن مرزبان کے شہر کی راہ لی اور دیکھا کہ تروین نے لشکر قلعہ سے ٹکرا دیا ہے۔ تب کیفیت معلوم کر کے وہاں سے واپس ہوا۔ اور وہاں امیر حمزہ اپنے یاروں کو فرمایا کرتے تھے کہ تم

میرے ساتھ کس لئے بیٹھے ہو جاؤ شکار کھیلو۔ تب یاران حمزہ مع عمر بن حمزہ اپنے یاروں کو فرماتے اور شکار کھیلتے تھے۔ عمر بن عمیہ نے دیکھا اور عمر بن حمزہ کو بلایا اور کہا کہ جلد چلو تم سے مجھے کچھ کام ہے۔ تب عمر اے اور امیر زادہ پس پشت روانہ ہوئے اور زوبین کے لشکر میں پہنچے۔ تب عمر نے امیر زادہ سے کہا کہ اے فرزند حمزہ حمزہ بول کر دو دستی تلوار مارنا شروع کرو۔ تب امیر زادہ ہر بار تلوار مارتا تھا اور یہاں تک تلواریں ماریں کہ زوبین کے نشان بردار تک کٹ گئے اور اس کو ایسی تلوار ماری کمر تک پہنچ گئی پھر قصد زوبین کا کیا وہ ملعون بے ہمت نامرد بے دین بھاگ گیا۔ لیکن ہزار خرابی سے بجانب اُس کا لشکر بھاگا تا کوہستان میں جاکر بہمن کی پناہ لی اور حمزہ و نوشیرواں کا حال مفصل عرض کیا۔ اور عمر بن عمیہ مہرنگار کو مع مقبل و عمر بن حمزہ و لشکر کے کر وہاں سے نکلے اور امیر کے لشکر سے چار کوس پرے اُترے اور آپ امیر کے خیمہ کے نزدیک مغموم ہو کر آ بیٹھے۔ عمر معدی نے یہ خبر جاکر حمزہ سے کہی کہ عمر دربار کے نزدیک غمگین بیٹھا ہے۔ حمزہ نے فرمایا کہ اُس چور کو بلا لاؤ۔ عمر معدی گئے اور ہر چند کہا کہ امیر بلاتے ہیں۔ عمر نہ آیا۔ پھر امیر آپ آئے۔ تب عمر بھاگنے لگا۔ آخر امیر سوار ہو کر عمر کے پیچھے چلے۔ عمر ہر بار پھر کر حمزہ کو دیکھتا اور بھاگتا تھا۔ تب امیر نے غصہ ہو کر فرمایا کہ اے چور کھڑا رہ نہیں تو مارا جائیگا یہ کہکر تیر و کمان ہاتھ میں لیا۔ تب عمر نے خیال کیا کہ اگر خدانخواستہ مار بیٹھا تو بڑی قباحت ہے۔ تب دوڑ کر امیر کے قدموں پر آ گرا۔ امیر نے عمر کو گلے لگایا اور پوچھا کہ اتنے روزوں تک کہاں تھا عمر نے کہا کہ مہرنگار کے حضور عصمت معمور میں تھا۔ حمزہ نے کہا کہ مہرنگار کہاں ہے۔ عمر بولا کہ آؤ بتاتا ہوں۔ تب حمزہ عمر کے ہمراہ چلے اور مناسب وقت پر یہ بیت پڑھا **فرد**

پرسد ز دوستاں کہ کجا می رود امیر ❊ مستان راچہ پرسی بر یار می رود

حمزہ جب مہرنگار کے محل میں گئے تب مہرنگار امیر کے قدموں پر گری اور امیر نے دیوانوں کی طرح گلے لگایا اور جدائی کے دفتر آب دیدہ سے دھوئے اور اتنا روئے کہ چشمے پانی کے جاری ہوئے اور مہرنگار بولی **رباعی**

من بندہ گناہ کردم دیدم پریشانی ❊ ہم رنج بسے کردم ہم نیز پریشانی

عیبے نباشد از تو کہ برمن مہار دو ❊ مجنوں ز آستانہ لیلی کجا رود **فرد**

تو خواہی آستیں افشاں تو خواہی دامن اندر کن ❊ مگس گاہے نخواہد رفت از دکان حلوائی

پھر خوش وقتی سے اپنے لشکر میں آئے اور خزاں نصیب چمن دلاں نے بہار تازہ پائی اور چالیس روز عیش میں رہے (باقی داستان شب فردا) ❊

تینتالیسویں داستان

جب عیش کی مدت تمام بہ فرحت انصرام و مسرت تمام و بہ عشرت انجام پائی تو یاروں سے مشورت

فرمائی کہ میں اب نوشیرواں کے پاس جاتا ہوں اور اُسکی رضامندی سے مہرنگار کو نکاح میں لاتا ہوں پس ساعت سعید میں مدائن کیطرف روانہ ہوئے۔ یہ خبر جب نوشیرواں کو ہوئی تو استقبال کرکے ہزار تعظیم سے لیجاکر پہلوان جہانگیر کو کرسی پر بٹھایا۔ بعد تناول اور شراب نوشی کے عمر اُٹھ کر ادب گاہ پر دست بستہ کھڑا رہا۔ نوشیرواں نے مخاطب ہوکر پوچھا کہ اے عمر تیرا کیا مطلب ہے۔ تب عمر بن عمیہ بولے کہ تمہاری رضامندی سے مہرنگار کا حمزہ سے نکاح کر دینا مناسب ہے۔ نوشیرواں نے کہا کہ میری رضامندی ہے اور میں نے اپنی خوشی سے قبول کیا تب سب دوستان حمزہ خوش ہوئے۔ اور امیر نے شراب پیتے پیتے آہ کرکے کہا کہ اے بختک اب زوبین کہاں ہے۔ تب بختک نے کہا میں سنتا ہوں کہ کوہستان گیا اور بہمن لہراسپ کی پناہ لی ہے۔ تب امیر نے فرمایا کہ ہیہات وہ کافر اٹھارہ سال تک میرے حرم کو ستاکر میرے ہاتھ سے جان سلامت لے گیا۔ بختک نے کہا اے امیر اب تو اُسکا ملک خالی ہے اگر امیر متوجہ ہوں تو عیال و اطفال اُس بدخصال کے تمہارے قبضہ میں آوینگے۔ امیر نے حالت نشہ میں سوگند کھائی کہ قسم ہے مجھے پروردگار کی جبتک کہ زن و فرزند نابکار حمزہ کے میرے ہاتھ نہ آوینگے تب تک نام بیاہ کا زبان پر نہ لاؤنگا۔ عمر نے کہا کہ اے امیر تم نے بے فکر قسم کھائی کچھ اندیشہ نہیں کیا **فرد** بودنی بود ہرچہ خواہد بود غم بدل و شستن نہ دار سود۔ غرض امیر نے اُسی وقت کوچ کیا اور ایک جنگل میں آئے وہاں شکار بہت تھا ایک روز شکار مارنے کیلئے مقام کیا۔ جب شکار کے لیئے سوار ہوئے تو ناگاہ عمر بن حمزہ کے آگے سے ایک ہرن نکلا اور عمر بن حمزہ نے اُسکا پیچھا کیا اور ہرن ٹھکانے پہنچا عمر بن حمزہ بھی وہاں گئے اور دیکھا کہ نیچے ایک لشکر اُترا ہے۔ اتنے میں عمر معدی اور عمر بن عمیہ بھی وہاں پہنچے۔ امیرزادے نے یہ لشکر ان کو بتاکر فرمایا کہ ہم تین شخص اس لشکر کو لوٹتے ہیں۔ تب تینوں بہادروں نے لشکر کے نزدیک آکر ایک نفر کو پکڑا اور پوچھا کہ یہ لشکر کسکا ہے۔ وہ بولا کہ یہ لشکر زوبین کے برادرزادوں کا ہے۔ ایک کا نام نار ترک اور دوسرے کا نام غار ترک ہے اور یہ زوبین کے عیال و اطفال کو لئے جاتے ہیں کیونکہ اُس زوبین نے سنا ہے کہ حمزہ کا قصد کاوش کا ہے اگر میرے زن و فرزند اُسکے ہاتھ آئینگے تو فضیحت پائینگے یہ خیال کرکے نیستان کو بلایا ہے سو وہ دونوں پہلوان لئے جاتے ہیں۔ یہ سنکر ہر سہ دلاوران مثل شیر غران اُس گلہ گوسفندان میں پڑے اور نعرہ مارکر تلواریں مارنا شروع کیں۔ تب نار ترک نے میدان آراستہ کیا اور امیرزادہ بھی اُن کے مقابل میں کھڑا رہا۔ تب نار ترک نے گرز اُٹھایا اور عمر بن حمزہ نے سپر سے رد کیا۔ نار ترک نے گرز مارا تو امیرزادہ نے اسکے پھرتے وقت ہاتھ لنبا کرکے اسکا کمربند پکڑ کر قائش زمین سے اُٹھاکر سر سے بلند کرکے پھرایا اور فرمایا بول خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا برحق ہے اگر نہ کہیگا تو ایسا پٹکونگا کہ تیرا جسم زمین سے پیوند ہو جائیگا۔ وہ پہلوان مسلمان ہوا اور امیر نے آہستہ سے زمین پر اُتارا۔ پھر غار ترک نے آب گھوڑا اُٹھاکر امیرزادہ پر حملہ کیا۔ اور امیر بن حمزہ نے اُسکا وار رد کیا اور اُسے بھی بدستور سر سے بلند کرکے فرمایا کہ بول خدا ایک ہے۔ غرض کہ وہ بھی مسلمان ہوا۔ پھر امیرزادہ زوبین کے حرم میں آیا اور امیرزادے کی نظر اُلفت منتظر زوبین کی ہمشیرہ گلچہرہ نامی پر پڑی اور عاشق ہوئے۔ اور معدی زوبین کی عورت پر عاشق ہوا۔ باقی رنگیمی زوبین کی ماں۔ تب عمر بن عمیہ بولے کہ اے یارو عجب

تمہارا انصاف ہے کہ جوانوں کو تم لوگوں نے قبول کیا اور بوڑھی میرے لیئے چھوڑ دی جو سات سو برس کی ہے
تب امیر نے کہا کہ اے عمر بوڑھی کو میرے حوالے کر کہ یہ اپنی دختر کی خدمتگاری کریگی۔ عمر نے اُسے امیرزادہ کے
حوالہ کیا۔ تب پہلوان نے مع عورتوں و اسباب کے حمزہ کے پاس آکر حقیقت گذشتہ مفصل عرض کی امیر نے ژوبین
کی والدہ سے فرمایا کہ دیکھ تیرے فرزند نے اٹھارہ سال تک میرے حرم کا پیچھا کیا اللہ تعالیٰ نے اُسکو مقہور کر کے
اُسکے حرم و فرزند کو میرے ہاتھ میں دیا۔ مشغولہ ہے کہ چاہ کن را چاہ در پیش اب تیری رضامندی سے تیری دختر
میرے فرزند کے ساتھ نکاح کرے ایسا داماد تمام دنیا میں نہ ملیگا۔ وہ بولی کہ میں دل و جان سے رضامند ہوں
پھر امیر نے ژوبین کی عورت سے فرمایا کہ اے نیکبخت عمر معدی تیرے مرد سے جوانمردی میں ہزار حصے بہتر ہے
قبول کر۔ وہ بولی اے جہانگیر مجھے آدمی سے منسوب کیجئے یہ تو دیو ہے زنہار قبول نہ کرونگی۔ تب عمر عیار نے اُسے
بہت سمجھایا تو وہ مسلمان ہوئی اور معدی کے ساتھ نکاح کیا۔ تب امیرزادے نے عمر کو فرمایا کہ جا قاضی کو لے آ
عمر نے باہر جا کر شکل قاضی کی بنا کر بڑے کر و فر سے دستار لفنی اور جامہ پہنے ہوئے کہ جس کی آستین میں اونٹ کا
بچہ آجائے اور ایک عصا ہاتھ میں لے کر آئے تمام اہل مجلس متعجب ہوئے اور کہا کہ ہم نے ایسا قاضی لشکر میں نہیں
دیکھا۔ امیر نے فرمایا کہ یہ قاضی مردان غیب سے ہے۔ تب موافق رواج دین ابراہیم کے عمر بن حمزہ و عمر معدی کا نکاح پڑھا
اور نکاح خوان کو امیر نے ہزار دینار دیئے۔ اتنے میں عمر پھر اصلی صورت میں آموجود ہوا۔ بعد ازاں تمام پہلوان جشن
میں رہے۔ پھر امیر کوچ کر کے ژوبین کے قلعہ پر پہنچے تو ژوبین کی ماں نے امیر سے کہا کہ اے امیر قلعہ مضبوط ہے اُسکو
لینا مشکل ہے قلعہ دار کو خبر ہوئی تو وہ دروازہ بند کر دیگا۔ پہلے میں جا کر قلعہ اپنے قبضہ میں لاتی ہوں تم دس
پہلوان مجھے دو۔ اُس کے کہنے سے امیر نے عمر بن حمزہ و عمر معدی و لندھور وغیرہ سات پہلوان دیئے۔ وہ
بوڑھی جب شہر کے پاس آئی تو قلعہ دار نے سنا کہ غنیم کا لشکر آیا ہے فوراً دروازے بند کر کے خندقیں پر آب
کیں۔ اتنے میں تار ترک میدان میں آئے اور پکارے کہ ہم ژوبین کے برادرزادے ہیں اور ژوبین کو لیجاتے ہیں ہم
حمزہ کے ملنے سے بھاگ کر آتے ہیں جلد دروازہ کھولو۔ تب قلعہ دار نے خان ترک اور تار ترک کو دیکھتے ہی دروازہ
کھولا اور اندر بلایا۔ تب پہلوانان عرب کو ساتھ لے کر مع خویش دامن عمر بن حمزہ قلعہ میں جھٹ داخل ہوئے۔
قلعدار نے جب پہلوان عرب کے دیکھے تو ژوبین کی ماں سے کہا کہ اے خاتون یہ کون ہیں۔ وہیں عمر معدی نے
ایک گرز اُس کے سر پر مارا کہ مغز اُس کا باہر نکل آیا اور جہنم کی راہ لی اور قلعہ عمر بن حمزہ کے تصرف میں آیا۔
اور قاصدوں نے یہ خبر امیر کو پہنچائی کہ آپ کے اقبال سے قلعہ ہاتھ آیا۔ تب حمزہ مع لشکر قلعہ میں داخل ہوئے
ژوبین کی ماں نے کہا کہ شہر قبہ زرین سے آراستہ کرو۔ اہلکار حکم بجالائے اور امیر پر سے دینار نثار کیئے اور
نقارے خوشی کے بجائے اور امیر نے شان و شوکت سے لباس نوشاہی پہنا اور جشن شادی کا آراستہ کیا اور
مہرنگار کو عروس بنانا شروع کیا (باقی داستان شب فردا) +

(تمام شد جلد دوم)

داستان امیر حمزہ

جلدِ سوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین

چوالیسویں داستان

امیر حمزہ بن عبد المطلب کا مہرنگار بنت نوشیرواں شاہ ہفت کشور سے نکاح ہونا اور قباد شہریار بن حمزہ اور سعد بن عمر بن حمزہ کا پیدا ہونا

راویان اخبار و ناقلان آثار اس طرح سے روایت کرتے ہیں کہ امیر حمزہ نے جب ترکستان کا قلعہ لیا تب زوبین کی ماں کو فرمایا کہ یہاں کا مال نکالو۔ پس بموجب حکم کے مال باہر نکالا گیا تب امیر نے حکم دیا کہ لشکر کے لوگوں کو بانٹو کہ عرب کے لشکر میں کوئی فقیر نہ رہے۔ اس کے بعد مبارک دن اور نیک ساعت دیکھ کر عمر بن عمیہ نے امیر کا نکاح مہرنگار سے پڑھا۔ اور حمزہ مہرنگار کے ساتھ عیش سے محل میں رہنے لگے اور اپنی جگہ عمر بن حمزہ کو مجلس میں بٹھایا۔ عمر بن حمزہ عرب کے تمام پہلوانوں کے ساتھ مجلس کرتے اور شراب پیتے تھے۔ عمر معدی مست ہوئے اور لندھور پر نظر کی اور کہا کہ اے لمبے آدمی تیری کیا قدرت ہے کہ مجھ سے بڑے درجے پر بیٹھے۔ لندھور نے کہا کہ اے بڑے پیٹ کے امیر نے مجھے اس جگہ پر بیٹھنے کو فرمایا سو میں بیٹھا ہوں اور ہمیشہ یہاں ہی بیٹھتا ہوں تو کون ہے جو منع کرتا ہے اور تیری کیا قدرت ہے

کہ مجھ سے بولے۔ عمر معدی نے کہا کہ امیر نے ہرگز تجھے بلندی پر بیٹھنے کا حکم نہ دیا ہوگا مگر تو اپنے آپ بیٹھتا ہے۔ تب لندھور بولا کہ اے عمر تو شراب پی کر بدمستی کرتا ہے اور باتیں ناہنجار بکتا ہے ہوش سے باتیں کر۔ تب عمر معدی نے کہا کہ تو کیا کتا ہے جو تیرے پر بدمستی کرونگا۔ یہ کہ کر کئی ایک مکے لندھور پر چلائے۔ لندھور ہنسا اور چپ ہو رہا۔ عمر بن حمزہ نے یہ حال دیکھ کر معدی کرب کو پکارا اور کہا اے بے ادب کیا بدمستی کرتا ہے۔ تب عمر معدی نے کہا کہ تو کون ہے جو مجھ سے اس طرح بولتا ہے چپ رہ ورنہ تجھے بھی کچھ دونگا۔ تب تو عمر بن حمزہ کو تاب نہ رہی اور اپنی کرسی سے اُٹھ کر کئی ایک مکے معدی کرب کی گردن میں ایسے مارے کہ عمر معدی اپنی کرسی پر سے زمین پر گرا اور سر میں ذرا سی چوٹ لگی تب شور پڑا اور امیر محل سے باہر آئے اور تمام حقیقت پوچھی۔ عمر بن حمزہ بولے کہ وہ میرے حضور میں بدمستی کرتا تھا جو میں نے کئی ایک مکے اُس کی گردن میں مارے۔ امیر نے فرمایا کہ تیری کیا قدرت کہ میرے یار کو مکے مارے۔ عمر بن حمزہ نے کہا کہ اول عمر معدی نے لندھور کو کئی ایک مکے مارے اور میری اہانت کی اس واسطے میں نے مارا۔ امیر نے فرمایا کہ لندھور جانے اور وہ جانے اگر لندھور اُسے بُرا مانتا تو اس وقت وہ آپ ہی مارتا کیونکہ وہ بھی عمر معدی جیسے بڑا پہلوان ہے اور تو نے جو میرے پہلوان سے بے ادبی کی سو کیا سبب ہے۔ عمر بن حمزہ نے کہا کہ عمر معدی نے میرے حضور میں بے ادبی کی اس واسطے میں نے اُسکے مکے مارے اور اگر دوسری بار کریگا تو مکے کیا اُس کے کان سر سر سے اُکھاڑ دونگا۔ امیر نے فرمایا کہ اے فرزند چپ رہ نہیں تو تجھے زمین پر ایسا دے ماروں گا کہ چھٹی کا دودھ باہر نکلیگا کہ پھر کبھی اس طرح سے بے ادبی نہ کریگا۔ عمر بن حمزہ نے کہا کہ ایسا کون ہے جو مجھے زمین پر گرائے اگر مرد ہے تو سوار ہو اور مار۔ امیر سانپ کی مانند غصے میں آئے اور پیچ و تاب کھا کر فرمایا کہ اشقر پر زین کر کے لاؤ۔ القصہ زین لگا لائے اور تمام لشکر لے کر امیر سوار ہوئے۔ تب شہر میں شور ہوا کہ باپ اور بیٹے کی لڑائی ہے۔ شہر کے سارے لوگ تماشا دیکھنے کے لئے جمع ہوئے۔ اور امیر و عمر بن حمزہ نے باہر آکر فوجیں آراستہ کیں۔ امیر نے اشقر پر سوار ہو کر اُس کو میدان میں جولان دیا اور فرزند کو بُلایا اور فرزند نے جنگ کا ارادہ کیا اور خنگ کو آگے چلایا مگر خنگ اپنی جگہ سے نہ ہلا اور نہ ایک قدم آگے بڑھا۔ ہر چند کہ عمر بن حمزہ نے بہت کچھ جدّ و جہد کی لیکن خنگ کو کچھ اثر نہ ہوا۔ امیر نے فرمایا کہ او کم عقل وفاداری اس جانور چارپایہ سے سیکھ کہ یہ جانتا ہے جو تو میرے سے لڑتا ہے یہ سمجھ کر وہ نہیں چلتا۔ اتنے میں عمر بن حمزہ پیادہ ہوئے۔ اور امیر بھی پیادہ ہوئے تب عمر بن حمزہ دوڑے اور امیر کی کمر کی دوال پکڑی اور ایسا زور کیا کہ انگلیوں سے دس قطرہ خون کے ٹپکے۔ تب کمر سے ہاتھ چھوڑا اور کہا کہ اے امیر اب تم زور کرو۔ تب امیر نے ہاتھ بڑھا کر عمر بن حمزہ کی کمر کی دوال پکڑی اور زور فرما کر سر پر اُٹھا کے ایسا پھرایا کہ تمام شہر اور لشکر کے

لوگوں نے آفرین کی پھر امیر نے آہستہ سے فرزند کو اُتارا اور گلے لگایا اور سر کو بوسہ دیا۔ اور عمر بن حمزہ شرمندہ ہوئے اور باپ کے پاؤں پر گر پڑے اور کچھ نہ بولے۔ القصہ چند روز رات دن عیش میں رہے۔ جب کتنے دن گذرے تو گل چہرہ کو حمل ہؤا اور ایسا ہی مہرنگار کو بھی۔ جب نو مہینے گذرے تو دونوں کے فرزند تولد ہوئے۔ پس دونوں لڑکوں کو امیر کے پاس لائے۔ امیر نے دونوں کو بہت پیار سے گود میں لیا اور پوتے کا نام سعد بن عمر رکھا اور اپنے فرزند کا نام رکھنے میں عذر کیا اور کہا کہ یہ نوشیرواں کا نواسہ ہے۔ تب عمر سے کہا کہ اے دوست تو شتابی مدائن کو جا اور مہرنگار کے ماں باپ کو خوشی کی خبر پہنچا۔ پس عمر اُسی وقت روانہ ہوئے اور چھ مہینے کا رستہ دو روز میں طے کر کے تیسرے دن بیس گھڑی کے بعد مدائن پہنچے۔ تمام عالم کو عجب معلوم ہؤا۔ عمر یکایک دربار نوشیرواں میں آئے۔ بادشاہ نے پوچھا اے عمر کیا خبر لایا ہے کہ بڑی جلدی آیا۔ عرض کی کہ نواسہ مبارک ہو۔ نوشیرواں سُن کر بہت خوش ہؤا اور نوبت خوشی کی بجانے کو فرمایا۔ پھر عمر نے نام رکھنے کے لیئے عرض کیا۔ تو نوشیرواں نے کہا کہ اُس کا نام قباد شہریار رکھو۔ عمر نے یہ خبر جا کر زرینہ کفش والدہ مہرنگار سے کہی کہ نواسہ مبارک ہو۔ زرینہ کفش یہ سُنکر بہت خوش ہوئی اور عمر کو اتنا مال دیا کہ حساب اُس کا خدا جانے۔ غرض عمر امیر کی خدمت میں آئے اور چھٹی بڑے دھوم دھڑکے سے ہوئی اور سب کو معلوم ہوا کہ نوشیرواں نے قباد شہریار نام رکھا ہے امیر اور سب یار بہت خوش ہوئے۔ غرض کہ دونوں فرزندوں کو سونے کے گہوارہ میں سُلا کر اچھی طرح سے پرورش کرنے لگے۔ جب یہ دونوں چار چار برس کے ہوئے تب عمر بن امیہ کے حوالے کیئے تا کہ وہ انہیں ادب اور ہنر سکھائیں۔ جب یہ دونوں بچے پانچ پانچ برس کے ہوئے تو انہیں جو دیکھتا اُس کی آنکھ آسودہ ہوتی۔ اور ان کی پیشانی پہ بادشاہت کا ستارہ چمکتا تھا۔ اور جب امیر ان دونوں کو دیکھتے تو بہت شاد ہوتے (باقی داستان شب فردا) ✣

پینتالیسویں داستان

کہنے والے نے اس خبر کی اس طرح روایت کی ہے کہ قباد شہریار کا جب تولد ہؤا اور شروین کو خبر پہنچی تب اُس نے نوشیرواں کو لکھا کہ اے نوشیرواں خوب سمجھ اور واقف ہو کہ حمزہ اب تک شاہی عزت نہیں رکھتا تھا کہ اُس کے گھرانے میں بیٹا پیدا ہؤا اب بتحقیق جان کہ جب وہ بڑا ہؤا تو تجھ کو جیتا ہی معزول کریگا یا مار ڈالیگا اور اپنے بیٹے کو بٹھا دیگا کیونکہ وہ وارث تخت ہے پس میرا یہ خط دیکھتے ہی یہاں آؤ اور بہمن کہتا ہے کہ میں حمزہ کو مانتا ہوں۔ اور بہمن ارجاسپ نامرد نہیں کہ حمزہ اُس پہ غالب ہو جائیگا۔ اگر ایک مرتبہ حمزہ آیا تو اگر دو ہزار جان بھی رکھتا ہوگا

تو ایک بھی سلامت نہ لے جائیگا۔ اگر بہمن اُسے ماریگا تو تیرے ملک کا کانٹا نکل جائیگا اور تیری سلطنت تیری اولاد کو ملیگی۔ اور بختک اور دوسرے بادشاہ جو نوشیرواں کے مقرب تھے اُنہیں بھی کاغذ لکھا اور قاصد کو دیا۔ قاصد خط لکھ کر تھوڑے دنوں میں پہنچا اور نوشیرواں نے وہ خط پڑھا اور کہا کہ حمزہ مجھ سے ہرگز بدی نہ کریگا۔ تب بختک اور دارا نے کہا کہ ژوبین نے جو کچھ لکھا ہے وہ سچ ہے۔ اور بزرجمہر نے کہا کہ یہ بات حمزہ سے ہرگز نہ ہوگی۔ اس کے بعد کافر جب موقع پاتے تھے تو نوشیرواں کا دل امیر کی طرف سے پھراتے تھے اور کوہستان چلنے کی رغبت دیتے تھے۔ آخر اُنہوں نے نوشیرواں کو شہر سے نکالا اور لے چلے۔ جب یہ خبر بہمن کو پہنچی کہ بادشاہ ہفت کشور یعنے نوشیرواں عادل حمزہ کے ظلم سے تیری پناہ میں آتا ہے تو اُس نے کتنی ایک منزلیں بادشاہ کا استقبال کیا۔ اور بڑی عزت و تکریم سے نوشیرواں کو شہر میں لایا اور تخت پر بٹھایا۔ اور کہا کہ حمزہ کا مارنا میرا عہدہ ہے شہنشاہ اس سے خاطر جمع رکھیں۔ اس وقت ژوبین نے کہا کہ اگر تو حمزہ کے پاس خود جاتا تو بہتر ہوتا کیونکہ حمزہ کو کیا غم ہے جو وہ یہاں آئے گا۔ تب بہمن نے کہا کہ اول اُس کی طرف پیغام بھیجنا چاہیئے اگر وہ آیا تو بہتر نہیں تو ہم ہی روانہ ہونگے اور حمزہ کو باندھ کر بادشاہ کے حوالہ کرینگے۔ تب بہمن نے دبیروں کو حکم دیا کہ تم امیر حمزہ کو نامہ رقم کرو۔ دبیروں نے بہمن کے حکم سے نامہ لکھا۔ اول تعریف لات و عزّیٰ و منات کو چک پھر آتشکدۂ نمرود و صندوق زنگبار اور بُت پرستوں کے نام لیکر یوں لکھا کہ بہمن ارجاسب کی طرف سے حمزہ کو معلوم ہو کہ تیرے ظلم و تعدی کے ہاتھ سے نوشیرواں بادشاہ ہفت کشور اور شاہ وشہریار و ژوبین و کاؤس میری پناہ میں آئے ہیں سو اب مجھے فرض ہوا کہ تجھ کو باندھ کر نوشیرواں کے حوالہ کروں۔ پس اگر تو آیا تو بہتر و الا میں تیرے پاس آتا ہوں اور کام کرتا ہوں۔ جب یہ نامہ مرتب ہوا تب بہمن نے ایک قاصد کو دیا اور قاصد خفیہ روانہ ہوا۔ بعد از قطع منازل و طے مراحل بہت مدت کے بعد وہ امیر کے لشکر میں پہنچا اور دربار میں آیا اور دربانوں سے کہا کہ حمزہ کو خبر کرو کہ کوہستان سے قاصد آیا ہے۔ دربان دوڑے اور خبر کی۔ امیر نے فرمایا کہ قاصد کو اندر بُلاؤ۔ جب امیر کے حکم قضا شیم سے قاصد روبرو آیا اور خط دیا تو امیر نے اُس خط کو پڑھا اور کہا کہ جو کوئی بدبخت ازلی ہے اُسے ہم کیا کریں۔ میں ہر چند چاہتا ہوں کہ نوشیرواں آرام و آسایش کے ساتھ اپنے ملک میں بیٹھے اور بے وسواس بادشاہی کرے لیکن وہ اپنی بدبختی سے بادشاہی نہیں کرتا میرے ہاتھ سے آپ سے آپ زحمت کھینچتا ہے۔ اور اب میرا کیا گناہ ہے جو وہ مجھ سے برگشتہ ہوکے بہمن ارجاسپ کے پاس پناہ لینے کو گیا ہے۔ بعد ازاں قاصد سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ جا کہ بہمن سے کہہ کہ میں وہیں پہنچتا ہوں۔ یہ کہہ کر عمر معدی کرب سے فرمایا کہ پیش خیمہ باہر نکالو۔ پھر اپنے یاروں کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے یارو ہمارے گھر میں کوئی تخت پر بیٹھنے والا نہ تھا اب

خدائے تعالیٰ نے وارث تخت کا پیدا کردیا ہے اور نوشیرواں نے بھی بغض پکڑا ہے اور عداوت جانی اور بغض قلبی رکھتا ہے۔ پس لازم ہے کہ قباد کو تخت پر بٹھاؤں کیونکہ کہ تخت پہنچتا ہے۔ غرض کہ سب یار شاد ہوئے اور تخت آراستہ کر کے اچھے دن اور نیک ساعت میں قباد شہریار کو تخت شاہی پر بٹھایا اور بہت زر و گوہر نثار کئے اور امیر آپ پہلوانی کی کرسی پر بیٹھے اور حکم مجلس آرائی کا کیا۔ پس اُسی وقت ساقیان ساق و مطربان خوش آواز نے پیالہ ہائے مرصع کار و صراحیان جواہر نگار لا کر حاضر کیں اور شراب کا دور چلنے لگا۔ چالیس دن اور راتیں مجلس مہیا رہی۔ بعد ازآں کوہستان کی طرف روانہ ہوئے اور منزل بہ منزل چلنے لگے جب نزدیک پہنچے اور بہمن کو خبر ہوئی کہ حمزہ نزدیک آیا ہے۔ تب اُس نے ہومان نامی اپنے فرزند کو بلا کر فرمایا کہ اے فرزند سنا ہے کہ حمزہ عرب سے آیا ہے۔ اب تو دس ہزار سوار سے جا اور اُن کی راہ بند کر کہ اُس پہاڑ پر نہ چڑھ سکیں اور اُس کے لشکر کو گرزوں اور تیروں اور بانوں سے مار کہ وہ گھاٹ پہاڑ کا ہے وہاں نہ چڑھیں۔ غرض کہ ہومان اپنے باپ کے حکم سے پہاڑ کے درے میں آیا اور راہ امیر کے لشکر کی باندھی۔ جب معدی کرب کی فوج پہنچی اور پہاڑ کے نیچے سے اُوپر آنا چاہتا تھا تب سو سو من کا ایک ایک پتھر اور تیر و بانوں کی مار ہومان کے لشکر سے ہونے لگی۔ تب عمر معدی پہاڑ کے نیچے کھڑے رہے۔ جب لشکر اسلام کے دوسرے پہلوان آئے اور عمر معدی سے حال پوچھا تو اُس نے کہا کہ ہم جب سے کوہستان میں آئے تب مخالفوں نے راہ باندھی ہے۔ تب یہ حال سُن کر وہ بھی کھڑے رہے اور اس فکر میں تھے کہ کیا کریں کہ اتنے میں عمر بن حمزہ آئے اور لشکر کو کھڑا دیکھ کر فرمایا کہ کیا حقیقت ہے۔ پہلوانوں نے عرض کی۔ تب عمر بن حمزہ گھوڑے پر سے اُترے اور ڈھال سر پہ اور تلوار ہاتھ میں لے کر پہاڑ پر چڑھنے لگے۔ تب استقفانوش اور ملک لندھور بھی آئے اور امیر زادے کے ہمراہ چلے۔ تب انہوں نے اپنے لشکر سے کہا کہ سو سو دو دو سو من کا پتھر اُن پر ڈالو۔ تب ہومان کے لشکر والوں نے پتھر ڈالنے شروع کئے۔ پہلوانان عرب نے ڈھالیں سر پہ لیں اور پتھروں کی مار اُٹھا کر اُوپر چڑھنے لگے۔ غرض کہ عمر بن حمزہ پہاڑ کے اُوپر آئے اور کافروں میں پڑے اور مارنے لگے اور ہومان پسر بہمن کھڑا لڑتا تھا آخر اُس کا لشکر تاب نہ لا سکا اور بھاگ گیا اور دس سوار سے باپ کے پاس گیا باقی مارے گئے۔ تب بہمن نے پوچھا کہ اے فرزند یہ کیا کیا۔ اُس نے کہا کہ اول جا کر عرب کے لشکر کی راہ باندھی کہ اتنے میں سر لشکر حمزہ کا پیدا ہوا ہم نے بہت سے پتھر اور تیر مارے وہ وہیں کھڑا رہا۔ اس عرصے میں دوسرا لشکر پیدا ہوا وہ بھی وہیں کھڑا رہا۔ اس عرصے میں تیسرا لشکر پیدا ہوا وہ بھی وہیں کھڑا رہا۔ ان کے بعد ایک مرد کوتاہ قد

آیا اور گھوڑے سے اُتر کر ڈھال سر پر لے کر تلوار ہاتھ میں لی اور پہاڑ پر چڑھنے لگا۔ پھر دو پہلوان عرب کے اُور آئے اور اس کوتاہ قد عرب کے شریک ہوئے پس ہمنے اُن پر پتھر اور تیر اور بان مارے لیکن کچھ اثر نہ ہوا اور اُن کی خاطر میں کچھ نہ آیا۔ غرض کہ ہم ان کو نہ ہٹا سکے اور جب وہ ہم پر آکر گرے تو ہمارا لشکر بہت مارا گیا اور لڑائی کی تاب نہ لا سکے اور بھاگے۔ بہمن نے ہومان سے جب یہ باتیں سُنیں تو زیر بند منگا کر اُس کو مارا اور کہا اے حرام زادے تو اگر میرا جنا ہوتا تو تین چار عربوں سے مُنہ نہ پھراتا۔ تب زوبین نے کہا اے بہمن ہومان کا کچھ گناہ نہیں ہے کیونکہ وہ بہت سخت بلا ہے انہیں باتوں میں تھے کہ لشکر عرب کا نمودار ہوا۔ تب بہمن نے کہا کہ اے بختک مجھے حمزہ کو دکھا۔ بہمن نے کہا کہ سوار ہو۔ غرض کہ بہمن سوار ہوا اور سارے لشکر سے آگے بڑھ کر میدان میں آیا۔ اتنے میں امیر کے لشکر کے نشان پیدا ہوئے اور ایک نشان کے نیچے چون گز قد کا آدمی کہ جس کا پیٹ گھوڑے کے قد برابر بڑا ہوا تھا نمودار ہوا اور چودہ ہزار سوار اُس کی پشت کے پیچھے تھے۔ اسی کی صورت کے چالیس پہلوان آئے۔ پس وہ بختک سے پوچھتا تھا کہ حمزہ یہی ہے اُس نے کہا کہ نہیں۔ بعد اس کے سات سو ہاتھی داہنی طرف اور سات سو بائیں طرف ایک سو وال گز کا آدمی فیل منگوسی پر سوار پیدا ہوا۔ بہمن نے پوچھا یہ کون ہے۔ بختک نے کہا اسے لندھور کہتے ہیں اور یہ سراندیپ کا بادشاہ ہے۔ بعد اس کے دو چھتر کے مراتب سے شہر شہپال کے فرزند پیدا ہوئے۔ پھر اورنگ اور گورنگ پیدا ہوئے۔ پھر یونان کے شہزادے آئے۔ بہمن نے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ بختک نے سب کا نام بتایا۔ اس کے بعد روم کی سپاہ آئی رومی سات بھائی تھے۔ ان کے بعد تارنرک اور غارنرک برادر زادۂ زوبین کاؤس کے آئے۔ پھر حلب کے شہزادے۔ پھر نوشیرواں کی سپاہ اور سردار شیر بابک شیروانی آیا۔ بہمن نے پوچھا یہ کون ہے۔ بختک نے کہا کہ یہ نوشیرواں کا سالار ہے جو حمزہ سے ملا ہے۔ بہمن نے یہ بات سن کے سر ہلایا اور کہا کہ حمزہ کچھ چھوٹا آدمی نہیں ہے۔ بعد ازاں مُقبل پیدا ہوا۔ پھر ریحان آیا ریحان کے ساتھ مصر کا بادشاہ نظر آیا۔ اور کندن کے چھتر کے نیچے عمر بن حمزہ کا فرزند گھوڑا گد گداتے ہوئے۔ بہمن نے پوچھا یہ کون ہے۔ بختک نے کہا کہ یہ سعد بن عمر بن حمزہ یعنی امیر کا پوتا ہے۔ اس کے بعد عمر بن حمزہ بڑے جاہ و جلال سے نمودار ہوئے۔ بعد ازاں آواز دور دور کی پیدا ہوئی اور دیکھا کہ بارہ ہزار عیار پا پیادہ اور ان سب کے آگے کاغذ کی ٹوپی اور نمد کا کرتہ پہنے ہوئے عمر تھا اور چند بہادر آدمی زرہ لگائے اور کمند شمشیر بند ہاتھ میں لیے ہوئے ظاہر ہوئے بہمن نے پوچھا کہ یہ آواز کیسا ہے بختک نے کہا کہ عیاران بلا انگیز آتے ہیں۔ تب بہمن نے دیکھا کہ عمر کودتا پھاندتا آتا ہے اور اُس کے تمام عیار زرہ پوش اور طولہ پوش گھوڑوں کی باگ ڈور ہاتھوں

ہیں پکڑے ہوئے آتے ہیں۔ بہمن نے کہا کہ یہ عیار پیادہ کیوں ہیں۔ بختک نے کہا کہ صاحب انکا پیدل ہے اس لئے یہ بھی پیادہ ہیں۔ بہمن ہنسا۔ اتنے میں نشان علم اژدہا پیکر کی آواز پیدا ہوئی۔ بہمن نے پوچھا کہ یہ آواز کاہے کی ہے۔ بختک نے کہا کہ یہ آواز حمزہ کے نشان کی ہے پس اُس کے آتے ہی قباد شہریار اور باقی شاہ و شہریاران و پہلوانانِ عرب سب نمودار ہوئے اور علم کے نیچے آفتابِ عرب یعنے حمزہ بن عبد المطلب نمودار ہوا اور اُس کے پیچھے گیارہ ہاتھی اور تیس ہزار غلام ترکی و ختنی و حبشی و مصری و رومی و زابلی و چینی و فرنگی و ہندی پیدا ہوئے اور تمام پہلوان عرب کے سر جھکائے ہوئے آرہے تھے۔ بہمن نے خوب غور کرکے امیر کو دیکھا کہ حمزہ کوتاہ قد ہے لیکن سامان لڑائی کا اُس سے محکم ہے۔ یہ کہہ کر نوشیرواں سے بہمن نے کہا کہ اے شاہ ہفت کشور آج حمزہ کو اُتر کر دم لینے دے کیونکہ حمزہ دور دراز سفر سے راہ چل کر آیا ہے اور منزل کا تھکا ماندہ ہے اگر میں اُس سے اس وقت لڑونگا اور فتح پاؤنگا تو لوگ کہینگے کہ حمزہ سفر کا تھکا ماندہ تھا اس سبب سے بہمن نے اُس پر فتح پائی۔ پس فجر کو نقارہ لڑائی کا بجائینگے۔ غرضکہ بہمن کے کہنے سے نوشیرواں نے طبل بازگشت کا بجایا اور شہر میں آکر اُترے اور امیر بھی اپنی بارگاہ کے خیمہ میں آئے اور بھائی عباس کو فرمایا کہ بہمن کی طرف نامہ رقم کرو۔ تب عباس نے امیر کے حکم سے نامہ لکھا کہ بعد حمد خداوند و تعریف ابراہیم خلیل اللہ کے بہمن ارجاسپ کوہستانی کو معلوم ہو کہ میں حمزہ بن عبد المطلب ہوں اور اٹھارہ برس کوہ قاف میں اکیلا گیا تھا اور وہاں کے دیووں اور بلاؤں کو جو خدا نے پیدا کی تھیں ان سب کو تہ تیغ کیا اور خدا کے فضل و کرم سے سلامت پھرا ہوں اور شہریاروں کو حلقہ بگوش کیا۔ اور خوب یاد رکھ کہ میں نے نوشیرواں سے کچھ بدی نہیں کی اور اُس نے خود اپنی رضامندی سے مجھے اپنی بیٹی دی۔ اور میرے پیچھے زوبین اور دوسرے کافروں نے مل کر میرے حرم کا پیچھا کیا اور جب میں کوہ قاف سے باہر آیا تب بھی اُسے معاف کیا اور مدائن رہنے کو قرار دیا تو بھی وہ زوبین اور بختک کے کہنے سے مجھ سے پھرا اور میرے تلف کرنے کے واسطے تجھ سے ملا ہے اب تجھے لازم ہے کہ یہ نامہ دیکھتے ہی نوشیرواں اور زوبین کو باندھ کر بمعہ خراج کا لیکر ہماری بارگاہ گردوں آساس میں حاضر ہو تو تجھ کو میں اپنے لشکر کا سردار کرونگا۔ اور اگر اس شرط سے سرتابی یا گردن اونچی کی تو یہ جان لے کہ وہ قیامت برپا کرونگا کہ تو نے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھی ہو۔ جب یہ خط تمام ہؤا تو امیر نے کہا کہ یہ خط کون لیجائیگا۔ عمر نے کہا کہ یہ کام میرا ہے امیر نے فرمایا کہ تجھے بہمن کا خط پہنچانے نہ بھیجوں گا کیونکہ میں سنتا ہوں کہ بہمن مرد دانا اور نامور ہے اور تو وہاں جا کر اُس سے بے ادبی کریگا یہ خط وہ لیجائے جو اپنے اُوپر رنج اٹھائے۔

اور اس سے کچھ نہ کہے۔ تب عمر بن حمزہ اپنی جگہ سے اُٹھے تسلیم بجالائے اور کہا کہ اگر حکم ہو تو میں جاؤں اور جواب خط کا لاؤں۔ تب امیر حمزہ نے وہ خط اپنے فرزند ارجمند کے حوالے کیا۔ پس عمر بن حمزہ اُسی وقت گھوڑے پر سوار ہوئے اور بہمن کی طرف اکیلے گئے رستہ میں کیا دیکھا کہ مخالف اپنے لشکر کے گھوڑے لئے جاتے ہیں اور چرواہا پکار رہا ہے اور اُن کے پیچھے جاتا ہے۔ تب عمر بن حمزہ نے چرواہے کو حرمایا کہ یہ کیا فریاد ہے۔ چرواہے نے کہا کہ ہمارے لشکر کے گھوڑے چرتے تھے یکایک بہمن کا لڑکا آیا اور گھوڑوں کو پکڑ لئے جاتا ہے۔ تب عمر بن حمزہ نے چرواہے سے پوچھا کہ وہ کہاں ہے۔ اُس نے کہا کہ دور نہیں ہے بہت نزدیک ہے۔ پس عمر بن حمزہ نے خنگ کو تیز رو کیا اور ایک پلک جھپکنے میں اُسے دیکھا اور پکارا کہ اے کافر بچے اگر مرد ہے تو کھڑا رہ نہیں تو میرے ہاتھ سے کہاں جائیگا۔ ہومان نے جب عمر بن حمزہ کو دیکھا تو فوج سے بڑھ کر آگے کھڑا رہا اور کہا تو کون ہے۔ کہا کہ میں امیر حمزہ کا بیٹا ہوں۔ تب ہومان نے کہا کہ خیر یہ نہ کہنا کہ خبردار نہیں کیا یہ کہہ کر عمر بن حمزہ پر تلوار سے حملہ کیا۔ پس تلوار اُس کی روکی اور دوسرے ہاتھ سے اُس کی کمر کی دوال پکڑ کر اور رکاب سے پاؤں نکال کر اُس کے گھوڑے کو ایسی لات ماری کہ اُس کے نیچے سے نکل کر دس قدم پر جا پڑا اور ہومان امیر زادے کے ہاتھ میں رہا۔ امیر زادے نے ہومان کو سر پر لیجا کر پھرایا اور کہا کہ اے کافر بچے بول کہ خدا ایک ہے اور دین ابراہیم خلیل اللہ کا برحق ہے۔ ہومان نے کہا کہ اے امیر زادے مجھے امان دے پس امیر زادے نے اُسے آہستہ سے اُتارا اور زمین پر چھوڑا اور کہا کہ جہاں تیرا جی چاہے جا۔ پس ہومان امیر زادے کے قدموں پر گرا اور پوچھا کہ آپ کہاں جاتے ہو۔ تب عمر بن حمزہ نے کہا کہ خط لے کر تیرے باپ کے پاس جاتا ہوں۔ تب ہومان نے کہا کہ اگر ہے تو یہ حال کسی سے نہ کہنا۔ عمر بن حمزہ نے کہا کہ ہرگز نہ کہونگا۔ پس ہومان پہلوان نے گھوڑے عمر بن حمزہ کو دیے اور آپ شہر میں گیا اور باپ کے دربار میں جا بیٹھا۔ امیر زادے نے بھی اپنے گھوڑے چرواہے کے آگے کئے اور آپ بہمن کی طرف چلے۔ جب دروازے کے نزدیک پہنچے تو دربانوں کو کہا کہ جلد جا کر بہمن کو خبر دو کہ عمر بن حمزہ آیا ہے۔ تب دربان دوڑے اور خبر کی۔ بہمن نے کہا کہ اندر آنے دو۔ تب عمر بن حمزہ اندر آئے تو کہا السلام علیکم اے خواجہ بزرجمہر۔ تب بزرجمہر نے کہا کہ وعلیکم السلام اے فرزند۔ تب ہومان نے کہا اے فرزند حمزہ تو نے بادشاہ کے ہوتے وزیر کو سلام کیا اور بادشاہ کو نہ کیا اس کا کیا سبب ہے۔ تب عمر بن حمزہ نے کہا کہ ہمارا سلام اُن پر ہے جو خدا کو واحد جانتے ہیں اور دین حضرت ابراہیمؑ کا برحق مانتے ہیں۔ یہ کہہ کر عمر بن حمزہ نے وہ خط بہمن کو دیا۔ بہمن نے لفافہ کھول کر خط پڑھا اور پھاڑ کر پھینک دیا۔ تب عمر بن حمزہ نے کہا

کہ اے بہمن کیا کروں کہ امیر نے مجھے حکم دیا ہے کہ تجھ سے بے اعتدالی نہ کروں اس واسطے چپ ہو رہا ہوں ورنہ ابھی تیرا کام تمام کرتا۔ تب بہمن نے کہا کہ اے ہومان پکڑ اس عرب کو۔ تب ہومان نے غنیمت جان کر امیر زادہ پر تلوار کھینچی اور حملہ کیا۔ امیر زادہ نے ہاتھ لمبا کرکے اُس کی تلوار کا قبضہ پکڑ لیا اور دوسرے ہاتھ سے ایسا مکا اُس کی گردن پر مارا کہ ہومان زمین پر گرا۔ تب بہمن کا بھائی بہمن روز نام تلوار کھینچ کر عمر پر دوڑا اور حملہ کیا۔ امیر زادہ نے اُس کی تلوار بھی روکی اور اسے بھی زمین پر پچھاڑا۔ پھر بہمن کا دوسرا بھائی بہمن کوچک گرز لے کر عمر بن حمزہ پر آیا۔ امیر زادے نے اُسے بھی کمان سے زمین پر گرایا اور کہا کہ اے بہمن اپنے باپ کا حکم میں نے نگاہ رکھا کہ ابھی تک میان سے تلوار نہیں نکالی نہیں تو تو دیکھتا کہ دربار میں کیسا لہو کا نالہ چلتا کہ تمام عالم آفرین کرتا۔ تب بہمن نے کہا کہ اے فرزند حمزہ جو کچھ کہ تو بولتا ہے سو تجھے زیادہ پایا آفرین ہے تیرے باپ کو کہ تجھے جنا اور شاباش تیری ماں کو کہ جس نے تجھے دودھ پلایا۔ اسکے بعد بہمن نے شاہانہ خلعت منگا کر اپنے ہاتھ سے عمر بن حمزہ کو پہنایا اور کہا اپنے باپ کے پاس جا کر بول کہ صبح کو تیرا اور میرا معرکۂ جنگ ہے دیکھئے بخت کس کا یاری دیتا ہے۔ پس امیر زادہ کو رخصت کیا۔ غرض عمر بن حمزہ سوار ہو کے امیر کے پاس آ کر تمام حقیقت کہی۔ امیر نے فرزند کو گلے لگایا اور بہت نوازا اور تمام رات عیش و عشرت کرکے کاٹی۔ جب فجر ہوئی تو نقارے کی آواز نوشیرواں کے لشکر سے آئی تب مردوں نے ہتیار باندھے اور نامردوں نے بھاگنے کی راہ لی۔ جب لشکر میدان میں آیا تو جاسوسان حریف نے حمزہ کو خبر دی کہ نوشیرواں نے لڑائی کا نقارہ بجوا کر جنگ کا قصد کیا ہے۔ امیر نے کہا کہ بہ تکیہ فضل ایزدی ہمارے یہاں بھی نقار خانے میں حکم کرو کہ جنگ کا طبل بجائیں اور امیر نے اپنے سلاح منگا کر بدن پر آراستہ کئے۔ اور اور قباد شہریار تاج شاہی بر سر و چادر و قبا شاہنشاہی در بر موتیوں سے مرصع کٹار ناف کے آگے اور پشت کے آگے پیچھے سپر کا گولا کر قلب لشکر میں کھڑے ہوئے۔ اور حمزہ تمام دست راست و چپ سے مجرا لیتے ہوئے سرداری کے چالیس قدم آگے کھڑے ہوئے۔ تب نقیبوں نے پکارا کہ اے مردان بکوشید تا جامہ زنان نہ پوشید ؎

روز جنگ سخت جنگ باید کرد ؞ کوشش نام و ننگ باید کرد

یہ کہہ کر کہا کہ کون مرد ہے جو میدان کا قصد کریگا اور اپنے باپ دادا کا نام روشن کریگا۔ تب عمر بن حمزہ نے طبل جنگ بجوا کر علم کو جلوہ دیا اور گھوڑے سے اُتر کر باپ کی خدمت میں آ کر عرض کی کہ اگر حکم ہو تو میدان میں جاؤں۔ امیر نے کہا کہ جاؤ تمہیں خدا کو سونپا عمر بن

حمزہ خنگ پر سوار ہو کر کدا تے ہوئے میدان میں آئے۔ تب ہومان اپنے باپ کے فرمان سے میدان میں آیا اور عمر بن حمزہ کے مقابل کھڑا رہا اور زین فربوز سے گرز نکالا اور امیر زادے پر چلایا۔ امیر زادے نے اُس کی ضرب ڈھال پہ روکی۔ غرض اُس سگ بچہ نے ایسا گرز مارا کہ اُس کی آواز دونوں لشکروں کے ہر ایک آدمی نے سُنی اور عمر بن حمزہ نے اُس کا حملہ رد کیا اور اپنا ہاتھ بڑھا کر اُس کی کمر کی دوال پکڑی اور گھوڑے پر سے اُٹھایا اور امیر کے سامنے لائے اور زمین پر پٹکا۔ امیر نے عمر سے کہا کہ اسے قید کرو اور عمر بن عمیہ نے مشکیں باندھا۔ اور عمر بن حمزہ پھر میدان میں آئے۔ تب بہمن رور میدان میں آیا اور تلوار کھینچ کر عمر بن حمزہ پر چلائی۔ امیر زادہ نے ایک ہاتھ سے اس کی تلوار روکی اور دوسرے ہاتھ سے اُس کی کمر کی دوال بھی پکڑ کر گھوڑے پر سے اٹھایا اور امیر کے پاس لا کر چھوڑا۔ لوٹ کر پھر میدان میں آئے تو بہمن کو چک میدان میں آیا۔ راوی یوں روایت کرتے ہیں کہ عمر بن حمزہ نے اُسے بھی پکڑا۔ تب تو بہمن ارجاسپ کو تاب و طاقت نہ رہی نعرہ مار کر گھوڑا اُٹھایا اور سات سو من کا گرز قربوز سے نکال کر عمر بن حمزہ کے سر پہ مارا۔ عمر بن حمزہ نے ڈھال سر پہ لی۔ امیر نے دیکھا اور کہا کہ یا الٰہی تو میرے فرزند کو اس کافر کے ہاتھ سے نگاہ رکھ۔ بہمن نے جب گرز عمر بن حمزہ کی ڈھال پر مارا تب اس گرز اور ڈھال کی کوفت سے آگ کا ایک شعلہ نکلا اور آسمان پہ گیا۔ اور تین سو ساٹھ رگ جو بے خبر تھی خبردار ہوئی اور امیر زادہ کے ہر بُن مو سے پسینہ بہ نکلا اور خنگ اسحاق بنی تاب نہ لا سکا۔ تب امیر زادہ نے پکارا کہ اے بہمن ایک حملہ اور کر۔ کہا اے عرب تو ہنوز جیتا ہے۔ عمر بن حمزہ نے کہا کہ بحکم خدا سے ابتک تو جیتا ہوں یہ کہ کر ڈھال مُنہ پر سے اُتاری۔ بہمن نے کہا کہ اب تو حملہ کر۔ عمر بن حمزہ نے کہا کہ میں نے دو حملے تجھ کو دیئے ہیں۔ تب بہمن نے دونوں پاؤں رکاب میں استوار کرکے اور تمام قوت خرچ کرکے گرز پھر مارا۔ امیر زادہ نے وہ بھی رد کیا۔ پھر تو امیر زادہ کی بار آئی تب ہزار من کا گرز اُٹھا کر گھوڑا دوڑا کے بہمن کے سر پہ مارا۔ اور بہمن نے عمر بن حمزہ کا وہ گرز رد کیا۔ پھر تو دونوں میں گرز در گرز ہونے لگی یہاں تک کہ آفتاب مارے ڈر کے آسمان میں جا چھپا۔ پھر کھڑے رہے اور ہاتھ تلواروں پر پہنچائے اور ایک پر ایک اتنی تلواریں ماریں کہ تلواروں کی دھاریں آری کی طرح ہو گئیں۔ تب ہاتھوں میں نیزے پکڑ کر آپس میں نیزہ بازی کرنے لگے۔ بہمن نے امیر زادہ کا سینہ بیچ کینہ تاک کر نیزہ مارا۔ امیر زادہ نے اُس کا وار اپنے نیزہ کی نوک پر رد کیا آگ کی چنگاریاں جھڑیں اور آواز پیدا ہوئی۔ یہاں تک نیزہ بازی ہوئی کہ نیزوں کی نوکوں کے ٹکرانے سے چقا چق کی آواز کا تار بندھ گیا تھا۔ نہیں ناظرو نہ آتا فکر

دو نیزہ دو بازو دو مرد دلیر ❊ تو گوئی کہ بودند دو نرہ شیر

غرض کہ ان دونوں میں ایسی نیزہ بازی ہوئی کہ ان کے نیزے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے۔ تب دونوں زور کرنے لگے اور ایسا زور کیا کہ دونوں پہلوان گھوڑوں سے گرے اور پیادہ ہوکر زور کرنے لگے نہ اسے فتح اور نہ اُسے ظفر کہ اتنے میں رات ہوئی۔ تب بہمن نے کہا کہ اے پسر حمزہ آفرین ہے تیرے ہاتھ اور بازو پر۔ اب تک تیرا سوا کوئی نہ اٹھا اب استراحت کرو۔ عمر بن حمزہ نے کہا کہ میں پیٹھ نہ پھیرونگا اول تو جا بعد میں جاؤنگا۔ تب بہمن امیر زادہ کی کمر کی دوال میں ہاتھ ڈال کر زور کرنے لگا آخر پہر رات تک زور کیا اور کچھ نہ ہوا۔ تب بہمن نے سوچا کہ پسر حمزہ پشت نہ پھیریگا اس لئے دوال کمر سے ہاتھ چھوڑ گھوڑے پہ سوار ہوا اور کہا اے پسر حمزہ اب تو بھی سوار ہو اور اپنے لشکر میں جا۔ تب عمر بن حمزہ گھوڑے پہ سوار ہوکر اپنے لشکر میں آئے اور امیر نے بیٹے کو گلے سے لگایا اور بہت نوازش فرمائی اور پوچھا کہ اے فرزند بہمن کو کیسا پایا۔ عمر بن حمزہ نے عرض کی بعد آپ کے اگر جہان میں بہادر ہے تو بہمن ہے۔ اور بہمن جب میدان سے گیا تو نوشیرواں کی خدمت میں گیا تب نوشیرواں نے خلعت منگا کر بہمن کے آگے رکھا۔ بہمن نے کہا کہ اے بادشاہ تو مجھ سے مسخری کرتا ہے کہ خلعت پہناتا ہے۔ تب زوبین نے کہا کہ اے بہمن کہ سوائے تیرے کون ہے جو ان سے مقابلہ کرے۔ غرض بہمن غمگین ہوکر اٹھا اور محل میں گیا۔ اب یہاں کا حال سنو کہ جب حمزہ نے فرزند کو نوازا تو بہمن کے قرابتیوں کو جو پکڑے آئے تھے بلا کر کہا کہ اے کوہستانیو میرے فرزند نے تم کو کس طرح سے پکڑا۔ کہا کہ جس طرح مرد مردوں کو اور شیر شیروں کو پکڑتے ہیں۔ امیر نے فرمایا کہ خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیم خلیل اللہ برحق ہے۔ تب وہ کوہستانی بولے کہ اے امیر ہمیں مسلمان کرنا تب تک موقوف رکھ جب تک کہ بہمن تمھارے ہاتھ لگے اور مسلمان ہوئے تو ہم اُس کے ساتھ مسلمان ہوں گے۔ تب امیر نے کہا کہ اے عمران کو قید میں رکھنا عبث ہے اور کچھ فایدہ نہیں ہے۔ پس ایک ایک کو گھوڑا دے کر اور خلعت اچھے پہنا کر چھوڑ دیا۔ القصہ جب سب کوہستانی قید سے چھوٹے اور امیر سے خلعت اور گھوڑے انعام پا کر اپنے لشکر میں آئے تو بہمن کے پاؤں پہ گرے اور تمام حقیقت کہی۔ تب بہمن نے کہا کہ حمزہ مرد میدان ہے۔ غرض جب رات گذری اور دن ہوا اور آفتاب نے پردہ ظلمت سے نکل کر روز کو منور کیا تب دونوں لشکروں میں نقاروں کا آوازہ بلند ہوا اور ہر ایک بہادر سوار ہوکر ایک کے سامنے ایک آکھڑا رہا۔ اتنے میں بہمن ارجاسپ میدان میں آیا اور پکارا کہ اے خدا پرستان و زبردستان ہر کہ درمیان شما آرزوے مرگ داشتہ باشد بہ میدان بیاید چراکہ ارادہ وست و پا داری دارم۔ تب امیر نے یہ آواز سن کر دونوں طرف نظر کی اور دیکھا کہ لندھور اپنے گھوڑے سے اُترا ہے۔ وہ اُتر کر امیر کے

روبرو آیا اور زمین خدمت کی چوم کر تسلیمات بجا لایا اور عرض کی کہ اے شہریار اگر اجازت میدان کی ہو تو میں جاؤں۔ امیر نے کہا کہ جاؤ میں نے تجھے خدائے لایزال کے حوالہ کیا۔ پس لندھور میدان میں آیا تو بہمن نے کہا کہ اے میرے قد کے تو کون ہے۔ کہا کہ میں لندھور بن سعدان ہند کا بادشاہ ہوں۔ بہمن نے کہا کہ تیری قوت کا شہرہ اور جوان مردی کا نام سنا ہے جہان میں ہے لیں لا کہ جوان مردی کا کیا نشان رکھتا ہے شعر

بیا تا چہ داری ز مردی نشان ٭ کمان کیانی و گرز گران

تب لندھور نے کہا کہ ہمارا طریق پیش دستی کرنے کا نہیں ہے پہلے تو حملہ کر۔ تب بہمن نے کہا کہ تو خبردار رہ یہ نہ کہنا کہ خبردار نہ کیا تھا یہ بول کو لندھور کے سر پر گرز ایسا مارا کہ اس کی آواز دونوں لشکروں میں سنائی دی۔ اور کہتے ہیں کہ اگر وہ گرز پہاڑ پر مارتا تو سرمہ ہو جاتا ولیکن لندھور نے رد کیا۔ بعد ازاں لندھور نے اپنا ہاتھی بڑھایا اور بہمن کے سر پر ایسا گرز مارا کہ شعلہ آگ کا نکلا اور ہوا پر گیا۔ مگر ہزار محنت سے بہمن نے رد کیا اور کہا کہ اے لندھور تو اپنے قد کے موافق قوت اور زور بھی رکھتا ہے۔ پھر دونوں میں گرز و گرز ہونے لگی یہاں تک کہ رات ہوئی نہ اسے فتح اور نہ اسے ظفر۔ تب بہمن نے کہا کہ اپنے لشکر کو پھر و۔ پس اپنے لشکر لوٹا لے گیا اور لندھور اپنے لشکر میں آیا اور امیر کے پاؤں پر گرا امیر نے فرمایا کہ اے لندھور بہمن کو کیسا پایا۔ کہا کہ جیسا عمر بن حمزہ نے کہا تھا۔ القصہ جب رات ہوئی اور دونوں لشکر اترے اور آرام کیا۔ جب رات تمام ہوئی اور روز نورانی ہوا تو دونوں لشکر سوار ہوئے اور میدان میں آ کر کھڑے رہے کہ یکایک از پردہ بیابان گرد برخاست گرد نے مارا باد کو اور باد نے مارا گرد کو تو گرد کا گریبان چاک ہوا اور اس میں سے ایک لشکر نمودار ہوا۔ پس دونوں لشکروں سے جاسوس خبر لانے کو دوڑے۔ اس عرصہ میں ہرکاروں کی ایک جوڑی گرد آلودہ پسینہ میں غرق امیر کے سامنے آئی اور دعائے جان درازی دے کر کہا شعر

الٰہی در جہاں باشی باقبال ٭ جواں بخت و جواں دولت جواں سال

شہریار عالم کی عمر دراز ہو یہ فانظر ہنیر ہے بلکہ یہ فرہاد بیٹا لندھور کا ہے جو لشکر جمعیت باپ کے ملنے کو آیا ہے۔ تب عمر نے دوڑ کر لندھور سے کہا کہ اے لندھور مبارک ہو کہ تیرا فرزند ملک سراندیپ سے آیا ہے۔ یہ کہتے ہی تھے کہ لندھور کے پاس فرزند آیا اور گھوڑے سے اتر کر باپ کے قدموں پر گرا۔ لندھور نے گلے سے لگایا اور امیر کی خدمت میں لایا اور فرہاد کو امیر کا قدم بوس کرایا۔ امیر نے اسے گلے لگایا اور خلعت دے کر سرافراز کیا۔ فرہاد نے کہا یا امیر اگر حکم ہو تو

میدان میں جاؤں۔ امیر نے فرمایا کہ اے فرزند ابھی تو نے لشکر کا پانی تک نہیں پیا تجھے
کیونکر بھیجوں۔ تب لندھور نے کہا کہ کچھ مضایقہ نہیں ہے جانے دو۔ تب امیر نے کہا اچھا جاؤ
خدا کو سونپا۔ پس فرہاد ہاتھی پر بیٹھا اور میدان میں آیا۔ بہمن نے کہا اے بلند قد کے تو کون
ہے کہ ابھی حمزہ سے تو ملا اور ابھی میدان میں آیا اگر مارا جائیگا تو تیرے دل میں ارمان رہیگا
فرہاد نے کہا کہ میں فرہاد فرزند لندھور کا ہوں۔ بہمن نے کہا کہ تیرا باپ تو زبردست پہلوان
ہے اب دیکھئے کہ تو کیسا معلوم ہوتا ہے اور باپ کے ہوتے ہوئے تو کیوں میدان میں آیا تب
فرہاد نے کہا کہ تو کونسا بڑا پہلوان ہے جو تیرے واسطے میرا باپ آئیگا۔ یہ بات بہمن کو بہت بڑی
معلوم ہوئی تب گرز نکال کر حملہ کیا۔ فرہاد نے اس کا حملہ رد کیا اور اپنا گرز اٹھا کر بہمن کو
کو ایسا مارا کہ شعلہ آگ کا نکل کر ہوا پر گیا۔ تب بہمن نے کہا کہ تو باپ کا ہم وزن ہے۔ پھر تو
دونوں میں رات تک گرز و گرز بازی ہوئی نہ اس کی فتح اور نہ اس کی ظفر۔ تب دونوں
لوٹ کر اپنے اپنے لشکر میں گئے۔ امیر نے فرہاد کے آنے کی خوشی کے واسطے مجلس آرائی کا
حکم کیا پس ساقیان سیمیں ساق اور مطربان خوش آواز حاضر ہوئے اور مجلس میں جام شراب
کا چلنے لگا۔ غرض کہ تمام رات اسی طرح سے گزری۔ جب روز ہوا تو امیر کے کان میں نقارہ
کی آواز آئی۔ امیر نے فرمایا کہ ہمارے نقارخانہ میں بھی حکم کرو کہ وہ نقارے پر چوٹ ماریں۔
پس ہر دو جانب سے نالہ ہائے رزمی و صدائے کوس حربی بلند ہوئی۔ تب سب پہلوانان عرب
غرق آہن ہوئے اور بہمن بھی میدان میں آیا اور حریف کو طلب کرنے لگا۔ اتنے میں عمر معدی
گھوڑے پر سے اتر کر امیر کے آگے آیا اور خدمت کا سر زمین پر رکھا اور کہا کہ اگر حکم ہو تو میں
میدان میں جاؤں۔ امیر نے کہا کہ جاؤ خدا کو سونپا۔ تب عمر معدی گھوڑے پر سوار ہو کر میدان
میں آیا۔ بہمن نے کہا کہ اے مرد بزرگ شکم تو کون ہے عمر معدی کرب نے کہا کہ میں سر لشکر
امیر کا ہوں۔ بہمن نے کہا کہ امیر بہت نادان ہیں کہ تجھے سر لشکر کیا ہے۔ اگر تجھے باورچی خانہ
میں رکھا ہوتا تو کھانا پکا کر پیٹ بھر کر کھاتا اور خوش وقت رہتا۔ اب یہ بڑا پیٹ میدان میں
لے کر آنا تیرے لئے قیامت ہے کیونکہ جو مورت پیٹ سے ہوتی ہے اس سے کام نہیں ہو سکتا
ایسا ہی تو بھی اپنے دل میں لڑائی سے بیزار ہوگا۔ تب عمر معدی نے کہا کہ اے کوہستانی
اب اپنی زبان سنبھال کہ میں تو لایق آتش پزی کے نہیں البتہ تو گاؤمیش چرانے کے لایق ہے
تب بہمن نے کہا کہ اے بڑ بیٹو خبردار رہو۔ یہ کہہ کر گرز نکال کر گھوڑے کو دوڑایا اور عمر
معدی کے نزدیک آ کر عمر معدی کے سر پر ایک گرز ایسا مارا کہ اس کی آواز دونوں لشکر
کے سپاہیوں نے سنی اور عادی کا گھوڑا مالش میں آیا اور ہر بن مو سے پسینہ ٹپکا۔ ولیکن

عمر معدی نے اپنے کو مردانہ رکھا اور اپنا ہاتھ بھی گرز پر لے گیا اور بہمن کو کہا کہ اے کوہستانی خبردار ہو یہ کہہ کر بہمن کے سر پہ ایسا گرز مارا کہ بہمن سانپ کی طرح پیچ میں آیا اور ایک گرز اُس نے معدی کرب کے سر پہ ایسا مارا کہ عمر معدی نے ہزار سختی سے رد کیا۔ تب گرزوں سے لڑتے لڑتے دوپہر ہو گئی اتنے میں بہمن نے گرز ڈال دیا اور معدی کی کمر کی دوال پکڑ کر زور کرنے لگا۔ تب عمر معدی نے بھی اُس کی کمر کی دوال پکڑی اور دونوں پیادہ ہوئے اور کھڑے رہے۔ بعد ازاں بہمن نے زور کیا لیکن عمر معدی کو دونوں گھٹنوں تک لا سکا۔ عمر معدی نے ہرچند سر پر گرز مارا پر کھڑا نہ رہ سکا تب بہمن کے گال پر گھونسے مارنے لگا۔ جب بہمن کا گال لہو لہان ہوا تو بہمن بہت تعب میں آیا۔ امیر یہ حال دیکھ کر ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ عمر معدی اب سست ہوا ہے کہ بہمن کو گھونسوں سے مارتا ہے اور کوہستانی گھونسے مارنا نہیں جانتا کیونکہ گھونسے مارنا اور نیزہ پھرانا طربوں کا کام ہے۔ تب رات ہوئی تو دونوں پہلوان اپنے اپنے لشکروں میں واپس ہوئے اور عمر معدی امیر کی خدمت میں آیا۔ تب امیر نے پوچھا کہ اے عمر معدی بہمن کو کیسا پایا اُس نے کہا کہ لندھور سے دس حصے زیادہ پایا۔ غرض کہ جب وہ رات بھی تمام ہوئی اور دن نکلا تب دونوں لشکر پھر میدان میں آئے اور میدان آراستہ ہوا تو بہمن میدان میں آکر پکارا کہ کسی کو اگر مرنے کی آرزو ہے تو میدان میں آکر اپنا نام ظاہر کرے۔ تب استقفانوش پہلوان امیر کے آگے آیا اور کہا کہ اگر حکم ہو تو میدان میں جاؤں۔ فرمایا کہ جاؤ خدا کو سونپا۔ تب استقفانوش سوار ہو کر میدان میں آیا۔ بہمن نے کہا کہ تو کون ہے۔ استقفانوش نے کہا کہ پہلوان ہوں۔ تب بہمن نے گرز نکال کر اور گھوڑا دبا کر اُس کے سر پہ ایسا گرز مارا کہ اُس کی آواز دونوں لشکروں نے سُنی۔ اور مردان عالم کہتے ہیں کہ اگرچہ مرد کیسا ہی سد سکندری ہو تو بھی اس گرز سے پرخطر ہے۔ پس استقفانوش نے اپنے کو مردانہ رکھا اور بہمن کے سر پہ ایسا گرز مارا کہ اُسے بھی چھٹی کا دودھ یاد آیا لیکن وہ بھی رہا۔ نہ اُسے فتح ہوئی اور نہ اسے ظفر۔ اسی طرح سے لڑتے لڑتے رات ہوئی اور دونوں پہلوان واپس ہوئے اور لشکر اُترے۔ دوسری صبح کو لشکر تیار ہوئے اور بہمن میدان میں آیا اور نعرہ مارا کہ اگر کسی کو مرنے کی آرزو ہو تو میدان میں آئے۔ تب ارجد پہلوان امیر کے حکم سے میدان میں آیا۔ بہمن نے کہا کہ تو کون ہے۔ ارجد نے کہا کہ میں معدی کرب کا بھائی ہوں۔ بہمن نے کہا کہ تیرا بھائی تو بڑا پہلوان ہے خدا جانے تو کیونکر آیا ہے۔ تب گرز نکال کر اور گھوڑے کو دوڑا کر ارجد پہ ایک گرز ایسا مارا کہ اُس کی آواز دونوں لشکروں نے سُنی۔ تب ارجد کانپا اور گرز ڈھال پہ سے گھوڑے کی گردن پہ آیا گھوڑا زمین پر گرا۔ تب ارجد نے چاہا کہ بہمن کو مارے۔ تب بہمن گھوڑے پہ سے کودا اور

ارجد کی چھاتی پر بیٹھا اور دونوں ہاتھ اُس کے باندھے اور قابو کرکے اپنے لشکر میں بھیجا اور پھر سوار ہوا اور نعرہ مارا۔ تب آشوب میدان میں آیا اور تلوار کھینچ کر بہمن پر چلائی۔ بہمن نے اُس کی تلوار روکی اور پھرتے وقت آشوب کی کمر کی دوال پکڑ کر زور کیا اور گھوڑے پر سے کھینچ کر زمین پر پچھاڑا اور باندھ کر اپنے لشکر میں بھیجا۔ پھر سعد یمانی نے گھوڑے کو دوڑایا اور بہمن پر نیزہ ایسا چلایا کہ بہمن کو چار انگل زخم کر گیا۔ بہمن نے نیزہ پکڑ کر زور کیا کہ سعد یمانی اس کے ہاتھ سے زمین پر گرا اور چاہا کہ اُٹھے مگر بہمن گھوڑے پر سے کود کر اس کے سینہ پر آ بیٹھا اور اُس کو بھی باندھ کر لشکر میں بھیجا اور پھر میدان میں آکر پکارا کہ جس کو آرزو مرنے کی ہے وہ میدان میں آئے۔ تب ذوالحمار میدان میں آیا اور بہمن نے بعد جدال کے اُسے بھی باندھا۔ غرض اُس روز اُس نے معدی کرب کے سات بھائی باندھے۔ جب رات ہوئی تو نقارہ بازگشت کا بجایا اور دونوں لشکر اپنے اپنے مقاموں پر اُترے۔ بہمن اپنے مقام پر گیا اور امیر اپنے مقام پر آئے۔ مگر امیر اپنے یاروں کے واسطے دلگیر تھے اور اپنی موت نظر آتی تھی اس لئے امیر کو کچھ کھانے پینے کی خواہش نہ تھی۔ جب عمر بن عیبہ نے امیر کو غمگیں دیکھا تو اپنی جگہ سے اُٹھ کر امیر کے روبرو آیا اور کہا کہ اگر حکم ہو تو میں جاؤں اور اُن جاں نثاروں کی خبر لاؤں۔ امیر نے اجازت دی۔ عمر نے دربار سے نکل کر کوہستان کی راہ لی جب بہمن کے دربار میں پہنچا تو اپنے لباس کو کوہستانیوں کا سا کیا اور ہاتھ میں سونے کا عصا لے کر چوبداروں میں آکھڑا ہوا۔ بہمن اس روز بہت خوش ہوا اور نوشیرواں کے پاس پہلوانی کرسی بیٹھا تھا۔ پس بہمن نے کہا کہ یارانِ حمزہ کو لاؤ۔ جب اُن کو لائے تو بہمن نے نوشیرواں کو کہا کہ ان کو کیا کرنا چاہئے۔ نوشیرواں نے کہا کہ یہ ہر ایک بلائے بد روزگار ہیں جن کو تیرے سوا کوئی نہیں باندھ سکتا تھا پس ان سب کو گردن مارنا چاہئے۔ پھر بختک کی طرف دیکھا اور کہا کہ ان کے حق میں کیا کہتا ہے۔ بختک اور زوبین نے کہا کہ ان کا پوست نکالنا چاہئے تاکہ حرام خواران عرب کی قوت ٹوٹے اور اس کارروائی سے عربوں کو ہیبت بھی ہوگی۔ پھر بزرجمہر سے پوچھا۔ بزرجمہر نے کہا کہ حکم بادشاہ کا ہے لیکن جو کچھ سزاوار مردان ہو سو کرو۔ پھر بہمن نے اپنے اتالیقوں سے پوچھا۔ اُنہوں نے کہا کہ ان کا سر کاٹ کر قلعہ کے کنگرہ پر لٹکانا چاہئے۔ تب بہمن نے کہا کہ نہیں جو فرزند حمزہ پکڑ کر لے گیا تھا تو حمزہ نے تمہارے حق میں کیا کیا تھا اُنہوں نے سر نیچا کیا۔ تب بہمن نے کہا کہ اے بدبختو تمہارے واسطے حمزہ نے کیا بُرائی کی جو تم اُس کے یاروں کے حق میں یوں کہتے ہو۔ یہ کہہ کر بہمن نے اُن کے بند کھول دیئے اور خلعت فاخرہ منگا کر سب کو اپنے ہاتھوں سے پہنائے اور ہر ایک کو گھوڑا دیا۔ امیر کے یاروں نے بہمن کو دعا دی اور دربار

سے چلے اور عمر بن عمیہ بھی بہمن کو تسلیمات کرکے کہنے لگا کہ اے بہمن تو مرد مردانہ ہے اور مرد یوں ہی کرتے ہیں جیسا کہ تو نے کیا اور کہا کہ میں عمر بن عمیہ ہوں اور یہ دیکھنے کو آیا تھا کہ تو یاران حمزہ سے کیا کرتا ہے۔ اگر مارنے کو فرماتا تو میں ان سب کو چھوڑاتا۔ لیکن تو نے بہت مہربانی کرکے امیر کو شرمندہ کیا۔ یہ کہہ کر وہاں سے چلے اور راہ میں یاروں سے ملے اور اُن کے ساتھ امیر کی خدمت میں آگئے۔ امیر نے جب یاروں کو دیکھا تو کرسی پر سے اٹھ کر ہر ایک کو گلے لگایا۔ اور اُن سے وہاں کی حقیقت پوچھی۔ تب عمر نے سب بیان کیا۔ امیر نے فرمایا کہ مرد یوں ہی کرتے ہیں جیسا کہ بہمن نے میرے یاروں سے کیا۔ غرضیکہ جب رات بسر ہوئی اور فجر ہوئی تو نقارہ جنگ کی آواز دونوں طرف سے پیدا ہوئی اور بہادروں اور ناموروں نے ہتھیار باندھ کر میدان کی راہ لی اور میدان آراستہ ہوا تو بہمن نے آکر نعرہ مارا کہ اے حمزہ زیبہ پاؤں کو کیا بھیجتا ہے اگر مرد ہے تو خود میدان میں آ۔ امیر نے ہتھیار منگائے۔ تب مقبل حلبی نے حمزہ کے آگے ہتھیار لا رکھے۔ حمزہ نے پہلے حضرت اسمٰعیل پیغمبر کا پیراہن پہنا پھر بدن کی نرمی کے واسطے سات پارچہ حریر پہنی اور اُس پر زرہ داؤدی پہنی اور ہود نبی کا خود سر پر رکھ کر حضرت صالح پیغمبر کے موزے پہنے اور صمصام و قمقام تلواریں حمایل کیں اور سام بن نریمان کا گرز قربوس میں رکھا اور اشقر دیو زاد پر سوار ہوئے اور میدان میں آکر گھوڑے کو جولان کیا یہاں تک کہ اشقر کے سموں کی گرد آسمان پر پہنچی اور امیر بہمن کے مقابل کھڑے رہے۔ بہمن نے کہا کہ اے جوان تو کون ہے میں نے تو حمزہ کو بلایا تھا۔ امیر نے فرمایا کہ میں ہی حمزہ بن عبد المطلب ہوں۔ بہمن نے کہا کہ حمزہ تو ہی ہے اور اتنے قد سے سارے عالم کو مسخر کیا۔ امیر نے کہا کہ البتہ قدرت خدا ہے۔ لا جو کچھ کہ ضرب رکھتا ہے۔ بہمن نے کہا کہ خبردار ہو گرز پر ہاتھ لے گیا اور امیر کے سر پر ایسا مارا کہ اُس کی آواز بیابان میں گئی۔ مردان عالم ایسا کہتے تھے کہ اگر حمزہ سد سکندر ہے تو بھی پر خطر ہے۔ لیکن امیر کو ذرا جنبش نہ ہوئی۔ بہمن نے کہا کہ آفریں ہے تیرے بازو اور طاقت کو جو تو نے گرز اپنا رد کیا۔ امیر نے کہا دو گرز اور بھی مار۔ غرض بہمن نے پھر دوسرا گرز اوپر مارا اور کہا کہ زدم دو پشت کردم کجاست خیاران نامی و نام ور اگر بجویند ریزۂ استخوان ہم نیابند۔ امیر نے اُس کا گرز سپر کی اوچھڑ سے رد کیا اور کہا کہ اے بہمن جھوٹ کیوں بولتا ہے۔ بہمن نے پھر تیسرا گرز جتنا کہ زور خدائے تعالیٰ نے اسے دیا تھا خرچ کرکے مارا امیر نے بھی اُسے رد کیا لیکن ہر بن مو سے پسینا ٹپکا بعد ازاں امیر نے گرز سام بن نریمان کا ہاتھ میں لیا اور خدائے تعالیٰ کا نام زبان پر لائے اور گھوڑا دوڑا کر بہمن کی ڈھال پر ایسا مارا کہ اُس گرز کی مار سے گھوڑے کے پاؤں ٹوٹ گئے اور بہمن خاک پر گرا اور تلوار کھینچ کر اشقر کے قتل کرنے کو دوڑا۔ امیر شتابی سے اُترے اور اشقر کو

پس پشت کیا۔ بعد ازاں دونوں میں گرز در گرز ایسی جنگ ہوئی کہ آفتاب آسمان میں جا چھپا۔ پھر بہمن نے گرز زمین پر پھینکا اور تلوار سے حملہ کیا۔ امیر نے اُس کی تلوار ڈھال پر لی اور ڈھال ایسی پھرائی کہ تلوار ٹوٹی اور قبضہ اُس کے ہاتھ میں رہا۔ بہمن نے وہ قبضہ امیر کی طرف پھینکا۔ امیر نے کوڑے کے اشارے سے اُسے رد کیا پس وہ قبضہ زمین پر گرا اور عمر بن عیہ نے دوڑ کر وہ قبضہ اُٹھایا اور زنبیل میں ڈال لیا۔ بہمن نے کہا اے عمر اس قبضہ پر لاکھ دینار صرف ہوئے ہیں تو مفت کہاں لئے جاتا ہے۔ عمر نے کہا کہ میں حکم رکھتا ہوں کہ جو کچھ میدان میں گرے سو میرا مال ہے۔ بہمن نے کہا کہ اے حمزہ یہ کیا کہتا ہے۔ امیر نے فرمایا کہ یہ ہمیشہ یوں ہی لیجاتا ہے اور اس سے کوئی نہیں لے سکتا۔ بہمن نے کچھ نہ کہا اور دوسری تلوار نکال کر امیر کے سر پر چلائی۔ امیر نے سپر کے جھٹکے سے وہ تلوار بھی توڑی اور بہمن نے وہ قبضہ اپنے ترکش میں ڈالا۔ تب عمر بولا کہ یہ میرا حق ہے تو ترکش میں کیوں ڈالتا ہے۔ بہمن نے کہا کہ ابکی تجھے بس نہیں ہے۔ تب عمر نے ہاتھ اُٹھایا کہ قبضہ پر مارے امیر نے کہا اے عمر ایسا نہ کر۔ تب بہمن نے کہا کہ کیوں نادانی کرتا ہے۔ غرض عمر چپ ہو رہا۔ پھر بہمن نے ہاتھ میں نیزہ لیا اور پھرا کر امیر کے سینہ پر چلایا۔ امیر نے ہاتھ بڑھا کر اس کا نیزہ پکڑا اور زور کر کے بہمن کے ہاتھ سے چھین لیا اور اس کا پھل دور کر کے پھرا کر بہمن کی کمر میں ایسا مارا کہ وہ نیزہ ٹکڑے ٹکڑے ہوا۔ بہمن زین پر سے تو تہیں گرا مگر سانپ کی مانند پیچ و تاب کھا کے ہاتھ کمر پر ڈالا اور دونوں پہلوان آپسمیں زور کرنے لگے تب دونوں گھوڑوں نے گھٹنے زمین پر ٹیک دیئے۔ پھر دونوں پیادہ ہوئے اور زور کرتے رہے یہاں تک کہ رات ہوئی۔ تب بہمن نے کہا کہ اے امیر پھرتے ہو یا لڑتے ہو۔ امیر نے فرمایا کہ جو تیری خوشی۔ بہمن نے کھانا اور شراب وہیں منگایا کہ کھا کر لڈیکے اور بخت آزمائی کرینگے۔ القصہ دونوں کرسیوں پر بیٹھے اور کھانا کھایا اور سفرہ اُٹھایا پھر شراب پی کر تھوڑی دیر سو رہے۔ جب اُٹھے تو پھر زور کرنے لگے۔ راوی روایت کرتا ہے اور حکایت کرنے والا اس بیان میں یوں کہتا ہے کہ امیر اور بہمن کے درمیان تیرہ رات اور دن جنگ باہم ہوئی اور بہمن تنہا یاران حمزہ سے چالیس روز بیشتر سے لڑتا رہا تھا۔ چودھویں رات امیر نے کہا کہ اے بہمن جتنے زور کہ رکھتے تھے وہ سب خرچ کر چکے اب ایک زور باقی ہے کہ میں کھڑا رہتا ہوں تو زور کر اور تو کھڑا رہ میں زور کرتا ہوں۔ بہمن نے کہا زور کسے کہتے ہیں۔ امیر نے کہا تجھے معلوم نہیں۔ بہمن ہنسا اور کہا اے حمزہ بھول کر بولتا ہے یا مقرر آزماتا ہے کیونکہ جب میں چھوٹا تھا تو بڑے بڑے جھاڑوں پر ہاتھ ڈال کر جڑ سے پیڑ اُکھاڑ لیتا تھا تو کیا اُن جھاڑوں سے بھی زیادہ ہے۔ امیر نے کہا کہ بس شتابی کر کہ خدا کا جو حکم ہوگا سو ہوگا۔ پس بہمن نے امیر کی دوالی کمر پر

ہاتھ ڈالا اور ایسا زور کیا کہ بہمن کی دسوں انگلیوں سے خون کے قطرے ٹپکے اور ناک سے بھی خون جاری ہوا تب بہمن نے ہاتھ چھوڑ دیے۔ پھر امیر نے بہمن کی کمر کی دوال پکڑی۔ اور خوب ہلایا۔ بہمن نے کہا کہ کیا ہلاتے ہو۔ امیر نے کہا کہ تجھے ہلاتا ہوں یا تولتا ہوں تاکہ زور زیادہ نہ کیا جائے۔ یہ کہہ کر کہا کہ نعرہ مارتا ہوں۔ تب عمر نے ٹوپی ہوا پر اچھالی اور امیر کے لشکر کے لوگ سمجھ گئے اور ہاتھ موزوں پر ڈال کر روئی نکالی اور اپنے اور گھوڑوں کے کانوں میں ڈالی۔ امیر نے نعرہ مارا کہ زمین و زمان کوہ بیابان جنبش میں آئے غرض اسی وقت امیر نے بہمن کو اٹھایا اور پہلے زور میں تا بہ کمر اور دوسرے زور میں سر سے بلند کر کے ایسا پھرایا کہ ہر دو لشکر نے آفرین کہی تب بہمن کو زمین پر پچھاڑا اور عمر نے دوڑ کر حلقہ کمند دوال میں باندھا۔ بہمن کی سپاہ نے چاہا کہ ایکبارگی حملہ کریں مگر بہمن نے اشارت سے منع کیا کہ کوئی نہ آئے۔ القصہ طبل بازگشت بجایا اور امیر حمزہ اپنے دولتخانہ میں آئے اور پہلوانی کی کرسی پر بیٹھے اور بہمن کو منگایا اور کہا اے بہمن میں نے تجھے کیونکر پکڑا۔ بہمن نے کہا کہ جیسا مرد مردوں کو پکڑتے ہیں۔ امیر نے کہا کہ مردانِ عالم کہتے ہیں کہ مرد باش یا ہم پائے مردے باش اب بول خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا برحق ہے اور بت پرست باطل ہیں۔ بہمن نے کہا اے جہانگیر اس شرط سے بولونگا اور باقی عمر حلقہ بگوش رہونگا کہ اگر نوشیرواں اور زوبین اور اُسکے ساتھ کے دوسرے بادشاہوں کی جان بخشی جائے۔ امیر نے فرمایا کہ اگر نوشیرواں اور زوبین مسلمان ہونگے تو جان بخشونگا اور اگر نہ ہوئے تو میں اپنے ہاتھ سے مارونگا۔ پس اے بہمن اسی شرط پر اُنہیں جلد لے آ۔ تب بہمن کے بند کھولے اور امیر نے اپنے ہاتھ سے خلعت پہنایا۔ بہمن تسلیمات بجا لایا اور قصد نوشیرواں کیا اور نوشیرواں اور دوسرے بادشاہوں نے مشورت کی کہ اگر بہمن کے کہنے پر مسلمان نہوئے تو کام مشکل ہے۔ کیونکہ یہ زمین کوہستانیوں کی ہے اور بغیر رضامندی کوہستانیوں کے یہاں سے جا نہیں سکتے۔ تب نوشیرواں اور زوبین دوسرے بادشاہوں سمیت سوار ہوئے اور امیر کے دولتخانہ کو آئے۔ جب امیر نے نوشیرواں کے آنے کی خبر سنی شتابی سے باہر آئے اور نوشیرواں کے قدم چومے۔ نوشیرواں نے امیر کا سر اُٹھایا اور گلے سے لگایا۔ پھر زوبین دوڑا اور امیر کا قدم بوس ہوا۔ امیر نے اُس کا سر اُٹھایا۔ پھر بختک اور سارے بادشاہ و سردار امیر سے ملے۔ امیر نے بادشاہ کا ہاتھ پکڑ کر تخت پر بٹھایا۔ بادشاہ نے امیر کو سرافراز کیا اور باقی سب کافر امیر کے پاؤں پر گرے۔ بعد ازاں بہمن نے دست بستہ ہوکر عرض کی کہ اے امیر فرمائیے اب کیا حکم ہے۔ امیر نے کہا کہ بولو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِبْرَاہِیْمُ خَلِیْلُ اللّٰہِ۔ غرض کہ نوشیرواں اور بہمن مع دیگر کفار ظاہر میں مسلمان ہوئے اور باطن میں ضلالت کفر سے نہ نکلے۔ پس امیر نے حکم کیا کہ نوبت

خوشی کی بجائیں اور جشن و عیش و خوشی کی مجلس آراستہ کریں (باقی داستان شب فردا)+



چھیالیسویں داستان

اب حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نوشیروان کو مع بہمن اور کفار کے بہ ظاہر مسلمان کیا اور جشن کرتے تھے کہ ایک روز عمر معدی نے کہا کہ اے جہاں گیر کوہستان میں چارہ ختم ہوا۔ امیر نے فرمایا کہ زوبین کاؤس کے حصار میں گھانس خوب ہے صبح کو چلو۔ نوشیرواں نے کہا کہ اے امیر میں اب بہت ضعیف ہوا ہوں اس لئے یہ چاہتا ہوں کہ باقی عمر فراغت سے رہوں اور اپنا تخت اور تاج مال اور متاع وغیرہ اسباب اپنی رضا و رغبت سے نواسہ کو دوں مگر بزرجمہر کو ہمراہ لئے جاتا ہوں کیونکہ مدائن بزرگوں کی جگہ ہے وہاں جا رہتا ہوں۔ امیر نے فرمایا کہ بادشاہ کو اختیار ہے میں کسی امر میں مانع نہیں ہوں۔ دوسرے روز امیر نے زوبین اور بختک اور بہمن و لشکر کاؤس اور نوشیروان کو مع بزرجمہر مدائن کو روانہ کیا۔ غرض بعد قطع منازل کتنے روزوں میں یہ سب اپنے اپنے مقاموں میں پہنچے اور فراغت سے رہنے لگے اور امیر خود بھی کاؤس میں پہنچ کر فراغت سے رہتے تھے۔ ایک روز مکہ معظمہ سے قاصد آیا اور امیر کو

خواجہ عبد المطلب کا خط دیا۔ امیر نے لفافہ کھول کے خط کو سر و چشم پر رکھ کر پڑھا جس کا مضمون یہ تھا کہ اے فرزند ارجمند بجان و دل پیوند شیر بیشۂ شجاعت شہسوار مضمار شہامت امیر حمزہ زیبۂ عمرہ و شجاعۂ خواجہ عبد المطلب کی طرف سے بعد دعائے ترقی عمر و دولت و شجاعت کے معلوم ہو کہ ہم سب یہاں خدا کے افضال سے بہ خیر ہیں اور خیریت اُس شجاعت شعار کی درگاہ پروردگار سے مطلوب ہے۔ یہاں کی حقیقت تمہارے دل شجاعت منزل پر معلوم ہو کہ جب سے خلاق جہاں آفریں نے اُس شجاعت شعار کو پیدا کیا ہے تب سے کسی فاسد نے قصد مکہ کا نہیں کیا تھا اب ان ایام میں شداد ابو عمر حبشی بادشاہِ حبش بختک کے کہنے سے اگر اطراف مکہ کے ملکوں کو ویران کرتا ہے اور مکہ معظمہ کے لوگوں کو نہایت تنگ کیا ہے۔ اگر تم جلد اِدھر آئے اور کافروں کو مقہور کیا تو بہتر نہیں تو ہم سب ان کافروں کے اسیر بند ہونگے۔ القصہ جب امیر نے تمام خط کا مطالعہ فرمایا تو غصہ سے کاغذ عمر کے ہاتھ میں دیا اور یاروں سے فرمایا کہ مجھے والدین کے دیدار کا شوق غالب ہوا ہے اگر تمہاری رضا ہو تو چلا جاؤں اور تھوڑے دنوں میں واپس آؤنگا۔ سب یاروں نے عرض کیا کہ البتہ جانا چاہئیے۔ امیر نے فرمایا کہ اے بہمن تو میری کرسی پر بیٹھ اور میرے غائب ہونے کو حاضر جان اور میرے فرزندوں کو اپنا جان بہمن نے سر زمین پر رکھا اور عرض کی کہ اے جہاں گیر اس غلام کا کیا مقدور ہے کہ مخدوم کی کرسی پر بیٹھے اور آپ کے فرزندوں کو اپنا جانے۔ کیونکہ آپ کے جو دو فرزند ہیں وہ میرے صاحب زادے ہیں۔ تب امیر نے فرمایا تجھے کیا جیسا میں کہتا ہوں ویسا عمل میں لا۔ پس بہمن چپ ہو رہا اور دم نہ مارا۔ القصہ امیر بہمن کو کرسی پر بٹھا کر آپ عمر بن عمیہ کو ہمراہ لے کر یاروں اور فرزندوں کو چھوڑ اور مہرنگار کو دلاسا و دلبری دیکر مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے اور بعد قطع منازل وطے مراحل کے مکہ معظمہ میں پہنچے اور عمر بن عمیہ سے فرمایا کہ کیا کرنا چاہئیے۔ تب عمر نے عرض کیا کہ اشقر دیو زاد کو یہاں جنگل میں چھوڑ کر حبشی کے لشکر میں جانا چاہئیے آگے جو مصلحت آپ کی ہو ویسا کریں۔ تب امیر نے اشقر کو کہا کہ جب میں نعرہ کروں تب جلد آنا۔ یہ فرما کر آپ تنہا حبشی کے لشکر کو گئے راہ میں کیا دیکھا کہ بازیگروں کا گروہ حبشی کے لشکر کی طرف جا رہا ہے۔ تب عمر بولا کہ اے بازیگرو ہم بھی تمہارے ہمراہ ہیں اگر آپ ہم کو اپنے گروہ میں شامل کرو تو جو حصہ ہم کو ملیگا سو وہ بھی ہم تم کو دے دینگے غرض اُن بازیگروں نے ان کا کہنا سُن کر بہ دل و جان داخل کر لیا۔ تب عمر نے ایک ڈھول گلے میں ڈال کر امیر کو کہا کہ جب میں بولونگا کہ اے فولاد پہلوان آ تب آنا۔ یہ کہ کر حبشی کے لشکر میں لائے اور بازی کا تماشہ کرنا شروع کیا۔ چنانچہ جو زنگی اُونچا ہوتا عمر اُڑ کر اُس کے

سر پہ سر رکھ کہ پاؤں اوپر کرکے ناچتا تھا تب دربانوں نے شداد کو بازیگر کی حقیقت سنائی اور شداد تخت پر آکر بیٹھا اور تماشا دیکھتا تھا اور ہر ایک بازی میں تازہ انعام دیتا تھا۔ جب عمر نے دیکھا کہ اب شداد ڈھیلا ہوگا تب آگے جاکے اداب بجا لایا اور بولا کہ اے بادشاہ میرا ایک غلام بہت قوی اور زور آور ہے اور میرا کہا نہیں مانتا مجھے بہت ستاتا ہے۔ اگر تو اُسے ادب سکھائیگا اور میرے حوالے کریگا تو بہت خوب ہوگا۔ تب شداد نے کہا کہ غلام کو بلاؤ۔ تب عمر نے پکارا کہ اے فولاد آگے آ۔ امیر آئے اور ڈھول زمین پر رکھ کر عمر کے برابر کھڑے رہے۔ تب شداد نے کہا اے بازیگر کے غلام تو اپنے صاحب کو کیوں ستاتا ہے۔ تب امیر نے کہا کہ اے حرام زادے تو غلام تیرا باپ غلام۔ مجھے تو غلام کہتا ہے۔ شداد غصہ میں آیا اور ایک توعمر زنگی پہلوان کو کہا کہ سر اس غلام کا کاٹ لے۔ توعمر تلوار کھینچ کر امیر کے پاس آیا۔ امیر نے اُس کا ہاتھ اونچا پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے اُس کی گردن میں ایسی مکّی ماری کہ وہ مرگیا۔ القصہ امیر نے بدستور چالیس زنگی اجل رسیدہ کو مردار کیا۔ تب تو شداد آپ تلوار کھینچ کر امیر پر دوڑا اور امیر کو مارنا چاہا۔ امیر نے ایک ہاتھ سے اُس کی تلوار پکڑ لی اور دوسرے ہاتھ سے اُس کا کمربند پکڑ کر نعرہ مارا اور زمین سے اُٹھایا اور سر سے بلند کرکے زمین پر پچھاڑا اور اُس کے سینہ پر بیٹھے اور فرمایا تو نہیں جانتا کہ میں حمزہ بن عبد المطلب ہوں۔ جب شجاعت انجام امیر کا نام شداد کے لشکریوں نے سُنا تو بھاگنے لگے۔ تب شداد نے کہا کہ اے امیر میں نوشیرواں کے لکھنے سے آیا تھا اب مجھے چھوڑ دو۔ امیر نے فرمایا کہ میں ہرگز نہ چھوڑونگا جب تک کہ مسلمان نہوگا غرض وہ مسلمان ہؤا اور امیر اُس کے سینہ سے اُترے اور کھڑے ہو کر شداد کو گلے لگایا اور اُسی حالت میں خواجہ عبد المطلب مع عربوں کے امیر کی پشت پر کھڑے رہے تھے۔ جب امیر نے دیکھا تو والد بزرگوار کے قدم بوس ہوئے۔ باپ نے فرزند کو گلے لگایا اور امیر نے تمام عربوں کو خلعت دیکر سرافراز کیا۔ پھر مع شداد شہر میں آئے اور شداد سے فرمایا کہ قلعۂ مکہ معظمہ کو درست کرو۔ یہ کہہ کر آپ امیر اور عمر والدین کی خدمت میں رہنے لگے۔ اور بعد قدم بوسی کے تھوڑے دنوں میں رخصت چاہی (باقی داستان شب فردا)

ستائیسویں داستان

جن دنوں کہ امیر حمزہ والدین کی خدمت میں رہنے لگے اور شداد حصار کی مرمت سے فارغ ہؤا تو امیر سے عرض کی کہ اگر حکم ہو تو میں اپنے شہر میں جاؤں اور لشکر کے بند و بست سے فارغ ہوکر لشکر میں آؤں۔ امیر نے فرمایا کہ جاؤ لیکن مسلمان رہنا۔ القصہ شداد اپنے ملک کو روانہ ہؤا اور

نزدیک مدائن کے پہنچا۔ تب شداد نے اپنے دل میں کہا کہ نوشیرواں اگر مجھے نہ لکھتا تو میں یہاں آکر کیوں شکست کھاتا اور اس عرب کے ہاتھ سے کیوں فضیحت اُٹھاتا اور حلقہ غلامی کا کیوں کان میں ڈالتا بہتر ہے کہ نوشیرواں سے بدلہ لوں۔ القصہ شداد نوشیرواں کے دربار میں گیا اور دربانوں کو کہا کہ بادشاہ کو خبر کرو کہ حبش کا بادشاہ آیا ہے۔ دربانوں نے خبر کی۔ نوشیرواں نے کہا آنے دو۔ پس شداد دربار میں جاکر بادشاہ کو کمربند سے پکڑ کر باہر لانے لگا۔ بادشاہی غلام تلواریں کھینچ کر دوڑے کہ شداد کو ماریں۔ شداد نے کہا اگر تم مجھے مارو گے تو میں بادشاہ کو مار ڈالتا ہوں اور میرے مرنے کا غم نہیں مگر بادشاہ کے مرنے کا بڑا غم ہوگا۔ تب بادشاہی غلام چپ ہو رہے اور شداد نے نوشیرواں کو اپنے لشکر میں لاکر باندھ کر حبش کو لے گیا اور لوہے کے پنجرے میں ڈال کر اپنے دربار کے روبرو لٹکا دیا اور ہر روز ایک روٹی جو کی اور ایک گھونٹ پانی کا دے کر کہتا کہ اگر تو مجھے نہ بلاتا تو میں آکر اس عرب کے ہاتھ سے فضیحت نہ پاتا اور نہ کان میں غلامی کا حلقہ پہنتا۔ نوشیرواں نے کہا کہ میں اس بات سے آگاہ نہیں ہوں یہ کام بختک کا ہے۔ شداد نے کہا کہ جب تک بختک کو تو مجھے نہ دیگا میرے ہاتھ سے رہائی نہ پائیگا۔ نوشیرواں ناہنجار نے باختیار خود قید میں رہنا قبول کیا۔ لیکن امیر کو اس قضیہ کی خبر نہ تھی۔ جب امیر نے والدین سے رخصت مانگی تو خواجہ عبد المطلب نے فرمایا کہ اے فرزند ارجمند تم مدت مدید کے بعد آئے ہو ایک سال تو رہو۔ امیر والد کا کہنا مان کر رہے۔ تب جاسوسوں نے امیر کے مکہ میں رہنے اور شداد پر فتح پانے کی سب حقیقت بختک کو پہنچا دی۔ بختک حرام زادے نے اپنے دل میں کہا کہ اب وقت فرصت کا ہے اس وقت نوشیرواں کی طرف سے ایک جعلی خط بہمن کو اس مضمون کا لکھنا چاہئے کہ شداد عمر حبشی مکہ کو گیا تھا۔ جب حمزہ اور عمر وہاں پہنچے تو شداد نے انہیں وہاں سولی چڑھایا اب تم عربوں کو مار کر مہرنگار کو نکاح میں لاؤ۔ پس بختک نے اس مضمون کا خط لکھوا کر سر بہ مہر بند کر کے قاصد کو دیا اور وہ خط لیکر اجنبی صورت بنا کر عربوں کے لشکر میں آیا اور بہمن کو اپنے آنے کی اطلاع کرائی۔ وہ اجازت پاکر پیش ہوا اور خط دیا۔ بہمن نے خط پڑھوایا تو مضمون کو سن کر آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور کہا افسوس کہ ایسا مرد ایسے کافر کے ہاتھ سے مارا جائے۔ یہ کہہ کر بولا کہ کیا مضایقہ ہے اگر ایک حمزہ گیا تو گیا اُس کے پوتے تو ہیں ہر ایک کو حمزہ تصور کر کے ان کا فرماں بردار ہونگا اور حبشی سے بدلہ لونگا۔ اور اس قاصد سے حقیقت مفصل دریافت کی۔ اور کہا ہزار افسوس اگر حمزہ مجھے فرماتے تو میں شداد کو مارتا۔ بختک نے کہا کہ اے بہمن ایک حمزہ ہی مرد تھا باقی سب ننھے بچے ہیں ان بچوں کی اطاعت کرنا لایق نہیں ہے۔ اگر تو نے مہرنگار سے نکاح کیا تو بادشاہ ہفت کشور کا داماد کہلائیگا۔ بہمن نے جب مہرنگار کا نام سنا تو دل

میں نرم ہوا اور اس ملعون کی ترغیب سے دھوکہ میں آیا۔ اور کہا کہ اے بختک کیا کرنا چاہئے۔ اُس نے کہا کہ اس بھید کو خفیہ رکھ کر آسانیت سے مہرنگار کو ہاتھ میں لانا۔ زوپین نے کہا کہ دربار میں جاکر ایک عذر شہریار سے کرتا ہوں کہ صبح کو میرے باپ کا بدروز ہے آپ مع شہریار تشریف لاویں تو عین غلام نوازی ہے۔ اس کے بعد تینوں کافر آکر کرسیوں پر بیٹھے۔ اور زوپین نے امیر زادہ کے پایۂ تخت پر سر رکھ کر عرض کی کہ اے جہاں پناہ فجر کو میرے والد کا بدروز ہے حضور مع رفقا اگر اس خانہ زاد کے غریب خانہ میں تشریف ارزانی فرماوینگے تو غلام کے لئے زہے سعادت اور موجب عزت ہوگا۔ غرض اس عاجزی کے ساتھ کینے سے عرض مقبول ہوئی اور دوسرے روز قباد و شہریار مع یاروں اور دوستوں کے اُس ناہنجار کے گھر میں تشریف لے گئے۔ پس تناول طعام کے بعد شراب نوشی شروع ہوئی۔ زوپین نے قباد کے قدموں پر سر رکھ کر عرض کی کہ اے خداوند جیسا مردوں میں مجھے قبلۂ عالم نے تشریف لاکر غلام کو سرافراز کیا ویسا یہ دستور زنانے میں خاتون مہرنگار عصمت شعار تشریف لادیں تو فقیر خانہ کی لونڈیوں کو سرخ روئی اور عزت حاصل ہو۔ قباد نے اپنی والدہ مہرنگار کو کہلا بھیجا کہ وہ مع کنیز و غلام سوار اُس موذی کے گھر میں آکے زنانہ خانہ میں عزت بخشیں۔ زنانہ خانہ میں بڑی زیب و زینت سے فرش آراستہ کیا تھا سو مہرنگار وہاں آکر بیٹھیں اور تمام عورتوں نے آکر قدم بوسی سے عزت پائی۔ اور ایسا ہوا کہ کسی نے کہا کہ اب تو بڑی عزت و حرمت سے بیٹھی ہے آگے معلوم ہوگا۔ مہرنگار یہ سُن کر سمجھی کہ کچھ مکر ہے۔ تب ایک خوجے کے ہاتھ اپنے فرزند کو بُلا بھیجا اور قباد کا ہاتھ پکڑ کر سوار ہوکے قلعہ میں داخل ہوئیں۔ عورتوں نے کہا کہ بی بی کیوں جاتی ہو۔ مہرنگار بولیں کہ پھر آتی ہوں۔ جب کافروں کو خبر ہوئی تو حیرت کے دانتوں سے فکر کی اُنگلیاں کاٹ کر بولے افسوس کہ شکار گھر میں آکر چلا گیا بختک نے کہا گئی تو کچھ مضایقہ نہیں ہے۔ یہ کہہ کر بہمن کو اشارت کی کہ وقت مکر کا یہی ہے تب بہمن نے کہا کہ افسوس ہرمز کے ہوتے عرب زادہ تخت پر بیٹھے۔ عمر بن حمزہ نے کہا اے بہمن کس واسطے ایسی باتیں بولتا ہے یہ سخن بہت ناشائستہ ہے اور تجھے حمزہ نے کیا نقصان دیا ہے۔ بہمن نے کہا اے عرب کشکینہ خور پشمینہ پوش سچ کہتا ہوں۔ لندھور نے کہا اے کوہستانی تجھے حمزہ بڑے مرتبے پر بٹھا گیا اس سبب سے ایسا سخن کہتا ہے۔ اگر تیرے حوصلہ کے موافق تجھے کم درجہ سے سرافراز فرماتے تو ایسا سخن نہ کہتا۔ تب بہمن نے کہا مارلو ان عربوں کو۔ پس سارے کوہستانی عربوں پر تلواریں نکال کر دوڑ پڑے۔ عربوں نے بھی تب تلواریں اور نیزہ و تیر و کمند سے کوہستانیوں کو مارنا شروع کیا۔ لندھور نے تو ایسا گرز بہمن کی پیشانی پر مارا کہ وہ موذی گدھا سا لڑھکنے لگا اور لڑنے سے عاجز ہوا۔ لندھور کو بھی

کافروں نے زخمی کیا پس وہیں دربار میں شور پڑا۔ بہمن نے اپنے لشکر سمیت سوار ہو کر دربار کو گھیر لیا اور تمام پہلوان دریائے خون میں غرق ہوئے اور سپریں مُنہ پر لے کر تلواریں ہاتھ میں لے بیٹھے تھے۔ مگر ہلنے کی طاقت نہیں تھی۔ اتنے میں بہمن کی بہن زہرہ بانو جو عمر بن حمزہ کی عاشق تھی اس لڑائی کی حقیقت سُن کر دل میں بولی کہ میرا معشوق مارا جائیگا تو میرا جینا محال ہو جائیگا۔ یہ تجویز کر کے لباس مردانہ پہن کر ہتھیار کمر سے باندھ کر جنگل کی طرف سے حمزہ حمزہ کہتی ہوئی کافروں پر پڑی اور مارنے لگی۔ جب کافروں نے نام شجاعت التیام حمزہ کا سُنا تو بھاگنے لگے۔ اور ہومان نے بہمن کی بہن کو پہچان کر کہا اے زہرہ باز کیا کرتی ہے۔ وہ بولی کہ ہنر ہے۔ یہ کہ کر اُس نے ایک تلوار اس حرام زادے پر ایسی ماری کہ اُس کا سر گیند کی مانند اُڑ گیا۔ پھر بہمن کو چک آیا اُس نے اُسے بھی جہنم واصل کیا اور امیر کے لشکر کو بہ سلامتی قلعہ میں لیجا کر دروازے بند کرا کے دلاسا و دلیری سب کو دے کر عربوں کی مہمان داری میں مشغول ہوئی۔ عرب قلعہ سے کافروں کو مارتے تھے اور کافروں نے بھی تمام قلعہ کو مورچہ لگائے تھے۔ دوسرے روز کافروں نے بہت زور کیا تب قباد شہریار نے مہرنگار سے کہا کہ اگر مجھے حکم دو تو میں کافروں کو بفضل خدا مار کر آؤنگا مہرنگار بولی اے فرزند تو ابھی بچہ ہے اور جنگ کا ڈھب نہیں جانتا کیا کرو گے۔ قباد نے کہا اے والدہ میرے والد نے کم عمری میں کیسے کیسے جواں مردوں کو زیر کیا ہے۔ تب زہرہ بانو نے کہا اے بی بی اگر شہزادہ کو میرے ہمراہ کر دو تو میں لے جا کر کافروں کو جوتیاں مار کر خدا کے کرم سے تمہارے فرزند کو تمہارے پاس سلامت بے ملامت لے آتی ہوں۔ تب مہرنگار نے فرزند کی کمر سے ہتھیار قاتل کفار باندھ کر گھوڑے پر سوار کر کے زہرہ بانو کے ہمراہ تمام لشکر دیکر روانہ کیا۔ تب زہرہ بانو قلعہ کا دروازہ کھول کر باہر آئی اور قباد شہریار نے میدان جنگ آراستہ کو نیکا حکم دیا اور گھوڑا دوڑا کر میدان میں پکارا کہ اے کافرو میدان میں آؤ۔ تب بہمن نے کہا کہ میرا دامن آرزو گوہر مقصد سے اب بھر یگا کیونکہ اگر قباد کو جیتا پکڑوں گا تو مہرنگار اُس کے لئے میرے پاس آئیگی۔ تب بہمن نے ہتھیار باندھے اور میدان میں آیا اور قباد شہریار کے مقابل کھڑا رہا اور گرز گراں نکال کر امیر زادے پر ایسا چلایا کہ شعلہ آگ کا نکلا۔ مہرنگار اور باقی سب دست بہ دعا بدرگاہ مجیب الدعوات کھڑے ہاتھ اُٹھائے ہوئے تھے تب تو شہزادہ نے گھوڑا دبا کر کافروں کو ڈانٹا اور تیغ بیدریغ سے مارنا شروع کیا اور زہرہ بانو پشت شہزادہ پر کھڑی تھی۔ کافر سب بھاگنے لگے اور شہزادے نے اتنے کافر مارے کہ اُن کا حساب خدا جانتا ہے۔ اور عرب لشکر کفار کو لوٹنے لگے اور چار کوس اُن کا پیچھا کر کے بہ فتح و نصرت سے واپس پھرے اور داخل دو تخانہ ہوئے۔ مہرنگار نے گنج کھولے اور فقیروں کو تقسیم کئے

دوسرے روز کافر پھر آئے اور قلعہ کو گھیر لیا (باقی داستان شب فردا) +

اڑتالیسویں داستان

جب کہ چند روز گذرے تو عمر بن حمزہ اور لندھور اور دوسرے پہلوان زخمی تھے سو غش سے آنکھیں کھولیں اور مہرنگار سے گذشتہ حقیقت پوچھی اور مہرنگار نے تمام حقیقت آ سے آگاہ کیا۔ اور عمر بن حمزہ نے فرمایا کہ حمزہ نے ان کافروں کے حق میں کیا بدی کی تھی جو یہ کافر ہمارے حق میں ظلم و ستم کرتے ہیں مگر سبب یہ ہے کہ جس جگہ بختک ہوگا البتہ اس کا دل بھر آئیگا یہ کہہ کر سب نے یہ مشورہ کیا کہ کافروں نے قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا ہے اور ہم سب زخمی ہیں مگر جو خدا چاہیگا سو ہوگا توکلت علی اللہ لڑائی کے نقارے بجوائے اور میدان آراستہ کرایا اور میدان میں آکر پکارے کہ اے کافران زبر دستان ہر کسے کہ در میان شما آرزوئے مرگ داشتہ باشد بہ میدان مردان بیاید کہ ارادہ دست و پا آوری داریم۔ تب بہمن میدان میں آیا اور پکارا کہ اے عربو تم کس واسطے ناحق مرتے ہو حمزہ تو جہان فانی سے کوچ کر گیا پس اب مہرنگار کو تم میرے حوالہ کرو اور تم جدھر چاہو جاؤ۔ لندھور نے جب یہ بات سنی تو عمر بن حمزہ سے اجازت لے کر میدان میں آیا اور بہمن کے مقابل آکھڑا ہوا اور کہا کہ جو کچھ رکھتا ہے لا۔ تب بہمن نے گرز نکال کر بہمن کے سر پر مارا کہ شعلہ آتش کا نکل کر آسمان پر گیا۔ تب لندھور نے بھی بہمن کو ایسا مارا کہ اس نے سانپ کی مانند پیچ کھایا۔ پھر دونوں میں گرز در گرز ایسی لڑائی ہوئی کہ لندھور کے زخم تازے ہوئے اور لہو کے نالے بہے۔ تب لندھور واپس ہوا اور خیمہ میں بے ہوش ہو کر پڑا رہا۔ جب رات ہوئی تو دونوں فوجیں اپنے اپنے مقام پر اتریں اور رات بھر آرام کیا۔ پھر صبح ہوتے ہی لڑائی کے نقارے بجے اور دونوں لشکر مقابل کھڑے ہوئے۔ بہمن میدان میں پھر آیا اتنے میں میدان کی ایک طرف سے گرد پیدا ہوئی اور عیاران لشکر اسلام دوڑے اور خبر لائے کہ زوبین کا فرزند زنگہ نامی زوبین سگ ناپاک کی مدد کو آیا ہے اور اس کا قد ستر الیس گز لمبا ہے اور سات سو من کا گرز لڑائی کے وقت پاس رکھتا ہے۔ جب عیاران عمر نے یہ خبر اپنے لشکر میں پہنچائی۔ تب یاران امیر حمزہ بولے کہ ہمارا مددگار خدا ہے ہم زنگہ بن زوبین سے کیا ڈر رکھتے ہیں غرض فرید زنگہ بن زوبین کو حرمز بن نوشیرواں اور زوبین استقبال کر کے اپنے لشکر میں لائے اور خلعت پہنایا اور بہمن کے گھر میں آیا۔ اور تمام حقیقت امیر اور یاران امیر کی باہم ہوتی رہی جب وہ رات گذر کر صبح ہوئی تو فرید زنگہ میدان میں آیا اور حریف کو پکارا۔ تب لندھور کا بیٹا فرہاد میدان میں آیا تو فرید زنگہ بولا کہ لندھور کہاں ہے۔ فرہاد نے کہا کہ لشکر میں ہے فرید زنگہ

نے کہا باپ کے ہوتے تو کیوں مرنے آیا ہے۔ فرہاد نے کہا کہ ٹھہر تیرے جیسے کتے کے لئے میرا باپ کیوں
آئے میں تیرے گلے میں رسی ڈال کر ابھی لیجاتا ہوں۔ فرید زنگہ اس بات سے غصہ میں آیا اور
سات سو من کا گرز قربوس زریں سے نکال کر فرہاد پر مارا۔ لیکن فرہاد ذرا نہیں ہلا اور اس کو
کچھ خبر نہ ہوئی۔ فرہاد نے گرز ہاتھ میں لیا اور فرید زنگہ پر مارا ایسا کہ شعلہ آگ کا نکل کر اوپر
کو گیا۔ تب فرید زنگہ نے کہا کہ اے فرزند لندھور تو مرد مردانہ ہے۔ یہ کہہ کر گرز در گرز لڑنے لگے۔
یہاں تک کہ فرہاد کے زخم تازے ہوئے اور لہو کے نالے بہے۔ فرید زنگہ نے کہا کہ اے فرزند لندھور
مجھ سے تو تجھے اتنے زخم نہیں لگے یہ لہو کہاں سے آیا۔ تب فرہاد نے بختک و زوبین کا سارا
قصہ کہا۔ پھر ان دونوں نے تلواریں پکڑیں اور ایک دوسرے پر مارنے لگے یہاں تک کہ رات
ہوئی۔ تب یہ دونوں اپنے اپنے لشکر میں گئے اور فرہاد بے ہوش ہوا۔ جب رات گذری اور
صبح ہوئی تو دونوں لشکر سوار ہوئے اور فرید زنگہ میدان میں آیا اور حریف کو بلایا۔ تب شیر بابک
شیر والی میدان میں آیا اور سارا دن لڑا۔ رات کو اترے۔ اب حمزہ صاحب قران کا حال سنو
کہ وہ والدین کی خدمت میں فراغت سے رہتے تھے کہ ایک رات کو خواب میں دیکھا کہ اپنے لشکر
میں کافروں نے شب خون ڈالا ہے اور تمام پہلوان زخمی ہوئے ہیں۔ غرض کہ اس خواب کے
ہول سے امیر ہوشیار ہوئے اور عمر بن عمیہ سے فرمایا کہ اے دوست میں نے خواب دیکھا ہے۔ عمر
بن عمیہ نے کہا کہ خواب تمہارا جھوٹ نہیں ہے حکم ہو تو جا کر خبر لاؤں۔ امیر نے اجازت دی۔
پس عمر ہوا کی مانند چلا اور راہ میں کہیں قرار نہ کیا۔ اور ادھر جب روز ہوا تو فرید زنگہ نے
گھوڑے کو میدان میں چلایا اور حریف کو پکارا۔ تب لشکر میں سے استقنانوش پہلوان میدان
میں آیا اور لڑنے لگا۔ یکایک پیک آخر الزمان پیدا ہوا۔ جب سپاہ نے عمر بن عمیہ کو دیکھا تو
نقارے خوشی کے بجائے اور اس کا استقبال کیا۔ بہمن نے عمر کا منہ دیکھ کر بختک سے کہا کہ اے
حرام زادے کیا عمر اور امیر کو حبشی نے سولی چڑھایا تھا اب یہ کہاں سے پیدا ہوا۔ بختک نے کہا
میں کیا جانوں نوشیرواں نے تجھے لکھا تھا کہ شداد بو عمر حبشی نے دونوں کو مار دیا ہے۔ یہ سنتے
ہی بہمن نے بختک کی دوال میں ہاتھ ڈالا اور سر پر لیجا کر اسے پھرایا اور زمین پر پٹکا۔ لیکن
اسے حیات باقی تھی کہ نہ مرا۔ بہمن بہت غمگیں ہوا اور پریشان خاطر ہو کر جنگ میں سے پھرا۔ تب
دونوں لشکر اترے۔ عمر بن عمیہ فرزندان امیر کی خدمت عالی میں گیا اور حقیقت پوچھی۔ یاران
حمزہ نے سب بیان کیا۔ عمر نے مرہم سلیمانی نکالا اور سارے یاروں کے زخموں پر لگایا اور آپ
اسی وقت پھر کر امیر کے پاس آئے اور سب احوال بیان کیا۔ تب امیر ہوشیار ہوئے ماں باپ
سے وداع ہوئے اور اشقر پر سوار ہو کر عمر کو ساتھ لے کر کاؤس کے حصار کی راہ لی۔ اور رات

دن چلنے لگے۔ اور یہاں دونوں لشکر کا نقارا ہوا اور پہلوان سوار ہوئے کہ یکایک جنگل کی طرف سے گرد پیدا ہوئی۔ عیاران عمر دوڑے اور پوچھا کہ یہ لشکر کس کا ہے خبرلانے نے کہا کہ یہ لشکر سرکب ترک کا ہے جو نوشیرواں کی مدد کے لئے آیا ہے۔ سب کفار خوش ہوئے۔ ہرمز تاج دار نے مع جلوس کے سرکب ترک کا استقبال کیا اور ہزار تعظیم سے لایا۔ تب سرکب ترک نے پوچھا کہ حمزہ لشکر میں ہے یا نہیں۔ کہا کہ اُس کے بیٹے اور پہلوان ہیں وہی لڑتے ہیں۔ تب سرکب ترک نے کہا کہ میں تجھ کو میدان میں جا کر سب کو باندھ لاتا ہوں۔ پس عجز کو میدان آراستہ کیا۔ اور میدان میں آیا اور حریف کو پکارا۔ تب سعد بن عمر بن حمزہ باپ سے حکم لے کر میدان میں آیا اور گھوڑے کو کودانے پھرانے لگا۔ تب سب کافر سعد کو دیکھ کر حیران ہوئے۔ اور بولے کہ حمزہ کا عجیب تخم ہے کہ بچہ بڑے پہلوان کے سامنے لڑنے کو آیا ہے۔ تب سرکب نے پوچھا کہ یہ بچہ کون ہے۔ وہ کافر بولے کہ یہ حمزہ کا پوتا ہے جو فربندعکہ سے لڑنے کو آیا ہے۔ سرکب نے کہا کہ یہ سے کیونکر لڑیگا۔ بہمن نے کہا کہ تو تماشا دیکھ۔ تب سعد بن عمر پکارا کہ اے کافر اگر مرد ہے تو میدان میں آ۔ پس فوراً میدان میں آیا اور سعد کے سر پر گرز مار کر کہا اے عرب میں نے تجھے پست کیا۔ سعد نے کہا کہ میں اللہ کے حکم سے زندہ ہوں اے کافر جھوٹ کیوں بکتا ہے۔ پھر سعد نے تلوار خوں خوار قاتل کفار نکال کر فربندعکہ کو ایسی ماری کہ اُس بد ذات کا داہنا ہاتھ مع گرز زمین پر گرا۔ تب وہ کافر بھاگا۔ پھر دوسرا وار بھی ایسا مارا کہ بایاں ہاتھ مع حمائل اُتارا۔ تب وہ موذی گدھے کی طرح زمین پر تڑپنے لگا۔ اور شکل عیار نے اُس خر مردار کا سر بھالے سے لگایا اور امیر کے لشکر میں خوشی کی نوبت بجی۔ یہ حال دیکھ کر کافر متحیر ہوئے۔ اور سرکب ترک نے ہنس کر کہا ہزار آفرین اُس کے والدین پر کہ جنھوں نے ایسا فرزند پرورش کیا ہے۔ غرض جب سعد فتح و نصرت سے لشکر میں آیا تب عمر بن حمزہ نے اپنے فرزند پر سے بہت مال نثار کیا۔ اور کافروں نے اُتر کر ہرمز کو تخت پر بٹھا کر بہمن کو اُس کے بازو پر بٹھایا اور کھانا کھا کر شراب کے پیالے گردش میں آئے اور آپس میں کچھ کچھ باتیں جا بجا کرنے لگے۔ جب سرکب ترک نشہ سے مست ہوا تو بہمن سے کہا کہ اے کوہستانی تجھ سے عجب ہے کہ مجھ سے بلند درجہ پر بیٹھے۔ بہمن نے کہا تو کون کتا ہے کہ مجھے ایسا کہے تب سرکب ترک نے کشتی ایک مکے بہمن کی گردن میں مارے ایسے کہ بہمن کا سر پھرنے لگا۔ تب بہمن نے سرکب کو گرا کر اُس کے سینہ پر چڑھ کے مارے۔ سرکب دونوں پاؤں بہمن کے سینہ پر مار کر اور گرا کر آپ بہمن کے سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ اتنے میں ہرمز نے درمیان میں آ کر چھوڑا دیا۔ جب رات گذری اور صبح ظاہر ہوئی اور دونوں فوجیں تیار ہو کر میدان میں آئیں۔ اتنے میں ایک طرف سے گرد پیدا ہوئی جس میں سے ایک سوار اور ایک پیادہ پیدا ہوا جو امیر حمزہ اور عمر تھے۔ تب سب عرب دوڑے اور امیر

کے پاؤں پر گرے۔ امیر نے سب کو گلے لگایا اور دلاسا و دلبری کی اور خیمہ میں آکر اس رات کو آرام کیا دوسرے روز مع فوج امیر سوار ہو کر میدان میں آئے۔ اور سب کافر بھی میدان میں حاضر ہوئے کہ امیر نے اشقر کو جولان کیا اور فرمایا کہ اے کافرو میں نے تمہارے حق میں کیا بدی کی تھی جو تم چوروں نے میرے بعد میرے یاروں میرے فرزندوں سے بدی کی۔ اے بہمن میں نے تجھے اپنی کرسی پر بٹھایا سو اس کا بدلہ یہی ہے جو تو نے ادا کیا۔ خیر کیا مضایقہ ہے اب میدان میں آ۔ بہمن نے ہرمز سے کہا کہ میں حمزہ کے سامنے میدان میں نہیں جا سکتا ہوں۔ تب ہرمز نے سرکب ترک سے کہا سو وہ گھوڑا دوڑا کر میدان میں آیا اور پکارا کہ اے خدا پرستان ہرکہ درمیان شما آرزوئے مرگ داشتہ باشد بہ میدان بیاید کہ ارادہ دست و پا آوری دارم۔ اور کہا کہ اے حمزہ خبردار یہ نہ کہنا کہ خبردار نہ کیا تھا۔ پس گھوڑا دوڑایا اور امیر کے برابر آکر گرز اٹھا کے سر سے بلند کیا اور امیر نے سر کو چہرے کی پناہ کیا اور یہ جناب کبریا دعا کی کہ اس سپر کی پناہ نہیں ہے مگر تیری پناہ چاہتا ہوں۔ غرض کہ سرکب نے امیر کے سر پر گرز مارا۔ امیر نے کہا کہ اور دو ضربیں تجھ کو دیں۔ سرکب نے بہ قوت تمام اور دو گرز بھی مارے۔ پھر حمزہ نے سام بن نریمان کا گرز اٹھا کہ سرکب کو خبردار کر کے ایسا مارا کہ اس کے گھوڑے کی کمر ٹوٹی اور زمین پر گر کر تڑپا تب سرکب نے تلوار نکال کر چاہا کہ امیر کے گھوڑے کو پے کرے۔ تب حمزہ نے گھوڑے پر سے اتر کر اسے پشت پیچھے لیا اور سرکب کے سر پر ایسا گرز مارا کہ سرکب تا بہ زانو زمین میں غرق ہوا۔ تب سرکب بہت محنت و مشقت سے اوپر آیا اور گرز در گرز تا بہ شام حمزہ سے لڑتا رہا۔ تب امیر نے عمر سے کہا کہ نعرہ مار کر سرکب کو اٹھاتا ہوں۔ اس وقت عمر نے اپنی رسم کو ادا کیا یاران حمزہ ہوشیار ہوئے اور اپنے موزوں سے روئی نکال کر گھوڑوں کے کانوں میں ڈالی۔ تب امیر جہاں گیر نے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا نعرہ کیا اور سرکب کو اٹھا کر سر سے بلند کر کے زمین پر پچھاڑا اور باندھ کر عمر کے حوالے کیا۔ اور حمزہ کے نعرہ سے کافروں کے جو گھوڑے اپنے سواروں کو گرا کہ جنگل کو بھاگے تھے ان سب کو عیاران عمر دوڑ کر پکڑ لا اور اپنے لشکر میں لے گئے اور نقارے خوشی کے بجائے۔ اور دونوں لشکروں نے اتر کر مجلس عیش و طرب کی مہیا کی۔ تب امیر کے سامنے سرکب کو حاضر کیا گیا۔ امیر نے فرمایا کہ اے کوہستانی میں نے تجھے کس طرح زیر کیا۔ اس نے کہا کہ جیسے مرد مردوں کو اور بہادر بہادروں کو زیر کرتے ہیں ویسا ہی تم نے باندھا۔ امیر نے اس کو کہا کہ کہہ خدا ایک ہے اور دین ابراہیم خلیل اللہ کا برحق ہے۔ غرض وہ مسلمان ہوا اور امیر نے اس کے بند کھولے اور خلعت پہنایا۔ عمر بن عمیہ نے اس کے کان میں غلامی کا حلقہ ڈالا اور عیش و عشرت کرنے لگے (باقی داستان شب فردا) ✤

اُنچاسویں داستان

اس کے بعد امیر حمزہ خوشی کا نقارہ بجا کر فراغت سے عیش و عشرت میں رہنے لگے۔ اور فجر کو نقارہ لڑائی کا بجا کر اشقر پر سوار ہو کر میدان میں آئے اور کافر بھی مقابلہ میں آ کھڑے ہوئے پس حمزہ نے فرمایا اے بہمن تو آتا ہے یا میں ہی آؤں۔ پس بہمن نے ہرمز سے کہا کہ میں زنہار نہ جاؤنگا مگر تمام لشکر کو تو حکم کر کہ عرب پر یکبارگی حملہ کریں۔ غرض ہرمز کے حکم سے عم رسولِ مختار قاتلِ کفار یعنی امیر حمزہ پر سب کافروں نے یکبارگی حملہ کیا۔ امیر نے بھی دونوں ہاتھوں سے کافروں پر تلواریں مارنی شروع کیں یہاں تک کہ ان کافروں کے سر گنبد کی طرح اُڑاتے تھے اور اتنے کافر مارے کہ انکی تعداد سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہ تھی۔ کافروں کے لشکر کو مارتے ہوئے جب امیر کو دوپہر ہوئی تو اپنے لشکر کو حکم کیا کہ مارو ان کافروں کو تب امیر نے اتنے کافر مارے کہ کشتوں کے پُشتے باندھے اور لوتھوں کے پشتوں میں لہو کے نالے بہے اور عمرو بن عمیہ امیر کی پشت پر کھڑے رہکر کافروں کو شیشہ آتشی سے جلاتے تھے اور حمزہ بھی مارتے مارتے کافروں کے مراتب تک جا پہنچے۔ تب موذی بہمن نے امیر کو خالی سر دیکھ کر زوبین سے کہا کہ اگر عمر کو حمزہ کی پشت سے دور کرے تو میں حمزہ کا کام تمام کرتا ہوں۔ تب زوبین نے لشکر کو اشارت سے کہا کہ عمر کو امیر کی پشت سے جدا کرو۔ تب بہت کافر دوڑ کر عمر پر حملہ آور ہوئے اور عمر کو امیر کی پشت سے جدا کیا۔ اُس وقت بہمن نے امیر کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ امیر کے سر میں چار اُنگل کا زخم ہو گیا۔ تب امیر نے ہوشیار ہو کر دشمن کو مارنا چاہا مگر وہ نامرد بھاگ کر کافروں میں جا چھپا

امیر نے بہمن سے دوبارہ جنگ کر کے زخمی ہونا اور اشقر نے امیر کو ندی میں جا گرانا اور پنچکّی والے کے گھر میں صحت پا کر پھر جنگ کرنا اور عمر بن حمزہ نے بہمن کو قتل کرنا



اور کہا کہ حمزہ کو ایسا زخم مارا کہ تلوار حلق تک اُتر گئی - امیر کا لشکر یہ جاں گداز خبر سُن کر مغموم ہُوا - اور عمر بن عمیہ نے امیر کو ملنا چاہا لیکن اس انبوہ کثیر میں نہ مل سکے - امیر کے زخم سے لہو بہت جاری تھا اُس وقت امیر نے اشقر دیو نژاد کو کہا کہ مجھے اب کافروں میں سے باہر نکال کر لے چل - یہ کہہ کر دونوں ہاتھ اشقر کی گردن میں ڈال کر لپٹے - اشقر نے کو باہر نکالا تو کافروں نے اشقر کو پکڑنے کا ارادہ کیا - تب اشقر کافروں کو لاتوں اور ٹاپوں سے مار کر مردار کرتا ہُوا باہر نکلا - اور ایک نالہ پر پہنچ کر امیر کو پانی میں گرا کر آپ سرہانے امیر کے کھڑا رہا - تب اس نالہ کا پانی امیر کے لہو سے سرخ ہو کر بہنے لگا - یہاں سے تھوڑی دور ایک پنچکّی تھی اس چکی کے پھیرنے والے نے دیکھا کہ پانی سرخ بہتا ہے پس اس کی دریافت کو وہ آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک مرد سرخ رو پڑا ہے اور نادر گھوڑا اُس کے سرہانے کھڑا ہے - تب اُس نے اپنے دل خیال کیا کہ یہ کوئی شہزادہ ہے اگر میں اس کی تیمار داری درست کرونگا تو البتہ مجھے سرافراز کریگا - پس یہ تصور کر کے نزدیک آ کر امیر کی دوال پکڑ کر زور کیا اور اشقر بھی اپنے دانتوں سے پکڑ کر زور میں شامل ہُوا اور آپ بیٹھ کر امیر کو سوار کر لیا اور اس شخص نے امیر کو خوب باندھ کر گھر کی راہ لی اور گھر پہنچ کر اپنے بچھونے پر سلایا - اُس کی ماں نے پوچھا کہ اے فرزند یہ تو نے کسے سُلایا ہے - اُس نے کہا کہ یہ کوئی بڑا آدمی ہے زخمی ہونے سے گھوڑے نے لا کر گرا دیا تھا - میں نے یہ خیال کیا ہے کہ اگر ہم اس کی خدمت کرینگے اور یہ اچھا ہو کر درست ہوگا تو البتہ ہمارا حق خدمت پہنچیگا - اور اگر مر بھی جائیگا تو یہ ہتھیار اور کپڑے سب ہمارا مال ہوگا - یہ کہہ کر تمام ہتھیار کھولے اور ایک مٹھی نمک اور آٹا ملا کر زخم پر باندھا - اشقر اس کا سب کام دیکھتا تھا مگر چرنے کو نہیں جاتا تھا - اگر وہ شخص کبھی جبر سے کہتا کہ چرنے جا تو اشقر تیسری آنکھ زلف کے نیچے سے نکال کر ڈراتا تو وہ شخص متعجب ہوتا اور کہتا کہ اس گھوڑے کی تین آنکھیں ہیں جو ہم نے کبھی تین آنکھوں کا گھوڑا نہیں دیکھا اور نہ سُنا - القصہ ساتویں روز امیر کو ہوش آیا اور آنکھ کھلی اور اشقر کو اپنے سرہانے دیکھا تو خدا کو یاد کیا - اشقر نے سر زمین پر رکھ کر سلام کیا - امیر نے اس شخص کو جو شہ شیر نام تھا اشارت سے فرمایا کہ گھوڑے کا زین کھولو اور چرنے کو چھوڑو شہ شیر نے زین اُتار کر اشقر کو چرنے کے لئے چھوڑا - امیر نے کروٹ بدلی اور شہ شیر کو بلا کر احوال پوچھی تو اُس نے ساری حقیقت بیان کی - امیر نے فرمایا خاطر جمع رکھ کہ تیری محنت ضایع نہ ہوگی پر اب میں بھوکا ہوں ایک بکری کے گوشت کا شوربا لا - ایک بکری کے بدلے تجھے سات بکریں دونگا وہ شخص اپنی ماں کے پاس گیا اور جو کچھ کہ امیر نے فرمایا تھا سو کہا اور اُس عورت نے اپنی سات بکریوں میں سے ایک بکری دی تب وہ شخص امیر کے پاس لایا - امیر نے آہستہ اُٹھ کر اُسے ذبح کیا اور شہ شیر نے صاف کر کے شوربا پکا کر امیر کے پیش کیا - امیر نے کچھ آپ پیا اور کچھ اُسے بھی دیا - دوسرے روز امیر نے ایک اور بکرا مانگا - تو شہ شیر نے کہا کہ وہ

بکرا میں ماں کے پاس سے لایا تھا اب کہاں سے لاؤں۔ امیر نے کہا کہ جتنی بکریاں تیری ماں کے پاس ہوں سو لے آ۔ اور اُن کے بدلے وہ جتنی بکریاں مانگے قبول کر اور میری خبرداری اور غمخواری کر جیسا کہ تو نے شرط کی ہے ویسا بجا لا۔ تب وہ عورت بولی کہ اے فرزند کیا فرماتے ہو۔ امیر نے کہا کہ جتنی بکریاں تیرے پاس ہوں تو مجھے دے کہ ایک بکری کے بدلے سات دونگا۔ اُس عورت نے کہا کہ میرے پاس سب سات بکریاں تھیں سو ایک تم نے کل کھائی اب باقی چھ ہیں۔ سو اب تو شرط کریگا اور اپنا نام بتاویگا تو دونگی۔ امیر نے کہا کہ وہ شرط کیا ہے۔ وہ بولی کہ ایک بکری کے عوض اگر دس بکریاں دیگا تو بکری دونگی۔ امیر نے فرمایا کہ میرا نام سعد شامی ہے اور حمزہ کا چھوٹا بھائی ہوں سوگند کھاتا ہوں کہ ایک ایک بکری کے بدلے دس دس تجھے دونگا۔ جب اس عورت نے نام حمزہ کا سُنا تب جا کر اپنے گھر سے لائی۔ امیر ایک بکری ہر روز ذبح کرتے اور کھاتے۔ اور لشکر نے اُس رات کو جو امیر زخمی ہوئے تھے تمام رات امیر کو ڈھونڈھا مگر نشان نہ پایا اور عمر بن عمیہ بھی رات دن پھرتے اور ہر چند تلاش کرتے تھے ولیکن کہیں پتا نہ ملا۔ کیونکہ پہاڑی زمین میں اشقر کے سموں کا نشان نہ پایا گیا۔ ایک روز عمر ڈھونڈھتے ہوئے اس نالہ میں جا نکلے تو وہاں اشقر کو چرتے دیکھا۔ اشقر نے جب عمر بن عمیہ کو دیکھا تو پیشانی زمین پر رگڑی اور آگے ہو کر شہ شبیر کے گھر کو لے آیا۔ جب عمر اندر آئے تو دوڑ کر امیر کے پاؤں پر گرے۔ امیر نے عمر کو گلے لگایا اور دونوں بہت روئے پھر کھانا موجود تھا سو کھایا۔ تب عمر بولا کہ اے امیر حمزہ قریب ہے کہ مہر نگار جی چھوڑ دیوے۔ امیر نے کہا کہ اے عمر تو جا اور یاران کو مع مہر نگار کے یہاں لے آ۔ تب عمر دوڑے۔ اور امیر کی حیات کی خبر تمام یاروں اور مہر نگار کو سُنائی۔ پہلوانان نے شادیانے بجائے اور سوار ہو کر امیر کے پاس آئے۔ مہر نگار اور عمر بن حمزہ کی بی بی اور سارے یار اور پہلوانوں نے جو حاضر تھے اتنا کچھ مال و متاع شہ شبیر کو دیا کہ وہ مال بروئے حساب خراج ترکستان کا ہوا اور ستر بکری بھی منگا کر شہ شبیر کو دی۔ غرض کہ شہ شبیر غنی ہوا اور باقی تمام عمر خوش و خورم رہنے لگا۔ اور امیر نے وہاں سے کوچ کیا اور اپنے مقام پر آئے۔ اور کافر بھی سوار ہو کر آئے۔ امیر نے کہا کہ اے یاران ہم بھی ان کافروں کے طریق پر لڑائی کرینگے اور کافروں کو بازی دینگے جیسا کہ یہ کافر ہم کو بازی دیتے ہیں۔ اور جیتا رہونگا تو میں ان سب کافروں کو مارونگا۔ عمر بن حمزہ نے کہا کہ میں جاؤنگا اور بہمن کی خبر لونگا۔ لندھور نے کہا کہ میرا حصہ یوں ہی ہے اور دوسرے پہلوانوں نے نوشیرواں کے لشکر کو اختیار کیا اور دفعتہً نعرہ مار کر کافروں کے لشکر پر گرے اور ایسی لڑائی ہوئی کہ کوئی قایم نہ رہا اور کافروں کو لڑائی کی طاقت نہ رہی آخر بھاگنے لگے اور پہلوانان عرب نے اُنکا پیچھا کیا اور عمر بن حمزہ بہمن کے پاس پہونچے اور پکارا کہ اے حرام زادے تو اب جان میرے ہاتھ سے کہاں لے جائیگا

تب بہمن مقابل عمر بن حمزہ کے ہوا۔ امیر زادہ نے تلوار چلائی بہمن نے روکی لیکن بہمن کے گھوڑے کی گردن کٹ گئی اور بہمن زمین پر گرا اور تلوار لے کر عمر بن حمزہ کے گھوڑے کے درپے ہوا۔ عمر بن حمزہ نے پیادہ ہوکر بہمن کو تلوار خوں خوار ایسی ماری کہ وہ موذی برابر مردار ہو گیا۔ تب اُس کا فر کا سر امیر کے سامنے لائے لیکن امیر بہمن اور خنگ کے واسطے بہت روئے۔ اور امیر کے دوسرے پہلوان جو کافروں کا پیچھا کر کے گئے تھے اُنہوں نے بھی اتنے سر کاٹے کہ جنکا حساب خدا کو معلوم تھا۔ امیر بعد فتح کے خیمہ میں آئے اور شادیانے بجائے اور آرام فرمایا۔ اب یہ تازہ حال سنو کہ جس رات امیر حمزہ کشور ستاں بہمن کے ہاتھ سے زخمی ہوئے تھے اُسوقت ایک پری لڑائی کا تماشا دیکھتی تھی سو اسنے جا کر قریشی و اسما پری سے تمام حقیقت بیان کی اور زخمی ہونا ظاہر کیا تب اسما پری و قریشیہ سلطان بنت حمزہ اور بہت سی پریاں کوہ قاف کا تحفہ لیکر امیر کی جگہ پر وارد ہوئیں اور سلاسل عیار کو بارگاہِ گردوں جاہ حمزہ میں رواں کیا۔ جب سلاسل نیک عقل بارگاہ میں آیا اور سر نیاز زمین خدمت پر رکھ کر اداب بجا لایا۔ تب امیر جہاں گیر نے فرمایا کہ اے سلاسل کہاں آیا۔ اُس نے عرض کیا کہ اے جہاں گیر آپ کی حالت زخم و پریشاں سن کر یہ سب غلام و کنیز حاضر ہوئے۔ اُس وقت امیر نے یاروں سے فرمایا کہ تم کو کچھ معلوم ہوتا ہے یا نہیں۔ تب یاروں نے عرض کیا کہ ہم کچھ نہیں دیکھتے۔ جب امیر جہاں گیر مع یاران اسما پری کے خیمے میں آئے اور اسما پری و قریشیہ سلطان وارضع پری کو گلے لگایا اور وہ بھی اداب بجا لائیں تب امیر کشور گیر تخت پر بیٹھے۔ پریوں نے امیر کے وفادار و غم خوار جاں نثار کو دیکھا تو بولیں کہ اے امیر کشور گیر ایسے یاروں کے فراق سے تم وہاں جو بے قرار تھے تعجب نہیں تھا۔ پھر پریوں نے عرض کیا کہ اے امیر ہم نے آپ کے یاروں کو دیکھا اور مہر نگار کے دیکھنے کی کمال آرزو ہے کہ اُس جمال جہاں آرا سے ہمارے دیدۂ بے نور منور فرماویں۔ امیر کشور گیر نے فرمایا کہ بہتر ہے چلو دکھاتا ہوں۔ اُس وقت یاروں نے عرض کیا کہ اے پہلوانِ جہاں ستاں ہم پریوں کو دیکھینگے۔ امیر نے اسما پری کو ارشاد کیا کہ میرے یار وفادار تم کو دیکھنے کا بہت اشتیاق رکھتے ہیں۔ اسما پری نے عرض کی بشرطیکہ کوئی کسی پر ہاتھ نہ چلاوے۔ پس پریوں نے اپنا حجاب دور کیا۔ اُس وقت امیر کے سب یار اِن کو دیکھ کر متحیر و متعجب ہوئے۔ تب امیر نے پریوں سے فرمایا اب چلو کہ تمھیں مہرنگار دکھاؤں اُسوقت امیر تمام پریوں کو اپنے ہمراہ لے کر محل میں تشریف لائے اور قریشیہ سلطان بنت حمزہ و اسما پری زوجہ حمزہ و ارضع پری خوش دامن حمزہ اور کتنی پریاں آور آئیں اور مہر نگار سے ملیں اور قریشیہ سلطان مہر نگار کے قدم بوس ہو کر اداب بجا لائیں اور تمام پریاں مہر نگار کے حسن و جمال کو دیکھ کر شرمندہ ہوئیں اور عرض کی کہ ہم پریوں کو یہ حسن و جمال خدا نے نہیں دیا ہے اسی واسطے امیر کوہ قاف میں نہیں لگتے تھے ہمیں ایسا معلوم ہوا۔ ایس

چوتھے روز وہ پریاں امیر سے وداع ہونے کے وقت وہ تحفے جو ساتھ لائی تھیں امیر اور امیر زادے کو دے کر روانہ ہوئیں (باقی داستان شب فردا)

پچاسویں داستان

امیر کشور گیر نے پریوں کو وداع کرنے کے بعد یاروں سے فرمایا کچھ خبر ہے کہ سب کافر کہاں بھاگ گئے ہیں۔ عمر بن عمیہ نے عرض کی میں سنتا ہوں کہ وہ جعفر کشمیری کی پناہ میں کشمیر میں جا رہے ہیں۔ امیر نے فرمایا افسوس کہ یہ بے عزت کافر میرے ہاتھ سے زندہ و صلامت بھاگ گئے۔ اس وقت عمر بن حمزہ نے عرض کیا کہ اے قبلۂ عالم اگر اُن کافروں کے تعاقب کے لئے مجھے حکم ہو تو میں جاؤنگا اور چند روز میں سب کافروں کو باندھ کر لاؤنگا۔ تب امیر نے معدی کرب اور فرہاد بن لندھور اور استفتانوش کو مع اُس کے سات بھائیوں اور زابلی کے لشکر دے کر روانہ کیا۔ عمر بن حمزہ بعد قطع منازل و طے مراحل کے کشمیر میں پہنچے۔ وہاں سب کافر قلعہ میں دروازہ بند کئے ہوئے تھے۔ امیر زادے نے قلعہ کو گھیر کر لڑائی شروع کی۔ ناگاہ وہاں سے قاصد قضا ایک گورخر نے پیدا ہو کر سپاہ عرب کو ضائع کیا تب لشکر میں شور پڑا۔ عمر بن حمزہ اس کے مارنے کو سوار ہوئے اور اُس کے پیچھے گھوڑا دوڑائے گئے۔ جب رات ہوئی تو امیر زادہ نے کوئی شکار مار کر اور اُتر کر کباب اُس شکار کے بنا کر کھائے۔ صبح ہوتے ہی پھر وہ گورخر پیدا ہوا اور عمر بن حمزہ نے پھر اُس کا پیچھا کیا جب دو پہر ہوئی تو گورخر ایک ٹھکانے پر غایب ہوا۔ امیر نے یہاں جا کر دیکھا کہ پہاڑ کے نیچے ایک شہر فرخار نام ہے اور وہاں گلقہرہ نام ژوپین بیدین کی بہن بالا خانہ پر بیٹھ کر دیکھ رہی تھی۔ اتنے میں اسکی نظر عمر بن حمزہ پر پڑی اور اُسی وقت ایک خواجہ کو دوڑایا کہ امیر زادہ کو بلا لا۔ خواجہ بلانے آیا اور کہا اے سوار تجھے ژوپین کی بہن بلاتی ہے۔ تب امیر زادے نے کہا کہ میں عمر بن حمزہ ہوں اور شکار کے پیچھے یہاں تک آیا ہوں۔ خواص یہ سن کر دوڑا اور گلقہرہ کو خبر دی۔ وہ بدبخت مدت سے اُن کے دیدار کی مشتاق تھی۔ خواجہ کو بڑی تاکید سے بولی اُس کو ہزار منت و معذرت سے یہاں تک لا۔ کہ اس کے شربت دیدار سے اپنی تشنگی کو تسلی بخشوں۔ وہ خواجہ آ کر ہزار تعظیم و تکریم سے اس کریم ابن الکریم کو گلقہرہ تک لے گیا۔ جب اُس مشتاق نے عمر بن حمزہ کو دیکھا تو اُن کے گل رخسار پہ فریفتہ اور مفتون و شیفتہ ہو کر ہزار نزاکت سے بچھونے پہ بٹھایا اور انواع و اقسام کی نعمتیں آگے لا رکھیں۔ غرض بعد تناول طعام کے شراب ارغوانی جواہر نگار پیالہ میں اُتری اور وہ ناز و غمزہ سے پلانے لگی۔ امیر زادہ بھی مست و سرشار ہو کر بیٹھا تھا۔ تب گلقہرہ اپنا دفتر عشق کھولکر عرض کرنے لگی کہ اے سرور گلستان شجاعت و ملاحت میں مدت مدید و عرصہ بعید سے مثل قمری کے

ترے عشق کا طوق اپنے دل وجان کی گردن میں ڈال کر مانند ماہئی بے آب عشق کے پھندے میں گرفتار ہوکر تڑپتی تھی۔ اب مسبب الاسباب نے میرے طالع کی یاوری سے اس مشتاق کی جان کو آج تیرے دیدار سے تسلی بخشی۔ اب تجھے لازم ہے کہ بہر صورت میری آتش شوق کو اپنے وصل کے پانی سے بجھا۔ نہیں تو اس آگ سے میرا دل وجگر جل کر کباب ہو جائیگا اور جسم مانند قفس بے بلبل پیچ وتاب میں پڑیگا۔ امیر زادے نے فرمایا کہ تیری ایک ہمشیرہ میرے نکاح میں ہے اس لئے تیرا اور میرا رشتہ بہت نازک ہے میں کام بد انجام ہرگز نہ کرونگا۔ اگرچہ مرونگا تو بھی بُرے کام کو روا نہ رکھونگا۔ گلچہرہ نے ہرچند کہ منت ومعذرت کی لیکن امیرزادہ نے انکار ہی کیا اور فرمایا کہ میرے یار کشمیر میں ہیں اگر وہ یہاں آئیں تو اُن کی رضامندی سے میں تیرا کہنا سُنونگا۔ گلچہرہ نے قاصد تیز رو کو دوڑایا اور یاران عمر بن حمزہ کو کشمیر سے تھوڑے دنوں میں بُلایا۔ راوی کہتا ہے کہ شہر فرخار میں ایک بڈھے شبستان نام کے دو بیٹے ایک مہروار سرشبان اور دوسرا زرین سرشبان تھے اُس نے سُنا کہ عمر بن حمزہ آکر زوبین سے شراب نوشی میں مشغول ہے۔ تب اپنے دونوں بیٹوں کو کہا کہ تم جاؤ اور امیرزادہ کو مارو پس وہ ہاتھوں میں لاٹھیاں لے کر دوڑے اور محل میں آئے اور عمر بن حمزہ کو پکارا کہ اے عرب تیری کیا قدرت جو ہماری سرحد میں آئے اور شکار کرے۔ عمر بن حمزہ جہاں بیٹھے تھے وہاں سے نہ ہلے اور نہ کچھ بولے تب مہروار سرشبان نے جھنجلا کر امیرزادے پر لاٹھی چلائی۔ عمر بن حمزہ نے ایک ہاتھ سے اُس کی لاٹھی پکڑ کے دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن پر ایسی دُکی ماری کہ شبستان کا بیٹا زمین پر تڑپا کیا۔ تب دوسرے بھائی نے اس کا یہ حال دیکھ کر امیرزادہ پر لاٹھی چلائی اور اُس کا بھی وہی حال ہوا پھر دوتین گھڑی کے بعد دونوں ہوشیار ہوئے اور وہاں سے اُتر کر باپ کے پاس آئے اور حقیقت بیان کی۔ شبستان فرخاری نے سُنا اور کہا کہ پسر حمزہ کی نسبت انصاف کی بات یہ ہے کہ اگر بیٹا حمزہ یہ نہ کرے تو اَور کیا کریگا۔ اب مشکل یہ ہے وہ بچہ ہے میں اُس کو کیا ماروں لیکن حمزہ سے مجھے ضرور کام ہے۔ یہ کہہ کر چپ ہو رہا۔ اور دو تین دن میں عمر معدی اور دوسرے پہلوان بھی آپہنچے گلچہرہ نے اُن کو بہت تعظیم وتکریم سے بُلا کر اپنے عشق کا حال سُنایا۔ تب عمر معدی کرب نے کہا اے امیر زادے تو سخت نادان ہے کہ ہم کو ناحق رنج میں ڈالتا ہے۔ عمر بن حمزہ ہنسے اور کہا کہ اے عمر معدی میں جو کام لایق نکرنے کے ہو وہ میں کیوں کروں۔ عمر معدی نے کہا کہ تجھے اختیار ہے کہ کرے یا نہ کرے غرض جب رات ہوئی تو امیرزادہ مست ہو رہا تھا کہ گل چہرہ بچھونے پر آئی اور عمر بن حمزہ پر ہاتھ ڈالا۔ عمر بن حمزہ نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُس کے مُنہ پر مارا اور کہا کہ اے بی بی کتنی ہی شوخی وبیحیائی کریگی۔ میں نے آگے بدکام کیا ہے اور نہ آیندہ کرونگا۔ گلچہرہ نے غصہ میں آکر دل میں تصور کیا کہ یہ میرے ہاتھ نہیں آئیگا بہتر یہ ہے کہ اسے دنیا سے اُٹھا کہ میرے کام نہیں آتا تو میری بہن کے بھی آتا

پس اُس نادان نے یہ بدگمانی دل میں لا کر اور خنجر نکال کر حالت سرشاری میں اس شیر بیشۂ شجاعت کو شہید کیا اور اس کے بعد بہت پشیمان ہوئی اور شور مچایا کہ امیر زادے کو کسی دشمن نے مار ڈالا۔ جب یاروں نے یہ آواز جاں گداز سُنی تو سب یکبارگی دوڑ کر آئے اور امیر زادہ کو شہید و خوں آلودہ دیکھ کر سب زمین پر گر کر لوٹنے اور سر پھوڑنے لگے اور ماتم میں اپنے مُنہ کالے کر کے گھوڑوں کی عیال اور مُہمیں کاٹیں اور تگلفھرہ کو قید کر کے پوچھا کہ اے بدبخت تو نے اس جوان شجاعت نشان کو کس واسطے مارا۔ تب اُس قاتل بدفعل نے کہا کیا کروں کہ مجھے نشہ عشق نے دیوانہ کر دیا تھا میں نے اُس حالت دیوانگی میں اُسے مار ڈالا اب مجھے بھی مار ڈالو تو مقصود دل کو پہنچوں گی۔ تب سب یاروں نے کہا کہ تو عورت ہے تجھے عورتیں ہی مارینگی۔ اور وہاں اسی رات کو امیر نے خواب میں دیکھا کہ عمر بن حمزہ لہو کے دریا میں تیرتا ہے پس اُسی وقت ہول سے ہوشیار ہوئے اور عمر بن عمیہ کو فرمایا کہ میں نے ایسا خواب دیکھا ہے عمر بن عمیہ نے عرض کیا کہ اے جہاں گیر اگر حکم ہو تو میں خبر لاتا ہوں۔ حمزہ نے حکم دیا اور عمر اُسی وقت دوڑا اور منازل و مراحل طے کر کے کشمیر میں آ کر سپاہ عرب سے پوچھا کہ حمزہ کا فرزند کہاں ہے۔ سپاہ عرب نے کہا کہ مع یاران زوبین کی بہن کے گھر مہمان ہیں۔ شہر فرخار میں عمر بن عمیہ جب آئے تو یاروں کے رونے کی آواز سُنی اور دل میں کہا کہ کچھ خیر نہیں ہے۔ جب یاروں نے عمر بن عمیہ کو دیکھا تو دوڑ کر پاؤں پر آ گرے اور رو رو کر عمر بن حمزہ کی شہادت کی حقیقت سُنائی۔ عمر اُسی وقت واپس ہوئے اور امیر کے پاس پہنچ کر بولے کہ آپ خاطر جمع رکھو شہزادہ سلامت ہے لیکن تھوڑا زخم ہے اور تمھیں بُلایا ہے۔ تب امیر مع عمر شہر فرخار میں آئے۔ عمر بولا کہ ذرا اس باغ میں بیٹھ کر کچھ کھا کر جائیں۔ امیر بیٹھے اور عمر بکریوں کے ریوڑ سے ایک بکرا لایا اور ذبح کر کے سیخیں بھون کر لاتا تھا کہ فرخاری کی نظر باغ پر پڑی اور دھواں دیکھا۔ تب دونوں فرزندوں کو کہا کہ کوئی اجل رسیدہ متلاشی عزرایل باغ میں دھواں کرتا ہے اُسے پکڑ لاؤ۔ تب وہ باغ میں آ کر کیا دیکھتے ہیں کہ امیر و عمر کباب کھاتے ہیں۔ تب دونوں نے لاٹھیاں امیر پر چلائیں۔ امیر نے دونوں کو دونوں ہاتھوں سے زمین پر پچھاڑا۔ وہ دونوں تو زمین پر پڑے رہے اور ادھر فرخاری نے دل میں سوچا کہ بیٹوں کے آنے میں کیوں دیر ہوئی۔ تب سات سو من کا گرز اُٹھا کر آپ باغ میں آیا اور فرزندوں کو مثل مرغ نیم بسمل دیکھ کر نعرہ مارا کہ اے مادر بہ خطا عزرایل کے ڈھونڈھنے والو اژدھے کے ڈنگ چاہنے والو تم یہ نہیں جانتے کہ یہ بکری کس کی ہے کہ ہم کھاتے ہیں۔ امیر نے جب فرخاری کو دیکھا تو کہا کہ یہ مرد بہت سخت ہے تو اُٹھے اور فرخاری نے گرز امیر کے سر پر چلایا۔ امیر نے ایک ہاتھ سے اُس کا گرز پکڑا اور زور کر کے چھین لیا تب فرخاری کو اُٹھایا اور زمین پر پچھاڑا۔ تب اُس نے پوچھا کہ اے مرد تو کون ہے اور تیرا کیا نام ہے کہ سات سو سال کی عمر میں کسی جوان مرد نے مجھے ایسا سہل نہیں اُٹھایا جیسا کہ

تونے کدو کی طرح اُٹھا لیا ہے۔ امیر نے فرمایا بول خدا ایک ہے اور دین مبین ابراہیم خلیل اللہ کا برحق ہے اُس نے اقرار کیا اور مسلمان ہوُا۔ تب فرخاری نے چاہا کہ عمر بن حمزہ کی حقیقت عرض کرے مگر عمر نے اشارت سے منع کیا۔ پھر امیر سوار ہوئے اور فرخاری اور اُس کے دونوں بیٹوں اور عمر سمیت شہر میں داخل ہوئے۔ تب دیکھا کہ گھوڑوں کی عیالیں کٹی ہیں امیر نے وہیں نعرہ مارا اور زمین پر گر کے اور رونا شروع کیا۔ اور یاران و پہلوانان آکر امیر کے قدموں پہ گر کر رونے لگے اور گلقہرہ کو باندھ لائے۔ اور امیر کو حقیقت سے آگاہ کیا۔ امیر نے فرمایا کہ اے حرام زادی تونے میرے گل نونہال کو جڑھ سے کیوں اُکھاڑا۔ پھر فرمایا اسے مادر عمر بن حمزہ کے پاس لیجاؤ اور خبر کرو کہ تیرے فرزند کو اس نے مارا ہے۔

گلقہرہ ہمشیرہ ژوبین نے چھاتی پر چڑھ کے عمر بن حمزہ کو خنجر سے مارنا اور امیر نے یاروں سمیت ماتم کرنا اور گلچہرہ نے اپنی ہمشیرہ گلقہرہ کو مار کر ٹکڑے ٹکڑے کرنا



جب گلقہرہ کو عمر بن حمزہ کی ماں کے پاس لے گئے اور احوال بیان کیا تو وہ بہت رونے لگیں اور ایسا نالہ کیا کہ دیکھنے اور سُننے والوں کو بے ہوش کر ڈالا۔ امیر نے چالیس روز تک فرزند کا ماتم کیا۔ پھر عمر بن حمزہ کو تابوت میں رکھ کر کاؤس کے حصار کو بھیجا۔ بعد فاتحہ کے گلچہرہ نے اپنی بہن گلقہرہ کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ اس کے بعد امیر کشور گیر کشمیر کو آئے اور جس قلعہ میں کافروں کا لشکر بھاگ کر پناہ گزیں تھا اُس کے پاس پہنچ کر فرمایا کہ اس جگہ کی شامت سے میرا ایسا بیٹا تلف ہوُا یہ کہہ کر کوٹ کے دروازے کو توڑ کر اندر آئے اور کشمیریوں اور کافروں کو مارنے لگے۔ کشمیر کے بادشاہ نے امان مانگی۔ امیر نے ضرورت کو

امان دی اور مسلمان کیا اور وہاں سے کوچ کرکے کاؤس کے حصار کو آئے (باقی داستان شب فردا)

اکیاونویں داستان

جب نوشیرواں کا بیٹا ہرمز مدائن کو آیا اور حقیقت پوچھی تب سُنا کہ نوشیرواں کو شداد حبشی لے گیا ہے۔ تب بزرجمہر کو کہا کہ نوشیرواں کس تدبیر سے خلاص ہوگا مجھے بتائیں تاکہ وہ تدبیر کروں۔ بزرجمہر نے کہا کہ حمزہ جائیگا تو نوشیرواں خلاص ہوگا اور وہ آسانی سے لائیگا۔ ہُرمز نے کہا کہ حمزہ کس طرح سے جائیگا۔ بزرجمہر نے کہا کہ تو اپنی ماں سے کہہ۔ اُس نے ایسا ہی کہا۔ تب ہرمز کی ماں زرینہ کفش نے ضرورت جان کر امیر کو لکھا کہ اے فرزند جان اس بات کو کہ مدت بعید سے نوشیرواں شداد کی قید میں ہے عجب ہے کہ تمھارے ہوتے نوشیرواں کو دوسرے لوگ آزار دیں۔ جب اس روش کا خط نوشیرواں کی بی بی نے بھیجا تو وہ خط کھول کر حمزہ نے پڑھا اور خط لانے والے کو کہا کہ جا اور زرینہ کفش کو کہہ کہ میں جاؤنگا اور بادشاہ کو لاؤنگا اگر میرے حق میں اُس نے پھر بدی کی تو میں اُس ظالم کو کہ عادل کہلاتا ہے اور عدالت کو تلف کرتا ہے جو چاہونگا سو کرونگا۔ اب تو اُس کو چھڑانا فرض ہوا ہے۔ یہ بول کر عمر بن عمیہ کی طرف دیکھا اور کہا کہ چلو حبش کی طرف چلیں اور نوشیرواں کو لاویں۔ عمر بن عمیہ نے عرض کیا کہ اس کے چھوڑانے کو میں نہ جاؤنگا بلکہ اُدھر تو پاؤں بھی نہ رکھونگا۔ امیر نے فرمایا کہ بھلا تو مت آ۔ مقبل حلبی کو اپنے ہمراہ لیا اور یاروں کو وداع کیا اور روانہ ہوئے۔ تب عمر بن عمیہ نے عرض کی کہ اے امیر جانے "تو ہو پر جانے سے پشیماں ہوگے۔ امیر نے فرمایا اے چور کیا تو اپنی کرامات بتاتا ہے۔ تب عمر نے کہا کہ جاؤ خدا کو سونپا پھر امیر جہاں گیر مقبل کو ساتھ لئے ہوئے بعد قطع منازل وطے مراحل حبش میں داخل ہوئے اور ایک باغ میں اُترے اور گھوڑا چرنے کو چھوڑا۔ جب رات ہوئی تو امیر نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ شداد کے دربار میں عیاری سے جائیں اور نوشیرواں کو لے آئیں شاید کہ شداد مجھ سے پھر گیا ہو اور جب اپنے آپ کو ظاہر کرونگا تو کام بہت بے ڈھب ہوگا۔ مقبل نے کہا کہ جو خاطر شریف میں آئے سو بہتر ہے وہی کرنا چاہئے۔ غرض جب آدھی رات گذری تو امیر نے کہا کہ کالے کپڑے لاؤ تو پہنوں۔ غرض کپڑے پہنے اور حضرت خضر علیہ السلام کی کمند لی اور پاپیادہ شہر کے اندر گئے اور قلعہ کے نیچے آکر کمند کو کوٹ کے کنگرہ پر لگایا اور چڑھے اور شداد کی بارگاہ کے اندر اُترے تو دیکھا کہ شداد تخت پر سوتا ہے اور شراب و نُقل ومیوہ تخت کے نیچے طبق میں بھر کر رکھا ہے اور نوشیرواں کو پنجرے میں ڈال کر تخت کے سامنے لٹکایا ہوا ہے اور ایک کالا سا بچھو شداد کو کاٹنے کا قصد کرتا ہے۔ امیر نے اس بچھو کو مارا اور میوہ کھاکر اور شراب پی کر ایک

پرچہ لکھا کہ اے شداد جان پہچان کہ میں نوشیرواں کو لیجانے آیا تھا۔ اگر تجھے نیند سے جگاتا تو تُو پراگندہ خاطر ہوتا یہ سمجھ کر نہیں اُٹھایا۔ اور کالا بچھو جو تجھے کاٹنے آتا تھا اُسے مار کر اور میوہ و شراب کھا پی کر نوشیرواں کو لئے جاتا ہوں۔ اور تجھے معلوم ہونے کے لئے یہ پرچہ لکھے جاتا ہوں۔ پس نوشیرواں کو مقبل کے پاس لائے اور بولے کہ گھوڑے پر زین کر۔ مقبل نے ہر چند گھوڑا ڈھونڈھا لیکن نہیں ملا۔ تب امیر ڈھونڈھنے لگے۔ اور وہاں پر شداد بیدار ہوا اور نوشیرواں کو نہ دیکھا اور بچھو اور لکھے ہوئے مضمون کو دیکھ کر اپنے لشکر کو پکارا کہ حمزہ واحد آیا ہے اُس کا کام تمام کرو کیونکہ اُس نے مکہ میں مجھے جادو سے باندھا تھا۔ پھر ہزار سوار لے کر باہر آیا اور باغ میں پہنچا اور نوشیرواں سے پوچھا کہ حمزہ کہاں ہے۔ تب اُس نے ایما سے کہا کہ میں نے خطا کی تو جان بخشی کر تو حمزہ کو بتاؤں۔ پھر شداد کو نوشیرواں نے کہا کہ حمزہ اس راہ گیا ہے۔ شداد ڈھونڈھتا آگے گیا تو مقبل گھوڑے کو لئے آتا تھا۔ شداد نے مقبل کو دیکھ کر کہا باندھو۔ پس شداد کے حکم سے مقبل اور اشقر پر کمند کے ساتوں حلقے پڑنے اور باندھ لیا۔ لیکن امیر کو ہر چند تلاش کیا نہ پایا۔ تب شداد نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ حمزہ ریگستان میں پھنسا ہوگا کیونکہ زنگبار حبش کا بالو مشہور ہے سو حمزہ بالو میں پڑ کر پیاسا مر جائیگا۔ تب شداد مع نوشیرواں حصار کاؤس کو روانہ ہوا اس نیت سے کہ مہرنگار اور حمزہ کی اولاد اور یاروں کو جہان سے اُٹھاؤنگا۔ اور امیر راہ گم کر کے بالو میں پڑے تھے اور جدھر جاتے اُدھر اُجاڑ ہی اُجاڑ اور ریگستان پاتے۔ تین رات دن اسی طرح سرگردان پھرے مگر راستہ نہ پایا بہت حیران رہے اور آفتاب کی گرمی اور شدت فاقہ سے قریب نزع پہنچ کر جناب مسبب الاسباب میں دعا کی۔ پس اُسی رات عمر نے خواب دیکھا کہ حمزہ مٹی میں رُلتے ہیں۔ اس وحشت آلود خواب سے بیدار ہو کر یاروں سے بولا کہ مجھے جانے کی اجازت دو۔ پس اجازت پاکر عمر ہوا کی مانند چلا اور راہ میں لشکر پایا۔ کسی زنگی سے پوچھا کہ یہ لشکر کس کا ہے۔ سُننے والے نے کہا کہ شداد حبشی کا لشکر ہے مہرنگار کو لینے جاتا ہے۔ عمر نے کہا کہ حمزہ نوشیرواں کو لینے گیا تھا سو وہ کہاں ہے۔ اُس نے کہا کہ حمزہ ریگستان میں غلطان ہے۔ عمر وہاں سے بالو پر آیا اور ڈھونڈھتا تھا۔ امیر کو پانچ روز تک فاقہ گذرا تھا اور ہتھیار وغیرہ دور گئے تھے اور مانند ماہیٔ بے آب بالو پر تڑپتے تھے اور عمر ہر طرف پکارتا تھا۔ اور حمزہ عمر کی آواز سُنتے تھے لیکن جواب دینے کی طاقت نہ تھی۔ تب عمر حمزہ کے پاس آیا اور دیکھا کہ بات کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ تب اپنی زنبیل سے ایک پیالہ شراب کا نکال کر دیا۔ تب امیر نے آنکھیں پھیریں اور عمر نے ایک پیالہ اور ایسا دیا کہ امیر کی سب ماندگی رفع ہوگئی اور تندرست ہو گئے اور ہتھیار کمر سے باندھے۔ پھر عمر رہبر ہوئے اور حبش کو روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر اشقر اور مقبل حلبی کو قید میں دیکھا۔ اشقر نے امیر کو دیکھتے ہی

زور کیا سو بند کمند کے حلقے توڑے اور امیر کی خدمت میں آیا اور امیر کے قدموں پر پڑا۔ پھر امیر سوار ہوئے اور چوکیدار امیر کو دیکھ کر بھاگے۔ پھر مقبل کو چھوڑایا اور شہر میں آئے اور وہاں شداد کا بیٹا تھا جو ہزار سوار لے کر باہر آیا اور پکارا کہ اے عرب تو میرے باپ کے ڈر سے اب تک کہاں تھا۔ امیر نے اشقر کو دوڑایا اور میدان میں آئے اور فرمایا کہ اے کافر ایک بار تیرے باپ کو حلقہ بگوش کیا تھا۔ اب پھر وہ بے ایمان ہوگیا اور بے ادبی کی اب کی بار میں بس کو جہنم میں روانہ کروں گا۔ شداد بد نہاد کے فرزند نے تلوار امیر کشور گیر پر چلائی۔ امیر نے اُس کا ہاتھ ہوا پر پکڑا اور اُس کی گردن میں ایسی ٹکی ماری کہ گھوڑے پر سے زمین پر گرا۔ امیر نے جست ماری اور اُس کے سینہ پر چڑھ بیٹھے اور محکم باندھ کر عمر کے حوالے کیا۔ تب اُس نے کہا کہ یا امیر مجھے کس واسطے باندھا ہے۔ امیر نے فرمایا کہ اگر صدق دل سے مسلمان ہوگا تو چھوڑ دوں گا۔ اُس نے اقرار کیا۔ امیر نے اُسے چھوڑا اور اُس کو غلامی کا حلقہ پہنایا۔ تب اُس نے امیر کے قدموں پر گر کر کہا کہ شہر میں چل کر غلام کو سرافراز کرو تاکہ حق خدمت گذاری و مہمان داری کا بجا لاؤں امیر نے کہا کہ میرا دل تیرے باپ سے تعلق رکھتا ہے اگر مسلمان رہا تو بڑی خدمتوں پر سرافراز کروں گا۔ آخر کو عمر نے ہزار تعظیم و تکریم سے امیر کو شہر میں لے جا کر شداد کے تخت پر بٹھایا اور کھانا کھلایا اور پیالہ شراب کا گردش میں آیا۔ اور اسی طریق سے تین روز تک امیر کی مہمان داری کی۔ پھر امیر نے وہاں سے کوچ کیا اور کاؤس کے حصار کی راہ لی۔ جب شداد اور نوشیرواں حصار کاؤس کے پاس آئے تو ہرمز کو لکھا کہ ڈوبین کو لے کر مع لشکر آؤ۔ تب وہ نوشیرواں سے آملا اور شداد لڑائی کا نقارہ بجوا کر میدان میں آیا اور گھوڑا کدایا۔ اور اس گھوڑے کا نام شبرنگ تھا اور یہ ایسا تھا کہ ایک سو بیس من لوہا اُس کی نعل اور میخ کو لگتا تھا۔ غرض اُس زمانے میں ویسا گھوڑا نہ تھا۔ پس میدان میں آکر پکارا کہ اے عمر میں حمزہ کو مار کر آیا ہوں اور اب تم میں سے جسے مرنے کی آرزو ہو سو میدان میں آئے۔ تب لندھور نے ہاتھی میدان میں ڈالا اور حریف کے مقابل آکھڑا ہوا اور گرز اُٹھا کر مارا۔ پھر ان دونوں میں گرز چلتا رہا۔ مگر شداد تلوار کا ہنر خوب جانتا تھا ایک تلوار لندھور کے ہاتھ پر ایسی ماری کہ لندھور زخمی ہوا اور رات ہوئی۔ تب دونوں فوجیں پھریں اور شداد میدان میں آیا اور ادھر سے فرہاد گیا سو مقابلہ میں یہ بھی زخمی ہوا۔ پھر عمر معدی کرب آیا جو زخمی ہوا۔ غرض جو پہلوان اس حبشی کے مقابلہ کو جاتا سو زخمی ہوتا۔ جب فرخاری نے یہ حال دیکھا تو گھوڑا میدان میں ڈالا اور سات سو پچاس من کا گرز نکال کر گھوڑے کو دبا کر شداد پر مارا۔ شداد نے ہرچند چاہا کہ فرخاری کو زخمی کرے لیکن زخمی نہیں کر سکا۔ بلکہ فرخاری نے شداد کو بہت تنگ کیا کہ شام ہوئی۔ تب دونوں لشکر پھرے۔ دوسرے روز شداد پھر میدان میں آیا۔

اور فرخاری نے بھی گھوڑا میدان میں ڈالا اور شداد کو اتنا مارا کہ شداد بولا تو جا کہ میں تجھ سے نہیں لڑتا دوسرے کو بھیج۔ فرخاری بولا کہ جب تک تجھے نہ ہاندھونگا تب تک کسی طرح سے نہ جاؤنگا۔ یہ کہ کر لڑنے لگے تاکہ دو پہر ہوئی۔ تب شداد نے پیٹھ پھیری اور فرخاری اُس کے لشکر کو گرز سے مارتا ہوا چلا گیا۔ پھر دونوں لشکر اُترے اور رات کو آرام گیا۔ دوسرے روز شداد نے گھوڑا میدان میں کودایا اور پکارا کہ سوائے فرخاری کے کوئی اور میرے مقابل آئے۔ استفتانوش میدان میں آیا۔ اور شداد نے اس پر حملہ کیا۔ اُس نے روکا اور پھرتے وقت شداد کے بازو پر ایسی تلوار ماری کہ اُس کا ہاتھ ناکارہ ہوا۔ تب شداد نے گھوڑا دوڑایا اور بھاگ کر اپنے لشکر میں گیا اور طبل بازگشت بجوایا۔ دونوں فوجیں اُتریں۔ اور شداد کے علاج میں مشغول ہوتے۔ پھر کتنے دنوں تک لڑائی نہیں ہوئی۔ القصہ ایک چور عیار گلیم پوش نے بادشاہ کے پاس آکر کہا کہ اگر فرماؤ تو رات کو عرب کے لشکر میں جا کر ہر ایک پہلوان کا سر یا اس کا سر کاٹ کر لے آؤں۔ غرض نوشیرواں کی اجازت سے وہ گیا اور عرب کے سارے لشکر میں پھرنے لگا۔ اور امیر زادہ قباد شہریار کے دو عیار یعنے مشکل عیار اور فتح عیار پہرہ پر تھے جو بارگاہ کے پاس نیزے ہلا رہے تھے سو گلیم پوش بھی اُن میں آکر نیزہ پھرانے لگا اور فرصت پاکر امیر زادہ کے خیمہ کی میخ اکھاڑ کر اندر گیا اور قباد شہریار کو سوتے دیکھا اور خنجر نکال کر امیر زادے کا سر تن سے جدا کیا اور ڈیرے سے باہر نکلا اور جاتے وقت عمر بن عمیہ کے عیاروں نے دیکھ کر پکڑنا چاہا مگر وہ نکل گیا۔ اور اُنہوں نے امیر زادہ کا سر جو اُس کے ہاتھ میں دیکھا تو سب کے سب رونے لگے اور مہرنگار نے یہ خبر سُن کر سر پھوڑا اور زمین پر پچھاڑیں کھانے لگیں اور گلیم پوش عیار کو پکڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ جب اسے مارا تو یہ کہا کہ جو ہوا سو پھر نہیں آیا۔ مہرنگار ماتم کرنے لگی۔ اور نوشیرواں بھی سُن کر پشیمان ہوا اور نواسے کا ماتم کیا اور کتنے روز لڑائی موقوف رہی۔ اور دونوں لشکر یہ سُن کر ماتم میں رہتے اور پریشانی و غم کی حالت میں تھے (باقی داستان شب فردا) ❊

باونویں داستان

جب پہلواناں عرب قباد شہریار کے ماتم سے تو دونوں لشکر سے نقارے کی آواز آئی اور دونوں لشکر تیار ہو کر میدان کارزار میں آئے۔ تب شداد نے گھوڑا دوڑایا اور اِدھر سے فرخاری بھی نکلا۔ غرض کہ عرب کے پہلوان لڑنے لگے کہ یکایک جنگل میں گرد پیدا ہوئی اور اُس گرد میں سے عمر اور امیر نکلے۔ عرب کے پہلوانوں نے جب حمزہ کو دیکھا تو یکبارگی دوڑ کر استقبال کیا۔ اور فرخاری نے بھی میدان سے دوڑ کر امیر کا استقبال کیا۔ پس شداد نے اُس وقت فرصت پاکر راہ جنگل کی لی۔ جب امیر نے یاروں کو دیکھا اور ملاقات کی تو بعد اُس کے فرخاری سے پوچھا کہ شداد کہاں ہے۔ کہا میدان میں چھوڑ آیا تھا

کہا افسوس شداد جیتا بھاگا۔ اُس وقت اُس کا پیچھا کیا اور اشقر کو دوڑایا اور نزدیک پہنچے، اور
پکارے کہ اے کافر میرے ہاتھ سے جان کہاں لے جائیگا۔ جب شداد نے دیکھا کہ امیر پہنچے تو امیر کے
ڈر سے بائیں طرف دیکھنے لگا۔ غرض سیدھی طرف ایک دیول دیکھا تو اُس دیول میں جا چھپا۔ امیر
نے لندھور کو فرمایا کہ اس کے گلے میں کمند ڈالو اور کھینچو۔ امیر کے حکم سے لندھور نے بجانے
دروازے سے کمند اُس کے گلے میں ڈالی اور کھینچا اور زور کیا تو دیکھا کہ شداد واصل جہنم ہو گیا
پس امیر نے اُس کا گھوڑا جو شب رنگ تھا سو لندھور کو دیا۔ لندھور اس پر سوار ہوا۔ پھر عمر بن عمیہ
بھی پہنچے اور شداد کا سر کاٹ لیا اور بھالے پر چڑھایا اور فتح و نصرت سے واپس پھرے۔ اُس وقت
امیر یاروں سے آہستہ آہستہ باتیں کرتے ہوئے آتے تھے۔ جس وقت امیر نے شداد کا پیچھا کیا تھا تو
سب پہلوان بھی ایک ایک کر کے امیر کے پیچھے گئے تھے۔ تب ژوپین بے دین نے دیکھا کہ سپاہ عرب
کے سب پہلوان امیر کے پاس گئے ہیں اور اب یہاں سوائے مہرنگار و فوج کثیر و غلام اور خوجوں
کے جو گرد مہرنگار کے کھڑے ہیں اور کوئی سردار نہیں ہے۔ تب ژوپین بے دین نے بختک سے کہا کہ مہرنگار
کو ہاتھ میں لانے کا یہی وقت ہے کیونکہ حمزہ اور پہلوان سب شداد کے پیچھے گئے ہیں اور ان سب کے آنے
تک میں اپنا کام کرتا ہوں۔ بختک نے کہا کہ شتابی کر۔ تب ژوپین بے دین اپنے لشکر سے اُدھر کا قصد
کیا۔ مہرنگار نے دیکھا کہ ژوپین نزدیک آ پہنچا ہے تو کمان پکڑ کے تیر چلایا جو ژوپین کی چھاتی میں لگا۔
تب ژوپین نے غصہ سے خیال کیا کہ یہ عورت میری ہرگز نہ ہوگی پس یہ بہتر ہے کہ اس کو جہان سے اُٹھاؤ
یہ قرار دے کر مارنے کا قصد کیا اور مہرنگار پر ایک ضرب تلوار کی ایسی چلائی کہ وہ زخمی ہوئی۔
اُسی وقت امیر بھی پہنچے اور ژوپین بے دین کو اس حال میں دیکھ کر جھٹ اُس پر پہنچے اور ژوپین
نے ایک وار امیر پر بھی کیا۔ امیر نے اُس کی تلوار کی ضرب ڈھال کے قبضہ پر روکی اور اپنے دونوں
پاؤں رکاب میں مضبوط کر کے اور خانہ زین کو خالی چھوڑ کر بہ قوت تمام تلوار کی ایک ضرب ایسی
ماری کہ ژوپین دو ٹکڑے ہوا۔ جب ژوپین کے لشکر نے اس حال کا مشاہدہ کیا تو سب بھاگ گئے۔ لاچار امیر
بھی پھر کر اپنے لشکر میں آئے اور متوجہ محل خاص ہوئے۔ تب محل کے اندر گئے تو مہرنگار کو حالت
نزع میں دیکھا۔ تب امیر نے عمر بن عمیہ کو فرمایا کہ اے دوست جا اور بزرجمہر کو بلا لا۔ پس بزرجمہر
کے آنے تک مہرنگار نے جان بحق تسلیم کی۔ امیر نے مہرنگار کو اس حال سے دیکھ کر نعرہ مارا اور یہاں تک
بے ہوش ہوئے کہ حالت دیوانگی آ موجود ہوئی۔ چنانچہ کبھی روتے اور کبھی ہنستے۔ بزرجمہر نے یہ حال دیکھ
کر کہا کہ اے عمر اکیس روز تک یہ دیوانہ رہینگے پھر ہوشیار ہونگے تم کچھ غم مت کرو اور خبرداری کرو
پھر تینوں تابوت ایک مہرنگار دوسرا قباد اور تیسرا عمر بن حمزہ کا تیار کیا اور مکہ معظمہ کی طرف چلے
امیر برابر روتے اور زاری کرتے اور سارا لشکر بھی روتا تھا۔ اور راستہ میں قیام اور آرام نہ کیا۔

اور مکہ معظمہ سے چار کوس پر اُتر کر قبروں میں تابوتوں کو مدفون کیا اور امیر وہیں رہے۔ القصہ اکیسویں دن امیر نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کا دروازہ کھلا ہے اور ایک تخت آسمان پر سے اُترا ہے اور اُس تخت پر ایک بوڑھا بیٹھا ہے جس نے ایک پیالہ شراب کا لا کر امیر کو پلایا ہے۔ امیر نے پوچھا کہ اے بوڑھے تو کون ہے۔ وہ بولا کہ میں ابراہیم ہوں اور تمہیں پوچھنے کو آیا ہوں اور یہ کہتا ہوں کہ اے فرزند تم جو عورت کے واسطے دیوانے ہوئے اور بے ہوشی اختیار کی ہے سو تیرے حق میں ایسا کرنا اچھا نہیں ہے۔ سو میں نصیحت کرتا ہوں کہ بہ دستورِ قدیم اپنے کاموں میں مشغول رہ اور خاطر جمع رکھ اور زیادہ بے قراری نہ کر۔ تب ہوشیار ہوئے اور دیوانگی چھوڑی اور عمر بن عمیہ سے پوچھا کہ میں کہاں ہوں اور مجھے کیا ہوا تھا۔ تب عمر نے ساری حقیقت بیان کی اور کہا کہ تم مہرنگار کے واسطے دیوانے ہوئے ہو (باقی داستان شب فردا) ✤

مہرنگار کے فوت ہونے پر امیر نے دیوانہ ہونا۔ اور تینوں تابوت یعنے مہرنگار و قباد شہریار اور عمر بن حمزہ کا مکہ معظمہ میں دفنانا۔ اور امیر نے تارک الدنیا ہو کر مہرنگار کی قبر پہ مع مقبل بیٹھنا۔



بعد ازاں امیر نے جو خواب دیکھا تھا سو یاروں سے بیان کیا۔ تب پہلوانوں نے کہا کہ یا امیر تم ابراہیم کے فرزند ہو اور تم کو فرازش دینِ محمدی کہتے ہیں تم کو پریشانی کھینچ کر ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

تب امیر نے کہا اے دوستو مجھ اور مہرنگار میں مرنے کے بعد قبر پر مجاوری کرنے کا اقرار تھا اب تم سب اپنے اپنے وطن کو جاؤ اور وہاں رہو۔ یاروں نے کہا کہ یا امیر یہ کیا دیوانگی ہے جو تم ایسا سخن بولتے ہو اور پیغمبروں نے تو زاری و ماتم سے منع کیا ہے۔ امیر نے کہا کہ جو ہونا تھا سو ہوا پر اپنی شرط ادا کرنی چاہیئے۔ ہر چند کہ عمر بن عمیہ نے منع کیا لیکن کچھ فایدہ نہ ہوا۔ تب ہر ایک پہلوان کو وداع کیا اور اُسی دن عمر کو مع تخت مصر کی طرف روانہ کیا۔ القصہ سارے پہلوان ناچار ہو کر امیر سے علیحدہ ہوئے اور عمر و مقبل پاس رہے۔ تب حمزہ نے کہا اے عمر تو بھی جا اور دریا کی مسافری اختیار کر کیونکہ جو کوئی چور و عیار و رہزن ہو اُسے ہاتھ میں لا۔ عمر نے کہا اے امیر مجھے آپ سے جدا مت کرو امیر نے کہا مقبل میرے پاس بس ہے۔ آخر عمر بھی بڑی سختی سے امیر سے جُدا ہوا۔ پھر امیر نے سر منڈوایا اور گدڑی پہنی اور دونوں وقت مہرنگار کی قبر پر جاروب کشی کرنے لگے۔ اور رات قبر کی پائینتی سوتے اور مقبل امیر کی خدمت میں رہتا تھا۔

(باقی داستان شبِ فردا) ✣

تریپنویں داستان

راویانِ اخبار یوں روایت کرتے ہیں کہ امیر جب دُنیا کے علاقہ سے دست بردار ہوئے اور مرقد مہرنگار کی مجاوری اختیار کی تو یہ خبر تمام عالم میں منتشر ہوئی۔ تب دشمنوں نے چاروں طرف سے سر اُٹھایا اور امیر کے مارنے کی فکر کرنے لگے۔ القصہ فریدنکہ جو سعد بن عمر کے ہاتھ سے مارا گیا تھا قارون نامی اُس کا بیٹا بعد اپنے باپ کے دلاور ہوا تھا سو اُس نے حمزہ کے نکلنے اور دنیا کے چھوڑنے اور مجاوری کرنے کی خبر سُن کر لشکر جمع کیا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس کا قصد کروں اور اُس کو دنیا سے آخرت میں بھیجوں۔ لشکریوں نے کہا کہ تجھے اختیار ہے۔ تب قارون بن فریدنکہ نے ڈیرہ باہر کیا اور ایک یا دو منزل کوچ کیا تھا کہ یکایک جنگل میں سے گرد پیدا ہوئی اور اُس گرد میں سے ایک پیادہ نظر آیا۔ قارون نے آدمیوں کو دوڑایا کہ اس پیادہ کو لاؤ۔ جب وہ آیا تو قارون نے پوچھا کہ اے مرد تو کون ہے اور کہاں جاتا ہے اور کدھر سے آیا ہے۔ اُس نے کہا کہ میں کلیات عیار ہوں میرے باپ کو حمزہ کے لشکر نے مارا ہے اور اُس کا نام گلیم پوش تھا اب میں نے سُنا ہے کہ اب وہ اکیلا مہرنگار کی قبر کی مجاوری کرتا ہے سو میں چاہتا ہوں کہ وہاں جا کر اُسے حرکت دوں۔ تب قارون نے کہا کہ میں بھی حمزہ کے مارنے کو جاتا ہوں تو بھی میرے ساتھ آ۔ اُس نے قبول کیا اور قارون کے ساتھ چلا اور منزل بہ منزل راہ طے کرنے لگے۔ مدت مدید و عرصہ بعید کے بعد مکہ کے نزدیک پہنچے اور اُترے۔ تب کلیات عیار نے کہا کہ اے

قارون پہلے میں جا کر اُسے حرکت دیتا ہوں پھر تجھے خبر کرتا ہوں۔ قارون نے کہا جا۔ تب اُس بدبخت نے فقیری کا لباس لیا اور مہرنگار کے روضہ میں آیا۔ امیر وہاں بیٹھے تھے۔ اُس نے سر زمین پہ رکھا اور خدمت بجا لایا۔ امیر نے کلیات سے پوچھا کہ اے فقیر تو کون ہے اور کہاں سے آیا اور کیا مطلب رکھتا ہے بول تو بجا لاؤں۔ عیار مذکور نے کہا کہ میں بیت المقدس سے آیا ہوں اور اپنا مطلب یہ رکھتا ہوں کہ باقی عمر امیر کی خادمی میں رہوں۔ امیر نے ہرچند عذر کیا مگر اُس نے نہ مانا۔ تب امیر نے ناچاری سے رہنے دیا۔ پس اُسی وقت مقبل کھانا لائے اور امیر و مقبل اور اُس فقیر نے کھانا کھایا۔ امیر نے پانی مانگا اور وہ فقیر اُٹھا اور پانی کے کوزہ میں دوائے بیہوشی ملا کر لایا اور امیر کے ہاتھ میں دیا اور امیر نے وہ سارا پانی پی لیا۔ پھر وہ دوسرا کوزہ پانی کا لایا جو مقبل نے پیا۔ اور کلیات کھانا کھا کر اُٹھا اور وہاں سے باہر نکل کر قارون کے پاس گیا اور کہا کہ شتابی کر کہ حمزہ کو بے ہوشی کی دوا دے کر آیا ہوں۔ قارون مع اپنے لشکر سوار ہو کر مہرنگار کے روضہ پر آیا اور گھیر لیا اور ہتھیار بند اندر گیا اور امیر کے مارنے کا قصد کیا۔ تب مقبل تلوار کھینچ کر اُس کے مقابل ہوا وہیں سر پھرنے لگا آخر گر پڑا۔ تب قارون نے کہا کہ مقبل کو باندھو۔ امیر جو دم پکڑ کے بیٹھے تھے قارون ان کے نزدیک آیا۔ امیر نے چاہا کہ اُٹھیں اور قارون کو مکے ماریں پس اُسی وقت بے ہوش ہو کر زمین پر گرے تب قارون کے حکم سے امیر کو سر سے پاؤں تک لوہے سے جکڑ بند کیا۔ چنانچہ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں اور گلے میں طوق بغلوں میں خاردار لوہے کے تب ہوشیار کیا۔ امیر نے اپنے آپ کو قید میں دیکھا تو خدا کو یاد کیا تب قارون بدزبانی سے بولنے لگا کہ اے عرب کشکینہ خور پشمینہ پوش تو جنگل میں پرورش ہوا اور اونٹنیوں کے دودھ سے پالا گیا اور اس درجہ سے تیرا کام اُس مرتبہ پر پہنچا کہ میرے باپ اور بادشاہوں کو تخت سے تختہ تابوت پر پہنچایا اور بازو کے زور سے نوشیرواں کا داماد بنا۔ اب تو تو میرے ہاتھ میں آیا ہے جان کہاں لے جائیگا۔ امیر نے فرمایا کہ جان دینے والا اور لینے والا خدا ہے ہم سب بندے اُس کے حکم میں ہیں اور میں نے تیرے باپ اور بادشاہوں کو مکر سے نہیں مارا اور تجھے جو میرے مارنے کا قصد ہے تو مار۔ قارون نے کہا کہ اے حمزہ جس کو تو نے چاہا مارا خوب کیا اب میں تجھ کو مارونگا۔ امیر نے کہا کہ خدا نے جو چاہا ہو کیا اور کریگا۔ پھر قارون ملعون امیر کو لاٹھیاں مارنے لگا۔ امیر نے فرمایا اے قارون ایسا مار کہ سہ سکے قارون نے کہا کہ میں تو اب تجھے مارتا ہوں پھر مجھے کون ماریگا۔ پھر گائے کا چمڑا منگا کر اور اُس پر نمک چھڑک کر امیر کو اُس میں باندھ کر لٹکایا۔ پھر دوسرے روز بدستور مارا اور دوسرے چمڑے میں باندھ کر لٹکایا۔ اور پھر سُنار کو بلا کر ایک سو بیس گز کا ستون بنا کر امیر کو اُس پر لٹکایا۔ اور روایت یوں بھی ہے کہ ایک سو بیس گز کے کنوئیں میں قید کیا تھا۔ اور پھر قارون ملعون نے

نوشیرواں کو لکھا کہ میں حمزہ کو اس طرح سے عذاب دے رہا ہوں بادشاہ اگر اپنے حضور میں مایں
تو بہتر ہے۔تب نوشیروان بے ایمان اپنے لشکر سمیت آیا اور قارون کو خلعت و انعام سے سرافراز
کیا۔ اور حمزہ کو اپنے روبرو مارنے کو فرمایا۔ اب دو کلمہ اُدھر کی داستان کے سنو کہ لوگ مکہ سے ہر
طرف کو جاتے تھے اور عمر بن عمیہ جزیرۂ عدن میں پہنچے ہوئے تھے۔ خواجہ عبدالمطلب نے یہ خبر
عمر کے باپ کے ہاتھ امیر کے یاروں کو بھیجی تھی اور عمیہ ضمیری کاغذ بغلیں میں چھپا کر جا رہا تھا۔
کہ کلیات عیار نے دیکھ کر پہچانا کہ یہ کوئی عیار ہے جو عیاری کرنے جاتا ہے۔تب لوگوں کو دوڑا کر
عمیہ کو منگا کر نوشیرواں کے روبرو لے گیا اور نوشیروان کے حکم سے اُس کا جائزہ لیا تو اُس
کے پاس سے خواجہ عبدالمطلب کے خط نکلے۔تب کلیات نے عمیہ ضمیری کا سر کاٹ کر شہید کیا۔
تب بختک نے کہا کہ اے کلیات یہ عمر کا باپ تھا جو تو نے مارا ہے تو بھی اب بے فکر مت رہ۔
کلیات نے کہا کہ مجھے کس کا ڈر ہے۔عمر دوسرے روز مکہ پہنچے اور کلیات نے عمر کے آنے کی
خبر سن کر باہر ایک پہاڑ پر ایک عیار بٹھایا تھا کہ عمر جہاں ملے پکڑ لاؤ۔ عمر نے اپنے آپ کو دور
سے ظاہر کیا اور آگے چلا۔ کلیات نے عمر کا پیچھا کیا۔تب عمر نے راہ میں بے ہوشی کی دوا
ڈالی۔ سو کلیات نے راہ میں دیکھا کہ ایک پھول سا پڑا ہے اُٹھا کر سونگھا اور بے ہوش ہوا۔
عمر اُس کا سر کاٹ کر جلدی ستون کے نیچے آیا اور مقبل کو بند میں دیکھ کر سلام کیا۔ مقبل نے
سلام کا جواب دے کر کہا کہ اے اسلام کے لشکر کے چراغ اتنے روزوں سے تو کہاں رہا جو ہماری
فریاد کو نہیں پہنچا۔ عمر نے کہا کہ خاطر جمع رکھ اب پہنچتا ہوں۔ یہ کہہ کر کلیات عیار کا سر عقابین
کے نیچے باندھ کر آپ اُوپر ستون کے چڑھنے لگا۔ کافروں نے نیچے سے اوپر تک گھنٹے لٹکائے تھے
پس عمر گھنٹوں سے بچتے ہوئے اُوپر چڑھے اور جا کر امیر کو سلام کیا۔ امیر کا دل بہت خوش ہوا اور
فرمایا خبر دار اگر گھنٹے کی آواز کافر سنیں گے تو ہوشیار ہو جائینگے۔ مگر عمر کے سر پہ گھنٹی تھی جس کو
عمر نے نہیں دیکھا تھا اس پر عمر کا ہاتھ بے خبر پڑا اور اُس کی آواز سے سب کافر ہوشیار ہوئے
اور مشعلیں سُلگا کر تیروں سے مارنے لگے۔تب عمر نے اپنے دونوں ہاتھ امیر کی پُشت پر رکھ کر جست
مار کر زمین پر آیا اور غائب ہوا۔ جب کافر ستون کے نیچے آئے تو کلیات کا سر دیکھا اور سمجھ گئے کہ
یہ کام بیشک عمر کا ہے۔ پس قارون بہت ڈرا اور کہا اے بختک میں نے کہا کہ جب تک عمر ہمارے
ہاتھ نہ آئے تب تک حمزہ کو نہ مارنا اس لئے کہ آج تک عمر نے کسی کو عیاری سے نہیں مارا۔ اگر
حمزہ ہوا تو یاد کر کہ اول سر نوشیرواں کا پھر میرا پھر تیرا اور پھر بزرجمہر کا کاٹیگا۔ بزرجمہر نے
فرمایا اسے حرام زادے میں نے اُسے کبھی نہیں ستایا مجھے کیوں مارے گا اور تم نے اُسے ایذا دی ہے تم
کو مارنا تعجب نہیں ہے۔ القصہ عمر دوسرے روز پہلوانوں کی طرف روانہ ہوا اور ہر ایک شہر میں جا کر

امیر کی خبر سُنائی۔ تب امیر کے سب یاروں نے مکہ کی راہ لی۔ اور لندھور ہنوز اپنے ملک میں نہیں پہنچا تھا کہ امیر کی خبر سُنی اور راہ میں سے پھرا۔ غرض امیر کا لشکر روز بروز جمع ہونے لگا۔ تب قارون ملعون نے نوشیرواں سے کہا کہ اب تک تو حمزہ کے لشکر کو خبر نہ تھی جب سے عمر آیا ہے وہ سب کو جمع کر رہا ہے۔ اگر حمزہ کو مار دیا تو بہت خرابی ہوگی اور کام مشکل ہوگا۔ تم میرے شہر کو چلو اور حمزہ کے سب یار ہاتھ میں آنے تک حمزہ کو قید میں رکھو۔ نوشیرواں نے کہا کہ اگر ہم حمزہ کو مار دیں تو اس میں شک نہیں ہے کہ عمر ہمیں جیتا نہ چھوڑیگا۔ یہ کہہ کر شہر زعکہ کو چلے۔ اور منزلیں طے کرتے ہوئے شہر میں پہنچے اور امیر کو ہر روز مارتے اور ایک کوزہ پانی کا دیتے تھے۔ جب امیر کا لشکر ہر روز جمع ہوتے ہوتے پورا ہوا تو قارون نے کہا کہ اے نوشیرواں میں حمزہ کے لشکر کا مقابلہ نہیں کرسکتا یہ کہہ کر قلعہ بند کیا۔ پس ایک روز عمر قلعہ کے اندر گئے اور وہاں جاکر پارچہ فروش سے دوستی پیدا کی۔ فرزانہ نامی قارون کی ایک بہن تھی اُس نے ایک رات خواب دیکھا کہ حضرت ابراہیم نے آکر اُسے مسلمان کیا اور کہا حمزہ کو قید سے چھوڑا کر تو اُس کے ساتھ نکاح کر خدا تجھے فرزند دیگا۔ وہ نیک بخت خواب سے اُٹھی اور بھائی کے دربار میں آئی اور دربانوں و چوکیداروں کو بہت سا مال دیا اور قصہ خواب کا سُنایا اور اُنہیں خوبی خدمتوں کا امیدوار کیا۔ جب وہ دربان و چوکیدار راضی ہوئے تو امیر کو چپکے سے اُتارا اور بند دور کئے اور وہ اپنے گھر میں لاکر تیمار داری کرنے لگی۔ جب صبح ہوئی تو حمزہ کی حقیقت قارون کو معلوم ہوئی تب تلاش کیا لیکن نہیں پایا۔ اپنے وزیر سے کہا کہ حمزہ لشکر میں تو نہیں۔ کیونکہ اگر وہاں جاتا تو لشکر میں شادیانے بجاتے پر نجوم میں دیکھ کہ امیر کہاں ہے۔ وزیر نے رمل میں دیکھ کر کہا کہ فرزانہ کے گھر میں حمزہ عیش کرتا ہے۔ تب قارون نے اپنی بہن کو پیغام بھیجا کہ حمزہ تیرے گھر میں ہے کہ وزیر نے نجوم میں دیکھ کر کہا ہے اگر ہے تو جلد روانہ کرو۔ فرزانہ نے کہلا بھیجا کہ کل وزیر نے مجھ سے وصل کی درخواست کی تھی میں نے قبول نہ کیا اس واسطے دشمنی سے کہتا ہے میں عورت کی ذات میں کہاں اور حمزہ کہاں۔ جب قارون نے یہ بات سُنی تب تلوار سے وزیر کو مار ڈالا فرزانہ سے امیر نے پوچھا کہ تونے کچھ سُنا ہے کہ میرا لشکر کہاں ہے اور عمر بن عمیہ کہاں ہے۔ تب فرزانہ نے کہا کہ مدت ہوئی کہ عمر اور سب پہلوانوں نے آکر قلعہ کو گھیرا ہوا ہے۔ لیکن عمر وہاں سے غایب ہے تب امیر نے فرمایا کہ عمر بیشک قلعہ میں ہے۔ بعد اس کے امیر نے نشانی عمر کی لونڈیوں کو بتلا کر بازار میں روانہ کیا کہ اگر اس نشان کا آدمی دیکھو تو بلا لاؤ۔ وہ لونڈیاں بازار میں گئیں اور تلاش کیا تو عمر کو ایک بزازی کی دوکان پر بیٹھے دیکھا۔ تب اُنہوں نے کہا کہ اے سوداگر ہماری بی بی کچھ مال خریدنے کے لئے تجھے بلاتی ہے۔ پس عمر

ان لونڈیوں کے ساتھ آئے اور امیر اندر چھپ رہے اور عمر کو بُلا کر دیکھا۔ پھر امیر بھی آئے۔ تب عمر امیر کے پاؤں پر گرے اور بولے کہ اس کونے میں کیا بیٹھے ہو باہر چلو۔ امیر نے فرمایا کہاں لے جائیگا۔ کہا کہ آؤ میری دوکان میں چلو۔ امیر نے کہا تیری دوکان کپڑے کی ہے وہاں تو ہتھیار نہ ہونگے لوہار کی دوکان میں لے چل جب رات ہوگی تو خدا جہاں لے جائیگا وہاں جاؤنگا۔ غرض جب رات ہوئی تو امیر اور عمر باہر نکلے اور لوہار کی دوکان میں آئے اور امیر ہاتھ میں ہتھوڑا لے کر لوہا ٹھونکنے لگے۔ اُس وقت قارون ملعون نے بختک مردک سے کہا تو رمل میں دیکھ کہ حمزہ کہاں ہے۔ اس موذی بے دین نے دیکھ کر کہا کہ بازار میں ایک لوہار کی دوکان میں لوہا ٹھونکتا ہے۔ تب قارون اور بختک سوار ہو کر لوہار کی دوکان میں پہنچے۔ قارون نے امیر کو دیکھ کر کہا اے عرب میرے ہاتھ سے کہاں جائیگا۔ امیر نے یہ سُنکر نعرہ مار کر کہا اے کافر میں یہیں منتظر تھا۔ پس وہی ہتھوڑا لے کر مستعد ہوئے۔ اور امیر کے نعرہ سے قلعہ بنیاد سے ہل گیا اور امیر کا لشکر قلعہ کا دروازہ توڑ کر اندر آگیا اور نوشیرواں دوسرے دروازے سے بھاگ گیا۔ قارون نے تلوار نکال کر امیر پر حملہ کیا۔ امیر نے تلوار اُس ناہنجار کی روک کر اُس کے ہاتھ پر ہتھوڑا ایسا مارا کہ وہ ملعون زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ پس امیر نے اُس کے سینہ پر بیٹھ کر مُسے محکم باندھا اور بختک بھاگ گیا۔ امیر کے سب یار آکر پاؤں پر گرے اور امیر نے ہر ایک کو گلے لگایا اور شادی وفتح کے نقارے بجوا کر اُترے۔ پھر قارون کی بارگاہ میں رونق بخش ہو کر فرمایا کہ قارون کو پیش کرو۔ امیر کے حکم سے قارون کو عمر نے حاضر کیا۔ تب امیر نے اپنے ہاتھ میں لکڑی لے کر قارون کو مارنا شروع کیا۔ ہر لکڑی کے مارنے میں اُس موذی کی ہڈیاں توڑتے اور وہ ملعون زمین کو دانتوں سے بکٹتا اور مچھلی کی طرح تڑپتا۔ تب امیر نے کہا کہ میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ ایسا مار جو تو بدلہ لینے کے وقت سہ سکے اب کیوں تڑپتا ہے۔ اور فرمایا کہ اگر تو مسلمان ہو جائے تو ابھی چھوڑ دونگا۔ کافر نے کہا کہ تو نے مجھے دربدر میں بے عزت کیا ہے میں مسلمان نہ ہونگا اور اب ایک بارگی مار دینے کا حکم کر کہ میں مر جاؤں۔ تب امیر نے عمر معدی کرب کو فرمایا۔ تب معدی کرب نے امیر کے حکم سے ایک گرز ایسا مارا کہ اُس موذی کو خاک میں ملا دیا۔ اور اُس کا سر کاٹ کر شہر کے دروازے پر لٹکایا۔ اور شادیانے بجوا کر امیر عیش میں رہنے لگے اور نوشیرواں کو رستے میں ایک لشکر نمودار ہوا سو دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ لشکر ستون یعنے رویئیں تن کا ہے۔ ایک کا نام برہنہ حبشی اور دوسرے کا دیوانہ حبشی ہے اور وہ نوشیرواں کی مدد کرتے اور حمزہ کو رد کرنے کو آئے ہیں۔ تب نوشیرواں نے خوش ہو کر

دونوں کو نوازا۔ اُس وقت بختک بے دین سگ ناپاک نے کہا کہ اے بادشاہ اب حمزہ ان کے ہاتھ سے مارا جائیگا۔ پھر تو نوشیرواں اُن کے ساتھ جشن میں مشغول ہوئے (باقی داستان تشبیہ فرما)

چونویں داستان

راویان اخبار روایت کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب امیر حمزہ کا جسم زخموں اور چوٹوں سے اچھا ہوا تو قارن کی بہن سے شادی کی اور نیک وقت اور ساعت سعد میں عمر نے امیر کا نکاح پڑھا۔ اور امیر چالیس روز حرم سے باہر نہ آئے۔ بعد اس کے باہر آکر عمر سے پوچھا کہ نوشیرواں کی کچھ خبر ہے کہ کہاں ہے۔ عمر نے عرض کی کہ میں نے سُنا ہے کہ دو پہلوان روئین تن نوشیرواں کی مدد کو آئے ہیں۔ سو اُن کی قوت و حمایت پر وہ یہاں سے دس کوس پر اُترا ہے اور امیر کے آنے کا منتظر ہے۔ تب امیر نے عمر معدی کرب سے دریافت فرمایا کہ پیش خیمہ نکالو اور کوچ کرو۔ پس سعد بن عمر کو تخت پر بٹھایا اور یہاں سے کوچ درکوچ کرتے ہوئے نوشیرواں کے پاس پہنچے۔ جب نوشیرواں نے سُنا کہ حمزہ آیا ہے۔ تب لڑائی کا نقارہ بجوایا اور میدان آراستہ کیا اور دونوں لشکر عرصۂ جنگ میں پہنچے اور سر برہنہ تبسی میدان میں آیا۔ اور امیر کے حکم سے اس طرف سے لندھور اُس کے مقابلہ میں گیا۔ اُس نے کہا اے دراز قد تو کون ہے۔ اُس نے کہا کہ میں لندھور بن سعدان ہوں۔ سر برہنہ نے کہا کہ جو نشان تو پہلوانی کا رکھتا ہے۔ تب لندھور نے کہا کہ میں پیش دستی نہیں کرتا ہوں تو مار۔ تب اُس نے لندھور کی ڈھال پر ایسا گرز مارا کہ اُس کا جمال گداز آوازہ دونوں لشکروں نے سُنا اور لندھور کے ہر بن مو سے شرارے پسینے کے بہے۔ تب لندھور نے بھی سات سو من کا گرز غصہ سے اُٹھایا اور سر برہنہ تبسی کے سر پر آیا۔ سر برہنہ تبسی نے سر آگے کیا۔ تب لندھور نے کہا کہ اے نادان میرے گرز سے برج سرلندیپ بیخ و بنیاد سے گر پڑا تھا تیرا سر تو مثل ذرۂ بے مقدار اُڑ جائیگا۔ تب سر برہنہ تبسی نے کہا کہ تو بے فکر مار مجھے اس گرز سے کچھ غم نہیں ہے۔ تب لندھور نے بقوت تمام زور کر کے ایسا گرز مارا کہ اگر پہاڑ ہوتا تو سرمہ ہو جاتا لیکن اُس کو کچھ ضرر نہ ہوا بلکہ ایک ایسی آواز پیدا ہوئی جیسے کانسی کا تھال پتھر پر گرتا ہے۔ غرض لڑتے لڑتے شام ہو گئی۔ تب دونوں لشکر اور دونوں پہلوان اپنی اپنی جگہ پر اُترے۔ حمزہ نے لندھور سے پوچھا کہ سر برہنہ تبسی کو کیسا پایا۔ لندھور نے کہا کہ یہ تو آدمی نہیں ہے بلکہ دیو نظر آیا ہے۔ امیر نے فرمایا کہ یہ پہلوان روئین تن ہے اور یہ اکثر ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ جب رات گذری

اور سفیدہ صبح کا چمکا۔ تب دونوں لشکر میدان میں آئے اور سر برہنہ نے حریف کو پکارا۔ تب امیر کے حکم سے معدی کرب میدان میں آیا اور پکارا کہ جو کچھ رکھتا ہے لا۔ تب اُس نے ایک گرز عمر معدی کو ایسا مارا کہ معدی کرب نے ہزار محنت سے اس گرز کی ضرب کو سنبھالا۔ سر برہنہ نے اپنے سر کو آنکھیں بچا کر ڈھال کیا۔ اتنے میں جنگل سے ایک گرد نمودار ہوئی اور دونوں لشکر کے ہرکارے دوڑے اور ایک دم بھر میں گرد سے آلودہ پسینہ میں غرق واپس آتے ہی دعائے جاں درازی دے کر کہا رباعی

رباعی

بادشاہا بارگاہت از فلک پر نور باد | داد عدلت در سرائے آخرت معمور باد
اے فریدوں ہمت و رستم دل و جمشید فر | تیغ تو بر فرق دشمن ناصر و منصور باد

شہریار عالم پناہ کی عمر دراز رہے یہ لشکر شہر بربر کا ہے اور اُس کا سردار الجو شصت گزی ہے اور وہ بادشاہ ہفت کشور کی مدد کو آیا ہے۔ تب نوشیرواں نے اپنے یہاں کے بادشاہوں کو اُس کے استقبال کے لیئے روانہ کیا۔ وہ جا کر بڑی تعظیم و تکریم سے اُسے لے آئے۔ نوشیرواں نے بعد ملاقات اُس کو خلعت و انعام سے خوش کیا۔ اس کے ہمراہ چالیس ہزار سوار تھے۔ لیکن الجو ایک سو بیس گز جست مار کر حریف کو مارتا تھا۔ القصہ اُس روز تو عمر معدی کرب اور سر برہنہ شام تک لڑے اور اپنے اپنے لشکر میں واپس ہوئے اور لشکروں نے اُتارا کیا۔ جب رات گذری اور صبح ہوئی تب دونوں لشکر میدان میں آئے اور سر برہنہ تبھی نے میدان میں آ کر کہا کہ اے حمزہ تو کیوں نہیں آتا۔ تب امیر نے اپنے ہتھیار بدن پر آراستہ کئے اور اشقر پر سوار ہو کر وہ قاتل کفار میدان میں آئے۔ تب سر برہنہ نے کہا کہ حمزہ تو ہی ہے جو اس قد و قامت سے سارے عالم کو زیر کرتا ہے۔ فرمایا بہ فضل خدائے عز و جل اَنَا حَمْزَۃُ ابْنُ عَبْدُ الْمُطَّلِب اللہ تعالیٰ نے اپنی شرع جو مجھے ہدایت کی ہے سو میں نے کیا۔ اب تو جو نشان بہادری کا رکھتا ہے لا۔ پس سر برہنہ نے گرز اٹھایا اور امیر کے سر پر مارا۔ تین سو ساٹھ رگ جو بے خبر تھیں سو ہوشیار ہوئیں۔ پس امیر نے فرمایا کہ دو حملے اور بھی تجھے دیئے۔ سر برہنہ نے بہ زور اور دو گرز بھی مارے۔ امیر نے اشقر کو ڈپٹ کر اُس کے گھوڑے سے ملا کر گرز اُبھارا اُس نے سر آگے کیا بہ قوت تمام ایک ضرب اُس کے سر پر لگائی مگر اس سے اُس کو کچھ ضرر نہ ہوا۔ بعد ازاں تلواروں سے لڑے۔ جب تلواریں مثل آرہ کے ہوگئیں تو تبروں سے لڑائی ہوئی۔ جب تبر بھی ہلال فراش ہوئے تب ایک دوسرے کے کمربند میں ہاتھ ڈالا۔ اور امیر نے عمر سے فرمایا کہ میں نعرہ مارتا ہوں۔ عمر نے اشارہ کیا اور امیر کا لشکر ہوشیار ہوا اور موزوں سے روئی نکال کر گھوڑوں کے کان بند کئے اور امیر نے نعرہ مار کر اُسے اُٹھایا اور پھرا کر زمین پر پٹک کر باندھا اور عمر کے حوالے کیا۔ پھر

دیوانہ تیسی تلوار لیے کہ امیر پر آیا اور حملہ کیا۔ امیر نے اُس کا ہاتھ ہوا پر پکڑ کر اُس کے گھوڑے کو ایسی لات ماری کہ وہ کافر زمین پر گر پڑا۔ امیر نے اُسے بھی باندھ کر عمر کے حوالے کیا۔ اور آسایش کا نقارہ بجا کر اپنے لشکر میں آ کر دنگل پر بیٹھے اور تمام اعالی و موالی ارکانِ دولت و امرایانِ عظام از پیر و جوان تا خورد و کلاں از کہ تا مہ ادنیٰ و اعلیٰ حاضر ہوئے اور دربار معمور ہوا اور ساقیانِ سیمیں ساق و مطربانِ خوش آواز حاضر ہوئے اور پیالہ ہائے مرصع کار و صراحیانِ جواہر نگار لائے اور مجلس میں دور چلا تب امیر نے فرمایا کہ اُن دونوں پہلوانوں کو قید سے لاؤ۔ عمر نے لا کر حاضر کیا۔ امیر نے فرمایا کہ میں نے تمھیں کس طرح سے باندھا۔ اُنھوں نے کہا کہ جیسے مرد مردوں کو اور شیر شیروں کو باندھتے ہیں ویسے باندھا۔ امیر نے فرمایا کہ کہو خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیم کا برحق ہے۔ تب اُنھوں نے وحدانیت کا اقرار کیا اور مسلمان ہوئے۔ تب امیر نے اپنے ہاتھوں سے دونوں کو خلعت پہنایا اور وہ دونوں جوان پہلوان بہت خوش ہوئے اور اپنے لشکر کو بُلا کر مسلمان کیا۔ امیر نے ان کو جواہر نگار کرسیوں پر بٹھایا۔

(باقی داستان شبِ فردا) +

پچپنویں داستان

جب امیر نے سر برہنہ کو باندھا تو دوسرے روز کافروں کے لشکر میں سے طبل جنگ کی آواز پھر آئی۔ تب امیر نے حکم دیا کہ ہمارے نقار خانے میں بھی کہو کہ بہ تکیۂ فضلِ ایزدی جنگ کے دمامے بجائیں۔ جب دونوں لشکر سوار ہو کر میدان میں آئے تو نقیب پکارے کہ کون مرد ہے جو میدان میں آ کر اپنے باپ دادا کا نام روشن کرے اور اپنے سردار کا حقِ نمک ادا کرے۔ تب الجو شعست گُرزی میدان میں آ کر کودنے لگا اور کودتا ہوا پھر گھوڑے پر سوار ہوا اور پکارا کہ اے خدا پرستان ہر کسے کہ در میانِ شما آرزوے مرگ داشتہ باشد بیاید بہ میدانِ مرگ الکہ ارادۂ دستہ و پا آوری دارم۔ تب سرکب ترک امیر کے حکم سے میدان میں آیا تو الجو نے دوڑ کر اُسے دو لاتیں اور ایک چھُری ماری۔ سرکب ترک اُس وقت مثل مارِ سیاہ پیچ و تاب کھانے لگا اور گرز اُٹھا کر اُس پر مارا۔ الجو نے پھر بدستور جست ماری اور بطورِ سابق عمل کیا۔ غرض اسی طرح لڑائی میں تھے کہ جنگل میں سے ایک گرد نمودار ہوئی اور اُس گرد میں سے ایک لشکر ظاہر ہوا۔ دونوں طرف کے قاصد دوڑے اور کسی سے پوچھا کہ یہ لشکر کس کا ہے سننے والے نے کہا کہ یہ لشکر عادیوں کا ہے۔ اور ہزار عادی البرز پہاڑ کے دامن میں رہتے ہیں۔ اس میں چار عادی آئے ہیں ایک کا نام سموم عادی اور دوسرے کا نام سنیاد عادی

تیسرے کا نام قباد عادی اور چوتھے کا نام میعاد زرین کمر ہے اور نوشیرواں کی مدد کو آئے ہیں۔ نوشیرواں نے اُن کو بُلایا اور ہزار تعظیم و تکریم سے سونے کی کرسیوں پر بٹھایا اور خلعت دیے۔ اتنے میں ایک گورخر عرب کے لشکر میں آیا اور دانتوں اور لاتوں سے عربوں کو شہید کرنے لگا۔ امیر نے اشقر کو اُس کے پیچھے دوڑایا لیکن گھوڑا اس کے نزدیک نہ پہنچ سکا۔ امیر نے غصہ سے رات تک اسکا پیچھا کیا یہاں تک کہ لشکر سے غائب ہوئے۔ جب رات ہوئی تب امیر اُترے اور شکار مار کر کباب بنا کے کھایا۔ جب صبح ہوئی تو امیر نے چاہا کہ اپنے لشکر میں جائیں تو پھر وہی گورخر پیدا ہوا۔ تب امیر نے کہا کہ افسوس ہے کہ یہ میرے ہاتھ سے سلامت جائے اور میری محنت برباد ہو۔ غرض دو پہر اُس کے پیچھے گھوڑا دوڑایا تو وہ گورخر ایک باغ میں جا کر غائب ہوگیا۔ وہاں ایک گلہ بکریوں کا چرتا تھا۔ امیر نے دل میں قرار دیا کہ ان میں سے ایک بکرا ذبح کروں اگر کوئی مالک آئیگا تو مول دیدونگا۔ یہ ٹھیرا کر ایک بکرا ذبح کیا اور آگ سلگا کر کباب بھونے اتنے میں قندز سرشبان کی نظر اس باغ پر پڑی۔ وہ دوڑا اور کہا کہ ایسا کون ہے جو اس دلاوری سے میرے باغ میں دھواں کرتا ہے پرندے کا مقدور نہیں ہے کہ میرے باغ پر اُڑے مگر کوئی اجل رسیدہ دھواں کرتا ہے کہ اتنی جرأت کی ہے۔ یہ کہہ کر سات سو من کا گرز اُٹھا کر باغ میں آیا۔ امیر کباب کھا رہے تھے۔ اُس نے پیچھے سے آہستہ آ کر امیر پر ایسا گرز مارا کہ امیر کے حلق سے گوشت باہر جا پڑا۔ امیر نے غصہ سے اُٹھ کر اور اُسے دونوں پاؤں سے پکڑ کر حوض میں ڈال دیا۔ جب وہ حوض میں سے باہر آیا تو اُس نے کہا اے پہلوان عالی شان سچ کہ تو کون ہے کہ جب سے میری ماں نے مجھے جنا ہے تب سے کسی دلاور نے میری پیٹھ زمین پر نہیں لگائی تھی اور تو نے مجھے اُٹھا کر گیند کی طرح پھینکا اور بے آبرو کیا۔ امیر نے فرمایا کہ میں سعد نامی برادر زادہ حمزہ کا ہوں۔ تب اُس نے کہا کہ سوائے تمہارے گھرانے کے دوسرے کا کیا مقدور ہے کہ مجھے گرائے۔ میں یقین جانتا ہوں کہ حمزہ تو ہی ہے۔ امیر نے کہا کہ میں حمزہ دلاور کا برادر ہوں۔ قندز نے کہا کہ اب باقی تمام عمر تمہارا ہی غلام رہونگا۔ اب اُٹھو اور میرے گھر چلو۔ امیر اُس کے ہمراہ ہوئے۔ اُس نے گھر میں لیجا کر کھانا کھلایا اور آرام سے بٹھایا اور بڑی غم خواری سے مہمان داری و خدمت گزاری کی۔ امیر نے قندز سے پوچھا کہ یہ کون سی سرزمین ہے۔ قندز نے کہا کہ یہ سرحد خرسنہ کی ہے اور اس ضلع کا بادشاہ فتح نوش ہے اور اُس کی ایک دختر نیک اختر ماہ پارہ رشک افزائے زہرہ ہے اور بہت شاہ و شہریار اس لڑکی سے منسوب ہونا چاہتے ہیں لیکن وہ نیک بخت کسی کو قبول نہیں کرتی۔ امیر نے فرمایا کہ ہمیں اس شہر کی سیر کرنا منظور ہے۔ قندز نے کہا کہ بہتر ہے۔ دوسرے روز دس

بکرے ذبح کرکے توشہ ساتھ لے کر امیر کے ہمراہ چلا۔ تھوڑی دور گئے تو قندز نے کہا کہ اے سعد شامی مجھے بھوک لگی ہے۔ تب ایک جگہ اُتر کر وضو کرکے تناول کے لئے بیٹھے۔ امیر نے تو آہستہ آہستہ آدمی کی طرح ایک بکرے کے کباب کھائے اور قندز ان کے ایک بکرا کھانے تک نو بکروں کے کباب کھا گیا۔ امیر اُس کے کھانے پر متعجب ہوکر فرمایا کہ کھانے میں تو معدی کرب کو پہنچتا ہے۔ پھر سوار ہوئے اور چلے پھر ذرہ دور جا کر قندز نے کہا کہ اے سعد شامی مجھے بھوک لگی ہے۔ امیر نے فرمایا کہ اس جنگل میں شکار بھی نہیں ہے ذرہ صبر کر آگے چل کر شکار مار دیتا ہوں۔ اتنے میں ایک جگہ پر پہنچے وہاں کاروان اُترے تھے۔ قندز نے کہا اے کاروان کھانا لا۔ تب اُس کا مالک اُٹھ کر کر خدمت بجا لایا اور کھانا کھلایا۔ امیر نے کارواں سے پوچھا کہاں جاتے ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم مال و متاع رکھتے ہیں روم سے مال خریدا ہے اور شہر خرشد میں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن اب سننے میں آیا ہے کہ قیصر روم کا ایک غلام باغی ہو کر رہزنی کرتا ہے اور نزدیک کی راہ پر وہی ہے اور دوسری راہ بہت دراز ہے اُس راہ جانے لئے ایک مدت چاہئے۔ فرمایا کہ نزدیک کی راہ جاؤ اور خدا کی قدرت کا تماشا دیکھو۔ کارواں سالار نے کہا اے جوان عالی شان تو کون ہے اپنے نام و نشاں کا پتہ بتا۔ امیر نے فرمایا کہ میں حمزہ کا برادر سعد شامی ہوں۔ پھر حقیقت گور خر کی مفصل کہی۔ مالک نے فرمایا کہ مجھ اور عبد المطلب میں دوستی بہت ہے۔ اب تم میرے فرزند کے بجائے ہو اور کاروان سب تمہارے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سلامتی کے ساتھ پہنچینگے تو پانچواں حصہ مال کا تمہاری نظر کرونگا۔ امیر نے فرمایا کہ جب تم نے فرزندی میں قبول کیا اور میں تجھے بجائے والد کے سمجھا تو یہ کاروان جانیں اور میں جانوں اب تم خاطر جمع رکھو اور پانچواں حصہ مال کا لینا کیا ضرور ہے۔ تب قندز نے کہا اے امیر اتنا مال کس لئے چھوڑتے ہو۔ فرمایا تم چپ رہو۔ القصہ دوسرے روز امیر کشور گیر مع کاروان خرسنہ کی طرف روانہ ہوئے اور فولاد جو قیصر روم کا غلام رہزنی کرتا تھا اُس نے سنا کہ ایک بڑا کاروان آتا ہے وہیں مع اپنی فوج کے باہر آیا۔ کاروانیوں انہیں آتا دیکھا تب کھڑے ہوگئے اور قندز امیر کے حکم سے میدان میں آیا اور ادھر سے ایک چور قندز کا مقابلہ کرنے لگا۔ قندز نے اسے ایسا گرز مارا کہ وہ چور دوزخ کا اسباب چرانے چلا گیا۔ تب کاروان سالار بہت خوش ہوا۔ پھر دوسرا چور آیا اور وہ بھی پہلے کے پیچھے روانہ ہوا۔ پھر دوسرا کوئی اور بخوف اجل باہر نہ نکلا۔ آخر فولاد آپ باہر آیا قندز نے اس پر گرز چلایا۔ فولاد نے اُس کا گرز پکڑ لیا۔ تب قندز نے جانا کہ فولاد نے گرز چھین لیا۔ تب پکارا کہ اے سعد شامی میرا گرز فولاد نے پکڑ لیا ہے جلد آؤ۔ تب امیر کشور گیر نے اشقر فیل زور کو دوڑایا اور نعرہ مارا امیر کے نعرے سے اس چور کا ہاتھ سست ہوا اور گرز اُس نے چھوڑ دیا اور تلوار کھینچ کر امیر پہ

چلائی۔ امیر نے اُس کا ہاتھ ہوا پر پکڑا اور دوسرا ہاتھ کمر بند میں ڈال کر محکم پکڑا اور اُس کے گھوڑے کو ایسی لات ماری کہ وہ اُس کے نیچے سے نکل کر دور جا پڑا۔ اور فولاد امیر کے ہاتھ میں رہا۔ تب امیر نے اُسے اُٹھا کر پھرایا اور زمین پر دے مارا۔ اور قندز نے اُس کے پاس آکر اُس کو ایک گرز ایسا مارا کہ چوروں کا سردار سُست ہوکر مُردار ہوگیا۔ امیر نے فرمایا کہ اے وحشی تو نے کس لئے اس کو مار ڈالا اگر یہ مسلمان ہوتا تو تیرا یار ہوتا۔ قندز نے کہا اے سعد شامی وہ بڑا حرام زادہ تھا کہ میرا گرز چھین لیگیا تھا میں نے جو کیا سو خوب کیا آپ کچھ فکر نہ کریں۔ امیر نے فرمایا کہ میرے حکم سے بغیر پھر کبھی ایسا کام نہ کرنا۔ پھر امیر نے کاروانوں کو فرمایا کہ ان چوروں کا تمام مال باہر نکالو۔ تب کارواں سالار نے اُن چوروں کا سب مال و منال زر و جواہر باہر نکالا۔ امیر نے فرمایا کہ یہ مال خرسنہ تک پہنچا دو اور تیسرا حصہ تم لو۔ کاروان نے کہا کہ بسر وچشم حکم امیر قبول کیا۔ اور تمام مال لدوا کر امیر کے ہمراہ چلے اور بعد کتنے دنوں کے خرسنہ میں پہنچے۔ امیر نے وہاں پہنچ کر جشن کیا۔ اور فقیروں اور غریبوں کو مال تصرف کرنے لگے اور امیر کی بخشش کا آوازہ تمام عالم میں منتشر ہوا۔ بس تمام خلق امیر کی داد و دہش سے مالا مال ہوئی۔ غرض کہ فتح نوش کی ایک بیٹی رابعہ پلاس پوش نام تھی وہ امیر کی جواں مردی سُن کر مدت سے عاشق صادق ہوکر بحالت فراق امیر کی تلاش میں رہتی تھی اور امیر کی تصویر لکھوا کر ہمیشہ اپنے سامنے رکھتی اور اپنے دل کا سوز اس تصویر بے نظیر سے ظاہر کرکے خون جگر پیتی اور باندیوں کو کہتی کہ اگر اس شکل کا آدمی دیکھو تو اُسے بلا لاؤ کہ میں اُس سے شادی کرونگی۔ شاہ فرنگ نے کتنی مرتبہ اُس لڑکی کو فتح نوش سے چاہا تھا مگر وہ عورت نیک سیرت اُس کافر کو قبول نہیں کرتی تھی اور جو مسافر شہر میں آتا باندیوں کے ہاتھ سے اُسے بُلا کر دیکھتی اور نجومیوں سے سُنتی کہ میں امیر سے یہیں ملونگی اس امیدواری پر امیر کے وصال کی امیدوار تھی۔ اُس نے جب امیر کی بخشش کا آوازہ سُنا تو لونڈیوں کو امیر کی تلاش کے لئے بھیجا۔ جب اُنہوں نے امیر کی صورت دیکھی تو یقین کیا کہ حمزہ یہی ہے۔ تب جا کر اُس لڑکی سے بولیں کہ مبارک ہو حمزہ آیا ہے کیونکہ جو تصویر تو نے لکھوائی ہے اُس کے موافق ہے۔ تب وہ لڑکی شاد شاد ہوئی اور خدائے تعالیٰ کا شکر ادا بجا لائی۔ پس انہی دنوں میں فرنگی کا لشکر بھی آیا اور ولایت خراب کرنے کو چاہا۔ تب تمام خلقت قلعہ میں آئی اور فتح نوش سے کہا کہ فرنگی نے اپنا لشکر اس ملک پر نام زد کیا ہے۔ اور اُس کا بڑا بیٹا وہشتان نام لشکر کا سردار ہے۔ لشکر دن بہ دن نزدیک پہنچا۔ امیر کے کان میں جو لشکر کے آنے کی خبر پہنچی تو امیر نے کہا کہ اے قندز اشقر پر زین کرو کہ ان فرنگیوں کو یہاں سے اُٹھا دوں۔ قندز نے گھوڑے پر زین باندھا اور آپ ہتھیار باندھے اور امیر کے ہتھیار بھی

لایا۔ امیر نے تمام سلاح بدن پر آراستہ کئے اور اشقر پر سوار ہو کر دروازہ کے پاس آئے اور دربانوں سے فرمایا کہ دروازہ کھولو تو میں باہر جاؤں۔ لوگوں نے کہا کہ یہ مرد دیوانہ ہے جو باہر جاتا ہے۔ امیر نے ہرچند کہا لیکن کوتوال نے دروازہ نہ کھولا۔ تب قندز نے اُس کو ایک مکے سے مردار کیا اور دروازہ کھول کر امیر کے ساتھ باہر آیا۔ امیر نے فرمایا اے بدبخت تو نے اس ضعیف کو کیوں مارا۔ قندز نے کہا کہ کیوں نہ مارتا یہ دروازہ نہیں کھولتا تھا۔ تب یہ خبر فتح نوش کو ہوئی کہ ایک مسافر مرد ایک وحشی آدمی کو ساتھ لے کر لڑائی کے واسطے باہر جاتا ہے۔ تب فتح نوش آپ آیا اور امیر سے بہت معذرت کی اور کہا کہ اے جوان تو نے ہمارا کچھ کھایا پیا نہیں اور نہ لشکر تیرے ساتھ ہے تو مرنے کو کیوں جاتا ہے اگر تو کہے تو ہم بھی تیرے ساتھ چلیں اور سارا لشکر منگا لیں لیکن ہم یہ نہیں چاہتے کہ تو باہر نکلے اور مارا جائے کیونکہ ہم تھوڑے ہیں اور فرنگی بہت ہیں۔ امیر نے فرمایا کہ تم کچھ نہ کرو اور باہر بھی نہ آؤ مگر قلعے پر کھڑے ہو کر تماشا دیکھو اور جب اُنکو بھاگتے دیکھو تب تم لوٹنے کو آؤ اور بھاگتے لشکر کو مارو اور اُن کے گھوڑوں کو پکڑو۔ فتح نوش نے قبول کیا۔ پس امیر اور قندز قلعہ سے باہر آئے۔ فتح نوش کی بیٹی نے بھی جو عاشق حمزہ تھی یہ خبر سنی کہ وہ شخص اکیلا لڑنے کو گیا ہے تو اُس نے بہ درگاہ قاضی الحاجات دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور بہت سا مال خیرات کیا اور قلعہ کے دروازہ کے بالا خانہ پر تماشا دیکھنے کو کھڑی ہوئی جب فرنگیوں نے امیر اور قندز کو آتے دیکھا تو سمجھے کہ یہ دونوں سوار صلح کے لئے آئے ہیں۔ جب نزدیک پہنچے تو قندز پکارا کہ اے کافرو تم میں سے جس کو آرزوئے مرگ ہے جلد میدان میں آئے۔ تب پنشان فرنگی ہنسا اور کہا جاؤ اور دیکھو کہ کیا کرتا ہے۔ تب فرنگیوں کا ایک سوار آیا اور آ کر ابھی وہ اچھی طرح کھڑا نہ ہوا تھا کہ قندز نے اُسے ایسا گرز مارا کہ وہ مع گھوڑے پستہ ہوا تب ایک سوار اور آیا۔ قندز نے اُسے بھی مارا۔ تب فرنگی حیران ہوئے کہ یہ کیا بھید ہے۔ اور خرسنہ کے لوگ ہنسنے لگے اور بہت خوش ہوئے۔ تب فتح نوش نے کہا اے وزیر یہ دونوں کہاں سے آئے ہیں اور کون ہیں۔ وزیر نے کہا کہ ابتک ہم ان کو کاروان جانتے تھے ولیکن کاروانوں سے ایسی مردمی ہونا عجب ہے۔ تب فتح نوش نے کاروانوں کو بلا کر پوچھا کہ یہ جوان جو تمھارے ساتھ تھے کون ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ اے بادشاہ وہ جوان سعد شامی نامی برادر حمزہ کا ہے اور قندز وحشی اُس کا رفیق ہے برادر حمزہ ہم کو چوروں کے ہاتھ سے بچا کر یہاں لایا ہے کہ گویا ہم کو خرید کیا۔ تب فتح نوش نے کہا کہ سوائے اُن کے ایسا کام کون کر سکتا ہے۔ اگر یہ جوان ایسی بہادری اور دلاوری نہ کرے تو کون اس کو برادر حمزہ کا کہیگا۔ یہ بول کر کہا کہ ابتک ہم اُس سے بے خبر اور غافل تھے اس لئے کچھ خدمت نہیں کی اگر وہ سلامتی سے

جیتا آیا تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم خدمت گزاری کی بجا لائینگے۔ تب سالار کاروان نے کہا کہ تم تماشا دیکھو کہ وہ فتح کرکے پھرتا ہے اور فولاد گرد کا تماشا بیان کیا۔ اس عرصہ میں ایک فرنگی بھی میدان میں آیا قندز نے اُسے بھی دوزخ میں بھیجا۔ صحیح روایت حضرت عباس سے یوں ہے کہ قندز نے چالیس روز تک فرنگیوں کو دوزخ میں روانہ کیا۔ تب پشتان فرنگی کو طاقت نہ رہی اور گھوڑا میدان میں چلایا۔ قندز نے پکارا کہ اے سعد شامی جلد آؤ کہ یہ کافر زور سے میرے گرز سے چھین لیگا تب امیر میدان میں آئے اور ایک نعرہ ایسا مارا کہ سولہ کوس تک زمین و زمان کوہ و بیابان جنبش میں آئے اور اس کافر کا ہاتھ مع تلوار زمین پر گرا۔ تب وہ بھاگ گیا۔ پھر امیر نعرہ مارکر کافروں پر پڑے اور بہت کافروں کو مردار کرکے دوزخ میں روانہ کیا اور کافر تاب نہ لاکر بھاگتے امیر نے انکا پیچھا کیا اور قندز بھی مارنے لگا۔ فتح نوش نے جب یہ حال دیکھا تو فوراً قلعہ کا دروازہ کھولا اور لشکر سمیت امیر کے ہمراہ ہوکر کافروں کو مارنے لگا۔ اور تمام لشکر نے کافروں کے مال و اسباب کو لوٹ کر جمع کیا۔ تب دختر فتح نوش نے اپنا خزانہ نکال کر غریبوں کو تقسیم کیا۔ پھر امیر چار کوس تک کافروں کو مار اور اُن کا تعاقب کرکے فتح و نصرت سے واپس ہوئے۔ تب فتح نوش نے امیر کے قدموں پر گر کر سر زمین پر رکھا اور امیر گھوڑے سے اُتر کر فتح نوش کے پاس آئے اور اُسے گلے لگایا۔ تب فتح نوش نے گھوڑے و اسباب و مال و متاع فرنگیوں کا امیر کے آگے لا رکھا۔ اُس وقت امیر نے فرمایا کہ میں کیا کرونگا یہ سب سامان اپنے لشکر کو بانٹ دو۔ قندز نے کہا کہ اے سعد شامی اتنا مال کیوں برباد کرتا ہے۔ امیر نے کہا تو اگر دم مارےگا تو مار ڈالونگا۔ قندز نے پھر کچھ نہ کہا۔ پھر فتح نوش امیر کو شہر میں لے گیا اور اپنے دربار میں جاکر کہا کہ اے پہلوان تخت پر بیٹھ۔ امیر نے فرمایا کہ بھائی امیر حمزہ تخت پر نہیں بیٹھا میں کیوں کر بیٹھوں پھر امیر نے ہاتھ پکڑ کر فتح نوش کو تخت پر بٹھایا اور آپ کرسی پر بیٹھے اور مجلس آرائی کا حکم کیا اور خاصہ تناول فرمایا اس کے بعد شراب کا دور ہوا۔ تب ہر ایک شخص شراب پی کر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ کر کچھ کچھ باتیں کرنے لگا۔ فتح نوش کے ایک پہلوان نے جو اوپر نگاہ کی تو قندز کو بلند مرتبے پر دیکھکر کہا کہ تو اپنے سے بڑے مرتبے پر بیٹھا ہے تُو تو غلام ہے تیرے صاحب کو بلند مرتبہ پر بٹھانا لایق ہے۔ قندز اس کے کہنے پر جوش میں آیا اور ہاتھ لمبا کرکے اُس کی کمر بند میں ڈال کر کرسی پر سے اُٹھا کر زمین پر پچھاڑا اور اُس کے سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ تب پہلوان نے ہاتھ لمبا کرکے قندز کے خصیے پکڑے۔ پھر تو قندز پکارنے لگا۔ اُس وقت امیر دوڑے اور کہا کہ اے زنگی اس کے خصیے کیوں پکڑے۔ تب پہلوان نے قندز کو چھوڑ دیا اور امیر کی طرف پھرا اور کہا اے سعد شامی اگر مرد ہے تو آ اور مجھ سے پنجہ کر۔ امیر نے ہاتھ بڑھایا اور کہا کہ زور کر۔

پہلوان نے ہر چند زور کیا مگر امیر کی ایک انگلی بھی ہلا نہ سکا۔ جب امیر نے دو انگلیوں سے زور کیا تو پہلوان پکارنے لگا۔ امیر ہنسے اور اُس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ پھر اپنی کرسی پر بیٹھے۔ القصہ امیر چند روز فتح نوش کے پاس جشن میں رہے۔ ایک روز فتح نوش نے اپنے وزیر کو بُلایا اور کہا کہ اگر یہ شخص کسی طرح سے میرا داماد بنے تو خوب ہو۔ لیکن پہلے یہ بات ہے کہ میری لڑکی کے پاس جاؤ اور بولو کہ ایک جوان حمزہ کے بھائیوں سے آیا ہے تو اگر اُسے قبول کرے تو اُس کے ساتھ تیرا نکاح کر دیا جائے۔ تب وزیر بادشاہ کے حکم سے اُس کی بیٹی کے پاس گیا اور کہا۔ اُس نے امیر کا نام سنتے ہی قبول کر لیا۔ وہیں شادی کی بنیاد ڈالی اور جشن میں بیٹھے اور تمام شہر کو آراستہ کیا۔ تب ٹھیک دن اور مبارک گھڑی دیکھ کر شادی شروع کی۔ جب نکاح کا دن آیا تو اُس وقت امیر نے عمر بن عمیہ کو بہت یاد کیا اور کہا کہ میرا اور میرے یاروں کا نکاح عمر پڑھا کرتا ہے لیکن اب اُسے کہاں سے لاؤں۔ ادھر تو امیر یہ کہہ رہے تھے اور اُدھر عمر بن عمیہ بھی عرب کے لشکر سے باہر نکل کر امیر کو ڈھونڈھتے پھرتے تھے یہاں تک کہ وہ قندز میں پہنچے اور پوچھا کہ یہاں حمزہ آیا تھا۔ وہاں کے لوگوں نے کہا کہ حمزہ تو نہیں آیا مگر اس کا بھائی جو اپنے آپ کو سعد شامی کہلاتا تھا آیا تھا جو قندز کو ساتھ لے کر خرسنہ کو گیا ہے۔ تب عمر بن عمیہ نے اُسی وقت خرسنہ کی راہ لی اور تھوڑے عرصہ کے بعد طے کر کے فتح نوش کے دربار میں آیا اور دربانوں نے جب عمر کو دیکھا تو ہنستے ہنستے بے ہوش ہوئے اور کہا کہ اے مرد عجیب تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ عمر نے کہا کہ تمہارے شہر میں کیا ہے جو آئینہ بندی کر کے زینت کی ہے۔ تب وہ بولے کہ حمزہ کا بھائی یہاں آیا ہے اور بادشاہ نے اپنی بیٹی کی شادی اُس سے قرار دی ہے سو آج اُس کا نکاح ہے۔ تب عمر بن عمیہ نے کہا کہ جاؤ اور فتح نوش سے کہو کہ میں سعد شامی کا صاحب ہوں اور وہ میرا غلام ہے جو مجھ سے بھاگ کر یہاں آیا ہے اور تم نے اُسے دامادی میں قبول کیا ہے تم پہلے میرے مال کا مول دو اور پھر اُسے بیٹی دو۔ تب دربانوں نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کی کہ ایک عجیب وضع کا آدمی آیا ہے جو رنگ کا کالا قد تیرہ گز لمبا اور سر پر پانچ گز لمبی نمدے کی ٹوپی اور اُس ٹوپی پر لومڑی کی دُم کا طرّہ لگا ہے اور یہ دم ہمیشہ ہلتی رہتی ہے اور نمدے کی قبا تن میں پہنے اور زنبیل و توبرہ گلے میں ڈالا ہوا اور ٹوپی سے کمان شانے پر لگائے ہوئے اور کاغذ کی ڈھال پُشت پر ڈالے ہوئے اور کتنے تیر بے پر و بے پیکان اور اٹھارہ من کی ایک چھری کمر میں باندھے اور بارہ من کی چھڑی ہاتھ میں لئے باہر کھڑا ہے اور کہتا ہے کہ میں سعد شامی کا صاحب ہوں۔ امیر نے جب یہ باتیں سُنیں تو شتابی سے دربانوں کے ساتھ باہر آئے اور عمر کو لے کر اندر گئے۔ تب وہاں کے لوگ عمر کو دیکھتے اور ہنس ہنس کر بے ہوش ہوتے

اور آپسمیں کہنے لگے کہ یہ عجب آدمی ہے۔ تب امیر نے عمر کو اپنے پاس بٹھایا۔ آخر فتح نوش کو طاقت نہ رہی تو پوچھا کہ یہ کون ہے۔ امیر نے کہا کہ یہ نوشیرواں کا مسخرہ ہے اور میری خبر سُن کر یہاں آیا ہے۔ عمر نے کچھ نہیں کہا۔ جب نکاح کا وقت آیا تب امیر نے کہا کہ اے مسخرے جا اور ایک دانشمند مرد پیدا کر کے لا جو ابراہیم کے ملت و دین پر نکاح باندھے۔ عمر وہاں سے اکیلا کونے میں گئے اور اپنا لباس چھپایا اور ایک جُبّہ کہ جس کی آستینوں میں ایک اونٹ چھپ رہے پہن کر اور گنبد کی طرح پگڑی باندھ کر اور سفید ڈاڑھی ناف تک لمبی لگا کر اور عصا ہاتھ میں لے کر لنگڑاتے ہوئے آئے۔ امیر ان کو دیکھ کر اُٹھے اور اُن کے ساتھ تمام حاضرین مجلس بھی اُٹھے اور تعظیم و تکریم سے بٹھایا۔ وہاں کے لوگ آپسمیں کہنے لگے کہ ایسا شخص تو ہمارے شہر میں ہرگز نہیں ہے معلوم نہیں کہ یہ کہاں سے پیدا ہوا ہے۔ امیر نے دانشمند کو اپنے مرتبہ سے بلند بٹھایا۔ پھر فتح نوش ہزار درم ہدیہ نکاح خوانی لایا۔ دانشمند نے کہا کہ میں یہ ہرگز نہ لونگا اگر پانچہزار درم دیگا تو نکاح پڑھونگا۔ تب قندز نے کہا اے بوڑھے اگر ہزار درم تیرے کام کی نہیں تو مجھے دے۔ عمر نے اُسی وقت ہزار درم کو اُٹھا کر اُس پر ایسا پھینکا کہ قندز پکارنے لگا اور ساری مجلس ہنسی۔ تب قندز نے شرمندہ ہو کر کہا کہ اے بوڑھے ذرا صبر کر جب تو دربار سے باہر نکلیگا تو تجھ سے سمجھونگا اور چاشنی دکھاؤنگا۔ تب فتح نوش نے کہا اے سعد شامی یہ کہاں سے پیدا ہوا ہے۔ امیر نے کہا کہ مردانِ غیب کے مردوں میں سے ہے۔ تب قندز نے کہا کہ وہ مسخرہ کہاں گیا ہے کہ میں اُس سے سمجھوں کہ اس مجاور کو نکاح پڑھنے کے لئے کیوں لایا ہے۔ غرض دانشمند نکاح پڑھ کر باہر گیا اور قاضیانہ لباس دور کر کے عمر اپنے عیاری کے لباس سے مجلس میں کودے اور قندز کے سر پہ سر رکھ کر پاؤں اوپر کر کے عیاری کا ہاتھ دکھایا اور ایسا ناچا کہ تمام مجلس ہنستے ہنستے بے ہوش ہوئی اور فتح نوش عمر کے کام دیکھ کر بہت خوش ہوا اور تعریف کرنے لگا اور اُس کے امیروں نے کہا کہ عجایب آدمی ہماری مجلس میں آیا ہے۔ بعد اسکے شراب کے پیالے بھرنے لگے۔ تب عمر نے رباب پہ ہاتھ لے جا کر ایسا بجایا کہ اس ساری مجلس میں واہ واہ ہوئی۔ پھر پیالہ بھرنے لگا۔ تب عمر مجلس میں ناچنے لگے اور دیکھنے والوں نے حیران ہو کر جامے اور پگڑیاں عمر کو دے ڈالیں۔ تب قندز نے کہا کہ اے سعد شامی یہ مسخرہ آدمی نہیں ہے کیونکہ ایسا گانا بجانا آدمی کہاں سے جانتا ہے۔ پھر کتنے روز بدستور عیش میں گذرے۔ تب امیر نے عمر کو فرمایا کہ تو لشکر میں جا اور میں بھی کتنے روزوں میں آتا ہوں۔ تب عمر امیر سے وداع ہوئے۔ اور امیر یہاں رابعہ پلاس پوش سے عیش میں رہے۔ خدا کی قدرت کاملہ سے رابعہ حاملہ ہوئی۔ تب امیر نے فرمایا کہ اے رابعہ جب تمہارے فرزند تولد ہوگا تو میں دیکھ کر

جاؤنگا۔ رابعہ بولی کہ اے امیر البتہ اللہ تعالیٰ فرزند عطا کریگا کیونکہ ہیں خدا کی عنایت کی بہت منتظر تھی اور تمہارے فراق میں بیاس پہنتی تھی۔ اُس صبر کے عوض خدائے تعالیٰ مجھ کو فرزند عطا فرمائیگا (باقی داستان شب فردا) +

چھپنویں داستان

جب امیر رابعہ سے حبش میں تھے تو فتح نوش کا ایک بھائی خرسنہ کے قریب کسی شہر میں رہتا تھا اور رابعہ کو اپنے فرزند کے ساتھ شادی کرنا چاہتا تھا اور رابعہ کو انکار تھا۔ فتح نوش کے بھائی نے سُنا کہ ایک مسافر کہتا ہے کہ میں حمزہ کا بھائی ہوں اور اُس کے کہنے سے اُس کے ساتھ رابعہ کی شادی کر دی گئی ہے فتح نوش کو خط لکھا کہ آپ کا داماد دیکھنے کی مجھے بہت آرزو ہے مہربانی کرکے انہیں ادھر روانہ فرمادیں تو عین سرافرازی ہے۔ جب فتح نوش کنے پاس بھائی کا خط آیا تو امیر سے کہا۔ امیر نے قبول فرمایا اور قندز کو ہمراہ لے کر گئے وہ استقبال کو آیا اور بہزار تعظیم وتکریم سے امیر کو دربار میں لیجاکر بڑی عزت سے بٹھایا۔ اُس شہر کے نزدیک اژدھا رہتا تھا جو ہر برس کے بعد غار سے سر اُٹھاتا اور اُس پھونک سے سات کوس تک آگ لگتی اور سب کچھ جل جاتا اور جب دم اندر کھینچتا تو اس میدان کے چرندے پرندے آدمی جھاڑ وغیرہ سب اُس کے مُنھ میں جا پڑتے تھے۔ اُس روز شہر میں بڑا شور اٹھا تو امیر نے اُن سے پوچھا کہ یہ شور وغوغا کیسا ہے۔ تب اُنہوں نے اژدہا کی سب حقیقت بیان کی۔ امیر نے فرمایا کہ میں جو اتنے دنوں سے خرسنہ میں تھا مجھ کو خبر کیوں نہیں کی۔ یہ کہہ کر اُسی وقت قندز کو ہمراہ لے کر اُدھر کو گئے اور فتح نوش کا بھائی اور اور شوقین تماشا دیکھنے کے لئے باہر نکلے۔ جب امیر نے دیکھا کہ اژدہا دم کھینچتا ہے تو اشقر کو قندز کے حوالے کرکے آپ تلوار کھینچ کر اُس کی طرف چلے اور نزدیک پہنچ کر ایک تلوار ایسی ماری کہ اژدہا کٹ کر برابر دو ٹکڑے ہوا اور اتنا دھوآں اُٹھا کہ امیر کو کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ جب ہوا نے دھوئیں کو دور کیا تو امیر سلامتی سے باہر آئے اور آدمیوں کی ہجوم میں آملے اور اژدہے کے مرنے کی حقیقت سُنائی۔ تب فتح نوش کا بھائی اور تمام خلق اللہ اژدہا کے پاس آئے اور امیر کے فرمانے کے مطابق دیکھ کر متعجب ہوئے۔ تب فتح نوش کو یہ حقیقت بھائی نے لکھی۔ فتح نوش نے شادیانہ کے نقارے بجائے۔ امیر چند روز وہاں رہے اور پھر خرسنہ کو تشریف لائے اور حبش میں رہے۔ ایام معہودہ کے بعد رابعہ کے بطن سے فرزند ارجمند خورشید چہرہ ماہ پارہ پیدا ہُوا۔ امیر نے اس فرزند کا نام عالم شاہ رومی رکھا اور فرزند کے دیدار فرحت آثار سے مسرور ہوئے اور جشن کرائے۔ اور فتح نوش نے خزانہ کھول کر غریبوں کو تقسیم کیا۔

چالیس روز کے بعد امیر نے فتح نوش کو فرمایا کہ کافر سب جمع ہو رہے ہیں اور میرے یار پراگندہ خاطر ہونگے اس لئے میں جاتا ہوں۔ اور جب یہ فرزند خدا کے فضل سے جوان ہو تو حمزہ کے لشکر کو روانہ کرنا۔ اس کے بعد فتح نوش نے بہ صد پابوسی کہا کہ اب آپ سچ فرمائیں کہ حمزہ آپ ہی ہیں یا نہیں۔ تب امیر نے اقرار کیا کہ میں ہی حمزہ ہوں۔ پھر تو فتح نوش بہت خوش ہوا اور قندز تو مارے خوشی کے ناچنے لگا اور کہا کہ سوائے حمزہ کے دوسرے کا کیا مقدور ہے کہ مجھے باندھے۔

جب رابعہ نے یہ حقیقت سنی تو شکرانہ حق سبحانہ و تعالیٰ کا ادا کر کے شادیانے بجانے کے واسطے حکم دیا۔ تب امیر رابعہ کو وداع کر کے مع قندز روانہ ہوئے اور منزل و مراحل طے کرنے لگے۔ ادھر امیر کے لشکر میں لڑائی کے نقارے ہر روز بجتے اور امیر کے یار عادیوں اور الجو سے ہر روز جنگ کرتے تھے۔ القصہ ایک روز دونوں لشکر میدان میں کھڑے تھے کہ اتنے میں ایک گرد نمودار ہوئی۔ تب سب کے سب اس گرد کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب بہ غور دیکھا تو معلوم ہوا کہ حمزہ مع قندز آتے ہیں۔ عرب کا سارا لشکر دوڑ کر امیر کے قدموں پر گرا اور امیر نے بھی ہر ایک کو گلے لگایا اور علم اژدہا پیکر کے نیچے آ کھڑے ہوئے۔ الجو شصت گزی میدان میں آیا اور امیر کے حکم سے قندز بھی میدان میں نکلا۔ الجو نے بہ دستور جست مار کر اترتے وقت دو تین لاتیں اور ایک زخم چھری کا مارا۔ قندز اس کے درد سے سانپ کی طرح تڑپا اور ہر چند چاہا کہ اسے پکڑے لیکن کچھ نہ ہو سکا اور شام تک یہ دونوں بہ دستور جنگ کرتے رہے۔ اور مغرب کے بعد یہ دونوں لشکر اپنے اپنے مقاموں پر اترے۔ اور دوسرے روز پھر میدان میں آ کھڑے ہوئے۔ تب الجو میدان میں آ کر پکارا کہ اے حمزہ اگر مرد ہے تو میدان میں آ۔ پس امیر کشور گیر جہاں ستان ہتھیار باندھ کر اشقر دیو زاد پر سوار ہو کر میدان میں آئے۔ الجو اپنی قدیم عادت کے موافق اڑا اور امیر کو لاتیں ماریں۔ امیر نے کچھ نہ کہا بلکہ فرمایا کہ دو حملے اور بھی تجھے دیے۔ دوسری مرتبہ الجو اڑا اور پھرتے وقت امیر کو دو لاتیں ماریں مگر امیر نے کچھ نہ کہا۔ پھر الجو تیسری بار بہ دستور سابق اڑا اور اترتے وقت امیر کو لاتیں ماریں۔ امیر کو غصہ آیا اور اس کے پاؤں پکڑ کر ایسا پھرایا کہ الجو بے ہوش ہوا اور پھر اس کو زمین پر دے مارا اور عمر بن امیہ نے دوڑ کر فوراً باندھا اور لشکر میں لانے کے واسطے اٹھانے لگا تو الجو ہرگز نہ اٹھا۔ تب عمر نے کہا کہ اے الجو اٹھ نہیں تو آپ ہی دوڑا جائیگا۔ الجو نے کہا کہ دیکھوں مجھے کون لیجاتا ہے۔ تب عمر نے توبرہ میں سے سوا نکال کر اس کے چوتڑوں میں چبھویا۔ پھر تو وہ اٹھ کر بھاگنے لگا۔ اور سارا لشکر ہنسا۔ اور دونوں لشکروں میں شور ہوا۔ پھر دونوں لشکر اپنے اپنے مقام پر اترے اور رات کو آرام کیا۔ امیر مجلس آراستہ کر کے پہلوانی کرسی پر بیٹھے اور الجو کو بلوا کر فرمایا

کہ میں نے تجھے کیونکر باندھا۔ اُس نے کہا کہ جیسا انصاف تھا ویسا باندھا۔ تب امیر نے فرمایا کہ بول خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیم کا برحق ہے۔ الجو اپنے صدقِ دل سے مسلمان ہوا۔ تب امیر نے اُس کے بند دور کئے اور خلعت مرحمت فرمایا۔ اور عمر نے حلقہ زرین غلامی کا نشان اُس کے کان میں ڈالا۔ تب الجو نے عمر عیار سے کہا کہ میرے لشکر کو بُلا۔ پس عمر عیار اُسکے لشکر کو لایا اور آتے وقت یہ سپاہی بہت کافروں کو مار کر آئے۔ اور الجو کا سب لشکر مسلمان ہو گیا۔ اور امیر جہاں گیر عیش میں رہنے لگے (باقی داستان شب فردا)

ستاونویں داستان

جب امیر کشور گیر جہاں ستاں نے الجو کو مسلمان کرکے فارغ ہوئے تو چند روز عیش میں رہے۔ ایک روز خوجے خبر لائے کہ آپ کے ہاں فرزند ارجمند پیدا ہوا۔ تب امیر نے خوشی کی نوبت بجانے کو حکم دیا اور جشن کیا۔ اور بی بی نے فرزند ارجمند کے گلے میں ایک من سونے کی ہنسلی بنوا کر ڈالی اور سعد طوقی نام رکھا اور نہایت خوشی اور کوشش سے اُس کی پرورش کرتی رہی۔ ایک روز امیر مع لشکر میدان میں آئے اور کافر بھی اپنا لشکر میدان میں لائے اور صفیں آراستہ کیں اور کافروں میں سے ایک عادی میدان میں آیا اور ادھر سے بحکم امیر اسقنقیالوش پہلوان میدان میں نکلا۔ اور عادی سے لڑنے لگا کہ اتنے میں جنگل میں گرد پیدا ہو کر ایک لشکر نمودار ہوا۔ دونوں طرف سے جاسوس دوڑے اور دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ لشکر روم کے شہزادہ کا ہے اور حمزہ سے لڑنے کو آیا ہے۔ تب وہ لشکر ان دونوں لشکروں کے درمیان آکھڑا ہوا۔ تو سب نے دیکھا کہ چالیس ہاتھی ہیں کہ جن کی سونڈیں رنگی ہوئی اور اُن کے دانتوں پر سنہری بند لگے ہوئے اور مستک پہ زربفت مکلل بہ جواہر آویزاں اور زردوزی جھولیں کلابتونی ڈوریوں سے کسی ہوئیں اور مرصع سیڑھیاں پہلو پر لٹکتی ہیں۔ اور فیلبان ہاتھوں میں سونے روپے کی کج بانکیں لئے ہوئے اور دو جوان نشاں لئے ہوئے بیٹھے ہیں۔ اور تمام فوج مسلح اور مکمل ہے۔ لشکر کفار یہ رنگ دیکھ کر دنگ ہو گیا۔ اس عرصہ میں شہزادہ نے نوشیرواں سے آکر کہا کہ کسی پہلوان کو بھیج۔ تب وہاں سے ایک عادی نوشیرواں کے حکم سے آیا اور گرز گراں چلایا۔ شہزادہ نے ایک ہاتھ سے اُس کا گرز پکڑ کر دوسرا ہاتھ عادی کے کمر بند میں ڈال کر اُٹھا کر ایسا مارا کہ اس کی کمر کی ہڈی ثابت نہ رہی۔ تب دوسرا عادی آکر بھی بہ دستور مردار ہوا۔ القصہ راوی نے لکھا ہے کہ سات عادی اس وقت آئے اور سب نے جہنم کی راہ لی۔ تب اُس شہزادے نے عرب کے لشکر کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اے حمزہ کوئی اپنے لشکر کا پہلوان بھیج۔ تب امیر کے حکم سے فرہاد بن لندھور

میدان میں آیا۔ شہزادہ نے اُسے ایسا گرز مارا کہ فرہاد بن لندھور گرا اور ہاتھی اُس کے نیچے سے گر کر مر گیا۔ اور فرہاد نے زمین پر گرتے ہی چاہا کہ شاہزادہ کا گھوڑا پے کرے۔ شہزادہ نے فی الحال اُتر کر گھوڑا پُشت کے پیچھے کر لیا۔ تب فرہاد نے دوسرا ہاتھی منگایا اور سوار ہوا۔ شہزادہ نے دوڑ کر ہتنگ ہاتھی کا پکڑ کر اُٹھایا اور اوندھا مارا۔ تب تو لشکر حمزہ میں شورِ محشر برپا ہوا۔ لیکن فرہاد سلامت رہا۔ تب شہزادے نے کہا اے فرہاد اب تو جا اور عمر معدی کرب کو بھیج دے۔ تب پسر لندھور نے آکر امیر سے کہا کہ وہ شہزادہ عمر معدی کو بُلاتا ہے۔ جب امیر کے حکم سے عمر معدی میدان میں آیا تو شہزادے نے اُسے بھی زمین پر دے مارا اور کہا کہ تو بھی جا اور سعد بن عمر بن حمزہ کو بھیج۔ عمر معدی نے آکر امیر سے عرض کیا۔ امیر نے فرمایا کہ وہ لشکر کا بادشاہ ہے وہ کیونکر جنگ کریگا۔ یہ خبر سعد بن عمر کو پہنچی۔ تب ہر چند امیر نے منع کیا مگر امیر کا کہنا نہ سُنا اور میدان میں آیا اور دونوں شہزادوں نے اتنا زور کیا کہ دونوں گھوڑوں نے زانو زمین پر لگائے۔ تب رستم پیلتن نے ہاتھ کمر سے چھوڑ کر فرمایا کہ تو جا اور حمزہ کو بھیج۔ سعد بن عمر آیا اور حمزہ سے بولا کہ اے دادا جان وہ پہلوان آپ کو بُلاتا ہے۔ تب امیر میدان میں آئے۔ شہزادہ نے امیر کو دیکھ کر گھوڑا دوڑایا اور دوال کمر میں ہاتھ ڈال کر اتنا زور کیا کہ دونوں گھوڑے چلائے اور زانوں زمین پر لگائے۔ تب امیر نے نعرہ مار کر اللہ اکبر کہا اور رستم پیل تن کو اُٹھایا اور پھرا کر زمین پہ ڈال کر ذبح کرنا چاہا۔ تب رستم پیل تن بولے کہ اے حمزہ میں تیرا فرزند ہوں اگر ماریگا تو پچھتائیگا تب امیر نے فرزند کو گلے لگایا اور پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے وہ بولے کہ علم شاہ رومی کہتے ہیں۔ تب امیر نے فرزند کو رستمی کا خطاب عطا فرمایا۔ اور کہا کہ تم نے یہ بے ادبی کس واسطے کی۔ تب رستم پیلتن نے کہا کہ میں سُنتا ہوں کہ آپ کا جو فرزند رن میں آتا ہے سو زور آزمائی کرتا ہے اس واسطے میں نے بھی اپنی مردی اور پہلوانی کا نشان ظاہر کیا۔ غرض امیر نے نوبت خوشی کی بجوائی اور سب کو جشن میں شامل کیا۔ القصہ وہ تمام رات خوشی سے گذری۔ جب صبح ہوئی تو دونوں لشکر میدان میں آئے اور ایک عادی بھی سوار ہو کر معرکہ میں آکھڑا ہوا اور ادھر سے رستم پیل تن باپ کا حکم لے کر میدان میں گئے۔ جب عادی نے حملہ کیا تو عالم شاہ نے اُس کی ضرب روکی اور تلوار سے اس عادی کو ککڑی کی طرح کاٹ کر دو ٹکڑے کیا اور پھر گھوڑے کو ڈپٹ کر کافروں پر پڑے اور مارنا شروع کیا۔ جب امیر نے یہ حال دیکھا تو یاروں کو فرمایا کہ تم رستم کے ساتھ جاؤ۔ تب عرب و عجم کے لشکر نے شامل ہو کر اتنی جنگ کی کہ کافروں کو لڑائی کی طاقت نہ رہی آخر بھاگنے لگے

اور عربوں نے چار کوس تک اُن کا پیچھا کیا۔ پھر فتح و نصرت سے رستم مع لشکر واپس آکر باپ
کے حضور میں اداب بجا لائے۔ امیر نے فرزند کو گلے لگایا اور تمام روز جشن میں رہے۔ اور
نوشیرواں بھاگ کر قیبار خاوری کے گھر میں گیا۔ اور وہاں کا بادشاہ مع لشکر باہر آیا اور آکر
بادشاہ کا استقبال کیا اور لے جاکر تخت پہ بٹھایا اور بولا کہ اب تو بے فکر رہ۔ حمزہ اگر کبھی
یہاں آیا تو جان سے مارا جائیگا (باقی داستان شب فردا)

اٹھاونویں داستان

جب امیر جشن سے فارغ ہوئے اور نوشیرواں خاور شاہ کی پناہ لے کر منتظر امیر کے آنے کا رہا۔ تب
امیر نے دوسرے روز کوچ کیا اور منزل و مراحل طے کرکے خاور کی سرحد میں پہنچے اور عباس کو
فرمایا کہ خاور شاہ کو نامہ رقم کرو۔ حضرت عباس نے خط فیض نمط اس مضمون ہدایت مشحون
لکھا کہ بعد حمد خدا و نعت ابراہیم خلیل اللہ کے شاہِ مردان و شیرِ میدان حمزہ بن عبدالمطلب
کی طرف سے بادشاہ خاوری کو معلوم ہو کہ نوشیرواں میرا دشمن جانی ہے اور کتنی مرتبہ بیجا
بے گناہ اُس کا بخشا ہے اور وہ اپنے اقرار سے مبدل ہوا ہے اور میرے حق میں دشمنی کرتا ہے
اور تیرے پاس آیا ہے اگر بھلا چاہتا ہے تو یہ خط دیکھتے ہی نوشیرواں کو باندھ کر اور اپنے ملک
کا خراج لے کر حضور ہدایت معمورہ میں حاضر ہو تو میں امن دے کہ تجھ کو مسلمان کرکے بڑے
سے سرافراز کرونگا اور اگر اس حکم سے سرتابی کی تو اس طرح سے مارونگا کہ ماہیان دریا
اور مرغان ہوا تیرے حال پر گریہ و زاری کرینگے۔ جب یہ نامہ رقم ہو چکا تو عمر کو دیا اور عمر
نامہ لے کر قیبار خاوری کے دربار میں آیا اور اُس کو خط دیا۔ قیبار نے خط لے کر عمر کو سر سے
پاؤں تک دیکھا اور خط پڑھ کو ٹکڑے کیا اور کہا پکڑو اس چور کو۔ غلاموں نے عمر کا قصد کیا۔
تب عمر نے بھی خنجر عیاری سے مارنا شروع کیا اور کئی ایک کو مار کر جست کرکے باہر چلا گیا اور
وہاں سے امیر کے حضور میں آکر قصہ گذشتہ مفصل عرض کیا۔ جب دوسرا روز ہوا تو قیبار نے
طبل جنگ بجوایا اور میدان آراستہ کرنے کا حکم دیا۔ یہ خبر جاسوسان اسلام نے امیر کو پہنچائی
امیر نے فرمایا کہ ہمارے نقارخانہ سلیمانی میں کہہ دو کہ بہ تکیۂ فضل ایزدی طبل جنگ بجائیں۔
امیر کے حکم سے جنگی طبل بجا اور تمام لشکر میں خبر ہوئی۔ جتنے اچھے بہادر تھے انہوں نے
خزانہ لٹایا اور خاصی پوشاکیں پہنیں اور نفیس کھانے پکوا کر کھائے اور ناچ رنگ میں رات
بھر مشغول رہے اور تلواروں کو سنگ چڑھایا اور تیروں کو تیس کیا اور نیزوں کو گاڑ دی
اور صبح ہوتے ہی دونوں لشکر میدان میں آئے۔ بیلداروں نے جھاڑ بونٹے صاف کرکے

میدان ہموار کیا اور سقوں نے آب پاشی کی۔ تب میمنہ و میسرہ اور قلب و جناح اور ساقہ و کمیں گاہ اور یمین و یسار اور اگلا ہراول و پچھلا چنڈول غرض چودہ صفیں آراستہ کیں تب نقیب پکارے کہ اے مردان بکوشید تا جامۂ زنان نہ پوشید **رباعی**

روز جنگ سنہ جنگ باید کرد ❊ کوشش نام و ننگ باید کرد

شکم گاؤ و پشت ماہی را ❊ بہ سر نیزہ رنگ باید کرد

دونوں طرفوں کے جاسوسوں نے جا کر عرض کیا کہ امیدوار قدوم میمنت لزوم کے ہیں۔ تب تاجدار نے چوبیوں پر محل پردہ کھینچا۔ امیر نے پیغمبروں کے تمام سلاح بدن پر آراستہ کئے اور اشقر دیوزاد کو طلب فرمایا۔ اور بادشاہ نے تاج شاہی بر سر و چادر و قبائے شاہنشاہی در بر اور کٹار مرصع کار پیش ناف اور گروہ سپر پشت پر کر کے تخت ہوا دار پر سوار ہو کر داہنی اور بائیں فوج کا مجرا لیتے ہوئے کسی سے دست بہ سر اور کسی سے دست بہ سینہ اور کسی کو آنکھ کے اشارے سے تعظیم کا جواب دیتے ہوئے قلب لشکر میں آ کھڑے ہوئے۔ اور حمزہ جلدی سے اشقر پر سوار ہو کر مجرا لیتے ہوئے آئے اور چالیس قدم سرداری کے آگے بڑھ کر کھڑے ہوئے۔ تب تیمار خاوری کی ایک بہن پہلوان نشان بلند نشان میدان میں آ کر پکاری کہ اے خدا پرستان و زیردستان از میان شما ہر کہ آرزوے مرگی داشتہ باشد بیاید بہ میدان مردان کہ ارادۂ دست و پا آوری دارم حمزہ نے یہ سن کر داہنے اور بائیں دیکھا تو شیر بابک نے مجرا کر کے اجازت امیر حاصل کی اور میدان میں آیا اور خورشید خاوری کے مقابل کھڑا ہوا۔ تب خورشید خاوری نے کہا **فرد**

بیا تا چہ داری ز مردی نشاں ❊ کمان کیانی و گرز گراں

تب شیر بابک نے کہا کہ ہم حریف پر پیش دستی نہیں کرتے۔ تب خورشید خاوری نے نیزہ اٹھایا اور سینہ بے کینہ پر کھینچ مارا۔ شیر بابک نے نیزہ تو روکا لیکن گھوڑے کی گردن میں ایسا لگا کہ گھوڑا مر گیا اور شیر وہاں زمین پر گرا تو خورشید خاوری نے دوسرا نیزہ مار کر اس کو زخمی کیا۔ عمر دوڑ کر اس زخمی کو لشکر میں لائے۔ پھر شاہ کاوس کو طاقت ضبط نہ رہی اور اجازت لے کر میدان میں آیا مگر خورشید نے اسے بھی زخمی کیا۔ تب رستم پیل تن وہیں زور سے میدان میں آئے اور خورشید خاوری نے ان پر بھی نیزہ چلایا۔ امیرزادہ نے اس کا نیزہ چھین لیا اور وہیں پھرا کر ایسا مارا کہ زمین پر گری۔ تب رستم پیل تن اس کے سینہ پر بیٹھا اور پستان نرم معلوم کر کے سمجھا کہ یہ عورت ہے تب گھوڑی میں اٹھا کر لائے اور امیر کے پاس چھوڑ دیا۔ امیر نے فرمایا اے عورت تو کون ہے اس نے کہا کہ میں تیمار خاوری کی بہن ہوں۔ تب امیر نے فرمایا کہ اسے پیلتن کی والدہ کے پاس بھیجو۔ اور سپرد کرو۔ القصہ رستم پیل تن و پیل کن پھر میدان میں آئے اور بولے کہ اے کافر و تم

عجیب بے شرم ہو کہ عورتوں کو لڑنے کے لئے میدان میں بھیجتے ہو اور آپ کھڑے رہ کر تماشا دیکھتے ہو۔ اگر تم میں کوئی مرد ہے تو میدان میں آئے۔ تب قیمار خاوری کا باپ بہمن خاوری میدان میں آیا اور گرز نکال کر کہا کہ اے عرب زادے تو میری دختر کو آسانی سے لے گیا اب کہاں جائیگا یہ کہ کر علم شاہ پر گرز چلایا۔ علم شاہ نے اُس کا ہاتھ مع گرز پکڑ لیا اور کئی ایک مُکے اُس کی گردن پر ایسے مارے کہ وہ کافر زمین پر گرا۔ اور عمر بن عمیہ نے دو ٹکڑا سے باندھا اور لشکر میں لایا۔ تب ہومان خاوری قیمار کا چھوٹا بھائی میدان میں آیا اور رستم پیل تن نے اُسے بھی باندھا۔ تب قیمار نے کہا کہ حمزہ نے خوب فرزند رکھا ہے کہ اُس نے اسی وقت تین پہلوان باندھے اگر میں اسے باندھوں تو لوگ بولینگے کہ رستم پیل زور کو تھکان تھا آج اس سبب سے قیمار نے اُسے باندھا ہے۔ بہتر ہے کہ آج وہ اُتریں صبح کو پھر لڑائی شروع ہوگی۔ غرض اس روز دونوں لشکر اُترے۔ اور امیر خوشی کے نقارے بجوا کر اپنی بارگاہ میں کرسی پر آ بیٹھے اور ان تینوں قیدیوں کو پیش کرا کے فرمایا کہ میرے فرزند نے تم کو کیونکر باندھا۔ بولے کہ جیسے مرد مردوں کو باندھتے ہیں ویسا ہم کو شہزادہ عالم گیر نے باندھا ہے۔ امیر نے فرمایا کہ اب تم مسلمان ہوؤ۔ تب تہمتن نے کہا کہ ابھی ہم کو معاف رکھو جب تک کہ آپ قیمار کو پکڑیں تب ہم بھی حلقہ بگوش ہونگے۔ امیر نے ان کو قید میں امانت رکھا اور خورشید خاوری کو کہلا بھیجا کہ میں اپنے فرزند سے تیرا نکاح کرنا چاہتا ہوں تجھے قبول ہے یا نہیں۔ اُس نے عرض کی کہ اے جہانگیر اس باندی کو بجان و دل قبول ہے۔ کیونکہ اگر تمام دنیا میں ڈھونڈوں تو بھی مجھے ایسا بہادر و دلاور شوہر نہ ملیگا میرے زہے طالع۔ پھر ساعت سعید میں امیر نے خورشید کا نکاح عالم شاہ سے کرایا اور جشن و عشرت و خوشی و خورمی میں سب نے رات گذاری۔ اور صبح دونوں لشکروں میں جنگ کے نقارے بجے اور مردان دلاور مستعد ہوئے اور قیمار خاوری آٹھ سو من کا گرز اُٹھا کر میدان میں آیا اور رستم پیل تن بھی اپنے باپ کے حکم سے میدان میں آئے۔ تب قیمار نے کہا اے عرب زادے میرے ہاتھ سے اب جان کہاں لیجائیگا۔ یہ کہ کر امیر زادہ پر گرز چلایا اور ایسا مارا کہ اُس کی آواز دونوں لشکریوں نے سُنی اور امیر زادے کے گھوڑے کی پیٹھ پھٹ گئی۔ تب امیر زادے نے بھی پیادہ ہو کر قیمار کے گھوڑے کے پاؤں قلم کئے۔ تب دونوں کے عیاروں نے اور گھوڑے لا حاضر کئے اور دونوں سوار ہوئے اور رستم پیل تن نے ہزار من کا گرز اُٹھا کر ایسا مارا کہ اگر پہاڑ ہوتا تو سرمہ ہو جاتا ولیکن قیمار کو کچھ نہ ہوا بلکہ ہنسا اور پکار کر کہا کہ اے عرب اسی قوت و زور پر تو مجھ سے مقابلہ کرنے آیا ہے پس چلا جا نہیں تو مارا جائیگا جا کر حمزہ کو بھیج کیونکہ میں نے سُنا ہے کہ وہ پہلوان جہاں کا دعویٰ رکھتا ہے۔ تب امیر زادے نے اس سے کہا کہ میرے سے تو بوجھ

نہیں آیا پھر میرے باپ کو کیوں بلاتا ہے۔ تب گرز در گرز اتنا لڑے کہ آفتاب آسمان میں جا چھپا اور قیمار نے تلوار اُٹھائی اور امیر زادہ نے بھی تلوار میان سے نکالی اور آپسمیں اتنا لڑے کہ تلواریں ارّہ کی مانند ہوئیں۔ پھر نیزے اُٹھائے اور وہ خلال فراشان کی طرح ہو گئے۔ تب کمند پکڑے۔ آخر شام ہوئی تب تک نہ اُسے فتح اور نہ اسے ظفر۔ پھر دونوں لوٹ کر اپنے اپنے لشکر میں اُترے۔ تب امیر نے کہا اے عالم شاہ قیمار کو کیسا پایا۔ عالم شاہ نے کہا کہ اے امیر آپ کے بعد اگر مرد دنیا میں ہے تو قیمار خاوری ہے۔ القصہ وہ ساری رات عیش میں رہے۔ جب فجر ہوئی تو دونوں لشکر میدان میں آئے اور قیمار خاوری میدان میں آ کر پکارا کہ کون پہلوان ہے جو میدان میں آئے۔ تب لندھور امیر کی اجازت حاصل کرکے شب رنگ پر سوار ہو کر میدان میں آیا اور قیمار کے سامنے گھوڑا دوڑایا۔ قیمار نے کہا اے دراز قد تو کون ہے اور تیرا کیا نام ہے۔ اُس نے کہا کہ مجھے لندھور بن سعدان کہتے ہیں۔ قیمار نے کہا کہ میں تیرے نام کی آواز بہت سنتا ہوں۔ لیکن تیری لڑائی نہیں دیکھی۔ لندھور نے کہا کہ پہلا حملہ تمھارا ہے۔ تب قیمار نے گھوڑا دوڑا کر گرز اٹھا کے لندھور کی ڈھال پر مارا اور لندھور نے بہ ہزار سختی ڈھال کے جھٹکے سے اُس کی ضرب روکی اور سات سو پچاس من کا گرز اُٹھا کے قیمار کے سر پہ مارا۔ تب قیمار نے کہا اے لندھور تیرے قد کے موافق یہ زور نہیں ہے۔ لندھور نے کہا کہ اے قیمار اسی گرز سے سرانديب کے کوٹ کے بُرج کو بیخ و بنیاد سے گرا دیا تھا اب تو یوں ہوتا ہے۔ پھر دونوں پہلوان گرز در گرز اتنا لڑے کہ شام ہوئی اور طبل بازگشت بجا کر دونوں لشکر اُترے اور رات آرام کرکے صبح پھر میدان میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سوار چالیس گز لمبا یکایک جنگل سے پیدا ہوا جو سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھا۔ وہ دونوں فوجوں کے درمیان آ کھڑا ہوا اور پکارا کہ اسے نوشیرواں کوئی پہلوان بھیج۔ وہاں سے ایک عادی آیا۔ اس صحرائی سوار نے اُس کا کمر بند پکڑ کر اُٹھایا اور زمین پہ ایسا مارا کہ عادی کو دوزخ نصیب ہوا۔ پھر ایک عادی اور آیا وہ بھی اسی کے پاس وادی دوزخ میں گیا۔ پھر تو نوشیرواں کی طرف سے میدان میں کوئی نہ آیا۔ پھر وہ سوار صحرائی لشکر عرب کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ کوئی مرد ہو تو آئے۔ تب سرکب ترک امیر کے حکم سے اُس کے مقابلہ میں آیا۔ تب اُس سوار نے سرکب کو گھوڑے پر سے اُٹھا کر زمین پر پٹکا اور اُس کے سینہ پہ بیٹھا۔ تب سرکب نے اُس کے سینہ پر ایسی لات ماری کہ وہ زمین پر لیٹا۔ پھر سرکب امیر کی خدمت میں آیا اور کہا کہ اے امیر یہ سوار صحرائی بہت سخت ہے اور وہ دوسرے کو بلاتا ہے۔ تب قندز امیر کے حکم سے میدان میں آیا۔ تب اُس سوار نے قندز کو گھوڑے پر سے اُٹھا کے کہا کہ جا تجھ کو زمین پر کیا پٹکوں تو جا اور امیر کے فرزندوں میں سے کسی کو بھیج

تب قندز نے امیر کے حضور میں آ کر عرض کی کہ یا امیر وہ تمہارے فرزندوں میں سے کسی کو بلاتا ہے اور مجھے تمہارے تخم کا اثر نظر آتا ہے۔ امیر نے فرمایا کہ اے قندز کہ اُس کی شکل اور صورت بہت تیرے مشابہت ہے شاید تیرا فرزند ہوگا۔ قندز نے کہا کہ اے امیر اگر میرا فرزند ہو تو میں اسی وقت اُس کو جان سے مار دونگا۔ امیر نے فرمایا کہ کس واسطے جان سے مارتا ہے۔ قندز نے کہا کہ اس نے مجھے بے آبرو کیا ہے۔ غرض کہ پھر رستم پیل تن کو میدان میں روانہ کیا اور عالم شاہ کے آتے ہی سوار صحرائی دوڑا اور عالم شاہ کی دوال کمر پکڑ کر رستم پیل تن نے نعرہ مارا اور گھوڑے پر سے اُٹھانا چاہا لیکن نہ ہلا سکا۔ تب اُس سوار صحرائی نے کہا کہ تو جا اور حمزہ کو بھیج۔ تب رستم پیل تن آئے اور کہا یا امیر وہ تم کو بلاتا ہے۔ پس امیر میدان میں آئے اور وہ صحرائی دوڑا اور امیر کی کمر کی دوال میں ہاتھ ڈالا اور زور کرنے لگا یہاں تک زور کیا کہ گھوڑے گھٹنے ٹیکنے لگے۔ آخر دونوں بہادر پیادہ ہوئے اور امیر نے عمر سے کہا کہ یہ پہلوان بہت سخت ہے میں نعرہ مارتا ہوں۔ عمر نے ٹوپی ہوا پر پھینکی اور عرب کے سارے لشکر نے موزوں سے روئی نکال کر اپنے اپنے گھوڑوں کے کانوں میں دی اور اپنے کانوں میں بھی ڈالی۔ تب حمزہ نے نعرہ مار کر سوار صحرائی کو اُٹھایا اور سر سے بلند کر کے ایسا پھرایا کہ بے ہوش ہوا پھر زمین پر مارا اور اُس کی چھاتی پر بیٹھے اور کہا سچ بول تو کون ہے۔ اُس نے کہا کہ میرا نام سرشبان طایفی ہے اور سرشبان کا بیٹا ہوں۔ تب امیر نے اُسے اُٹھا کر گلے لگایا اور پکارے کہ اے قندز یہ بیٹا تیرا ہے۔ قندز نے کہا کہ شتابی مار ڈالو کہ اُس نے میری بے ادبی کی ہے۔ پس امیر نے اس کا نام حمزہ کوچک رکھا اور اپنے لشکر میں لائے اور بیٹھنے کے لئے کرسی مقرر کی اور اُس کی بہادری کی تعریف کی۔ اور جب رات ہوئی تو دونوں لشکر اُترے اور امیر نے اُس رات حمزہ کوچک کے نام مجلس آرائی کی اور پیالہ پیا اور جشن کیا۔ دوسرے دن دونوں طرف سے پھر لڑائی کا نقارہ بجا اور دونوں لشکر میدان میں آیا۔ تب قیار خاوری نے میدان میں آ کر نعرہ مارا اور کہا کہ اے حمزہ اگر مرد ہے تو اب میدان میں آ۔ تب امیر حمزہ ہتیار باندھ کر اشقر پر سوار ہو کر میدان میں آئے **فرد**

شاہ خوش چلا ہے اسوار ہو کے لڑنے + یا رب پناہ میں رکھ وہ شہسوار میرا

جب کہ حمزہ جہاں ستاں نے گردِ سم اسپ فلکِ ہفتم پر پہنچائی اور قیار کے برابر آ کر کھڑے رہے۔ تب قیار خاوری نے کہا اے کوتہ قد تو کون ہے میں نے تو حمزہ کو بلایا تھا۔ تب امیر نے فرمایا کہ اَنَا حَمزۃُ ابنِ عَبدُ المُطَّلِب۔ قیار نے کہا کہ میں جانتا تھا کہ حمزہ کس قد و قامت کا ہے۔ مگر تو نے اس کوتاہ قد پر تمام دنیا کو حلقہ بگوش کیا ہے۔ تب امیر نے

فرمایا قد میرا چھوٹا ہے لیکن خدا بڑا ہے اُس نے اپنی مدد سے کافروں پر فتح دلائی اور دلاتا ہے اور پھر بھی دلائیگا۔ تب قیمار نے گرز اُٹھایا اور حمزہ نے ڈھال عدو مال آگے کی اور قیمار نے ایسا گرز مارا کہ اشقر دیو زاد زانو تک زمین میں گڑ گیا۔ تب امیر نے اشقر کو دوڑا کر قیمار کو ایسا گرز مارا کہ قیمار کے گھوڑے کی کمر ٹوٹی اور وہ گر کر مر گیا۔ تب قیمار نے چاہا کہ حمزہ کے گھوڑے کو پے کرے۔ لیکن حمزہ نے جلدی سے اُتر کر گھوڑے کو پشت کے پیچھے کر لیا اور گرز اُٹھا کر ایسا مارا کہ قیمار خاوری زانو تک زمین میں گڑ گیا۔ تب وہ بولا کہ اے امیر حمزہ ہزار تحسین تجھ پر ہے کہ ایسی ہی قوت اور بازوؤں کے زور سے تمام عالم کو مطیع کیا ہے یہ کہہ کر تلوار امیر پر چلائی اور امیر نے ڈھال کی اوچھڑ سے اُس کی تلوار رد کی۔ تب قیمار نے کمند ڈالی اور امیر نے اُس کی کمند چھین لی۔ پھر نیزہ چلایا۔ امیر نے اُس کا نیزہ بھی چھین لیا اور پھرا کر اُس کی کمر میں ایسا مارا کہ نیزے کے پرزے ہوئے۔ پھر دونوں پہلوان پیادہ ہوئے اور ایک دوسرے کی دوال کمر پکڑی۔ تب امیر نے فرمایا کہ اے قیمار میں نعرہ مارتا ہوں۔ اُس نے کہا کہ تو بے فکر نعرہ مار میں کوئی گھوڑے کا بچہ نہیں ہوں کہ تمھارے چلانے سے ڈرونگا۔ پس عمر نے اپنا معمول ادا کیا اور امیر کے سپاہی اپنے اور گھوڑوں کے کانوں میں روئی ڈال کر ہوشیار ہوئے۔ تب امیر نے نعرہ مار کر قیمار کو اُٹھا کر سر سے بلند کر کے اتنا پھرایا کہ تمام عالم نے آفرین کہی اور قیمار بے ہوش ہو گیا۔ تب امیر نے اسے زمین پر پٹک کر محکم باندھا اور عمر کے حوالہ کیا اور طبلِ بازگشت بجوایا۔ اُس وقت امیر لشکر میں آ کر اُترے اور خوشی کی مجلس آراستہ کی اور آپ پہلوانی دنگل پر رونق افروز ہوئے اور قیمار کو حضور میں طلب فرمایا اور کہا کہ اے قیمار میں نے تجھ کو کس طرح سے زیر کیا۔ اُس نے کہا کہ زیر کیا تو کیا ہوا۔ امیر نے فرمایا کہ مسلمان ہو۔ اُس نے کہا کہ میں ہرگز مسلمان نہ ہونگا۔ تب امیر نے فرمایا کہ تو مارا جائیگا۔ اُس نے کہا کہ تو شتابی کر کہ شرمندگی سے چھوٹوں۔ ہر چند کہ امیر نے نرمی و گرمی سے فرمایا لیکن اُس نے مطلق نہ مانا۔ تب امیر نے لندھور اور معدی کرب کو فرمایا کہ مارو اس کافرِ رِند کو۔ تب دونوں پہلوانوں نے اس کو گرزوں سے مارا لیکن اُس کو کچھ ضرر نہ ہوا۔ تب اُس نے کہا کہ اے حمزہ ایک بار گردن مارنے کو فرما تا کہ آسانی سے مر جاؤں۔ تب امیر نے افسوس کر کے کہا کہ ایسا جوان مرد صفت ضایع ہوتا ہے اس کو قید میں رکھو۔ قیمار خاوری نے کہا کہ کب تک قید میں رکھوگے۔ امیر نے فرمایا کہ تا بہ زیست قید میں رکھونگا۔ قیمار نے کہا کہ میں بھوکا ہوں مجھے کھانا کھلاؤ۔ تب امیر نے انواع و اقسام کی نعمتوں کا خاصہ منگا کر قیمار کو کھلایا۔

پھر اُس نے شراب طلب کی امیر نے شراب شیرین منگا کر اُس پر پھینکے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پڑھ کر دم کئے اور اُسے پینے کو دی۔ تب وہ بہت خوش ہوا اور کہا کہ اب جو کچھ کہنا چاہتا ہے کہہ۔ امیر نے فرمایا کہ مسلمان ہو۔ اُس نے کہا کہ تجھ سا جواں مرد دنیا میں نہیں ہے تیری خدمت میں رہنا مجھے شرم نہیں ہے۔ یہ کہہ کر مع اپنے والد اور برادر کے قیار مسلمان ہوا اور امیر نے اُن کے بند دور کرکے اپنے ہاتھ سے خلعت پہنا کر سونے کی کرسیوں پر بٹھایا اور سفرۂ خاص منگا کر طعام تناول کرایا اور اُس کے بعد شراب نوشی میں مشغول ہوئے اور مطربان خوش آواز حنجرۂ داؤدی سے گانے لگے۔ نوشیرواں نے ایسا حال دیکھ کر اور سُن کر بختک سگ ناپاک سے پوچھا کہ اب کیا علاج کرنا چاہئے۔ اُس موذی نے کہا کہ اب یہاں سے اُجان کو جانا چاہئے کیونکہ وہاں کیوس نیزہ دار رہتا ہے۔ وہ جب قیار کے علاقہ میں شکار کے لئے آتا تھا تو قیار ڈر کے مارے پہاڑوں میں چلا جاتا تھا اگر حمزہ وہاں آیا تو یہ سمجھنا کہ اُس کو اُس کی قضا لائی ہے۔ تب نوشیرواں نے کافروں سمیت اُجان کی طرف کوچ کیا اور منازل و مراحل طے کرکے اُجان میں پہنچے۔ جب کیوس نے یہ سُنا کہ نوشیرواں بادشاہ ہفت کشور آیا ہے۔ تب استقبال کے لئے خود آکر ہزار تعظیم و تکریم سے اپنے دربار میں لے جاکر تخت پر بٹھایا اور بہت تسلی و دلاسا دیکر کہا اے بادشاہ ہفت کشور خاطر جمع رکھ اگر وہ عرب کشکینہ خور پشمینہ پوش یہاں آیا تو اُس کو جان سے مار ڈالونگا کیونکہ نیزہ زہر آلودہ کرونگا اور ایسا ہی عرب کے سینہ میں مارونگا کہ وہ مرجائے گا۔ تب نوشیروان نادان و بے ایمان نے کہا کہ جیسا تو کہتا ہے ویسا ہی تو کریگا۔ یہ کہہ کر خاطر جمع سے رہنے لگے اور عیش میں مشغول تھے۔ جب نوشیرواں کی یہ خبر امیر حمزہ نے سُنی تو وہاں جانے کا ارادہ کیا۔ تب رستم پیل تن نے آکر عرض کیا کہ یا امیر قیار خاوری کی ہمشیرہ حاملہ ہے اُس کے باب میں کیا حکم ہوتا ہے۔ امیر نے فرمایا کہ حاملہ کو سفر میں ہمراہ لے چلنا فقط تصدیعہ دینا ہے۔ پس اُس کو اُس کے ماں باپ کے پاس چھوڑ دو۔ یہ فرما کر آپ مع قیار خاوری اور لشکر عرب و فوج قندز بہ ساعت سعید اُجان کی طرف روانہ ہوئے (باقی داستان شب فردا) *

تمت جلد سوم تمام

داستانِ امیرِ حمزہ

جلد چہارم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین و العاقبۃ للمتقین و الصلوۃ و السلام علی رسولہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

اُنسٹھویں داستان

راویانِ اخبار و ناقلانِ آثار ذوی الاقتدار اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب امیر کشور گیر جہاں ستاں نے خاور سے کوچ کیا اور راہ اوجان کی لی۔ اور بعد از قطع منازل و طے مراحل کے اُس سرزمین میں پہنچے۔ جب شہر ایک منزل کے قریب رہا تو وہاں اُترے اور دوسرے روز کاؤس کے قلعہ سے چار کوس کے فاصلہ پر اُترنے کا ارادہ کیا کہ یہ خبر کیوس شاہ کو پہنچی تو اُس نے کہا اے نوشیرواں سوار ہو اور لڑائی کا نقارہ بجوا اور میدان میں چل کر کھڑا رہ۔ نوشیرواں مع ماویوں کے لڑائی کا نقارہ بجوا کر شہر سے باہر آیا اور میدان میں آ کر کھڑا رہا۔ اور امیر بھی مع لشکر اُدھر سے سوار ہو کر آئے اور گرد اُٹھی۔ جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے ؎

ز سم ستوراں دراں پہن دشت ؎ زمیں شش شد و آسماں گشت ہشت

اور لشکر کا نشان لے کر عمر معدی کرب کہ جس کا قد چوّن گز لمبا اور پیٹ گھوڑے کی نیال پر اور چوتڑ پیٹھ پر سے پیچھے پڑ رہے تھے اپنے چوالیس بھائیوں اور چودہ ہزار سوار مسلح و مکمل غرق دریائے آہن اور مستعد پیدا ہوا۔ جب کیوس شاہ نے اُسے دیکھا تو پوچھا کہ اے بختک حمزہ یہی ہے بختک نے کہا کہ یہ حمزہ کے لشکر کا سردار عمر معدی کرب ہے۔ پھر لندھور کی فوج آئی کہ سات سو ہاتھی داہنی طرف اور سات سو ہاتھی بائیں طرف اور ایک سو بیس چھتر شاہی کی جمعیت سے ایک سو

دس گز کا قد فیل منگلوسی پر سوار ہو کر آیا اور کیوس شاہ نے کہا کہ اے بختک حمزہ یہی ہے۔ بختک نے کہا کہ اے نادان ابھی حمزہ دور ہے۔ یہ لندھور بن سعدان حمزہ کی داہنی طرف بیٹھنے والا ہے اور وہ سراندیب کا بادشاہ ہے۔ اس کے بعد جیپور بن تہپال شاہ دو چھتر مراتب کے نیچے آیا۔ پھر اُس کے بعد اور کورنگ آیا۔ پھر دو بھائی شہزادے یونان کے آئے۔ کیوس نے کہا کہ یہ کون ہیں۔ بختک نے کہا کہ یہ یوناں کے ہیں ایک کا نام استفقنا نوش اور دوسرے کا نام صدفنوش ہے اور یہ دونوں فرزند عدیث یونانی کے ہیں۔ بعد ان کے استقلان بڑی فوج سے آئے۔ پھر شاہ ناصر مصری آیا۔ پھر سات بھائی زابلی کے آئے۔ کیوس اُس کے پوچھنے کو تھا کہ حلب کے شہزادے آئے۔ اور اُن کے بعد شیر بابک شیروانی آیا۔ کیوس نے کہا کہ یہ کون ہے۔ بختک نے کہا کہ یہ نوشیرواں کا سپہ سالار ہے اور حمزہ سے ملا ہوا ہے اور نیز یہ شیروان کا شہزادہ ہے۔ پھر مشتقال مغربی آیا پھر ریحان تیغی پھر خاری پھر قندز سرشبان طائی پھر سرکب ترک پھر سر برہنہ تبسی اور دیوانہ تبسی پھر الجو شصت گزی آیا۔ پھر سعد طوقی پندرہ گز کے قد کا جوان جو ایک من کا طوق گلے میں ڈالے تھا اور اُس کے جمال کی تابش سے آفتاب شرمندہ ہوتا تھا۔ کیوس نے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ بختک نے کہا کہ یہ حمزہ کا بیٹا آیا ہے۔ پھر قارون کی بہن ہمیت رستم پیل تن اور پیل کن آئے۔ اُس کے بعد سعد بن عمر بن حمزہ آئے۔ تب سارا لشکر پیادہ ہوا اور سعد بن عمر کے آگے آکر سر زمین پر رکھا۔ یہ لشکر عرب کا دیکھ کر کیوس سبزہ دار کی آنکھوں میں کچھ نیلاہٹ آئی۔ اور پھر قیار خاوری آیا۔ اس کے بعد دور باش کی آواز آئی اور عیارانِ عمر بن عمیہ آئے۔ کیوس نے پوچھا کہ یہ آواز کیسی ہے۔ بختک نے جواب دیا کہ یہ آواز عیارانِ عمر بن عمیہ کی ہے۔ پھر سر خیل پاپوش بوسان بساط بوسان بنی آدم مولانا معظم جامع الفضل والکرم دوندہ بے درنگ قلعہ گیر بے خنگ صاحب قنطورہ درنگ مردان را سرہنگ نامردان را پالنگ یعنے جناب جنت مآب شیخ الاحباب خواجہ عمر بن ضمیری نام وار چراغ لشکر اسلام جست مارتے ہوئے نمدے کا کرتہ کاغذ کی ٹوپی رسی سے کمر بندھی ہوئی چند تیر بے پر و پیکان بازو سے لگے ہوئے اور بجائے سپر کے ٹوکری پشت کے پیچھے لگی ہوئی شکل مبارک لایق تصویر ناریل سا سر تاگا سی گردن زیرہ سی آنکھیں چھوٹا سا ناک بادام سے کان طباق سا پیٹ رسی سے ہاتھ اور ایسے ہی پاؤں زنبیل و توبرا گلے میں بڑا ہوا چلا آتا ہے۔ اس کے پیچھے بارہ ہزار غلام زریں کمر اور زریں لباس تازی ترکی گھوڑوں کو ساتھ لئے ہوئے پیادہ چلے آتے ہیں۔ کیوس نے پوچھا کہ یہ پیادہ کیوں ہیں اور وہ پیادہ آگے کیوں ہے۔ بختک نے کہا کہ سب عیار عمر کے ہیں۔ جب کہ یہ آپ ہی پیادہ ہے تو اس سبب سے اس کا لشکر بھی سب کا سب پیادہ ہے۔ اس کے بعد بختک نے کیوس سے کہا کہ وہ سنو علم پیکر کی آواز

آنے لگی ہے۔ کیوس نے کہا کہ وہ کیا چیز ہے۔ کہا یہ حمزہ کا نشان ہے۔ پوچھا کہ ایسا نشان کس نے بنایا ہے۔ کہا کہ بزرجمہر نے بنایا ہے۔ تب کیوس نے کہا کہ اے بزرجمہر ایک نشان مجھے بھی بنا دو۔ بزرجمہر نے فرمایا کہ اگر تو حمزہ پر فتح پائیگا تو یہی نشان تجھے ملیگا خاطر جمع رکھ اتنے میں وہ نشان دکھائی دینے لگا اور اُس کے نیچے آفتاب اہل عرب عم رسول آخر زماں امیر کشور گیر جہاں ستاں حمزہ بن عبدالمطلب ہے اور اِن کے پیچھے ابوطالب و حارث و ہاشم اور دوسرے بھائی آئے۔ بعد ازآں بیس ہزار غلام ترکی و رومی و چینی و ختنی و حبشی و زنگی اور ہندی زریں قبا و زریں کمر زریں پگڑیاں پہن کر تازی گھوڑوں پر سوار ہو کر آئے۔ تب سارے پہلوانوں نے بلند آواز سے امیر کو دعا دی اور ثنا کی۔ پھر میدان آراستہ کیا اور نقیب پکارے کہ کون مرد ہے جو میدان کا قصد کریگا۔ اور کون مرد اپنا نام ظاہر کریگا۔ تب کیوس نے اپنا نیزہ پھرایا اور میدان میں آیا اور نعرہ مارا کہ اے خدا پرستان و زیر دستان از میان شما ہر کہ آرزوے مرگ داشتہ باشد بہ میدان مردان بیاید کہ ارادۂ دست و پا آوری دارم اور میں تم سے اس واسطے لڑتا ہوں کہ نوشیرواں نے تم سے تنگ آکر مجھ سے فریاد کی ہے کہ یہ کشکینہ خور پشمینہ پوش مجھے شہر بہ شہر پھرا رہا ہے۔ تب قیمار خاوری نے امیر کے آگے آکر سر زمین پر رکھا کہ اے امیر جہاں گیر اگر حکم ہو تو میدان میں جاؤں اور اُس کافر کو ابھی باندھ کر آپ سامنے لاؤں۔ امیر نے کہا کہ جاؤ خدا کو سونپا۔ تب قیمار خاوری گھوڑے پر سوار ہو کر کیوس کے مقابل آکھڑا ہوا۔ کیوس نے کہا کہ اے بوڑھے نامرد تجھے کیا ہوا کہ تو نے حمزہ کی غلامی کا حلقہ پہنا۔ قیمار نے کہا کہ اے احمق کتنے ایک میرے جیسے بہادروں نے امیر کی بندگی کا حلقہ اپنے کانوں میں پہنا ہے جو بادشاہ اور تاج دار بھی ہیں۔ پس مجھے کچھ ننگ نہیں ہے بلکہ فخر ہے اور مجھے حمزہ کی مانند کوئی مرد دنیا میں نظر نہیں آتا۔ تب کیوس نے اپنا زہر آلودہ نیزہ ایسا پھرایا کہ اُس کی چمک سے قیمار خاوری کی آنکھیں بند ہوگئیں اور نیزہ دکھائی دینے سے رہا۔ تب قیمار خاوری نے سپر مُنہ پر لی اور کیوس نے قیمار پر نیزہ چلایا اور قیمار نے ڈھال کے جھٹکے سے اُس کا نیزہ رد کیا مگر قیمار کی ران میں ذرا سا لگا پس لگتے ہی اُس کا زخم سوج گیا اور قیمار پھر کر اپنے لشکر میں آیا اور بیہوش ہوا۔ تب عمر نے دوا لگا کر پٹی محکم باندھی اور عمر بن عمیہ آپ ہی میدان میں آیا۔ کیوس نے کہا کہ اے نادان دیوانے مسخرے دیکھا تو نے ایسے پہلوان کو ایک ہی نیزہ میں مارا۔ عمر نے کہا وہ تو اچھا ہے اور اُسے کیا ڈر ہے۔ کیوس نے کہا اے نادان دیوانے تو کیا جانتا ہے اب دیکھنا کہ کیسا تندرست ہوتا ہے تب عمر بن عمیہ نے کہا کہ اگر مرد ہے تو مجھے مار۔ یہ کہہ کر آپ نے بھی گوپھن عیاری نکالی۔ اور کیوس نے نیزہ ہلایا اور عمر پر آیا اور اُدھر سے عمر نے گوپھن کا پتھر چلایا اور کیوس کی گردن کی

رگ میں تاک کر ایسا مارا کہ کیوس کی آنکھیں پھرنے لگیں اور دیوانہ ہؤا۔ اور دوسرا پتھر ایسا مارا کہ اُس کے ہاتھ سے نیزہ چھوٹ گیا۔ پس عمر نے دوڑ کر وہ نیزہ اُٹھا لیا۔ تب کیوس پکارا کہ اے عیار میری جنگ کچھ تجھ سے نہیں ہے تو میرا نیزہ دے۔ اس کے جواب میں عمر نے کہا کہ جو چیز میرے ہاتھ میں آئے تو کیا تیرا باپ نہیں لے سکتا۔ پس اسی رد و بدل میں رات ہوئی اور دونوں لشکر اُترے۔ اور عمر وہ نیزہ لے کر امیر کی خدمت میں آئے اور امیر کو دکھایا۔ امیر نے فرمایا کہ اس نیزہ کا زہر دور کرو اور سعد یمانی کو دو کیونکہ وہ بھی نیزہ باز مرد ہے۔ اُس لشکر میں جب نوشیرواں اُترا تو ایک قاصد نے خدمت میں پیش ہو کر عرض کی کہ اے بادشاہ عورت کا آنا تجھے مبارک ہو۔ نوشیرواں نے پوچھا کہ کس کی عورت ہے۔ قاصد نے کہا کہ بادشاہ موراں کی یہ ایک بیٹی ارزاں انگیز نام ہے۔ پس اس بیٹی کو شاہ موران نے ہزار کنیز پری پیکر اور ہزار غلام مہر تاباں اور بہت سے خوجے ساتھ دے کر آپ کے واسطے بھیجا ہے۔ تب نوشیرواں نے کہا کہ وہ کب پہنچیگی۔ قاصد نے کہا کہ یہاں سے چار کوس کے فاصلہ پر اُتری ہے۔ پس بادشاہ نے بزرجمہر کو کو بہت سے تحفے دے بھیجا۔ بزرجمہر استقبال کر کے لائے اور بادشاہ کے دولت خانہ میں لیجا بٹھایا اور نوشیرواں اس کا جمال دیکھ کر خوش ہؤا۔ حاصل کلام ارزاں انگیز نے حمزہ کی جواں مردی اور حسن و خوب صورتی کی تعریف جب سُنی تو غائبانہ عاشق ہوئی۔ وہ نوشیرواں کے گھر میں سے یہ بات ڈھونڈھ رہی تھی کہ قابو ملے تو باہر جاؤں اور امیر کی خدمت میں پہنچوں۔ غرض ایک رات قابو پا کر چوروں کے کپڑے پہنے اور گھوڑے پر سوار ہو کر امیر کے لشکر کی طرف گئی اور تلاش کرتے کرتے امیر کے دولت خانہ پر پہنچ کر سراپردہ کی ایک میخ کو اُکھاڑ کر اندر آئی اور امیر کو خواب استراحت میں پایا۔ تب دل میں کہا کہ اس عرب کو اگر میں اس وقت جگاؤنگی اور اپنے عشق کا حال ظاہر کرونگی تو نہ معلوم کہ وہ مجھے قبول کرے یا نہ کرے۔ بہتر یہ ہے کہ اس کو قید کر کے اسے اس کے لشکر سے باہر لے جا کر اپنے قبضہ میں کروں تب میری مراد کے ملنے میں کوئی شبہ نہیں ہے دل میں یہ تدبیر مقرر کر کے سات مثقال دارو بے ہوشی نکالی اور امیر کی نتھنوں کے آگے رکھی جب امیر نے دم اُوپر کو کھینچا تو اُس دوا کی تاثیر دماغ میں پہنچی اور چھینک مار کر امیر حمزہ بے ہوش ہوئے۔ تب ارزاں انگیز نے امیر کو کمند سے جکڑ کر خیمہ باہر لائی اور جنگل کی راہ لی اور وہاں ایک غار تلاش کر کے اُس غار میں لا کر چراغ جلایا اور امیر کو کھولا اور روغن بادام اور سرکہ امیر کی ناک میں ڈالا۔ امیر کو چھینک آئی اور ہوشیار ہوئے اور اپنے آپ کو غار میں پایا خدا کو یاد کیا اور اُس بدکار سے پوچھا کہ تو کون ہے۔ اُس نے اپنے عشق کا قصہ بیان کیا۔ امیر نے کہا کہ اول تو تو نوشیرواں کی ہے اور میں اُس کا بیٹا کہلاتا ہوں۔ اور دوسرے نوشیرواں میرا سُسر ہے اور اُس کی

عورت میری ساس جو میری ماں کی جگہ ہے سو میں تجھ سے کیونکر صحبت کر سکتا ہوں۔ امیر نے ہر چند کہ ایسی باتیں کہیں لیکن اُس نے قبول نہ کیں اور کہا کہ اگر تو مجھ سے صحبت نہ کریگا تو میں تجھے ہلاک کر ڈالونگی۔ امیر نے فرمایا کہ جو حکم خدا کا ہے سو میں اُس پر راضی ہوں بموجب اس آیت کریمہ کے یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ جو کچھ خدا نے چاہا سو کیا اور جو چاہیگا سو کریگا۔ ولیکن یہ کام میں ہرگز نہ کرونگا۔ غرض اسی تکرار میں فجر ہوئی تو زر انگیز امیر کو وہیں چھوڑ کر آپ سوار ہو کر اپنے دولت خانہ کو آئی۔ اور ادھر جب صبح ہوئی تو امیر کے لشکر میں مقبل حلبی امیر کے خیمہ میں آیا اور امیر کو نہ پایا تو ہر طرف ڈھونڈھنے لگا مگر امیر کا پتہ پھر بھی نہ لگا۔ رفتہ رفتہ یہ خبر کافروں کو ملی کہ حمزہ کو کوئی ڈیرے میں سے لے گیا ہے تو سب متعجب ہوئے اور کیوس نے کہا کہ میرے ڈر سے بھاگ گیا ہے کہ میں نیزہ زہر آلودہ رکھتا ہوں۔ یہ کہہ کر لڑائی کا نقارہ بجوایا اور سوار ہو کر میدان میں آیا۔ اور عرب کے سب لشکر نے رستم پیل تن کو بجائے حمزہ کے کھڑا کیا اور لندھور نے میدان میں جانے کی اجازت لی اور میدان میں آیا۔ کیوس نے اُسے بھی زخمی کیا۔ پھر سرکب ترک میدان میں آیا اور زخمی ہوا۔ تب رات ہوئی اور دونوں لشکر اُترے تو زر انگیز پھر اپنے گھر سے نکل کر غار میں گئی اور امیر سے کہا کہ اے عرب آج تیرے تین پہلوان کیوس نے زخمی کئے ہیں۔ امیر نے یہ سُن کر سانپ کی مانند غصہ سے پیچ کھایا اور زور کر کے کمند کو توڑنا چاہا لیکن نہ ٹوٹ سکی۔ اور وہ نابکار وہیں اپنے مطلب کی باتیں کہہ رہی تھی اور یہ قبول نہ کرتے تھے کہ صبح ہوئی تو زر انگیز نکل کر پھر اپنے محل میں پہنچی اور امیر کو غار میں چھوڑا۔ اور ادھر فجر ہوتے ہی لشکروں میں لڑائی کے نقارے بجے اور کیوس میدان میں آکر پکارا کہ اے عربوں کے سردار کے لڑنے والا تم میں سے جس کو آرزو مرنے کی ہے وہ میدان میں آئے۔ تب عالم شاہ سے رخصت ہو کر مرد افگن زابلی میدان میں آیا۔ کیوس نے اُس پر نیزہ چلا کر اُسے بھی زخمی کیا۔ راوی روایت کرتا ہے کہ اس دن زابلی کے سات بھائی بیکار ہوئے اور جب رات ہوئی تو دونوں لشکر اُترے۔ اور عمر بن عمیہ امیر کی تلاش میں پھرتا تھا اور اُس کو کہیں پتہ نہ لگتا تھا۔ اور لشکر کفار بہت خوش تھا۔ عمر کئی بار اس غار کے آس پاس بھی پھر جاتا تھا مگر امیر کو نہ دیکھتا تھا۔ غرض اس رات کو بھی زر انگیز آئی اور یاروں کے زخمی ہونے کی خبر دی۔ امیر نے صبر کیا اور کہا اے زر انگیز مجھے یہاں رکھنے سے کیا فایدہ ہے مجھے چھوڑ کہ میں اپنے یاروں کے پاس جاؤں اور اس زہر آلودہ نیزہ سے اُنہیں خلاص کروں۔ زر انگیز نے کہا کہ جب میری بات مانیگا تب چھوڑونگی۔ امیر نے فرمایا اے عورت تو میری ماں کی جگہ ہے یہ بُری باتیں اور خیال بد چھوڑ دے میں تیری یہ بات کبھی نہ مانونگا۔ القصہ جب رات آخر ہوئی

تو یہ امیر کو چھوڑ کر پھر محل میں گئی۔ اور دن کو دونوں لشکر سوار ہوئے۔ تب کیوس میدان میں آیا اور لڑنے کے لئے بہادر طلب کیا۔ تب سعد بہانی مقابل میں آیا اور دونوں نیزہ بازی کرنے لگے۔ پس کیوس نے موقعہ پاکر سعد کو زخمی کیا۔ اس عرصہ میں رات ہوئی۔ دونوں لشکر اُترے اور زر انگیز پھر امیر کے پاس آئی اور سعد کا حال بھی ظاہر کیا۔ اور عمر بھی پھرتے پھرتے ناگاہ وہاں جا نکلے اور تمام باتیں سُنیں اور غار کے اندر جاکر امیر کو دیکھا اور اُسی وقت غار سے باہر نکلا اور بولا کہ اے امیر اس عورت کے مارنے کا مجھے حکم دے۔ امیر نے فرمایا کہ یہ نوشیرواں کی عورت ہے اسے نہ مارنا چاہیئے۔ اور دوسرے عورت کو مارنا فایدہ نہیں۔ تب عمر چپ ہو رہے اور امیر کے پاس آکر چاہا کہ کمند کے بند کھولے۔ مگر امیر نے آپ ہی نعرہ مار کر کمند توڑ دی۔ عمر نے کہا کہ اب تک کمند کیوں نہ توڑی تھی۔ امیر نے کہا کہ میں نے ہر چند زور کیا مگر نہیں ٹوٹی۔ القصہ امیر اُس غار سے باہر آئے اور خدا کا شکر ادا کرکے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تسبیح پڑھی۔ پھر عمر سے کہا کہ جاؤ میرا گھوڑا اور ہتیار لاؤ۔ تم جب تک آؤگے میں یہیں رہونگا۔ عمر جلدی سے دوڑ گئے اور جاکر یاروں کو خوش خبری سُنائی اور امیر کا تمام لشکر خوش ہوا اور خوشی کے نقارے بجائے۔ اور عمر ہتیار اور گھوڑا لے کر امیر کے پاس آیا۔ امیر کشور گیر نے ہتیار باندھے اور اشقر پر سوار ہو کر میدان میں آئے اور گھوڑے کو جولان کیا اور پہلوانان عرب آکر امیر کے پاؤں پر گرے اور امیر نے ہر ایک کو گلے سے لگاکر سر افراز فرمایا اور گھوڑا پھرا کر کیوس کے مقابل آکھڑے ہوئے۔ تب کیوس نے پوچھا کہ اے عرب میرے ڈر سے کہاں جا چھپا تھا۔ امیر نے فرمایا کہ بکواس مت کر اب تیری میری لڑائی سُنہ کی نہیں ہے تو جو نشان مردی کا رکھتا ہے وہ لا۔ کیوس نے امیر کے سینہ پر نیزہ چلایا۔ امیر نے چُستی سے اُس کا نیزہ درمیان سے پکڑا اور زور کرکے اُس کے ہاتھ سے چھین لیا اور نیزہ کی نوک دور کی اور کہا اے کیوس تو اب تک نیزہ پھرانا نہیں جانتا مجھ سے سیکھ یہ کہہ کر وہ لکڑی نیزہ کی ایسی پھرائی کہ اُس کی جھپک سے کیوس کی آنکھیں بند ہوئیں اور امیر نے یہی لکڑی پھرا کر کیوس کی گردن پر ایسی ماری کہ مرغ نیم بسمل کی طرح کیوس قاش زین سے زمین پر گرا اور امیر اشقر سے کود کر اُس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھے۔ اور اُسے باندھ کر عمر کے حوالے کیا۔ نوشیرواں یہ خبر سُن کر گیلان کو بھاگ گیا اور جب گیلان کے نزدیک پہنچا تو گنجال شاہ گیلانی بادشاہ گیلان نے نوشیرواں کی آمد کی خبر سُن کر استقبال کیا اور ہزار تعظیم و تکریم سے شہر میں لے جاکر اپنے تخت پر بٹھایا۔ راوی روایت کرتا ہے کہ گنجال شاہ کی ایک بیٹی نہایت خوب صورت اور صاحب جمال تھی جس کی جوان مردی اور نیزہ چلانے اور تلوار مارنے میں کوئی برابری نہ کر سکتا تھا اس بھروسہ پر گنجال شاہ نے کہا کہ اگر حمزہ یہاں آئیگا تو البتہ

مارا جائیگا - یہ قصہ تو یہاں کا یہاں رہا اب دو کلمہ داستان امیر حمزہ کے سنو - جب امیر نے کیوس کو باندھا اور طبل آسالیق کا بجا کر اپنے دولت خانہ کو واپس آئے تو مجلس آرائی کا حکم فرمایا اور کیوس کو بلوا کر کہا کہ میں نے تجھے باندھا - کیوس نے کہا کہ جیسے شیر شیروں اور بہادر بہادروں کو باندھتے ہیں - تب امیر نے فرمایا کہ مردان عالم ایسا کہتے ہیں کہ مرد باش یا ہم پائے مروے باش پس بول خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیم کا برحق ہے اور بت پرست باطل ہیں - کیوس نے صدق دل سے اقرار کیا اور مسلمان ہوا - تب امیر نے اپنے ہاتھ سے بند اُس کے کھولے اور خلعت پہنایا اور سونے کی کرسی پر بٹھایا اور عمر بن عمیہ نے اُس کے کان میں غلامی کا حلقہ ڈالا - پھر کھانا منگایا تو کئی قسم کی نعمتیں حاضر ہوئیں بعد تناول ساقی گلفام مرصع لے کر حاضر ہوئے اور پیالہ گردش میں آیا اور مطربان خوش آواز گانے لگے اور چنگ و نے بجانے لگے - اُس وقت کیوس دست بستہ ہو کر کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ یا امیر آپ شہر میں چلیں تا حق خدمت گذاری بجا لاؤں - امیر نے قبول کیا اور اُجان میں آئے اور کیوس کے دربار میں گئے اور عیش سے رہنے لگے اور کیوس صدق دل سے خدمت گذاری بجا لانے لگا - اور تمام پہلوان بھی عیش میں رہنے لگے - (باقی داستان شب فردا) ؎

ساٹھویں داستان

دو شنبہ کو قصہ یہاں تک بیان کیا تھا کہ جب امیر کشور گیر جہان ستاں مدت تک اوجان میں رہے تو عمر سے پوچھا کہ کچھ خبر ہے کہ نوشیرواں کہاں ہے - کہا میں سنتا ہوں کہ گیلان کو گیا ہے تب امیر نے فرمایا کہ اوجان سے کوچ کرو - غرض بعد از قطع منازل و طے مراحل گیلان کی سرحد میں پہنچے اور چار کوس پر اُترے - جب یہ خبر نوشیرواں کو پہنچی تو اُسی وقت گیلان و مازندران کے لشکروں اور یاروں سمیت شہر سے باہر آیا اور نقارہ لڑائی کا بجوایا - تو امیر کو بھی یہ خبر ہوئی کہ نوشیرواں شہر سے باہر نکل کر میدان میں تند و تیز کھڑا ہے - تب امیر نے بھی لڑائی کا نقارہ اپنے لشکر میں بجوایا اور لشکر سمیت سوار ہو کر میدان میں آئے اور نقیب پکارے کہ کون بہادر میدان کا قصد کرتا ہے اور کون دلاور ہے جو اپنے باپ دادا کا نام روشن کرتا ہے - اتنے میں پردہ غیب سے یکایک گرد اُٹھی گرد نے مارا باد کو اور باد نے مارا گرد کو دامن گرد جب شگافتہ ہوا تو اُس میں ایک سوار پردہ دار ہاتھ میں نیزہ لئے ہوئے پیدا ہوا اور میدان میں آ کر کھڑا ہوا اور سپاہ حرب سے ایک پہلوان طلب کیا - تب شہریاک شیروانی امیر کے آگے آیا

اور کہا کہ اگر حکم ہو تو میں میدان میں جاؤں۔ امیر نے فرمایا کہ جاؤ تمہیں خدا کو سونپا۔ تب وہ میدان میں آکر حریف کے مقابل کھڑا رہا۔ پس سوار غیبی نے قدم آگے بڑھایا اور میدان میں آکر نیزہ پھرایا اور شیر بابک کی کمر میں ایسا مارا کہ وہ زمین پر گرا۔ تب سوار غیبی نے کہا کہ جا اب تجھے کیا ماروں دوسرے کو بھیج۔ تب شیر بابک واپس آیا اور تار ترک میدان میں گیا۔ اُس سوار غیبی نے دونوں ہاتھ سے تار ترک کی دوالِ کمر پکڑ کر کھینچا اور زمین سے اُٹھایا اور زمین پر مارا اور کہا کہ جا دوسرے کو بھیج۔ تب یہ واپس ہوا اور کاؤس شیروانی میدان میں گیا۔ اُس سوار نے اُسے بھی گرایا اور دیکھا کہ رات نزدیک آئی ہے تب اُس نے گھوڑے کی باگ پھیری اور جنگل کی راہ لی اور روانہ ہُوا۔ امیر نے کہا کہ میں اس سوار کا پیچھا کرتا ہوں اور خبر لیتا ہوں کہ یہ کون ہے۔ غرض کہ امیر نے مع عمر اُس سوار کا پیچھا کیا اور چلے۔ جب مغرب کا وقت ہُوا تو اُس سوار نے دونوں لشکروں کو پھر کر دیکھا اور اپنے باغ میں گیا۔ وہ باغ بے نظیر تھا اور اُس میں محل بلند اور حوض پُر آب تھا۔ وہ سوار حوض کے پاس آکھڑا ہُوا تو اُس محل میں سے باندیاں اور خوجے دوڑے اور اُس سوار کے آگے آکر سر زمین پر رکھا۔ امیر نے جب حال دور سے دیکھا تو عمر سے کہا کہ یہ سوار مجھے عورت معلوم ہوتی ہے۔ عمر نے کہا کہ میں نے میدان میں ہی سمجھ لیا تھا کہ یہ عورت ہے۔ القصہ اُس عورت نے دور سے امیر کو دیکھ کر ایک خوجے کو بھیجا کہ جاکر خبر لاؤ کہ وہ سوار کون ہے۔ تب وہ خواجہ آیا اور امیر کو سلام کیا اور کہا کہ اے گیلانی سوار بادشاہ مازندران کی بیٹی کہ جس کا نام گیلی سوار ہے تم کو پوچھتی ہے کہ تم کون ہو اپنا پتہ بتاؤ۔ امیر نے فرمایا کہ میرا نام حمزہ بن عبد المطلب ہے اور یہ عمر میرا عیار ہے۔ خوجے نے حمزہ کا نام سُنا اور جلدی سے دوڑا اور گیلی سوار کے پاس آیا اور حقیقت ظاہر کی۔ تب گیلی سوار نے کہا کہ مجلس سنوارو اور آپ بھی ہتھیار کھولے اور عورتوں کے کپڑے پہنے اور امیر کے آگے آکر استقبال کیا اور کورنش بجا لائی اور بہت تعظیم و تکریم سے لاکر بٹھایا اور اپنا برقعہ اُتارا امیر اسے دیکھ کر خوش ہوئے۔ اور اُسی وقت کھانا منگایا اور تناول کیا اور شراب کا دور شروع ہُوا۔ جب کئی ایک دور چل چکے تو گیلی سوار مست ہوئی اور امیر کے زانو پر آبیٹھی اور اپنی رغبت دکھائی۔ تب امیر نے عمر سے فرمایا کہ نکاح پڑھو۔ عمر نے بموجب حکم امیر کے عقد پڑھا۔ تب امیر اور گیلی سوار چند روز عیش میں مشغول رہے۔ رفتہ رفتہ یہ خبر گنجال شاہ کو پہنچی کہ حمزہ گیلی سوار کے ساتھ عیش میں مشغول ہے اور شراب پینے میں مشغول ہے۔ تب گنجال شاہ کتنے ہزار سوار لے کر آیا اور محل کے پاس آکر کھڑا رہا اور گیلی سوار

کو خبر کی۔ تب گیلی سوار نے حمزہ سے کہا کہ میرا باپ آیا ہے اگر حکم ہو تو باہر جاؤں اور اُس کا سر تن سے اُتار لاؤں۔ امیر نے کہا کہ وہ آخر تیرا باپ ہے تجھے اس کا سر کاٹنا مناسب نہیں۔ یہ فرما کر امیر کشور گیر اُٹھے اور آپ بالا خانہ سے نیچے اُترے۔ جب گنجال شاہ نے امیر کو دیکھا تو پکارا کہ اے عرب تیرا دماغ یہاں تک پہنچا ہے کہ بادشاہوں کی بیٹیوں کو بازو کے زور سے اپنے خرچ میں لاتا ہے۔ میں کوئی نوشیرواں نہیں ہوں کہ اس بات کا تحمل کرونگا۔ اب جان کہ میرے ہاتھ سے جان کہاں لے جائیگا۔ یہ کہا اور تلوار کھینچ کر امیر پر چلائی۔ امیر نے اُس کا ہاتھ ہوا پر پکڑا اور اُس کی گردن میں کمان ایسی ماری کہ گھوڑے پر سے الگ ہو کر زمین پر گرا اور امیر کود کر اُس کے سینے پر بیٹھے اور کہا کہ بول خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیم کا برحق ہے۔ گنجال شاہ نے اقرار کیا تب امیر نے اُسے چھوڑ دیا اور اپنے محل میں تشریف لائے۔ اور گنجال شاہ بھی اپنے دولت خانہ میں گیا۔ اور یہ خبر مشہور ہوئی کہ گنجال شاہ کو امیر نے پکڑ کر مسلمان کیا ہے۔ یہ خبر زر انگیز نے بھی سُنی کہ امیر گیلی سوار کے ساتھ عیش میں ہے تب وہ مکار رات کو اُٹھی اور کمر سے ہتیار باندھ کر اور گھوڑے پر سوار ہو کر گیلی سوار کے محل کے پاس پہنچی اور آہستہ گھوڑے پر سے اُتر کر محل کے اندر گئی اور دیکھا کہ امیر اور گیلی سوار مل کر سوتے ہیں۔ تب اُس نے جل کر دل میں کہا کہ دیکھو یہ عرب مجھے قبول نہ کرکے اس کے ساتھ سوتا ہے۔ اب میں بھی ایسا کرتی ہوں کہ ان دونوں کو جہان سے اُٹھاتی ہوں یعنے جان سے مارتی ہوں۔ پس یہ قرار دے کر کمان ہاتھ میں لی اور تیر کو چلے پر لگا کر اور کمان کھینچ کر چاہا کہ تیر مارے سو خدائے تعالیٰ کے حکم سے کمان کا چلہ ٹوٹ گیا اور تیر زمین پر گرا۔ اور یہ شعر اُس حال کا مصداق ہوا

شعر

اگر تیغ عالم بہ جنبد ز جا + نہ بیرد کسے تا نہ خواہد خدا

دوھرا

جا کو راکھے سائیاں مار سکے نہ کو بال نہ بینکا کر سکے جو سب جگ بیری ہو

غرض کمان کے ٹوٹنے کی آواز گیلی سوار نے سُنی اور وہ ہوشیار ہوئی اور زر انگیز کو دیکھا۔ پس امیر کو نہ جگایا اور آہستہ اُٹھ ڈھال اور تلوار ہاتھ میں لے کر چلی۔ زر انگیز نے جب اُسے آتے دیکھا تو بالا خانہ سے نیچے اُتر کر جنگل کی راہ لی اور گیلی سوار نے بھی گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو کر اُس کا پیچھا کیا۔ اور اُسی وقت امیر بھی ہوشیار ہوئے اور اپنی عورت کو نہ دیکھا تو باہر آئے اور دیکھا کہ ایک سوار کا پیچھا کئے چلی جاتی ہے۔ تب امیر بھی اشقر پر سوار ہو کر اُس کے پیچھے چلے۔ جب زر انگیز ایک تیر کے فاصلہ پر گئی تو گھوڑے کو پھرا کر گیلی سوار کو پکارا کہ اے شوخ دیدہ و گیسوئے پریدہ امیر کے ڈر سے میں تجھے یہاں لائی ہوں اب میرے ہاتھ تو جان کہاں لیجائیگی

یہ کب روا ہے کہ میں اُس کے فراق میں جلتی رہوں اور تو اُس کے ساتھ عیش کرتی رہے اور عیش میں مشغول رہے۔ یہ بول کر گیلی پہ حملہ کیا۔ سو امیر نے دیکھا کہ وہ دونوں آپسمیں لڑتی ہیں تب امیر کشور گیر دور کھڑے رہکر تماشا دیکھنے لگے۔ جب یہ دونوں خوب جنگ میں تھیں تو زر انگیز نے گیلی سوار پر تلوار چلائی۔ گیلی سوار نے یہ تلوار ڈھال کے پھٹکے سے روکی اور قابو پاکر زر انگیز کی دوال میں ہاتھ ڈال کر پکڑا اور زور کرکے گھوڑے پر سے اُٹھایا اور سر پر اُٹھاکر زمین پہ ایسا مارا کہ زر انگیز جہنم میں گئی۔ جب امیر نے یہ حال دیکھا تو گیلی سوار کو پکار کر کہا کہ اس بدبخت کو کیوں مارا کہ یہ نوشیرواں کی عورت تھی اس کو تھوڑی سزا دے کر چھوڑ دینا چاہئے تھا جان سے ہلاک کرنا مناسب نہ تھا۔ گیلی سوار نے پکار کر کہا کہ یا امیر اس کا مار ڈالنا ہی خوب تھا اب پچھتانا کیا فایدہ رکھتا ہے

بودنی بود ہر چہ خواہد بود ٭ غم بہ دل داشتن نہ دارد سود

گرگ از گلۂ گوسپند ربود ٭ ہائے ہوئے شبان نہ دارد سود

تب امیر نے فرمایا کہ اس کے مرنے کی خبر نوشیرواں کو پہنچیگی تو وہ اور سب لوگ یہ کہینگے کہ اسے امیر حمزہ نے مارا ہے تب نوشیرواں بہت شرمندہ ہوگا۔ یہ کہہ کر امیر اور گیلی سوار مل کر محل میں گئے اور ساری رات عیش و عشرت میں رہے۔ جب فجر ہوئی تو یہاں نوشیرواں نے اپنی عورت کو پلنگ پر نہ دیکھا تو حکم کیا کہ دوڑو اور ڈھونڈھو۔ پس ہرکارے اور عیار دوڑے اور ڈھونڈھتے ہوئے گیلی سوار کے محل کے نیچے آئے اور زر انگیز کو مردہ پایا اور اُٹھا کر نوشیرواں کے پاس لائے اور کہا کہ گیلی سوار کے محل کے پاس مری پڑی تھی۔ تب بادشاہ نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بدکار بے شک حمزہ کے پاس گئی ہوگی تو حمزہ نے اسے مارا ہوگا تب بہت شرمندہ ہوا اور یقین کیا کہ یہ کام یہاں تک ابتر ہوا ہے کہ میری عورت دوسرے کی عاشق ہو کر مجھے یہاں اکیلا چھوڑ کر باہر نکل گئی۔ اس سے میرا منہ ایسا کالا ہوا ہے کہ کسی کو دکھا نہیں سکتا۔ پس اُسی وقت اپنے غلاموں کو بلا کر کہا کہ تم اس وقت میرے ساتھی ہو یا نہیں کہ میں کچھ دن سوداگری کیا چاہتا ہوں اور اس بادشاہی کو چھوڑ دیتا ہوں۔ تب سب غلاموں نے سر زمین پر رکھا اور عرض کی کہ جو حکم بادشاہ کا ہے ہم اُس پر جان تک راضی ہیں۔ پس آدھی رات کو اُٹھ کر مال و اسباب اور یاقوت و مروارید اور ہر ایک قسم کے جواہر لے کر غلاموں سمیت گیلی شہر سے باہر نکلا اور چین کی راہ لی۔ جب چوکیداروں نے نوشیرواں کو تخت پر نہ دیکھا تو شور و غل مچایا۔ تب سب امیر وزیر اور اُس کے ساتھ کے بادشاہ جمع ہوئے اور آپسمیں کچھ کچھ کہنے لگے۔ ہرمز اور بختک نے کہا کہ حمزہ اور عمر بادشاہ کو لے گئے ہونگے۔ تب بزرجمہر نے کہا کہ بھلا نوشیرواں کو تو عمر

لے گیا لیکن یہ کہو کہ اتنے ہزار غلام اور اتنا مال واسباب کون لے گیا اور کیا ہوا۔ تب ہرمز اور بختک چپ ہو رہے۔ پھر ہرمز نے بختک سے کہا کہ بادشاہ اپنی عورت کی شرمندگی سے اپنے ملک سے باہر گیا ہے۔ تب سارے وزیروں اور امیروں نے مل کر ہرمز کو تخت پر بٹھایا اور آپ نوشیرواں کو ڈھونڈھنے لگے مگر کہیں پتہ نہ لگا۔ نوشیرواں جو سوداگری کرتا ہوا چلا جاتا تھا تو قضائے کار خطا و ختن کے راستہ میں بہرام نام ایک چور ہزار سوار سے چوری اور رہزنی کرتا پھرتا تھا۔ اور بہرام آپ بھی سخت پہلوان تھا۔ اُس نے سُنا کہ ایک بڑا قافلہ آرہا ہے پس وہ راستہ پکڑ کر وہیں کھڑا رہا۔ جب نوشیرواں نے سُنا کہ آگے چور ہیں تب پیچھے ہٹا اور وہاں اُترا۔ جب رات ہوئی تو بہرام نے ڈاکہ ڈالا اور نوشیرواں کو جیتا پکڑا اور تمام مال و اسباب لوٹ لیا اور کئی غلام مارے گئے اور کئی ایک بہرام نے پکڑے اور باقی بھاگ گئے۔ پس بہرام نوشیرواں کو باندھ کر اپنے ساتھ لے گیا اور کئی ایک روز بعد نوشیرواں سے بہرام نے پوچھا کہ اے بڈھے بول تو کون ہے اور کونسی سوداگری کرتا ہے۔ تب نوشیرواں نے کہا کہ میں قباد شہریار کا بیٹا ہوں۔ یہ کہہ کر اپنی ساری حقیقت کما حقہ بیان کی۔ بہرام بولا کہ اے بوڑھے گدھے کیوں جھوٹ بولتا ہے اور بادشاہ کو بدنام کرتا ہے کیونکہ نوشیرواں ہفت کشور کا بادشاہ ہو کر تخت و تاج چھوڑ کر کیا ضرور ہے کہ سوداگری اختیار کرتا۔ جا میرے سامنے سے دور ہو منہ مت دکھا۔ تب نوشیرواں اکیلا وہاں سے بے سامان فقیروں کی طرح نکل کر روانہ ہوا اور خطا کی راہ لی اور چند روز کے بعد شہر خطا میں پہنچا اور خطا کے بازار میں ایک جگہ ایک گھر لے کر رہایش اختیار کی۔ ایک روز ایک شخص نے نوشیرواں سے پوچھا کہ اے فقیر تو کون ہے اور کونسی سوداگری کرتا تھا کہ تیری پیشانی پر دولت کا اثر ہے۔ جواب دیا کہ میرا نام نوشیرواں ہے اور مجھے اس چرخ بے داد نے گردش میں لا کر خاک میں ملا دیا ہے۔ یہ خبر رفتہ رفتہ خطا کے بادشاہ کو پہنچی کہ ایک بڈھا اس شکل کا آیا ہے جو کہتا ہے کہ میں نوشیرواں ہوں۔ تب خطا کے بادشاہ نے اُسے بُلایا۔ غرض جب نوشیرواں کو بادشاہ کے دربار میں لے گئے تو خطا کا بادشاہ نوشیرواں کا حال دیکھ کر حیران ہوا اور کہا کہ اے فقیر تو نوشیرواں کا نام کیوں بدنام کرتا ہے اگر پھر کبھی ایسا کہیگا تو تجھے شہر سے باہر نکال دونگا۔ نوشیرواں یہ سُن کر دربار سے باہر آیا اور ایک بھٹیارے کے یہاں گیا اور خدمتگار رہنے کی آرزو ظاہر کی۔ بھٹیارے نے کہا کہ اے بوڑھے تو کون ہے۔ تب اُس نے کہا کہ میں نوشیرواں ہوں۔ بھٹیارے نے یہ سُن کر کہا کہ اے بوڑھے گدھے تو بادشاہ کا نام کیوں بدنام کرتا ہے دور ہو اور اپنا منہ مجھے مت دکھا۔ تب نوشیرواں نے شہر خطا سے نکل کر ختن کی راہ لی اور شہر ختن میں پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے پوچھا کہ تو کون ہے۔ تب اُس نے ان لوگوں سے بھی بدستور سابق کہا کہ میں نوشیرواں ہوں

تب لوگوں نے یہ خبر ختن کے بادشاہ کو پہنچائی کہ اس شکل کا ایک بوڑھا شہر میں آیا ہے اور وہ آپنے آپ کو نوشیرواں کہہ کر بادشاہ ہفت کشور کو بدنام کرتا ہے۔ یہ سُن کر بادشاہ ختن نے کہا کہ ایسے شخص کو شہر سے نکال دو۔ تب نوشیرواں وہاں سے بھی نکلا اور آتش کدہ نمرودی میں آیا۔ وہاں نوشیرواں کے غلام لکڑہاروں کے ساتھ لکڑیاں لایا کرتے تھے اور اُن کو کھانے کے لئے روٹی ملتی تھی اور وہ آگ ہمیشہ جلا کرتی تھی اور کبھی بجھتی نہ تھی۔ پس نوشیرواں اپنے غلاموں کے پاس آیا اور کسی غلام نے اُس کو نہ پہچانا۔ تب اُس نے کہا کہ میں نوشیرواں ہوں اور مجھے گردش فلک نے اس حال کو پہنچایا۔ جب غلاموں نے یہ سُنا تو مار مار کہ منہ لال کر دیا۔ غرض نوشیرواں نے اس کے پیچھے اپنا نام کبھی زبان پر نہ لیا اور فقیروں میں رہنے لگا۔ جب کئی روز گذرے تو وہاں کے خادموں نے اُس سے کہا کہ اے بوڑھے یہاں تین روز تک خیرات کا کھانا ملتا ہے اور بعد تین روز کے سوائے لکڑیاں لانے کے کسی کو کھانا نہیں ملتا۔ تو بھی اگر لکڑیاں لائیگا تو تجھے کھانا ملیگا ورنہ نہیں ملیگا۔ نوشیرواں یہ سُن کر ضرورت کے واسطے لکڑیاں لانے لگا اور لکڑیاں لانے والے لوگوں کے ساتھ ہمیشہ اسی طرح اکٹھا کھانا کھاتا اور جو کچھ جوٹھا پڑا رہتا سو کھا لیتا۔ اسی طرح کتنے روز وہاں گذرے۔ وہ ہر روز اپنی طاقت کے موافق لکڑیوں کا گٹھا اُٹھا کر لاتا اور اُسی کے مطابق آتش کدہ کے خادم اس کو کھانا دیتے جس سے نوشیرواں کا پیٹ نہ بھرتا مگر صبر کرتا تھا۔ پس ایک مدت یوں ہی گذری۔ لیکن ہرمز کو نوشیرواں کی خبر نہ ملی کہ وہ کہاں ہے۔ بزرجمہر نے کہا کہ ختن کی طرف ہے۔ تب ہرمز نے کہا کہ کوئی وہاں جا کر بادشاہ کی خبر لائے جو نہایت مناسب ہے۔ پس بزرجمہر نے کہا کہ اگر امیر حمزہ جائے تو خبر کیا خود نوشیرواں کو لے آئیگا اور تخت پر بھی بٹھائیگا۔ اور اگر ایسا نہ ہوگا تو نوشیرواں تمام عمر سرگرداں ہو کر مریگا۔ تب ہرمز نے اپنی ماں زرینہ کفش کی طرف سے امیر کو لکھا کہ اے فرزند امیر حمزہ معلوم ہو کہ ایک سال کی مدت گذری ہے کہ نوشیرواں غایب ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ کہاں ہے اور بزرجمہر ایسا کہتے ہیں کہ اگر حمزہ جائیگا تو بادشاہ کو لا کر تخت پر بٹھائیگا نہیں تو بادشاہ کو مُوا جانو۔

نوشیرواں نے سلطنت چھوڑ کر بہ ارادۂ تجارت نکل جانا اور رہزنوں کے ہاتھ سے غارت ہو کر آخر کار بہ حالت گدائی آتشکدۂ نمرود میں بمقام ختن پہنچنا اور لکڑہاروں کے ہمراہ ہر روز لکڑیاں کاٹ کر لانا اور آتشکدہ میں ڈال کر شکم پُری کرنا۔



جب یہ نامہ مرقوم ہوا تب امیر کو پہنچایا۔ امیر نے نامہ لیا اور لفافہ کھول کر پڑھا اور کہا کہ اے عمر تم جاؤ اور بزرجمہر سے پوچھو کہ کس طرف کو جاؤں جو بادشاہ کو لاؤں۔ عمر بزرجمہر کی خدمت میں گئے اور پوچھا تو بزرجمہر نے کہا کہ اگر حمزہ تن تنہا پیادہ پا ختا و ختن کا سفر کریگا تو بادشاہ کو پاویگا اگر وہ ایسا نہ کریگا تو خدا جانے اُس کا کیا حال ہوگا۔ تب عمر نے آکے بزرجمہر کا سب بیان امیر حمزہ کو سنایا۔ امیر نے نیک ساعت دیکھ کر ہتھیار کمر سے باندھے اور اُس کے اوپر سمندروں کا چمڑہ پہنا اور شمشاد کی لکڑی ہاتھ میں لی اور یاروں سے وداع ہو کر روانہ ہوئے (باقی داستان شبِ فردا)

اکسٹھویں داستان

جب امیر حمزہ اپنے یاروں سے رخصت ہو کر باہر آئے اور ختا و ختن کی راہ لی تو رات دن چلے جاتے تھے اور نوشیرواں کی خبر پوچھتے تھے۔ تب ایک شخص نے کہا کہ ایک مرد سوداگر بہت مال و اسباب لئے کہ اس راہ سے جاتا تھا سو بہرام چور نے اُسے لوٹ لیا لیکن میں نہیں جانتا کہ اُسے چھوڑا یا نہ چھوڑا۔ جب یہ حقیقت امیر نے سنی تو اس قلعہ کے پیچھے آکر ایسا نعرہ مارا کہ سارا کوٹ تھرانے اور ہلنے لگا۔ بہرام نے یہ سنا تو ہزار سوار

نے کہ باہر آیا اور امیر کو اکیلا دیکھ کر گھوڑا میدان میں کودایا اور امیر پر گرز چلایا اور امیر نے ہاتھ کی لکڑی سے اُس کا گرز رد کیا۔ جب امیر کی نوبت پہنچی تو شمشاد کی لکڑی بہرام کو ایسی ماری کہ لکڑی لگتے ہی بے طاقت ہو کر زمین پر گرا اور امیر اُس کی چھاتی پر سوار ہوئے اور کہا بول خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیم کا برحق ہے۔ تب بہرام بولا کہ تو کون ہے۔ امیر نے کہا کہ میں حمزہ بن عبد المطلب ہوں۔ بہرام نے جب حمزہ کا نام سُنا تو حیران ہو کر اُنگلی دانتوں میں پکڑی اور مسلمان ہوا اور امیر کو قلعہ میں لے جا کر شرائط مہمان داری بجا لایا اور حقیقت مفصل پوچھی۔ امیر نے اپنا اور نوشیرواں کا حال بیان کیا تب بہرام نے سر خدمت زمین ادب پر رکھ کر کہا کہ البتہ یہ حرکت مجھ سے ہی ہوئی ہے اور میرے ہی سبب سے بادشاہ حیران ہوا ہے۔ امیر نے کہا اے بہرام تجھے نوشیرواں کی کچھ خبر ہے کہ وہ کس طرف کو گیا ہے۔ بہرام نے کہا کہ شہر خطا کو گیا ہے۔ تب امیر نے کہا کہ تو یہاں رہ اور میں نوشیرواں کے ڈھونڈھنے کو جاتا ہوں۔ بہرام نے کہا کہ مجھے یہاں کیوں چھوڑ جاتے ہو میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ تب امیر نے فرمایا کہ تجھے اختیار ہے۔ تب بہرام نے ہزار درم کمر سے باندھے او ہتھیار لگائے اور امیر کے ہمراہ ہوا۔ یہ دونوں خطا میں پہنچ کر شہر میں گئے اور نوشیرواں کی تلاش میں لوگوں سے پوچھتے تھے کہ اس شکل کا بوڑھا ہم سے گم ہو گیا ہے اگر کسی کو خبر ہو تو ہمیں بتائے۔ تب ایک شخص نے کہا کہ جس بوڑھے گم ہوئے ہوئے کو پوچھتے ہو سو وہ یہاں آیا تھا اور بھٹیارے کے یہاں رہتا تھا۔ تب امیر اُس بھٹیارے کی دوکان پر پہنچے اور اِدھر اُدھر دیکھا اور کھانا مول لیا اور کھایا۔ پھر بھٹیارے سے دریافت کیا تو اُس نے کہا کہ کئی روز ہوئے وہ ہمارے یہاں تھا اور ایسی باتیں سن کو ہم نے اُسے دور کیا تو وہ ختن کی طرف گیا۔ تب امیر نے ختن کی راہ لی اور منزلیں طے کر کے وہاں پہنچے اور وہاں کے لوگوں سے دریافت کیا تو پتہ لگا کہ آتش کدہ نمرودی میں گیا ہے۔ تب امیر اور بہرام آتش کدہ میں پہنچے اور لنگر خانہ میں اُترے۔ جب وہاں کے حوال داروں نے دیکھا کہ دو آدمی آئے ہیں تو کھانا پانی لا کر اُنہیں دیا۔ امیر اور بہرام کھا کر بیٹھے رہے تا کہ عصر کا وقت ہوا تو سارے لکڑہارے لکڑیوں کے گٹھے لے کر آئے اور لکڑیاں آتش کدہ میں ڈالیں اور ایک ایک روٹی اور ایک ایک پیالہ آش کا لیا۔ پھر نوشیرواں بھی تھوڑی سی لکڑیاں سر پہ اُٹھائے ہوئے آیا اور لکڑیاں آتش کدہ میں ڈالیں اور اپنے غلاموں سے روٹی طلب کی تو ایک غلام نے تھوڑی سی روٹی اور پانی دیا اور کہا اے بوڑھے تو لکڑیاں تو لا نہیں سکتا تجھے روٹی کیونکر ملیگی۔ پس نوشیرواں نے وہ ٹکڑا اور پانی کھا پی کر صبر کیا اور ایک گوشہ میں بیٹھا۔ امیر یہ حال دیکھ کر

بہت روئے اور کہا کہ تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ یعنے خدائے تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اُسے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اُسے خوار کرتا ہے یہ وہ نوشیرواں ہے کہ جس کے آگے زربفت کا سفرہ بچھایا جاتا تھا اور اُس کے اُوپر سونے روپے کے باسن چُنے جاتے تھے اور ایک کوس تک کھانا رکھا جاتا تھا سو آج ایک نوالہ کھانے کا محتاج ہے۔ پھر وہاں کے حوالدار ایک خوان اچھا کھانے کا امیر اور بہرام کے آگے لائے۔ تب امیر نے کہا کہ تو جا کر نوشیرواں کو بُلا لا اور آپ کو ظاہر نہ کر اور اُسے بھی نوشیرواں کے نام سے مت پُکار بلکہ بول اے بوڑھے کھانا کھانے کے واسطے میرے ساتھ آ۔ تب بہرام اُٹھ کر نوشیرواں کے پاس گیا اور کہا کہ اے بوڑھے میرے ساتھ کھانا کھانے کو چل۔ پس نوشیرواں کھانے کا نام سُنتے ہی اُٹھا اور بہرام کے ہمراہ امیر کے پاس آیا۔ جب امیر نے نوشیرواں کو دیکھا تو اُٹھ کر سلام کیا اور گلے لگایا اور مل کر بہت روئے۔ تب نوشیرواں نے کہا اے جوان تو کیوں روتا ہے اور ایسی غریب نوازی کرتا ہے۔ امیر نے کہا کہ میرا باپ تیری صورت کا تھا اس واسطے روتا ہوں۔ پھر امیر اُسے برابر لے کر بیٹھے اور اپنے ہاتھ سے کھانے کے نوالے بنا کر اُس کے مُنہ میں دیئے۔ نوشیرواں نے کھانا کھایا اور پیٹ بھر گیا تو پوچھا کہ اے جوان تو کون ہے اور کیا نام ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ امیر نے کہا کہ میں سپاہی مرد ہوں اور ہمیشہ سافری کرتا پھرتا ہوں لیکن اے بوڑھے تو کون ہے اور تیرا کیا نام ہے۔ اُس نے کہا کہ اے جوان اگر میں اپنا نام بولونگا تو مجھے تو اسی وقت اپنے پاس سے دور کریگا۔ امیر نے قسم کھا کر کہا کہ میں تجھے ہرگز کبھی دور نہ کرونگا بلکہ دس حصے زیادہ غم خواری کرونگا مگر تو سچ سچ کہہ دے۔ تب بوڑھے نے کہا کہ میں نوشیرواں قباد شہریار کا بیٹا ہفت کشور کا بادشاہ ہوں اور گردش فلکی نے میرا یہ حال کیا ہے۔ امیر نے کہا کہ اے بادشاہ بادشاہی اور لشکر و حشم ہو کر تو نے اپنے آپ کو کیوں خواری میں ڈالا ہے۔ تب نوشیرواں نے کہا کہ بدبخت عرب کے ظلم سے میں اپنا ملک و مال تخت و تاج چھوڑ کر سوداگری میں خوش گذران کی تھی۔ لیکن چور نے آ کر یکایک راہ پکڑ لی اور تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ تب اپنی تمام حقیقت ابتدا سے انتہا تک ظاہر کی اور کہا کہ اب اس خواری میں پڑا ہوں۔ تب امیر نے کہا کہ حمزہ نے تیرے اُوپر ظلم کیا ہے کہ۔ نوشیرواں نے کہا کہ وہ اول میرا مطیع تھا پھر میری لڑکی پر عاشق ہو کر مجھ سے پھرا۔ امیر نے کہا کہ وہ بادشاہی کا ارادہ نہیں رکھتا تھا مگر تم ہی ہر بار اُس کے دشمن ہو اُس کو رنج دیتے تھے۔ نوشیرواں نے کہا کہ اے جوان سچ یہی ہے جو تو نے کہا ہے اگر حمزہ کچھ میری جان کا دشمن نہ تھا اور مجھ سے ملک بھی نہ چھینتا تھا لیکن میرے بادشاہوں اور وزیروں نے میرے اور اُس کے درمیان مخالفت ڈال کر مجھے شہر

یہ شہر اور ملک بہ ملک پھراتے رہے۔ تب امیر نے کہا کہ اگر میں حمزہ کو باندھ کر تیرے حوالے
کروں تو تو اُس کو کیا کریگا اور مجھے کیا انعام دیگا۔ نوشیرواں نے کہا کہ اے فرزند وہ دن کہاں
کہ اُس گردن کش کو باندھ کر تو میرے ہاتھ میں دیگا۔ تب امیر نے کہا کہ خاطر جمع رکھ میں حمزہ
کو پکڑ کر تیرے سپرد کرونگا۔ تب نوشیرواں بولا کہ سوگند ہے مجھے لات کی اور قسم ہے چھوٹے
منات کی اگر تو حمزہ کو پکڑ مجھے دیگا تو میں تجھ کو چھوٹی بیٹی مہر افروز دونگا اور تجھے اپنی
دامادی میں قبول کرونگا۔ القصہ امیر نے نوشیرواں سے شرط کر کے اُس کا قول لیا اور نوشیرواں
کی ہر طرح غم خواری کرنے لگے۔ راوی یوں روایت کرتا ہے اور کتاب کا اُستاد اس طرح حکایت
کرتا ہے کہ جب نوشیرواں نے چند روز امیر کے ہاتھ سے کھانا کھایا تو پیٹ بھرنے لگا تو اُس کو
لذیذ اور مزے دار معلوم ہوا۔ دیگر صحیح روایت یہ ہے کہ امیر نے اس خوبی سے سلوک کیا کہ
ہر روز بیس یا تیس مرتبہ نوشیرواں کی خاطرداری کی لیکن وہ اپنی منافقی سے نہ گذرا۔
بیٹھے اسی طرح کہتا تھا کہ افسوس میں مسافری میں مرجاؤنگا تو اُس عرب کو کون سزا دیگا۔
یہ سُن کر امیر جواب دیتے کہ اے بادشاہ تو خاطر قوی رکھ کہ اُس عرب کو جلد باندھ کر میں
تیرے حوالے کرونگا۔ غرض کہ جب وہاں تین دن گذرے تو مہمانی موقوف ہوئی تو آتش کدہ
کے حوال دار بولے کہ اے عزیزو تم تین دن ہمارے مہمان تھے اب بغیر لکڑیاں لانے کے
تم کو کھانا نہ دینگے۔ نہیں تو جہاں آپ کا جی چاہے وہاں چلے جاؤ۔ غرض امیر و بہرام
اور بادشاہ وہاں سے روانہ ہوئے اور جنگل کی راہ لی اور چلتے چلتے ایک جھاڑ کے نیچے بیٹھے
اور توشہ کھایا اور سو رہے اور دوسرے لوگ لکڑیاں توڑنے لگے۔ اُس وقت نوشیرواں نے کہا
کہ اے فرزند تم سوتے ہو اور دوسرے لوگ لکڑیاں جمع کرتے ہیں پھر تم کب جمع کروگے۔ کہا
تو خاطر جمع رکھ اور تو بھی سو رہ تیرے واسطے ہم لکڑیاں چھینینگے یہ کہہ کے سو رہے
تب نوشیرواں ایک ساعت بیٹھا اور اپنے دل میں اندیشہ کیا کہ یہ دونوں کیسے جوان ہیں جو
اپنے زور سے کھانا پیدا کر سکتے ہیں اور میں بے چارہ غریب ناتوان ہوں کہاں سے پیدا
کرونگا اگر یہ سو رہیں تو کچھ مضایقہ نہیں مگر مجھے نہ سونا چاہیئے۔ یہ سوچ کر وہ اُٹھا اور
لکڑیاں لے جانے والوں کے ہر ایک بوجھ میں سے تھوڑی تھوڑی لکڑیاں چرا لیں اور ایک
جگہ باندھ کر رکھیں۔ اُس وقت امیر ہوشیار تھے جو سارا تماشا دیکھتے رہے اور افسوس
کرکے پروردگار کا شکر ادا کیا اور اپنے دل میں کہنے لگے کہ نوشیرواں کا کیا حال تھا اور کیا
ہوا اور گردش آسمانی نے اسے ایسا ناہموار کیا کہ اُس نے ساری دنیا کی بادشاہی سے
فقیری اور فقیری سے بھی بد تر چوری اختیار کی۔ پس یہ سب تماشا دیکھ کر امیر سو رہے

جب نوشیرواں نے لکڑیاں جمع کیں اور امیر کے بازو کے پاس آ کر بیٹھا تو امیر نے اپنے آپ کو ہوشیار کیا۔ نوشیرواں نے کہا اے فرزند اُٹھو دن آخر ہوا لکڑیاں کب جمع کروگے اور میں تمہارے سوتے سوتے اپنے واسطے لکڑیاں لایا ہوں۔ امیر نے فرمایا کہ میں نے تجھے منع کیا تھا تو کاہے کو لایا اور محنت و مشقت کس واسطے اُٹھائی۔ تب نوشیرواں نے کہا کہ اے فرزند اب جو ہوا سو ہوا لیکن پھر ایسا نہ کرونگا جو تم فرماؤگے وہی کرونگا۔ غرض امیر و بہرام اُٹھے اور پرانے سوکھے جھاڑوں کو جڑ سے اُکھاڑا اور زمین پر دے مارا اور لکڑیاں توڑ کر بڑے بڑے دو بوجھ باندھے۔ وہ لکڑہارے یہ لکڑیاں دیکھ کر حیران ہوئے اور دل میں کہنے لگے کہ یہ دونوں دیو ہیں یا غول بیابانی۔ کیونکہ آدمی میں اتنی قوت نہیں ہے۔ غرض کہ امیر و بہرام سروں پر بوجھ اُٹھا کر لکڑہاروں کے برابر چلے۔ اور امیر نے نوشیرواں کا بوجھ اپنے بوجھ پر رکھ کر نوشیرواں کو اُوپر بٹھا لیا اور آتش کدہ نمرودی کے پاس آئے تو بادشاہ کو اُتارا اور لکڑیاں آتش کدہ میں ڈالیں۔ تب حوالہ والے امیر اور بہرام کا بوجھ دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور اپنے دلوں میں کہنے لگے کہ یہ دونوں بوجھ سارے آتش کدہ کو کافی ہیں۔ تب وہ اُن کے واسطے لذیذ اور مزے دار کھانا لائے اور کہا کہ یہ کھانا تمہارے واسطے لائے ہیں سو تم کھا لو۔ پھر بولے کہ اے بزرگو تم اب تین روز تک لکڑیوں کے واسطے نہ جاؤ اور تین روز تک پیٹ بھر کر کھانا نوش کرو اور چین سے رہو۔ پھر اگر تمہاری خوشی ہو تو ایک آدمی لکڑیوں کے واسطے جایا کرو۔ اس کے بعد سب لکڑہاروں کو کھانا دیا۔ امیر و بہرام و نوشیرواں تینوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ پس اسی طرح سے ہمیشہ امیر و بہرام اور نوشیرواں لکڑیاں لایا کرتے اور کھانا کھایا کرتے اور آتش کدہ میں رہتے تھے۔ آخر ایک روز امیر نے نوشیرواں سے پوچھا کہ جو مال آتش کدہ میں خرچ ہوتا ہے وہ کہاں سے آتا ہے اور کون تصرف کرتا ہے۔ نوشیرواں نے کہا کہ اے فرزند یہ سب نوکر میرے ہیں اور مال بھی میرا ہی خرچ ہوتا۔ امیر نے کہ تو اپنے آپ کو اُن پر کیوں ظاہر نہیں کرتا۔ بادشاہ نے کہا کہ میں نے اپنا حال اُن کے سامنے ظاہر کیا تھا تو اُنھوں نے میرے منہ پر طمانچے مارے کہ میرا سارا منہ سوج گیا تھا۔ تب امیر نے کہا کہ اگر تو قسم کھاتا ہے کہ میں پھر آگ کو نہ جلاؤنگا اور پوجا بھی نہ کرونگا تو میں آتش کدہ کے سب حوالہ داروں کو مار ڈالتا ہوں اور آتش کدہ خراب کرتا ہوں۔ تب نوشیرواں نے قسم کھا کر کہا کہ میں کبھی آگ کو نہ پوجونگا بلکہ آتش پرست کی تعظیم بھی قبول نہ کرونگا اور نہ میں تعظیم کرونگا۔ تب امیر و بہرام آتش کدہ کے اندر آئے اور دروازے بند کئے اور کئی آدمیوں کو آتش کدہ [illegible] ڈالا اور آتش پرستوں کو دوزخ کی آگ میں بھیجا اور [illegible]

کی سب عمارت مع در و دیوار توڑ تاڑ کر ویران کر ڈالی۔ اور آتش پرستوں میں جو لوگ اکہ دل و بزرگ تھے اُنہوں نے امان مانگی۔ تب امیر بولے کہ اے بدبختو ساری دنیا کا بادشاہ یہاں آئے اور تم اُس کو کھانا پانی نہ دیا اور اُس کی کچھ بھی برداشت نہ کی یہ بات کس ملک میں رواہے۔ تب اُنہوں نے کہا کہ ہم نے بادشاہ کو پہچانا نہ تھا اب ہمارا قصور معاف کرو۔ القصہ نوشیرواں نے باقی لوگوں کو خود چھوڑا یا۔ پھر کوٹھیاں توڑنے لگے تو اُن میں سے بہت سا مال نکلا۔ پس وہ خزانہ لے کر سلطنت کی ترتیب درست کی۔ اس کے بعد آتش کدہ کے گرد و نواح سے آواز آئی کہ بادشاہ ہفت کشور یہاں پیدا ہوا ہے۔ یہ آواز سُن کر ساری خلقت آئے اور تسلیمات بجا لانے لگے۔ پھر کتنے دن وہاں سکونت کی۔ بعد اس کے نوشیرواں کو بڑے دبدبے اور شان و شوکت سے روانہ ہو کر ختن پہنچے۔ جب ختن کے بادشاہ کو خبر ہوئی کہ نوشیرواں آیا ہے تو اُس نے خود آکر استقبال کیا۔ نوشیرواں نے کہا کہ اے فرزند کہ اس حرام زادے کو مار کہ اس نے میری فضیحت کی تھی۔ تب ختن کے بادشاہ نے امیر سے پناہ مانگی اور کہا کہ میں نے پہچانا نہ تھا کہ نوشیرواں ہے یہ گناہ مجھ سے نا دانستہ ہوا ہے آپ بخشیں تب امیر نے فرمایا کہ اے بادشاہ جس حال سے کہ تم آئے تھے یقین ہے کہ کسی نے پہچانا نہ ہوگا اس لئے اطاعت نہ کی ہوگی اب آپ اسے بخشیں تو میں حمزہ کو باندھ کر لا دیتا ہوں تمہارا جی جو چاہے اُس سے کرنا۔ پھر وہاں سے کوچ کیا اور خطا کی سرحد میں پہنچے تو خطا کے بادشاہ نے آکر استقبال کیا اور بہت سی عذر و معذرت کرکے پناہ مانگی۔ تب امیر نے روکر بادشاہ سے اُس کو امان دلائی۔ اُس وقت ہرمز سارا لشکر لے کر خطا میں پہنچا۔ تب امیر نے نوشیرواں سے کہا کہ آؤ ہم اور تم مل کر تمہارے لشکر میں چلیں اور دیکھیں کہ تمہیں کوئی پہچانتا ہے یا نہیں۔ غرض کہ اپنا لشکر وہاں چھوڑا اور نوشیرواں کے لشکر کے بازار میں آئے اور ایک بھٹیارے کی دوکان پر کھانا خریدا اور کھانے کو بیٹھے۔ قضا کار مقبل حلبی اشقر دیو زاد کو پانی پلانے کے لیئے جاتا تھا سو اشقر کو یکایک امیر کی بو آئی اور اشقر وہیں کھڑا ہو رہا۔ مقبل نے ہرچند اشقر کو چلایا لیکن وہ وہاں سے نہ ہلا۔ اور بہت سی خلقت تماشا دیکھنے کے لئے وہاں جمع ہوئی۔ اتنے میں عمر بھی وہاں آیا اور تماشا دیکھا اور کہا کہ اشقر نے امیر کی بو پائی ہے یہ اس لئے یہاں سے نہیں ہلتا۔ پس عمر اُسی وقت اُس بھٹیارے کے بالا خانہ پر گیا اور دیکھا کہ امیر اور نوشیرواں و بہرام تینوں کھانا کھاتے ہیں وہ دیکھتے ہی پکارا کہ امیر کا آنا مبارک ہو اُس وقت نوشیرواں نے عمر کو دیکھ کر پہچانا اور اپنے دل میں معلوم کیا کہ اتنے دنوں تک میرا مددگار حمزہ ہی تھا سو وہ اب تک میرے ساتھ ہے پس بلاشک یہ حمزہ ہی ہے۔ القصہ جب تک

کہ امیر اور عمر آپسمیں ملاقات میں مصروف رہے تو نوشیرواں کوٹھے پر سے دوسری راہ یک بارگی بھاگا اور اپنے لشکر میں جا ملا۔ تب تمام لشکر میں شور پڑا کہ حمزہ نوشیرواں کو لے آیا ہے۔ پس بادشاہ اُسی وقت تخت پر بٹھایا گیا اور شادی کے نقارے اور خوشی کے دمامے بجائے۔ اور امیر بھی اپنے لشکر میں تشریف فرما ہوئے اور سب یاروں اور دوستوں سے ملاقات کی اور تمام حقیقت نوشیرواں کی بیان کی (باقی داستان شب فردا) ؎

باسٹھویں داستان

جب امیر مسافری سے واپس آئے تو یاروں سے کہا کہ میں نے نوشیرواں سے اقرار کیا تھا کہ اپنے آپ کو باندھ کر تیرے حوالے کرونگا۔ پس اے سعد بن عمر اور عمر اب تم مجھے باندھ کر نوشیرواں کے پاس لے چلو اور دیکھو کہ وہ کیا کرتا ہے۔ تب عمر بن عمیہ نے کہا کہ یہ کیا کرتے ہو۔ امیر نے کہا کہ میں اپنی شرط کو بجا لاتا ہوں تا کہ اُس کی بیٹی لوں۔ تب عمر معدی کرب بولے کہ اگر نوشیرواں مار ڈالے تو تم کیا کروگے۔ تب امیر نے کہا کہ سوائے خدائے تعالیٰ کے کوئی نہ مار سکے گا۔ پس نوشیرواں کے دربار میں جانے کے واسطے امیر نے اپنے آپ کو باندھا اور سعد بن عمر کو کہا کہ تم مجھے لے چلو۔ سعد بن عمر امیر کر لیکر روانہ ہوئے اور لے جاکر نوشیرواں کے دربار میں کھڑا کیا۔ تب امیر کشور گیر نے کہا کہ میں نے بادشاہ سے شرط کی تھی کہ حمزہ کو باندھ کر تیرے حوالے کرونگا سو یہ بندہ حاضر ہے جو تیرا جی چاہے سو کر۔ نوشیرواں نے سر نیچا کر لیا۔ تب بختک کچھ سوچ کر آگے ہوا اور کہا کہ اے بادشاہ تو ایسا قابو کبھی نہیں پاسکیگا اب حکم دے کہ اس عرب کی گردن اُڑاویں۔ تب تو بادشاہ نے دم نہ مارا۔ اور امیر اپنے دل میں سمجھے کہ یہ بادشاہ ابھی میرا دشمن ہے۔ تب زور کیا اور کمند ٹوٹی اور سعد بن عمر کو فرمایا کہ بختک کو پکڑو اور دوسرے کافروں کو بھی مارو۔ تب سعد بن عمر دوڑے اور بختک کو پکڑا۔ امیر نے فرمایا کہ مار ڈالو۔ جب سعد اُسے مارنے لگا تو وہ غلام زادہ بھاگ کر بادشاہ کے گھر میں گیا۔ تب امیر نے کئی کافروں کو جہنم میں بھیجا اور اب اس فوج سے باہر آئے اور اپنے لشکر میں گئے۔ پس دوسرے روز عمر بن عمیہ سے کہا کہ تم نوشیرواں کے پاس جاؤ اور کہو کہ حمزہ بولتا ہے کہ جو شرط میں نے تم سے کی تھی میں نے اُس کو پورا کیا اور جو شرط کہ تو نے کی تھی وہ بجا لا یعنے اپنی بیٹی اب مجھے دے۔ تب عمر بن عمیہ نوشیرواں کے پاس گیا اور امیر کا پیغام دیا۔ بادشاہ نے سُن کر کہا کہ اے عمر تم حمزہ سے بولو کہ جو شرط میں نے کی تھی وہ بجا لاؤنگا۔ عمر وہاں سے پھر کر آئے اور نوشیرواں نے جو جواب دیا تھا وہ امیر سے کہا۔ پھر بادشاہ نے امیروں اور وزیروں اور

بادشاہوں کو بُلا کر مجلس مقرر کی اور مشورت کرنے لگا۔ تب بادشاہ نے حاضرین مجلس سے ظاہر کیا کہ میں نے حمزہ سے اقرار کیا تھا کہ اپنی بیٹی تجھے دونگا سو تمہاری عقل میں کیا آتا ہے۔ تب کافر مل کر بولے کہ ایک بیٹی دے کر سارے جہان میں اپنے آپ پر فضیحت اُٹھائی اب دوسری بیٹی بھی دیتا ہے اس زمانے کے بادشاہ تمہیں کیا کہینگے۔ تب نوشیرواں نے کہا کہ ایک بار وہ میرا داماد ہو چکا ہے اب شرم کیا ہے اور اس زمانے میں اس سے بہتر داماد اور کون ہوگا۔ یہ کہہ کر شادی کی مجلس تیار کی اور امیر کو مبارکباد دی اور نیک ساعت میں مہر افروز کا کارِ خیر شروع کیا اور ادھر امیر حمزہ نے بھی اپنے گھر میں جشن عیش و عشرت شروع کیا اور مبارک و ہمایوں وقت میں نوشیرواں کی بیٹی کا عقد کر کے اپنے گھر میں لائے۔ جب یہ خبر چاروں طرف عام ہوئی تو سب کافر امیر کے دشمن جانی ہوئے۔ اور بختک نے چاروں طرف خط لکھ کر روانہ کئے اور خطوں میں یہ مضمون لکھا تھا کہ اے بادشاہاں و شہزادگان کیا تم خواب غفلت میں ہو کہ حمزہ اپنے بازو کے زور سے نوشیرواں کی دو بیٹیاں اپنے نکاح میں لایا اور بادشاہ کا داماد ہوا۔ اگر تم زور کروگے یہ دختر ابھی پھر لوگے۔ پس بختک کی برانگیختہ سے سب کافر بادشاہ یک طریقہ صلاح و مشورت کر کے ہرمز کے پاس آئے اور کہا کہ اے شہزادہ۔ نوشیرواں تو اب بوڑھا ہوا ہے اس لئے اب اُس کی عقل گم ہے سو تو اُس کا جوان بیٹا ہے پس لازم ہے کہ کوشش کر تا کہ ان عربوں کے سر دھڑ سے جدا کر ڈالیں اور اگر ایسا نہ کرینگے تو سرداری و طاقت اور بادشاہی گھر سے جائیگی۔ تب ہرمز نے کہا کہ تم سب جو بات کہو میں اُس پر راضی ہوں۔ تب سب کافروں نے مل کر اتفاق سے کہا کہ تو اگر نوشیرواں کو البرز پہاڑ پہ لے جائے تو وہاں سے اتنے عادی پہلوان پیدا ہونگے کہ حمزہ کو ہتھیاروں سمیت گھوڑے پر سے اُٹھا دینگے اور اب بادشاہ کو وہاں بھیج کر تخت پہ بیٹھا اور تو البرز کے پہاڑ پہ چل اور دیکھ کہ کیا تماشا نظر آتا ہے۔ تب ہرمز نے قبول کیا اور نوشیرواں کو بُلا کر کہا کہ سارا لشکر تجھ سے پھرا ہے اگر تو حمزہ کے قتل پر کمر باندھے تو بہتر ورنہ سب لشکر نکل جائیگا اور تجھے مار ڈالینگے۔ تب نوشیرواں نے کہا کہ میں حمزہ کے مارنے میں کیا کوتاہی اور قصور کرتا ہوں تم مجھ سے اور کیا چاہتے ہو۔ اُس نے کہا کہ عرب کا سر چاہتے ہیں۔ آخر بعد مشورت کے البرز پہاڑ پر جانا مقرر ہوا اور سب بادشاہوں کو بُلا کر اپنا ارادہ سُنا دیا۔ اور وہ سب سُن کر چپ ہو رہے۔

(باقی داستان شب فردا)

۸۲ چھترویں داستان

جب دوسرا روز ہوا تب نوشیرواں نے کوچ کر کے البرز پہاڑ کی راہ لی اور امیر حمزہ کو ایک

خط اس مضمون کا لکھا کہ تو اگر ہزار جان رکھتا ہوگا مگر البرز پہاڑ پر آکر ایک بھی سلامت نہ لے جائیگا۔ جب امیر کو یہ خط پہنچا تو اُس کا لفافہ کھول کر پڑھا اور ساری حقیقت ظاہر ہوئی اور امیر کو وہاں جانا فرض ہوا۔ تب کوچ کرکے نوشیرواں کے پیچھے روانہ ہوئے اور منزل و مراحل طے کرکے البرز پہاڑ کے دامن میں پہنچے۔ نوشیرواں کے آنے کی خبر سُن کر نوشیرواں کے وزیر اور بادشاہ ہر طرف سے آکر حاضر ہوئے۔ اور عادی بھی آئے۔ ان عادیوں میں سے ایک کا نام چوب گردان اور دوسرے کا نام عادیان چوب گردان تھا۔ پس یہ دونوں پہلوان نام دار اور سخت تھے وہ بادشاہ کے پاس آئے تو نوشیرواں کو طاقت بڑھ گئی۔ پس دوسرے دن نوشیرواں اپنے غلاموں اور عادیوں اور پہلوانوں کو لے کر باہر آیا۔ اور امیر حمزہ بھی سوار ہو کر اُن کافروں کے سامنے آکھڑے ہوئے اور نقیب پکارتے کہ کون بہادر میدان کا قصد کرتا ہے وہ میدان میں آئے اور اپنے باپ دادا کا نام روشن کرے۔ اتنے میں عادی چوب گردان آیا اور حریف کو بلایا اور کہا کہ امیر کو خبر کرو۔ امیر کو یہ خبر دی گئی۔ اتنے میں قیمار خاوری خاور کے ملک کا بادشاہ امیر کی خدمت میں آیا اور میدان میں جانے کی اجازت طلب کی۔ تب امیر نے کہا کہ جاؤ خدا کو سونپا۔ تب قیمار خاوری میدان میں آیا اور چوب گردان سے لڑنے لگا اتنے میں جنگل سے گرد پیدا ہوئی اور اُس میں سے ایک سوار نکلا اور دونوں جوانوں کے درمیان آکر کھڑا رہا۔ تب قیمار اور چوب گردان میدان سے پھرے تو اُس سوار نے اپنا مُنہ کافروں کی طرف پھیرا اور کہا کہ اے نوشیرواں کسی پہلوان کو بھیج۔ تب ایک عادی میدان میں آیا اور گرز نکالا اور اس سوار کو مارا اور سوار نے اُس کا گرز ڈھال پر روکا اور اپنا ہاتھ عادی کی کمر میں ڈالا اور خوب مضبوط پکڑکے زور کیا اور زور کرکے زمین سے اُٹھایا اور سر پر اُٹھا کے زمین پر مارا کہ چاروں شانے چت جا گرا۔ پھر دوسرا عادی آیا وہ بھی پست ہوا پس اسی طرح سات عادی مارے گئے پھر اپنا رخ غازی عربوں کی طرف کیا اور لشکر کی طرف دیکھ کر پکارا کہ کہ تمہارے لشکر میں جو رستم پیل تن ہے وہ میدان میں آئے۔ یہ سُنتے ہی رستم پیل تن میدان میں آئے تو وہ سوار دوڑا اور اُس کی کمر پکڑی اور رستم نے بھی اُس کی کمر پکڑی اور آپس میں وہ زور کرنے لگے اور اتنا زور کیا کہ گھوڑے چار زانو ہوگئے۔ تب سوار نے رستم پیل تن کی کمر چھوڑ دی اور کہا کہ تو جا اور سعد طوقی کو بھیج۔ تب رستم نے واپس آکر سعد طوقی سے کہا اور وہ میدان میں آیا۔ سوار صحرائی اُس سے بھی روز کرتا رہا۔ لیکن نہ اس کو فتح اور نہ اُسے ظفر۔ وہ بولا کہ تو بھی جا اور سعد بن عمر کو بھیج۔ جب سعد بن عمر میدان میں آیا تو سوار اُس سے بھی وہ ہاتھ لڑا اور کہا کہ اے سعد تو بھی جا اور حمزہ کو بھیج دے۔ جب سعد بن

عمر واپس آیا تو امیر کی خدمت میں اظہار کیا کہ اے جہانگیر وہ آپ کو بلاتا ہے۔ امیر یہ خبر سن تیار ہوئے اور اپنے ہتھیار منگا کر بدن پر پہنے اور میدان میں آکر اس کے مقابل کھڑے رہے تب وہ سوار آیا اور ایک ہاتھ سے اشقر دیو زاد کا تنگ پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے امیر کی کمر پکڑی اور نعرہ مار اپنی طرف کھینچا۔ راوی روایت کرتا ہے کہ امیر گھوڑے سمیت تین ڈگ پھرے اور اشقر گھٹنوں تک زمین میں گڑ گیا۔ پھر تو امیر نے نعرہ مارا اور تمام لشکر میں غل پڑا اور کئی ایک مارے وحشت کے مرگئے یعنے امیر مانند اژدہا کے گرجے اور دوڑے اور اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر گھوڑے پر سے اٹھایا اور سر پر لے جاکر ایسا پھرایا کہ تمام مردان عالم نے آفرین کہی۔ پھر زمین پر پچھاڑا اور اس کے سینہ پر بیٹھے اور خنجر نکال کر کہا کہ اس کے گلے پر چلائیں۔ تب امیر نے فرمایا کہ اے جوان سچ بول تو کون ہے۔ تب اس جوان نے کہا کہ میں رستم پیل تن کا بیٹا ہوں اور شہزادہ ملک قاسم لعل خفتان خول زرہ خاوری میرا نام ہے۔ تب امیر نے کہا کہ اگر تو رستم پیل تن کا بیٹا نہ ہوتا تو میں تجھے اسی وقت مار ڈالتا۔ تب امیر اٹھے اور اس کو گلے سے لگایا اور عمر سے کہا کہ یہ رستم پیل تن کا بیٹا ہے اسے لے جا۔ عمر نے خوش حالی سے اپنی ٹوپی ہوا پر اڑائی اور پکارے کہ اے رستم پیل تن تمہارا بیٹا آیا ہے تم کو مبارک ہو۔ امیر اس کو گود میں اٹھا کر وہاں سے اپنی فوج میں آئے اور کھڑے رہے۔ ملک قاسم ابھی گود سے اترے بھی نہ تھے کہ چالیس گز لمبے قد کا ایک سوار جنگل سے آیا اور میدان میں آکر کھڑا رہا۔ تب امیر نے قاسم سے پوچھا کہ تم جانتے ہو یہ سوار کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ قاسم نے کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں۔ تب وہ سوار بلند قد سپاہ عرب کی طرف پھرا اور پکارا کہ اے ہومان خاوری اگر مرد ہے تو میدان میں آ۔ ہومان خاوری میدان میں آیا۔ تب امیر نے قاسم سے کہا کہ تو اسکا نام جان بوجھ کر چھپاتا ہے۔ کیونکہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قیمار خاوری کا بیٹا ہے۔ ہومان مقابل ہو کر کھڑا رہا۔ تب اس سوار نے دوڑ کر ہومان کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور گھوڑے پر سے اٹھا کر زمین پر پچھاڑا اور کہا کہ تو جا اور قیمار کو بھیج۔ ہومان پھرا اور قیمار میدان میں آیا۔ تب وہ سوار دوڑا اور کمر میں ہاتھ ڈال کر کھینچا۔ تب قیمار نے بھی اس کی کمر پکڑی اور دونوں زور کرنے لگے اور یہاں تک زور کیا کہ دونوں بے حال ہوئے۔ پھر قیمار کی کمر کو چھوڑ کر کہا کہ تم جاؤ اور امیر حمزہ کو بھیجو تب قیمار پھرا اور امیر کے پاس آیا اور کہا کہ یا امیر وہ اب آپ کو بلاتا ہے۔ امیر یہ سن کر میدان میں آئے اور اس کے مقابل کھڑے رہے۔ تب اس سوار نے امیر پر حملہ کیا اور امیر کی کمر پکڑی۔ تب امیر نے بھی اس کی کمر پکڑ کر زور سے زمین سے اٹھایا اور سر پر لے جاکر پھرایا اور زمین پر دے مارا اور چھاتی پر چڑھ کر پوچھا کہ اے جوان سچ کہہ کہ تو کون ہے اور تیرا کیا نام ہے۔ تب اس

سوار نے کہا کہ میں قیبار خاوری کا بیٹا ہوں اور مجھے قیس بن قیبار کہتے ہیں۔ تب امیر پکارے کہ اے قیبار یہ تیرا بیٹا ہے تجھے مبارک ہو۔ تب قیبار نے کہا کہ اس بے ادب کو مارو کہ اس نے نہایت بے ادبی کی ہے کیونکہ پہلے باپ سے ہی لڑنے کو آیا ہے۔ امیر نے کہا کہ یہ بے ادبی نہیں ہے بلکہ یہ پہلوان کا بیٹا ہے جو اپنی پہلوانی جتاتا ہے۔ پھر امیر اس کو اپنی گود میں اُٹھا کر اپنے لشکر میں لائے اور بازگشت کا نقارہ بجوایا اور نوشیرواں نے بھی اپنا لشکر پھیرا اور دونوں لشکر اپنے اپنے مقاموں پر اُترے۔ دوسرے روز یہ لشکر پھر تیار ہو کر میدان میں آئے اور فوجیں آراستہ کیں اور نقیب پکارے کہ کون مرد ہے جو میدان کا قصد کرکے اپنا نام ظاہر کرے۔ تب نوشیرواں کی طرف سے چوب گردان پہلوان میدان میں آیا اور حریف کو بلا کر کھڑا رہا۔ تب فرخاری سرنشان امیر سے بعد تعظیم و نیاز و آداب اجازت لے کر میدان میں آیا اور چوب گردان کے مقابل آکر کھڑا رہا اور گرز بازی کرنے لگے پھر نیزہ بازی ہوئی اسکے بعد تلواروں سے لڑتے لڑتے رات ہوئی تب دونوں لشکر پھرے اور اپنے اپنے مقام پر اُترے۔ اور اگلے دن دونوں فوجیں پھر میدان میں آئیں اور چوب گردان بھی نکل کر میدان میں آیا اور پکارا کہ اے حمزہ اگر مرد ہے تو میدان میں آ۔ امیر نے سُنتے ہی اپنے ہتیار بدن پر آراستہ کئے اور اشقر پر سوار ہوکر میدان میں آئے۔ تب چوب گردان نے اپنی چوب پھرائی اور امیر پر چلائی۔ امیر نے اُس کی لاٹھی روکی اور دونوں ہاتھوں سے لاٹھی مضبوط پکڑی اور چوب گردان نے اتنا زور کیا کہ اُس کا سارا بدن کانپا لیکن لاٹھی نہ چھوڑا سکا۔ پھر امیر نے آہستہ سے اُس کی لاٹھی چھین لی اور پھرا کر اُس کے دونوں شانوں پر ایسی ماری کہ وہ گھوڑے پر سے نیچے گرا اور عمر بن عمیہ نے دوڑ کر اُسے باندھا۔ جب بہرام چوب گردان نے یہ حال دیکھا تو فوراً گھوڑے کو میدان میں چلایا اور لاٹھی پھرا کر امیر پر ماری۔ امیر نے اُس کی لاٹھی چھین لی اور نہ دی۔ اور وہی لاٹھی پھرا کر اُس کے دونوں شانوں میں ایسی ماری کہ وہ بھی گھوڑے پر سے زمین پر گرا اور عمر نے اُسے بھی باندھا۔ پھر طبل بازگشت بجا کر دونوں لشکر اپنے اپنے مقاموں پر اُترے۔ تب امیر نے کہا کہ ان دونوں بھائیوں کو پیش کرو۔ پس امیر کے حکم کے بموجب اُن کو حاضر کیا گیا۔ تب امیر نے فرمایا کہ اے پہلوانو! میں نے تم کو کس طرح سے زیر کیا۔ تب ان دونوں نے کہا کہ جیسا مرد مردوں کو پکڑتے ہیں۔ پھر امیر نے فرمایا کہ بولو خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیم کا برحق ہے اور بُت اور اُن کی پرستش سب باطل ہے۔ پس دونوں پہلوان صدق دل سے مسلمان ہوئے اور کلمہ پڑھا۔ تب امیر نے دونوں کو اپنے ہاتھ سے خلعت فاخرہ مرحمت فرمائی اور بند میں سے خلاص کیا اور سونے کی کرسیوں پر بٹھایا۔ اور عمر نے امیر کی غلامی کا حلقہ ان کے کانوں

میں ڈالا۔ تب کھانا اور انواع و اقسام کی نعمتیں منگائیں اور بعد تناول طعام کے دستر خوان اُٹھایا۔ تب دونوں پہلوانوں نے عیار بھیج کر اپنے لشکر کو کہلا بھیجا کہ آدھی رات کو ایک طرف سے نوشیرواں کے لشکر میں ڈاکہ ڈالو۔ جب بہرام چوب داران کے لشکر میں یہ ماجرا سُنا تو بعد آدھی رات کے نوشیرواں کے لشکر میں ڈاکہ مار کر عرب کے لشکر میں جا ملے (باقی داستان شب فردا)

چونسٹھویں داستان

جب امیر گیلان سے کوچ کرکے کوہ البرز گئے تو اس وقت گیلی سوار پیٹ سے تھی اور امیر نے اسے گنجال شاہ کے حوالے کیا تھا اور بڑی تاکید سے گیلی سوار سے کہا کہ حاملہ ہونے کے سبب تجھے یہاں چھوڑتے ہیں اور گنجال شاہ سے کہا تھا کہ اس کی خوب طرح سے حفاظت کرنا اور جب اس کے ہاں فرزند نرینہ پیدا ہو تو اُس کی پرورش اچھی طرح سے کرنا۔ تب گنجال شاہ نے قبول کیا لیکن دل میں بغض رکھتا تھا۔ کیونکہ وہ ظاہر میں تو مسلمان ہوا تھا مگر باطن میں کفر رکھتا تھا۔ سو چند روز بعد اُس نے دائیوں اور خدمتگاروں کو تاکید کی کہ گیلی سوار کے اگر بیٹا پیدا ہوا تو میرے پاس لے آنا مگر گیلی سوار کو یہ خبر نہ تھی کہ میرا باپ مجھ سے دل میں کینہ رکھتا ہے۔ غرض جب مدت حمل کی پوری ہوئی تو چودھویں رات کے چاند جیسا لڑکا پیدا ہوُا گویا کہ زمین پر آفتاب اُترا یا جہان میں یوسف ثانی پیدا ہوُا۔ تب گنجال شاہ کے حکم کے بموجب دائیاں اُس بچے کو اُٹھا کر گنجال شاہ کے پاس لے گئیں تو اُس نے فرمایا کہ اس کو زمین پر پٹکو۔ اُس وقت ایک نیک عورت اُس کے پاس بیٹھی تھی اُس کو اس بچہ پر رحم آیا تو کہا کہ اے بادشاہ اس بچہ نے کیا گناہ کیا ہے جو اسے مارتا ہے اس کو کہیں رکھ دے۔ تب اُس نے ایک صندوق میں بند کرکے مقفل کیا اور دریا میں ڈال دیا۔ یہ صندوق دریا میں تیرتا جاتا تھا کہ اسما پری و قریشیہ سلطان کا آسمان پر اُڑتے ہوئے وہاں گذر ہوُا اور ان پریوں کی نظر صندوق پر پڑی تو اسما پری نے کئی پریوں کو صندوق لانے کے واسطے بھیجا وہ صندوق اُٹھا لائیں۔ جب کھول کر دیکھا تو اُس میں چاند سے چہرے کا خوب صورت بچہ سوتا ہوُا نظر آیا جس کی پیشانی پر ایک خال دکھائی دیا تو پریوں نے کہا کہ یہ نشان خاندان ابراہیم کا ہے۔ القصہ یہ آپس میں یہی باتیں کرتی تھیں کہ کہ اسی وقت خواجہ خضر علیہ السلام کو پریوں نے دیکھا اور اُٹھ کر تعظیم دی۔ تب خواجہ نے فرمایا کہ اے قریشیہ سلطان و اسما پری پہچانو کہ یہ بچہ امیر حمزہ کا ہے اسے اچھی طرح سے پرورش کرو اور جب یہ بڑا ہو تو اس کو اس کے باپ کے پاس پہنچا دینا یہ کہا اور اس کا نام خضر نے بدیع الزمان رکھا اور غایب ہوئے۔ تب اسما پری بدیع الزمان کو لے کر کوہ قاف کو چلی گئی اور

پریوں کے دودھ سے پرورش کرنے لگی یہاں تک کہ بدیع الزمان سات برس کا ہوا تو قریشیہ نے اُسے گھوڑے پر سوار ہونا اور ہتھیار باندھنا سکھلایا اور دیووں کو مارنے کے لئے ہمیشہ اپنے ساتھ لے جایا کرتی تھی۔ غرض کہ جب امیر زادہ سب ہنروں میں طاق ہو چکا تو اُس وقت عمر امیر زادہ کی دس برس کی تھی۔ ایک دن بدیع الزمان نے قریشیہ سلطان سے پوچھا کہ میرے ماں باپ کہاں ہیں۔ تب قریشیہ نے کہا کہ باپ تو تیرا امیر حمزہ ہے مگر تیری ماں کا پتہ مجھے معلوم نہیں ہے اور ساتھ ہی اس کے دریا سے بہتا ہوا صندوق اُٹھا کر کوہ قاف میں لانے اور خواجہ خضر سے پتہ پانے کی سب حقیقت ظاہر کی۔ تب بدیع الزمان نے کہا کہ مجھے میرے باپ کے پاس پہنچا دو۔ تب پریوں نے تحفے لئے اور بدیع الزمان کی کمر سے ہتھیار جواہر نگار باندھے اور گھوڑے پر سوار کر کے البرز پہاڑ لے آئیں اور امیر کے بیٹوں کا نام بتلایا اور سارے پہلوانوں کا حال بیان کیا۔ پھر کہا کہ تم جاؤ اور اپنے بھائیوں کے ساتھ لڑو کیونکہ تمہارے سب بھائی اور امیر کے سب یار امیر سے لڑ کر ملا کرتے ہیں اور زور آزمائی کرتے ہیں پس تو بھی جا کر زور آزمائی کر۔ یہ کہ کر اور اُسے یہیں چھوڑ کر آپ کوچ کر گئیں۔ اب دو کلمہ داستان دونوں لشکروں کے سُنو کہ کتنے دنوں کے بعد دونوں لشکروں میں لڑائی کے نقارے بجے اور صفیں آراستہ ہوئیں اور نقیب پکارے کہ کوئی مرد ہے جو میدان میں آئے۔ اتنے میں جنگل میں گرد پیدا ہوئی اور اُس گرد میں سے بدیع الزمان نمودار ہوا اور میدان میں آ کر بڑے ٹھاٹھ سے کھڑا رہا اور دونوں فوجوں کے سپاہی امیر زادہ کے ہتھیار اور گھوڑے کو دیکھ کر حیران ہوئے۔ امیر زادہ نے اپنا رخ عرب کی فوج کی طرف کر کے پکارا کہ اے عربو تم میں سے جسے مرنے کی آرزو ہو وہ میدان میں آئے۔ تب کیوس نیزہ دار امیر سے اجازت لے کر میدان میں آیا اور کھڑا رہا۔ بدیع الزمان نے اُس سے پوچھا کہ اے عرب تو کون ہے اور تیرا کیا نام ہے۔ اُس نے کہا کہ مجھے کیوس نیزہ دار کہتے ہیں۔ پس بدیع الزمان نے کہا کہ جو نشان بہادری کا تمہارے پاس ہے وہ لا۔ تب کیوس نے کہا کہ پہلے ہاتھ اُٹھانا ہماری رسم نہیں ہے۔ پس بدیع الزمان نے ہاتھ اپنا بڑھا کر اُس کی کمر پکڑی اور گھوڑے پر سے اُٹھایا اور سر پر لے جا کر پھرایا اور زمین پر پچھاڑا اور چھوڑ دیا اور کہا کہ تو جا اور کسی اور کو بھیج۔ تب کیوس پھرا اور قیمار خاوری کو امیر کی اجازت سے بھیجا۔ بدیع الزمان نے پوچھا کہ اے دراز قد تو کون ہے۔ تب اُس نے اپنا نام بتایا۔ بدیع الزمان نے اُسے بھی زمین پر پٹکا اور کہا کہ تو جا اور دوسرے کو روانہ کر۔ تب قیمار پھرا اور لندھور کو میدان میں بھیجا۔ تب بدیع الزمان نے اُس کی کمر میں ہاتھ ڈال اور زور کرنے لگے مگر دونوں کو جنبش نہ ہوئی ناچار ہو کر چھوڑ دیا اور کہا کہ تو جا اور حمزہ کو روانہ کر یا اُس کے فرزندوں میں سے

کسی کو بھیج۔ تب لندھور واپس آیا اور امیر سے بولا کہ اے امیر یہ بھی تیرے فرزندوں میں سے معلوم ہوتا ہے۔ امیر نے فرمایا کہ غیب کی خبر خدا جانے۔ یہ کہہ کر ملک قاسم لعل خفتان خوں ریزی کو بھیجا۔ پس شہزادہ قاسم میدان میں کودا۔ بدیع الزمان نے اُس کی کمر پکڑی اور قاسم نے اُس کی کمر پکڑی اور آپس میں زور کرنے لگے۔ تب دونوں گھوڑوں کے زانو زمین پر لگے تو دونوں پیادہ ہوئے اور کشتی کھیلنے لگے۔ آخر بدیع الزمان قاسم کو زانو پر لائے اور قاسم نے بھی بہت زور کیا مگر ذرا بھی نہ ہلا سکے۔ تب بدیع الزماں نے قاسم کو چھوڑ دیا اور کہا کہ تو جا اور رستم پیلتن کو بھیج۔ تب قاسم واپس آیا اور رستم میدان میں گیا اور بدیع الزمان نے دوڑ کر اُس کی کمر پکڑی اور گردن میں ہاتھ ڈالا اور دونوں آپس میں زور کرنے لگے یہاں تک کہ دونوں گھوڑے دو زانو بیٹھے پھر تو دونوں پیادہ ہو کر لڑنے لگے۔ آخر بدیع الزمان غالب ہوئے اور رستم کو چھوڑ دیا اور کہا جا سعد طوقی کو روانہ کر۔ تب رستم واپس ہوئے اور سعد طوقی میدان میں آیا۔ تب بدیع الزمان اور سعد طوقی لڑنے لگے تو دونوں برابر رہے۔ پھر بدیع الزماں نے کہا کہ تو جا اور اور سعد بن عمر کو بھیج۔ جب سعد طوقی پھرا تو سعد بن عمر میدان میں آیا اور یہ دونوں زور کرنے لگے یہاں تک زور کیا کہ دونوں کے گھوڑے زمین پر گرے اور یہ دونوں پیادہ ہوئے۔ آخر بدیع الزمان نے سعد کو ایک زانو پر بٹھایا اور چاہا کہ پھینکیں مگر دل میں رحم آیا تو چھوڑ کر کہا کہ تم جاؤ اور حمزہ کو روانہ کرو۔ تب سعد بن عمر امیر کی خدمت میں آئے اور عرض کی کہ اے دادا وہ شخص آپ کو بلاتا ہے۔ تب امیر ہتیار لگا کر میدان میں آئے اور اپنے گھوڑے کو میدان میں جولان دیا۔ بدیع الزمان امیر کو دیکھ کر دوڑا اور امیر کی کمر پکڑی اور امیر نے اُس کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور باپ بیٹا آپس میں زور کرنے لگے یہاں تک کہ دونوں کے گھوڑے زمین پر گر گئے اور دونوں پیادہ ہوئے۔ تب امیر نے عمر سے کہا کہ میں نعرہ مارتا ہوں یہ سن کر عمر نے اپنی ٹوپی اُچھالی تو امیر کے لشکر نے معلوم کیا کہ امیر نعرہ مارتے ہیں تب سب نے موزوں سے روئی نکال کر اپنے اور گھوڑوں کے کانوں میں رکھی اور امیر نے نعرہ مارا اور چاہا کہ بدیع الزماں کو الگ اُٹھاویں لیکن بدیع الزماں مطلق نہ ہلا۔ یہ حال دیکھ کر امیر کے لشکر نے غل مچایا اور نہایت تعجب کیا کہ امیر نے نعرہ مار کر اُسے اُٹھانا چاہا مگر وہ تل کے برابر نہ ہلا۔ اس وقت امیر اپنے دل میں کھسیانے۔ اور غصہ سے صمصام ہاتھ میں لی اور چاہتے تھے کہ اُس کے سر پہ ماریں کہ اتنے میں قریشہ سلطان نے اپنے آپ کو ظاہر کیا اور جا کر امیر کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ یہ فرزند تمہارا ہی ہے۔ امیر نے فرزند کا نام سُنتے ہی ہاتھ کھینچ لیا اور کھڑے رہے اور تلوار ہاتھ سے رکھی اور فکر میں گئے۔ تب قریشہ نے

بدیع الزمان کا ہاتھ پکڑ کر امیر کے قدم پر جھکایا۔ تب امیر نے اُس کا سر اُٹھا کر گلے سے لگایا اور خدائے تعالیٰ کا شکر بجا لائے اور عمر کو کہا کہ اے برادر یہ فرزند میرا ہے خدائے تعالیٰ نے یہ بیٹا مجھے اس لئے دیا ہے کہ بڑے بڑے کاموں میں میری مدد کرے۔ اس کے بعد بازگشت کا طبل بجایا اور دونوں فوجیں اپنے اپنے مقاموں پر اُتریں۔ تب امیر مع پہلوانان عیش کرنے لگے اور بدیع الزمان کے آنے کا جشن کیا اور چالیس روز تک اسی شغل میں رہے (باقی داستان شب فردا) ✤

پینسٹھویں داستان

روایت کرنے والے یوں روایت کرتے ہیں کہ امیر کے ڈر سے سمند نام دیو ہزار ہاتھ لمبے قد کا دیوستان سے بھاگ کر البرز پہاڑ کے دریائے جوشنی کے قلعہ میں آ رہا تھا۔ جب اُس کو یہ خبر ہوئی کہ امیر اور نوشیرواں کے لشکر البرز پہاڑ کے دامن میں آ رہے ہیں تو اُس کے سینہ میں کینہ پیدا ہوا تب اپنے مقام سے باہر آ کر عرب کے لشکر میں آیا اور ہر جگہ ٹہلتا رہا۔ اور ایک بڑا خیمہ دیکھ کر اندر چلا گیا اور سعد بن عمر کو سوتے پایا۔ پس دم مار کر سعد کو بے ہوش کیا اور تخت پر سے اُٹھایا اور اپنی جگہ پر لایا اور ہاتھ پاؤں محکم باندھے۔ جب فجر ہوئی اور لوگ سعد بن عمر کے خیمہ میں آئے تو سعد بن عمر کو نہ پایا۔ تب شور و غل مچا کہ بادشاہ اسلام کہیں غایب ہوا۔ تمام فوجی حیران ہوئے۔ پس عمر بن عمیہ اور دوسرے پہلوان سعد کی تلاش کے لئے ہر طرف پھرنے لگے لیکن کہیں پتہ نہ لگا۔ تب امیر غم سے حیران و پریشان ہوئے اور عمر بن عمیہ سے فرمایا کہ تم بزرجمہر کے پاس جاؤ اور سعد کے غایب ہونے کا حال ظاہر کرو۔ تب عمر بن عمیہ بزرجمہر کے پاس گیا اور سب حال ظاہر کیا۔ تب بزرجمہر نے کہا کہ سعد بن عمر کو سمند دیو البرز پہاڑ کے دریائے جوشنی میں لے گیا ہے اگر امیر وہاں اکیلے جائینگے تو سعد کو لے آئینگے اور اگر نہ جائینگے تو چند روز میں وہ دیو سعد کو ہلاک کر دیگا۔ پس عمر نے یہ سب حال سُن کر امیر کی خدمت میں آ کر ظاہر کیا۔ تب امیر اُسی دن یاروں سے رخصت ہو کر البرز کی طرف روانہ ہوئے۔ جب دریا کے کنارے آئے تو اُسی حالت سواری میں اشقر کو دریا میں ڈالا۔ تب نوشیرواں مع لشکر دیکھ رہا تھا اور امیر اشقر کو دریا میں تیراتے ہوئے جا رہے تھے۔ اتنے میں دیکھنے والوں کی نظر سے غایب ہوئے۔ اور شام کے وقت دریا سے پار ہوئے۔ اور اپنے گھوڑے کو چرنے کے لئے چھوڑا اور آپ وہاں سے آگے کو راہی ہوئے۔ اور بزرجمہر نے جو کچھ بتایا تھا اُسی پتہ پر چلے اور چلتے چلتے ساری رات گذر گئی جب فجر ہوئی تو قلعہ نظر آیا۔ امیر نے سمجھ لیا کہ اُس دیو کا مقام یہی ہے۔ پھر امیر نے جنگل سے

تنکار کیا اور چقماق سے آگ جھاڑ کر سُلگائی اور کباب بنا کر کھائے اور دو گھڑی کے بعد وہ روانہ ہوکر قلعہ کی طرف گئے۔ دیووں نے جا کر سمند کو خبر دی کہ حمزہ آیا ہے۔ ایک ہزار دیو کو سمند ساتھ لے کر قلعہ سے باہر آیا اور میدان میں کھڑا رہا۔ اسوقت امیر پیادہ تھے۔ امیر نے دیووں کی فوج کو دیکھا تو نعرہ مار کر تن تنہا میدان میں کھڑے رہے اور پکارے کہ اے ملعون یہ کیا حرکت ہے جو تو نے کی ہے۔ اب تو اگر ہزار جان رکھتا ہوگا تو ایک بھی سلامت نہ لے جائیگا۔ تب سمندوں نے ایک دیو کو کہا کہ میدان میں جا۔ تب ایک دیو نے ایک بڑا پتھر اُٹھایا اور امیر کے مقابل آیا اور بولا کہ اے عرب ہوشیار ہو۔ تب امیر نے کہا کہ میدان میں آ۔ اُس دیو نے پتھر پھینکا اور امیر نے گھوڑے کو پیچھے کیا اور پتھر ٹال دیا اور تلوار کھینچ کر اُسے مارا اور وہ زمین پر گر کر تلملانے لگا اور بولا کہ یا امیر دوسرا وار بھی کر تاکہ مر کر اس عذاب سے چھوٹوں۔ فرمایا کہ اے ملعون میں نے اٹھارہ برس کوہ قاف میں دیووں کو مارا ہے اور تو مجھے بازی دیتا ہے سو میں ہرگز تجھے دوسرا زخم نہ مارونگا

کوہ البرز کے دامن میں امیر اور نوشیرواں کے لشکر نے اُترنا اور امیر کے پوتے سعد کو خواب گاہ سے سمندون دیو ہزار ہاتھ نے اُڑا کر لے جانا اور تن تنہا امیر نے قلعہ مسکن دیووں میں جانا اور دیووں کو مار کر اپنے پوتے سعد بن عمر کو چھوڑا کر لے آنا۔



پس دیو نے اپنا سر پتھر پر مار کر جان دی۔ پھر دوسرا دیو آیا تو اُسے بھی اُسی طرح سے مارا۔ غرض کہ اسی طرح اس دن سات دیو مارے اور مارے ڈر کے باقی دیو میدان میں نہ آئے۔ اور اپنی جگہ سے نہ ہلے اور سمندون نے بہتوں کو کہا لیکن کسی کو میدان میں جانے کا حوصلہ نہ ہوا۔ آخر لاچار ہو کر سمندون آپ ہی میدان میں آیا اور سو من کا پتھر اُٹھا کر امیر پر پھینکا امیر نے اُس کو رد کیا اور اُس پر شمشیر ماری جس سے دیو کے سات ہاتھ کٹ کر گرے اور سمندون زخم کھا کر بھاگ گیا اور تندرست ہو کر پھر آیا اتنے میں رات ہوئی تو سب کے سب دیو غائب ہوئے اور قلعہ میں جا اُترے۔ تب امیر بھی ایک جھاڑ کے سایہ کے نیچے ہو رہے۔ خواب میں امیر کو جناب حضرت ابراہیم علیہ السلام نظر آئے۔ اُنہوں نے امیر کو کہا کہ اے فرزند کہ اس دیو کا آب حیات البرز پہاڑ کے قلعہ کے اندر ہے سو تم اُٹھو اور وہاں جاؤ اور اُسے خراب کر ڈالو تو وہ دیو مر جائیگا۔ پس اُسی وقت امیر کی آنکھ کھلی اور اُٹھ کر کوہ البرز کے قلعہ میں گئے اور جا کر وہاں دیکھا تو ایک حوض پانی سے بھرا ہوا نظر آیا تو اپنے دل میں یقین کیا کہ اُس دیو کا آب حیات یہی ہے۔ تب اس حوض کو کاٹ کر پانی بہا دیا اور حوض میں سوکھی مٹی بھر دی اور سب پانی خشک کر کے وہاں سے اپنی جگہ پر واپس آئے۔ جب فجر ہوئی تو سمندون اپنے سب دیووں کو لے کر قلعہ سے باہر آیا اور صف باندھ کر کھڑا رہا۔ تب امیر میدان میں آئے اور کھڑے رہے۔ امیر دیووں کو دیکھتے ہی پکارے کہ اے امیر ابھی تو نہیں بھاگا۔ امیر نے کہا کہ جب تک تم کو دوزخ میں نہ بھیجونگا تب تک میں یہاں سے نہ جاؤنگا۔ تب سمندون دیو نے یہ سُن کر ایک بڑا بھاری پتھر امیر پر چلایا۔ امیر نے اپنے ہنر سے اُسے رد کیا اور تلوار کا ایک وار اُس پر ایسا مارا کہ اُس کی آدھی گردن کٹی تب وہ دیو نعرہ مار کر گم ہوا۔ امیر بھی اُس کے پیچھے چلے اور کیا دیکھتے ہیں کہ سمندون اُس حوض کے پاس گیا اور پانی نہ دیکھا اور ایک گھڑی تک تلملایا اور بڑی حسرت سے جان دی۔ تب امیر نے اُس کا سر کاٹ کر اپنے شکار بند کے ساتھ باندھا اور قلعہ کے پاس آئے اور سعد بن عمر کو تلاش کرنے لگے اور کتنی دیر کے بعد جب ایک کوٹھڑی میں پہنچے تو سعد بن عمر کو بے ہوش پڑا ہوا پایا۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا صحیفہ پڑھ کر اُس کے منہ پر دم کیا اور سعد بن عمر ہوش میں آئے اور آنکھیں کھول کر دیکھا تو دادا ہیں تب خدا کا شکر بجا لایا۔ امیر نے سعد کو بند سے خلاص کیا اور قلعہ سے باہر لائے اور ایک شکار کر کے کباب بنائے اور دادا پوتا نے کھائے۔ پھر سعد کو اشقر پر سوار کیا اور آپ پیادہ چلے اور اپنے لشکر کی راہ لی۔ دوسرے روز دریا کے کنارے پر پہنچے تو سعد بن عمر کو کہا کہ اے فرزند تم تیرنا نہیں جانتے اس لئے تم اشقر پر سوار ہو کر دریا میں چلو اور میں اشقر کی دُم پکڑ کر تیرتا ہوں۔ تب

امیر نے اپنے گھوڑے کی دُم پکڑ لی اور تیرنے لگے۔ تب امیر و سعد و اشقر تینوں دریا سے سلامت باہر آئے اور اپنے لشکر کی طرف راہی ہوئے لیکن دریا کے کھارے پانی سے امیر کے تمام بدن کی کھال اُتر گئی تھی۔ آخر امیر اپنے لشکر میں پہنچے تو سب فوج آئی اور خدا کا شکر بجا لائی۔ تب امیر نے اپنے بدن پر دوا لگائی سو چند روز کے عرصہ میں اچھے ہوئے اور سعد بن عمر کے آنے کی خوشی کرنے لگے اور عیش و عشرت شروع کیا۔ کافر یہ خبر سُن کر تعجب میں رہے کہ امیر حمزہ وہاں سے بھی سلامت آ گیا ہے (باقی داستان شب فردا) ✦

چھیاسٹھویں داستان

جب چند روز گذرے تو امیر جشن سے فارغ ہوئے تو کافروں کے لشکر سے لڑائی کا نقارہ بجنا شروع ہوا۔ تب امیر نے بھی حکم دیا کہ ہمارے لشکر میں بھی جنگی طبل بجائیں۔ تب تو دونوں فوجوں میں لڑائی کے طبل بجنے لگے اور میدان صاف کر کے صفیں آراستہ کیں۔ اور دونوں طرف کے بادشاہ اور سردار آ کر کھڑے ہوئے اور امیر بھی سوار ہو کر میدان میں آئے اور سرداری کے چالیس قدم آگے بڑھ کر کھڑے رہے اور سمندون دیو کا سر میدان میں پھینکا اور نوشیرواں کے لشکر کو بتلا کر کہا کہ اے کافرو یہی دیو سعد کو لے گیا تھا سو خدا کے حکم سے میں اُسے چھوڑا لایا ہوں۔ یہ انہیں باتوں میں تھے کہ جنگل کی طرف سے ایک گرد پیدا ہوئی۔ جب گرد اور باد میں جنگ شروع ہوئی تو باد نے گرد کو مار کر منتشر کر دیا اور اُس میں سے ایک لشکر ظاہر ہوا۔ تب دونوں طرف کے جاسوسوں نے دوڑ کر پوچھا کہ یہ لشکر کس کا ہے۔ اس لشکر میں سے ایک نے جواب دیا کہ یہ لشکر مالک اور نجعہ اشتربان کا ہے اور یہ دونوں نوشیرواں کی مدد کو آئے ہیں۔ نوشیرواں یہ خبر سُن کر نہایت خوش ہوا اور اپنے بیٹے ہرمز کو استقبال کے لئے بھیجا اور وہ جا کر اُسے بڑی تعظیم و تکریم سے لایا۔ جب وہ خیمہ میں داخل ہوئے تو نوشیرواں نے خلعت دیا اور سونے کی کرسیوں پر بیٹھنے کو فرمایا اور مالک اشتر کو پہلوانی کی کرسی دی۔ اور دونوں لشکر اپنے مقاموں پر اُترے۔ اب یہ داستان تو یہاں کی یہیں ہی چھوڑ کر دو کلمہ داستان معجز بیان عم رسولِ آخر الزمان کے سُنو۔ یعنے امیر کشور گیر جب اپنے ماں باپ سے رخصت ہو کر مکہ معظمہ سے باہر نکلے تو چند روز کے بعد خواجہ عبد المطلب کے گھر ایک بھائی پیدا ہوا اور خواجہ عبد المطلب نے اس کا نام اعجل رکھا اور اُس کی پرورش میں اتنی کوشش کی کہ اعجل بارہ برس کا ہوا تو عبد المطلب کے یاد ہوا دار ایک دن بیٹھے تھے کہ یکایک ترکستان سے ایک لشکر آیا اس لشکر کا سردار قلمان غور تھا۔ قلمان غور مکہ معظمہ کی تباہی کا ارادہ کر کے قلعہ کے پاس آیا تو مکہ کی خلقت قلعہ بند کر کے لڑنے لگی

غرض لڑتے لڑتے وہ لشکر غالب آیا اور اُس کو یہاں تک زور ہوا کہ حصار مکہ چھین لے۔ اتنے میں یہ خبر اعجل کو پہنچی اُس وقت اعجل یاروں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ یاروں نے کہا کہ اے بے خبر تو ابھی ہوشیار نہیں ہوتا کہ تھوڑی دیر میں مکہ کا قلعہ ہاتھ سے جاتا ہے۔ اعجل سب دوستوں کو ساتھ لے کر اُٹھے اور باپ کے پاس آئے اور کہا کہ اے باوا جان کہ اگر گھوڑا اور ہتھیار ملیں تو میں باہر جاؤں اور ان کافروں کو ماروں۔ تب باپ نے کہا کہ یہ بات خلاف ہے جو تو بولتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حمزہ کو ہی زور آور کیا ہے اور جیسا وہ لڑنا جانتا ہے تو کیا جانے۔ اور اگر تو لڑنا جانتا بھی ہے تو اکیلا کیا کریگا تو جا اور اپنے کام میں مشغول رہ ہمارا مددگار خدائے تعالیٰ ہے۔ اعجل نے یہ سُنکر کہا کہ بس اگر مرد ہے تو امیر حمزہ ہی ہے اور تمھارا جینا اُسی سے ہے اور مجھ سے نہیں۔ تب خواجہ عبد المطلب نے کہا کہ تیرے جیسے بہت بیٹے ہیں لیکن حق سبحانہ تعالیٰ نے جو زور کہ حمزہ کو بخشا ہے سو دوسرے کو نہیں بخشا ہے۔ یہ کہہ کر بیٹے کو ہر چند منع کیا۔ لیکن اعجل نے ہرگز نہ مانا۔ تب لوگوں نے خواجہ عبد المطلب سے کہا کہ اس کو جانے دو اور ہتھیار بھی دلا دو بھلا دیکھیں تو یہ کیا کرتا ہے۔ تب خواجہ عبد المطلب نے اعجل کی کمر سے ہتھیار باندھے اور گھوڑے پر سوار کیا۔ اور سب دوستوں نے اعجل سے کہا کہ ہم بھی ساتھ چلتے ہیں ایسا کہہ کر وہ بھی اُس کے ساتھ راہی ہوئے اور قلعہ کے پاس آ کر دروازہ کھولا اور یاروں سمیت باہر نکلے اور میدان میں آ کر کھڑے رہے۔ اُس وقت کافروں نے دیکھا کہ ایک سوار اور کئی پیادے قلعہ سے باہر آ کر میدان میں صف باندھ کر کھڑے ہیں۔ تب کافروں نے قلمان کو خبر کی قلمان نے کہا کہ صلح کے واسطے آئے ہونگے کوئی جائے اور ان کے آنے کا سبب تحقیق کرے۔ تب ایک سوار گھوڑا دوڑا کر اُن کے پاس آیا اور پکارا کہ تم کیا کہتے ہو اگر صلح کے واسطے آئے ہو تو بادشاہ کے پاس لے چلتا ہوں۔ تب اعجل نے کہا کہ اے کافرو صلح کیا چیز ہے میں اعجل عبد المطلب کا فرزند اور امیر حمزہ کا بھائی ہوں اور میں تم کو مارنے آیا ہوں اگر تم مرد ہو تو آگے آؤ۔ یہ سُنتے ہی ترک سوار دوڑا اور تلوار کھینچ کر اعجل پر ماری اور اعجل نے اُس کا وار ڈھال پر لیا اور فرصت پا کر اپنا ہاتھ اُس کی کمر میں ڈالا اور پکڑ کر گھوڑے پر کھینچا اور اٹھایا اور سر پر لے جا کر پھرایا اور زمین پر پٹکا۔ تب سوار اوندھے مُنہ زمین پر گرا۔ اعجل کے یاروں نے اُس سوار کو باندھا اُس وقت قلمان پکارا کہ اے سپاہیان غوری یہ عرب میرے سپاہیوں کو جواں مردی سے لئے جاتے ہیں۔ تم میں سے کوئی ایسا ہے جو جا کر اُسے میرے پاس پکڑ کر لے آئے۔ پس دوسرا سوار آیا اور اعجل پر تلوار کا وار کیا۔ تب اعجل نے ہاتھ بڑھا کر اُس کی تلوار کا قبضہ پکڑ لیا اور اُس کی گردن پر ایسی مکی ماری کہ وہ گھوڑے پر سے زمین پر گرا اور اعجل کے یاروں نے اُسے بھی

باندھا۔ اس کے بعد امیر جیسے سب فن و ہنر اعجل استعمال کرتے رہے اور اسی عمل سے کافروں کو جیتا پکڑنے لگے یہاں تک چالیس کافروں کو جیتا پکڑ کے باندھا۔ تب سب کافروں نے حوصلہ چھوڑا اور میدان میں کوئی نہ آسکا۔ آخر قلمان غوری ناچار ہوکر گھوڑا منگا کر سوار ہوا اور آپ میدان میں آیا اور پکارا کہ او عرب اگر ہزار جان رکھتا ہوگا تو ایک بھی سلامت نہ لے جائیگا۔ یہ کہ کر اپنا گرز گراں اعجل پر اس زور سے مارا کہ اُس کی گونج کی آواز تمام جنگل اور پہاڑوں میں گئی۔ اس بات پر بزرگ کہتے ہیں کہ اگر کوئی بہادر سد سکندری جیسا بھی اُس گرز کے سامنے ہوتا تو بھی اُس کی آواز سے پر خطر ہوتا مگر پیغمبر کے بازو کا ہاتھ بھی نہ ہلا اور اعجل کو ذرا بھی جنبش نہ ہوئی۔ اس بات سے سب نے تعجب کیا۔ غرض جب اعجل کی نوبت آئی تو اعجل نے گرز ہاتھ میں لے کر قلمان کے سر پر ایسا مارا کہ قلمان نے جو ڈھال سامنے کی تھی وہ ٹوٹ گئی اور گرز گھوڑے کی پیٹھ پر اُترا اور قلمان گر کر پیادہ ہوا اور چاہتا تھا کہ تلوار کھینچ کر اعجل کو گھوڑے کی پیٹھ سے اُتارے۔ اعجل یہ ارادہ سمجھتے ہی گھوڑے سے اُترا۔ اور مقابل جاکے اُس کے بازو پکڑ کر اُس کو اُٹھایا اور سر پر سے چکر دے کر زمین پر دے مارا۔ لیکن وہ زندہ رہا۔ تب اعجل اُس کی چھاتی پر سوار ہوئے اور اُس کے لشکر نے ایک دم حملہ کرنے کا ارادہ کیا مگر قلمان نے اشارہ سے منع کیا۔ پھر اعجل نے فرمایا کہ اے ترک بول خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا برحق ہے تو اگر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگا تو تجھے امیر کے پاس لے جاکر بادشاہی کی کوئی جگہ دلوا دونگا۔ تب قلمان نے کلمہ پڑھا اور اقرار کیا اور صدق دل سے مسلمان ہوا۔ تب اعجل اُسکی چھاتی پر سے اُترا اور چھاتی سے لگایا۔ جب خواجہ عبد المطلب نے یہ حالت دیکھی کہ میرے فرزند اعجل نے فتح حاصل کی ہے تو سجدہ شکر خداتعالیٰ کا ادا کیا اور دل جمعی کے ساتھ قلعہ سے باہر آئے اور اعجل پر بہت نوازش کی اور خلعت منگا کر اعجل اور قلمان کو پہنایا اور اپنے دربار میں لے گئے اور کھانا منگا کر کھلایا۔ بعد تناول کے ساقیان سیمیں ساق پیالہ ہائے مرصع کار گردش میں لائے اور مطربان خوش آواز چنگ دف اور نے و بربط درست کرکے گانے لگے جب سب نے دو دو چار چار پیالے مے کے پیئے تب ہر ایک آدمی کچھ کچھ باتیں کرنے لگا۔ اُس وقت اعجل نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ میں امیر کی خدمت میں جاؤں۔ تب قلمان بولا کہ میری بھی آرزو امیر کی قدم بوسی کی ہے۔ اگر چلنے کا اتفاق ہو تو اس سے اور کیا ہے۔ غرض کہ نیک ساعت دیکھ کر اعجل اور قلمان غور کوہِ البرز کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ایک یا دو منزل آئے تھے تو خدا کی قدرت سے معدی کرب کا فرزند جو گستہم کی بیٹی سے پیدا ہوکر جوان ہوا تھا اور ماں نے اُس کا نام کرب معدی رکھا تھا اس وقت

سخت پہلوان ہوا تھا اور اُس کی قوت کی برابری کوئی بھی نہ کر سکتا تھا وہ باپ سے ملنے کا مشتاق ہو کر ماں کی خدمت میں گیا اور کہا کہ اے اماں جان میں چاہتا ہوں کہ حمزہ کے لشکر میں جاؤں اور حمزہ کو دیکھوں۔ تب ماں نے کہا کہ اول تو مکہ کو جا اور کعبہ کی زیارت سے فارغ ہوا اور خواجہ عبد المطلب سے اجازت طلب کر کے پھر باپ کے دیکھنے کو جا۔ تب کرب معدی اپنے لشکر کو لے کر کعبہ کی طرف روانہ ہوا اور رستہ میں اعجل سے ملاقات ہوئی اور اعجل کے لشکر کے لوگوں نے کرب معدی کے سپاہیوں سے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو اور کہاں جاتے ہو۔ تب اُنہوں نے کہا کہ ہم کرب معدی کے لشکر کے سپاہی ہیں اور کعبۃ اللہ کی زیارت کو جاتے ہیں۔ جب یہ خبر اعجل کو پہنچی تو استقبال کر کے کرب معدی سے ملا اور گلے لگایا اور حقیقت بیان کی اور حال پوچھا۔ تو اُس نے کَمَا حَقّہٗ حال اپنا ظاہر کیا اور کہا کہ تم دو ایک روز اسی جگہ پر قیام کرو تو میں کعبۃ اللہ کی زیارت کر کے اور حضرت عبد المطلب سے مل کر جلد آتا ہوں۔ پھر تم اور ہم مل کر چلینگے۔ تب اعجل نے وہاں قیام کیا اور کرب معدی مکہ میں گیا اور کعبۃ اللہ کی زیارت سے مشرف ہو کر اور عبد المطلب سے ملاقات حاصل کر کے واپس آیا اور پھر دونوں لشکر باہم مل کر روانہ ہوئے اور منزل بہ منزل طے کر کے کوہ البرز کے پاس پہنچے تو آپسمیں صلاح کی کہ امیر حمزہ اور اُن کے سب فرزندوں اور یاروں سے زور آزمائی کرنی چاہئے اس کے بعد انھوں نے یہاں کوچ کر کے امیر کے لشکر سے چار کوس کے فاصلہ پر جا اُترے۔ اور اپنے لشکر کو یہاں چھوڑ کر آپ دونوں سوار ہو کر امیر کے لشکر کی طرف چلے۔ جب نزدیک آئے تو اعجل نے کرب معدی سے کہا کہ تم یہیں رہو اور میں تن تنہا اول میدان میں جاتا ہوں جب میں امیر کے ساتھ زور آزمائی کر لونگا تو تم نے تب اپنے آپ کو ظاہر کرنا۔ کرب معدی نے کہا کہ تم جب تک تم امیر سے زور آزمائی نہ کر لوگے تب تک میں میدان میں نہ آؤنگا اور تب تک تم میرا نام کسی سے ظاہر نہ کرنا۔ اعجل نے قبول کیا۔ اور نوشیروان کے لشکر میں گیا اور وہاں سے نکل کر میدان میں آیا اور کھڑا رہا اور پکارا کہ اے حمزہ اپنے فرزندوں میں سے کسی کو لڑنے کے لئے بھیج۔ اُس وقت امیر نے اس کو دیکھ کر کہا کہ یہ بلائے ناگہانی کہاں سے آئی اور کدھر سے پیدا ہوئی ہے۔ تب عمر معدی نے کہا کہ یا امیر یہ کوتاہ قد تمہارا ہم جنس ہی معلوم ہوتا ہے۔ پس رستم پیل تن امیر کی خدمت میں آئے اور قدم بوس ہو کر رضا مانگی اور امیر کی اجازت سے میدان میں آیا۔ تب اعجل نے دوڑ کر رستم کی کمر پکڑی اور رستم نے اُس کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور دونوں آپسمیں زور کرنے لگے یہاں تک کہ دونوں کے گھوڑے زمین پر بیٹھ گئے اور وہ دونوں پیادہ ہو کر زور کرنے کرتے تھکے تو اعجل نے رستم کی کمر سے ہاتھ نکالا اور کہا تم

جاؤ اور بدیع الزمان کو روانہ کرو۔ تب رستم پھرے اور بدیع الزمان میدان میں آئے اور کھڑے ہوئے۔ تب دونوں زور کرنے لگے مگر بدیع الزمان زور میں بڑھ گئے۔ پس اعجل نے کہا کہ اے پسر حمزہ اب تو جا اور قاسم کو بھیج دے۔ پھر بدیع الزمان واپس آئے اور قاسم خاوری کو روانہ کیا۔ اُس نے بھی اعجل سے زور کیا یہاں تک کہ دونوں کے گھوڑے زمین پر گرے اور دونوں پیادہ ہوئے۔ اعجل نے کہا کہ اے قاسم تو جا اور سعد بن عمر کو بھیج۔ جب سعد بن عمر نے قاسم سے سُنا تو میدان میں آیا اور اعجل سے زور کیا تو دونوں برابر رہے نہ اسے فتح اور نہ اُسے ظفر۔ تب اعجل نے کہا کہ اب تو جا اور حمزہ کو روانہ کر۔ تب سعد واپس آیا اور حمزہ سے کہا کہ وہ سوار آپ کو بلاتا ہے۔ تب امیر نے میدان میں آکر گھوڑا دوڑایا اور اعجل سے مقابل ہو کر کھڑے رہے۔ اُس وقت امیر نے اعجل کی کمر میں ہاتھ ڈال کر زین پر سے معلق اُٹھایا اور سر پر پھرا کر زمین پر پچھاڑا اور کہا سچ بول کہ تو کون ہے۔ اعجل نے کہا کہ میں تمہارا بھائی ہوں اور میرا نام اعجل ہے۔ جوں ہی امیر نے سنا تو اُس کی چھاتی سے اُتر پڑے اور گلے لگایا اور کہا کہ اے برادر یہ کیا نادانی ہے تجھے یہ لازم تھا کہ آگے سے کہلا بھیجا ہوتا اور مجھے تیرے آنے کی خبر ہوتی تو سارا لشکر اور پہلوان لے کر تیرے استقبال کو بہ سر و چشم آتا تو اس حال میں کس واسطے آیا اور مجھ کو آگاہ نہ کیا تب اعجل نے کہا کہ اے برادر میں نے سُنا تھا کہ تمہارے سب فرزند اسی طرح سے تم سے زور آزمائی کر کے ملے ہیں سو میں نے بھی اُسی طرح کیا۔ اب یہ تقصیر معاف کرو۔ غرض امیر اور اعجل انہیں باتوں میں تھے کہ ایک سوار شیر غران کی طرح میدان میں آیا اور امیر کو پُکارا۔ امیر یہ سُنتے ہی سامنے ہوئے۔ تو اُس سوار نے گرز ہاتھ میں پکڑا اور امیر کے پاس آیا۔ امیر نے اعجل سے پوچھا کہ تمہیں کچھ معلوم ہے کہ یہ کون ہے۔ اعجل نے کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں۔ کرب معدی نے امیر پر گرز مارا اور امیر نے اُس کا وار سر پر لیا۔ اس وار کی ضرب سے تمام مردان عالم حیران ہوئے۔ اور امیر کی ہر بن مو سے پسینہ جاری ہوا۔ سوار کے پھرتے وقت امیر نے اُس کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور رکاب سے پاؤں نکال کر کرب معدی کے گھوڑے کو ایسی لات ماری کہ وہ سو قدم دور جا گرا۔ تب امیر نے کرب معدی کو معلق اُٹھایا اور زمین پر پٹکا اور چھاتی پر چڑھ بیٹھے اور کہا کہ سچ بول تو کون ہے۔ تب کرب معدی نے کہا کہ میں عمر معدی کرب کا فرزند ہوں۔ تب امیر ہنسے اور عمر معدی کو پکار کر کہا کہ اے عمر معدی یہ تیرا فرزند آیا ہے۔ عمر معدی ایسا خوش ہوا کہ جامہ میں پھولا نہ سمایا اور دوڑ کر آیا اور اپنے فرزند کو گلے لگایا۔ اور امیر کے قدموں پر لا کر گرایا اور کہا کہ اے بے ادب تو نے امیر پر گرز چلایا۔ تب امیر نے فرمایا

میں نے اُسے بخشا کیونکہ ہر پہلوان کا فرزند اپنی پہلوانی جتاتا ہے اس کو کچھ نہ کہا۔ تب امیر نے اُسے اپنی نظر پناہ میں رکھا۔ اس کے بعد امیر نے اپنے بھائی کے آنے کی خوشی میں شادیانے بجوائے اور بڑے تجمل سے اپنے بھائی کو اپنے لشکر میں لے گئے اور جشن کی مجلس تیار کرنے کو فرمایا۔ اتنے میں قلمان امیر سے آکر ملا۔ امیر نے تینوں کو خلعت و انعام دیئے اور سونے کی کرسیوں پر بیٹھنے کو فرمایا۔ اور کئی دن عیش و عشرت میں رہے (باقی داستان شب فردا)

سرسٹھویں داستان

کئی روز کے بعد دونوں فوجیں میدان میں کھڑی رہیں اور نقیب پکارے کہ کون مرد ہے جو اپنا نام ظاہر کریگا۔ اتنے میں نجعہ اشتربان میدان میں آیا اور پکارا کہ اے خدا پرستان و زیر دستان ہر کسے کہ از شما آرزوے مرگ داشتہ باشد بہ میدان مردان باید کہ ارادہ دست وپا آوری دارم۔ اتنے میں شبان طایفی پسر فندز سرشبان امیر کی خدمت میں آیا اور رضا طلب کی کہ اگر حکم ہو تو میں میدان میں جاؤں۔ امیر نے فرمایا کہ جا تجھے سونپا۔ تب شبان طایفی میدان میں آیا اور نجعہ اشتربان نے طایفی پر گرز سے حملہ کیا۔ طایفی نے اُس کا حملہ رد کیا اور اُس گرز کی آواز سے سارا لشکر کانپا مگر سرشبان اپنی جگہ سے نہ ہلا اور ایک رونگٹے نے بھی جنبش نہ کی۔ جب طایفی کی باری آئی تو نجعہ کے سر پر گرز ایسا مارا کہ نجعہ جنبش کھا کر رونے لگا۔ پھر دونوں گرز در گرز لڑنے لگے اور لڑتے لڑتے رات ہوئی۔ تب دونوں لشکر پھرے اور اپنے اپنے مقام پر اُترے۔ جب رات بسر ہوئی اور دن نمودار ہوا تو دونوں طرف سے نقارے بجے اور دونوں فوجیں میدان میں آکر کھڑی رہیں۔ نجعہ اشتربان فوج میں سے باہر آیا اور امیر کی طرف سے قیس بن قیار بھی سوار ہو کر نکلا اور دونوں میں جنگ ہونے لگی اور گرز در گرز خوب لڑے۔ پھر نجعہ نے گرز زمین پر ڈالا اور سرشبان طایفی نے اُس کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور زین پر سے اُٹھا کر زمین پر دے مارا اور چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔ تب قیس بن قیار نے نے اپنے دونوں پاؤں جھاڑے اور نجعہ کے سینہ میں لگے۔ پاؤں لگتے ہی نجعہ زمین پر چت گرا تو قیس بن قیار اُٹھتے ہی اُس کے سینہ پر چڑھ بیٹھا اور چاہتا تھا کہ باندھے کہ نجعہ نے بھی اپنی لاتیں جھٹکیں تو قیس اوندھا زمین پر گرا۔ اور گرتے ہی دونوں کھڑے ہوئے اتنے میں مغرب ہوئی اور رات ہو کر اندھیرا ہو گیا تو دونوں فوجیں اپنے اپنے مقام پر اُتریں۔ جب صبح ہوئی تو دونوں لشکروں میں نقارے لڑائی کے بجے اور فوجیں مقابل آکھڑی ہوئیں اور نجعہ نے میدان میں آکر حریف کو پکارا۔ اور بدیع الزمان میدان میں آیا اور پکارا۔ تب

نجعہ نے پوچھا کہ تو کون ہے اور تیرا کیا نام ہے اور بتا کہ حمزہ تو ہی ہے یا کوئی اور ہے بدیع الزمان نے کہا کہ میں امیر حمزہ کا بیٹا ہوں اور بدیع الزمان میرا نام ہے۔ تب نجعہ نے کہا کہ اے لڑکے میں نے سُنا ہے کہ تو بھی زور باپ کے برابر رکھتا ہے سو خبردار ہو۔ اتنا کہہ کر سات سو من کا گرز اُٹھایا اور بدیع الزمان کے سر پر مارا سو امیر زادہ نے اپنے ہنر سے اُس کا گرز روکا اور کہا اے کافر ایک وار اَور کر میں نے تجھے دو وار دے دیئے۔ تب نجعہ نے جتنی کہ خدا نے اُس کو قوت دی تھی اُتنی قوت سے گرز امیر زادہ پر مارا۔ اُس کا یہ وار بھی بدیع الزمان نے روکیا اور کچھ ضرر نہ اُٹھایا۔ جب بدیع الزمان کی باری آئی تو ہزار من کا گرز ہاتھ میں لے کر گھوڑا دوڑایا اور وہ گرز نجعہ کے سر پر مارا اور نجعہ نے یہ وار ٹال دیا مگر اُس کے گھوڑے کی کمر پر لگا اور اُس کی کمر ٹوٹی اور نجعہ زمین پر گرا۔ اور تلوار کھینچ کر چاہتا تھا کہ امیر زادہ کے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹے۔ مگر امیر زادہ جھٹ گھوڑے پر سے زمین پر اُترے اور پیادہ ہوئے اور تلوار نکال کر شیر غرّان کی مانند میدان میں جولاں ہوئے اور وہ نیزہ ہاتھ میں لے کر لڑنے لگا۔ بدیع الزمان نے اُس کا نیزہ خیار کی طرح اُڑایا۔ جب کوئی ہتیار نہ رہا تو بدیع الزمان نے کہا کہ میں نعرہ مارتا ہوں۔ نجعہ نے کہا کہ اے پسر حمزہ میں کوئی گھوڑے کا بچہ نہیں ہوں کہ تیرے نعرے سے ڈرونگا تیرا جی جتنا چاہے اتنا پکار۔ تب بدیع الزمان نے اُس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اللہ اکبر کا نعرہ مار کر نجعہ کو زمین سے اُٹھایا اور معلق سر پر لائے کہ تمام خلق اللہ نے آفرین کہی۔ پھر زمین پر پچھاڑا اور ہاتھ پاؤں اُس کے باندھ کر عمر بن عمیہ کے حوالے کیا۔ اُس وقت مالک اشتر نے یہ تماشا دیکھ کر کہا کہ اے بادشاہ امیر حمزہ کا بیٹا خوب زور رکھتا ہے کہ اُس نے میرے چچا کو جواں مردی سے باندھا۔ اس واسطے مجھے لازم ہے کہ میں اُس سے جنگ کرکے اُس پر فتح پاؤں۔ مگر کل لڑونگا۔ کیونکہ اگر میں آج لڑوں تو مردان عالم کہینگے کہ بدیع الزمان لڑ کر تھکا ہوا تھا اس لئے مالک اشتر نے اُس پر فتح پائی پس کل لڑنا مناسب ہے اور پھر دیکھتا کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ القصہ طبل بازگشت بجا کر اپنی اپنی جگہ پر اُترے۔ تب بدیع الزمان باپ کی خدمت میں آئے اور قدم بوس ہوئے اور حمزہ نے اپنے فرزند کو گلے سے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور دربار میں پہلوانان جہاں کی کرسی پر بٹھایا اور بولے کہ نجعہ کو لاؤ۔ تب عمر بن عمیہ نجعہ کو لے کر آئے۔ امیر نے فرمایا کہ اے نجعہ میرے فرزند نے تجھے کیونکر باندھا۔ نجعہ نے کہا کہ جیسے جواں مرد مردوں کو باندھتے ہیں۔ پھر امیر نے فرمایا کہ اے نجعہ مرد باش یا ہم پائے مردے باش اب بول کہ خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا برحق ہے۔ کہا کہ جب مالک اشتر

گرفتار ہو کر آئیگا تو جیسا وہ کہیگا ویسا میں کرونگا۔ پس امیر حمزہ نے یہ بات سُن کر بخچہ کو عمر معدی کرب کے حوالے کیا اور کہا کہ اسے بند میں رکھو اور خبرداری کرو۔ اور امیر آپ جائے عیش میں مصروف ہوئے۔ اتنے میں ایک قاصد دروازے پر آکر کھڑا ہو کر اور پکار کر فریاد کی۔ تب امیر نے فرمایا کہ اے عمر بن عمیہ جا اور قاصد کا مطلب پوچھ آکہ وہ کیا کہتا ہے۔ تب عمر قاصد کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا چاہتا ہے۔ قاصد نے کہا کہ فریاد کرتا ہوں اور انصاف چاہتا ہوں۔ عمر نے کہا کہ تو کہاں سے آیا ہے اور تجھ پر کس نے ظلم کیا ہے جو داد مانگتا ہے۔ قاصد نے کہا کہ خرسنہ سے آیا ہوں اور فتح نوش کا خط لایا ہوں۔ تب عمر وہ خط لے کر امیر کے پاس آیا اور امیر کی خدمت عالی میں پیش کیا۔ امیر نے بلند آواز سے وہ خط پڑھا۔ جس میں یوں لکھا تھا کہ میں بندۂ فتح نوش غلام خاندان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے پہلوان جہانگیر کی خدمت میں ظاہر ہو کہ مرزوق فرنگی جو فرنگستان کا بادشاہ ہے اُس نے بہت سا لشکر لے کر خرسنہ پر چڑھائی کی ہے اور میں مقابلہ کی تاب نہیں لاسکا اس واسطے سب لوگ قلعہ میں بند ہیں اور قلعہ میں دانہ اور ذخیرہ کم ہے اس سبب سے قلعہ کے لوگ بہت تنگ ہو رہے ہیں اگر تم آؤ یا رستم پیل کو جلدی سے مدد کے واسطے بھیجو تو بہتر ہے۔ کیونکہ اُس زور آور فرنگی کے ہاتھ سے یہ نہایت کمزور اور ضعیف اور مسکین لوگ رہائی پائینگے۔ اور اگر آپ اس کے واسطے کوئی بندوبست نہ کرینگے تو وہ ہم پر غالب آکر قلعہ اور ملک چھین لیگا۔ جب امیر نے یہ سارا خط پڑھ کر کل حال معلوم کیا تو رستم پیل تن کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اے فرزند تم یہاں میری جگہ پر رہو اور میں شہر خرسنہ کو جاتا ہوں اور اُس فرنگی کو سزا دیتا ہوں۔ تب رستم پیل تن اُٹھے اور ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ یہ بات نہ ہوگی کہ تم وہاں مرو اور میں یہاں رہوں۔ اگر میں آپ کا حکم حاصل کر کے جاؤں تو یہ مہم انشاء اللہ تعالیٰ نہایت موزونی سے سرانجام ہوگی۔ تب امیر نے فرمایا کہ تمھارا اکیلے وہاں جانا خوب مصلحت نہیں ہے کیونکہ فرنگی کا لشکر بہت ہے اور اگر تم نے ضرور ہی جانا ہے تو چند زبردست پہلوان اپنے ساتھ لے جاؤ۔ رستم نے کہا کہ میں ایک پہلوان بھی ساتھ لے جانا نہیں چاہتا کیونکہ فرنگی کے سارے لشکر کو میں ایک ہی کافی ہوں کیونکہ میں امیر کے اقبال سے فتح کرونگا۔ تب امیر لاچار ہو کر بولے کہ جاؤ میں نے تمھیں خدا کو سونپا۔ پس رستم پیل تن رخصت لے کر اُسی وقت سوار ہوئے اور خرسنہ کی راہ لی اور رات دن چلے اور کہیں مقام نہ کیا اور چند روز کے بعد شہر خرسنہ کے پاس جا پہنچے تو کیا دیکھا کہ فرنگی کا تمام لشکر قلعہ کے گرد پڑا ہے۔ تب رستم پیل تن نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں بازو پر رکھا اور بائیاں ہاتھ

دائیں بازو پر رکھ کر نعرہ مارا اور بعد نعرے کے پکار کر کہا کہ اے کافرو تم اب میری ضرب سے کہاں جا سکوگے۔ جب رستم کے نعرہ کی آواز فرنگستان کے بادشاہ نے سُنی تو پوچھا کہ کیا یہ حمزہ آیا ہے۔ تب وہ فرنگی خود سوار ہؤا اور میدان میں آیا اور فوج و سامان لڑائی کے واسطے تیار کیا۔ اور مرزوق شاہِ فرنگ کا قد نو گز لمبا تھا اور اُس کے بہت سے بیٹے اور پوتے چالیس چالیس اور پچاس پچاس گز لمبے تھے۔ تب مرزوق نے اپنی اولاد کو پکارا اور کہا کہ اس شخص کو پہچانو کہ یہ کون ہے آیا یہ حمزہ ہے یا پیل تن۔ تب مالیا فرنگی یعنے مرزوق کا بڑا بیٹا باپ کے سامنے آیا اور کہا کہ اگر حکم تو میں میدان میں جاؤں اور جنگ کروں۔ تب مرزوق نے اُس کو اجازت دی۔ پس مالیا اجازت لے کر میدان میں آیا اور رستم پیل تن کے مقابل آکر کھڑا رہا اور کہا کہ اپنے واسطے اپنا نام بول تا کہ بے نام نہ مارا جائے۔ تب علم شاہ رومی نے کہا کہ میں فرزند حمزہ کا ہوں اور میرا نام رستم پیل تن ہے۔ تب مالیا نے کہا کہ اے رستم واے عرب زادے تو اگر ہزار جان رکھتا ہوگا تو ایک جان بھی سلامت نہ لے جائیگا۔ یہ کہا اور علم شاہ رومی پر تلوار چلائی۔ اور علم شاہ نے اُس کا ہاتھ بڑے داؤں سے پکڑا اور مالیا نے بہت زور کیا پر کچھ فائدہ نہ ہؤا۔ اور رستم پیل تن نے اُس کی تلوار چھین لی اور گھوڑے کو چمکا کر وہی تلوار مالیا کو ماری اور مالیا نے اس وار کے سامنے ڈھال کی۔ مگر تلوار کے لگتے ہی سپر کے دو ٹکڑے ہوئے اور سپر کو کاٹ کر تلوار خود پر پہنچی اور خود کو کاٹتی ہوئی گدی پر پہنچی اور گدی سے گذر کر عرق چین کو کاٹ کر کاسہ سر پر پہنچی اور سر کو کاٹ کر صدر سینہ سے اُترتی ہوئی کمر کی ہڈی کو کاٹ کر گردگاہ سے نیچے نکل کر تاش زین کے دو ٹکڑے کر کے گھوڑے کی کمر کو کاٹ کر زمین کو بوسہ دیا۔ تب مالیا فرنگی ہمیت گھوڑے دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گرا۔ اور اس کیفیت سے اس شعر کو پوری پوری مطابقت ہے ؎

بہ ہر جا کہ شمشیر او کار کرد ☙ یکی را دو کرد و دو را چار کرد

تب رستم پیل تن ویسے ہی غلغال میں حملہ کرتے ہوئے فرنگی کے لشکر پر جا پڑے اور مارنے لگے اور تلوار جس کے سر پر ماری اُسے خیارِ تر کی مانند کاٹا اور جس کے شانے پر ماری تو اُسے ترچھا کاٹ کر تا بہ ساق پہنچائی۔ القصہ تھوڑے عرصہ میں کشتوں کے پُشتے باندھے اور لہو کے نالے بہائے۔ جب فتح نوش نے یہ حقیقت دیکھی تو اپنے لشکر سے باہر نکلا اور رستم پیل تن کے پیچھے کھڑا رہا۔ تب رستم نے پھر مارنے کا قصد کیا۔ تب فتح نوش نے کہا کہ اے رستم پیل تن اب بس کرو مگر رستم پیل تن نے ہرگز نہ مانا اور سوگند کھا کے کہا کہ جب تک فرنگیوں کو نہ ماروں گا اور بادشاہ فرنگ پر فتح نہ پاؤنگا تب تک واپس نہ پھرونگا۔ تب فتح نوش نے کہا کہ

میں بھی تجھ سے نہ پھرونگا اور لشکر ساتھ لے کے تمھارے برابر رہونگا۔ مرزوق فرنگی نے اُس کی تلوار کا کاٹ دیکھ کر سمجھا کہ حمزہ یہی ہے۔ وہ فی الحال پیٹھ دے کر بھاگا تب اُس کا لشکر بھی بھاگنے لگا اور رستم نے ان کا پیچھا کیا اور مارتے ہوئے چار کوس تک پہنچے اور فتح نوش سے کہا کہ تو جا اور شہر کو سنبھال۔ کیونکہ شہر خالی نہیں رہنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ شہر کو خالی دیکھ کر کوئی چڑھ آئے تو ملک ہاتھ سے مفت میں جاتا رہے اور نوشیرواں کا سا حال نہ ہو اس لئے تیرا جانا بہتر ہے تو جا کر شہر کی نگہبانی کر اور میں اکیلا ہی ان کے لئے بس ہوں۔ تب فتح نوش نے اُس کی نصیحت قبول کی اور ضرور جان کر خرسنہ کو لوٹ آیا اور فراغت سے بیٹھ کر ساری حقیقت امیر کو لکھی اور قاصد کے ہاتھ خط امیر کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور ادھر رستم نے رات تک اُن کافروں کا پیچھا کیا اور اتنے کافر مارے گئے کہ اُن کا حساب خدا کو معلوم ہے۔ غرض جب آسمان پر تاریکی چھائی تو رستم نے اپنے گھوڑے پر سے اُتر کر ایک حوض کے کنارے پہنچ کر اپنا سارا بدن وغیرہ اور کل ہتھیار اور گھوڑے کو دھویا اور زین اُتار کر گھوڑے کو چرنے کے لیئے چھوڑا اور آپ سو رہے۔ اور فرنگی کی فوج رستم کے ڈر سے ساری رات بھاگتی رہی۔ جب دن چڑھا تو امیر زادہ ہوشیار ہوئے۔

امیر کے حکم سے امیر حمزہ کے بیٹے رستم پیل تن نے خرسنہ کی طرف جانا اور تن تنہا جنگ کر کے فرنگیوں کو مار کر ان کا پیچھا کرنا اور مشکل میں پھنس کر آخر انہیں شکست دینا۔



اور شکار کے لئے ایک جنگل میں گئے اور شکار مار کر لائے اور چقماق سے آگ سلگائی اور کباب بنا کر کھائے اور کمر میں ہتیار باندھ کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور جو گھوڑے مرزوق کے آوارہ ملے تھے وہ سب ساتھ لے کر فرنگیوں کے لشکر کی راہ لی۔ جب کئی منزل طے کر چکے تو وہ گھوڑے چھوڑ دیئے اور اپنا گھوڑا دوڑا کر کافروں کا پیچھا کیا۔ اور فتح نوش نے جو قاصد امیر کے پاس روانہ کیا تھا تو اُس کے ہاتھ یہ لکھ بھیجا تھا کہ رستم پیل تن نے میری بات نہ سن کر کافروں کا پیچھا کیا ہے۔ (باقی داستان شنبہ فردا)

اٹھویں داستان

جب کہ امیر نے رستم پیل تن کو خرسنہ کی طرف روانہ کیا تھا تو اُسی رات کو نیک ساعت میں مبارک خوش خبر پہنچی کہ مہر افروز دختر نوشیرواں کے بطن سے امیر کے ہاں فرزند دلبند چودھویں رات کے چاند کی مانند خوب صورت پیدا ہوا ہے کہ جس کی صورت کو دیکھ کر چاند بھی غیرت لے جاتا ہے۔ امیر یہ بات سنتے ہی باغ باغ ہوئے اور جمن تن میں پھولے نہ سماتے تھے۔ اس خوش حالی میں کتنا ہی خزانہ خیرات کیا اور اُس فرزند کا نام پری شاہ رکھا اور چالیس روز تک جشن میں رہے اور عیش و عشرت سے جب فارغ ہوئے تو اُسی دن کافروں نے لڑائی کا نقارہ بجوایا اور پہلوانان کفار اپنا لشکر لے کر سوار ہوئے اور میدان میں آئے۔ اتنے میں قاصد خرسنہ سے آیا اور فتح نوش کا خط امیر کو دیا۔ اس خط کا تمام مطلب مطالعہ فرما کر امیر بہت متفکر ہوئے اور یاروں سے فرمایا کہ اے میرے بھائیو اور اے پہلوانوں رستم اگرچہ میرا بیٹا ہے مگر ابھی لڑکا ہے۔ اُس نے یہ قصد کیا ہے کہ میں تن تنہا فرنگیوں کو مارونگا اور فتح کر کے آؤنگا سو حق سبحانہ تعالیٰ اُس کو فتح نصیب کرے اور ظفر دے کیونکہ فرنگیوں کا لشکر بہت ہے پس اس واسطے اب میں خود جاتا ہوں لیکن نہیں جانتا ہوں کہ میرے جانے تک رستم کا کیا حال ہوگا۔ یہ کہہ کے امیر نے بدیع الزمان کو پہلوانی جہاں کی کرسی پر بٹھایا اور عمر بن عمیہ کے حوالے کیا اور کہا کہ اے عمر میں پانچ پہلوانوں کو ساتھ لئے جاتا ہوں اور تو نے میری جگہ پر خبرداری سے رہنا۔ پس دوسرے روز لندھور و طیابن طایفی و استفتانوش و کیب معدیکرب اور قیمار خاوری کو ساتھ لے کر خرسنہ کی طرف امیر روانہ ہوئے اور دن رات چلنے لگے بعد قطع منازل خرسنہ میں پہنچے۔ اور فتح نوش کو امیر کے آنے کی خبر ہوئی تو وہ استقبال کے واسطے آیا اور بڑی تعظیم و تکریم سے امیر کو شہر میں لے گیا اور مجلس آراستہ کی اور

بعد تناول طعام کے شراب کا دور چلنے لگا۔ تب امیر نے کہا کہ اے فتح نوش مجھے رستم پیل تن کا بڑا غم ہے اس واسطے شراب کا پینا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ تب تمام حاضرین مجلس خاموش ہو رہے۔ امیر نے رات کی رات وہاں قیام کیا اور فجر کو اُٹھ کر فرنگستان کی راہ لی۔ راوی یوں روایت کرتا ہے کہ جب رستم سے فرنگیوں کا مقابلہ تھا تو اُس وقت مرزوق فرنگی نے کہا کہ اے فرزند یہ حمزہ معلوم نہیں ہوتا شاید یہ رستم پیل تن ہے۔ یہ نسیا نامی مرزوق کا بیٹا حمزہ کو خوب پہچانتا ہے کیونکہ اُس نے حمزہ سے لڑائی کی تھی اور اُس لڑائی میں نسیا اپنا ہاتھ کھو آیا تھا۔ مرزوق نے نسیا سے کہا کہ کیا تو نے پہچانا ہے کہ یہ حمزہ ہے یا رستم پیل تن۔ اُس نے کہا کہ بلا شک یہ رستم ہے حمزہ نہیں ہے کیونکہ میں امیر کے گھوڑے کو خوب پہچانتا ہوں اور امیر کو بھی بہ خوبی جانتا ہوں۔ یہ فتح نوش کا نواسہ ہے جلدی پہنچ اور اُسے مار۔ پس مرزوق فرنگی نے میدان آراستہ کیا اور میدان میں آیا اور کہا کہ اے عرب میں خوب جانتا ہوں کہ تو حمزہ نہیں ہے پہلے تو میں نے سمجھا تھا کہ تو حمزہ ہے اس واسطے چپ ہو رہا تھا۔ اگر میں جانتا کہ تو رابعہ پلاش پوش کا فرزند ہے تو تجھے خرسنہ میں ہی سزا دیتا۔ یہ کہہ کر تلوار نکالی اور گھوڑے کو دوڑا کر امیر زادہ پر وار کیا۔ امیر زادہ نے اُس کا وار رد کر کے اُس پر اپنا وار کیا۔ غرض دونوں تلواروں سے دیر تک خوب لڑے۔ اوز رستم نے مرزوق پر ایسی تلوار ماری کہ مرزوق کے بازو پر لگی اور وہ سست ہوا اور اُسی وقت لگام پھیر کر اپنے لشکر میں گیا اور لشکریوں سے پکارا کہ مارو اس عرب کو۔ القصہ مرزوق کے علم سے فرنگی کی سپاہ علم شاہ پر حملہ آور ہوئی اور گھبرا کر کے لڑنے لگے اور علم شاہ بھی دو دستی تلواریں مارنے لگے یہاں تک کہ اُن کے مُنہ پھیر دیئے اور اُن کے سروں کے جوڑے باندھے اور رستم کے بدن پر بھی اتنے زخم لگے کہ اُن کا حساب خدا جانتے۔ راوی روایت کرتا ہے اور اُستاد کتابت حکایت کرتا ہے کہ رستم پیل تن فرنگی کے لشکر میں تین رات دن لڑے۔ چوتھے روز رستم پیل تن کا گھوڑا مرا اور رستم پیادہ ہوئے اور جنگ کرتے رہے۔ سپاہ فرنگ نے رستم کے پکڑنے کا بہت قصد کیا لیکن مارے ڈر کے کوئی نزدیک نہ آسکتا تھا بلکہ کتنے ہی ڈر سے مر گئے۔ جب رستم پیل تن تھکے تب ایک ٹھکانے آسرا پکڑا اور ترکش میں سے تیر نکال کر کافروں کو مارتے رہے اور ایک ایک تیر میں دو دو چار چار کافروں کو مارتے تھے اور مرزوق فرنگی اپنے کافروں کو پکارتا تھا کہ ہاں زور کرو اور اس عرب زادے کو مارو۔ غرض اس لشکر نے رستم کو بھی بہت تنگ کیا اور علم شاہ کے تیر بھی تمام ہونے پر آئے کہ رستم پیل تن نے خدا کو یاد کیا اور

یہ رباعی پڑھی رباعی

اے آنکہ بہ ملکِ خویش پایندہ توئی ٭ در دامنِ شب صبح نمایندہ توئی

کارِ من بے چارہ قوی بستہ شدہ ٭ بکشائے خدایا کہ کشایندہ توئی

مناجات کا یہ لفظ ہنوز منہ سے نکل کر تمام نہ ہوا تھا کہ خدائے تعالیٰ کے حکم سے امیر بھی یاروں سمیت وہاں پہنچے۔ اور سپاہ فرنگ نے جب سواروں کو آتے دیکھا تو بھاگنے لگے کہ اتنے میں امیر رستم کے پاس پہنچے اور رستم کو اس حال سے دیکھا تو اپنے پانچوں سواروں سمیت فرنگیوں کے لشکر میں پڑے اور نعرہ مارا کہ اَنَا حَمْزَۃُ ابنِ عَبدُ المُطّلِب۔ مرزوق نے جب حمزہ کا نام سنا تو یکبارگی لشکر سمیت بھاگا اور قلعہ میں گیا اور دروازے مستحکم باندھے اور خندق پر آب کی۔ تب امیر نے رستم پیل تن کو اٹھا کر گھوڑے پر بٹھایا اور زخموں میں مرہم لگا کر باندھا اور آپ پہلوانوں سمیت قلعہ کا قصد کرکے قلعہ کے دروازے پر پہنچے اور دروازہ توڑنے لگے۔ یہ حال دیکھ کر کافر نزدیک آئے اور یہ خبر مرزوق کو بھی پہنچی تو وہ مع اپنے فرزندوں اور پوتوں اور دیگر متعلقین کے دانتوں میں تلواروں کو پکڑ کر اور پگڑیاں ہر ایک کے گلے میں ڈال کر اَلاَمَان اَلاَمَان بولتا ہوا باہر آیا اور امیر کے پاؤں پر پڑا۔ امیر نے جب اُسکو اس عاجزی میں دیکھا تو غصہ اُترا اور اس کا گناہ معاف کیا اور کہا کہ امان تم کو تب دونگا کہ جب اس طرح کا اقرار استوار کرے کہ خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا برحق ہے اور سب بُت اور بُت پرست باطل ہیں۔ دوسرا میری غلامی کا حلقہ اپنے کان میں ڈالے۔ تیسرا اپنی بیٹی میرے فرزند کو دے۔ مرزوق نے یہ سب کچھ قبول کیا اور امیر کو شہر میں لے گیا اور تخت پر بٹھایا اور مجلس آراستہ کی اور مال و خراج لاکر سامنے رکھا اور اپنی بیٹی رستم پیل تن کے نکاح میں دی۔ بعد اس کے نیک ساعت مقرر کرکے امیر نے مرزوق کی بیٹی کا نکاح رستم پیل تن سے باندھا اور رستم پیل تن محل میں داخل ہوئے اور امیر یاروں سمیت مدت تک عیش و عشرت میں رہے۔ پھر امیر اور مرزوق وہاں سے روانہ ہوئے اور منزلیں طے کرتے ہوئے خرسنہ میں پہنچے اور مرزوق کو فتح نوش سے ملایا اور صلح کرائی اور پہلوانوں کو کوہِ البرز کی طرف روانہ کیا۔ اور یہاں امیر کے جانے کے بعد امیر کے یاروں سے مالک اشتر ہر روز لڑتا تھا اور کوئی اُس پر غالب نہ ہوتا تھا (باقی داستان شب فردا)٭

اُٹھتر ویں داستان

روایت میں یوں لائے ہیں کہ ایک روز عادت قدیم کے موافق دونوں سپاہ ایک دوسری

کے مقابل کھڑی رہیں اور نقیب پکارے کہ کون بہادر ہے جو میدان کا قصد کریگا اور کون مرد ہے جو اپنا نام ظاہر کریگا۔ اتنے میں بیابان کی طرف سے ناگاہ گرد پیدا ہوئی۔ جب گرد کا دامن پھٹا تو اُس میں سے امیر اور بادشاہ فرنگستان نظر آئے۔ پہلوانوں نے جب امیر کو دیکھا تو نہایت ہی خوش حال ہوئے۔ اور سب کے سب نے دوڑ کر امیر کے پاؤں پر سر رکھا۔ امیر نے اُن کے سر اُٹھائے اور گلے سے لگایا اور بہت نوازش فرمائی۔ جب امیر کے آنے کی خبر نوشیرواں کو پہنچی اور مالک اُشتر نے بھی سُنا تو اُس نے میدان میں آکر نعرہ مارا اور کہا اے حمزہ تو میرے ڈر سے اتنے دنوں تک کہاں بھاگ گیا تھا اگر مرد ہے میدان میں آ۔ امیر اشقر دیوزاد کو ڈپٹ کر میدان میں آئے اور مالک اُشتر نے گرز ہاتھ میں لیا تو امیر نے ڈھال سر پر لی۔ تب مالک اُشتر نے گرز ایسا مارا کہ اُس کی آواز دونوں لشکر کے آدمیوں نے سُنی اور ڈھال و گرز کی ٹکر سے آگ کا ایک شعلہ نکل کر آسمان کی طرف نکل گیا اور اشقر دیوزاد نے رو دیا۔ امیر نے فرمایا کہ اے مالک اُشتر میں نے دو حملے اور بھی تجھے دیئے ہیں مار۔ تب مالک اُشتر نے جتنا کہ خدا نے اُس کو زور دیا تھا سب خرچ کرکے دو گرز اور بھی مارے اور امیر نے ڈھال کے چھپٹے سے رد کئے۔ جب امیر کی باری آئی تب امیر نے اپنا گیارہ سو من کا گرز نکال کر مالک کے سر پر ایسا مارا کہ اُس گرز کے بوجھ سے مالک کے گھوڑے کی کمر ٹوٹ گئی اور مالک اشتر زمین پر گرا اور چاہا کہ امیر کے گھوڑے کو پے کرے۔ امیر نے فی الحال پیادہ ہو کر پے کرنے سے بچا لیا اور دوسرا گرز مالک اشتر کے سر پر ایسا مارا کہ مالک اُشتر گھٹنوں تک زمین گڑ گیا۔ تب مالک اشتر نے کہا کہ اے حمزہ تیرے دست و بازو پر آفرین ہے۔ پھر امیر نے تیسرا گرز بھی مارا۔ اور مالک اشتر نے اُس کو ہزار محنت و مشقت سے ٹالا۔ پھر دونوں میں دو پہر تک اسی طرح گرز در گرز لڑے۔ بعد ازاں مالک اُشتر نے گرز زمین پر ڈالا اور ہاتھ میں تلوار پکڑی اور امیر پر چلائی۔ امیر نے اس کا وار ڈھال کے چھپٹے سے رد کیا لیکن ڈھال چار اُنگل تک کٹ گئی اور ڈھال کی گردش سے تلوار ٹوٹی اور قبضہ مالک کے ہاتھ میں رہا۔ پھر مالک نے وہ قبضہ امیر پر پھینکا امیر نے چابک کے اشارہ سے رد کیا۔ اور عمر بن عمیہ ضمیری نے دوڑ کر قبضہ اُٹھا لیا اور اپنے توبرے میں ڈالا۔ مالک نے کہا کہ اے عرب تلوار کا قبضہ مجھے دے دے تو کہاں لے جاتا ہے۔ عمر نے کہا کہ مجھے یہ حکم ہے کہ جو مال میدان میں پڑا ہو وہ میرا حق ہے۔ مالک نے کہا کہ دیتا ہے یا لوں۔ عمر نے کہا کہ اگر مرد ہے تو لے۔ مالک نے کمان پر ہاتھ ڈالا۔ عمر نے بھی کلاہ تری سپر بنا لی مالک نے تیر چلایا عمر کودا اور تیر ٹال کر مالک

کی داہنی طرف آکھڑا ہوا اور ایک پتھر اُٹھا کر طڑاق سا مالک اُشتر کو مارا۔ مالک نے دوسرا تبر بھی مارا۔ عمر اُچھل کر دوسری طرف گیا مالک کا وہ تبر بھی خطا ہوا مگر عمر کا پتھر خطا نہ ہوا۔ پھر مالک نے تلوار اُٹھائی اور عمر کی ڈھال پر ماری۔ مگر عمر نے ڈھال ایسی پھرائی کہ مالک کی تلوار ٹوٹ گئی اور مالک نے اس تلوار کا قبضہ اپنے توبرے میں ڈال لیا۔ عمر پکارا کہ اے مالک یہ قبضہ بھی حق میرا ہے تو اپنے پاس کیوں رکھتا ہے۔ مالک نے کہا کہ میں نہیں دیتا ہوں۔ عمر نے ایک پتھر اُس کی اُنگلیوں پر ایسا مارا کہ مالک نے ناچار ہو کر وہ قبضہ عمر کی طرف پھینکا۔ عمر دوڑے اور قبضہ زمین پر سے اُٹھا لیا اور صاف کر کے اپنی زنبیل میں رکھا اور کہا کہ اے مالک تو نے پہلے ہی کیوں نہ دے دیا جو سزا اُٹھانے سے پہلے ہی دینا چاہیئے تھا۔ مالک نے کہا کہ اے حمزہ تو سخت بلا اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ پھر مالک نے نیزہ اُٹھا کر امیر کے سینہ پر مارا۔ امیر نے ہاتھ سے نیزہ پکڑ کر زور کیا اور چھین لیا اور اس کا بھالا نکال کر نیزہ سونٹا مالک اُشتر کی پیٹھ پر ایسا مارا کہ وہ سونٹا ٹکڑے ٹکڑے ہوا مگر مالک زین سے نہ ہلا۔ پھر کمندوں پر ہاتھ ڈالے اور ایک پر ایک نے کمندیں پھینکیں اور دونوں گھوڑوں کو طڑاق طڑاق مارتے یہاں تک کہ کمندیں بھی ٹوٹیں۔ پھر دونوں پہلوان پیادہ ہوئے اور ایک دوسرے کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور زور کرنے لگے تو مالک گھٹنے تک کھنچا اور مالک نے زور کیا تو ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہوا۔ جب رات نزدیک آئی تو امیر نے کہا کہ خبردار ہو میں نعرہ مارتا ہوں۔ تب عمر بن عمیہ نے ٹوپی ہوا پر اُڑائی اور لشکر عرب نے جانا کہ امیر نعرہ مارتے ہیں۔ تب اُنھوں نے اپنے اپنے موزوں میں ہاتھ ڈال کر روئی نکالی اور اپنے اپنے کانوں اور اپنے اپنے گھوڑوں کے کانوں میں داخل کی۔ غرض امیر نے نعرہ مار کر مالک کو اُٹھایا اور سر پر لے جا کر اتنا پھرایا کہ تمام عالم نے آفرین کہی پھر زمین پر پچھاڑا اور سینہ پر چڑھ بیٹھے اور ہاتھ پاؤں باندھے اور فرمایا کہ جو کچھ کہنا چاہتا ہے بول۔ مالک نے کہا کہ امیر کا کیا حکم ہے۔ تب امیر نے فرمایا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِبْرَاہِیْمَ خَلِیْلُ اللّٰہِ۔ مالک اشتر نے کلمہ کا اقرار کیا۔ اور امیر اس کے سینہ پر سے اُترے اور گلے سے لگایا اور طبل بازگشت بجایا اور دونوں لشکر اپنے اپنے مقام پر اُترے اور امیر اپنے لشکر ظفر پیکر میں آئے اور بارگاہِ گردون پناہ میں رونق افزا ہوئے جہاں کے دنگل پر بیٹھے اور مالک اشتر کو خلعت دیا اور بخچہ کو بھی بُلایا اور پہلوانی کا عہدہ اور خلعت عطا کیا۔ پھر عمر بن عمیہ نے ان دونوں کے کانوں میں غلامی کا حلقہ ڈالا۔ اس کے بعد امیر کے حکم سے مجلس آراستہ ہوئی اور ساری رات عیش سے گذری۔ جب دن ہوا نوشیرواں کے لشکر سے طبل جنگ کی آواز آئی۔ امیر نے یہ سُن کر حکم دیا کہ ہمارے

نقارخانہ میں بھی طبل جنگ بجائے جائیں۔ تب امیر کے لشکر سے بھی طبل جنگ کی آواز شروع ہوئی۔ اور میدان آراستہ ہو کر دونوں فوجیں میدان میں آکھڑی ہوئیں۔ تب ژوبین پولادتن آیا۔ یہ ایسا مرد تھا کہ اس کی قوت اور پہلوانی میں کوئی جواب نہ تھا۔ یہ خبر نوشیرواں کو پہنچی تو اُس نے دوسرے بادشاہوں کو استقبال کے واسطے بھیجا اور بہ ہزار تعظیم بُلایا اور خلعت خاص اُس کو مرحمت کیا یعنے اپنے پہنے ہوئے کپڑے اُتار کر اپنے ہاتھوں سے پہنائے اور پہلوانی کی کرسی پر بٹھایا اور ژوبین پولادتن کے آنے سے بہت خوش ہوا اور دعا کی دعائی داستان شب فردا ٭

سترویں داستان

جب امیر حمزہ مالک اشتر کی لڑائی سے فارغ ہوئے اور اُن کو مسلمان کیا اور یاروں سمیت عیش میں بیٹھے کہ اُسی روز ناگہاں دروازہ پر سوداگر آیا اور دربانوں کو کہا کہ جا کر امیر کو خبر دو کہ تمہارا مُنہ بولا باپ آیا ہے۔ امیر یہ خبر سُنتے ہی اندیشہ میں ہوئے کہ یاالٰہی وہ کونسا باپ ہے کہ جسے میں نے باپ بولا تھا۔ اتنے میں قندز نے عرض کی کہ اے امیر ایک روز میں اور تم خرسنہ کو جاتے تھے کہ راہ میں ایک قافلہ ملا تھا جو ہمارے ساتھ ہوا تھا اور امیر نے اس قافلہ کے سردار کو باپ بولا تھا۔ تب امیر نے کہا کہ سچ کہتا ہے اگر وہی سوداگر ہے تو تم خوب پہچانو گے پس جاؤ اور بُلا لاؤ۔ تب قندز باہر آیا اور نظر کی تو وہی سوداگر تھا۔ پس قندز نے اُسے گلے لگایا اور امیر کے پاس لے آیا۔ امیر نے اُسے پہچان لیا اور اُٹھ کر بغل گیر ہوئے اور اپنے برابر بٹھا لیا اور احوال پُرسی کی۔ جب امیر نے اُس کے مُنہ پر نظر کی تو کہا کہ اے باپ اول تمہارا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا اور اب زردی مایل ہے۔ تب سوداگر نے کہا اے فرزند قصہ میرا دور و دراز ہے اور درد میرا بموجب اس شعر کے لا دوا ہے ؎

گر من صفت دردِ دلِ خویش کنم ٭ صد دل چوں خویش غم ریش کنم

امیر نے فرمایا کہ جب تک نہ بتلائیگا تب تک دریافت کرنا نہ چھوڑونگا۔ تب اُس سوداگر نے ابتدا سے انتہا تک اس طرح سے بیان کرنا شروع کیا کہ میں سوداگر ہوں اور تجارت کے واسطے دریا اور خشکی میں پھرتا ہوں اور پھر اپنے مقام پر آتا ہوں اور کہیں اپنا دل نہیں لگاتا ہوں اب قضائے کردگار سے یکایک میرا گذر بردع کے ملک میں ہوا اور بادشاہ کے محل کے جھروکہ کے نیچے اُترا۔ اس بادشاہ کو سب ہردم بردعی کہتے ہیں اور یہ ہردم ایسا پہلوان ہے کہ دنیا میں

ویسا کوئی نہیں ہؤا اور ہروم کی ایک بہن ہے اُس کی نسبت ہروم کے باپ نے وصیت کی تھی کہ جو شخص ہروم کی پیٹھ زمین پر لگائیگا میری بیٹی کا نکاح اُس سے کر دینا غرض میں وہاں بیٹھا تھا کہ ہروم کی بہن بالاخانہ پر آئی اور جنگل کا تماشا دیکھتی رہی۔ اُس وقت میری نظر اُس پر پڑی اور دیکھتے ہی اُسکے عشق کا تیر میرے جگر میں لگا اور اُس کی پیکاں میرے دل میں رہی۔ کسی طرح ممکن نہیں کہ میں اُس تک پہنچوں۔ بس اسی سبب سے میں زرد اور حقیر ہوں اور اُس کی تصویر کھنچوا کر اپنے پاس رکھی ہے اور اُس تصویر کو دیکھ کر قناعت کرتا ہوں۔ امیر نے فرمایا کہ وہ تصویر مجھے دکھاؤ۔ سوداگر نے وہ تصویر امیر کو دکھایا اور اُسے سب پہلوانوں نے بھی دیکھا اور وہ اُسے دیکھ کر بے ہوش ہوئے۔ تب ان سب نے کہا کہ اے سوداگر تیرا عاشق ہونا بے جا نہیں بلکہ بجا اور صحیح ہے۔ سعد بن عمر یہ حال دیکھ کر ہروم کی بہن کے عشق میں مبتلا ہوئے اور دل میں قرار دیا کہ جب رات ہوگی تو یہاں سے نکل کر باہر جاؤنگا شاید کہ میرا طالع یاری کرے اور سعادت مُنہ دکھائے تو اُس بروعی معشوق کا وصل میسر آئے۔ پھر امیر شرایط مہمانداری کی بجا لائے اور اُس کو وداع کیا۔ جب رات ہوئی تو سعد بن عمر نے ہتیار باندھے اور گھوڑے پر سوار ہوئے اور لشکر سے باہر نکلے اور بروع کے شہر کی راہ لی۔ راوی یوں بیان کرتا ہے کہ اُس رات امیر کے لشکر کے گرد اورنگ اور کورنگ کا طلایہ تھا اور یہ دونوں لشکر کے گرد پھر رہے تھے اُنھوں نے یکایک دیکھا کہ ایک سوار لشکر سے باہر جارہا ہے۔ تب یہ دونوں بھائی دوڑے اور سعد بن عمر کو دیکھا اور شرط خدمت بجا لائے اور عرض کیا کہ اے بادشاہزادے خیر ہے تو ہے جو تم اکیلے باہر آئے ہو۔ سعد نے کہا کہ اگر تم میرے ساتھی ہوؤگے تو میں سب حقیقت تم سے بیان کرونگا۔ وہ دونوں بولے کہ ہم تم پر قربان ہیں اور ہرگز روادار نہیں ہیں کہ تم اکیلے باہر جاؤ۔ تب سعد نے اپنے عشق کی ساری حقیقت اُن دونوں سے ظاہر کی۔ تب بہ امر ناچار دونوں بھائی سعد کے ہمراہ ہوئے اور یہ تینوں سوار راہ میں دم نہ لے کر اور کہیں مقام نہ کر کے چند روز میں بروع شہر میں پہنچے اور ایک باغ میں اُترے اور اُس وقت ایک گلہ بکریوں کا وہاں آیا۔ تب سعد نے کہا کہ یہ بکریاں ہروم کی ہونگی پس دو تین بکریاں اُس گلہ میں سے لے کر کباب بناویں اور کھائیں تاکہ ہماری فریاد ہروم کے پاس پہنچے اور وہ ہم پر آئے۔ تب اورنگ و کورنگ اُٹھے اور تین بکریاں اُس گلہ میں سے پکڑ کر ذبح کر کے کباب بنائے اور آگ سلگائی۔ جب چرواہے نے باغ میں دیکھا تو اندر آیا اور دیکھا کہ سیخیں بنتی ہیں حیران ہؤا اور تعجب میں رہا اور پکارا کہ اے نادانو

کیوں اپنی موت پر بیٹھے ہو اور اژدہے کے منہ میں اپنے پاؤں سے آئے ہو۔ تم جو دعوٰی کرتے ہو کیا تم یہ جانتے ہو کہ یہ باغ کس کا ہے اور یہ تینوں بکریاں کس کی کالی ہیں۔ تب سعد بن عمر نے کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں۔ تب چرواہے نے کہا کہ یہ بکریاں ہروم کی ہیں اور یہ باغ خاص اُس کے تماشے کا ہے اور سیر کی جگہ ہے۔ تب سعد نے کہا کہ جا اور ہروم سے بول کہ حمزہ کا پوتا آیا ہے اور تجھے لڑنے کے لئے بلاتا ہے۔ چرواہا یہ سنتے ہی جلدی سے دوڑا اور سارا حال عرض کیا۔ ہروم نے جب حمزہ کا نام سنا تو کہا کہ اے چرواہے حمزہ خود ہے یا کوئی دوسرا ہے۔ چرواہے نے کہا کہ میں تحقیق نہیں جانتا ہوں لیکن تین سوار ہیں اُن میں سے ایک نے کہا کہ میں حمزہ کا پوتا ہوں اور ہروم کے پکڑنے کے لئے آیا ہوں۔ ہروم قہقہہ مار کر ہنسا اور سات زرہ داؤدی بدن پر آراستہ کیں اور سات سو من کا سانگ ہاتھ میں لے کر کمر سے شمشیر حمایل کی اور شہر سے پاؤں پیادہ آیا اور یہ بیت زبان پر لایا۔ **بیت**

ہروم ایسا ہوں گا یارو میں ہروم ٭ کہ ویراں کروں ملک اور مرزبوم

جب ہروم جا رہا تھا تو جو جھاڑ اپنے سے اونچا دیکھتا اُسے ایسا سانگ مارتا کہ وہ جھاڑ پیوند زمیں ہوتا۔ اور ہروم کا قد چالیس گز لمبا تھا۔ بس وہ کہتا تھا کہ مجھ سے اونچا کوئی کیوں ہو۔ بس اسی دیوانگی کے خبط میں وہ باغ میں آیا تو اُس کی گڑگڑاہٹ ان تینوں جوانوں نے سُنی اور معلوم کیا کہ ہروم آیا ہے۔ تب گھوڑوں پر سوار ہوئے اور کھڑے رہے کہ اتنے میں ہروم بھی آ پہنچا اور پکارا کہ آنے والو تم کون ہو سچ کہو۔ تب سعد بن عمر نے کہا کہ میں سعد نامی امیر کشور گیر جہاں کا پوتا ہوں اور حمزہ نے تیرے پکڑنے کے واسطے مجھے بھیجا ہے۔ تب ہروم بہت ہنسا اور کہا کہ اے بچے فضول کیوں کہتا ہے کیا حمزہ نے میرے نام کا آوازہ نہیں سُنا جو تجھے بھیجا ہے اور آپ نہیں آیا۔ سعد نے کہا کہ اول مجھے جواب دے پھر امیر کی بات کر اور اگر مرد ہے تو میدان میں آ۔ اودھر سے سعد نے چاہا کہ میدان میں جائے اورنگ نے آ کر اُس کے گھوڑے کی لگام پکڑلی اور کہا کہ یہ کب درست ہے کہ ہمارے ہوتے تو میدان میں جائے۔ پہلے ہم دونوں بھائی میدان میں جاتے ہیں جب ہم تجھ پر نثار ہو لینگے تو پھر تم نے جانا۔ ناچار سعد کھڑے رہے۔ تب اورنگ میدان میں گیا اور ہروم کے مقابل ہوا۔ ہروم نے سانگ اُٹھا کر پھرائی اور اورنگ پر ڈالی۔ اورنگ ڈھال آگے لایا۔ ہروم نے سانگ مارا کہ اُس کی آواز بیابان میں گئی اور ڈھال اورنگ کے سر کو لگی اور اُس کا سر صندوقِ سینہ میں گیا۔ سو اورنگ شہید

ہؤا۔ کورنگ نے جب یہ حال دیکھا تو گھوڑے کو ڈپٹ کر مقابلہ میں جا کھڑا ہؤا۔ ہروم نے اُس کو بھی سرد کیا۔ پھر میدان میں آیا۔ اور ہروم نے سانگ پھرا کر اُس کو مارا۔ سعد نے سانگ کو روکیا اور ہاتھ کمان پہ لے گیا اور ہروم تیر چلایا اور اس تیر نے چھ زرہیں توڑیں اور ساتویں زرہ میں رہ گیا۔ ہروم یہ حالت دیکھ کر غصہ میں آیا اور دوڑا۔ اور سعد نے ڈھال آگے کی اور ہوم نے سانگ پھرا کر بائیں ہاتھ میں لی اور داہنا ہاتھ لمبا کرکے سعد کی کمر کی دوال پکڑی اور زور کرکے سعد کو اُٹھا لیا اور زمین پر پھینکا اور کہا کہ اے بچے تجھے کیا ماروں جا اور حمزہ کو بھیج۔ یہ کہ کر آپ شہر کی طرف پھر گیا اور اپنی بہن کو ساری حقیقت سُنائی اور کہا کہ میں نے سمجھا تھا کہ حمزہ ہوگا مگر وہ حمزہ کا پوتا تھا اور دو پہلوان اُس کے ساتھ تھے اُن کو مار آیا ہوں۔ یہاں سعد بن عمر اُٹھے اور گھوڑے پہ سوار ہوئے اور یاروں کو جنت میں گیا ہؤا دیکھ کر حیران و غمگین ہو کر آب دیدہ ہوئے اور بہت افسوس کیا اور باغ سے باہر نکلے اور دو کوس تک گئے تو دل میں خیال گذرا کہ میں لشکر حمزہ میں جا کر امیر کو کیا مُنہ دکھاؤنگا۔ بہتر یہ ہے کہ اس جنگل میں سے کہیں نکل جاؤں جہاں کوئی میرا نشان بھی نہ پائے۔ تب گھوڑے کی لگام لشکر کی راہ سے پھیر اور بیابان کی راہ لی۔ کتنے کوس چلے ہونگے کہ ایک نہایت خوب صورت باغ نظر آیا۔ تب سعد بن عمر بن حمزہ اس باغ میں گئے اور وہاں ایک حوض پُر آب دیکھا جو گلاب جیسے پانی سے بھرا ہؤا تھا۔ سعد نے گھوڑے کو پانی پلایا اور زین اُتار کر چرنے کو چھوڑا اور آپ ہتیار کھول کر حوض میں نہائے اور حوض کے کنارے پہ سر رکھ کر غمناک ہو بیٹھے۔ اور اس باغ کا یہ حال تھا کہ ہروم کی ایک بڑی بہن بھی تھی کہ جس نے اپنا یہ باغ علیحدہ بنوا کر اپنی سکونت اختیار کی ہوئی تھی اور اُس کا خاوند مر کر دوزخ میں پہنچا ہؤا تھا اور اُس کی ایک جوان بیٹی تھی کہ جس کا بیاہ نہیں ہؤا ہؤا تھا اور وہ لڑکی پہلوانی کا دعویٰ رکھتی تھی اور کہتی تھی کہ جو مرد میری پیٹھ زمین پر لگائیگا میں اُسے اپنا خاوند بناؤنگی۔ قضا کار وہ لڑکی کئی باندیاں ساتھ لے کر شکار کو گئی۔ جب شکار کرکے واپس آئی تو آتے ہی وہ اس باغ میں آئی اور سعد کو چودھویں رات کے چاند کی طرح خوب صورت دیکھا۔ تب لونڈی کو کہا کہ اسے اُٹھاؤ تا کہ معلوم ہو کہ یہ آدمی ہے یا پری۔ باندیوں نے کہا کہ اغلب تو یہ آدمی معلوم ہوتا ہے کیونکہ ہتیار بھی ہیں اور گھوڑا بھی چرتا ہے۔ تب وہ لڑکی آپ نزدیک آئی اور پکارا کہ اے سونے والے تو کون ہے اور یہاں کیوں سوتا ہے۔ تب سعد ہوشیار ہوئے اور دیکھا کہ ایک سوار ہتیار باندھے سر پہ کھڑا ہے۔ تب سعد جلدی سے اُٹھے

تو اُس لڑکی نے جھٹ نیزہ پھرایا اور سعد کے سینہ پر چلایا۔ اور سعد نے اُس کا نیزہ پکڑ کر زور کیا اور چھین لیا اور اُس کی بھال دور کرکے نیزہ کی لکڑی دور کرکے نیزہ کی لکڑی اُس کی کمر پر ایسی ماری کہ وہ لڑکی زمین پر گری اور سعد دوڑ کر اُس کے سینہ پر بیٹھے تو سینہ نرم پایا پھر اُس کے مُنہ سے برقعہ دور کیا تو کیا دیکھا کہ وہ رشک قمر ہے۔ جب سعد نے اس کی صورت دیکھی تو ہروم کی بہن کی صورت کا نقشہ بھول گیا اور کہا کہ سچ بول تو کون ہے۔ اُس نے کہا کہ میں ہروم کی بھانجی ہوں۔ سعد نے کہا کہ ہروم کی بہن کا تو بیاہ نہیں ہوا اُس کی بیٹی کہاں سے آئی۔ تب اُس لڑکی نے کہا میں ہروم کی بڑی بہن کی بیٹی ہوں۔ تب سعد اُس کے سینہ پر سے اُٹھے اور کہا کہ جب تم نے ہم سے غریبوں پر آنے کی مہربانی کی ہے تو ایک گھڑی بیٹھو۔ اُس لڑکی نے جواب دیا کہ ایک گھڑی تو کیا ہے میں ساری عمر تیری باندی ہوں لیکن تو اپنا نام بتا۔ تب سعد بن عمر نے کہا کہ میں حمزہ کا پوتا ہوں اور میرا نام سعد بن عمر ہے۔ پس وہ لڑکی سعد کا نام سُن کر نہایت شاد ہوئی اور سعد کو اپنے محل میں لے جا کر بٹھایا۔ سعد نے اُس سے نکاح کیا اور خلوت میں لے جا کر رات دن عیش میں رہے۔ القصہ جس رات کو سعد اپنے خیمہ سے غایب ہوئے تھے تو فجر کو گھر میں اور چاروں طرف تلاش کی کہیں پتہ نہ پایا۔ تب امیر کو خبر کی۔ امیر نے فرمایا کہ میں نے سمجھ لیا ہے کہ وہ ہروم کی بہن کا عاشق ہو کر گیا ہے۔ اتنے میں لندھور نے کہا کہ اورنگ و گورنگ جو رات کو طلایہ میں تھے وہ بھی غایب ہیں۔ امیر نے فرمایا کہ وہ بھی ساتھ گئے ہونگے۔ تب عمر بن عمیہ نے کہا کہ یا امیر ہروم بڑا سخت پہلوان دیوانوں کے طریق کا ہے۔ خدا نہ خواستہ اگر وہ اُس کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے تو بہت بُری بات ہے۔ امیر نے کہا کہ تو سچ کہتا ہے۔ امیر نے رستم پیل تن کو اپنی جگہ پر بٹھایا اور عمر بن عمیہ کو اپنے ساتھ لیا اور سب یاروں سے وداع ہوئے اور بردعی کے ملک کی راہ لی۔ اور منازل و منازل طے کرکے بردعی کے ملک میں پہنچے اور اُسی باغ میں آکر اُترے اور اورنگ و گورنگ کو مرا ہوا دیکھا تو امیر نے کہا کہ سعد بھی مارا گیا ہوگا۔ عمر نے امیر سے کہا کہ اگر مرا ہوتا تو انہیں میں ہوتا شاید کہ ہروم نے اُسے جیتا اپنے پاس رکھا ہوگا۔ امیر اورنگ و گورنگ کے واسطے آب دیدہ ہوئے اور اپنے ہاتھ سے دفنایا اور کہا کہ اے عمر یہ کس کی شومیت سے یہ دونوں مارے گئے۔ عمر نے کہا کہ یہ دونوں خدا کے حکم سے گئے اور خدا کا حکم یوں ہی تھا۔ پس یہ انہیں باتوں میں تھے کہ اُنہیں بکریوں کا گلہ آیا اور عمر نے دوڑ کر دو بکریاں پکڑیں اور امیر کے پاس لا کر ذبح کیں اور آگ سُلگا کر سیخیں بھوننے لگا۔ امیر نے کہا کہ

اے عمر خدا جانے یہ بکریاں کس کی ہیں مالک کی رضامندی کے بغیر کیوں لایا ہے۔ عمر نے کہا کہ یہ بکریاں ہروم کی ہیں اگر مالک پیدا ہوگا تو ان کی قیمت اُسے دے دینگے۔ عمر نے ابھی سیخیں تیار نہیں کی تھیں کہ اتنے میں اُن بکریوں کا چرواہا آیا اور پکارا کہ اے دیوانے آگے حمزہ کا پوتا یہاں آیا اور ذلت اُٹھا کر گیا اب تم آئے اور کباب کی سیخیں بناتے ہو۔ امیر نے کہا کو کیا تجھے یہ معلوم ہے کہ حمزہ کے پوتا سے کیا ہؤا۔ تب اُس چرواہے نے کہا کہ اُس کے ساتھ والوں کو ہروم نے مارا اور اُسے جیتا چھوڑا پھر معلوم نہیں کہ وہ کہاں گیا ہے۔ امیر نے کہا کہ الحمد للہ بارے جیتا ہے۔ پھر امیر نے کہا کہ ہروم کو جاکر خبر دے کہ حمزہ آیا ہے۔ تب اُسی وقت چرواہا دوڑا اور سر پہ خاک اُڑا کر فریاد کی اور ہروم سے کہا کہ اے بادشاہ تیرے باغ میں حمزہ آیا ہے۔ ہروم نے ہتھیار باندھے اور سانگ ہاتھ میں لے کر گھر سے باہر آیا اور اُچھلتا کودتا ہؤا باغ میں آ پہنچا۔ امیر نے کہا کہ اے عمر ہروم آتا ہے۔ تب امیر جلدی سے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اتنے میں ہروم آ پہنچا اور امیر کو دیکھ کر ہنسا اور کہا کہ اے حمزہ برسوں تک گذرے کہ تجھ سے لڑنے کی آرزو رکھتا ہوں خوش آمدی اور خبردار ہو۔ یہ بول کر سانگ چلائی امیر نے گرز آگے کی۔ سانگ کی زنجیریں گرز میں اُلجھیں اور ان دونوں پہلوانوں نے زور کیا تو وہ زنجیریں طڑاق طڑاق ٹوٹیں۔ ہروم سانگ کی مہر پر ہاتھ لے گیا اور امیر پر چلایا۔ امیر نے سپر کی اوجھڑ سے اُسے رد کیا۔ جب ہروم نے دیکھا کہ اُس کے پاس کوئی اور ہتھیار نہیں ہے تو اُسی وقت واپس ہؤا اور اپنے باغ میں جا گھسا اور اُسی وقت حکیم نوشیرواں کے پاس گیا اور ایک جھاڑ جڑ سے اُکھاڑ کر اپنا ہتھیار بنا لیا اور امیر کی طرف پھر آیا۔ امیر نے سوچا کہ اگر میں سوار رہونگا تو گھوڑے کو ضرر پہنچیگا تب وہ بھی فوراً پیادہ ہوئے اور سرو کا ایک جھاڑ جڑ سے باغ میں سے اُکھاڑ کر ہاتھ میں لیا۔ جب ہروم نے جھاڑ سے امیر پر حملہ کیا تو امیر نے اپنے جھاڑ پر روکا چند بار میں یہ جھاڑ ٹوٹے تو اور اُکھاڑے۔ تب اسی طرح سے جب ہروم امیر پر جھاڑ مارتے تو امیر جھاڑ پر روکتے اور عمر کھڑے رہ کر یہ تماشا دیکھتے اور حیران تھے کہ یہ کیسی لڑائی ہے اور ان کو لڑتے لڑتے شام ہوئی۔ تب ہروم نے کہا کہ آفرین ہے اے حمزہ تیرے باپ پر کہ تجھے جنا اور آفرین ہے تیری ماں پر کہ جس نے تجھے پالا بارے جھلم مُنہ پر سے اُتار کہ میں تیرے مُنہ کو دیکھوں کہ تو بوڑھا ہے یا جوان۔ امیر نے جب خود کا دامن اُٹھایا اور ہروم نے امیر کے مُنہ پر نظر کی تو دیکھا کہ ڈاڑھی تو سفید ہے لیکن چہرہ آفتاب کا سا ہے اور چمکتا ہے۔ تب کہا کہ اے حمزہ اب تو رات ہوئی اور رات واسطے شراب اور کباب کے ہے اب میں تیرے واسطے بکرے بھیجتا ہوں تو بھی آرام کر اور چند روز لڑائی نہ کر کہ میں اور سانگ بنواتا ہوں کیونکہ یہ

روی ہو گیا ہے۔ امیر نے کہا کہ جا تجھے اختیار ہے میں نے دوسرا سانگ بننے تک تجھے فرصت دی لیکن یہ بول کہ میرا پوتا جو آیا تھا سو کہاں ہے۔ ہروم نے کہا کہ اے امیر تمہارا پوتا دیوانہ ہو کر مجھ سے لڑنے کو آیا تھا سو تمہاری خاطر میں نے اُسے جیتا چھوڑا خدا جانے وہ کہاں گیا ہے لیکن تمہارے یار مفت مارے گئے سو افسوس کرتا ہوں۔ امیر نے کہا کہ تو نے کچھ نہیں کیا خدا کا حکم یوں ہی تھا۔ پھر ہروم گیا۔ امیر نے عمر سے کہا کہ ہروم کا تماشا دیکھا۔ عمر نے کہا کہ ایسا سخت آدمی دنیا میں کم ہوگا۔ امیر نے کہا کہ خدا کی خدائی آباد ہے ایک سے ایک زبردست پہلوان حسب حال اس شعر کے پڑے ہیں ؎

خدائے کہ بالا و پست آفرید + زبردست و ہر زبردست آفرید

لیکن ہروم بڑا پہلوان ہے اور نہایت مرد ہے۔ جب ہروم لڑائی سے پھر کر گیا تو اپنی بہن سے کہا کہ اے بہن میں نے تیرے واسطے مرد پیدا کیا ہے اُس نے کہا کہ تو سلامت رہ مجھے مرد کی کیا حاجت ہے۔ پھر ہروم نے حمزہ کی پہلوانی اور مردی کی صفتیں ظاہر کیں اور کھانا و شراب امیر کے واسطے بھیجا۔ امیر نے کہا اے عمر میرے واسطے کھانا نکال اور دے۔ کیونکہ ہروم سے ابھی لڑائی ہے اس لئے میں اُس کا کھانا ابھی نہیں کھاؤنگا۔ غرض کہ امیر نے کھانا زنبیل سے نکلوا کر کھایا۔ اور ہروم نے لوہاروں کو بلا کر کہا کہ نو سو من کا سانگ بناؤ اُنہوں نے پہلے سے دو سو من زیادہ کر کے بنایا جب سانگ تیار ہو گیا تو ہروم فجر سے ہی باغ میں آیا۔ امیر نے جب دیکھا کہ ہروم آتا ہے تو ہتھیار باندھے اور اشقر پر سوار ہوئے۔ ہروم نے آکر کہا کہ میں پیادہ ہوں یہ لڑائی خوب نہیں ہے۔ تب امیر بھی پیادہ ہوئے اور گیارہ سو من کا گرز ہاتھ میں لیا۔ ہروم نے کہا کہ اے حمزہ میں سوائے سانگ کے اور کوئی ہتھیار اپنے پاس نہیں رکھتا اور تو اس کی مار گرز پر لیتا ہے اور سانگ کو توڑتا ہے اور جب ٹوٹی تو پھر کتنے ہی دن اس کے بننے کو چاہیئے۔ امیر نے گرز ہاتھ سے رکھا اور ڈھال سر پر لی اور دوسرے ہاتھ سے گرز کا سہارا ڈھال کے نیچے دیا۔ ہروم نے امیر پر سانگ ماری تو مہر سے ایک طرف ہوئی اور امیر کے سر پر لگی۔ دوسری بار ہروم نے پھر سانگ پھرائی اور امیر نے بدستور ڈھال سر پر لے کر گرز کا سہارا دیا۔ اور ہروم نے مہری جدا کر کے سانگ مارا تو امیر کا سر مانند انار کے کھل گیا اور امیر کی آنکھوں میں اندھیرا آیا اُس وقت امیر نے تلوار نکال کر ہروم کو ماری تو اُس کی ساری زرہیں کٹیں اور اُس کے بدن پر بھی تھوڑا زخم ہوا۔ ہروم نے آہ کی اور کہا کہ اے حمزہ تو نے مجھے زخمی کیا اب میں چاہتا ہوں کہ اچھا ہوؤں اور تو بھی سر کو مرہم لگا کر اچھا کر۔ امیر نے کہا کہ تیرا اختیار ہے۔ ہروم گیا اور اپنی بہن سے کہا کہ اے بہن آج حمزہ نے مجھے

اور میں نے اُسے زخمی کیا ہے۔ تب اُس کی بہن نے اپنے دل میں کہا کہ افسوس اگر حمزہ نے اس کا سر کاٹا ہوتا تو بہتر ہوتا کہ میں اُس کا جوڑا ہوتی۔ یہاں حمزہ کو زخم نے بہت بے ہوش کیا۔ پس عمر نے کہا کہ وہاں کے بال اُسترے سے مونڈے اور مرہم کی پٹی مضبوط باندھے۔ مگر امیر کو تین دن تک ہوش نہ آیا چوتھے روز امیر کی آنکھ کھُلی اور اُٹھ کر بیٹھے اور کھانا کھایا پانی پیا۔ ہروم نے جو زخم بندھوایا تھا وہ کتنے دنوں کے بعد اچھا ہؤا تو ہروم لڑنے کے لئے پھر گیا۔ اس وقت دونوں تندرست تھے۔ امیر نے ہتھیار باندھے۔ اور ہروم سانگ لے کر امیر پر آیا اور سانگ پھرائی۔ تب عمر نے عربی زبان میں کہا کہ یا امیر اس سانگ سے تم کو ضرر پہنچیگا خبردار رہو۔ ہروم امیر پر سانگ چلانی چاہتا تھا کہ امیر دوڑے اور ہروم کے دونوں بازو پکڑ کر ایسا نعرہ مارا کہ سولہ کوس تک زمین و زماں اور کوہ و بیاباں گونج اُٹھا اور امیر نے ہروم کو اُٹھایا اور زمین پر پچھاڑا اور اُس کے سینہ پر بیٹھے اور کہا بول خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا برحق ہے۔ ہروم نے اقرار کیا اور امیر اُس کے سینے پر سے اُترے اور ہروم کو گلے سے لگایا۔ پھر ہروم امیر و عمر کو شہر میں لے گیا اور بارگاہ میں بٹھایا اور شہر کو آراستہ کیا اور مجلس آراستہ کرا کے آپ خدمت میں کھڑا رہا۔ امیر نے فرمایا کہ کیا کچھ مطلب ہے بیٹھ کر بول۔ تب ہروم نے کہا کہ میرے باپ نے مرتے وقت مجھ سے یہ وصیت کہی تھی کہ جو شخص تیری پیٹھ زمین پر لگائے تو نے اپنی بہن اُسے دینا۔ سو دو سو برس ہوئے ہیں کہ کسی شخص نے میری پیٹھ زمین پر نہیں لگائی اور میں نے تیرے سوا آدم زاد میں کسی کو بڑا پہلوان نہیں پایا سو اب تو میری بہن قبول کر۔ امیر نے فرمایا کہ ہزار بار قبول کیا۔ تب عمر نے اُسی وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے مطابق نکاح کیا اور امیر اسی رات سے عیش و عشرت کرنے لگے اور مدت تک وہاں رہے۔ امیر کا یہاں آنا اور ہروم کو اپنے تابع کرنا رفتہ رفتہ سعد نے بھی سُن لیا۔ تب ہتیار باندھے اور گھوڑے پر سوار ہو کر برج شہر کے دروازہ پر آ کر نعرہ مارا اور ہروم کو پکارا۔ یہ نعرہ مجلس والوں کے کانوں تک پُہنچا تو حیران ہوئے اور کہا کہ اے ہروم یہ کون پہلوان ہے۔ ہروم سانگ لے کر اُٹھا اور باہر آیا تو سوار کو لڑائی پر تیار دیکھا تو سانگ پھرا کر سعد کو مارنا چاہا۔ سعد جھٹ گھوڑے سے اُتر کر دوڑا اور ہروم کے دونوں بازو پکڑ کر خدا کا نام زبان پر لیا اور ہروم کو اُٹھایا اور سر پر لیجا کر پھرایا اور زمین پر پچھاڑ کر اُس کے سینہ پر بیٹھے۔ تب ہروم نے کہا کہ اے مرد نام اپنا بول کہ تو کون ہے۔ سعد نے کہا کہ میں حمزہ کا پوتا ہوں۔ ہروم نے کہا کہ اُٹھ اب تجھے تیرے دادا سے ملاتا ہوں۔ تب سعد بن عمر اُٹھے اور ہروم کے ساتھ امیر کی خدمت میں آئے۔ امیر نے جب پوتے کو دیکھا تو نہایت خوش وقت

ہوئے اور بہت نوازش فرمائی۔ تب ہروم نے کہا میں بہت تعجب میں ہوں۔ امیر نے پوچھا کیا ہے۔ ہروم نے کہا کہ جب تیرا پوتا پہلے آیا تھا تو میں نے اُسے اٹھا لیا تھا۔ اور اب اُس نے مجھے بڑی آسانی سے اُٹھا لیا اور پچھاڑ کر میرے سینہ پر بیٹھا۔ ہر چند میں نے چاہا کہ اُسے سینہ پر سے دور کروں لیکن دور نہیں کر سکا۔ امیر نے ہنس کر کہا کہ اے ہروم اُس کا زور زحمت عشق سے اُس وقت سُست ہو گیا تھا اور آج اپنی عادت پر ہے تو اُس کے برابر کب ہو سکتا ہے۔ یہ کہہ کر کھانا منگایا اور کھایا اور مطربان خوش آواز نے چنگ و دف و نے آوازہ بلند کیا۔ غرض امیر شہر بروع میں مدت تک عیش کرتے رہے۔ پھر روانہ ہونے کی تدبیر کرنے لگے (باقی داستان شب فردا)

اکہتّرویں داستان

جب امیر سے سعد بن عمر ملے تب ہروم سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے لشکر کو جاؤں تو کیا کہتا ہے اور تو میرے ساتھ چلے گا یا نہیں۔ ہروم نے کہا کہ اب تم سے میری دوستی ہوئی ایک پل بھی تم سے جدا نہ رہونگا۔ پس امیر ہروم کی بہن سے رخصت ہوئے۔ اور امیر و سعد و عمر اور ہروم لشکر ظفر پیکر کی طرف روانہ ہوئے۔ اب لشکر عرب کا حال سنو کہ یہاں ہر روز طبل جنگ بجا کر لڑتے اور ہر رات طبل بازگشت بجا کر آرام کرتے۔ ایک روز جو لڑائی کا نقارہ بجا اور دونوں لشکر میدان میں آکر کھڑے ہوئے اور نقیب پکارے کہ کون مرد ہے جو ارادہ میدان کا کر کے اپنا نام ظاہر کرے۔ تب زوبین نوشیرواں کی خدمت میں آیا اور میدان کا حکم لے کر آ کھڑا ہوا اور پکارا کہ اے پہلوانان عرب جسے مرنے کی آرزو ہو وہ میدان میں آئے۔ تب مرزوق فرنگی رستم پیل تن کی خدمت میں گیا اور حکم میدان کا لے کر مقابل میں آیا اور حریف کے سامنے آکر کھڑا رہا۔ پس زوبین پولاد تن قربوس سے گرز نکال کر مرزوق پر حملہ آور ہوا۔ مرزوق نے سر پر سپر لی۔ اور زوبین نے گرز چلایا۔ غرض گرز کے بوجھ سے مرزوق کے گھوڑے کی کمر ٹوٹی اور مرزوق زمین پر گرا اور اُٹھتے ہی تلوار کھینچ کر زوبین پولاد تن کے مارنے کا قصد کیا مگر اُس کے گھوڑے کے چاروں پاؤں قلم کئے تب تو زوبین پولاد تن بھی پیادہ ہو کر دوڑا اور مرزوق کی کمر کی دوال پکڑ کر زمین سے اُٹھایا اور سر پر لے جا کر زمین پر پچھاڑا اور کہا کہ اے سُست فرنگی مجھے جان سے کیا ماروں نکل جا اور دوسرے کو بھیج۔ مرزوق میدان سے پھر آیا تو پہلوانوں میں قلور پہاڑ نہ مالک اشتر

میدان میں آیا اور پکارا کہ اے زوبین مجھ سے جان بچا کر کہاں لے جائیگا جو ضرب کہ تو رکھتا ہے سو لا۔ تب زوبین پولاد تن نے مالک اشتر پر گرز چلایا اور مالک اشتر کے ہر بن مو سے پسینہ جاری ہوا۔ پھر مالک اشتر نے اُسکے سر پر گرز مارا اُس نے سر آگے کیا تب ایک آواز ایسی آئی کہ گویا کانسی کا برتن کسی کے ہاتھ سے گر پڑا ہے۔ اور زوبین کو کچھ ضرر نہ ہوا۔ اسی طرح یہ وو پہر تک گرزوں سے لڑتے رہے۔ تب زوبین نے گرز ڈال دیا۔ اور تلوار ہاتھ میں لے کر مالک اشتر کے اُوپر ماری۔ مالک نے اُس کی تلوار ڈھال کی اوجھڑ سے روکی تک مالک اشتر کی ایک اُنگلی کٹی اور کاندھا بھی کچھ زخمی ہوا۔ تب مالک نے غصہ میں آکر زوبین پر تلوار چلائی اُس کا ایک بال بھی نہ کٹا۔ لیکن مالک کی تلوار مانند ارہ کے ہوئی۔ اتنے میں رات ہوئی تب پہلوان اپنے اپنے لشکر میں پھرے اور مالک اشتر زخم کے درد سے بیچین ہوا۔ جب دوسرا روز ہوا تو دونوں لشکر میدان میں آ حاضر ہوئے اور زوبین پولاد تن نے میدان میں آکر پکارا کہ اب کون بہادر عرب کے لشکر سے میدان میں آتا ہے۔ تب نجمہ اشتربان میدان میں آیا۔ زوبین نے جب نجمہ کو دیکھا تو ہاتھ نیزہ پر لے گیا اور پھرا کہ نجمہ اشتربان کے سینہ پر مارا۔ نجمہ نے اُس کا نیزہ روکیا تب وہ نیزہ گھوڑے کی گردن پر لگا تو گھوڑا زمین پر گرا نجمہ اشتربان نے چاہا کہ پہلے زوبین پولاد تن کو زخمی کرے۔ زوبین نے کہا کہ اے اشتربان اب تو جا اور دوسرے کو بھیج۔ تب نجمہ پھر کر آیا اور قندز سرنشان کو میدان میں روانہ کیا۔ اُس کو بھی زوبین پولاد تن نے اپنی طرف کھینچا اور کہا کہ تو بھی جا اور کسی اَور کو بھیج۔ قندز واپس آیا اور سرشان طایفی میدان میں آیا اور گرز مارا اور شام تک زوبین پولاد تن سے لڑائی کی۔ بعد اُس کے زوبین پولاد تن نے لندھور کو بھی زخمی کیا۔ جب اندھیرا ہوا تو دونوں لشکر اپنے مقام پر اُترے۔ تو بختک نے نوشیرواں سے کہا کہ اے بادشاہ یقین ہے کہ حمزہ کا حریف زوبین پولاد تن ہوگا۔ نوشیرواں نے کہا کہ دلیل سے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ پھر دوسرا روز ہوا تو دونوں لشکر ایک خدا کی طرف سے اور دوسرا لات و منات کی جانب سے میدان میں آئے اور زوبین پولاد تن میدان میں آ کھڑا ہوا اور پکارا کہ جس کو آرزوئے مرگ ہو وہ جلدی سے میرے سامنے آئے۔ تب بدیع الزمان گردِ لشکر شکن کو طاقت نہ رہی اور رستم پیل تن کی خدمت میں آیا اور رضا میدان کی چاہی اور میدان میں آ کھڑا ہوا۔ تب زوبین پولاد تن نے کہا کہ اے کوتاہ قد تو کون ہے اپنا نام بتا کہ بے نام نہ مارا جائے۔ امیر زادہ نے کہا کہ میں بدیع الزمان حمزہ بن عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔ تب زوبین پولاد تن نے کہا کہ تو خبردار ہو کہ تو حمزہ کا بیٹا ہے۔ پس بدیع الزمان نے ڈھال سر پر لی اور زوبین نے اُس

کے سر پر ایسا گرز مارا کہ تین سو ساٹھ رگ جنبش میں آگئی اور ہر بن مو سے پسینہ ٹپکا۔ پھر بدیع الزمان نے کہا کہ اے ژوبین پولاد تن دو حملے اور بھی تجھے دیئے۔ تب ژوبین پولاد تن نے دو گرز اور بھی مارے اُنہیں بھی رو کیا۔ پھر اپنا ہزار من کا گرز نکالا اور ژوبین پولاد تن پر ایسا مارا کہ جس سے ایسی سخت آواز پیدا ہوئی کہ جیسے پتھر پر طشت گرتا ہے۔ پھر گرز در گرز دونوں میں دو پہر تک لڑائی ہوئی۔ تب وہ دونوں تلواروں پر ہاتھ لے گئے اور اتنا لڑے کہ دونوں کی تلواریں مانند ارّہ کے ہوئیں۔ پس اُن کو پھینک دیا اور ایک دوسرے نے ہاتھ دوال کمر میں ڈالے اور اتنا زور کیا کہ دونوں کے گھوڑے زانو تک زمین میں گڑ گئے۔ اس وقت دونوں پہلوان پیادہ ہوئے اور پھر آپس میں زور کرنا شروع کیا۔ کبھی وہ پچاس ساٹھ قدم بدیع الزمان کو ہٹا دیتا اور کبھی بدیع الزمان ژوبین پولاد تن کو سو قدم پیچھے ہٹا دیتا تھا۔ تب امیر زادہ نے یہ کیا کہ ژوبین کو زانوں تک اُٹھایا۔ پھر ژوبین نے زور کیا تو بدیع الزمان اُس کے ہاتھ سے چھوٹ کر مقابل میں سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اسی طرح کئی مرتبہ امیر زادہ نے زور کیا اور ژوبین کو زانوں تک کھینچا اور ژوبین زور کر کے چھوٹا اور مقابل کھڑا ہوا۔

غرض جب رات ہوئی تو دونوں لشکر اُترے۔ پھر جب روز ہوا تو دونوں لشکر لڑائی کی جگہ پر آئے اور ژوبین نے گھوڑا میدان میں ڈالا اور پکارا کہ کون پہلوان میدان میں آ کر لڑتا ہے۔ یہ ایسا ہی پکار رہا تھا کہ یکایک جنگل سے گرد نمودار ہوئی اور اُس گرد میں سے دو سوار اور ایک پیادہ معلوم ہوا۔ سپاہ عرب نے جب نظر کی امیر کو دیکھا اور استقبال کے لئے دوڑے اور قدم بوس ہوئے۔ امیر نے ہر ایک کو گلے لگایا۔ اور ہروم سے کہا کہ سب پہلوانوں سے ملو۔ تب ہروم سب پہلوانوں سے ملا۔ غرض جس سے بغل گیر ہوا وہ مرنے کے نزدیک ہوا۔ بعد ازاں امیر کشور گیر میدان میں آئے۔ ژوبین نے جب امیر کو دیکھا تو کہا کہ اے عرب میں تجھے چاہتا تھا۔ امیر نے کہا کہ میں بھی آپہنچا ہوں جو نشان بہادری کا رکھتا ہے لا۔ یہ سنتے ہی ژوبین دوڑا اور دوال کمر امیر کی پکڑی اور امیر نے اُس کی کمر کی دوال پکڑی اور زنجیریں مضبوط پکڑیں اور اتنا زور کیا کہ گھوڑے گھٹنوں تک زمین میں گڑے اور دونوں پہلوان پیادہ ہوئے۔ امیر نے اللّٰہ اکبر کہہ کر نعرہ مارا اور ژوبین کو سر پر اُٹھایا اور اتنا پھرایا کہ مردانِ عالم نے آفرین کہی پھر زمین پر پچھاڑا اور ہاتھ پاؤں محکم باندھے اور عمر کے حوالے کیا اور طبلِ بازگشت بجا کہ دونوں لشکر اُترے۔ تب امیر نے عمر سے کہا کہ اے عمر میں جا کر اپنے فرزندوں سے ملتا ہوں تم یہاں بیٹھو۔ غرض عمر بیٹھے تھے کہ عرب کے سارے پہلوان وہاں گئے اور کہا کہ اے عمر اس ژوبین پولاد تن نے ہماری آبرو لی۔

اور ہم اب اُسے کیا مُنہ دکھائینگے کیونکہ ہم میں سے کوئی اُس پر غالب نہ ہوا۔ تب عمر بن
عمیہ نے اُس کے مارنے کی یہ تدبیر کی کہ قلعی گلا کر اُس کے گلے میں ڈالی جس سے وہ مرگیا
جب امیر محل سے رونق افزائے بارگاہ ہوئے اور پہلوانی کی کرسی پر بیٹھے تو حکم کیا کہ زوبین
پولاد تن کو لاؤ۔ اُس وقت عمر نے کہا کہ ہروم نے اسے مار دیا ہے۔ امیر نے غصہ میں آکر
ہروم کی طرف دیکھا۔ ہروم نے کہا کہ میں کیا جانوں اس دیوانہ نے مجھے کہا کہ تو زوبین
پولاد تن کا مُنہ کھول سو میں نے اُس کا مُنہ کھولا اور عمر نے قلعی گلا کر اُس کے مُنہ میں
ڈال دی جس سے وہ بے چارہ مرگیا۔ تب امیر کرسی پر سے اُٹھے اور عمر کا ہاتھ پکڑا اور کہا
ایسے نامور پہلوان کو تو نے کیوں مار ڈالا۔ عمر نے کہا کہ اُس نے سارے پہلوانوں کی آبرو
دور کر دی تھی اس واسطے مارا ہے۔ تب امیر نے کہا کہ تیرے سوا اگر کسی اور نے مارا ہوتا
تو اُسے جان سے مارتا یہ کہ کر عمر کو سات کوڑے مارے اور کہا کہ بغیر از حکم کام کرنے کی سزا
یہی ہے۔ تب عمر باہر نکلا اور کہا کہ ان سات کوڑوں کے بدلے ستر کوڑے نہ ماروں تو مجھے عمیہ
ضمیری کا بیٹا نہ کہنا۔ یہ کہ کر نوشیرواں کے پاس گیا کہ اے بادشاہ میں اس عرب کی خدمت
میں مدت تک رہا آخر اُس نے ایک کافر کے واسطے مجھے سات کوڑے مارے اب میں اُس کے
پاس نہیں رہونگا۔ اگر حکم ہو تو یہاں رہوں۔ نوشیرواں نے یہ سُن کر بہت آرزو سے اُسے
اپنے پاس رکھا اور سونے کی کرسی پر بٹھایا اور قیمتی خلعت عطا کیا اور بہت سی خاطرداری
کی۔ اودھر امیر عمر کے اندیشہ میں راتیں جاگتے تھے اور عمر ہر روز آکر دیکھتا اور پھر جاتا
عمر اسی طرح ہمیشہ پھرتا رہتا۔ امیر نے پہلوانوں کو بھی ہوشیار رہنے کے واسطے حکم دے رکھا
تھا۔ ایک رات امیر اُن کے اعتبار پر سو رہے اتنے میں عمر آیا اور قابو پا کر بے ہوشی کی
دوا ہاتھ میں لی اور یہ سوچ کر دور کھڑا رہا کہ اگر میں پاس گیا تو امیر میرے کان پکڑینگا
پس یہ اندیشہ کرکے بے ہوشی کی دوا نفنگ میں ڈال کر امیر کی ناک میں پھونکی اور امیر
کو چھینک آئی اور بے ہوش ہوئے۔ تب عمر نے کمندوں سے باندھا اور جنگل میں لے جاکر
ایک درخت سے باندھ دیا اور ہوشیار کیا۔ امیر اپنی حالت دیکھ کر حیرت میں ہوئے۔ عمر نے
ستر لکڑیاں گن کر کہا امیر کو ماریں۔ تب امیر نے کہا کہ کعبہ کی سوگند ہے اور پروردگار کی قسم
ہے کہ تیرا خون ضرور گراؤنگا۔ یہ کہ کر زور کیا تو کمند ٹوٹی۔ تب تو عمر دیکھتے ہی بھاگے۔ آپ
نے فرمایا کہ تو کہاں تک بھاگیگا آخر کار تو تیرا خون کرونگا۔ تب تو عمر ڈرا اور کئی قدم پھر
واپس مار کر بولا کہ امیر ایک بات تو ذرا سُن لو کہ میں ایک حکمت بتاتا ہوں۔ امیر نے فرمایا
کیا بتاتا ہے۔ عمر نے کہا کہ تمہاری سوگند کے واسطے ایک نشتر مار لیتا ہوں جس سے لہو

زمین پر گریگا تو خون کئے کے مانند ہوگا۔ تب امیر نے فرمایا کہ اے چور جلد حکمت ڈھونڈھ نہیں تو کام دشوار ہوتا ہے۔ تب عمر نے نشتر امیر کو دی اور امیر نے عمر کو نشتر مار کر لہو زمین پر گرایا۔ پھر دونوں مل کر لشکر میں آئے اور خوشی سے رہنے لگے (باقی داستان شب فردا)

بہتّرویں داستان

راویان اخبار یوں روایت کرتے ہیں کہ ایک حکیم مروک نام بختک کا پیغام پڑھ کر آیا اور نوشیرواں سے مل کر کہا کہ میں نے نجوم میں دیکھا ہے کہ حمزہ اپنے یاروں سمیت میرے ہاتھ سے اندھا ہوگا۔ نوشیرواں نے کہا کہ اگر یوں ہو تو پھر اَور کیا چاہئے۔ القصہ وہ حکیم عمر بن عمیہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں غریب ہوں ولیکن طبابت اور حکمت خوب جانتا ہوں اگر تمھاری مہربانی ہوگی اور سفارش کروگے تو البتہ چند روز امیر کے زیر سایہ رہونگا۔ تب عمر نے اُس کی سب کیفیت امیر سے بیان کی اور کہا کہ یہ اچھا حکیم ہے اور غریب ہے تمھاری خدمت میں رہنے کو کہتا ہے۔ امیر نے فرمایا کہ بہتر ہے رہنے دو۔ تب وہ حکیم عمر اور امیر کے پاس رہنے لگا اور اپنی حکمت دکھانے لگا۔ رفتہ رفتہ امیر اُس کا اعتبار کرنے لگے۔ ایک روز امیر کی آنکھوں میں درد تھا تو حکیم کو کہا کہ میری آنکھوں میں درد ہے۔ اُس حکیم نے سرمہ لاکر دیا اور امیر نے آنکھوں میں لگایا اور بہت فایدہ ہوا۔ تب سارے یاروں اور پہلوانوں نے امیر سے کہا اور سرمہ لیا اور آنکھوں میں لگایا اور فایدہ دیکھا۔ جب حکیم کا اعتبار خوب جم گیا تو اندھا کرنے کی دوا اُس سرمہ میں ملائی اور امیر کے پاس لایا۔ ہر روز کے اعتبار پر امیر نے یاروں سمیت سرمہ آنکھوں میں لگایا۔ اور وہ حکیم اُسی وقت نوشیرواں کے پاس گیا اور کہا کہ بادشاہ کے اقبال سے امیر اور عمر اور حمزہ کے سب یاروں کو اندھا کر آیا ہوں۔ تب بختک نے اُٹھ کر حکیم کو گلے سے لگایا اور کہا کہ کیونکر پہچانیں کہ وہ اندھے ہوئے ہیں۔ حکیم نے کہا کہ جنگ کا نقارہ کرو ابھی سب حال معلوم ہوتا ہے۔ تب نوشیرواں نے لڑائی کا نقارہ بجایا۔ جب امیر نے نقارے کی آواز سُنی تو فرمایا کہ کیا سبب ہے جو بے وقت نقارۂ جنگ بجا ہے۔ پس وضو کے لئے پانی مانگا اور مُنہ ہاتھ اور آنکھیں خوب دھوئیں بصارت جاتی رہی۔ تب امیر نے کہا اے یارو مجھے دکھائی نہیں دیتا۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم بھی اندھے ہوئے ہیں۔ تب امیر نے کہا کہ اُس حکیم کو پکڑ لاو۔ تب ہر چند تلاش کیا مگر وہ کہیں نہ ملا۔ تب معلوم ہوا کہ وہ بھاگ گیا ہے۔ پس امیر نے کہا کہ خدائے تعالیٰ کا حکم یوں

ہی تھا اور اب شور سے کچھ فایدہ نہیں ہے

نظم

بودنی بود ہر چہ خواہد بود ٭ غم بہ دل داشتن نہ دارد سود
گرگ از گلہ گوسفند ربود ٭ ہائے ہوئے شباں نہ دارد سود

القصہ سوار ہو کر میدان میں آ کھڑے ہوئے۔ تب نوشیرواں نے کہا کہ اگر وہ اندھے ہوتے تو میدان میں آ کر کیوں کھڑے رہتے۔ حکیم نے کہا کہ اے بادشاہ ایک پہلوان کو میدان میں روانہ کر ابھی معلوم ہو جائیگا کہ کیا حال ہے۔ تب ایک عادی میدان میں آیا اور اُس نے ہردم پر حملہ کیا۔ ہاردم نے سانگ سے اُس کا ہتھیار روکا اور زور کیا اور آنکھوں والوں کی طرح کھڑا رہا۔ اور ہردم نے عادی کو ایسا مارا کہ وہ خاک

مردک نامی حکیم نے نوشیرواں کے حکم سے امیر کے پاس آ کر نوکر ہونا اور بعد اعتبار کلی سرمہ نابینائی کا دینا اور امیر حمزہ نے مع یاروں کے وہ سرمہ آنکھوں میں لگانا اور لگاتے ہی امیر اور اُن کے سب یاروں نے اندھا ہو کر کفار سے لڑنا



میں ملایا۔ تب نوشیرواں نے کہا کہ اگر یہ اندھے ہوتے تو آنکھوں والوں کی طرح یہ کیوں لڑتے۔ غرض دوسرا عادی آیا ہردم نے اُسے بھی مارا۔ غرض اُس روز ہردم نے سات

عادی مارے - تب عادیوں کے سردار نے حکم دیا کہ ہروم پر سب کے سب یکبارگی حملہ کرو۔ عادیوں نے گھوڑے اُٹھائے اور ہروم کو گھیر لیا۔ تب ہروم چو طرفی سانگ پھرا کر چھوڑنے لگا جسے وہ مارتا وہ گھوڑے سمیت گرتا۔ پھر ہروم پر تیر مارنے لگے۔ تب بختک نے کہا کہ ان کی پیٹھ پر مارو۔ تب بختک کے کہنے کے مطابق کیا۔ تب ہروم نے نعرہ مارا کہ امیر یہ مجھے مارتے ہیں۔ امیر نے گھوڑے کو ڈپٹا اور وہاں گئے۔ تب عادی بھاگے۔ اور امیر نے ہروم کو فوج میں روانہ کیا اور کہا کہ اے کافرو یہ جانو کہ میں اندھا ہوں۔ پس اس حالت میں بھی کسی کافر کو مارونگا کہ جس کا حال خدا کو معلوم ہوگا اب بھی تم باز آؤ۔ تب نوشیرواں نے کہا کہ ہمارا لشکر ایک دفعہ حملہ کرو۔ تب سارا لشکر امیر پر ٹوٹا۔ اور امیر دونوں ہاتھوں سے تلواریں مارنے لگے۔ تب امیر کے یار اور لشکر کافروں پر پڑے اور بے فکر مارنے چلے۔ پس ایک ایک ہاتھ میں سوار کو گھوڑے سمیت چت کرتے۔ مردوں کی واویلا اور پہلوانوں کا شور اور گرزوں کی تڑاتڑ اور تلواروں کی چقاچق سے پکارپکار ہونے لگی اور کافروں کے سر گیند کی طرح دھڑوں پر سے گرتے تھے اور دھڑوں کے چبوترے بنتے تھے۔ تب نوشیرواں نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ وہ تو اندھے ہیں تم اُن پر بھی غالب نہیں آسکتے۔ تب امیر نے کہا کہ کافروں نے ہمارا اندھا ہونا معلوم کرلیا ہے اس لئے ہمیں کسی قلعہ میں داخل ہونا چاہئے۔ تب پہلوانوں اور اُردویل کے بادشاہ نے کہا کہ یا امیر یہاں سے اُردویل تین منزل کے فاصلہ پر ہے سو وہاں جانا بہتر ہے۔ تب امیر کے حکم سے لڑتے ہوئے چل دیئے رات ہوئی۔ نوشیرواں نے کہا کہ اب لڑائی بند کرو کہ جان بچے۔ امیر نے آدھی رات کو وہاں سے کوچ کیا اور اردویل کی راہ لی۔ اور فوج کو اپنے اور اسباب کے گرد و پیش کرکے رات دن لڑتے ہوئے چوتھے روز وہ ملک اردویل میں پہنچے اور قلعہ میں داخل ہوئے اور قلعہ کے دروازے بند کئے اور خندقیں پر آب کیں۔ پس امیر اور تمام پہلوان خدا کی یاد میں رہتے تھے اور باقی لشکر فصیلوں پر چڑھ کر کافروں سے لڑتا تھا۔ اور نوشیرواں نے اس قلعہ کو گھیر رکھا تھا (باقی داستان شب فردا)۔

ستّرویں داستان

جب امیر کشور گیر شہر اُردویل میں جاکر قلعہ بند ہوکر رہنے لگے تو یہ خبر تمام ملکوں میں مشہور ہوئی کہ حمزہ کو مرونگ حکیم نے دوا دے کر اندھا کیا۔ اور اس ناہنجار نے امیر کے سب یاروں کا بھی یہی حال بنایا۔ چنانچہ یہ خبر شہر بدیع میں بھی پہنچی۔ اور وہاں

ہروم کی بہن کو امیر سے لڑکا پیدا ہوا تھا اور والدہ نے اُس کا نام قاسم جگر خوں خوار رکھا تھا اور وہ لڑکا جنگل میں ہمیشہ شکار کھیلتا۔ اور ہروم کی بھانجی کو بھی سعد بن عمر سے لڑکا پیدا ہوا تھا اور اُس کا نام حارث رکھا گیا تھا۔ اور یہ دونوں لڑکے وہاں ایک جگہہ رہتے تھے۔ ان دونوں لڑکوں نے جب امیر کی مصیبت کی خبر سُنی تو دونوں نے لشکر لیا اور بروع سے روانہ ہوکر اردویل میں پہنچے اور کافروں پر پڑکر اپنے دل کا بخار خوب نکالا اور اپنے دعویٰ کو بخوبی ثابت کیا اور شہر میں آکر امیر سے ملے۔ اور امیر مع یاران بہت خوش ہوئے۔ اور سب کی مل کر یہی صلاح مقرر ہوئی کہ اگر یہاں سے بروع کو چلیں گے تو آرام پائینگے۔ تب امیر اپنا تمام لشکر لے کر اردویل سے بروع کی طرف روانہ ہوئے۔ اور کافروں نے ان کا پیچھا کیا۔ غرض کہ امیر کافروں سے لڑتے بھڑتے بروع کے قلعہ میں داخل ہوئے۔ اور کافروں کا لشکر قلعہ کے گرد گھیرا کرکے اُترا۔ راوی یوں روایت کرتا ہے کہ جب چھ مہینے گذرے تو امیر بہت تنگ دل ہوئے اور یاروں کو بُلا کر فرمایا کہ تم سب میرے واسطے کاہے کو ہلاک ہوتے ہو اب تم مجھے پکڑکر نوشیرواں کے حوالے کرو اور تم جہاں چاہو خوشی سے رہو۔ تب سب یار وفادار سُن کر رونے لگے اور کہا کہ اگر ہماری ہزار جان ہوگی تو بھی ہم سب تمہارے قدموں پر فدا کرینگے اور کوئی بڑا ہی کمبخت اور بے وفا ہوگا جو تم سے جدا ہوگا۔ اور جب تک ہمارے تن میں جان ہے ہم تم کو نہ چھوڑینگے۔ یہ انہیں باتوں میں تھے کہ پردہ غیب سے حضرت خواجہ خضر علیہ السلام خداوند پروردگار عالمیان کے حکم سے ایک ہرا پتا لے کر وہاں پہنچے اور اُس کا عرق نچوڑ کر امیر کی آنکھوں میں ٹپکایا۔ عرق ڈالتے ہی امیر کی آنکھیں روشن ہوئیں اور امیر اُٹھ کر حضرت خضر کے پاؤں پر پڑے۔ خضر علیہ السلام نے کہا کہ اے فرزند کہ یہ کام خدائے تعالیٰ کی طرف سے تم پر ہوا ہے اب سب یاروں کی آنکھوں میں یہی رگڑ کر لگا اور خدا کی قدرت کا تماشا دیکھ۔ یہ کہ کر حضرت خضر علیہ السلام تشریف لے گئے۔ اور امیر نے وہ پتا سب یاروں کی آنکھوں میں لگایا۔ قدرتِ حق سے سب کی آنکھیں روشن ہوئیں اور سب خدائے تعالیٰ کا شکر بجا لائے۔ عمر کرسی پر سے اُٹھا اور کہا کہ یہ کام بختک نے کرایا ہے پس اب اُسے میں بھی سزا دیتا ہوں۔ امیر نے فرمایا کہ مرضی خدا کی یوں ہی تھی۔ عمر نے نہ مانا۔ جب رات ہوئی تو عمر شہر سے باہر نکلا اور باورچی کی صورت بنا کر صبح ہوتے ہی بختک کے پاس گیا اور دربانوں سے کہا کہ ایک باورچی روم سے آیا ہے بختک کو خبر دو۔ بختک نے خبر پاتے ہی بُلوایا۔ عمر اندر گئے آداب بجا لائے۔ اُس نے سر سے پاؤں تک خوب دیکھا اور دل میں کہا کہ عمر تو اندھا تھا وہ یہاں کیونکر آیا ہوگا۔ جاسوسوں کو بُلا کر قلعہ میں روانہ کیا کہ عمر کو دیکھ آؤ۔ جاسوسوں نے اپنے

دل میں کہا کہ اگر عمر کو قلعہ میں بتائینگے تو یہ اُسے مار ڈالے گا۔ اور اگر امیر کے پاس بتائینگے تو کچھ قباحت نہ ہوگی۔ جاسوسوں نے یہ مشورہ کیا اور وہاں سے واپس پھرے اور آ کر بختک سے کہا کہ عمر اس وقت امیر کے پاس ہے۔ بختک نے اس بات کو سچ جانا اور چپ رہا۔ اور عمر کو ہریسہ پکانے کا اسباب دلایا۔ عمر نے ہریسہ پکایا تو بختک نے دیکھا اور پسند کیا اور نوشیرواں سے ہریسہ اور عمر کی تعریف کی۔ نوشیرواں نے پسند کیا اور ہریسہ بختک کو بھی پسند کیا۔ اور جب بختک نے ہریسہ کھایا تو بہت خوش ہوا اور مالک تمام باورچی خانہ کا بنایا۔ تب عمر ہر روز ہریسہ پکا کر کھلانے لگے اور اپنا اعتبار خوب جتایا۔ ایک رات کو دیگ میں گھی ڈالا اور جوش دینے لگے۔ باورچی خانہ کے ملازم بولے کہ کیا سبب ہے جو دیگ میں گوشت کیوں نہیں ڈالا۔ عمر بولا ایک موٹے تازے بکرے کا گوشت قسائی آدھی رات کو لائے گا۔ اس لئے خالی گھی کو جوش دیتا ہوں تب وہ ملازم چپ ہو رہے۔ اور عمر آدھی رات کو بختک کے گھر میں گیا اور بختک کو سوتا پایا تب ساڑھے سات مثقال بے ہوشی کی دوا نکال کر اُس کی ناک میں ڈالی۔ بختک نے جب دم اوپر کو کھینچا تو چھینک آئی اور بے ہوش ہوا۔ عمر مع بچھونے لپیٹ کر اُسے اُٹھا کر لے آیا اور باورچی خانہ میں اوندھا ٹانگا۔ جب دوسرے باورچیوں نے یہ حال دیکھا تو اپنی جان سے ڈر کر سوتوں کی مانند پڑے رہے اور عمر نے بختک کا گوشت تیز چاقو سے کاٹ کر گھی میں ڈال کر ہریسہ پکایا اور چمڑا، ہڈیاں وغیرہ زمین میں گاڑیں۔ اور طایف کی مونیز میں داروئے بے ہوشی کی ملا کر سوتے ہوئے باورچیوں کو اُٹھا کر کھلائی۔ جب وہ بے ہوش ہوئے تب ان سب کے سر کاٹ کر زمین میں دفن کئے۔ جب صبح ہوئی تو نوشیرواں کے سامنے وہ ہریسہ لایا۔ تب بادشاہ نے دوسرے بادشاہوں سمیت کھا کر بہت تعریف کی۔ بزرجمہر نے نجوم میں دیکھا تھا کہ عمر نے یہ کام کیا ہے سو اس واسطے بزرجمہر نے نہ کھایا۔ نوشیرواں نے کھانے میں شامل ہونے کے لئے ہر چند بُلایا۔ بزرجمہر نے کہا کہ اے بادشاہ میں کھانا کھا کر آیا ہوں اور کھانے پر کھانا حرام ہے بلکہ زہر ہلاہل ہے۔ نوشیرواں نے چپ رہکر ہریسہ کھایا۔ اتنے میں بختک کی انگوٹھی باسن میں سے نکلی۔ نوشیرواں نے کہا کہ اے مطبخی یہ انگوٹھی ہریسہ میں کیوں ڈالی ہے۔ تب عمر جست مار کر بارگاہ سے باہر آیا اور امیر کے حضور میں گیا اور ساری حقیقت عرض کی۔ امیر نے فرمایا کہ اے چور آدمی کا گوشت آدمی کو کھلانا منع ہے۔ تب نوشیرواں کو وہم ہوا اور نفر بھیجے کہ جا کر بختک کو بُلا لاؤ۔ آدمی دوڑے اور بختک کے غایب ہونے کی خبر لائے تب نوشیرواں نے سمجھ لیا کہ یہ گوشت بختک کا تھا اور مطبخی عمر تھا۔ یہ جان کر نوشیرواں نے قے کرنا شروع کیا اور بیمار ہوگیا (باقی داستان شب فردا) ◆

چوہترویں داستان

جب نوشیرواں سفے کرتے کرتے بیمار ہو گیا تو دوسرے روز تخت پر بیٹھ کر بزرجمہر کو کہا کہ اے مکار تجھے معلوم تھا کہ عمر مجھے بختک کا گوشت کھلاتا ہے کیوں خبر نہ کی۔ بزرجمہر نے کہا کہ اگر میں تجھے خبر کرتا تو عمر اُسی وقت مجھے مار ڈالتا اس واسطے میں نے تجھے خبر نہ کی اور بادشاہ و شہریار حکیموں اور وزیروں سے پوچھنے کے سوا نہ کچھ کھاتے اور نہ کچھ کرتے ہیں تو نے میرے پوچھے بغیر کیوں کھایا۔ نوشیرواں نے کہا کہ تو نے یہ بڑی تقصیر کی ہے البتہ تجھ کو تعذیر دونگا۔ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيدُ کہ جو کچھ خدا نے چاہا وہ کیا اور چاہیگا سو کریگا۔ پس جلاد کو بلوا کر نوشیرواں نے حکم دیا کہ بزرجمہر کی دونوں آنکھیں نکال ڈالو۔ اور آپ بادشاہی چھوڑ کر اور ہرمز کو تخت پر بٹھا کر مدائن کی طرف چلا گیا۔ اور بزرجمہر اپنی آنکھیں کھو کر حمزہ کے پاس گئے اور کہا کہ اے فرزند اب مجھ کو مکہ معظمہ میں پہنچا دے کہ پیغمبر آخر الزمان محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و سلم متولد ہو کر چالیس روز کے ہوئے ہیں۔ القصہ بزرجمہر مکہ معظمہ میں آئے اور خواجہ عبد المطلب سے ملاقات کی۔ تب وہ بزرجمہر کو خانہ کعبہ میں لائے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و سلم کے روبرو کھڑا کیا اور حضرتؐ کے دونوں قدموں کے نیچے کی خاک بزرجمہر کی آنکھوں میں لگا کر پٹی مضبوط باندھی اور مناجات کرائی کہ یا قاضی الحاجات اپنے محبوب کے قدموں کی برکت سے میری آنکھیں روشن کر۔ تب مجیب الدعوات نے حضرت محمد مصطفےٰؐ کے نام شفا التیام کی برکت سے بزرجمہر کو آنکھیں مرحمت فرمائیں اور ہاتف نے آواز دی کہ اے بزرجمہر اگر تو محمدؐ کی برکت سے مناجات کرتا تو مشرق سے مغرب تک مردہ زندہ ہوتے لیکن تو نے بہت تھوڑی حاجت چاہی ہے۔ تب بزرجمہر نے چہرہ منور حضرت کا دیکھ کر بوسہ دیا اور قدم مبارک پر پڑے اور یہ معجزہ تمام دنیا میں مشہور ہوا۔ اور جو توریت کے عالم تھے وہ خوب سمجھے بوجھے اور پکارے کہ آخری زمانہ کا پیغمبرؐ دنیا میں پیدا ہوا۔ جب نوشیرواں مدائن کو گیا اور ہرمز بروج میں تخت پر بیٹھا تو داہنے ہاتھ بزرجمہر کے فرزند سیاوش اور بائیں ہاتھ بختک کے بیٹے بختیارک کو وزیر مقرر کر کے بٹھایا۔ اور یہ موذی بختیارک باپ سے سو حصہ حرام زدگی میں زیادہ تھا اور ہرمز کی دولت اور ملک کو اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔ اور وہ مکار ناہنجار جو کچھ کہتا ہرمز اُس پر عمل کرتا اور کہتا کہ اے وزیر ایسا کام کر کہ اس عرب کا سر کٹے۔ بختیارک کہتا کہ اے بادشاہ خاطر جمع رکھ کہ میں نامہ قضا و قدر باختر کے بادشاہوں کو لکھا ہے۔ اور وہ پہلوان آدم خوار ہیں اگر وہ آئیں تو حمزہ کے لشکر کو جیتا نگل جائینگے۔ اتنے میں گرگ سوار کا لشکر پہنچا۔ اور اس کا سردار مرزبان زردشت گاؤ سنگی

تھا جب نوشیرواں کا فرماں نامہ گاؤ لنگی رخام کے بادشاہ کو بھیجا تو اس مضمون کا تھا کہ اے بادشاہ رخام گاؤ لنگی نام تجھے معلوم ہو کہ حمزہ نام بن عبد المطلب ایک عرب پیدا ہو کر اٹھارہ برس کوہ قاف میں رہا اور انسان و ہاتھی و گھوڑے و کتے و بیل کے سر اور شکل کے ہزار ہا دیوؤں کو فنا کر کے اور سلامتی سے واپس آ کر بادشاہوں اور پہلوانوں اور گردن کشوں کو تخت دولت پر سے تختۂ تابوت پر سلایا ہے اور جو مسلمان ہوتا ہے اس کو امان دے کر حلقۂ غلامی کا پہنا کر رکھتا ہے اور مجھے نہایت خوار کیا ہے اگر رخام کا بادشاہ آئے تو اسے دنیا سے اٹھائے نہیں تو رخام کو معلوم ہو کہ وہی آنے والا ہے اور باختر میں آنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ جب نوشیرواں کے نام کا گاؤ لنگی کے پاس پہنچا تو وہ اپنے فرزندوں اور داماد کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ اس مہم عظیم کو کون اختیار کرتا ہے۔ تب اس کے بڑے داماد زردشت نے کہا کہ اگر میرے نام پر حکم ہو تو حمزہ کو باندھ کر لاتا ہوں۔ تب گاؤ لنگی نے تیس ہزار سوار ساتھ دے کر زردشت کو روانہ کیا۔ جب مرزبان شہر بروع کے نزدیک پہنچا تو ہرمز نے استقبال کیا اور ہزار تعظیم و تکریم سے بلایا۔ اور دوسرے روز لڑائی کا نقارہ بجا کر مقابلہ کے لئے میدان میں آ کھڑا ہوا۔ تب امیر کشور گیر بھی لڑائی کا نقارہ بجا کر میدان میں آ کھڑے ہوئے۔ اور اسی وقت ایک کرگ سوار میدان میں آیا تو اس وقت سارے پہلوان بولے کہ یا امیر لانڈگی کی بو کے سبب ہمارے گھوڑوں میں آگے جانے کی طاقت نہیں ہے اگر حکم ہو تو پیادہ جا کر کافروں سے جنگ کریں۔ تب امیر نے فرمایا کہ تمہیں پیادہ جا کر مرنے کی کچھ ضرورت نہیں میں خود جاتا ہوں۔ تب ہروم نے کہا کہ اے جہاں گیر میں ہمیشہ پیادہ جنگ کرتا ہوں اگر حکم ہو تو میں میدان میں جاؤں۔ امیر نے فرمایا کہ تجھے خدا کو سونپا۔ تب وہ شیر کی طرح غراتا ہوا میدان میں آیا اور کافر حریف کے مقابل کھڑا رہا۔ تب کرگ سوار نے مچھلی کا کانٹا ہروم پر چلایا۔ ہروم نے اس کا حربۂ ماہی سانگ میں لپیٹ لیا اور زور کر کے چھین لیا اور سانگ پھرا کر ایسا مارا کہ وہ کافر مع لانڈگی زمین میں پست ہوا۔ تب عمر نے کہا کہ اے ہروم لانڈگی کو مت مار۔ ہروم نے کہا کہ کیا کریگا۔ عمر نے کہا کہ اپنے لشکر کے گھوڑوں میں باندھونگا تاکہ لانڈگوں کی دہشت گھوڑوں کے دلوں سے نکل جائے کیونکہ ہم نے باختر میں ضرور جانا ہے۔ ہروم نے کہا کہ اے عمر تو نے خوب سوچا۔ پھر دوسرا لانڈگی سوار آیا اور حربہ چلایا۔ ہروم نے بدستور سانگ میں لپیٹ کر حربہ چھین کو ایسا مارا کہ وہ کرگ سوار واصل نار ہوا۔ اور سوار سے کرگ الگ ہوا۔ تب عمر دونوں لانڈگی پر سوار ہو کر آئے اور ان کو اپنے لشکر کے گھوڑوں کے پاس باندھا۔ ہروم نے اس میدان میں بدستور چالیس سوار جہنم کو روانہ کئے۔ تب انہوں نے ارادہ کیا کہ آگ کے لانڈگوں پر سوار ہوں کہ اتنے میں شام ہوئی اور دونوں

لشکر اپنے مقام پر اُترے۔ ہردم نے آگے امیر کے قدموں پر بوسہ دیا اور امیر نے ہردم کو نوازا۔
جب صبح ہوئی تو دونوں لشکر مستعد ہو کر میدان میں آئے۔ اور کافروں میں سے ایک لانڈگی
سوار میدان میں آیا اور ہردم نے اُسے بہ دستور جہنم میں پہنچایا۔ اس وقت اُسی طرح ہردم نے
دس کافروں کو جہنم میں داخل کیا۔ پھر کوئی کافر میدان میں نہ نکلا۔ تب زردشت نے کہا کہ اے
نام آوران بہادرو کیوں میدان میں نہیں جاتے۔ سواروں نے کہا کہ اے شہزادے ہم کو ہماری
جان پیاری ہے نہیں جائینگے کیونکہ جو رفیق جاتا ہے سو میدان سے واپس نہیں آتا۔ تب زردشت
آپ ہی سوار ہو کر میدان میں آیا اور ہردم پر حربہ چلایا۔ ہردم نے سانگ میں لپیٹ دیا زردشت
نے زور کیا تو ہردم نے سمجھا کہ وہ سانگ کو چھین لے گا۔ تب امیر کو پکارا۔ امیر نے گھوڑا دوڑا کر نعرہ
مارا اور اس نعرہ سے زردشت کے ہاتھ پاؤں سُست ہوئے اور ہردم نے سانگ چھین لی۔ تب
زردشت نے کہا کہ اے حمزہ تو نے ناحق لشکار کو چھوڑا دیا۔ امیر نے فرمایا کہ اے کافر تو جو نشان
بہادری کا رکھتا ہے لا۔ تب اُس کافر نے امیر کے سر پر حربہ ایسا مارا کہ اگر حمزہ سدِ سکندری
ہوتا تو بھی پُر خطر ہوتا مگر حمزہ کو ذرا بھی ضرر نہ ہوا۔ تب اُس نے کہا کہ اے حمزہ ابھی تو زندہ ہے
فرمایا اے کافر بہ فضلِ خدا زندہ ہوں۔ مگر دو حملے اور تجھے دیئے مار۔ پس اُس نے اپنے زور پر دو
حربے ایسے مارے کہ اگر پہاڑ ہوتا تو سرمہ ہو جاتا۔ جب امیر کی باری آئی تو امیر نے گیارہ سو من
کا گرز ایسا مارا کہ وہ بے ہوش ہو گیا اور دل میں کہا کہ میں حمزہ کے مقابل کا نہیں ہوں یہ
کہہ کر واپس ہوا۔ تب امیر نے پھرتے وقت اُس کے سر پر گرز ایسا مارا کہ اُس کے حلق سے لہو زمین
پہ پڑا۔ اور وہ بھاگ کر چلا گیا۔ تب آسایش کے نقارے بجوائے۔ اور زردشت نے کہا کہ اے ہرمز
میں حمزہ کے مقابل کا مرد نہیں ہوں ہاں اگر بادشاہ یہاں سے قضا و قدر میں میرے ساتھ چلے
تو وہاں سرسال بن وال آدم خور بادشاہ سخت پہلوان ہے اُس کی پناہ لے۔ اگر حمزہ وہاں
آیا تو یقین ہے کہ اپنی زیست سے ہاتھ دھوئیگا۔ تب سب کافر ایک مشورت سے بولے کہ البتہ
جس کام میں حمزہ کا ضرر ہو وہی کرنا چاہیئے۔ تب سیاوش سے ہرمز نے پوچھا تو اُس نے کہا کہ اے
بادشاہ جانا مناسب نہیں ہے اور اگر جاؤگے تو البتہ پشیمان ہوؤگے۔ بختیارک ناہنجار نے کہا
کہ جانا بہت ضروری ہے۔ تب سیاوش نے کہا کہ بادشاہ مختار ہیں۔ القصہ دوسرے روز ہرمز
نے اپنے لشکر سمیت زردشت کی رہبری سے کوچ کیا اور چند روز میں قضا و قدر میں پہنچے۔ تب
زردشت نے آگے جا کر سرسال کو خبر کی۔ اور سرسال بن وال نے آکر استقبال کیا اور بڑی تعظیم
و تکریم سے لے جا کر ہرمز کو تخت پر بٹھایا اور بہت دلاسا و دلبری کی اور کہا کہ اے بادشاہ
تو فکر نہ کر حمزہ کو مارنا میرا کام ہے۔ اور جب امیر کو قضا و قدر میں ہرمز کے جانے کی خبر ہوئی

تو امیر بھی آکر قضا و قدر سے چار کوس کے فاصلہ پر اُترے۔ سرسال بن دال نے کھانا منگا کر ہرمز کے روبرو رکھا اور دوسرے کافروں کو بھی دیا۔ ہرمز نے دیکھا کہ گوشت سؤر کا سفرہ پر آیا ہے۔ تب ہرمز نے کھانے سے انکار کیا۔ پس زردشت نے کہا کہ اے بادشاہ اس کی مجلس میں تم بیٹھے ہو جو آیا سو کھانا ضروری ہے اگر سرسال سے یہ بات ظاہر ہوگی تو مشکل ہے۔ تب ہرمز نے ضرورت کے موافق ایک نوالہ سؤر کے گوشت کا کھایا۔ پھر وہیں قے کی۔ پھر سرسال اور اُس کے دوسرے ہم جنسوں نے یہ صلاح کی کہ بڑے لات نے ہم پر مہربان ہوکہ ہمارے واسطے جو یہ بکریاں بھیجی ہیں پس ان کے کھانے میں کوتاہی نہ کرنی چاہیئے۔ یہ قرار دے کر سرسال کے سپاہی ہرمز کے لشکر سے ہر روز آدمیوں کو پکڑ کر لے جاتے اور کھاتے۔ ہرمز نے یہ بات سُن کر بختیار کی عقل پر ہزار نفریں اور لعنت کہ کر سیاوش سے کہا کہ اے خواجہ زادے بختیار ملعون کی صلاح سے تو ہم اس مصیبت میں پھنسے ہیں اب تم دست گیر ہوکر ایسی تدبیر کرو کہ سرسال شیطان کے پنجے سے رہائی ہو۔ تب سیاوش نے کہا کہ حمزہ کی پناہ کے سوا رہائی مشکل ہے۔ ہرمز نے کہا کہ اول تم جاکر ہماری سفارش کرو پھر جیسا کہو گے میں ویسا کرونگا۔ تب سیاوش نے جاکر ساری حقیقت حمزہ سے عرض کی۔ حمزہ نے فرمایا کہ اگر ہرمز مسلمان ہوگا تو اُسے بخشونگا۔ سیاوش نے اسلام کا پیغام ہرمز کو بھیجا اور اس گبر زادہ نے صبر سے باطن میں نفاق رکھ کر ظاہر میں قبول کیا اور آدھی رات کو مع فوج امیر کے لشکر میں جا شامل ہوا۔ امیر نے ہرمز کو تعظیم سے لاکر تخت پر بٹھایا اور مسلمان کیا اور کھانا کھلایا۔ تب ہرمز نے کہا کہ یا امیر میں مدائن کو جاؤنگا اور والدین کو دیکھونگا۔ امیر نے فرمایا کہ تو مختار ہے جا لیکن مومن رہنا۔ ہرمز نے قبول کیا اور مدائن کو روانہ ہوا۔ امیر وہیں تھے کہ ایک روز فجر ہوتے ہی سرسال نے طبل جنگ بجوائے اور میدان میں آیا اُس کافر کا قد ایک سو ستر گز تھا وہ گھوڑا میدان میں لاکر پکارا کہ اے بکریو تم میں سے جسے مرنے کی آرزو ہے سو میدان میں آئے۔ تب لندھور امیر کے روبرو آیا اور اجازت چاہی۔ پس امیر نے فرمایا کہ جاؤ حوالے خدا کے کیا۔ تب لندھور میدان میں آیا۔ سرسال نے کہا کہ اے دراز قد تیرا کیا نام ہے۔ اُس نے کہا کہ میرا نام لندھور بن سعدان تاج دار ہند ضلع سراندیپ کا ہوں۔ تب سرسال نے کہا کہ اے لندھور تو مردانہ ہے اب تو مار۔ تب لندھور نے کہا کہ یہ طریقہ ہمارا نہیں ہے۔ پس سرسال نے گرز اُٹھایا اور لندھور نے سپر سر پر لی اور خدا کی پناہ مانگی۔ اُس نے گرز مارا اس نے ہزار سختی سے روکیا۔ تب سرسال نے کہا کہ اب تو مار۔ تب لندھور نے اپنا گرز اُس پر مارا۔ اُس نے ہنس کر کہا کہ اے لندھور

اتنے بڑے قد میں اس گرز کی ضرب آواز در گنبد کی مثال ہے۔ غرض شام تک دونوں لڑتے
اور رات کو دونوں لشکر اترے۔ لندھور آیا تو امیر نے فرمایا کہ سرسال کو کیسے پایا۔ کہا کہ زور میں
پولاد تن کے برابر ہے۔ اس وقت امیر نے زوبین کے واسطے افسوس کیا۔ جب فجر ہوئی تو پھر
دونوں لشکر تیار ہو کر میدان میں آئے۔ تو امیر کی اجازت سے مالک اشتر میدان میں آ کھڑا ہوا
تب سرسال نے کہا کہ اے کوتاہ قد کل با وجود اس دراز قد کے لندھور بھی سر نہ آ سکا
اب تو کیا کر سکیگا۔ تب مالک نے کہا کہ قد تو میرا چھوٹا ہے لیکن خدا میرا بڑا ہے کہ ابھی تیرا
منہ تکتا ہوگا جو نشان کہ بہادری کا رکھتا ہے وہ لا۔ تب سرسال نے گرز اٹھایا مالک نے سپر
سر پر لی اور رد کیا۔ جب مالک نے گرز مارا تو سرسال نے بڑی محنت سے رد کیا اور کہا ہزار
آفرین ہے تیرے بازو پر۔ کیا ہوا جو قد چھوٹا ہے لیکن قوت بڑی رکھتا ہے۔ پھر یہ دستور
بہ شام تک لڑتے جب رات ہوئی تو دونوں لشکر اترے اور تمام رات آرام کیا۔ جب فجر ہوئی
تو سرسال نے میدان میں آ کر پکارا اور قیبار سامنے آ کھڑا ہوا اور سرسال نے قیبار کی ڈھال
پر گرز مارا اور تیرے جیسا شعلہ آگ کا نکل کر آسمان کی طرف گیا۔ اور قیبار نے سرسال کو تلوار
ماری اور اس نے رد کی مگر پھسل کر گھوڑے پہ پڑی اور وہ مرگیا اور سرسال زمین پر گرا اور قیبار کے
کے گھوڑے کو بے کرنا چاہا تو قیبار جلد پیادہ ہوا اور گھوڑے کو پشت پیچھے کر لیا۔ تب سرسال
نے دونوں بازو پکڑ کر قیبار کو اٹھایا اور زمین پر پچھاڑا۔ اتنے میں امیر نے نعرہ مارا اور اس کے
مقابل آئے اور سرسال قیبار کو چھوڑ کر دوسرے گھوڑے پہ سوار ہوا اور کہا اے کوتاہ قد تو
کون ہے جو میرے شکار کو چھوڑایا۔ امیر نے فرمایا کہ میں حمزہ بن عبد المطلب ہوں۔ سرسال نے
امیر پر گرز چلایا۔ امیر نے سپر کی اوجھڑ سے رد کیا اور فرمایا کہ اے ملعون میں نے دو حملے اور بھی تجھ
کو دیئے۔ تب اس موذی نے گرز اٹھایا اور چلایا۔ تب عمر نے عربی زبان میں امیر سے کہا کہ تم باخبر
میں آئے ہو اس کو جلد ہی سے اٹھا لو تا کہ تمہارا رعب لشکر پر قائم ہو۔ امیر نے فرمایا تم سچ
کہتے ہو۔ جب سرسال نے تیسرا گرز چلانا چاہا تو امیر نے گرز کا قبضہ پکڑ کر ایسا دیا کہ اس کا
ہاتھ چھوٹا اور گرز زمین پر گرا اور امیر نے کمند دو بند اس کے گلے میں ڈالا اور کھینچ کر اسے
زمین پہ گرایا اور جست مار کر سرسال کے سینے پر بیٹھے۔ تب اس کے لشکر نے چاہا کہ امیر پر حملہ
کریں لیکن سرسال نے منع کیا تو وہ کھڑے رہے اور امیر نے اس کے ہاتھ پاؤں محکم باندھے
اور عمر کے حوالے کیا اور آپ فتح و نصرت سے آ کر پہلوانی جہال کی کرسی پہ بیٹھے اور سرسال
کو بلا کر فرمایا کہ میں نے تجھے کیونکر باندھا۔ اس نے کہا کہ جیسے مرد مردوں کو باندھتے ہیں
ویسے باندھا ہے۔ امیر نے فرمایا کہ مردان عالم نے کہا ہے کہ مرد باش یا ہم پائے مردے باش۔

سرسال نے کہا کہ تم مجھ کو مت مارو جو کہو گے سو سنوں گا۔ امیر نے کہا کہ تو مردار اور حرام کا کھانا چھوڑ دے اور مسلمان ہو تو تجھے نہ مارونگا۔ اُس نے قبول کیا۔ تب امیر نے فرمایا بول خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا برحق ہے اور بُت و بت پرست باطل ہیں۔ سرسال نے کہا کہ تمہارا خدا بزرگ ہیں جس نے تجھ سے بچہّ کو مجھ سے ہاتھی پر غالب کیا۔ اگر کرنی ہے تو آپ کے خدا کی بندگی کرنی ہے اور یہ بُت لایق خدا کے نہیں سب باطل ہیں یہ کہکر کلمہ کا اقرار کیا اور مسلمان ہوا۔ تب امیر نے اپنے ہاتھ اُس کے بند دور کئے اور خلعت سے سرفراز کر کے لندھور سے کم مرتبہ پر بٹھایا (باقی داستان شب فردا)

پچھتروین داستان

جب امیر کشور گیر نے سرسال کو باندھ کر مسلمان کیا تو وہ امیر کو پہلوانوں سمیت شہر میں لے گیا اور بشرائط مہمان داری بجا لایا۔ تب امیر نے فرمایا کہ اے سرسال تیرے ملک میں کیا تماشا ہے وہ دکھا۔ اُس نے کہا اے جہاں گیر یہاں سے تین منزل پر طلسمات جمشیدی ہے اور کیفیت یہ ہے کہ اُس نے مرتے وقت اپنے شہر کو خالی کیا۔ اور طلسم کے سوار اور پیادے بنائے اور دولت سے اسباب تیار کر کے شہر میں رکھا اور شمشیر داروں کو نگہبانی کے لئے بٹھایا کہ کوئی آدمی شہر کے اندر نہ آئے اور کور بنا کر آپ زندوں کی طرح سو رہا۔ اور اب اُس بیابان کو بادیہ کہتے ہیں۔ اُس بادیہ میں اب دیو سفید نے رہایش کی ہے۔ امیر نے فرمایا کہ وہ دیو کوہ قاف سے بھاگا ہوا ہے۔ تب امیر اپنا لشکر قضا و قدر میں چھوڑ کر آپ مع سرسال و عمر طلسم جمشیدیہ کو گئے اور گونا گون آواز سنی تو پوچھا کہ اے سرسال یہ کیسی آواز ہے۔ کہا یا امیر یہ وہی طلسم ہے۔ امیر نے چاہا کہ دروازے کے اندر جائے مگر وہاں سے سوار تلواریں لے کر امیر پر دوڑے۔ تب امیر سمجھے کہ یہ لڑائی کو آتے ہیں۔ سرسال نے امیر کو کہا کہ میں نے اپنے دادا سے سُنا ہے کہ یہ سارا کام حکمت کی طلسم سے ہے اور سوا اور کام کے اس گنبد پر ایک اُجلا سا جانور پھرتا ہے اور اس سارے کھیل کی بنیاد وہی جانور ہے۔ اور اگر اُس مرغ کو کوئی تیر سے مارے تو یہ سارا طلسم ٹوٹ جائیگا اور بیکار ہوگی اور دروازہ کھلیگا۔ تب امیر نے مرغ کو مارا پھر عمر اور ہر آدمی چوب زمین پر مارنے لگے اور جمشید کے ہنر پر آفرین کہی اور کنجیاں مال و خزانوں کی دیکھ کر امیر نے فرمایا کہ اے عمر یہ سب طلسم اُس خزانہ کی نگہبانی کے لئے بنایا تھا۔ تب امیر نے خدا کا نام زبان پر لا کر اُس طلسم کے قفل کو توڑا اور اندر جا کر دیکھا کہ سب جگہ سانپ اور بچھو پھر رہے ہیں۔ تب امیر نے فرمایا کہ اے سرسال اب مجھے دیو سفید کی جگہ پر لے چل۔ تب وہ بادیہ علم کے بیابان کو لے گیا امیر نے دیکھا کہ تمام

جنگل پھولوں سے بھرا ہے۔ تب امیر خدا کو یاد کرکے اسم اعظم کی تسبیح پڑھنے لگے اور دیو مذکور کے کنوئیں پر پہنچے اور گھوڑے پر سے اُتر کر سرسالی کو فرمایا کہ کنوئیں پر کا پتھر نکال۔ سرسال نے بہت زور کیا لیکن نہ نکال سکا۔ تب امیر نے وہ پہاڑ کا پتھر ٹھوکر سے دور کیا اور سرسال و عمر سے کہا کہ میں اندر جاتا ہوں تم باہر سے کسی دیو کو مت چھوڑو کہ اندر آئے اور اشقر کو کہا کہ تو کنوئیں کے مُنہ پر سے دور مت ہو۔ یہ کہ کر امیر کنوئیں کے اندر گئے اور اندر کے پتھر کے سوراخ میں سے دیکھا کہ دیو سفید تفکر میں بیٹھا ہے اور دوسرے دیو تخت کے سامنے سر نیچے ڈالے ہوئے بیٹھے ہیں۔ کتنی دیر کے بعد دیو سفید نے سر اُٹھایا اور کہا اے جاسوسو اُسے بُلاؤ کہ کون ہے اور اُسے کہاں دیکھا ہے۔ تب ایک دیو نے آکر عرض کی کہ میں جنگل میں تھا کہ دو سوار اور ایک پیادہ پیدا ہوے جن میں ایک حمزہ تھا اس لئے میں آپ کو خبر کرنے دوڑا آیا ہوں۔ دیو سفید نے کہا کہ میں نے اُس کے ڈر سے کوہ قاف چھوڑ دیا تھا تو بھی وہ بلا ہم کو نہیں چھوڑتی۔ اتنے میں امیر کشور گیر جہاں ستاں عم رسولِ آخر زماں وہ پتھر نکال کر اندر آئے۔ وہ دیو امیر کو دیکھ کر پکارا کہ اے حمزہ تو یہاں آیا ہے اب جان کہاں لے جائیگا یہ کہ کر ایک پہاڑ سا پتھر اُٹھاکر امیر پر چلایا۔ امیر اسے ٹال کر جست مار کر الگ ہوئے اور وہ پتھر زمین پر پڑا۔ دیو اُسے اُٹھانے کو پھر جُھکا۔ تب امیر نے تلوار سے اُس کی آدھی کمر کاٹی۔ اُس نے کہا کہ اے حمزہ دوسرا زخم بھی مار تا مرجاؤں۔ امیر نے کہا کہ دوسرے کی حاجت نہیں ہے۔ تب وہ موذی سر پنجہ پر مار کر مرگیا۔ امیر باقی دیووں کو مارنے لگے۔ جب بہت دیو مارے گئے تب باقی دیووں نے الامان پکارا۔ تو امیر نے فرمایا کہ تم آدمیوں کی عداوت سے ہاتھ اُٹھاکر قریشیہ کی خدمت میں رہو تو امان دونگا۔ اُنہوں نے قبول کیا۔ تب امیر پکارے کہ اے موذیو باہر آؤ۔ تب سب دیو باہر آے اور امیر کی خدمت میں سر رکھ کر سلام کرکے سب کے سب یک بارگی غایب ہوئے اور کوہ قاف کی راہ لی۔ تب امیر نے دیو سفید کا سر شکاربند سے باندھا اور وہاں کا جنگل اور شکار گاہ خوب دیکھ کر فرمایا کہ اے یارو یہاں چند روز شکار کرنا چاہیئے۔ یہ کہ کر کچھ عرصہ وہاں مسلط ہوئے۔ رستم پیل تن نے دیکھا کہ امیر کو مدت مدید گذری ہے تو یاروں کو بُلا کر کہا کہ اے یارو ہم یہاں بے جا کس لئے بیٹھے ہیں بہتر یہ ہے کہ ہم بھی طلسمات میں پہنچیں اور جمشیدیہ میں جائیں۔ یاروں نے قبول کیا اور سرسال کے دو بیٹے رہبر ہوئے (باقی داستان شب فردا) ✣

چھہتّرویں داستان

القصہ چند روز میں طلسمات میں پہنچے اور اُسے ٹوٹا ہوا دیکھا تو وہاں کا خزانہ لوٹا اور جو سانپ

اور بچھو دیکھے تو مارے۔ اور جمشید کو دیکھا کہ تخت پر پاؤں پھیلائے سوتا ہے۔ تو تخت بھی توڑ ڈالا
اور سرسال کے فرزندوں کو کہا کہ باختر کی راہ کہاں ہے۔ انہوں نے کہا کہ اے رستم باختر کا بادشاہ
شیر گردان ہے اور اُس کا قد ایک سو پچیس گز کا ہے اور وہ سب کے سب آدمی کھانے میں عجب
وہ ہمارے ملک میں آیا کرتا ہے تو سرسال اُس سے ڈر کر بھاگ جایا کرتا ہے وہ بڑا زور آور ہے تب
رستم پیل تن نے کہا کہ گاؤ لنگی کا داماد ہرمز کی مدد کو آیا تھا جو بے عزت ہو کر بھاگ آیا اب وہ کہاں
ہے۔ سرسال کے بیٹوں نے کہا کہ جس روز امیر نے سرسال کو باندھا تو اُس نے اُسی روز
بھاگ کر شیر گردان کی پناہ جا لی۔ تب رستم نے اپنے بھائیوں اور پہلوانوں سے مشورہ کیا کہ
امیر تو دیو سفید کے مارنے کو گئے ہیں وہ جب وہاں سے نکلینگے تو البتہ شیر گردان کا قصد کرینگے
اگر ہم امیر سے پہلے جا کر اُسے ماریں تو فتح ہمارے نام ہوگی۔ تب سب پہلوان راضی ہوئے۔
پس رستم نے جمشیدیہ سے کوچ کیا اور چند روز میں شیر گردان کے شہر کے پاس پہنچے۔ اور زعدشت
نے پہلے ہی جا کر حمزہ کی تمام حقیقت شیر گردان سے کہہ دی تھی۔ جب شیر گردان نے سنا کہ رستم
بن حمزہ آیا ہے تب ہنسا اور میدان میں مع لشکر آیا اور پکارا کہ اے بکریو جسے آرزو مرنے
کی ہے سو میدان میں آئے۔ تب رستم سے اجازت لے کر قندز سرشبان میدان میں آ کر پکارا
تب زہر شیر گردان نے شیطان کی طرح آ کر گرز مارنا چاہا کہ قندز نے اپنے گھوڑے کو پھرا کر
اس خون خوار کے منہ پر بڑے زور سے تلوار ماری لیکن اُس کو ذرا بھی زخم نہ لگا۔ اور اسی
موذی نے اس اجل رسیدہ مومن کو گھوڑے پر سے اُٹھا کر پھرا کر ایسا مارا کہ قندز کی روح
قفس تن سے روضہ رضواں کی طرف پرواز کر گئی اور آدم خور کفار دوڑ کر قندز کو کھا گئے
اتنے میں الجو اجل رسیدہ میدان میں آیا اور ہر بار جست مار کر دستے تک چھری اُس کے بدن
میں چبھا دیتا لیکن اس کافر کو کچھ ضرر نہ ہوتا۔ اس خون خوار نے اسی طرح کئی چھریاں کھائیں
مگر الجو اُس کے ہاتھ نہ لگا۔ ناگاہ الجو کی اجل سامنے آئی تو اُس موذی نے الجو کو پکڑ لیا اور ہتھیار دور
کر کے اُسے چاب گیا۔ تب رستم کو سر سے پاؤں تک آتش غضب بھڑکی اور گھوڑے کو دوڑا کر میدان
میں آیا اور شیر گردان نے گرز ایسا مارا کہ رستم کے گھوڑے کی کمر ٹوٹی۔ تب رستم نے دوڑ کر اُس
کافر کے بازو پکڑ کے زور کیا مگر اُسکو نہ اُٹھا سکے اور رستم کی انتڑیاں ٹوٹیں۔ تب ہاتھ چھوڑ کر کھڑے
ہوئے۔ جب اُس موذی نے دیکھا کہ یہ اب لڑنے سے رہا چاہا کہ گرز مارے کہ اتنے میں قاسم خاوری نے
دلاوری سے گھوڑا میدان میں ڈالا اور اپنے والد کی پشتی کے لئے اُس کے مقابل میں کھڑے ہوئے
تب شیر گردان نے کہا کہ اے پہلوان یہ کون ہے۔ قاسم نے کہا کہ یہ حمزہ کا فرزند اور میرا باپ
ہے اسے شہ زوری ہے لیکن آپ ہی زور کر کے ماندہ ہوتا ہے۔ کہا کہ حمزہ کے ہوتے ہوئے فرزند

لڑتے ہیں۔ ملک قاسم نے کہا کہ حمزہ یہاں نہیں ہے وہ دیو سفید کو مارنے کے لئے بادیہ علم میں گیا ہے۔ تب شیر گردان نے کہا کہ اگر حمزہ یہاں نہیں ہے تو اُس کے فرزندوں سے لڑنا مناسب نہیں ہے۔ یہ کہہ کر طبل بازگشت بجوایا اور چلا گیا اور رستم کے عیاروں نے رستم کو لا کر تخت پر سلایا اور رستم پیل تن کی روح مبارک جنت کو پرواز کر گئی اور لشکر عرب میں شور محشر برپا ہوا۔ اور پہلوانوں نے ماتمی لباس پہن کر رستم کا تابوت تیار کیا (باقی داستان شب فردا)+

ستّرویں داستان

جب امیر کشور گیر شکار سے فارغ ہوئے تو پھر جمشیدیہ کو آئے اور شہر کو ٹوٹا اور لوٹا پایا۔ تب عمر نے سراغ دیکھ کر کہا کہ رستم لشکر سمیت یہاں آکر جمشیدیہ کو تہ و بالا کر گیا ہے اللہ تعالیٰ اس کو چشم بد زمانہ سے اپنی پناہ میں رکھے۔ یہ کہہ کر جمشید کو زمین میں دفن کیا اور وہاں چراغ روشن کیا جو اب تک روشن ہے ؎

اگر دنیا سراسر باد گیرد چراغ پہلواں ہرگز نہ میرد

تب ہرسال نے امیر کے حکم سے اپنے شہر سے خلقت کو منگا کر وہاں آبادی کرائی اور امیر بھی چند روز کے بعد اپنے لشکر میں پہنچے تو دور سے گریہ و زاری کی آواز آئی۔ امیر نے فرمایا کہ اے عمر مجھے میرے دل پر غم کا داغ لگا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ اتنے میں سر و پا برہنہ پہلوان آکر امیر کے قدموں پہ گر کر روئے اور رستم و الجو و تندز کی شہادت کی حقیقت بیان کی۔ امیر یہ سنتے ہی گھوڑے سے زمین پر گرے اور بہت ماتم کیا اور یاروں کی شہادت کی کل حقیقت دریافت کی اور چند روز ماتم میں رہے۔ جب یاروں اور فرزندوں کو غم میں بدستور مبتلا دیکھا تو فرمایا کہ اے یارو یہاں جنگل میں شکار بہت ہے جا کر شکار کرو کہ دلوں سے غم دور ہو۔ غرض امیر کے حکم کے موافق یار اور فرزند سوار ہوئے اور مشغول تھے کہ مرزبان نے جو حمزہ کے آنے کی خبر سن کر زہرہ شیر گردان سے رخصت ہو کر اپنے شہر کو جا رہا تھا سنا کہ یار و برادران حمزہ اس جنگل میں شکار کھیل رہے ہیں تب ایک جادوگر کو بلا کر کہا کہ تو جادو سے ایک گھوڑا بنا کر اُسے زیور اور جواہر پہنا کر اس جنگل میں کھڑا کر۔ اُس جادوگر نے ویسا ہی کیا۔ اور مرزبان اپنے کافروں کو دور نگہبان بٹھایا۔ اتنے میں سعد بن عمر ایک ہرن کے پیچھے گھوڑا دوڑائے ہوئے یاروں سے جدا ہو کر اُس گھوڑے کے نزدیک آ پہنچے تو دیکھا کہ زیور و جواہر پہنے ہوئے ایک خوب صورت گھوڑا کھڑا ہے۔ تب اپنے گھوڑے سے اُتر کر اُس جادو کے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اور بلا توقف وہ گھوڑا ہوا پہ اُڑنے لگا۔ تب سعد سمجھے کہ اس میں ضرور کچھ دغا ہے۔ تب اُسی وقت اُسکی

گردن میں تلوار ماری تب وہ گھوڑا زمین پر پڑا۔ سعد نے چاہا کہ پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کہ اتنے میں مرزبان نے اپنے لشکر میں سے آکر سعد کو باندھا اور ساتھ لیا اور لشکر سے کہا کہ میں حمزہ کو بھی اسی طرح سے لاؤنگا اور گاؤ لنگی سے بھی یہی اقرار کیا تھا۔ اب حمزہ تو ہاتھ نہیں آیا لیکن اُس کا پوتا جو لشکر کا بادشاہ ہے وہ ملا ہے یہی فتح بس ہے۔ یہ کہہ کر کتنے دنوں میں رخام میں پہنچا۔ گاؤ لنگی نے مرزبان کو کہا کہ میں نے تجھے کب کہا تھا کہ پہلوان کو لاؤ۔ وہ ملعون بولا کہ یہ پہلوان نہیں ہے بلکہ یہ حمزہ کا پوتا اور لشکر کا بادشاہ ہے میں اُس کو بڑی بہادری سے باندھکر لایا ہوں۔ گاؤ لنگی نے کہا کہ مجھ کو راست و دروغ کیونکر معلوم ہو۔ تب سعد نے کہا کہ یہ ہتیار باندھ لے اور میں بے ہتیار لڑتا ہوں۔ تب اس کا سچ اور جھوٹ ظاہر ہوگا۔ گاؤ لنگی نے کہا کہ اے شہزادے تو نے سچ کہا۔ پھر سعد کے بند دور کرکے مرزبان کو باہتیار کھڑا کیا۔ تب مرزبان نے گرز پھرایا۔ اور سعد نے اُسے جھٹ اُٹھا کر زمین پر دے مارا اور باندھنا چاہا تو گاؤ لنگی نے اپنا ہزار من کا گرز اس ملعون پر ایسا مارا کہ وہ مرگیا۔ اور گاؤ لنگی نے سعد کو گلے سے لگایا اور کہا کہ اے بادشاہ زادے تو جیسے وہاں بادشاہی کرتا تھا ویسے یہاں بھی کر اور خاطر جمع رکھ کہ میں تجھ کو سر مو تکلیف نہ دونگا بلکہ ہزار درجے وہاں کی نسبت خوش رکھونگا لیکن حمزہ کی ملاقات کی کمال آرزو ہے اُس کی ملاقات کے بعد تجھ کو بہ خوشی روانہ کرونگا۔ اگر تو یہاں رہا تو البتہ حمزہ ادھر کو تشریف لائینگے۔ یہ کہہ کر سعد کو اپنے برابر تخت پر بٹھا لیا۔ پس اس کی شفقت و مروت دیکھ کر سعد بہ خوشی وہاں رہنے لگا۔ اور وہاں بدیع الزمان اپنے یاروں سمیت اُس جنگل میں شکار کے لئے آیا اور سعد کی جائے حرکت پر پہنچا تو دیکھا کہ سعد کا گھوڑا خالی ہے اور وہ جادو کا گھوڑا ٹوٹا پڑا ہے۔ تب یاروں کو کہا کہ اے یارو سعد کو وہ موذی جادوگر لے گئے ہیں اور حمزہ ابھی تک رستم کا غم نہیں بھولے یہ تازہ داغ ہوگا پس اب اُن کافروں کا پیچھا کرکے سعد کو چھوڑا کر واپس لانا چاہیئے۔ یاروں نے قبول کیا اور وہاں سے آگے چلے۔ ایک شہر میں کہ جہاں گاؤ لنگی کا داماد طاس باختری نام رہتا تھا آپہنچے۔ بدیع الزمان نے فرمایا کہ البتہ سعد اسی شہر میں ہوگا۔ یہ سمجھ کر طاس کو لکھا کہ میں بدیع الزمان فرزند حمزہ کا ہوں اے یہاں کے بادشاہ تجھے معلوم ہو کہ مرزبان شیطان ہمارے بادشاہ کو جادو سے پکڑ کر لایا ہے پس تجھے لازم ہے کہ اگر ہمارا بادشاہ تمہارے پاس ہے تو اُسے لاکر ہم سے ملا اور اُس شیطان مرزبان کو بھی ساتھ لایا تو بہتر نہیں تو قسم پروردگار کی ہے کہ ہم تیرا ملک درہم برہم کردینگے۔ ہروم برومی نے کہا کہ یہ خط میں لے جاتا ہوں اگر اُس نے نہ سنا تو سانگ سے اُس کا دماغ اُس کے سر سے دور کرونگا اور اگر وہ لڑا تو آپ میرا شور سن کر میری پشت پناہی کرنا۔ تب بدیع الزمان نے کہا کہ جاؤ خدائے تعالیٰ کو سونپا

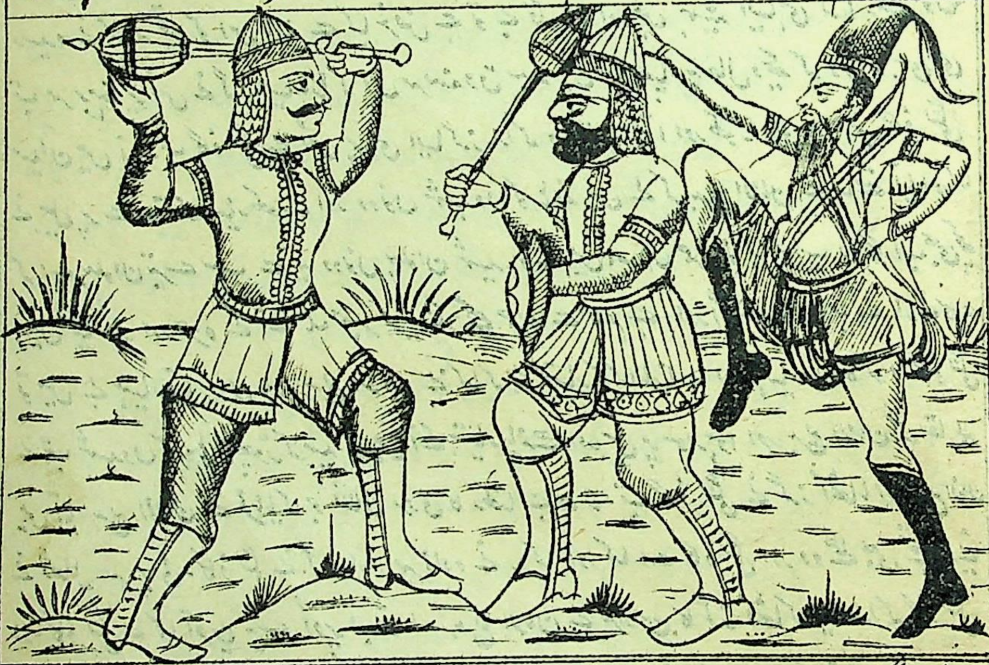
پس ہردم خط لے کر شہر میں آیا اور کہا کہ طاس کو خبر کرو کہ بدیع الزمان کا خط لے کر ہردم بردعی آیا ہے۔ اُس کو بُلوایا۔ ہردم نے اندر جا کر خط دیا۔ اُس نے تعظیم سے خط لیا اور بعد مطالعہ موذی نے پھاڑ ڈالا۔ ہردم نے غصہ میں آ کر سانگ پھرا کر اُسے ایسا مارا کہ وہ موذی تخت کے پتھر جیسا ہو گیا۔ تب اور کافروں نے ہردم کو گھیر لیا اور ہردم سانگ ففنا لزوم سے اُنہیں مارنے لگا اور شہر میں شور پڑا۔ تب بدیع الزمان مع پہلوانان دوڑے اور آ کر بہت کافر مارے اور باقی کافروں نے امان مانگی۔ تب بدیع الزمان نے امان دی اور کافروں کے کٹے ہوئے سروں کا برج بنا کر اور اُس مینار پہ طاس کو رکھ کر دوسرے شہر کو گئے وہاں گاؤ لنگی کا ایک اور داماد رہا کرتا تھا (باقی داستان شب فردا) +

اٹھترویں داستان

راوی روایت کرتا ہے کہ گاؤ لنگی کے فرزند اور داماد پانچ سو سے زیادہ تھے۔ جب بدیع الزمان آیا تو سُنا کہ اُس شہر کے بادشاہ کا نام عنقا باختری ہے۔ تب اُسے بھی ہردم کے ہاتھ خط بھیجا تو اُس نے اندر بُلایا اور خط لے کر بعد مطالعہ پھاڑ ڈالا۔ ہردم نے بہ دستور سابق اُس کو بھی واصل کر دیا اور اُس کا لشکر لڑنے لگا۔ بدیع الزمان نے جو ہردم کی آواز پر کان لگائے ہوئے تھے وہ غلغال سُن کر دوڑے اور کافروں کو مارا اور باقی کفار نے امان مانگی اُن کو امان دے کر آگے بڑھے اور کتنے دنوں کے بعد رخام میں پہنچے۔ تب بدیع الزمان نے اپنا خط ہردم کے ہاتھ گاؤ لنگی کے پاس بھیجا۔ جب ہردم بردعی اُس کے دروازہ پر گیا تو دربانوں نے خبر کی کہ ایک خوں خوار قاصد تیرے کنبہ کو مار کر اور شہر ویران کر کے حمزہ کے فرمان کا کاغذ لایا ہے۔ گاؤ لنگی نے ہردم کو بُلایا۔ ہردم نے جا کر دیکھا کہ سعد گاؤ لنگی کے ساتھ تخت پر بیٹھا ہے لیکن ہردم نے اس شکل کا آدمی پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اس کا ایک سو چالیس گز کا قد دیکھ کر ہردم دل میں ڈرا۔ تب گاؤ لنگی نے دیکھا کہ ہردم ڈرتا ہے۔ تب کہا کہ یہ دوست کا گھر ہے ڈرنا نہیں چاہیئے مگر تو نے میرے دامادوں کو ناحق مارا۔ القصہ ہردم گاؤ لنگی کی مہربانی دیکھ کر خوش ہوا اور بدیع الزمان کا خط دیا۔ گاؤ لنگی نے سارا خط مطالعہ کر کے سعد کو کہا کہ میں نے تم سے کیا بے ادبی کی ہے جو تمہارے چچا نے ایسا خط لکھا ہے۔ سعد نے کہا کہ اس کو تیرے الطاف سے خبر نہیں ہے اس وجہ سے ایسا لکھا ہے۔ گاؤ لنگی نے ہردم سے کہا کہ تو بدیع الزمان کو میرا سلام بول کر کہہ کہ اے پہلوان میں نے سعد کو یہاں فراغت سے رکھا ہوا ہے اور صرف اس لئے رکھا ہے کہ حمزہ سعد کے واسطے یہاں آئے تو میں حمزہ سے ملوں کیونکہ اُس کی ملاقات کی مجھے بہت

ہی آرزو ہے۔ جب حمزہ آیا تو میں سعد کے ہمراہ جا کر ملاقات کرونگا۔ اور تم حمزہ کے آنے تک مجھ سے خیال نہ کرو اور حمزہ کے آنے تک آرام سے رہو اور کھانا پینا شراب و نقل کا اسباب میں یہاں سے بھیجتا ہوں کھاؤ پیو اور خوشی سے رہو اور اگر میرا کہا نہ مان کر کچھ حرکت کروگے تو پشیمان ہوؤگے۔ یہ کہا اور ہروم کو خلعت دے کر روانہ کیا۔ ہروم نے بدیع الزماں کی جناب شجاعت مآب میں آکر دیکھا اور سنا ہؤا ہؤا سارا حال بیان کیا۔ تب بدیع الزمان نے کہا کہ طبل جنگ بجے۔ بموجب حکم کے طبل بجنے لگا۔ گاؤ لنگی نے طبل کی آواز سُن کر سعد سے کہا کہ بدیع الزمان محض نادانی کرتا ہے مگر اب سوائے جنگ کے کچھ چارہ نہیں ہے مگر میں اکیلا جاتا ہوں اور اُس کو گوشمالی کرتا ہوں تو یہاں بالا خانہ پر بیٹھ کر تماشا دیکھ۔

بدیع الزمان نے رخام میں پہنچ کر اُس مُلک کے بادشاہ گاؤ لنگی نام نرگاؤ سوار آدم خوار سے لڑنا اور عمر نے لڑنے سے ہٹانا



تب گاؤ لنگی نے اپنے نوکروں سے کہا کہ میرے بیل پر زین کرو۔ آپ چودہ ہتیار مردمی کے باندھے اور چودہ سو من کا گرز کاندھے پر رکھا اور بیل پر سوار ہؤا اور شہر سے باہر آیا۔ جب لشکر عرب نے اس کو دیکھا تو سب حیران ہوئے اور کہا اے بدیع الزمان اس سے لڑنا مناسب نہیں ہے۔ تب بدیع الزمان نے فرمایا کہ میں نے تمہارے اعتبار پر طبل جنگ نہیں بجوایا میں بھی پہلوان زادہ ہوں یہ کہ کر گھوڑا بڑھانا چاہا۔ تب لندھور نے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کہا اے شہزادے ہزار جان تجھ پر قربان جو کچھ خدا نے چاہا سو ہوگا اب تو میں جاتا ہوں یہ کہکر لندھور میدان میں آیا۔ تو گاؤ لنگی نے کہا کہ اے پہلوان

نام اپنا بتا کہ تو بڑی دلاوری سے آیا ہے تاکہ بے نام نہ مارا جائے۔ کہا کہ میرا نام لندھور بن سعدان ہے اور بارہ ہزار جزیرہ سراندیپ کا بادشاہ ہوں۔ تب گاؤ لنگی نے کہا کہ میں نے تیری دلاوری کا آوازہ بہت سُنا ہے تو جو نشان مردی کا رکھتا ہے وہ لا۔ لندھور نے کہا کہ رستم بن حمزہ اور یاران حمزہ کا قاعدہ حریف پر پیش دستی کرنے کا نہیں ہے۔ پہلا حملہ تو کر۔ تب گاؤ لنگی نے گرز اُٹھایا اور لندھور نے خدا کی یاد سے سپر سر پر لی۔ تب گاؤ لنگی نے گرز ایسا مارا کہ لندھور کے ہاتھ اور بازو سُست ہوئے۔ تب گاؤ لنگی نے کہا کہ اے لندھور ہزار آفرین ہو تو نے میری ضرب سہی جب سے کہ میں گرز چلاتا ہوں تب سے کوئی مار کھا کر زندہ نہیں رہا۔ لندھور نے کہا کہ اگر مرد ہے تو تھوڑی دور واپس جا۔ تب گاؤ لنگی دور گیا۔ اُس وقت لندھور اپنے لشکر میں آیا اور گاؤ لنگی پھر میدان میں پھرا اور اِدھر سے مالک اشتر گیا تو گاؤ لنگی نے اس پر گرز ایسا مارا کہ مالک اشتر بھی سُست ہو کر کھڑا رہا۔ تب سر برہنہ بسی میدان میں آیا اور گاؤ لنگی کے روبرو خالی سر سے کھڑا ہوا تب گاؤ لنگی نے کہا کہ اے پہلوان سر پہ ڈھال لے کہ میرا گرز اور گرز کے برابر نہیں ہے۔ تب سر برہنہ اجل رسیدہ نے کہا کہ تجھ کو اس بات سے کیا غرض ہے تو بے فکر مار اور میں ہمیشہ ایسا ہی لڑتا رہتا ہوں۔ تب سر برہنہ پر اُس نے گرز ایسا مارا کہ اس کا سر صندوقِ سینہ میں جا چھپا۔ یہ حال دیکھ کر دیوانہ تبسی بھی میدان میں آیا۔ تب گاؤ لنگی نے اُس پر بھی ایسا گرز مارا کہ وہ شہید ہوا اور گھوڑا بھی مرا۔ تب گاؤ لنگی نے بیل پر سے اُتر کر ہتھیار کھولے اور دونوں شہیدوں کو ہاتھ میں لے کر بدیع الزمان کے سامنے آیا اور کہا کہ اے پہلوان تیرے سبب سے یہ دونوں پہلوان شہید ہوئے ہیں اب میں حمزہ کو کیا جواب دونگا اب بھی کچھ نہیں گیا اُتر اور حمزہ کے آنے تک صبر کر کیونکہ مجھے حمزہ سے کام ہے۔ اور اگر تیرا ارادہ میرے مارنے کا ہے تو میں بے ہتھیار آیا ہوں مار۔ بدیع الزمان نے کہا کہ بے ہتھیار کو کیا مارنا جا اور ہتھیار باندھ کر آ۔ گاؤ لنگی نے تب شہیدوں کو وہاں چھوڑ کر میدان میں آ کے ہتھیار باندھے اور بیل پر سوار ہوا اور بدیع الزمان سے مقابلہ میں آیا۔ بدیع الزمان نے فرمایا کہ جو نشان مردی کا رکھتا ہے وہ لا۔ تب گاؤ لنگی نے گرز اُٹھایا اور بدیع الزمان نے ڈھال سر پر لی۔ گاؤ لنگی نے گرز مارا امیر زادہ نے رد کیا اور کہا اے گاؤ لنگی اور دو حملے بھی تجھے دیئے مار۔ گاؤ لنگی نے کہا آفرین تیرے اُوپر اب تو مار۔ بدیع الزمان نے ہزار من کا گرز اُٹھا کر ایسا مارا کہ گاؤ لنگی کے ہر بن مو سے پسینہ ٹپکا۔ اور وہ میرا گرز بڑی محنت سے سہا۔ تب یہ دونوں بدستور لڑتے رہے۔ اور اُدھر کا حال یہ کہ جب یاران امیر شکار کو گئے ہوئے واپس نہ آئے تو امیر سُن کر متفکر ہوئے اور عمر سے فرمایا کہ میں شہر گرد وان سے لڑتا ہوں تم جاؤ اور یاران کی خبر لاؤ۔ تب عمر نے بجلی کی طرح ایک روز کا دھاوا مارا اور وہاں پہنچا۔ جب یاروں نے عمر کو دیکھا تو بہت خوش ہو کر رہ کی تمام کیفیت اور گاؤ لنگی کی سب حقیقت اور بدیع الزمان کی ساری واردات عمر سے کہی۔ بدیع الزمان نے میدان سے پھر کر عمر سے کہا کہ اے عمر ذرا بیٹھو میں تم سے باتیں کرنی چاہتا ہوں عمر بیٹھے اور باتیں کیں۔ پھر عمر نے گاؤ لنگی سے مخاطب

ہو کر کہا کہ اے گاؤ لنگی تیری مردی کا آوازہ جہان میں مشہور ہے لیکن یہ کیا کہ امیر کی غیبت میں اُس کے فرزندوں سے لڑتا ہے اور اُس کے یاروں کو شہید کیا۔ تب گاؤ لنگی نے سوگند کھا کر کہا اے عمر یہ خطا مجھ سے نہیں ہوئی اب بھی آپ خدا کے واسطے بدیع الزمان کو پھیر لیں کہ اگر کچھ ضرر ہوا تو حمزہ کو کیا مُنہ دکھاؤنگا۔ تب عمر نے بدیع الزمان کو پھیرا۔ پھر گاؤ لنگی نے کہا کہ اے عمر آج تو میرا مہمان ہے اور میں نے تیرا تماشا بھی دیکھنا ہے۔ عمر نے قبول کیا۔ تب گاؤ لنگی نے عمر کو لے جا کر سعد سے ملایا اور تخت پر بٹھایا شراب و کباب منگا کر کھانا کھلایا اور پلایا (باقی داستان شب فردا) +

اُناسویں داستان

جب گاؤ لنگی نے عمر کو اپنے پاس بٹھایا اور کھانا اور شراب کھلایا پلایا تو کہا کہ اے عمر تیری عیاری کی بہت صفتیں سُنی ہیں سو ڈرتا ہوں کہ تو ڈاڑھی مونڈتا ہے۔ عمر نے کہا کہ اگر تو اپنی عمر کے ہر سال کے حساب سے سات سو درم دے تو تیری ڈاڑھی معاف کروں گا نہیں تو تیری ڈاڑھی مع ارکان دولت کے مونڈونگا۔ گاؤ لنگی نے کہا کہ اگر میری تو نے مونڈی تو سچ جانونگا۔ عمر نے اُسیوقت ٹوپی سر پر پہنی اور غایب ہوا۔ تب گاؤ لنگی نے کہا کہ اے شخص جیسا میں نے سُنا تھا ویسا ہو سکیگا۔ تب تمام رات جاگے اور آپ بیٹھے رہے۔ جب تمام وزیر گئے تو آپ نے چوکیداروں کو تاکید نگہبانی کی کر کے شراب و کباب لے کر اپنے آگے رکھے اور خنجر آبدار رکھ کر شراب نوشی میں تھا اُس وقت عمر دربار میں آیا اور شراب میں دوائے بے ہوشی کی ڈالی۔ گاؤ لنگی نے وہ شراب نامعلوم ہو کر پی اور بے ہوش ہوا۔ تب عمر نے اُسترا نکال کر آدھی ڈاڑھی اور ایک مونچھ مونڈ کر اُس کی ناک میں روغن بادام اور پُرانا سرکہ ڈال آپ دور جا بیٹھا اور گاؤ لنگی چھینک مار کر ہوشیار ہوا اور گھبرا کر اپنے مُنہ پر ہاتھ پھیرا تو آدھی اور ایک مونچھ نہ پائی۔ تب عمر ٹوپی اتار کر روبرو گاؤ لنگی کے آیا۔ تب گاؤ لنگی نے کہا کہ اے عمر تجھ سے شرط کر کے بڑی نادانی کی اب کچھ ایسا کر کہ پھر برابر ہو جائے نہیں تو صبح کو دربار میں شرمندگی ہوگی۔ تب عمر نے باقی ڈاڑھی اور مونچھ مونڈ کر اپنی زنبیل سے بالوں کی ڈاڑھی ایسی لگائی کہ خوب۔ تب گاؤ لنگی نے عمر کو گلے لگایا اور کہا کہ اے عمر عیار میں نے جو کچھ صفت سُنی تھی اُس سے بھی ہزار حصہ زیادہ پایا اور مجھ کو اپنا ممنون کیا غرض جب صبح ہوئی تو گاؤ لنگی نے دربار میں بیٹھ کر سات لاکھ درم منگا دیئے۔ تب عمر وہاں سے وداع ہوا۔ اور پھر بدیع الزمان سے رخصت ہوا اور امیر کے حضور میں آ کر حقیقت دیدہ و شنیدہ عرض کی۔ اور تمام رات آرام کیا۔ جب صبح ہوئی تو زہر شیر گردان مع لشکر پہلوانان میدان میں آیا اور امیر نے بھی ہتیار اپنے باندھے اور گرز در گرز تین روز تک لڑے اور کھانا و شراب منگا کر کھایا پیا۔ چوتھے روز امیر نے اُس کا ہے تب تک اللہ کا نام زبان پر لا کر نعرہ مارا اور شیر گردان کو اُٹھا کر زمین پر پچھاڑا اور اس کے ہاتھ

پاؤں محکم باندھ کر عمر کے حوالے کیا اور آپ صمصام و قمقام نکال کر اُس کے لشکر میں پڑے اور بہت سے کافروں کو مار کر مردار کیا اور اُن کو سمجھایا کہ مسلمان ہوؤ۔ جب اُنھوں نے نہ مانا تو سب باقی ماندہ کو جلا دیا اور کچھ قلعہ میں بھاگ گئے۔ اور عمر نے زہر شیر گردان کو شیشۂ نفت سے جلایا۔ اور امیر نے بھی آدم خوروں پر فتح پائی اور واپس آ کر زہر شیر گردان کو طلب کیا تو عمر نے کہا کہ اُس کو آدم خوری سے منع کیا تھا۔ جب اُس نے نہ مانا تو میں نے اُسے جلا دیا۔ امیر نے فرمایا کہ اچھا کیا۔ لیکن اُس قلعہ کو بھی آگ لگانا چاہیئے۔ تب عمر نے بہ موجب حکم قلعہ جلا دیا (باقی داستان شب فردا)

اسّویں داستان

جب امیر آدم خوروں کی فتح سے فارغ ہوئے تو رخام میں آئے۔ جب امیر کے آنے سے لشکر ظفر پیکر میں شادیانے بجے تو گاؤ لنگی نے جب نقارے کی آواز سُنی تو سعد کو کہا کہ اے سعد شاید تمھارا دادا آیا ہے۔ تب بہتر سے بہتر خلعت سعد کو پہنا کر اور اچھے گھوڑے پر سوار کرا کے تحفہ اور ہدیہ ساتھ لے کر بڑے کرّ و فرّ جاہ و حشم سے جلوس وغیرہ سے روانہ کیا۔ جب امیر کے لشکر میں سعد آئے تو امیر نے باہر آ کر فرزند زادے کو گلے لگایا اور اندر لے جا کر کہا کہ گاؤ لنگی مرد مردانہ ہے اور مجھ کو شرمندہ کیا۔ القصہ اُس رات کو آرام کیا۔ جب فجر ہوئی تو گاؤ لنگی طبل جنگ بجاتا ہوا مع لشکر شہر سے باہر نکل کر میدان میں آیا۔ اور امیر بھی ہتھیار باندھ مع لشکر میدان میں آئے۔ تب گاؤ لنگی نے امیر کو دیکھ کر کہا کہ اے پہلوان تیرا نام کیا ہے۔ امیر نے فرمایا کہ میں حمزہ بن عبد المطلب ہوں۔ اُس نے کہا کہ اے حمزہ میں سمجھتا تھا کہ خدا جانے کہ تو کتنے بڑے قد و قامت کا ہوگا۔ فرمایا کہ جو نشان مردی کا رکھتا ہے وہ لا۔ تب گاؤ لنگی نے چودہ سو من کا گرز طلب کیا اور عیاروں نے اُسی وقت اُس کا گرز لا کر حاضر کیا اُس نے اُٹھا کر امیر کی ڈھال پر مارا اور امیر کی سپر سے بیرہ کی طرح شعلہ آگ کا نکل کر ہوا پر گیا۔ تب امیر نے ڈھال کو اُوپر اُچھال دیا۔ امیر نے اس وار کو جھیل کر کہا اے گاؤ لنگی دو حملے تجھ کو اور دیئے ہیں وہ بھی مار۔ تب گاؤ لنگی نے دو گرز ایسے مارے کہ امیر کا گھوڑا زانو تک زمین میں غرق ہوا۔ جب امیر کی باری آئی تو امیر نے اشقر کو دوڑا کر گیارہ سو من کا گرز گاؤ لنگی کے سر پر مارا لگتے ہی بیل کی کمر ٹوٹی اور گاؤ لنگی زمین پر گرا اور چاہا کہ اُٹھ کر امیر کے گھوڑے کو بے کرے۔ پس امیر نے جلدی سے جست مار کر اشقر کو پشت کے پیچھے لیا۔ تب گاؤ لنگی نے تلوار امیر پر ماری امیر نے سپر کی اوچھر سے اُسے روک لیا مگر تلوار ٹوٹ گئی۔ تب گاؤ لنگی نے دوڑ کر امیر کا کمر بند پکڑا اور امیر نے اُس کا کمر بند پکڑا اور زور کرنے لگے کہ رات ہو گئی۔ تب گاؤ لنگی نے کہا کہ اے حمزہ پھرتا ہے یا لڑتا ہے۔ امیر نے فرمایا کہ اختیار تیرا ہے۔ گاؤ لنگی نے کہا کہ جب میں علی سے مخاطب

طرف نہ ہوں تب تک میدان سے نہ پھرونگا۔ پس وہیں کھانا منگا کر کھایا۔ راوی روایت کرتا ہے کہ امیر اور گاؤ لنگی اکیس روز تک لڑے اور جو ہنر مردی کے تھے سب آزمائے۔ تب امیر نے فرمایا کہ میں کھڑا رہتا ہوں تم زور کرو اور تو کھڑا رہ تو میں زور کرونگا۔ تب گاؤ لنگی نے کہا اے عرب تو مجھ سے زور آور نہ ہوگا۔ میں بڑے بڑے جھاڑوں کو جڑ سے اکھاڑتا ہوں کیا تو اُن درختوں سے بھی زور آور ہے۔ تب امیر نے فرمایا کہ حکم خدا یوں ہی ہے جلد آزما۔ تب گاؤ لنگی نے امیر کی کمر سے ہاتھ چھوڑا اور آپ کھڑا رہا۔ تب امیر نے اُس کی کمر پکڑ کر کہا کہ اے گاؤ لنگی میں نعرہ مارتا ہوں۔ اُس نے کہا کہ میں بچہ نہیں ہوں کہ تیری آواز سے ڈرونگا جتنا جی چاہے اُتنا پکار۔ القصہ امیر نے نعرہ مار کر گاؤ لنگی کو اُٹھا لیا اور پھرا کر زمین پر پچھاڑا اور سینہ پر بیٹھ کر فرمایا کہ بول خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیم کا برحق ہے تب گاؤ لنگی بہ صدق دل مسلمان ہوا اور کہا سچ ہے کہ تمہارا خدا بڑا ہے میرے جیسے عادی و عنقا پر تجھ سے بجثہ کو غالب کیا یہ کہ کر گاؤ لنگی نے کلمۂ ابراہیمی پڑھا۔ تب امیر اُس کے سینہ پر سے اُترے اور اُسے گلے لگایا۔ اور سب پہلوانوں سے کہا کہ گاؤ لنگی سے ملو امیر کے حکم سے سب پہلوان اُس سے ملے۔ اور گاؤ لنگی امیر کو مع رفقا شہر میں لے گیا اور ساقیان سیمیں ساق و مطربان خوش آواز حاضر ہوئے اور چالیس روز تک وہاں جشن اور خوشی میں رہے (باقی داستان شب فردا)

اکیاسویں داستان

جب امیر کتنے روز رہے تو ایک روز گاؤ لنگی نے عرض کیا کہ اے جہاں گیر اس سے آگے ملک باختر ہے اور وہاں کا بادشاہ کاخ نام آدم خور ایک ساٹھ گز قد کا ہے جب کبھی وہ ہمارے شہر میں آتا ہے تو ہم پہاڑوں میں جا چھپتے ہیں۔ امیر نے فرمایا کہ جب تک میں آدم خوروں اور زردشت جادوگر کو آگ سے نہ جلاؤں اور طلسمات کو نہ دیکھونگا تب تک پھر کر نہ آؤنگا۔ کیونکہ بزرجمہر نے مجھے فرمایا تھا کہ تم فراش دین محمدی پیغمبر آخر زمان ہو۔ فراش کا کام یہی ہے کہ تمام خار و خس کو صاف کر اُس پر فرش نفیس بچھائے تو اُس فرش پر بادشاہ رونق افروز ہو۔ سو میں بھی سب بلاؤں کو دور کرکے دنیا صاف نہ کروں تو فراشی کا خطاب کب ملیگا۔ تب پہلوانان عرب و عجم نے سر زمین پر رکھ کر کہا کہ اے جہاں گیر جو کچھ کہ زبان شجاعت ترجمان سے تراوش پائے وہ صحیح ہے۔ امیر نے فرمایا اے گاؤ لنگی تو یہاں رہو اور میں باختر جاتا ہوں پھر میں واپس آ کر تجھ کو حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و سلم کے حضور میں لیجاؤں گا۔ گاؤ لنگی نے کہا کہ میرا جسم تم پر سے فدا ہے آپ کے بغیر یہاں رہ کر کیا کرونگا۔ جب تک ناک میں دم ہے تب تک تمام عمر تمہاری خدمت میں صرف کرونگا۔ یہ کہ کر اپنے بڑے فرزند کو شہر رخام کی شاہی

دے کر تخت پر بٹھایا اور دوسرے روز امیر و گاؤ لنگی مع لشکر آگے چلے اور باختر کی راہ لی اور کتنے روز میں باختر میں پہنچے اور قلعہ سے باہر چار کوس پر اُترے۔ اور عباسؓ کو فرمایا کہ کاخ کو خط لکھو اور دین محمدی کی دعوت دو۔ تب عباس نے اس مضمون کا خط لکھا کہ اول حمد خدا بعد نعت حضرت ابراہیمؑ کے کاخ آدم خور بادشاہ باختر کو شہنشاہوں کا تاج بخشنے والے بادشاہوں کو حلقہ غلامی ڈالنے والے کوہ قاف کے گردن کشوں اور سرکشوں کو قید کرنے والے ببر شیر اور اژدہا اور سیمرغ کو مارنے والے اور اہرمان ناشایستہ و دیووں کو قتل کرنے والے اور نمک حرام نوشیرواں کو سزا دینے والے حمزہ بن عبد المطلب کی طرف سے معلوم ہو کہ میں نے اٹھارہ برس کوہ قاف میں رہ کر وہاں کی سب بلاؤں کو فنا کیا اور پھر افضال الٰہی سے دنیا میں سلامت واپس آیا اور ہفت اقلیم کے کم راہ بادشاہوں کو تخت پر سے تختہ تابوت پر سلایا اور جنھوں نے سعادت قبول کی اُن کو اسلام اور دنیا کی عزت سے مشرف کیا اور جو بہت گردن کش تھے اُن کو طوقۂ دین پہنایا اور جب دنیا میں کوئی دشمن نہ رہا اس واسطے باختر کو آیا ہوں تاکہ ادھر کی سب بلاؤں کو صاف کروں۔ جب قضا و قدر میں آیا تب سرسال بن وال کو مسلمان کیا اور وہاں سے زہر شیر گرداں کو جہنم میں روانہ کیا اور وہاں سے رخام کو آیا اور گاؤ لنگی کو مسلمان کیا اب تیرے یہاں آیا ہوں اور یہ نامہ تجھ کو بھیجا ہے لازم ہے کہ یہ خط دیکھتے ہی خراج کا مال اپنی گردن پر اُٹھا کر بارگاہ گردوں آساس میں حاضر ہو اور آدم خوری ترک کر کے توبہ کر اور مسلمان ہو تو بہتر ورنہ تجھ کو ایسی خرابی سے ماروں گا کہ ماہیان دریا اور مرغان ہوا تیرے حال پر گریہ و زاری کریں گے۔ القصہ جب یہ خط ارشاد نمط تمام ہوا تو عمر بن عمیہ کے ہاتھ روانہ کیا۔ عمر بن عمیہ نے عیاری کے سب لباس اپنے بدن پر مرتب کر کے چوراسی زنگولہ باندھ کر کاخ کے دربار میں آئے اور دربانوں سے کہا کاخ کو خبر دو کہ حمزہ کا قاصد آیا ہے۔ کاخ نے اندر بلوایا۔ عمر اندر گئے اور کاخ کا منہ دیکھ کر خدا کو یاد کیا اور خط دیا۔ کاخ نے پڑھ کر پھاڑا اور پھینک دیا اور کہا کہ پکڑو اس چور کو۔ عمر نے یہ سنتے ہی ٹوپی سلیمانی سر پر رکھی اور نظروں سے غایب ہوا۔ دربار کے کفار یہ حال دیکھ کر حیران ہوئے۔ اور عمر نے حمزہ کی خدمت میں آ کر حقیقت عرض کی۔ جب دوسرا روز ہوا تو کاخ نے نقارۂ جنگ بجوایا اور سوار ہو کر مع لشکر میدان میں آیا اور کہا کہ اے حمزہ اگر مرد ہے تو میدان میں آ۔ امیر ہتیار باندھ کر مقابلہ میں آ کھڑے ہوئے۔ کاخ نے کہا کہ اے ضعیف پستہ قد میں نے حمزہ کو بلایا ہے تو کون ہے جو آیا ہے۔ امیر کشور گیر نے کہا کہ میں حمزہ ہوں۔ کاخ نے کہا کہ اے حمزہ شاید تو جادو گر ہے کہ جس کے سبب سے تو نے ساری دنیا کو فرماں بردار کیا ہے۔ امیر نے فرمایا کہ لعنت ہے جادو گر پر اور تجھ پر جو نشان مردی کا رکھتا ہے لا۔ تب کاخ نے گرز اُٹھایا اور امیر نے پیادہ ہو کر ڈھال عدو مال سر پر لی۔ اس وقت عرب کے سارے لشکر نے دعا کا ہاتھ اُٹھایا اور کہا یا اللہ حمزہ کو اپنی پناہ میں رکھ۔ کاخ نے گرز ایسا مارا

کہ حمزہ زانو تک زمین میں گڑ گئے۔ تب وہ کافر پکارا کہ زدم و پست کردم کوئی ہے جو خاک چھان کر امیر کی کسی ہڈی کے ریزہ تک دکھائے۔ تب امیر نے یکبارگی فرمایا کہ اے کافر کیوں جھوٹ بولتا ہے خدا کے فضل و کرم سے میں زندہ ہوں۔ یہ کہہ کر امیر نے جست ماری اور اُس کے بازو کے پاس جا کر تلوار قاتل کفار ایسی ماری کہ کاخ کا بازو اُتار ڈالا۔ تب وہ موذی مثل جہاز بلکہ پہاڑ کی طرح گر کر مردار ہوا۔ تب اُسی خون آلودہ شمشیر سے کافروں پر جا پڑے اور دونوں ہاتھوں سے تلواریں مارنی شروع کیں جب بہت کافر مارے گئے تو باقی جا کر قلعہ میں بند ہوئے۔ اُس وقت عمر نے شیشہ نفت نکال کر تمام کافروں کو قلعہ سمیت جلا دیا اور چند روز وہاں ٹھہر کر پھر ارغانش خوں خوار کے شہر کو گئے۔ اُس نے حمزہ کی خبر سُن کر لشکر ساتھ لیا اور میدان میں آکھڑا ہوا اور امیر کو پکارا۔ تب امیر پیادہ ہو کر میدان میں گئے اور ارغانش کو ایک سو اسی گز لمبا دیکھا اور خدا جانے اُس کے گرز کا کتنا وزن تھا۔ غرض جب اُس نے گرز اُٹھایا تو امیر نے خدا کو یاد کیا اور ڈھال سر پر لے کر کھڑے رہے۔ جب اُس نے گرز مارا تو امیر جست مار کر دوسری طرف جا کھڑے ہوئے اور وہ گرز زمین پر پڑا جس سے تمام زمین جنبش میں آئی۔ پھر وہ گرز اُٹھانے کو جھکا امیر نے تلوار خوں خوار اُس کو ایسی ماری کہ وہ کافر مانند ککڑی کے دو ٹکڑے ہوا۔ تب امیر وہی خوں آلودہ لے کر کفار میں گھسے اور کفار بھاگ کر قلعہ میں بند ہوئے اور عمر بن عمیہ نے امیر کے حکم سے شیشہ نفت نکال کر اُس قلعہ کو کافروں سمیت جلایا۔ اور چند روز وہاں رہ کر نبستان کا قصد کیا (باقی داستان شب فردا)

بیاسویں داستان

جب امیر آدم خوروں کے مارنے سے فارغ ہوئے تو گاؤ لنگی سے پوچھا کہ اس سے آگے کون سا شہر ہے۔ اُس نے کہا کہ نبستان ہے اور وہاں کے بادشاہ کا ایک سو نوے گز قد ہے اور سب سپاہ سمیت بادشاہ پتھر مارتے ہیں۔ تب امیر نبستان کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں جنگل کے سبب تین روز کی راہ ایسی تنگ اور سخت تھی کہ سوائے ایک سوار کے گذرنا محال تھا۔ جب اُس جنگل میں داخل ہوئے تو اُس خوں خوار نے جنگل کو چاروں طرف سے آگ لگا دی۔ تب امیر کا لشکر جلنے لگا۔ اور جلنے جلنے اور رونے پیٹنے کا شور شروع ہوا۔ تب امیر نے الیاسؑ کا جامہ اور حضرت خضر علیہ السلام کی کمند پہن کر فرمایا کہ سب اس کو پکڑو۔ غرض اس کی برکت سے اکثر پہلوان اور تین سو سپاہی بچے اور اس جنگل سے باہر نکلے۔ اور وہ خوں خوار مع کفار جنگل کے کنارے لڑائی کے لئے تیار کھڑا تھا اور ہر ایک کے گلے میں پتھروں کا توبرہ ڈالا تھا۔ جب امیر کو دیکھا تو پتھر مارنے لگے تب وہ تین سو سوار بھی مارے گئے صرف ستر پہلوان بچے۔ تب امیر مع پہلوانان کفار میں دھنسے اور اتنے کافروں کو

مارا کہ حساب اُس کا خدا جانتا ہے۔ اور مارتے مارتے اُس خوں خوار تک پہنچے۔ اُس موذی نے گرز امیر
پر چلایا۔ امیر جست مار کر دوسری جگہ پر جا کھڑے ہوئے۔ پس وہ گرز زمین پہ گرا۔ جب اُس خوں خوار
نے گرز اُٹھانا چاہا تو امیر نے اُس کی کمر میں صمصام ایسی ماری کہ وہ کافر خیار تر کی مانند دو ٹکڑے
ہو کر جھاڑ کی مانند زمین پر پڑا۔ اور امیر نے باقی کافروں کو مارنا شروع کیا۔ تب کافر بھاگ کر قلعہ

امیر کے لشکر نے شہر نیستان کے قریب پہنچنا اور حریف نے آگ نیستان زار میں لگانا اور امیر کا تمام لشکر یعنے سات لاکھ اسّی ہزار آدمی جل کر خاکِ سیاہ ہونا اور کل اکہتّر آدمی پہلوانان نے بچنا اور امیر نے لڑکر آخر کار دشمن کو مار کر کفار پر فتح پانا



میں بند ہوئے اور عمر نے مع کفار قلعہ جلا دیا۔ تب امیر نے خدا کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ اے یارو
سب فرزند اور یار اور پہلوان اور تمام گھوڑے اور خزانہ و مال وغیرہ جل کر خاک سیاہ اور لشکر
تباہ ہوا۔ مگر بزرجمہر نے فرمایا تھا کہ ستّر تن سے باہر آؤگے سو ستّر تن باقی ہیں۔ اور خدائے علیم ہے
کہ ان میں سے ہر ایک نے کب مرنا ہے۔ تب یاروں نے کہا کہ اے جہاں گیر جو خدا نے چاہا سو ہُوا
اور جو چاہیگا سو ہوگا (باقی داستان شبِ فردا) ✣

تراسویں داستان

جب امیر نے یاروں اور فرزندوں کو پردہ عدم میں چھپایا تو گاؤ لنگی کو بُلا کر فرمایا کہ اے دوست سات لاکھ اسی ہزار سوار سب فنا ہوئے اور بہت سے فرزندوں نے بھی موت کا شربت چکھا اب آگے کیا ہے۔ کہا کہ آگے اُردویل پیل وندان و مرزبان پیل وندان ہیں اور اُس سے آگے زردشت کا طلسمات ہے۔ تب امیر اُردویل کے شہر کو آئے تو وہ کافر تن کر لشکر لے کر میدان میں آیا اور امیر بھی پیادہ آگے آئے تو اُردویل پیل وندان ہاتھی مست کی طرح پکارتا ہوا آیا اور امیر پر دانتوں سے حملہ کیا تو امیر نے بہ کرم خدا اُسے بھی دنیا سے جُدا کر کے جہنم میں پہنچایا اور باقی کافر قلعہ میں بند ہوئے۔ امیر نے سب کو شیشۂ نفت سے جلایا۔ اور وہاں سے طلسمات کو گئے تو چار دیواری دیکھی اور چار دیواری کے درمیان ایک گنبد نظر آیا جس میں سے قسم قسم کا راگ گانا ناچنا سُنا۔ امیر نے فرمایا کہ اے گاؤ لنگی شاید یہاں آدمی گاتے ہیں۔ گاؤ لنگی نے کہا کہ یا امیر یہاں آدمیوں کا کیا کام ہے یہ تو زردشت جادوگر نے ہزاروں ہنر سے طلسمات تیار کیا ہوا ہے۔ تب امیر نے فرمایا کہ ہم سب سے تو بلند قد ہے اول تو دیوار پر سے دیکھ کہ کیا نظر آتا ہے۔ تب گاؤ لنگی دیکھتے ہی دیوار کے اندر گیا اور ہنستے ہنستے آگے گر پڑا۔ اسی طرح سے جو یار دیکھنے گیا سو ہنس کر گر پڑا۔ آخر عمر اپنا منہ باندھ کر اندر گیا سو بہ دستور عمر بھی ہنسکر گر پڑا۔ تب امیر تنہا رہ گئے تو مناجات کے واسطے مجیب الدعوات کی درگاہ میں ہاتھ اُٹھائے کہ یا عالم الغیب یہ کیا راز ہے سو مجھ پر ظاہر کر۔ تب تیر دعا قبولیت کے نشانہ پر پہنچا۔ پس شام ہوئی تو امیر تن تنہا رہنے کے باعث نہایت متفکر ہو کر سو رہے۔ اور خواب میں دیکھا کہ آسمان کا دروازہ کھل کر ایک تخت آیا ہے اور اُس پر ایک بزرگ بیٹھے ہیں۔ تب امیر نے جا کر پوچھا کہ اے حضرت تم کون بزرگ ہو۔ اُنھوں نے فرمایا کہ میں تمہارا دادا ابراہیمؑ ہوں۔ تب امیر حضرتؑ کے قدموں پہ سر رکھ کر رونے لگے۔ تب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے فرزند تو کیوں روتا ہے۔ امیر بولے کہ میرا تمام لشکر مع یاروں اور فرزندوں کے فنا ہو کر صرف ستر تن یہاں آئے سو یہاں وہ بھی گم ہوئے حضرت امیر نے فرمایا کہ وہ ستر تن بخیریت آکر تجھ سے ملینگے مگر یہ طلسم طلسمات جمشیدیہ کی طرح ٹوٹنا چاہئے اور جیساکہ وہاں سفید مرغ کو مارا تھا یہاں بھی سفید مرغ کو مار کہ سب معلوم ہو جائے۔ تب امیر نے خواب رحمانی سے بیدار ہو کر اپنے جسم و لباس کو معطر پایا۔ پس اُسی وقت کمان سے تیر لگا کر اُس مرغ کو مارا اور اللہ کے فضل سے وہ جانور ایک ہی تیر سے مر کر گرا اور سب آوازیں جاتی رہیں اور جادو ٹوٹ گیا اور امیر کے یار اُٹھ کر دوڑے امیر کے قدموں پر آگرے۔ امیر نے سب کو گلے سے لگایا اور فرمایا کہ اے یارو وہاں کیا دیکھ کر ہنس کر گر پڑے تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ

اب کچھ یاد نہیں۔ تب امیر اس دیوار کو توڑ کر اندر گئے اور گنبد کا قفل کھولا اور دیکھا کہ گنبد خالی ہے پھر اُس کے اندر کی کوٹھری کو ستر مرتبہ زور کیا مگر وہ نہ ٹوٹ سکا۔ تب اللہ اکبر کہہ کر زور کیا اور قفل توڑا اور دیکھا کہ وہ بھی خالی ہے۔ تب عمر سے کہا کہ جادوگر کا کچھ نشان معلوم نہیں ہوتا کہ کہاں ہے۔ عمر نے آنکھ اوپر اُٹھائی تو کیا دیکھا کہ ایک تابوت لٹک رہا ہے۔ تب عمر تابوت پر سوار ہوئے اور دیکھا کہ اس میں زردشت زندہ آدمی کی طرح سو رہا ہے۔ پس امیر سے کہا کہ وہ جادوگر یہی ہے جو سو رہا ہے۔ امیر نے کہا کہ دیکھو وہاں کچھ لکھا ہوگا۔ جب عمر نے خوب غور کی تو ایک کتاب جادو آب اُس کے سرہانے رکھی نظر آئی جو اُٹھا کر اپنی زنبیل میں رکھ لی اور اس پلید کا تابوت زمین پر گرایا۔ تب امیر یاروں سمیت گنبد سے باہر آئے۔ اور عمر نے امیر کے حکم سے وہاں آگ لگا دی جب چاروں طرف آگ بھڑک اُٹھی تو امیر نے عمر سے جادو کی کتاب طلب کی اور عمر نے دو تین ورق نکال رکھے اور باقی کتاب امیر کے حوالے کی اور امیر نے وہ کتاب آگ ڈال کر جلا دی۔ جو ورق عمر نے رکھے تھے اُس کا جادو دنیا میں اب تک جاری ہے۔ جب زردشت مع کتاب جل گیا تو امیر نے خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور دونوں ہاتھ اُٹھا کر درگاہ ایزدی میں مناجات کی (باقی داستان شب فردا) ✤

چوراسویں داستان

جب امیر نے زردشت کو مع کتاب جلایا تو امیر نے کہا کہ اب طلسمات کو دیکھنا چاہئے۔ گاؤ لنگی نے کہا کہ یا امیر تمام طلسمات اندھیرا ہے وہاں جانا کچھ فائدہ نہیں۔ تب امیر نے طلسمات کے کنارے کھڑے رہکر دیکھا کہ وہاں کچھ اور بلائیں ہیں۔ جب رات ہوئی تو امیر نے فرمایا کہ یہ دنیا کا آخری کنارہ ہے یہاں اور بلائیں بہت ہیں پہرہ دینا چاہئے۔ تب عمر معدی کرب نے کہا کہ پہلا پہرا میرا ہے۔ مالک اشتر نے کہا کہ میرا دوسرا ہے۔ لندھور نے تیسرا پہرا اختیار کیا۔ اور امیر نے کہا کہ آخیر میں پہرہ میں دونگا۔ پس پہلے پہرہ پر عمر معدی کرب بیٹھے تو شکار کا گوشت بہت ملا جس میں سے تھوڑا دیگ میں ڈال کر جوش دیتے تھے کہ اتنے میں ایک بوڑھی رانڈ آئی تو معدی کرب نے اُسے دیکھ کر کہا کہ اے عورت تو کون ہے۔ اُس نے کہا کہ میں کارواں کی عورت ہوں میں نہایت بیمار تھی مجھے مردہ جان کر میرے خویش و اقربا ویرانہ میں چھوڑ گئے مگر میری تقدیر کی یاوری سے ذرا سی جان میرے جسم میں باقی تھی سو خدا نے دوبارہ زندگی بخشی اب کتنے روز سے کھانا تو کیا اُس کی بو بھی نہیں سونگھی اور اس وقت گوشت کی بو آنے سے میرے جسم میں کچھ توانائی پیدا ہوئی اس لئے آئی ہوں کہ تیرے تصدق تھوڑا سا گوشت ملے تو کھا کر دعا دونگی۔ غرض اس کی گفتارہ مکارہ پر عمر معدی کو رحم آیا۔ پس دیگ میں ہاتھ ڈالا۔ اس عورت دیو سیرت نے عمر معدی کو ایسا

طمانچہ مارا کہ وہ بے ہوش ہوا اور وہ عورت تمام گوشت کھا کر گم ہو گئی۔ جب عمر معدی ہوش میں آئے تب دیگ کو خالی دیکھ کر مالک کو اُٹھایا۔ اور دوسرے پہر میں مالک نگہبانی پہ بیٹھا مگر اس کو عمر معدی نے عورت کی حقیقت نہیں بتلائی تھی۔ مالک نے کہا کہ اے عمر گوشت پکا کر سب تو ہی کھا گیا میرے واسطے تھوڑا بھی نہ رکھا۔ عمر معدی نے کہا کہ میں بہت بھوکا تھا پکایا اور سب کھایا تو بھی پکا اور کھا۔ پس مالک بھی دیگ میں گوشت ڈال کر پکا رہا تھا اور عمر معدی مثل سوئے ہوئے کے لیٹا تھا کہ وہ بوڑھی پھر آئی اور مالک سے التجا کی اور مالک نے براہ شفقت دیگ میں ہاتھ ڈال کر گوشت دینا چاہا کہ وہ حرام زادی مالک کو طمانچہ مار کر سارا گوشت کھا کر چلی گئی۔ جب مالک ہوشیار ہوا تو عمر معدی سے کہا کہ اے چپکے پڑے ہوئے شاید تیرا بھی یہی حال ہوا ہوگا اور مجھے خبر نہ کی۔ کہا کہ چپ رہو کہ لندھور بھی طمانچہ کھائے۔ لندھور کو مالک نے اُٹھایا اور آپ مانند سوتے کے پڑ رہا۔ لندھور دیگ کو خالی دیکھ کر تھوڑا گوشت ڈال کر پکانے لگا کہ اتنے میں وہ عورت آئی اور اپنا حال بولی۔ تب لندھور نے بھی براہ مہربانی گوشت دینے کے لئے دیگ میں ہاتھ ڈالا۔ پس وہ بدذات اُس کو طمانچہ مار کر تمام گوشت اپنے ناپاک پیٹ میں ڈال کر چلی گئی۔ جب لندھور ہوش میں آیا تو عمر معدی اور مالک دونوں ہنسے۔ تب لندھور نے کہا کہ اے بے مروّ تم پر بھی یہی حال گذرا ہوگا مگر مجھے اطلاع نہ کی۔ پس عمر معدی نے کہا کہ چپ رہو کہ امیر بھی تماشا دیکھیں۔ لندھور نے کہا کہ میں تو امیر کو یہ خبر ضرور کرونگا تاکہ وہ بھی کہیں دغا نہ کھائیں۔ مالک نے کہا کہ اے لندھور امیر کبھی دغا نہ کھائینگے بلکہ اُس بدذات سے ہمارا بدلہ بھی لینگے۔ ان کی یہ باتیں امیر لیٹے ہوئے چپکے سُن رہے تھے۔ تب یہ تینوں پہلوان امیر کو اُٹھا کر آپ سوتوں کی مانند لیٹ رہے۔ غرض امیر بھی دیگ میں گوشت پکانے لگے کہ اتنے میں وہ رانڈ اجل رسیدہ پھر آئی اور اپنا حال قفنا مال بیان کیا۔ امیر نے یہ سمجھ کر کہ یہاں طلسمات ہے آدمی تو رہنے ہی نہیں بلا شک یہ کوئی دغا باز مکارہ ہے ایک ہاتھ تلوار پر رکھ کر دوسرا گوشت نکالنے کو ڈالا اور کن آنکھوں سے اُس کی طرف دیکھتے رہے اور اُس کمبخت نے دوسروں کی مانند امیر کو بھی مارنا چاہا۔ پس امیر نے اُس مردار کی گردن پہ ایسی تلوار ماری کہ سر تن سے جدا ہو کر دوڑ بھاگا امیر بھی اس کے پیچھے ہوئے۔ وہ سر ایک اُس کنوئیں میں جا گرا۔ اور امیر نے وہاں کھڑے ہو کر یاروں کو بلا کے کہا کہ کنوئیں میں اُترو۔ تب عمر ڈھال پہ بیٹھ کر نیچے اُترے تو کیا دیکھا کہ ایک لڑکی اس سر کو سونے کے طبق میں اپنے آگے رکھ کر ایک محراب میں بیٹھی روتی ہوئی یہ کہہ رہی ہے کہ میں نے کہا تھا کہ حمزہ کے روبرو مت جا تا تو نے میرا کہا نہ مانا آخر جان سے ماری گئی۔ تب عمر نے اُس لڑکی کو سر سمیت امیر کے روبرو لا رکھا۔ امیر نے اُس سے پوچھا کہ تو کون ہے اور یہ بوڑھی کون تھی۔ اُس نے کہا کہ میں زروشت جادوگر کی بیٹی ہوں اور یہ میری دادی تھی۔ امیر نے فرمایا کہ تو ہی ہے یا کوئی اور بھی ہے۔ اُس نے کہا کہ میری دو بہنیں اور بھی ہیں جو مع لشکر ظلمات میں ہیں جو تمھارے آنے کی خبر پاکر تم پہ آئینگی۔ تب امیر نے اسے عمر کے حوالے کیا (باقی داستان نیشت و دا)

پچاسویں داستان

دوسرے روز جادوگر کا لشکر اس بیابان میں آ اُترا اور اُس لشکر کی سردار زردشت کی دو بیٹیاں تھیں ایک کا نام گل رخ اور دوسری کا فرخ جادو تھا اور ان کی دائی جادو میں نہایت اُستاد ان کے ہمراہ تھی۔ امیر کی جماعت کو ڈبونے کے لئے اُس دائی کو مقرر کیا۔ دائی نے بارشِ باران کے دو تین شیشے تیار کر کے لشکر عرب کے پیچھے آکھڑی ہوئی۔ امیر نے لڑکی کو بلوا کر نرم نرم زبان اور میٹھی باتوں سے کہا کہ یہ لشکر جو لڑنے آیا ہے کیا رو ہے اُس نے کہا کہ تم پر ہوا کے ساتھ بارش آ کر تم کو غرق کر یگی۔ عمر نے اُس کو کنارے پر لیجا کے اپنے ساتھ نکاح کا لالچ دے کر حقیقت رو نہایت ہی نرمی سے دریافت کی۔ مگر اُس مُردار نے باوجود دھمکی مارنے کے بھی کچھ نہ بتلایا آخر اُس کا سر کاٹ کر امیر کے روبرو لایا اور بولا کہ یا امیر اُس گیسو بریدہ کو بہت شفقت سے کہا مگر اُس نے کچھ نہ بتلایا تب میں نے اُسے سزا دی۔ اب میں جاتا ہوں اور جادو کی حقیقت دریافت کر لاتا ہوں۔ تب لشکرِ جادو کی طرف روانہ ہوا۔ راہ میں ایک ساحر ملا۔ عمر نے اُسے مارا اور اُس کے کپڑے آپ پہن اور اُس کی شکل بن کر گل رخ کے سامنے اُس کے آدمیوں میں جا کھڑا ہوا۔ ایک جادوگر نے گل رخ کے سامنے آکر عرض کیا کہ دو روز سے وہ دائی حمزہ کے لشکر پر جادو کرنے کو گئی ہے مگر ابھی تک اُس کا کچھ اثر معلوم نہیں۔ تب گل رخ نے کہا کہ جا شام کو جادو تمام ہوگا اور عربوں پر آفت آئیگی۔ عمر نے اُسی وقت آکر امیر کے روبرو حقیقت شنیدہ عرض کی۔ امیر نے کہا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ عرض کی کہ میں اُن کا جادو اُنہیں پھراتا ہوں۔ یہ کہ کر اُس روز چپ رہے اور دوسرے روز عصر کے وقت جادو کے کپڑے عمر نے پہن کر شراب میں داروئے بے ہوشی ملایا اور دائی کے پاس آکر کہا کہ اے دائی دونوں شہزادیوں نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے اور کہا ہے کہ تین روز ہوئے کہ عربوں کا شراب تک کیوں نہیں نکالا گیا شاید تو اُن کے ساتھ مل گئی۔ تب اُس نے کہا کہ دبہ بے کے شیشے اب تیار ہو چکے ہیں اب شام کو آفتاب غروب ہوتے ہی عربوں کا تماشا دیکھتی ہوں۔ عمر نے اُس کو ایک پیالہ بے ہوشی ملی ہوئی شراب کا دیا۔ وہ پیتے ہی بے ہوش ہوئی۔ پس اُسی وقت اُسے مار کر وہ شیشے اُٹھا کر امیر کے پاس لائے اور شیشوں کو پُر از سحر دیکھ کر کہا کہ اب اُن کا جادو اُنہیں پر پھراتا ہوں۔ امیر نے فرمایا کہ جلدی کر۔ تب عمر اُن کے لشکر کے پیچھے آیا اور شیشہ ہوا کا چھوڑ دیا۔ پس اُسی وقت ساحروں کا ڈیرہ تہ و بالا یعنے نیچے اُوپر ہوا۔ پھر عمر نے آگ کا شیشہ چھوڑا تو برخلاف اس کے اتنا پانی برسا کہ ڈیرے کو بہا کر لے گیا۔ جب یہ سب ساحر فنا ہوئے تو امیر چند روز وہاں رہے۔ اور گاؤ لنگی سے پوچھا کہ اب کیا باقی ہے۔ اُس نے کہا کہ اب دنیا میں کوئی بلا باقی نہیں ہے۔ تب امیر رخام کو آئے اور گاؤ لنگی کے فرزند نے استقبال کیا اور ہزار تعظیم و تکریم سے امیر اور اپنے باپ اور یارانِ امیر کو شہر میں لے جا کر بارگاہ میں بٹھایا اور ایک مدت تک وہاں عیش سے

رہے۔ ایک روز امیر جنگل میں شکار کو گئے کہ اتنے میں قاصد موت ہرن بن کے بدیع الزمان کے سامنے آنکلا اور بھاگا۔ بدیع الزمان نے پیچھا کیا اور وہ ہرن ایک حوض میں جا گرا۔ بدیع الزمان بھی حوض میں گرا اور گرتے ہی غرق ہوا۔ جب امیر کو یہ حال معلوم ہوا تو یاروں سمیت حوض پر آئے۔ اور بہت ڈھونڈھا مگر بدیع الزمان کا کچھ پتہ نہ پایا۔ تب بے امید ہو کر شہر میں آئے اور یاروں سے فرمایا کہ ہم میں سے ایک نے گم ہونا تھا سو گم ہو گیا اب ستر تن باقی رہے ہیں۔ تب سب یاروں نے رو کر کہا کہ یا امیر خدا کو یوں ہی منظور تھا۔ تب امیر خدا کی رضا پر راضی ہو کر صبر میں رہے اور دل کو درگاہ ایزدی میں متوجہ کیا (باقی داستان شب فردا)

چھیاسویں داستان

جب امیر کشور گیر جہاں ستان فرزند کے ماتم سے فارغ ہوئے تو گاؤ لنگی نے کہا کہ یا امیر آپ نے فرمایا تھا کہ تم کو مکہ معظمہ میں لے جا کر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی سے مشرف کراؤنگا۔ سو اب آپ اپنا اقرار ادا کریں۔ امیر نے فرمایا بسم اللہ چلو تب نیک ساعت میں امیر اپنے یاروں سمیت گاؤ لنگی کو ساتھ لے کر مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے اور قضا و قدر میں پہنچے اور پسران سرسال نے آکر استقبال کیا اور امیر کو شہر میں لے گئے۔ چونکہ سرسال فوت ہو چکا تھا اس لئے بعد تعزیت فرزندان سرسال کو صبر کا درس فرمایا کہ سرسال تو خدا کی رحمت سے جا ملا۔ یہ فرما کر وہاں سے کوچ کیا۔ القصہ منزلیں طے کرکے کتنے دنوں کے بعد مکہ معظمہ میں پہنچے اور جناب رسالت مآب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی کہ امیر آتے ہیں۔ تب مع اپنے اصحابوں کے استقبال کو آئے۔ جب امیر نے حضرتؐ کا جمال مبارک دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ حضرتؐ نے امیر کو گلے لگایا اور تمام اصحابوں سے ملایا۔ امیر نے اپنے والدین اور بزرجمہر کی وفات کی حقیقت سُنی۔ نیز نوشیرواں بے ایمان کا اس جہان سے کوچ کرنا سُن لیا۔ اس کے بعد رسولؐ مقبول نے اپنے دین کی دعوت امیر حمزہ کو دی۔ تب امیر حمزہ نے دین محمدی اختیار کیا اور نقارے خوشی کے بجائے اور دین محمدی پر مضبوط ہوئے (باقی داستان شب فردا)

ستاسویں داستان

راویانِ شیریں زباں یوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک اعرابی نے آکر عرض کی کہ اے رسولؐ خدا کا فرجمع

ہوئے ہیں اور قصد ہمارا کیا ہے۔ یہ سُن کر حضرت رسول نے امیر حمزہ کو اپنے اصحاب اور امیر کے یار ہمراہ دے کر روانہ کیا۔ اور کافروں نے فوجیں آراستہ کیں اور ایک کافر میدان میں آیا۔ اور اس طرف سے گاؤ لنگی امیر کے حکم سے گیا۔ کافر نے مارنا چاہا۔ تب گاؤ لنگی نے اُسے اُٹھا کر ایسا مارا کہ مغز اُس کافر کا کان سے باہر نکل گیا اور مردار ہوا۔ غرض کہ اسّی کافروں کو بہ دستور گاؤ لنگی نے مردار کیا۔ ان کے بعد پور ہندی میدان میں آیا تو گاؤ لنگی نے اُس کو بھی اُٹھا کر مارنا چاہا کہ اتنے میں اُس موذی نے نیزہ ایسا مارا کہ گاؤ لنگی کی انتڑیاں گھوڑے پر پڑیں۔ مرحبا۔ گاؤ لنگی شہید ہوا۔ تب امیر حمزہ غصہ سے اشقر کو دوڑا کر میدان میں آئے تو پوچھے تو کون ہے۔ امیر نے فرمایا کہ میں حمزہ بن عبد المطلب ہوں پور ہندی نے کہا کہ حمزہ باختر کی طرف گم ہوا ہے تو کہاں اور حمزہ کہاں۔ تب امیر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے باختر سے سلامت لایا ہے۔ تب پور ہندی نے حمزہ پر نیزہ چلایا اور حمزہ نے پکڑ کر چھین لیا اور وہی نیزہ اُس کے سینہ میں ایسا مارا کہ سینہ سے گذر کر پیٹھ سے جا نکلا۔ تب اشقر کو دوڑا کر اُس کے لشکر میں پڑے اور نعرہ مارا جب کافروں نے امیر حمزہ کا نعرہ سُنا تب سمجھ جانا کہ یہ نعرہ حمزہ کا ہے۔ پھر تو سب کافر بھاگنے لگے اور امیر نے اُن کا پیچھا کیا اور حضرتؐ نے بھی لشکر کو فرمایا کہ ان کافروں کا پیچھا کرو۔ تب اصحابوں نے بھی چار کوس تک اُن کا پیچھا کیا اور کافروں کو مار کر فتح و نصرت سے واپس پھرے اور شہر میں آئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ہرچہ دریں کتاب درج است دروغ بہ گردنِ راوی (باقی داستان شب فردا)

اٹھاسویں داستان

ہندہ عورت کے ہاتھ سے امیر حمزہ کا شہید ہونا اور جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر کے جنازہ پر ستر مرتبہ نماز ادا کرنا

جب امیر نے پور ہندی کو قتل کیا تو ہومان پور ہندی نے لشکر روم و شام و ایران و توران و بلخ و بخارا و حبش و زنگبار سب جمع کر کے اور اپنے ہمراہ مدائن میں اور ہرمز بن نوشیرواں سے کہا کہ اے بادشاہ حمزہ باختر میں جا کر گم ہوا تھا مگر اب سنرتن لے کر آیا ہے اور میرے فرزند کو مارا ہے تو میرے فرزند کا انصاف اُس سے لے۔ تب ہرمز نے کہا بہتر ہے۔ یہ کہہ کر مع لشکر

دار ہوا اور سارے لشکر سمیت آ اُترا۔ حضرتؐ کو یہ خبر ہوئی کہ اب تمام لشکر جمع ہوکر آیا ہے۔ تب امیر نے کہا کہ مجھے کیا غم ہے اس لشکر کو میں اکیلا ہی کافی ہوں اور کلمہ انشاء اللہ تعالیٰ کا کہنا بھول گئے۔ پس خداوند غیور کو یہ تکبر کی بات بہت ناگوار گذری۔ اسی سبب سے خدا کی خفگی اسلام پر نازل ہو۔ غرض امیرؓ اور علیؓ اور کئی اصحاب مع لشکر باہر آئے اور کافروں سے لڑائی طلب کی۔ تب ہرمز نے کہا کہ اے پہلوانان اگر تم ایک ایک ہوکر ان عربوں پر لڑوگے تو برابر نہ آوگے تم تمام ایکبارگی حملہ کرو۔ تب ہرمز کے حکم کے بموجب سارے لشکر نے ایکبارگی گھوڑے اُٹھائے۔ اور امیرؓ و علیؓ بھی مع یاران و اصحابان تلواریں نکال کر کافروں پر پڑے۔ اور لشکر فوج کفار میں ایسا تھا کہ جیسا آٹے میں نمک۔ باوجود اس کے بے شمار کافروں کو جہنم میں پہنچایا۔ اور اس جنگ میں لندھور و سعد بن عمرو و عمر معدی اور دوسرے یاروں نے شہادت پائی اور حضرت کے تکمنے میں بھی تیر لگے اور امیر گھوڑ اُٹھا کر ہرمز کے نزدیک پہنچے تو وہ چھتر چھوڑ کر بھاگ گیا اور کافر بھی بھاگے اور امیر نے اُنکا پیچھا کیا اور چار کوس تک مار کر مردہ کافروں کے ڈھیر کئے اور امیر نے فتح و نصرت سے گھوڑے کی باگ پھیری۔ ایک عورت کہ جس کا نام ہندہ تھا امیر کو جاتے دیکھ کر ایک بڑے پتھر کی آڑ میں چھپ رہی۔ امیر جوں ہی اس پتھر کے برابر آئے تو اُس ملعونہ نے ایک تلوار ایسی ماری کہ اشقر کے چاروں پاؤں قلم کئے امیر زمین پر گرے اور اُٹھنے کا ارادہ کیا۔ تب اُس مردار نے اجل کے زور سے ایسی تلوار ماری کہ آفتاب عرب



غروب ہوا یعنے امیر شہید ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ پھر امیر کا شکم مبارک چاک کیا اور جگر نکال کر کھا گئی۔ پھر حضرتؐ کے حضور آئی اور امیر کی شہادت کی خبر دے کر بولی کہ میں نے شہید کیا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ میرا وہ شیر کہاں ہے مجھے دکھا۔ تب ہندہ نے لے جاکر امیر کی جائے شہادت حضرت کو دکھائی تم
اور حضرت نے امیر کے ٹکڑے جمع کرنے کو فرمایا۔ اور لاش پر ستر مرتبہ نماز جنازہ پڑھی اور پاؤں کے انگوٹھوں پر کھڑے
رہکر نماز ادا کی۔ دوسری روایت یہ کہ ہر ایک ٹکڑے پر ایک بار نماز کی۔ تیسری روایت یہ کہ پہلے حضرت جبرائیل اپنی
فوج ملایک سے آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ ہم نے حمزہ کے جنازہ کا ثواب نہیں پایا۔ تب حضرت نے امامت کی اور
جبرائیل نے مع ملایک اقتدا کیا۔ اسی طرح ستر ملایک مقرب بارگاہ کبریائی نے آکر نماز کے واسطے عرض کی اور
حضرت نے ستر بار امامت کی۔ پھر لاش کو دفن کیا۔ اصحابوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا سبب ہے کہ آپ نے
انگوٹھوں پر کھڑے رہ کر نماز جنازہ پڑھی۔ فرمایا کہ فرشتوں کی ہجوم سے جگہ باقی نہ رہی تھی۔ جب امیر کے دفن
سے حضرت فارغ ہوئے تو ہندہ حضرت کے حضور میں آئی اور حضرت نے اُس سے منہ پھیر لیا۔ اتنے میں وحی
نازل ہوئے اور کہا کہ یا محمد تم جانتے ہو کہ امیر مر گیا ایکبار مرتبہ آسمان کو دیکھو حضرت نے اوپر نگاہ کی تو
دیکھا کہ امیر حمزہ بہشت میں تخت پر بیٹھے ہیں بمصداق اس آیت کے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ تب ہندہ عورت ایمان لائی۔ کتنے دنوں کے بعد اسماپری
اور قریشیہ سلطان کو امیر کی شہادت کی خبر ہوئی تو وہ نوے ہزار پریوں سمیت مکہ معظمہ کے گرد آئی
اور رسالت پناہ کی خدمت میں قریشیہ آئی اور عرض کی کہ جس نے میرے باپ کو مارا ہے اُسے میرے حوالے
کرو نہیں تو میں نہ جاؤنگی۔ کہتے ہیں کہ حضرت صبح کو شہر مکہ سے باہر تشریف لائے اور پریوں کو پیغام دیا
کہ ایمان لانے کا تم پر حکم آیا ہے۔ تب تمام پریاں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ پر بہ دل و جان
ایمان لائیں اور ہندہ کو حضرت سے طلب کیا اور قریشیہ نے کہا کہ میرے باپ کو اُس نے مارا ہے تو اُسے
چھپانا حضرت کیوں روا رکھتے ہیں۔ تب حضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ اے قریشیہ تیرا باپ خرابی
سے نہ مارا جاتا تو اس درجہ اعلیٰ کو نہ پہنچتا اور اُس کو سردار شہیدان کا خطاب نہ ملتا۔ تب قریشیہ نے
عرض کی کہ یا حضرت آپ میرا باپ مجھے دکھا دیں۔ پس حضرت نے فرمایا کہ اُوپر دیکھ۔ تب قریشیہ نے حضرت
کے معجزہ سے امیر حمزہ کو جنت میں تخت پر دیکھا اور بہت خوش ہوئی اور خدا کا شکر ادا کیا اور حضرت
کے قدم بوس ہوکر اپنے مکان کو واپس گئی۔ بار خدایا ہم کو بھی اُن حضرات کی طفیل اور تصدق اور
برکات سے مرتبہ شہادت عطا فرما۔ اور خاتمہ بالخیر اور سلامتی اپنے فضل و کرم سے سب مسلمانوں
اور مومنوں کو روزی نصیب فرما۔ آمین ثم آمین یا رب العلمین۔

تمام شد داستان امیر حمزہ

بتاریخ، جنوری سنہ ۱۸۹۹ء

انشائے اردو

فائدہ

طلباء مدارس احاطہ پنجاب کے لئے

سنہ ۱۹۰۴ء

حسب فرمایش حاجی چراغ الدین سراج الدین تاجران کتب لاہور بازار کشمیری

تعداد .... (۳۰۰۰)

در مطبع منشی نول کشور گیس پریس لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

انشاء کے معنے لغت مین لکھنا اور پیدا کرنا ہے اور اصطلاح مین وہ فن ہے جس سے طریق لکھنے خطوط اور کاغذات مروجہ معاملات دنیاوی اور دفاتر سرکاری کا معلوم ہو پس اردو مین ایسے انشائے جو کاغذات مروجہ مابین عوام اور خواص اور دفاتر سرکاری سکھلانے کے متکفل ہو آسان ترتیب سے مرتب ہوئی تھی اسلئے حسب الحکم جناب میجر فلر صاحب بہادر ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن مدارس ممالک پنجاب کے کریم الدین نے درمیان ماہ جنوری ۱۸۶۳ء کے یہ کتاب تیار کی اور اسلئے کہ بچونکو نام اسکا آسانی یاد رہے انشائے اردو نام رکھا اور یہ انشاء چار باب پر منقسم ہے۔

باب اول اس مین وہ خطوط اور رقعات ہین جو آپس مین لکھے جاتے ہین چونکہ اسطرح کے خطوط سوائے تین قسم کے زیادہ نہین ہو سکتے اسلئے تین قسم پر یہ باب منقسم ہوا۔

فصل اول - اس مین وہ خطوط ہین جو بزرگون کو خوردون کیطرف سے لکھے ہوتے ہین۔

فصل دوم - اس مین وہ خطوط ہین جو بزرگونکی طرف سے خوردونکے نام پر لکھے جاتے ہین۔

فصل سوم - اس مین درجہ مساوی کے خطوط ہین

باب دوم اسمین وہ کاغذات مندرج ہین جو معاملات دنیاوی مین دنیاداروں کے کار آمد ہوتے ہین۔

باب اول فصل اول - اسمین وہ خطوط ہین جو خوردونکی طرف سے بزرگونکو لکھے گئے ہیں اس مقام پر یہ بتلانا ضرور ہے کہ جب کوئی شخص رتبہ مین خورد ہو اور کسی بزرگ کے نام خطوط لکھنا چاہیئے تو کئی باتونکا اسکو خیال کرنا ضرور ہے اول یہ کہ سرے پر اُس کا لقب لکھے بعد ازان آداب تسلیمات سے خط شروع کرے اور آداب کا غرور ملحاظ رہے اور عبارت خط کی الفاظ عام فہم مین ہو وبا فصیح ہو اور آخر مین خط کی سلام یا دعا پر ختم کرے القاب سب بزرگون کے اسجگہ لکھے جاتے ہین انکو یاد رکھے اور یہی بات اسجگہ بتلائی جاتی ہے کہ بڑے بڑے القاب اور آداب فصحا پسند نہین کرتے اور قطع نظر اسکے اگر خیال کیجیئے تو ایک طرح کی بے ادبی مین ایسی عبارت عقلائے کے نزدیک داخل ہے۔ اسلئے پرانے استادون کا اتباع نہ کرنا چاہیئے ۔

باپ - جناب قبلہ گاہ صاحب دام ظلکم۔

۲	والدہ	والدہ صاحبہ مشفقہ مکرمہ دام مجدہا
۳	دادا۔ نانا	جناب قبلہ دادا۔ نانا صاحب دام ظلکم
۴	پیر	ہادی دین مرشد راہ متین پیر صاحب دام ظلکم
۵	دادی۔ نانی	جناب دادی صاحبہ۔ جناب نانی صاحبہ مکرمہ معظمہ سلامت
۶	پھوپھی	جناب پھوپھی صاحبہ مکرمہ سلامت
۷	ممانی	جناب ممانی صاحبہ مکرمہ مشفقہ سلامت
۸	خالہ	جناب خالہ صاحبہ مکرمہ مشفقہ سلامت
۹	ماموں	جناب ماموں صاحب قبلہ وکعبہ من سلامت
۱۰	خالو	جناب خالو صاحب قبلہ وکعبہ من سلامت
۱۱	بڑا بھائی سالا	بھائی صاحب مشفق ومکرم بندہ سلامت
۱۲	بڑی بہن	ہمشیرہ صاحبہ مکرمہ سلامت
۱۳	بڑی سالی	بہن صاحبہ مکرمہ سلامت

باپ کے نام

بعد ادائے آداب کے یہ عرض ہے کہ مدت ہوئی آپ نے کوئی عنایت نامہ نہیں بھیجا بوقت تشریف لیجانے کے آپ نے ارشاد کیا تھا کہ جب لاہور میں پہنچینگے تو تمنے ہمکو یاد دلانا ہم گورنمنٹ اسکول میں جاکر وہاں کے طلباء کا طریق تعلیم زبان انگریزی کا دریافت کرکے اور کتب خانہ سرکاری سے اچھی اچھی کتابیں جس سے تمہاری ترقی متصور ہو خرید کرکے تمکو روانہ فرماوینگے اور ایک بہت اچھی تدبیر ترقی علم کی وہاں کے عقلمندوں اور استادوں سے دریافت کرکے تمکو بتلاوینگے جس سے زبان انگریزی میں تم جلد ترقی کر جاؤ گے اسلئے بندہ نے یہ نیاز نامہ بطور یاد دلانے آپکے اقرار کے روانہ کیا ہے آپ اپنا حال بود و باش کا اور وہاں کی سکونت اور حال مزاج کا کہ کسطرح پر وہاں ہیں تحریر فرماکر ہم سب لوگوں کی تسلی فرماویں زیادہ آداب۔

والدہ کے نام۔ بعد ادائے آداب نیاز کے یہ عرض ہے کہ جس دن سے آپ ماموں کو تشریف لیگئی ہیں سب خورد وکلاں آپکو یاد کرتے ہیں آپ نے وعدہ کیا تھا کہ ایک مہینے کے بعد میں جلد آؤں گی سو دو مہینے کا عرصہ ہوا ابتک آپ نے وجہ تحریر دیر کرنیکی بھی نہیں فرمائی یہ سننے میں آیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب بہادر کے دفتر میں کئی کتابیں عورتوں کے پڑھنے کے واسطے اردو زبان کی بھی تیار ہوئی ہیں ازانجملہ

پند سودمند چھپ چکی ہے وہ کتاب بڑی بہن کے واسطے خرید کرکے ضرور روانہ فرما دیں اور چونکہ زبان اردو میں بڑی بہن زیادہ ترقی کرنا چاہتی ہے اسلئے مناسب ہے کہ ایک جلد خط تقدیر کے بھی لیتے آویں اور آپ جلد تشریف لاویں یا اگر ابھی آنے میں عرصہ ہو تو وجہ دیر آنیکی تحریر فرما دیں تاکہ ہم سبکی تسلی ہو زیادہ آداب

دادے کے نام

بعد ادائے آداب کے عرض ہے کہ وقت رخصت کے آپنے ارشاد کیا تھا کہ اگر رحمت اللہ خوب محنت کرکے علم سیکھ لیوے اور کاغذات پٹواری میں خوب مہارت پیدا کر لیوے تو ہم ضلع گوجرانوالہ کے ڈپٹی کمشنر بہادر سے سفارش کرکے کوئی نوکری اوسکو مقبول دلوا دینگے پس جناب اوسنے اس نصیحت پر ایسا عمل کیا ہے کہ رات دن اُس نے محنت کرکے حساب بھی سیکھ لیا ہے اور سب کاغذات پٹواری کے یاد کر لئے ہیں بلکہ مجموعہ تعزیرات ہند بھی اوسنے خوب یاد کر لیا ہے اور اب وہ لائق بڑے عہدہ کے ہے اگر حضور اُس کو جناب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر کے روبرو پیش کر دیں تو بندہ اوسکو آپکی خدمت میں روانہ کر دے۔ زیادہ آداب۔

اس طرح چھوٹوں کیطرف سے بڑوں کو لکھتے ہیں مگر اول ایک سطر پر القاب اوسکا لکھا جاتا ہے جسکو نام خط لکھنا ہو اور تفصیل القاب کی اوپر گذر چکی ہے۔

فصل دوم

اس میں وہ خطوط ہیں جو بزرگوں کیطرف سے خوردوں کو لکھے جاتے ہیں اور ان کے القاب لکھنے کا طور مختصر یہ ہے جو نقشہ ہذا میں درج ہے۔

نقشہ القاب خوردان

بیٹا	پوتا	برخوردار نور چشم راحت جان طول عمرہ
بھتیجا	سالی کا بیٹا	فرزند دلبند جگر پیوند فلان طول عمرہ
چھوٹا بھائی		برادر بجان برابر مسمی فلان طول عمرہ
چھوٹی سالی		خواہر نیک اختر دامت الطافہا
بیٹی		قرۃ باصرہ بی بی فلان سلامت
چھوٹی بہن		ہمشیرہ عزیزہ دامت الطافہا
پوتی		نور چشم لخت جگر بی بی فلان سلامت
نواسی		ایضاً

باپ کیطرف سے بیٹے کو۔ بعد دعائے جاندرازی اور حصول سعادت ابدی کے واضح ہو کہ ہم ۲۰ جنوری کو داخل لاہور ہوئے بعد سیر و تماشائے مکانات قدیمہ کے گورنمنٹ اسکول بھی دیکھا واقعہ میں اسجگہ تعلیم اچھی ہوتی ہے ماسٹروں سے جو ملاقات کی تو سب کو با اخلاص پایا خصوصاً مدرس اول بہایت خلیق اور خندہ پیشانی ہے بعد اُن سے گفتگو بسیار کے یہ طریق جلد تر تحصیل زبان انگریزی کا ہمکو دریافت ہوا کہ حساب اور تحریر اقلیدس تو اردو زبان میں سیکھنے چاہئیں کیونکہ یہ علم کی کتابیں ہیں انکو تم اپنی زبان میں اچھی طرح پر سمجھ سکتے ہو اور انگریزی زبان کی کتابیں اوائل عمر میں چھوٹی چھوٹی کہانیوں کی یاد کرو اور پھر تاریخ قصہ جات اور علم کی کتابیں پڑھنا اگر جسدن سے انگریزی شروع کرو اوسی روز سے دو باتوں کا التزام اپنے اوپر کر لو وہ یہ کہ ایک ہجے الفاظ کے جہانتک ہو سکے بہت صحیح طور پر یاد کرنا اور لکھنے کی مشق بھی ساتھ ہی کرنا ضرور ہے اور املا انگریزی بہت لکھو اور دوسری بات یہ ہے کہ جس انگریزی خوان سے ملو انگریزی بولنے میں شرم نہ کرو اگرچہ پہلے پہل بولنے میں غلطی کروگے اور پھر صحیح اور صاف بولنے لگوگے دیکھو جب تم چھوٹے بچے تھے صرف تاتا گون گون کے موافق کیا کرتے تھے جبوقت قوت ناطقہ کھلی اور عقل بڑہا اور تمنے تمہاری بولی صحیح کی تو تم ہم سے بولتے ہی بولتے ایسا صاف بولنے لگے کہ اب تم ہمارے سبھی اور بدون اس فکر کے کہ کونسا لفظ پہلے بولوں اور کونسا لفظ پیچھے صاف بولتے ہو اسیطرح انگریزی زبان پر بھی تم مشّاق ہو جاؤگے مثل مشہور ہے کہ آسمان نشود ہر و بایدکہ ہر آسان نشود۔ اور کتابیں زیادہ تمہارے واسطے خرید نہیں کی ہیں کہ مجھکو تجربہ کاروں اور یہاں کے استادوں نے یہ لفظ بتلا دیا ہے کہ جسکے پاس کتابیں بہت ہوتی ہیں وہ جلد ترقی نہیں کرتا کیونکہ کبھی ایک کتاب کو پڑھتا ہے اور کبھی دوسری کتاب کو ڈھونڈھ اوسکا مزاج ہوجاتا ہے اس لیے ایک ڈکشنری اور ایک کتاب پڑھنے کی تمہارے واسطے روانہ کرتا ہوں تاکہ اس کتاب کو یاد کرو پہر اور کتابیں تمکو لے دونگا زیادہ دعا۔

چھوٹے بہائی کے نام

بعد دعائے جاندرازی کے واضح ہو مدت ہوئی ابتک تمہارا کوئی خط نہیں آیا ایک دوست کے خط سے ثابت ہوا کہ تم بیمار ہو اس خبر کے سننے سے زیادہ بیقراری ہوئی تمکو مناسب ہے کہ جلد تر اپنی مرض کا حال لکھو اور کسی حکیم کا علاج کا نہ کرنا کیونکہ اونکی طب کی کتابیں پرانی ہیں اور دوائیں بھی اُن کی زود اثر نہیں ہیں اور تشخیص بیماری کی بھی ویسے لوگ اچھی طرح نہیں کر سکتے ہیں کسی ڈاکٹر کا علاج کرنا اور حتی المقدور بہوک سے زیادہ کبھی نہ کھانا ہوا کی تبدیلی بھی اگر مناسب ہو اور جو دنیا والے کے ڈاکٹر سے ایک سرٹیفکیٹ لیکر نوکری سے رخصت حاصل کر کے یہاں پر آجاؤگے تو آجکل لاہور میں اچھے اچھے

ڈاکٹر جمع ہو رہے ہین تمہارا خاطر خواہ علاج ہو جائیگا۔ بعد صحت کے پھر اپنی نوکری پر چلے جانا۔ زیادہ دعا

چھوٹی بہن کے نام

بعد دعائے سعادتمندی اور نیک اطواری کے واضح ہو۔ کہ مینے سنا ہے کہ آپ نے کئی کتابین اردو زبان کی پڑھ لی ہین اور رات دن لکھنے اور پڑھنے مین کوشش کرتے ہو اگر لکھنا بھی سیکھو تو بہت مفید ہے دیکھو اگر تم لکھنا جانتے تو اسوقت میرے خط کا جواب لکھ کر روانہ کرتے۔ اب غیر سے خط لکھوانا پڑے گا۔ چھ مہینے کی مشق مین تمکو اچھا لکھنا آسکتا ہے۔ والدہ صاحبہ کی خدمت مین میری طرف سے بہت بہت آداب و نیاز عرض کرنا اور ستارو بی جیو کو میرا سلام پہنچے۔

چھوٹی سالی

بعد دعائے جاندرازی اور عمر درازی کے واضح ہو کہ تمہارے خاوند سے راولپنڈی مین ملاقات ہوئی تھی اُس نے پانچسو روپیہ تمہارے واسطے مجکو دیا ہے ہنڈوی اسکی بنوا کر روانہ کرتا ہون۔ جسوقت یہ ہنڈوی پہنچے روپیہ ساگر مل ساہوکار ساکن لاہور سے وصول کر کے رسید مجکو لکھنا اور چونکہ مجکو احتمال ہے کہ کسی اور کے ہاتھ روپیہ نہ چلا جاوے اسلئے تم اپنے ہاتھ سے رسید اور خیر عافیت اپنی مزاج کی لکھ کر روانہ کرو کہ میری تسلی ہو اور تمہارے خاوند کے پاس بعینہ وہی رسید روانہ کرونگا۔ آپ کے ہاتھ کی رسید دیکھ کر اسکی بھی تسلی ہو جائیگی۔

بیٹی کے نام

بعد دعائے جاندرازی و حصول سعادتمندی دارین کے واضح ہو کہ تمنے جو لیاقت پڑھنے لکھنے کی حاصل کی ہے اُسکے سننے سے ہمکو کمال خوشی حاصل ہوئی اسواسطے ایک کتاب لغت کی جسکا نام کریم اللغات ہے یہان سے خرید کر کے تمہارے واسطے روانہ کرتا ہون جو لغت فارسی یا عربی کسی کتاب درسی کا ہوگا اُس کے معنے اردو مین لکھے ہوئے تمکو ملینگے اس کتاب مین اور جہانتک ہو سکے ترقی اپنی کرتے جاؤ اور سوائے لکھنے پڑھنے کے کبھی کبھی گھر کے کام مین بھی مصروف ہو کر کھانا پکانا سینا اور جالی کا کاڑھنا اور موزہ بنانا وغیرہ جو بھلے مانسون کی بہو بیٹیان کرتی ہین سیکھا کرو کیونکہ زمانہ مین ہنرمند آدمی محتاج نہین رہتا اور کمال مجکو شوق ہے کہ جسوقت مین لوٹ کے گھر مین آؤن تو تمکو ان سب ہنرون مین کامل پاؤن اور اپنی چھوٹی بہنون کی تادیب سے بھی غافل نہ رہنا اُنکو بھی پڑھنا لکھنا سکھلاتے رہنا زیادہ دعا۔

فصل سوم

اس مین درجہ مساوی کے خطوط مین

۱	دوست	شفیق و مہربان فلان صاحب مجمع مکارم اخلاق منبع اشفاق سلامت
″	″	محب و نواز مسلامت مخلص با اخلاص سلامت دوست با صفا سلامت
۲	بیوی	بیوی صاحبہ محرم راز ہمدم و دمساز من سلامت۔
″	″	انیس خاطر غمگین تسکین بخش دل اندوہگین سلامت
۳	شیخ	شیخ صاحب کرم فرمائے بندہ سلامت
۴	سید	میر صاحب شفیق بندہ سلامت
″	″	سید صاحب مہربان من سلامت
۵	خان	خان صاحب مہربان من سلامت
″	مغل	میرزا صاحب محسن محبان سلامت
۶	منشی	منشی صاحب مکرم دوستان سلامت
۷	پنڈت	پنڈت صاحب مشفق و مہربان سلامت

دوست کے نام

بعد ادائے آداب مراسم اشتیاق آنکہ مدت ہوئی کہ آپ کا کوئی خط نہین آیا دوستون کے خطوط سے معلوم ہوا کہ آپ کوئی نیا مکان بنواتے ہین اسلیئے دوستانہ التماس کرتا ہون کہ لاہور کے مکانات کے موافق ہرگز نہ نہ بنوانا۔ جہانتک ہوسکے مکان کا صحن بہت فراخ رکھنا مناسب ہے اور ہوا کی آمد و رفت کا بھی خیال رکھنا کہ ایک طرف سے ہوا تازہ آسکے اور جاڑے اور گرمی اور برسات کے آرام کے بھی مکانات اسمین تیار کرانا باورچیخانہ ایسی طرف بنوانا چاہیئے کہ اس کا دھوآن مکان کو کالا نہ کرسکے گھوڑے گائے بیل باندھنے کو بھی جگہ فراخ رکھنا اور قریب زنانہ مکان کے ایک مردانہ نشست گاہ بھی بنوانا اور مردانہ مکان مین کنوان ضرور کھدوانا تاکہ پانی کا آرام بھی رہے اور شمالی رُخ کے دالون مین چونکہ اکثر ہوا نفیس آتی رہتی ہے اور سایہ بھی رہتا ہے اس لیئے دالان در دالان جنوب کیطرف ایسا بنوانا کہ اُن کا رُخ شمال کی طرف ہو اور اگر روپیہ کی ضرورت ہو تو آپ بلا تکلف لکھ بھیجیں تکلیف نہ اوٹھانا بندہ یہان سے روانہ کردیگا۔

بیوی کے نام بعد بیان اشتیاق ملاقات کے واضح ہو کہ مین بہت اچھی طرح ہون خیر خیریت تمہارے مزاج کی چاہتا ہون حسب فرمایش آپ کے چار تہان روپہلی گوٹہ کے اور پانچ تولہ لیس سنہری اور ایک صندوقچہ زیور رکھنے کا اور پچاس روپیہ نقد بدست گمانے کہار کے بیٹے روانہ کئے ہین جسوقت وہان پہنچے تو سب

اسباب لیکر سید اپنے ہاتھ سے لکھکر روانہ کرتا تاکہ تسلی دل حزین کی ہو۔

شیخ کے نام

بعد آداے سلام و ملاقات کے واضح رائے شریف ہو بندہ اچھی طرح ہے خدا کی درگاہ سے آپکی خیریت چاہتا ہوں آپ نے فرمایا تھا کہ امرتسر میں کپڑا بہت سستا اور خوب ہوتا ہے اور چھوٹی الائچی بھی بہت نفیس ملتی ہے اس لئے تکلیف دیتا ہوں کہ آپ براہ مہربانی ایک تھان ململ کا بیش قیمت جو آٹھ آنہ گز کی ہو اور دو تھان تینوں کے ۱۰ ار فی گز کے حساب اور ایک تھان لٹھے کا ۴ ر فی گز کے حساب اور پانچ روپیہ کی الائچیاں خریدکے ریلوے میں کسی آیندہ معتبر کے ہاتھ بندہ کے پاس روانہ فرمادیں ان روپیہ کی ہنڈوی بروقت پہونچنے اسباب کے روانہ کرونگا خاطر جمع رکھیں۔

سید کو

بعد سلام و اظہار اشتیاق کے واضح رائے عالی ہو آپ نے ان ایام میں ہمسے جو قرعہ طلب فرمایا تھا سو التماس یہ ہے کہ قرعہ بنانیوالے شہر لاہور میں بہت ہیں بندہ بنواسکتا ہے پر دوست کا کام چونکہ یہ ہے کہ جو بات وہ خود پسند نہ کرتا ہو دوست کو بھی اطلاع کرے تو بندہ پر روشن ہے علم رمل ایک خیالی علم ہے جتنی باتیں اس سے دریافت ہوتی ہیں وہ اکثر غلط اور جھوٹھ ہوتی ہیں پس آپ ایسے وہمی علم کے پیچھے اپنا بیش قیمتی وقت برباد نہ فرماویں بہتر یہ ہے کہ اقلیدس اور حساب الجبرا آپ سیکھیں پھر آپ کو ایسے وہمی علموں کی ہوس نہ رہیگی آپ ہی کھل جائینگے اسلئے بندہ سے قرعہ نہیں بنوایا معاف فرماویں اور فال بینی کا پیشہ چھوڑ دیں اور اس پیشہ کے آدمی چونکہ سارا دن ہی جھوٹھ بولا کرتے ہیں اسلئے دنیا میں ذلیل اور خوار دیکھنے میں آتے ہیں والسلام خیر الانام

خان کو

بعد سلام علیکم و آرزوے ملاقات کے واضح ہو آپ کے ہمسایوں کی زبانی سننے میں آیا ہے کہ آپکو غصہ بہت ہے اس سبب خواہ مخواہ ایکدو ہنگامے ہر روز برپا ہو رہا کرتے ہیں اور بندہ کچہری میں سنتا ہے کہ آپکو جبانہ یا کوئی سزا ہو چکی تو نہایت رنجیدہ ہوتا ہے اسلئے مناسب ہے کہ آپ اپنی مزاج کی اصلاح جہانتک ہو سکے کریں اخلاق کی کتابیں زیر نظر رکھا کریں اور جسوقت آپ کو غصہ آیا کرے تو دو گھونٹ پانی پیکے پہلے دلمیں سوچ لیا کریں کہ اس غصہ کا انجام کیا ہوگا اور درگذر کرونگا تو اس سے کتنے فائدے ہونگے انسان کو جو خدا نے حیوان سے تمیز بخشی ہے تو صرف عقل ہی باعث ہے اسکو حیوان سے ممتاز کیا ہے اگر انسان بھی مثل حیوان کے جنگ اور لڑائی اور عفو میں لگا رہے تو پھر اسمیں اور گائے بیل میں کیا فرق ہے۔ ہرچند یہ رقعہ پڑھکر آپ ناراض ہونگے کیونکہ نصیحت کی بات کڑوی معلوم ہوا کرتی ہے مگر جب غصہ کو دور کرکے تامل فرماوینگے تو نہایت ہی مفید پاوینگے۔

مغل

بعد سلام و اظہار شوق کے واضح رائے شریف ہو کہ کل کے روز بندہ آپکے محلہ مین گیا تہا اور ارادہ یہ ہوا تہا
کہ آپ سے بھی ملاقات کرتا جاؤن جب در دولت پہ پہنچا تو دو چار باورچی دہلیز مین اقسام کے کہانیکی
تیاری مین لگے ہوئے تھے اور مردانہ مکان سے آواز راگ اور باجے کی جو آئی تو معلوم ہوا کہ آپ اسوقت
نہایت عیش مین تھے بندہ نے دو چار آدمیون سے دریافت کیا تہا تو انہون نے فرمایا کہ مرزا صاحب جشن
کر رہے ہین مینے باعث پوچھا تو معلوم ہوا کہ کوئی خاص سبب نہ تہا سننے مین آیا کہ اکثر ہوتا ہے کہ جب آپکا دل چاہتا
ہے تو بزم عیش مہیا کرکے چین اور لطف اوڑاتے ہین پس لاچار بندہ لوٹ آیا تہا کہ آپ کی عیش مین کسی طرح
کا خلل واقعہ ہو مگر چند کلمات نصیحت آمیز ملحوظ اسکے کہ آپ برا نہ مانینگے سنا کر سمع خراشی کرتا ہون میرزا صاحب
یہ دنیا جائے سرور نہین ہے اوسکے چند روزہ زندگی بارونق پر مغرور ہونا نا چاہئے آپنے یہ شعر شیخ سعدی کا
پڑہا نہین آبیات بس نامور بزیر زمین دفن کردہ اند - کہ ہستیش بروے زمین یک نشان نماند مغیر ہو کن
لے فلان غنیمت شمار عمر - زان پیشتر کہ بانگ بر آید فلان نماند - اس نصیحت پر آپ بھی عمل فرماوین -

منشی کو

بعد سلام نیاز کے التماس یہ ہے کہ آپ طریق تحریر فارسی کا زیادہ پسند فرماتے ہین سو منشی صاحب عرض یہ ہے کہ اگلے
زمانہ مین تحریر خط کا اور طور تہا بڑے بڑے اداب اور القاب مکرر سہ کرر عبارتین اور مرادف الفاظ
منظور کرتے تھے اس زمانہ مین ایسی عبارتین معیوب سمجھی جاتی ہین اور یہ بات قریب عقل کے ہے کہ جہانتک
ہو سکے خطوط مین ایسی عبارت مختصر ہو جو حاوی کل مضمون کی ہو لکہنی چاہئے اور بڑے بڑے القاب لکہنے سے
کیا فائدہ ہوتا ہے سوائے اسکے اور کچھ نہین کہ کاتب کے الفاظ ثابت ہو اور مکتوب الیہ مین غرور پیدا کرے صد
رحمت دانایان فرنگ کو کہ انہون نے انشا مین بھی کیا اچھا طریق رکہا ہے کہ اگر آپ بھی چٹھی انگریزی لکہ سکین
اور اس قوم کے انشا کا طریقہ ملاحظہ فرماوین تو آپکی رائے بھی میری رائے کے متفق ہو جاوے منشی صاحب
میری یہ غرض نہین کہ انشا اردو تابع ہو انشا انگریزی کے بلکہ چند الفاظ مختصر واسطے القاب کے مقرر
کر لینے بلحاظ اختصار عبارت اور آسانی تحریر کے بہت مفید ہین - فقط والسلام -

پنڈت کو

بعد سلام اور آرزوئے ملاقات کے واضح رائے شریف ہو مسرت ہوئی کہ آپکی کوئی خبر نہین آئی ایک شخص
آپکی ہجو کرتا تہا مین نے اوس سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آپنے اوسکو کہین اپنے نجوم سے فرمایا تہا کہ تیرا کام فلانے
روز ہوگا برخلاف اسکے وہ کام اسکا بگڑ گیا اور وعدہ نہ لایا پس آپ بھی عنایت کرکے یہ جو ہوتا ہمیشہ فال بینی اور ستره

پیشہ کا چھوڑ کر کوئی اچھا پیشہ اختیار کرین ایسے وہمیات مین پھنسکر لوگون کو گمراہ نہ کرین پنڈت صاحب غیب کی خبر سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہین بھلائی برائی سب اوسی کے ہاتھ مین ہے کسی ستارہ اور کواکب کو اس مین ذرا بھی اختیار نہین ہے اگر آپ علم ہیئت پڑھینگے تو آپ کو خوب واضح ہو جاوے گا کہ نجوم کی بنیاد ہی غلط ہے مصرعہ۔ بر رسولان بلاغ باشد و بس۔ زیادہ والسلام

لفافہ لکھنے کا طریق

جالندھر ۔ بیرنگ یا پوسٹ پیڈ

بخدمت مشفق مہربان شیخ برکت اللہ تحصیلدار کے پہونچے

الراقم گوبند سہائے از مقام لاہور ۔ ۱۰ جنوری ۱۸۶۲ء

باب دوم عرائض مین

اس زمانہ مین عرضی لکھنے کا طریق یہ ہے کہ ایک لکیر کھینچ کر اوسکے اوپر غریب پرور سلامت لکھکر آدھی لکیر کے نیچے جگہہ خالی چھوڑ کر دوسرے نصف کے نیچے اپنا مطلب لکھنا شروع کرے اور اردو عرضی مین اپنے تائین متکلم بنا کر مکتوب الیہ کو مخاطب کرے اور بہت آسان اور پر از مطلب مختصر عبارت مدلل لکھے جس کے الفاظ بہت ملایم ہون کہ سامع پر اس کا اثر پیدا ہو جسکا نمونہ یہ ہے۔

غریب پرور سلامت

جناب عالی حسب الحکم حضور کے بندہ نے قانون دیوانی اور فوجداری دونون حفظ کر لیے ہین اور مدت دراز سے بندہ گورنمنٹ اسکول مین پڑھتا ہے کئی بار بندہ نے تغمہ سونے کا پایا ہے اور کتب درسیہ اردو کی بندہ سب پڑھا ہے انگریزی مین اسقدر مہارت بندہ کو حضور کی عنایت سے حاصل ہے کہ بات کر سکتا ہون اور اردو کا ترجمہ انگریزی مین اور انگریزی کا اردو مین کر لیتا ہون حضور کے محکمہ مین ان ایام مین عہدہ تحصیلداری کا خالی ہے۔ بندہ چونکہ روزگار پیشہ ہے اور کوئی وجہ معاش نوکری کے سوا نہین رکھتا۔ اور حضور کے سوائے کوئی مربی بندہ کا نہین ہے۔ اس لئے امیدوار ہون کہ بنظر غربا پروری کے پرورش اس عہدہ پر ہو جاوے تو کمال بندہ پروری ہو گی اور تا زیست بندہ احسانمند حضور کے احسان کا ہوگا۔

عرایض کلکٹری

غریب پرور سلامت

مبلغ صما عہ بابت قسط دوم فصل ربیع سنہ حال کے ذمہ زمینداران ضلع نگر کوٹ کے باقی ہین باوجود تاکید شدید کے ابتک اونہون نے ادا نہین کئی ہین۔ اور کوئی صورت بدون انتقال جائیداد زمینداری کے بیباقی کی نظر نہین آتی اسلئے امیدوار ہون کہ اگر حکم ہو تو انتقال جائداد کر کے بیباقی سرکاری روپیہ کی جاوے

عرضی
[illegible]
[illegible]
[illegible]

غریب پرور سلامت

مبلغ صما عہ باقی فصل ربیع بنام ڈبھاوگاہان کاشتکار از روئے فرد تشخیص پٹواری کے باقی ہین سو باقیداران نے باوجود تاکید کے ابتک ادا نہین کئے - لہذا یہ درخواست سرسری بنام باقیداران وصول ہونے کی غرض سے گذرانتا ہون فرد وصول باقی ڈبھاوگاہان کاشتکار موضع نگر کوٹ -

نام موضع بقید پرگنہ نام کاشتکار تعداد اراضی بابت فصل ربیع وصول باقی

العبد
پٹواری موضع فلان

عرضی
زیلداران موضع فلان
معرفت فلان فلان

عرایض متعلقہ فوجداری

غریب پرور سلامت

جناب عالی (۱۱) جون سنہ ۱۹۰۳ء کو دو بجے دن کے زمیندار موضع ڈسکہ کا تھانہ مین آکر مظہر ہوا کہ آج دس بجے دن کے فیمابین رام سنگھ و ہر سروپ سنگھ اور ہری سنگھ یکطرف اور بلدیو سنگھ سیتارام اور چھجو لال طرف ثانی کے کنوان چلانے پر تکرار اور گالی گلوچ ہو کر لٹھ تلوار کی نوبت پہونچی فریقین سے کئی آدمی مجروح ہوئے اور ہری سنگھ تو ایسا گھایل ہوا ہے کہ اوس سے بولا بھی نہین جاتا۔ اس لئے مین حاضر تھانہ ہوا ہون۔ مین نے فوراً ڈپٹی انسپکٹر کو معہ فلان سپاہی کے واسطے تحقیقات اور گرفتاری مجرمون کے موقعہ واردات کے روانہ کیا متعاقب اوسکے حسب ضابطہ کیفیت مقدمہ اور اسامیان مقدمہ کو چالان عدالت کرونگا۔

انسپکٹر فلان پولیس
تھانہ فلان

غریب پرور سلامت -

سمے کالو ساکن موضع گوبند گڑھ نے ایک گائے مجھسے دس روپیہ کو خرید کری تھی پانچ روپیہ دیدیئے تھے - اور پانچ روپیہ اسکے ذمہ واجب الادا تھے وعدہ یہ کیا تہا کہ دس دن کے بعد روپیہ دیدونگا سو فدوی واسطے تقاضا کرنے کے بعد گذرنے میعاد دس یوم کے اُس کے گھر گیا تا مبر وہ نے از راہ بد معاملگی کے مجھے سیکڑون گالیاں دین اور ایک لاٹھی میرے مونڈھے پر ماری اور اور ایک میرے سر پر ماری دونوں جگہ ورم موجود ہے اسلیے یہ عرضی بامید تدارک مدعا علیہ کے حضور فیض گنجور میں گذران کر امیدوار ہوں کہ بعد تحقیقات جرم مدعا علیہ کو سزا دیجاوے اور گواہان مفصلہ ذیل واسطے ثبوت دعوے بندہ کے موجود ہیں جسوقت حضور فرماوین حاضر کردونگا -

گلبان رائے پٹواری - دھونکل شاہ صراف - گنڈا سنگہ جاٹ - ساکن موضع مذکور - جیمل سنگہ ساکن موضع مذکور -

عرائض متعلقہ دیوانی

عرضی دعوے

کالو سنگہ ولد دھونکل سنگہ نمبردار موضع رام نگر - بنام وسوہر سنگہ ولد نادن سنگہ قوم جٹ ساکن تحصیل وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ - مدعی / موضع سوہدرہ تحصیل وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ - مدعا علیہ

دعوے مبلغ ماد روپیہ سکہ کمپنی بقیہ زر محاصل سالتمام ۱۸۶۲ء بابت اراضی کاشت مدعا علیہ واقعہ پتی شرقی موضع رام نگر پرگنہ حافظ آباد بموجب فرد وصولباقی نوشتہ پٹواری و پٹہ مرقومہ بہادون سمبت ۱۹۱۵ بکرمی - نوشتہ مقام وزیرآباد -

غریب پرور سلامت

بنام مدعا علیہ بالا کے نالش کرتاہوں بیان نالش کا یہ ہے کہ موضع رام نگر پرگنہ وزیرآباد میں دس بسوہ زمین پتی مشرقی کا نمبردار میں ہوں اور دس بسوہ پتی مغربی کے نمبردار - جہجل تعلقدار نگر کوٹ وغیرہ کے ہیں اور اراضی جمع دونوں پتی کی بموجب ڈگری عدالت کمشنر صاحب بہادر کی فیمابین دونوں نمبرداروں کی ماہ جولائی ۱۸۶۲ء میں تقسیم ہوگئی ہے مدعا علیہ ۱۸۶۶ء سے از روئے پٹہ نوشتہ فدوی اور قبولیت نوشتہ اپنے کے اراضی ٹیلہ و کنارہ دریائے چناب واقعہ موضع مذکورہ کا فدوی کی طرف سے کاشتکار ہے اور پٹہ قبولیت مذکورہ کے مطابق جمع نخبتہ اراضی نمبروار فلاں کی مندرج ہے جو ہرسال کاغذات نکاسی پٹواری میں معہ نقل مندرجہ قبولیت لکھے جاتی ہے اور عہد بسوہ

صاحب

زمین ناقص میں مدعاعلیہ واسطے رہن کے رکھا لیتے ہین او سپرد نگتہ نہین لکھا جاتا ہے چنانچہ بابت خریف اور ربیع سنہ فصلی فلان کے مبلغ [illegible] بابت محاصل [illegible] ۱۶ بسوہ اراضی نمبر ۱ فلان کے واجب الادا تھے اس مین سے [illegible] روپیہ بدین تفصیل کہ [illegible] فصل خریف سنہ فلان مین اور [illegible] فصل ربیع سنہ مذکور مین مدعاعلیہ نے وصول ڈالے اور [illegible] روپے پٹواری مدعاعلیہ کے ذمہ باقی ہین سو باوجود طلب و تقاضا کے ادا نہین کرتا۔ لہذا عرضی ہذا گذران کر امیدوار ہون کہ [illegible] معہ سود مدعاعلیہ سے دلاپاؤن اور مدعاعلیہ نے [illegible] مین زراعت نیشکر او دہان و کپاس وغیرہ کے اراضی مذکور مین کی ہے

نمبر	تعداد اراضی	تعداد محاصل	وصول	باقی
فلان	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

غریب پرور سلامت

بین مدعی دعوے دلاپانے مبلغ [illegible] روپیہ اصل و سود از روئے تمسک مثبتہ کاغذات اسٹامپ موخہ بیساکھی بدی اشٹمی سمت ۱۹۰۵ بنام ہیرالعل مدعاعلیہ ولد منولعل قوم گوجر ساکن موضع سید والہ پرگنہ سیالکوٹ کے نالش کرتا ہون بیان نالش کا یہ ہے کہ مدعاعلیہ نے بدی بیساکھ اشٹمی سمت ۱۹۰۵ مین مجھسے [illegible] روپیہ بمقام سیالکوٹ قرض لیکر [illegible] روپیہ کا تمسک مسمی جواہر لعل گوجر ساکن موضع مذکور مرقومہ کنوار سدی دوادشی سمت ۱۹۰۳ کاغذات اسٹامپ جو میرے پاس موجود تھا واپس لے کر وہ روپیہ بھی اپنے ذمہ اپنج لیا تھا اور کل چارسو کا تمسک اپنی طرف سے کاغذات اسٹامپ کامل القیمت پر بوعدہ ادائے کل روپیہ کے اسی دن بمقام مذکور لکھکر اپنے العبد اور گواہی گواہان سے مرتب کر دیا تھا اور بعد تحریر تمسک دو مہینے کے قریب گاؤن مین رہکر دہلی چلا گیا دو برس کے بعد وہان سے پھر آیا مین نے تقاضا کیا تو بہ ہزار دقت و دشواری [illegible] روپیہ متی اساڑہ سدی پنچمی سمت ۱۹۰۷ مین وصول دیکر ظہر تمسک پر وصول کر دئے بعد اسکے باوصف تقاضا اور کچھ وصول نہین دیا اسلئے مین مدعی ناوہند سے مدعاعلیہ سے تنگ ہوکر یہ عرضی واسطے دلاپانے مبلغ [illegible] روپیہ اصل اور ایک سو پچاس روپیہ سود بحساب فیصدی ایک [illegible] روپیہ ماہانہ بہ تعداد [illegible] روپیہ مدعاعلیہ کے گذران کر امیدوار ہون کہ بہ تحقیقات اور انصاف زر دعوے معہ سود آجکی تاریخ تک مدعاعلیہ سے دلاپاؤن۔

اصل ــــــ
بماہ ۵

حساب سود کا یہ ہے
۱ ۵

باب سوم

اس میں کاغذات سرکاری ہیں جو کچہریوں میں لکھے جاتے ہیں

پروانہ

زمانہ سلف میں پروانجات میں ہر ایک عہدہ دار کا لقب بنظر حیثیت اس کے عہدہ اور مرتبہ کے لکھا جاتا تھا پھر القاب طویل چھوڑ کر القاب مختصر ہوئے تھے اب حکام پنجاب نے اُس کا رواج بھی سرکاری دفاتر میں چھوڑ دیا ہے۔ مگر جبکہ تقرری یا تبدیلی یا ترقی کا پروانہ دیا جاتا ہے تو وہ لقب مقرر کردہ لکھا جاتا ہے اس لئے چند القاب اسجگہ پروانجات کے بلحاظ پر عہدہ داران زمانہ حال کے نقشہ ہذا میں لکھتا ہوں۔

نقشہ القاب پروانجات

عہدہ	لقب
تحصیلدار	رفعت و عوالی مرتبت شکر اللہ خان تحصیلدار فلان پرگنہ بعافیت باشند
ڈپٹی انسپکٹر پولیس	شجاعت و شرافت دستگاہ ڈپٹی انسپکٹر کوتوالی شہر انبالہ بعافیت باشند
مدرس اول	فضیلت شعار کمالات اکتساب مولوی فلان بعافیت باشند
حکیم	حکمت شعار طبابت آثار حکیم فلان بعافیت باشند

پروانہ بنام تحصیلدار فلان پرگنہ فلان ضلع فلان

بملاحظہ تمہاری عرضی مورخہ ۳ دسمبر ۱۸۶۲ء کے لکھا جاتا ہے کہ مبلغ ــــ روپیہ تمہارے علاقہ میں باقی ہے اسقدر باقی رہنا روپیہ کا طریق کارگذاری سے بعید ہے لازم ہے کہ زر مذکور جلد از جلد مالگذاروں سے وصول کرکے بیباقی قسط کی عمل میں لاؤ اور آئندہ مستعد رہو کہ زر قسط باقی نہ رہنا پاوے۔ تاریخ ۱۳ جنوری ۱۸۶۳ء مقام فلان۔

حکمنامہ

بنام مالگذاران نگر کوٹ پرگنہ فلان

لکھا جاتا ہے مبلغ ایک ہزار روپیہ بابت قسط دوم سنہ حال
تحصیل مین داخل کرو تاکید جانو تحریر بتاریخ فلان سنہ فلان حوالہ چپراسی [illegible]

دستک

بنام مالگذاران موضع نور پور پرگنہ گڈھ شنکر ضلع ہوشیار پور آنکہ

جو باوجود انقضائے میعاد حکمنامہ کے تم نے ایک ہزار روپیہ بابت قسط دوم سنہ حال ادا نہین کیا لہذا یہ دستک تمہارے نام جاری ہوتا ہے لازم ہے کہ فوراً زر مذکور تحصیل مین داخل کرو تاکید ہے۔ تحریر بتاریخ فلان سنہ فلان حوالہ فلان چپراسی بلا طلبانہ واخلات موضع نور پور پرگنہ گڈھ شنکر ضلع ہوشیارپور بابت فصل خریف مورخہ فلان سنہ فلان۔

نمبر	نام موضع	نام نمبردار	تعداد روپیہ الغ						تاریخ [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱		کالو	ال چھ صا	مدرسہ صا	سڑک صاء	ال صا	مدرسہ صا	سڑک صا	یکم جنوری ۱۸۹۲	کالو ڈھا	یکم جنوری ۱۸۹۲	کالو ڈھا

العبد تحصیلدار العبد پیش کار العبد سیاہ نویس العبد قانونگوے العبد خزانچی

اطلاعنامہ لکھنے کا طور

ٹھاکر داس مدعی ولد امیر رائے قوم کھتری ساکن لاہور
موہن سنگھ مدعا علیہ ولد گنگا رام قوم گوجر ساکن موضع قصور پرگنہ لاہور

دعوے مبلغ (عہ) سکہ شاہی زر اصل معہ سود بموجب تمسک
منتبہ کاغذ اسٹامپ مرقومہ ۱۱ دسمبر سنہ ۱۸۹۰ عیسوی

بنام مدعا علیہ مذکور کے یہ ہے چونکہ مدعی مذکور نے ضمنی نالش بدعوے مرقومہ بالا بنام تمہا[illegible]

حسب منشاء ضمن ... دفعہ قانون دوم سنہ ۱۸۶۱ء بنام تمہارے جاری کیا جاتا ہے۔ کہ ظہر اطلاعنامہ پر بسبب اطلاعیابی اپنی لکھہ کر اندر میعاد پندرہ دن کے حاضر ہوکر اصالتاً خواہ وکالتاً جوابدہی کرو اور جو میعاد معینہ کے اندر حاضر ہو کر جوابدہی نہ کروگے تو مقدمہ بہ تجویز یکطرفہ فیصل کیا جاوے گا۔ ۱۰۔ جنوری سنہ ۶۳ء

اشتہار

بدھو مل ولد سیوہ مل ساکن موضع کجرور تحصیل بنام فلان مدعاعلیہ فلان ولد فلان نمبردار پرگنہ فلان موضع فلان

دعوے مابلغ ... سکہ شاہی مدراصل مع سود بموجب تمسک متبنہ کاغذات اسٹامپ مرقومہ تاریخ فلان سنہ فلان حکم اشتہار کچہری جج صاحب فلان

اسمقدمہ مین رپورٹ اطلاعنامہ سے واضح ہوا کہ تم برندہ اطلاعنامہ کو نہ ملے اور اطلاعیابی تمہاری ظہر اطلاعنامہ پر ثبت نہیں ہوئی۔ لہذا یہ اشتہار بمیعادی پندرہ روز کا حسب منشاء دفعہ ۲۰۔ آئین دوم سنہ ۱۸۶۱ء کے تمہارے نام جاری ہوکر لکھا جاتا ہے کہ پندرہ روز کے اندر حاضر محکمہ ہذا کے ہوکر اصالتاً یا وکالتاً جوابدہی کرو ورنہ مقدمہ بہ تجویز یکطرفہ فیصل کیا جاوے گا۔ مرقوم ۱۲۔ جنوری سنہ ۶۳ء

قبالہ نیلامی

جسکو بیع سلطانی کہتے ہین۔ ارکان اس قبالہ کے یہہ ہین۔ کہ مکان یا زمین مع حدود اربعہ ملکیت تہی کس کے نام پر نیلام ہوگئی ہے کتنے روپیہ پر چہوٹی اس ملک اختیار ہے ہر ایک طرح تصرف بیع پر حاصل ہے تحریر کی تاریخ اور سنہ اور دستخط حاکم نیلام کرنے والے کا مہر حاکم کچہری ہے واضح ہو کہ ایک دکان واقعہ انارکلی جسکی چارحدین اس تفصیل سے ہین۔

شمالے	جنوبے	غربے	شرقے
کوچہ نافذہ	حمام کا مکان	سڑک	بہو کے دوکان کی ملحق

ملکیت بدھو حلوائی مدعاعلیہ کے شیخ کریم اللہ مدعی نے خرچہ اجرائے ڈگری مین جو عدالت دیوانی جج آف اسمال کاز کورٹ سے جاری ہو کر ... دسمبر سنہ ۶۳ء کو قرق ہوئی اور بعد تعمیل حکم ... سنہ ۱۸۶۳ء علانیہ مجمع عام مین نیلام ہوئی اور شیخ عتیق اللہ ساکن بہاٹی دروازہ نے ... کے سرکار مین روپیہ داخل کر دیا یا جسقدر مدعاعلیہ مذکور کا حق مالکانہ دو ... نیلام کی طرف منتقل ہوا ... بیدار نیلام مذکور اپنے تہین